شرح سیرت ابن ہشام

ترجمہ

الروض الانف

مؤلفہ

امام ابو القاسم عبد الرحمن بن عبد اللہ السہیلی رحمۃ اللہ علیہ

زیر اہتمام

ادارہ ضیاء المصنفین بھیرہ شریف

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور - کراچی - پاکستان

شرح سیرت ابن ہشام مترجم

الروض الانف

مؤلفہ
امام ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ سہیلی رحمۃ اللہ علیہ

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور۔ کراچی ○ پاکستان

شرح سیرت ابن ہشام

جلد سوم

ترجمہ

الروض الاُنُف

مؤلفہ

امام ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ سہیلی رحمۃ اللہ علیہ

زیر اہتمام

ادارہ ضیاء المصنفین ۰ بھیرہ شریف

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور - کراچی ۰ پاکستان

نام کتاب	شرح سیرت ابن ہشام ترجمہ روض انف (جلد سوم)
مؤلفہ	امام ابو القاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ سہیلی رحمۃ اللہ علیہ
مترجمین	علامہ ملک محمد بوستان، علامہ ذوالفقار علی، علامہ افتخار تبسم من علماء دارالعلوم محمدیہ غوثیہ، بھیرہ شریف
زیر اہتمام	ادارہ ضیاء المصنفین، بھیرہ شریف
زیر نگرانی	قاری اشفاق احمد خان، انور سعید
تاریخ اشاعت	اگست 2005ء
تعداد	ایک ہزار
ناشر	محمد حفیظ البرکات شاہ
کمپیوٹر کوڈ	1Z461
قیمت	-/1350 روپے کامل سیٹ

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔ فون: 7221953 فیکس:۔ 042-7238010

9۔ الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ فون: 7225085-7247350

14۔ انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی

فون: 021-2630411-221201۔ فیکس:۔ 021-2210212

e-mail:- sales@zia-ul-quran.com

zquran@brain.net.pk

Visit our website:- www.zia-ul-quran.com

فہرست مضامین

سیرت ابن ہشام

الروض الانف

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نجران کے عیسائی اور قرآنی آیات کا نزول

عاقب، سید اور اسقف کا معنی

حضرت ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، وہ ساٹھ سوار تھے۔ ان میں سے چودہ اشراف سے تعلق رکھتے تھے، ان چودہ میں سے تین افراد ایسے تھے جو ان کے معاملات کے ذمہ دار تھے۔ عاقب ان کا امیر اور صاحب مشورہ تھا جس کی رائے کے بغیر وہ کوئی کام نہ کرتے۔ اس کا نام عبدالمسیح تھا۔ ان کا سید ان کا فریادرس، امیر سفر اور متفق علیہ فرد تھا۔ اس کا نام ایہم تھا اور ابو حارثہ بن علقمہ جو بنی بکر بن وائل کا ایک فرد تھا، ان کا اسقف، عالم، امام اور تورات کا قاری تھا۔

شاہانِ روم کے نزدیک ابو حارثہ کا مقام و مرتبہ

ابو حارثہ نے عیسائیوں کے درمیان بلند مقام و مرتبہ حاصل کر لیا تھا۔ اس نے ان کی کتابیں پڑھیں یہاں تک کہ ان کے دین کا ایک جید عالم بن گیا۔ روم کے عیسائی بادشاہ اس کی عزت کرتے، اسے مال و دولت سے نوازتے اور اس کی خدمت کرتے۔ انہوں نے اس کی خاطر کلیسے تعمیر کئے اور اس پر اپنے انعامات کی بارش کر دی۔ اس عزت و تکریم کی وجہ یہ تھی کہ اس کے ذریعے ان کے دین کا علم اور اجتہاد ان تک پہنچتا تھا۔

کرز بن علقمہ کے قبولِ اسلام کا سبب

جب وفد نجران رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو ابو حارثہ سب سے آگے اپنے ایک خچر پر سوار تھا اور اس کے ساتھ اس کا بھائی کوز بن علقمہ بھی تھا۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا اسے کرز بھی کہا جاتا ہے۔ ابو حارثہ کا خچر پھسلا تو کوز بولا بد بخت ہلاک ہو۔ اس کی مراد رسول اللہ ﷺ تھے (نعوذ باللہ من ذٰلک)۔ ابو حارثہ نے اسے کہا بلکہ تو ہلاک ہو۔ وہ کہنے لگا کیوں

نجران کے عیسائی اور قرآنی آیات کا نزول

یہ بات پہلے بیان ہو چکی ہے کہ نجران، نجران بن زید بن یشجب بن یعرب بن قحطان کے نسب سے معروف ہے جبکہ اس کا قبیلہ بنی حارثہ بن کعب بن مذحج ہے۔

بھائی جان؟ اس نے کہا قسم بخدا یہ وہی نبی ہیں جن کا ہم انتظار کرتے رہے۔ کوز نے اسے کہا پھر تجھے اسلام قبول کرنے سے کیا چیز مانع ہے جبکہ تو یہ بات مانتا ہے؟ اس نے کہا مجھے وہ چیز مانع ہے جو اس قوم نے ہم پر احسان کیا۔ انہوں نے ہماری عزت وتکریم کی اور ہمیں مال و دولت سے نوازا۔ یہ لوگ اس نبی کے مخالف ہیں۔ اگر میں اسلام قبول کرلوں تو یہ لوگ ہم سے یہ سب کچھ چھین لیں گے جو تم دیکھ رہے ہو۔ اس کے بھائی کوز بن علقمہ نے یہ بات دل میں بٹھا لی یہاں تک کہ بعد میں اسلام قبول کرلیا۔ ابوحارثہ کے متعلق یہ بات اسی کوز نے بتائی جو مجھ تک پہنچی۔

رؤسائے نجران اور ان کے ایک رئیس کے بیٹے کا قبولِ اسلام

حضرت ابن ہشام نے فرمایا مجھے یہ خبر پہنچی کہ نجران کے سرداروں کی کتب ورثہ در ورثہ چلتی رہیں۔ جب ان کا ایک سردار مرتا اور حکومت دوسرے کی طرف منتقل ہو جاتی تو وہ ان کتابوں پر لگی ہوئی سابقہ مہروں کے اوپر ایک اور مہر لگا دیتا اور پہلی مہر کو نہ توڑتا۔ نبی کریم ﷺ کا ہم عصر سردار ایک دفعہ پیدل نکلا، وہ پھسلا تو اس کے بیٹے نے کہا بد بخت ہلاک ہو۔ اس کی مراد نبی کریم ﷺ تھے (نعوذ باللہ من ذلک)۔ اس کے باپ نے اسے کہا "ایسا نہ کہو، وہ نبی ہیں۔ ان کا نام حکمت کی کتابوں میں موجود ہے"۔ جب وہ مر گیا تو اس کے بیٹے نے ہمت کی اور ان مہروں کو توڑ دیا۔ اس نے ان کتابوں میں نبی کریم ﷺ کا اسم گرامی دیکھا تو اسلام قبول کرلیا اور سچا مسلمان بن گیا اور حج بھی کیا۔ وہی یہ شعر کہتا ہے۔

کُنْ فَیَکُوْنُ کی تاویل

نجران کے عیسائیوں نے نبی کریم ﷺ سے کہا اے محمد (ﷺ) ان کا باپ کون ہے؟ ان کی مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ ۖ خَلَقَهُ مِن تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُن فَيَكُونُ ﴿٥٩﴾ (آل عمران) "بے شک مثال عیسیٰ (علیہ السلام) کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک آدم (علیہ السلام) کی مانند ہے۔ بنایا اسے مٹی سے پھر فرمایا اسے ہو جا تو وہ ہو گیا"۔ اس میں ایک نکتہ ہے، وہ یہ کہ کلام کا ظاہر تو یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا خَلَقَهُ مِن تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُن فَكَانَ تاکہ فعل ماضی کا عطف فعل ماضی پر ہوتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب فاء کے ساتھ عطف کیا جاتا ہے تو وہ تعقیب اور تسبیب دونوں کا فائدہ دیتی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ فَكَانَ فرماتا تو فاء صرف تسبیب کا فائدہ دیتی اور اللہ تعالیٰ کا كُنْ فرمانا ہو جانے کا سبب ہوتا لیکن جب یہاں فعل حال استعمال ہوا ہے تو فاء تسبیب کے ساتھ ساتھ تعقیب پر بھی دلالت کر رہی ہے یعنی امر کے بعد بلا کسی وقفہ

اِلَيْكَ تَعْدُوْ قَلِقًا وَضِيْنُهَا مُعْتَرِضًا فِيْ بَطْنِهَا جَنِيْنُهَا
مُخَالِفًا دِيْنَ النَّصَارٰى دِيْنُهَا

"(اونٹنی) تیری ہی طرف اس حال میں دوڑ رہی ہے کہ اس کا کمر بند حرکت کر رہا ہے اور اس کے پیٹ میں بچہ اس کے آڑے آ رہا ہے اور اس (کے سوار) کا دین عیسائیوں کے دین کے مخالف ہے"۔

حضرت ابن ہشام نے کہا وَضِیْن کا معنی اونٹنی کا کمر بند ہے۔ حضرت ہشام بن عروہ نے کہا اس شعر کے ساتھ اس مصرعہ کا اضافہ اہل عراق نے کیا ہے: مُعْتَرِضًا فِيْ بَطْنِهَا جَنِيْنُهَا جہاں تک ابوعبیدہ کا تعلق ہے تو اس کے متعلق اشعار ہم نے پہلے ذکر کر دیئے ہیں۔

عیسائیوں کا مشرق کے رخ نماز پڑھنا

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا مجھ سے حضرت محمد بن جعفر بن زبیر نے بیان کیا کہ جب نجران کے عیسائی مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ کے حضور حاضر ہوئے تو وہ مسجد نبوی میں اس وقت داخل ہوئے جبکہ آپ ﷺ نمازِ عصر ادا فرما رہے تھے۔ وہ علماء کے جبوں اور چادروں میں ملبوس بنی حارث بن کعب کے مردوں کے حسن و جمال کا نظارہ پیش کر رہے تھے۔ صحابہ کرام نے جب انہیں دیکھا تو ایک صحابی نے کہا ہم نے اس جیسا وفد نہیں دیکھا۔ ان کی عبادت کا وقت ہو گیا تھا۔ وہ مسجد نبوی کے اندر ہی ادائیگی نماز کے لئے اٹھ کھڑے ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا انہیں اپنے حال پر چھوڑ دو۔ چنانچہ انہوں نے مشرق کی طرف منہ کر کے نماز ادا کی۔

وفد نجران کے اسماء، ان کا عقیدہ اور رسول کریم ﷺ سے مباحثہ

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا جو چودہ اشراف ان کے معاملات کے ذمہ دار تھے ان کے نام یہ ہیں: عاقب، یہ عبدالمسیح تھا، سید، یہ ایہم تھا، ابو حارثہ بن علقمہ، یہ بنی بکر بن وائل کا فرد تھا، اوس،

کے ہو جانے کا فعل واقع ہو رہا ہے او . رکاف اور نون کے درمیان ہے، گویا اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا کُنْ فَاِذَا ھُوَ کَائِنٌ۔ "ہو جا تو وہ فوراً ہو گیا" کیونکہ فعل حال امر کے فوراً بعد ہو جانے کا تقاضا کرتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے چھ دنوں میں آسمان اور زمین پیدا کیے جو کہ چھ ہزار سال کے برابر تھے تو اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کے فرمان کن فیکون کا کیا معنی ہو گا؟ اہل علم نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اللہ رب العزت کے ارشاد کن کی توجہ مخلوق کی طرف مطلق بھی ہے اور مقید بھی۔ جب یہ مطلق ہو تو وہ

حارث، زید، قیس، یزید، نبیہ، خویلد، عمرو، خالد، عبداللہ اور یحنس۔ وہ ساٹھ سوار تھے، ان میں سے ابوحارثہ بن علقمہ، عاقب عبدالمسیح اور سید ایہم نے رسول اللہ ﷺ سے گفتگو کی۔ وہ اپنے بادشاہ کے دین کے مطابق عیسائی تھے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ان کا آپس میں اختلاف بھی تھا۔ بعض کہتے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی (نعوذ باللہ) اللہ ہیں، بعض کہتے وہ اللہ کے بیٹے ہیں اور بعض کہتے وہ تین خداؤں میں سے تیسرے ہیں۔ اسی طرح عیسائیوں کا قول ہے۔

وہ اپنے اس قول کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی اللہ ہیں، پر اس بات سے دلیل پکڑتے کہ آپ مردوں کو زندہ کرتے، بیماروں کو شفا دیتے، غیب کی خبریں دیتے اور مٹی سے پرندے کی شکل بناتے پھر اس میں پھونک مارتے تو وہ پرندہ بن جاتا۔ حالانکہ یہ سب کام اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے باعث ہوئے تھے: وَلِنَجۡعَلَهٗۤ اٰيَةً لِّلنَّاسِ (مریم:۲۱)'' اور (مقصد یہ ہے کہ) ہم بنائیں اسے اپنی (قدرت کی) نشانی لوگوں کے لئے''۔

وہ اپنے اس قول کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں، پر اس بات سے دلیل پکڑتے کہ وہ کہتے کہ ان کا کوئی ایسا باپ نہیں جس کا کسی کو علم ہو اور آپ نے گہوارے میں گفتگو فرمائی۔ یہ کام آپ سے پہلے اولادِ آدم میں سے کسی نے نہ کیا۔

تیسرے قول کہ وہ تین خداؤں میں سے تیسرے ہیں، پر ان کی دلیل یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فَعَلۡنَا (ہم نے کیا)، اَمَرۡنَا (ہم نے حکم دیا)، خَلَقۡنَا (ہم نے پیدا کیا)، قَضَيۡنَا (ہم نے فیصلہ کیا)۔ وہ کہتے اگر ایک خدا ہوتا تو یوں کہتا فَعَلۡتُ (میں نے کیا)، اَمَرۡتُ (میں نے حکم دیا)، خَلَقۡتُ (میں نے پیدا کیا) اور قَضَيۡتُ (میں نے فیصلہ کیا) لیکن خدا تین ہیں۔ اللہ تعالیٰ، حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم۔ ان کے ہر قول کے بارے میں قرآن کریم کی آیات نازل ہوئیں۔ جب ان کے دو علماء نے رسول اللہ ﷺ سے گفتگو کی تو آپ ﷺ نے انہیں فرمایا اسلام قبول کرلو۔ انہوں نے کہا ہم پہلے ہی اسلام قبول کر چکے ہیں۔ آپ نے فرمایا تم نے اسلام قبول نہیں کیا، اسلام قبول کرلو۔ انہوں نے کہا کیوں نہیں، ہم پہلے ہی اسلام قبول کر چکے ہیں۔

چیز اس وقت واقع ہوتی ہے جس وقت اللہ تعالیٰ ارادہ فرمائے اور جب یہ کسی صفت یا زمانہ کے ساتھ مقید ہو تو وہ چیز اس وقت واقع ہوگی جب اللہ تعالیٰ اس زمانہ کے مطابق ارادہ فرمائے گا جس کے ساتھ وہ امر مقید ہے لہٰذا اگر اللہ تعالیٰ یوں فرمائے کُنۡ فِيۡ اَلۡفِ سَنَةٍ۔ تو وہ چیز ہزار سال بعد ہی پیدا ہوگی اور اگر یوں فرمائے کہ بغیر کسی ایک لحہ کے وقفہ کے فوراً ہو جا تو وہ چیز فوراً پیدا ہو جاتی ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا تم جھوٹ بولتے ہو، تمہارا اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹے کا دعویٰ کرنا، صلیب کی عبادت کرنا اور خنزیر کو کھانا اسلام کے مانع ہے۔ ان دونوں نے کہا: اے محمد (ﷺ) پھر ان کا باپ کون ہے؟ اس پر رسول اللہ ﷺ نے خاموشی اختیار فرمائی اور انہیں جواب نہ دیا۔

وفد نجران کے متعلق نازل کردہ سورۂ آل عمران کی آیات کی تفسیر

چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے وفد نجران کے عقیدہ اور اس میں ان کے اختلاف کے متعلق سورۂ آل عمران کی اسی سے زائد ابتدائی آیات نازل فرمائیں۔ چنانچہ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

الٓمّٓ ۝ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۝ (آل عمران)

"الف، لام، میم اللہ (وہ ہے کہ) کوئی عبادت کے لائق نہیں بغیر اس کے، زندہ ہے سب کو زندہ رکھنے والا ہے"۔

اللہ تعالیٰ نے اس سورت کے آغاز میں عیسائیوں کے غلط اقوال سے اپنی پاکی اور خلق وامر میں اپنی وحدانیت بیان فرمائی کہ ان امور میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ یہ عیسائیوں کے کفر کا رد ہے جو انہوں نے اپنی طرف سے گھڑ لیا تھا اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ مدمقابل ٹھہرائے تھے۔ نیز یہ انہی کے قول کے ساتھ انہی کے خلاف دلیل ہے تاکہ اس طرح انہیں اپنی گمراہی کا علم ہو جائے۔ فرمایا: الٓمّٓ ۝ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔ یعنی اس کے امر میں اس کے ساتھ اس کا غیر شریک نہیں، وہ زندہ ہے، اسے موت نہیں حالانکہ بقول ان کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے اور انہیں سولی پر چڑھایا گیا۔ مخلوق میں اس کی سلطنت اپنے حال پر قائم ودائم ہے، اسے زوال نہیں جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بقول ان کے اپنے اس مقام سے زوال پذیر ہو گئے جو انہیں حاصل تھا اور اس مقام سے دوسرے مقام کی طرف منتقل ہو گئے۔

نَزَّلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِیْلَ ۝ مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ ؕ وَاللّٰهُ عَزِیْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝ (آل عمران)

"نازل فرمائی اس نے آپ پر یہ کتاب حق کے ساتھ [1] تصدیق کرنے والی ہے ان (کتابوں) کی جو اس سے پہلے (اتری) ہیں اور اتاری اس نے تورات اور انجیل [2] اس سے پہلے لوگوں کی ہدایت کے لئے اور اتارا فرقان کو [3] بے شک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اللہ کی آیتوں کے ساتھ ان کے لئے سخت عذاب ہے اور اللہ تعالیٰ غالب ہے بدلہ لینے والا ہے [4]"

ا؎ یعنی جس بات میں انہوں نے اختلاف کیا اس میں سچ بات کے ساتھ۔

۲؎ تورات حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اور انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر جس طرح اس نے ان رسولوں پر کتابیں اتاری ہیں جو ان سے پہلے تھے۔

۳؎ وہ کتاب نازل فرمائی جو اس اختلاف میں حق اور باطل کو الگ الگ کرنے والی ہے جو عیسائی فرقوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق اور دیگر امور میں کیا۔

۴؎ بے شک اللہ تعالیٰ اس شخص سے بدلہ لینے والا ہے جس نے اس کی آیات کا انکار کیا حالانکہ اسے ان کا علم ہو چکا تھا اور ان آیات میں جو حکم تھا اسے اس کی معرفت حاصل ہو چکی تھی۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ؕ (آل عمران)

"بے شک اللہ تعالیٰ نہیں پوشیدہ رہتی اس پر کوئی چیز زمین میں اور نہ آسمان میں"۔

یعنی اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو وہ ارادے کرتے ہیں، خفیہ تدبیریں کرتے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جھوٹی باتیں کرتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرتے ہوئے اور اس پر بہتان باندھتے ہوئے انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا اور رب بنایا حالانکہ ان کے پاس جو علم ہے وہ کسی اور چیز کا تقاضا کرتا ہے۔

هُوَ الَّذِيْ يُصَوِّرُكُمْ فِي الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ (آل عمران)

"وہی ہے جو تمہاری تصویریں بناتا ہے (ماؤں کے) رحموں میں جس طرح چاہتا ہے کوئی معبود نہیں بغیر اس کے (وہی) غالب ہے حکمت والا ہے"۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی ان انسانوں میں سے ہیں جن کی ماؤں کے رحموں میں تصویر بنائی گئی جس طرح دیگر بنی آدم کی تصویر بنائی گئی۔ اس بات کو عیسائی نہ رد کر سکتے ہیں اور نہ اس کا انکار۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کیونکر ہو سکتے ہیں حالانکہ ان کا یہ مقام ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے لگائے گئے بہتانوں سے اپنی ذات کی تنزیہہ اور وحدانیت بیان کرتے ہوئے فرمایا لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ یعنی جب وہ کافروں سے انتقام لینا چاہے تو اس میں وہ غالب ہے اور بندوں کی طرف اپنی حجت اور دلیل میں حکمت والا ہے۔

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ ؔ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ؔ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا يَذَّكَّرُ

اِلَّآ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ۝ (آل عمران)

"وہی ہے جس نے نازل فرمائی آپ پر کتاب اس کی کچھ آیتیں محکم ہیں وہی کتاب کی اصل ہیں ۱؎ اور دوسری آیتیں متشابہ ہیں ۲؎ پس وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے سو وہ پیروی کرتے ہیں (صرف) ان آیتوں کی جو متشابہ ہیں قرآن سے ۳؎ (ان کا مقصد) فتنہ انگیزی اور (غلط) معنی کی تلاش ہے ۴؎ اور نہیں جانتا اس کے صحیح معنی کو بغیر اللہ تعالیٰ کے ۵؎ اور پختہ علم

آیاتِ محکمات کی تاویل

حضرت ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے سورۂ آل عمران کی ابتدائی آیات ذکر کیں اور ان کی تفسیر میں بہت کچھ لکھا۔ ان آیات میں سے ایک اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا یہ ارشاد ہے مِنۡهُ اٰيٰتٌ مُّحۡكَمٰتٌ۔ یہ وہ آیات ہیں جو صرف ایک معنی کا احتمال رکھتی ہیں۔ میرے نزدیک لفظ محکم اہل عرب کے اس قول سے مشتق ہے: اَحۡكَمۡتُ الۡفَرَسَ بِحَكَمَتِهٖ۔ یعنی میں نے گھوڑے کو اس کے راستہ سے پھر جانے سے روکا۔ اسی طرح حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

وَ نُحۡكِمُ بِالۡقَوَافِیۡ مَنۡ هَجَانَا

یعنی ہم اس شخص کو شعروں کی لگام دے کر روک دیتے ہیں جو ہماری ہجو کرے۔ اسی طرح محکم آیت کو پڑھتے ہوئے قاری کے سامنے مختلف تاویلات نہیں آتیں اور اسے مختلف احتمالات کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ یہ لفظ الحکمۃ سے مشتق نہیں کیونکہ قرآن کریم سارے کا سارا علم وحکمت ہے اور متشابہ آیت میں غور وفکر کرتے ہوئے آدمی مختلف توجیہات اور جدا جدا راستوں کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا جو یہ ارشاد ہے: كِتٰبٌ اُحۡكِمَتۡ اٰيٰتُهٗ (ھود: ۱) "یہ وہ کتاب ہے جس کی آیتیں محفوظ و مستحکم بنادی گئی ہیں"۔ اس میں اُحۡكِمَتۡ کا کلمہ حکمت اور احکام سے مشتق ہے جس کا معنی ہے پختہ کرنا۔ اس معنی کے لحاظ سے سارے کا سارا قرآن کریم محکم ہے اور ایک لحاظ سے سارے کا سارا قرآن کریم متشابہ بھی ہے کیونکہ براعتِ الفاظ، اعجازِ نظم، جزالت معنی اور حکمت کے بدائع کے لحاظ سے بعض آیات بعض دیگر آیات کے متشابہ ہیں۔ پس پورا قرآن مجید متشابہ بھی ہے اور محکم بھی اور پہلے معنی کے مطابق یہ آیات ہیں: مِنۡهُ اٰيٰتٌ مُّحۡكَمٰتٌ اور وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ۔ پس اہل زیغ متشابہ آیات کو اپنی خواہشات کے مطابق ڈھالتے ہیں اور اپنی آراء کے متعلق ان کے ساتھ بحث کرتے ہیں جبکہ راسخین فی العلم متشابہ آیات کے معنی کو محکم آیات کی طرف پھیر دیتے ہیں۔ ان کے پیش نظر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہوتا ہے:

والے کہتے ہیں ہم ایمان لائے ساتھ اس کے، سب ہمارے رب کے پاس سے ہے[6] اور نہیں نصیحت قبول کرتے مگر عقل مند''۔

[1] جن میں اللہ رب العزت کی حجت، بندوں کی عصمت اور خصوم و باطل کا توڑ ہے، ان کے معنی میں کوئی تغیر اور تحریف نہیں ہو سکتی۔

[2] جن میں تاویل اور معانی مختلفہ کی گنجائش ہے۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو آزمایا ہے جس طرح انہیں حلال و حرام میں آزمایا ہے تاکہ بندے ان آیات کے مفہوم کو حق سے پھیر کر باطل کی طرف نہ لے جائیں۔

[3] اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جن لوگوں کے دل ہدایت سے دور ہیں وہ صرف ان آیتوں کی پیروی کرتے ہیں جو مختلف معانی کی حامل ہوتی ہیں تاکہ ان کے ذریعے وہ اپنی بدعتوں اور افتراء بازیوں کی تصدیق کریں تاکہ وہ آیات ان کی حجت اور ان کے متشابہ قول کی دلیل بن جائیں۔

[4] اس سے ان کا مقصد معاملات میں التباس پیدا کرنا اور غلط معنی کی تلاش ہے۔ یہ ان کی اس گمراہی کی طرف اشارہ ہے جس کا وہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے معنی میں شکار ہو گئے: خَلَقْنَا (ہم نے پیدا کیا)، قَضَيْنَا (ہم نے فیصلہ کیا)۔

[5] اللہ تعالیٰ ہی اس معنی کو جانتا ہے جس کا انہوں نے ارادہ کیا۔

[6] لہٰذا یہ مختلف کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ یہ رب واحد کی طرف سے قولِ واحد ہے۔ یہ قول کرنے کے بعد راسخین فی العلم نے متشابہ آیات کے معنی کو محکم آیات کے معنی کی طرف پھیر دیا جن کا صرف ایک معنی ہے۔ ان کے قول کے ساتھ کتاب کے معانی ترتیب پاتے ہیں۔ ان کا بعض بعض کی تصدیق کرتا ہے۔ اس کی حجت نافذ ہو جاتی ہے، اس کی وہ حجت ظاہر ہو جاتی ہے جس کی بناء پر عذر کیا جا سکتا ہو، اس کے ذریعے باطل مٹ جاتا ہے اور حق کفر پر غالب آ جاتا ہے۔ اس طرح کی آیات کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان سے صرف عقلمند نصیحت قبول کرتے ہیں۔

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ (النساء:۵۹) ''پھر اگر جھگڑنے لگو تم کسی چیز میں تو لوٹا دو اسے اللہ اور (اپنے) رسول (کے فرمان) کی طرف''۔ نیز وہ یہ بات جانتے ہیں کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کے پاس سے ہے اس لئے اس کا بعض بعض کے مخالف نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ (آل عمران:۷) کے متعلق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا کہ حضور ﷺ نے

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِن لَّدُنكَ رَحْمَةً ۚ إِنَّكَ أَنتَ الْوَهَّابُ ﴿٨﴾

(آل عمران)

"اے ہمارے رب! نہ ٹیڑھے کر ہمارے دل بعد اس کے کہ تو نے ہدایت دی ہمیں اور عطا فرما ہمیں اپنے پاس سے رحمت، بے شک تو ہی سب کچھ بہت زیادہ دینے والا ہے"۔

یعنی تو ہمارے دل ٹیڑھے نہ کر اگرچہ ہم اپنی بدعتوں کے ساتھ ٹیڑھے ہو جائیں۔ پھر فرمایا:

شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ ۚ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿١٨﴾ (آل عمران)

"شہادت دی اللہ تعالیٰ نے (اس بات کی کہ) بے شک نہیں خدا سوائے اس کے اور (یہی گواہی دی) فرشتوں نے اور اہل علم نے (ان سب نے یہ بھی گواہی دی کہ وہ) قائم فرمانے والا ہے عدل وانصاف کو، نہیں کوئی معبود سوائے اس کے (جو) عزت والا حکمت والا ہے"۔

یعنی اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں اور اہل علم نے اس بات کے خلاف گواہی دی جو عیسائیوں نے کہی۔

إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ ۗ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِن بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ۗ وَمَن يَكْفُرْ بِآيَاتِ اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿١٩﴾ (آل عمران)

"بے شک دین اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف اسلام ہی ہے [1] اور نہیں جھگڑا کیا جن کو دی گئی تھی کتاب مگر بعد اس کے کہ آ گیا ان کے پاس صحیح علم [2] (اور یہ جھگڑا) باہمی حسد کی وجہ سے تھا اور جو انکار کرتا ہے اللہ کی آیتوں کا تو بے شک اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے"۔

[1] جس دین پر اے محمد ﷺ آپ کاربند ہیں۔ یعنی اللہ رب العزت کی توحید اور سب رسولوں کی تصدیق۔

فرمایا جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو اس آیت کریمہ میں بحث مباحثہ کر رہے ہوں تو ان سے دور ہو جاؤ۔ محکم اور متشابہ کے معنی میں سلف صالحین کے مختلف اقوال ہیں جو ایک دوسرے کے قریب قریب ہیں مگر ان میں سے بعض کی رائے یہ ہے کہ وقف و ما یعلم تاویلہ الا اللہ پر ہے۔ ان کی رائے میں یہاں کلام مکمل ہو جاتا ہے۔ ان کی دلیل حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قراءت ہے کہ آپ بغیر واؤ کے الواسخون فی العلم پڑھتے(1) یہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کا قول ہے کہ راسخین فی

1۔ یہ قراءت غیر متواترہ ہے جو سند صحیح کی محتاج ہے۔

۲ جو آپ کے پاس آیا کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔

فَإِنْ حَاجُّوكَ فَقُلْ أَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلَّهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ۗ وَقُل لِّلَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَالْأُمِّيِّينَ أَأَسْلَمْتُمْ ۚ فَإِنْ أَسْلَمُوا فَقَدِ اهْتَدَوا ۖ وَّإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ ۗ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ ﴿۲۰﴾ (آل عمران)

''پھر اگر (اب بھی) جھگڑا کریں آپ سے ۱ تو آپ کہہ دیجئے کہ میں نے جھکا دیا ہے اپنا سر اللہ کے سامنے ۲ اور جنہوں نے میری پیروی کی اور کہیے ان لوگوں سے جن کو کتاب دی گئی اور ان پڑھوں سے ۳ کہ کیا تم اسلام لائے پس اگر وہ اسلام لے آئیں جب تو ہدایت پا گئے اور اگر منہ پھیر لیں تو اتنا ہی آپ کے ذمہ تھا کہ آپ پیغام پہنچا دیں (جو آپ نے پہنچا دیا) اور اللہ خوب دیکھنے والا ہے (اپنے) بندوں کو''۔

۱ اس باطل دلیل کے ساتھ جو وہ اپنے اس قول سے لائے: خَلَقْنَا، فَعَلْنَا، اَمَرْنَا۔ یہ بالکل باطل شبہ ہے جو انہوں نے قولِ حق سے سمجھا۔

۲ جو ایک ہے۔

۳ جن کے لئے کوئی کتاب نہیں۔

یہود و نصاریٰ کی بدعتوں کے متعلق نازل ہونے والی آیات

پھر اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کے دونوں فرقوں (یہود و نصاری) کو جمع کر دیا اور ان کی بدعتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّينَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَيَقْتُلُونَ الَّذِينَ يَأْمُرُونَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ ۙ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿۲۱﴾ (آل عمران)

العلم متشابہ آیات کی تاویل نہیں جانتے، اگرچہ وہ ان کی تفسیر جانتے ہیں۔ ان علماء کے نزدیک تاویل اور تفسیر کا مفہوم الگ الگ ہے۔ ان کے نزدیک تاویل اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے معنی میں ہے: يَوْمَ يَأْتِي تَأْوِيلُهُ (الاعراف:53) ''جس روز ظاہر ہو گا اس کا انجام''۔ دوسرے گروہ کی رائے یہ ہے کہ والراسخون کا عطف ما قبل پر ہے اور وہ تاویل کے عالم ہیں۔ ان کے نقلی اور عقلی دلائل بڑے طویل ہیں اور میرے نزدیک ایک تیسرا نقطہ نظر پسندیدہ ہے جو علامہ ابن اسحاق نے اس کتاب میں بیان کیا ہے۔ اس کی وضاحت یہ ہے کہ و ما يعلم تاويله الا الله پر کلام ختم ہو

"بے شک جو لوگ انکار کرتے ہیں اللہ کی آیتوں کا اور قتل کرتے ہیں انبیاء کو ناحق اور قتل کرتے ہیں ان لوگوں کو جو حکم کرتے ہیں عدل و انصاف کا لوگوں میں سے تو خوشخبری دو انہیں درد ناک عذاب کی"۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۫ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ۝ (آل عمران)

"یہ ہیں وہ (بدنصیب) اکارت گئے جن کے اعمال دنیا میں اور آخرت میں اور نہیں ہے ان کے لئے کوئی مددگار"۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُدْعَوْنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ۝ (آل عمران)

"کیا نہیں دیکھا آپ نے ان لوگوں کی طرف جنہیں دیا گیا کچھ حصہ کتاب کا (جب) بلائے جاتے ہیں کتاب الٰہی کی طرف تاکہ تصفیہ کر دے ان کے باہمی جھگڑوں کا تو پیٹھ پھیر لیتا ہے ایک گروہ ان میں سے درآنحالیکہ وہ روگردانی کرنے والے ہوتے ہیں"۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ۪ وَغَرَّهُمْ فِيْ دِيْنِهِمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ۝ (آل عمران)

"اس (بیباکی) کی وجہ یہ تھی کہ وہ کہتے تھے کہ بالکل نہ چھوئے گی ہمیں دوزخ کی آگ مگر چند دن گنے ہوئے اور فریب میں مبتلا رکھا انہیں ان کے دین کے معاملہ میں ان باتوں نے جو وہ خود گھڑا کرتے تھے"۔

فَكَيْفَ اِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۟ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ۝

(آل عمران)

"سو کیا حال ہوگا (ان کا) جب ہم جمع کریں گے انہیں اس روز جس کے آنے میں کوئی

جاتا ہے اور والراسخون فی العلم نیا کلام ہے لیکن ہم یہ نہیں کہتے کہ وہ ان آیات کی تاویل نہیں جانتے جس طرح پہلے فریق نے کہا۔ بلکہ ہم کہتے ہیں کہ وہ متشابہ آیات کو محکم آیات کی طرف پھیرنے، خفی پر جلی کے ساتھ استدلال کرنے اور مختلف فیہ پر متفق علیہ کے ذریعے استدلال کرنے کے ساتھ ان کی تاویل جانتے ہیں۔ اس کے ساتھ حجت نافذ ہو جاتی ہے، باطل مٹ جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عالم کا درجہ بلند ہو جاتا ہے کیونکہ وہ کہتا ہے میں اس کے ساتھ ایمان لایا، یہ سب میرے رب کی طرف سے ہے۔ اس لئے اس میں اختلاف کیونکر ہو سکتا

شک نہیں اور پورا پورا بدلہ دیا جائے گا ہر شخص کو جو اس نے کمایا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا''۔

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ؗ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ؕ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۶﴾ (آل عمران)

''(اے حبیب! یوں) عرض کرو اے اللہ! اے مالک سب ملکوں کے[1] تو بخش دیتا ہے ملک جسے چاہتا ہے اور چھین لیتا ہے ملک جس سے چاہتا ہے اور عزت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور ذلیل کرتا ہے جس کو چاہتا ہے، تیرے ہی ہاتھ میں ہے ساری بھلائی[2] بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے[3] ''

۱۔ یعنی اے سب بندوں اور سب ملکوں کے پروردگار جن میں تیرے سوا کوئی حکم نافذ نہیں کر سکتا۔

۲۔ یعنی تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

۳۔ یعنی تو ہی اپنی سلطنت اور قدرت کے ساتھ ان امور پر قادر ہے، تیرے سوا اور کوئی ان امور کی قدرت نہیں رکھتا۔

تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ؗ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ ؗ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۲۷﴾ (آل عمران)

''تو داخل کرتا ہے رات (کا حصہ) دن میں اور داخل کرتا ہے تو دن (کا حصہ) رات میں اور نکالتا ہے تو زندہ کو مردہ سے اور نکالتا ہے مردہ کو زندہ سے[1] اور رزق دیتا ہے جسے چاہتا ہے بے حساب[2] ''

۱۔ اپنی اس قدرت کے ساتھ۔

۲۔ تیرے سوا کوئی اور ان امور پر قادر نہیں اور یہ سب کچھ صرف تو ہی کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مراد یہ ہے کہ اگر میں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان اشیاء کا اختیار دیا تھا جن کی بناء پر عیسائی آپ کو خدا کہتے ہیں یعنی مردوں کو زندہ کرنا، بیماروں کو تندرست کرنا، مٹی سے پرندے بنانا

ہے؟ اور جب یہ دونوں علم مختلف ہیں: اللہ تعالیٰ کا علم اور راسخین فی العلم کا علم تو الراسخون کا ما قبل پر عطف کرنا جائز نہیں کیونکہ اس کی تاویل میں اللہ تعالیٰ کا علم قدیم ہے۔ اسے یہ علم غور و فکر، دقت نظر اور دلائل میں تحقیق کے ساتھ حاصل نہیں ہوا۔ پس اس طرح ان آیات کی تاویل صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے جبکہ راسخین فی العلم اس کی تاویل دلائل کی تحقیق، دقت نظری اور درست

اور غیب کی خبریں دینا تو یہ اس لئے تھا کہ میں ان امور کو لوگوں کے لئے ان کی نبوت کی علامت اور تصدیق بناؤں جس کے ساتھ میں نے ان کو لوگوں کی طرف مبعوث کیا۔ تو جو میں نے انہیں عطا نہیں کیا وہ بھی اپنی قدرت اور اختیار سے عطا نہیں کیا یعنی سب ملکوں کی ملکیت، امر نبوت، نبوت عطا کرنے کا اختیار، رات کے حصہ کو دن میں اور دن کے حصہ کو رات میں داخل کرنا، مردے سے زندہ کو اور زندہ سے مردہ کو نکالنا اور نیک و بد میں سے جس کو چاہنا بے حساب رزق عطا کرنا، میں نے عیسیٰ علیہ السلام کو ان تمام امور کا اختیار نہیں دیا اور انہیں ان امور کا مالک نہیں بنایا۔ کیا عیسائیوں کے لئے اس میں عبرت اور واضح دلیل نہیں کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا ہوتے تو یہ سب کچھ ان کے اختیار میں ہوتا حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ آپ دیگر بادشاہوں سے جنگیں کرتے رہے اور ان سے مختلف شہروں میں انتقام لیتے رہے۔

مومنین کو وعظ و نصیحت اور تنبیہ

پھر اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو وعظ و نصیحت کی اور انہیں ڈرایا پھر فرمایا:۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۳۱﴾ (آل عمران)

"(اے محبوب!) آپ فرمایئے (انہیں کہ) اگر تم واقعی محبت کرتے ہو اللہ سے ۱ تو میری پیروی کرو (تب) محبت فرمانے لگے گا تم سے اللہ اور بخش دے گا تمہارے لئے تمہارے گناہ ۲ اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے۔

۱۔ یعنی اگر تمہارا یہ قول حق ہے کہ تمہیں اللہ تعالیٰ سے محبت ہے اور تم اس کی تعظیم کرتے ہو۔

۲۔ یعنی جو تم نے اس سے پہلے کفر کیا۔

قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۳۲﴾ (آل عمران)

"آپ فرمایئے اطاعت کرو اللہ کی اور (اس کے) رسول کی ۱ پھر اگر وہ منہ پھیریں ۲ تو یقیناً اللہ تعالیٰ دوست نہیں رکھتا کفر کرنے والوں کو۔

۱۔ جنہیں تم جانتے ہو اور جن کا ذکر اپنی کتاب میں پاتے ہو۔

۲۔ اپنے کفر کی طرف۔

تعبیرات کے ساتھ جانتے ہیں۔ اسی لئے ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَمَا یَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿﴾ اس آیت کے بارے میں حضرت ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا یہی مفہوم ہے۔

خلق عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق نازل ہونے والی آیات

پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے سامنے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر فرمایا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ کے ارادہ سے ان کے معاملہ کی ابتداء ہوئی۔

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَ نُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰهِیْمَ وَ اٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ (آل عمران)

''بے شک اللہ تعالیٰ نے چن لیا آدم اور نوح اور ابراہیم کے گھرانے کو اور عمران کے گھرانے کو سارے جہان والوں پر''۔

ذُرِّیَّةًۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍؕ وَ اللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ (آل عمران)

''یہ ایک نسل ہے بعض ان میں سے بعض کی اولاد ہیں اور اللہ سب کچھ سننے والا سب کچھ جاننے والا ہے''۔

پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت عمران کی زوجہ اور ان کے قول کا ذکر فرمایا:

اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْۚ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ (آل عمران)

''جب عرض کی عمران کی بیوی نے اے میرے رب! میں نذر مانتی ہوں تیرے لئے جو میرے شکم میں ہے (سب کاموں سے) آزاد کر کے سو قبول فرما لے (یہ نذرانہ) مجھ سے

عقیدۂ تثلیث کے متعلق عیسائی علماء کے دلائل

حضرت ابن اسحاق نے اہل نجران کے پادریوں اور ان کے علماء کی دلیل ذکر کی جو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس قسم کے ارشادات سے حاصل کی: خلقنا، امرنا وغیرہ۔ ان کا کہنا ہے کہ اس طرح کی آیات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ تین خداؤں میں سے تیسرا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا مقام ان کے اس قول سے بلند ہے۔ یہی وجہ ہے کہ متشابہ آیات کو محکم آیات کی طرف لوٹائے بغیر ان سے استدلال کیا جائے۔ جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (البقرۃ: 163) ترجمہ: ''اور تمہارا خدا ایک خدا ہے''۔ اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ (الاخلاص: 1) ترجمہ: ''فرما دیجئے وہ اللہ ہے یکتا''۔ ان کی کم عقلی پر تعجب ہے کہ انہوں نے سید الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ کے خلاف ان آیات سے کیسے استدلال کیا جو آپ ﷺ پر ہی اتریں حالانکہ آپ ﷺ اپنے اوپر نازل ہونے والی آیات کا معنی زیادہ جاننے والے ہیں کیونکہ جن الفاظ سے انہوں نے استدلال کیا وہ مجاز عربی ہیں تورات اور انجیل

بے شک تو ہی (دعائیں) سننے والا (نیتوں کو) جاننے والا ہے۔

ا۔ یعنی میں نے اس کی نذر مانی اور اسے آزاد کر دیا۔ وہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے گا، اس سے دنیاوی فائدہ حاصل نہیں کیا جائے گا۔

فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَاۤ اُنْثٰىؕ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْؕ وَ لَیْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰىۚ وَ اِنِّیْ سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَ وَ اِنِّیْۤ اُعِیْذُهَا بِكَ وَ ذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۳۶

(آل عمران)

"پھر جب اس نے جنا اسے (تو حیرت وحسرت سے) بولی اے رب! میں نے تو جنم دیا ایک لڑکی کو اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو اس نے جنا اور نہیں تھا لڑکا (جس کا وہ سوال کرتی تھی) مانند اس لڑکی کے[1] اور (ماں نے کہا) میں نے نام رکھا ہے اس کا مریم اور میں تیری پناہ میں دیتی ہوں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان مردود (کے شر) سے"۔

ا۔ یعنی اب لڑکا اس لڑکی کی مانند نہیں ہو سکتا جب میں نے تیرے لئے نذر مان کر اس لڑکی کو سب کاموں سے آزاد کر دیا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّ اَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًاۙ وَّ كَفَّلَهَا زَكَرِیَّاؕ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَیْهَا زَكَرِیَّا الْمِحْرَابَۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًاۚ قَالَ یٰمَرْیَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَاؕ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِؕ اِنَّ اللّٰهَ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ۳۷ (آل عمران)

"پھر قبول فرمایا اسے اس کے رب نے بڑی اچھی قبولیت کے ساتھ اور پروان چڑھایا اسے

کے الفاظ نہیں اور عربی میں اس مجاز کا اصول یہ ہے کہ جب کسی بادشاہ کے دربار سے کوئی تحریر جاری ہو تو اس میں بادشاہ کی طرف سے جو عبارت ہوتی ہے وہ جمع کے صیغوں کے ساتھ ہوتی ہے تاکہ یہ معلوم ہو کہ یہ بادشاہ کا کلام ہے جس کے حکم کی پیروی لازمی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنی اس کتاب عزیز میں لوگوں کو مخاطب کیا تو اس میں انہی کے مذاہب کے مطابق کلام نازل فرمایا اور اس میں بادشاہ کے دربار سے صادر ہونے والے کلام کے اسلوب پر الفاظ جاری ہوئے اور یہ اسلوب صرف عربی زبان میں ہے اور عقلی طور پر بھی اس مجاز کا کلامِ قدیم کے ساتھ قریب کا تعلق بھی نہیں بلکہ یہ مجاز صرف نازل شدہ الفاظ میں ہی ہے۔ اسی وجہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کسی ایسی بات کی خبر دیتا ہے جو اس نے ہم سے پہلے کسی نبی کو فرمائی یا جس میں ہمارے علاوہ کسی اور کو مخاطب کیا۔ جیسے ارشاد فرمایا:

اچھا پروان چڑھانا اور نگران بنادیا اس کا زکریا کو۱ "

۱۔ اس کے والدین کے بعد۔

حضرت ابن ہشام فرماتے ہیں کفلھا کا معنیٰ ہے ضَمَّهَا یعنی انہیں ان کے ساتھ ملا دیا۔

حضرت زکریا اور مریم کے متعلق آیات

علامہ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم علیہا السلام کی یتیمی کا ذکر فرمایا پھر ان کا اور حضرت زکریا علیہ السلام کا ذکر فرمایا اور آپ کی دعا اور آپ پر اپنی عنایت کا ذکر فرمایا جب آپ کو حضرت یحییٰ علیہ السلام کی خوشخبری دی۔ اس کے بعد حضرت مریم علیہا السلام اور فرشتوں کے قول کا ذکر فرمایا:

وَ اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىكِ وَ طَهَّرَكِ وَ اصْطَفٰىكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۲﴾ (آل عمران)

اور جب کہا فرشتوں نے اے مریم! بے شک اللہ تعالیٰ نے چن لیا ہے تمہیں اور خوب پاک کردیا ہے تمہیں اور پسند کیا ہے تجھے سارے جہانوں کی عورتوں سے"۔

يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَ اسْجُدِيْ وَ ارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿۴۳﴾ (آل عمران)

"اے مریم! خلوص سے عبادت کرتی رہ اپنے رب کی اور سجدہ کر اور رکوع کر رکوع کرنے والوں کے ساتھ"۔

مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ ۱ (ص:75)

ترجمہ: "کس چیز نے باز رکھا تمہیں اس کو سجدہ کرنے سے جسے میں نے پیدا کیا اپنے دونوں ہاتھوں سے"۔ تو اس میں یوں نہیں فرمایا: خلقنا بایدینا (جسے ہم نے اپنے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا)۔ جس طرح فرمایا: مِّمَّا عَمِلَتْ اَيْدِيْنَاۤ (یٰسین: 71) ترجمہ: "اس مخلوق سے جو ہم نے اپنے ہاتھوں سے بنائی"۔ اور موسیٰ علیہ السلام کے لئے اپنی وحی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: وَ لِتُصْنَعَ عَلٰى عَيْنِيْ ﴿۳۹﴾ (طٰہٰ: 39) "اور (اس تدبیر کا منشا یہ تھا) کہ آپ کی پرورش کی جائے میری چشم (کرم) کے سامنے"۔ اس طرح نہیں فرمایا جیسے دوسری آیت میں فرمایا: تَجْرِيْ بِاَعْيُنِنَا ۚ (القمر: 14) ترجمہ: "وہ بہتی جا رہی تھی ہماری آنکھوں کے سامنے"۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان کی خبر دی جسے اس نے اس عربی زبان پہ نازل نہ فرمایا اور بعینہٖ وہ الفاظ ذکر نہیں فرمائے جو اس نے نازل فرمائے بلکہ ان الفاظ کا معنیٰ بیان فرمایا اور معنیٰ میں مجاز نہیں ہوتا۔ اسی طرح بندے کے لئے یہ کہنا جائز نہیں:

اللہ تعالیٰ عزوجل فرماتا ہے:

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ؕ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۪ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۴۴﴾ (آل عمران)

''یہ (واقعات) غیب کی خبروں میں سے ہیں، ہم وحی کرتے ہیں ان کی آپ کی طرف، اور نہ تھے آپ ان کے پاس جب پھینک رہے تھے وہ (مجاور) اپنی قلمیں (یہ فیصلہ کرنے کے لئے کہ) کون ان میں سے سرپرستی کرے مریم کی''۔

بعض مشکل الفاظ کی تشریح از ابن ہشام

علامہ ابن ہشام فرماتے ہیں: اقلامھم کا معنی تیر ہے یعنی وہ تیر جن کے ساتھ انہوں نے حضرت مریم علیہا السلام کے متعلق قرعہ اندازی کی۔ چنانچہ حضرت زکریا علیہ السلام کے نام کا تیر نکلا تو آپ نے انہیں اپنی سرپرستی میں لے لیا۔

حضرت حسن بن ابی الحسن بصری رحمہ اللہ نے اسی طرح کہا ہے۔

حضرت مریم علیہا السلام کے لئے جریج راہب کی کفالت کا دعویٰ

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: یہاں جس کفالت کا ذکر ہے وہ جریج راہب نے کی۔ یہ بنی اسرائیل کا ایک شخص تھا جو بڑھئی تھا۔ حضرت مریم علیہا السلام کی کفالت کا قرعہ اس کے نام نکلا۔ چنانچہ اس نے آپ کی کفالت کی جبکہ حضرت زکریا علیہ السلام نے اس سے پہلے آپ کی کفالت کی تھی۔ ہوا یوں کہ بنی اسرائیل میں شدید قحط پڑ گیا۔ حضرت زکریا علیہ السلام آپ کی کفالت سے عاجز آ گئے۔ بنی اسرائیل نے اس پر قرعہ اندازی کی کہ آپ کی کفالت کون کرے گا۔ چنانچہ

رَبِّ اغْفِرْ لِیْ (اے میرے پروردگار! مجھے بخش دو) اِرْحَمْنِیْ (مجھ پر رحم فرماؤ) عَلَیْکُمْ تَوَکَّلْتُ (میں نے تم پر توکل کیا) اِلَیْکُمْ اَنَبْتُ (میں نے تمہاری طرف رجوع کیا) ایسا کلام کسی نبی نے کبھی اپنی مناجات اور دعا میں نہیں کیا۔ اس کی دو وجوہات ہیں: (1) بندے پر واجب ہے کہ وہ اپنے دل کو توحید کا شعور دلائے حتیٰ کہ اس کے الفاظ بھی اس کے عقیدہ کے موافق ہوں۔ (2) دوسری وجہ وہی ہے جو ہم نے اس مجاز کی بحث میں پہلے ذکر کی ہے کہ اس کا سبب بادشاہ کے دربار سے کلام کا صدور ہے تاکہ اس اسلوب میں کلام عرب کی موافقت حاصل ہو اور یہ اسلوب صرف بادشاہوں اور اشراف کی عادت کے ساتھ خاص ہے۔ ہم اس شخص کے قول کی طرف نہیں دیکھیں گے جس نے اس مسئلہ میں یہ صیغہ جمع کے

آپ کی کفالت کا قرعہ جریج راہب کے نام نکلا۔ اس نے آپ کو اپنی کفالت میں لے لیا۔

وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يَخْتَصِمُونَ ﴿٤٤﴾ (آل عمران)

یعنی آپ ان کے پاس نہ تھے جب وہ حضرت مریم علیہا السلام کے بارے میں آپس میں جھگڑ رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ اشارۃً اس بات کی خبر دے رہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اس بات کا علم حاصل ہے جو انہوں نے آپ سے چھپائی۔ یہ آپ ﷺ کی نبوت کی قوی دلیل اور حجت ہے کہ آپ نے ان باتوں کی خبر دی جو اہل کتاب نے آپ سے چھپانے کی کوشش کی۔

پھر فرمایا:

إِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ إِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ۖ اسْمُهُ الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ ﴿٤٥﴾ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِينَ ﴿٤٦﴾ (آل عمران)

”جب کہا فرشتوں نے اے مریم! اللہ تعالیٰ بشارت دیتا ہے تجھے ایک حکم کی اپنے پاس سے اس کا نام مسیح عیسیٰ بن مریم ہوگا[1] معزز ہوگا دنیا اور آخرت میں [2] اور (اللہ کے) مقربین سے ہوگا اور گفتگو کرے گا لوگوں کے ساتھ گھوارے میں بھی اور پکی عمر میں بھی اور نیکو کاروں میں سے ہوگا [3]

ا۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معاملہ اس طرح تھا نہ کہ اس طرح جیسے تم ان کے بارے میں کہتے ہو۔

۲۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں۔

ساتھ کہا: وَبِذٰلِکَ رُوْجِعُوا، اس نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے استدلال کیا جس میں اللہ تعالیٰ نے اس کافر کے متعلق خبر دی جس پر موت کا وقت آ گیا ہو تو اس وقت وہ کہتا ہے: رَبِّ ارْجِعُونِ ﴿٩٩﴾ اس کو جواباً کہا جائے گا کہ یہ اس شخص کے متعلق خبر ہے جس کے پاس شیاطین حاضر ہوں کیا آپ اس سے پہلے یہ ارشاد نہیں دیکھتے: وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ ﴿٩٨﴾ (مومنون) ترجمہ: ”اور میں تیری پناہ طلب کرتا ہوں میرے رب اس سے کہ وہ میرے پاس آئیں“۔ یہ آیت اس شخص کے متعلق ہے جس کے پاس شیاطین آئیں اور اس کے پاس عذاب کے فرشتے آئیں اور موت کے وقت اس کی زبان پر وہی الفاظ جاری ہو گئے جن کا وہ زندگی میں عادی تھا جن الفاظ کے ساتھ وہ ہر معاملہ دوسری مخلوق کی طرف لوٹا دیتا۔ اسی وجہ سے اس نے اپنی کلام کو خلط ملط کر دیا۔ پہلے کہا، رَبِّ (اے میرے پروردگار)

۳۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ان حالات کی خبر دے رہا ہے جن سے آپ کو زندگی میں گزارے گا جس طرح دوسرے بنی آدم کو بچپن اور بڑھاپے کی زندگی میں مختلف حالات سے گزارتا ہے۔ البتہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو گہوارے میں کلام کے لئے خاص کر لیا تاکہ یہ آپ کی نبوت پر دلیل ہو اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے مقاماتِ قدرت کی پہچان ہو جائے۔''

قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى یَكُوْنُ لِیْ وَلَدٌ وَّ لَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌؕ قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُؕ اِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ (آل عمران)

''مریم بولیں اے میرے پروردگار! کیونکر ہوسکتا ہے میرے ہاں بچہ! حالانکہ ہاتھ تک نہیں لگایا مجھے کسی انسان نے۔ فرمایا بات یونہی ہے (جیسے تم کہتی ہو لیکن) اللہ پیدا فرماتا ہے جو چاہتا ہے ۱؎ جب فیصلہ فرماتا ہے کسی کام (کے کرنے) کا تو بس اتنا ہی کہتا ہے اسے کہ ہوجا تو وہ فوراً ہوجاتا ہے ۲؎

۱۔ یعنی اللہ تعالیٰ وہی کرتا ہے جس کا ارادہ فرماتا ہے اور انسان اور غیر انسان میں سے جو چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے۔

۲۔ یعنی جو وہ چاہتا ہے اور جیسے چاہتا ہے تو بس اسے اتنا ہی کہتا ہے کہ ہوجا تو وہ فوراً اس طرح ہوجاتا ہے جس طرح اس نے ارادہ فرمایا۔

نزولِ قرآن فی بیان آیاتِ عیسیٰ علیہ السلام

پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم علیہا السلام کو اپنے ارادہ سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا:

پھر کہہ دیا اِرْجِعُوْنَ (تم مجھے واپس بھیج دو) اے وہ شخص جو اللہ رب العزت کو مخاطب کرنے کے لئے صیغۂ جمع کو جائز قرار دیتا ہے کیا تم نے کبھی اپنی دعا میں یہ کہا ہے: اِرْحَمُوْنِ یَا رَبِّ وَارْزُقُوْنِ (اے میرے رب مجھ پر رحم کرو اور مجھے رزق دو) بلکہ تم اگر کسی دوسرے کو ایسا کہتے ہوئے سنو تو تم اس پر حملہ کر دیتے ہو۔ جہاں تک امام مالک اور دوسرے فقہاء کا یہ قول ہے کہ اَلْاَمْرُ عِنْدَنَا، رَأَیْنَا كَذَا یا نَرٰی كَذَا۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ قول ایسا ہوتا ہے جس میں وہ منفرد نہیں ہوتے۔ اگر وہ منفرد ہوتے تو یہ قول بدعت ٹھہرتا۔ اس قول کے ساتھ نہ امام مالک نے اپنی ذات کی تعظیم کا قصد کیا ہے اور نہ دوسرے اہل دین نے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت پر عیسائیوں کی دلیل

عیسائیوں نے آپ کی الوہیت پر جو اس بات سے استدلال کیا ہے کہ آپ مردے زندہ کرتے اور

وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ﴿۴۸﴾ (آل عمران)

''اور اللہ تعالیٰ سکھائے گا اسے کتاب وحکمت اور تورات ۱؎ اور انجیل ۲؎''

۱۔ جو ان کے پاس آپ سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ سے چلی آ رہی تھی۔

۲۔ ایک اور نئی کتاب جو اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس بھیجی جس کا صرف اتناذ کر ان کے پاس تھا کہ وہ کتاب کسی بعد میں آنے والے نبی کی ہوگی۔

وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ اَنِّيْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّيْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِيْ بُيُوْتِكُمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۴۹﴾ (آل عمران)

مٹی سے پرندے کی شکل بنا کر اس میں پھونکتے تھے۔ اگر وہ کچھ غور وفکر سے کام لیتے تو یہ بات ان پر ظاہر ہوتی کہ یہ تو انہی کے خلاف دلیل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دیگر انبیاء کے برعکس ایسے معجزات کے ساتھ خاص کیا جو اس شخص کی بات کو باطل کر دیتے ہیں جو آپ کو جھٹلاتا ہے اور اس شخص کی بات کو بھی رد کر دیتے ہیں جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ آپ خدا ہیں یا خدا کے بیٹے ہیں اور اس شخص کے نظریہ کو بھی باطل قرار دیتے ہیں جس کے نزدیک یہ بات محال ہے کہ آپ بے باپ مخلوق ہیں۔ آپ کا مٹی میں پھونکنا اور اس کا زندہ ہو کر پرندہ بن جانا ان لوگوں کے لئے تنبیہ ہے۔ اگر وہ اس بات کو سمجھتے کہ آپ کی مثال حضرت آدم علیہ السلام کی طرح ہے جنہیں مٹی سے پیدا کیا گیا پھر اس میں روح پھونکی گئی تو وہ زندہ انسان بن گئے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مٹی سے بنائے ہوئے پرندے میں روح پھونکنا اس سے زیادہ باعث تعجب نہیں بلکہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کا فعل ہے۔ اسی طرح آپ کا مردوں کو زندہ کرنا اور گہوارے میں کلام کرنا یہ تمام امور اس بات کی دلیل ہیں کہ آپ اپنی ماں کے گریبان میں روح القدس کے پھونکنے سے پیدا ہوئے، آپ کی تخلیق کسی مرد کی منی سے نہیں ہوئی۔ آپ میں روح پھونکے جانے کا وصف دیگر مخلوق سے زیادہ قوی ہے۔ اس لئے آپ کے معجزات بھی روحانی تھے جو آپ کے درمیان اور روحِ حیات کے درمیان مناسبت کی قوت پر دلالت کرتے تھے۔ اسی طرح آپ کا قرب قیامت تک زندہ رہنا بھی اسی قبیل سے ہے۔ حضرت ابی بن کعب سے مروی ہے کہ جو روح حضرت مریم علیہا السلام کے سامنے ایک انسان کی صورت میں ظاہر ہوئی یہ وہی روح تھی جس کے ساتھ آپ حاملہ ہوئیں اور وہ عیسیٰ علیہ السلام ہی تھے جو آپ کے منہ کے ذریعے آپ کے شکم میں داخل ہوئے۔ اسے الکشی نے

"اور (بھیجے گا اسے) رسول بنا کر بنی اسرائیل کی طرف (وہ انہیں آکر کہے گا کہ) میں آگیا ہوں تمہارے پاس ایک معجزہ لے کر تمہارے رب کی طرف سے ¹ (وہ معجزہ یہ ہے کہ) میں بنا دیتا ہوں تمہارے لئے کیچڑ سے پرندے کی سی صورت پھر پھونکتا ہوں اس (بے جان صورت) میں تو وہ فوراً ہو جاتی ہے پرندہ اللہ کے حکم سے ² اور میں تندرست کر دیتا ہوں مادرزاد اندھے کو اور (لاعلاج) کوڑھی کو ³ اور میں زندہ کرتا ہوں مردے کو اللہ کے حکم سے اور بتلاتا ہوں تمہیں

سند حسن کے ساتھ حضرت ابی سے مرفوعاً روایت کیا ہے (1) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مادرزاد اندھے اور لاعلاج کوڑھی کو تندرست کرنے کے معجزہ کے ساتھ خاص کیا گیا۔ اس تخصیص کی اس بات کے ساتھ مشابہت ہے کہ آپ کی امت کا ایک گروہ ایسا تھا جن کے دل کی آنکھیں اندھی ہو گئیں اور انہوں نے آپ کی نبوت کو جھٹلایا، یہ یہودی تھے۔ دوسرا گروہ وہ تھا کہ جب ان کے دل ایمان کے ساتھ سفید ہو گئے تو انہوں نے آپ کی تعظیم میں غلو کیا۔ پھر اس غلو کے ساتھ ان کے ایمان فاسد ہو گئے۔ تو پہلے گروہ کی مثال اس کوڑھی کی طرح ہے جس کا جسم سفید داغوں سے فاسد ہو گیا ہو اور دوسرے گروہ کی مثال مادرزاد اندھے کی طرح ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسے دلائل عطا فرمائے جو دونوں گروہوں کے اقوال کو باطل کرتے تھے۔ آپ کی پیدائش کے دلائل آپ کے لئے عبودیت کو ثابت کرتے ہیں اور آپ سے ربوبیت کی نفی کرتے ہیں اور آپ کے خاص معجزات آپ کی والدہ سے ربوبیت کی نفی کرتے ہیں اور آپ کے لئے نبوت کو اور آپ کی ماں کے لئے صدیقیت کو ثابت کرتے ہیں۔ پس مسیح الہدیٰ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) میں ایسی آیات کا ہونا جو آپ کے حالات کے مشابہ تھے یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت تھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے مسیح الضلالۃ (دجال) کی ظاہری صورت میں وہ علامات رکھ دیں جو اس کی ظاہری حالت کے مشابہ ہوں گی اور اس کی باطنی صورت کے موافق ہوں گی اور وہ اس کا کانا اور دجال ہونا ہے۔ اس نکتہ کی وضاحت ہم نے اس کتاب کے علاوہ کسی اور مقام پر بھی کی ہے۔ الحمد للہ (2)

1۔ یہ حدیث نص قرآنی کے خلاف ہے۔ جو روح آپ کے سامنے انسان کی صورت میں ظاہر ہوئی اس کے متعلق مفسرین نے کہا ہے کہ وہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تھے جو آپ سے مخاطب ہوئے اور آپ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت دی۔ یہ وہ روح نہیں تھی جس کے ساتھ آپ حاملہ ہوئیں۔

2۔ ضمیمہ

حضرت شیخ احمد قطان نے اپنے ایک سفر میں ایک عیسائی عالم سے چند سوال کئے جو تقابل ادیان کا پروفیسر اور متخصص تھا۔ آپ نے اس سے پوچھا:

ا۔ کیا تم نے کسی ایسے انسان کو دیکھا یا اس کے متعلق سنا جس نے مثلاً کسی گائے سے نکاح کیا ہو (بقیہ اگلے صفحہ پر)

جو کچھ تم کھاتے ہو اور جو کچھ تم جمع کر کر رکھتے ہو اپنے گھروں میں، بے شک ان معجزوں میں (میری صداقت کی) بڑی نشانی ہے تمہارے لئے ؎ اگر تم ایمان دار ہو"۔

ا۔ جس کے ساتھ میری نبوت کی تصدیق ہو گی کہ میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے تمہاری طرف رسول بن کر آیا ہوں۔

۲۔ جس نے مجھے تمہارے طرف سے مبعوث فرمایا۔ وہ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی۔

وَضَعْتُهَا اُنْثٰی

اہل نجران کے متعلق نازل کردہ آیات کی تفسیر میں حضرت ابن اسحاق نے حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ حضرت حنہ بنت ماثان کا یہ قول ذکر کیا: رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَا اُنْثٰی (اے رب! میں نے تو جنم دیا ایک لڑکی کو)۔ بعض اہل تاویل نے کہا ہے کہ آپ نے اپنے اس قول سے حیض کی طرف اشارہ کیا کیونکہ عورت کو حیض آتا ہے جس کی وجہ سے وہ مسجد کی خدمت نہیں کر سکتی، اسی وجہ سے فرمایا: وَلَیْسَ

(گزشتہ سے پیوستہ) اور اس سے ایسا بچہ پیدا ہوا ہو جو نصف انسان اور نصف گائے ہو؟ اس نے کہا ایسا نہیں ہو سکتا کیونکہ ان دونوں کے اعضاء کی فطرت ایک دوسرے سے بالکل مخالف ہے۔

حضرت شیخ نے اسے کہا: پھر تمہارے نزدیک یہ کیسے درست ہے کہ اللہ تعالیٰ نے (نعوذ باللہ) حضرت مریم علیہا السلام سے نکاح کیا اور ان سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے جو نصف خدا اور نصف انسان تھے؟

۲۔ پھر انہوں نے اسے کہا: یہ بات تو مسلم ہے کہ اعلیٰ ادنیٰ کو اور بڑا چھوٹے کو اپنے اندر سمو لیتا ہے مثلاً کمرہ جو کہ بڑا ہوتا ہے وہ اندرونی اشیاء کو اپنے اندر سمو لیتا ہے جو کہ اس سے چھوٹی ہوتی ہیں تو تمہارے نزدیک اور تمہارے عقیدہ میں یہ کیسے درست ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام کی رحم جو کہ ادنیٰ تھی اس نے خدا کو اپنے سمو لیا جو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے؟

۳۔ پھر آپ نے اسے کہا: تمہارے نزدیک یہ بات قابل تسلیم ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نصف ناسوتی (انسانی فطرت سے) ہے اور نصف لاہوتی (خدائی) ہے تو تمہارے دعویٰ کے مطابق کون سے نصف کو سولی پر چڑھایا گیا۔ اگر نصف ناسوتی چڑھایا گیا تو نصف لاہوتی خائن اور مجرم ٹھہرے گا کیونکہ یہ بات مسلم ہے کہ خدا غیب جانتا ہے اور نصف لاہوتی کو علم ہوا کہ نصف ناسوتی کو سولی پر چڑھایا جائے گا، جیسا کہ تمہارا دعویٰ ہے۔ اور اس نے نصف ناسوتی کو خبر نہ دی تو نصف لاہوتی نے اس کے ساتھ خیانت کی۔ کیا یہی تمہارا خدا ہے جس کی تم عبادت کرتے ہو؟ اور اگر نصف لاہوتی کو سولی پر چڑھایا گیا ہو تو تمہارے نزدیک یہ کیسے درست ہے کہ تم ایک ایسے خدا کی عبادت کرتے ہو جسے سولی پر چڑھایا گیا۔

۴۔ پھر آپ نے اسے کہا: ایک باپ ہے جس کے سات بیٹے ہیں۔ ان میں سے چھ بد بخت ہیں اور ایک اپنے باپ کا فرمانبردار اور مطیع ہے۔ باپ نے اپنے بیٹوں سے کہا: اگر تم میری عفو و درگزر اور میری محبت چاہتے ہو تو اپنے ساتویں بھائی کو قتل کر دو جو اپنے باپ کا مطیع اور اس پر مہربان ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے وہ کیسا باپ ہے؟ لازماً وہ پاگل ہے۔ تو اب بتاؤ کہ تمہارے نزدیک اور تمہارے عقیدہ میں یہ کیسے درست ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہود کو اپنے بیٹے مسیح (تمہارے زعم کے مطابق) پر قدرت دے دی جنہوں نے اسے سولی پر چڑھا دیا حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار بیٹا تھا۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

۳۔ بعض مشکل الفاظ کی تشریح از ابن ہشام

علامہ ابن ہشام فرماتے ہیں اکمہ وہ ہوتا ہے جو مادر زاد اندھا ہو۔ رؤبہ بن عجاج نے کہا: هَرَّجْتُ فَارْتَدَّ ارْتِدَادَ الْاَكْمَهِ۔ "یعنی میں نے شیر کو دھمکایا تو وہ مادر زاد اندھے کی طرح واپس پلٹ گیا"۔

اَلذَّكَرُ كَالْاُنْثٰى۔ کیونکہ لڑکے کو حیض نہیں آتا اس لئے وہ ہمیشہ مسجد کی خدمت کر سکتا ہے۔ یہ ایک اچھا اشارہ ہے۔ اگر کہا جائے کہ قیاس کا تقاضا تو یہ تھا کہ کلام یوں ہوتی: وَلَيْسَ الْاُنْثٰى كَالذَّكَرِ۔ کیونکہ عورت مرد سے کم مرتبہ ہے۔ لیکن پہلے لڑکے کا کیوں ذکر کیا گیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اپنی ذات کے لئے بندے کی نگاہ میں تو لڑکی لڑکے سے کم درجہ ہے کیونکہ بندہ بیٹوں سے محبت کرتا ہے اور اموال اور بیٹے دنیوی زندگی کی زینت ہیں اور بندے کے فتنہ میں مبتلا ہونے کے زیادہ قریب ہیں لیکن بندے کے لئے اس کے رب کی نگاہ بندے کی اپنی ذات کے لئے اپنی نگاہ سے بہتر ہے۔ اس لحاظ سے لڑکا لڑکی کی مانند نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی عطا اور بخشش میں لڑکی افضل ہے۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا (الشوریٰ:49) ترجمہ: "بخشتا ہے جس کو چاہتا ہے بچیاں"۔ اس آیت کریمہ میں بچیوں کو بچوں سے پہلے ذکر فرمایا۔

حدیث شریف میں ہے: اِبْدَؤُوْا بِالْاِنَاثِ۔ یعنی اولاد میں رحمت اور خوشی بانٹنے میں بچیوں سے ابتدا کرو۔ ایک اور حدیث میں ہے: مَنْ عَالَ جَارِيَتَيْنِ دَخَلْتُ اَنَا وَ هُوَ فِي الْجَنَّةِ كَهَاتَيْنِ۔ یعنی "جس نے دو بچیوں کی کفالت کی میں اور وہ جنت میں ان دو (انگلیوں) کی طرح مل کر جنت میں داخل ہوں گے"۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن و حدیث میں کلام کی ترتیب اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں بندے کے لئے افضل کے اعتبار سے ہے۔ واللہ اعلم۔

(گزشتہ سے پیوستہ)

۵۔ پھر آپ نے اسے کہا: جب یہ کہا جائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت سیدنا محمد (ﷺ) حق پر ہیں تو یہودی ان دونوں پر ایمان نہیں رکھتے اس لئے وہ تو حق سے نکل گئے اور اے عیسائیو! اگر سیدنا محمد ﷺ حق پر ہوں تو تم اور یہودی آپ پر ایمان نہیں لاتے لیکن جہاں تک میرا تعلق ہے تو اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام حق پر ہیں تو میں ان پر بھی ایمان رکھتا ہوں اور اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام حق پر ہیں تو میں ان پر بھی ایمان رکھتا ہوں اور اگر سیدنا محمد ﷺ حق پر ہیں تو میں ان پر بھی ایمان رکھتا ہوں۔

۴۔ کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہاری طرف اس کا رسول ہوں۔

وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ وَجِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۗ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۝ (آل عمران)

"اور میں تصدیق کرنے والا ہوں اپنے سے پہلے آئی ہوئی کتاب تورات کی اور تا کہ میں حلال کردوں تمہارے لئے بعض وہ چیزیں جو (پہلے) حرام کی گئی تھیں تم پر ۱؎ اور لایا ہوں تمہارے پاس ایک نشانی تمہارے رب کی طرف سے، سوڈرو اللہ تعالیٰ سے اور میری اطاعت کرو"۔

۱۔ یعنی تا کہ میں تمہیں آگاہ کروں کہ وہ چیزیں تم پر حرام تھیں اس لئے تم نے انہیں چھوڑے رکھا پھر میں ان چیزوں کو تخفیف کے طور پر تمہارے لئے حلال کردوں تا کہ تم کو آسانی حاصل ہو اور تمہیں اس کی سختیوں سے نجات ملے۔

اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ۝ (آل عمران)

"بے شک اللہ تعالیٰ مرتبہ کمال تک پہنچانے والا ہے مجھے اور مرتبہ کمال تک پہنچانے والا ہے تمہیں ۱؎ سو اس کی عبادت کرو۔ یہی سیدھا راستہ ہے ۲؎"

۱۔ اس کلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان باتوں سے اپنی براءت ظاہر کر رہے ہیں جو لوگ آپ کے متعلق کہتے تھے اور یہ کلام ان کے خلاف آپ کے رب کی دلیل ہے۔

۲۔ یعنی یہی وہ سیدھا راستہ ہے جس پر میں نے تم کو چلایا اور جو تمہارے پاس لے کر آیا۔

فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۝ (آل عمران)

"پھر جب محسوس کیا عیسیٰ (علیہ السلام) نے ان سے کفر (وانکار) (تو) آپ نے کہا کون ہیں میرے مددگار اللہ کی راہ میں؟ (یہ سن کر) کہا حواریوں نے کہ ہم مدد کرنے والے ہیں اللہ (کے دین) کی ہم ایمان لائے ہیں اللہ پر ۱؎ اور (اے نبی) آپ گواہ ہو جائیو کہ ہم (حکم الٰہی کے سامنے) سر جھکائے ہوئے ہیں ۲؎"

۱۔ یہ ان خوش بختوں کا قول ہے جنہیں اپنے رب کی طرف سے فضیلت حاصل ہوئی۔

۲۔ ہم وہ بات نہیں کہتے جس کے بارے میں یہ لوگ آپ سے جھگڑ رہے ہیں۔

رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ (آل عمران)

"اے رب ہمارے! ہم ایمان لائے اس پر جو تو نے نازل فرمایا اور ہم نے تابعداری کی

رسول کی تو لکھ لے ہمیں (حق پر) گواہی دینے والوں کے ساتھ۔

یعنی ان حواریوں کا قول اور ایمان بھی اسی طرح تھا۔

رفع عیسیٰ علیہ السلام

پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی طرف اٹھانے کا ذکر فرمایا جبکہ یہودی آپ کو قتل کرنے پر متفق ہو چکے تھے۔ فرمایا:

وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴿۵۴﴾ (آل عمران)

"اور یہودیوں نے بھی (مسیح کو قتل کرنے کی) خفیہ تدبیر کی اور (مسیح کو بچانے کے لئے) اللہ نے بھی خفیہ تدبیر کی اور اللہ سب سے بہتر (اور مؤثر) خفیہ تدبیر کرنے والا ہے"۔

پھر انہیں خبر دی کہ جب یہودیوں نے آپ کو سولی چڑھانے کی قرارداد منظور کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی طرف اٹھا کر اور آپ کو ان کی تہمتوں سے پاک کر کے ان کی اس سازش کو کیسے ناکام بنا دیا۔ چنانچہ فرمایا:

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰۤى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ اِلَىَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۵۵﴾ (آل عمران)

"یاد کرو جب فرمایا اللہ نے اے عیسیٰ! یقیناً میں پوری عمر تک پہنچاؤں گا تمہیں اور اٹھانے والا ہوں تمہیں اپنی طرف اور پاک کرنے والا ہوں تمہیں ان لوگوں (کی تہمتوں) سے جنہوں نے (تیرا) انکار کیا ۱؎ اور بنانے والا ہوں ان کو جنہوں نے تیری پیروی کی غالب کفر کرنے والوں پر قیامت تک۔ پھر میری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے تم نے پس (اس وقت) میں فیصلہ کروں گا تمہارے درمیان (ان امور کا) جن میں تم اختلاف کرتے رہتے تھے"۔

۱۔ اس وقت تمہیں اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور پاک کرنے والا ہوں جب وہ آپ کے بارے ارادہ کریں گے جو ارادہ کریں گے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاٰيٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ ﴿۵۸﴾ (آل عمران)

"یہ جو ہم پڑھ کر سناتے ہیں آپ کو ۱؎ آیتیں ہیں اور نصیحت حکمت والی ۲؎"۔

۱۔ اے محمد ﷺ!

۲۔ یہ قاطع، فیصلہ کرنے والی اور حق نصیحت ہے جس کے ساتھ باطل خلط ملط نہیں ہوتا۔ اس لئے آپ اس کے علاوہ کوئی اور خبر قبول نہ کریں۔ اس سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے متعلق ان امور کی خبر ہے جن میں یہودیوں نے اختلاف کیا۔

اِنَّ مَثَلَ عِيۡسٰى عِنۡدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ‌ؕ خَلَقَهٗ مِنۡ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنۡ فَيَكُوۡنُ۝۵۹

(آل عمران)

''بے شک مثال عیسیٰ (علیہ السلام) کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک ۱؎ آدم (علیہ السلام) کی مانند ہے بنایا اسے مٹی سے پھر فرمایا اسے ہو جا تو وہ ہو گیا''۔

۱۔ اس لئے آپ اسے غور سے سنیئے۔

اَلۡحَـقُّ مِنۡ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنۡ مِّنَ الۡمُمۡتَرِيۡنَ۝۶۰ (آل عمران)

''(اے سننے والے) یہ حقیقت (کہ عیسیٰ انسان ہیں ۱؎) تیرے رب کی طرف سے (بیان کی گئی) ہے ۱؎ پس تو نہ ہو جا شک کرنے والوں سے ۲؎''

۱۔ یعنی تیرے پاس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خبر آئی ہے۔

۲۔ یعنی تیرے پاس تیرے رب کی طرف سے حقیقت آ چکی ہے پس تو اس میں ہرگز شک نہ کر۔ اگر وہ کہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے تو میں نے حضرت آدم علیہ السلام کو بھی تو اپنی ہی قدرت کے ساتھ بغیر باپ اور ماں کے مٹی سے پیدا کیا وہ بھی عیسیٰ علیہ السلام کی طرح گوشت اور خون، بالوں اور جلد سے مرکب تھے، اس لئے بغیر باپ کے عیسیٰ علیہ السلام کی تخلیق اس سے زیادہ حیران کن نہیں۔

فَمَنۡ حَآجَّكَ فِيۡهِ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الۡعِلۡمِ فَقُلۡ تَعَالَوۡا نَدۡعُ اَبۡنَآءَنَا وَاَبۡنَآءَكُمۡ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمۡ وَاَنۡفُسَنَا وَاَنۡفُسَكُمۡ ثُمَّ نَبۡتَهِلۡ فَنَجۡعَل لَّعۡنَتَ اللّٰهِ عَلَى الۡكٰذِبِيۡنَ۝۶۱

(آل عمران)

''پھر جو شخص جھگڑا کرے آپ سے اس بارے میں اس کے بعد کہ آ گیا آپ کے پاس (یقینی) علم ۱؎ تو آپ کہہ دیجئے کہ آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹوں کو بھی اور تمہارے بیٹوں کو بھی، اپنی عورتوں کو بھی اور تمہارے عورتوں کو بھی، اپنے آپ کو بھی اور تم کو بھی پھر بڑی عاجزی سے (اللہ کے حضور) التجا کریں پھر بھیجیں اللہ تعالیٰ کی لعنت جھوٹوں پر''۔

ا۔ یعنی اس کے بعد کہ میں نے آپ کے سامنے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قصہ بیان کر دیا اور یہ بھی بیان کر دیا کہ ان کا معاملہ کیسا تھا۔

بعض مشکل کلمات کی تفسیر از ابن ہشام

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: ابوعبیدہ نے کہا نَبْتَهِلُ کا معنی ہے کہ ہم لعنت کی دعا کریں۔ اعشیٰ بن قیس بن ثعلبہ نے اپنے ایک قصیدہ میں کہا:

لَا تَقْعُدَنَّ وَ قَدْ اَكَّلْتَهَا حَطَبًا   نَعُوْذُ مِنْ شَرِّهَا يَوْمًا وَ نَبْتَهِلُ

ترجمہ: ''تو ہرگز نہ بیٹھ جبکہ تو نے اسے ایندھن کھلایا۔ ہم ایک دن اس کے شر سے پناہ مانگتے ہیں اور اس کے لئے لعنت کی دعا کرتے ہیں''۔

اہل عرب کہتے ہیں: بَهَلَ اللّٰهُ فُلَانًا یعنی فلاں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ اسی طرح کہتے ہیں عَلَيْهِ بَهْلَةُ اللّٰهِ اس پر اللہ کی لعنت۔

ابن ہشام کہتے ہیں: بُهْلَةُ اللّٰهِ بھی کہا جاتا ہے اور نَبْتَهِلُ کا یہ معنی بھی ہے کہ ہم دعا میں پوری کوشش کریں۔

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں: پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ۚ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ ۚ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿٦٢﴾ (آل عمران)

''بے شک یہی ہے واقعہ سچا ا اور نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے اور بے شک اللہ ہی غالب

مباہلہ

قرآن کریم میں مذکور ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اہل نجران کو مباہلہ کی دعوت دی لیکن انہوں نے مباہلہ کرنے سے انکار کر دیا اور جزیہ ادا کرنے اور چھوٹے بچوں کو حوالے کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ اسی طرح مروی ہے کہ ان میں سے بعض نے بعض کو کہا کہ اگر تم نے ان سے مباہلہ کیا اور جھوٹے پر لعنت کی دعا کی تو تم پر اس وادی میں آگ بھڑک اٹھے گی۔ تفسیر کشی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لَقَدْ تَدَلّٰى اِلَيْهِمُ الْعَذَابُ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْبَاهَلُوْنِيْ لَاسْتُؤْصِلُوْا مِنْ عَلٰى حَدِيْدِ الْاَرْضِ (صحیح بخاری) ترجمہ: ''بے شک عذاب ان کی طرف لپکا۔ مجھے اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! اگر وہ میرے ساتھ مباہلہ کرتے تو روئے زمین سے ان کی جڑ کاٹ دی جاتی۔

ہے (اور) حکمت والا ہے۔"

ا۔ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خبر میں نے آپ کو دی ان کے بارے میں یہی سچا واقعہ ہے۔

فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاِنَّ اللّٰهَ عَلِيۡمٌۢ بِالۡمُفۡسِدِيۡنَ۝۶۳

"پھر اگر وہ منہ پھیریں تو اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے فساد برپا کرنے والوں کو"۔

قُلۡ يٰۤاَهۡلَ الۡكِتٰبِ تَعَالَوۡا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيۡنَنَا وَبَيۡنَكُمۡ اَلَّا نَعۡبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشۡرِكَ بِهٖ شَيۡـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعۡضُنَا بَعۡضًا اَرۡبَابًا مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ‌ؕ فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَقُوۡلُوا اشۡهَدُوۡا بِاَنَّا مُسۡلِمُوۡنَ۝۶۴ (آل عمران)

"(میرے نبی!) آپ کہیے اے اہل کتاب! آؤ اس بات کی طرف جو یکساں ہے ہمارے اور تمہارے درمیان (وہ یہ کہ) ہم نہ عبادت کریں (کسی کی) سوائے اللہ کے اور نہ شریک ٹھہرائیں اس کے ساتھ کسی چیز کو اور نہ بنالے کوئی ہم میں سے کسی کو رب اللہ کے سوا پھر اگر وہ روگردانی کریں (اس سے) تو تم کہہ دو گواہ رہنا (اے اہل کتاب!) کہ ہم مسلمان ہیں"۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے انہیں انصاف کی طرف بلایا اور ان کے سامنے حجت تمام کردی۔

نکتہ

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ نَدۡعُ اَبۡنَآءَنَا وَاَبۡنَآءَكُمۡ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمۡ۔ اس آیت کریمہ میں ذاتوں کے ذکر سے پہلے بیٹوں اور عورتوں کا ذکر فرمایا۔ اس کا جواب مفسرین نے یہ دیا ہے کہ اَنۡفُسَنَا وَ اَنۡفُسَكُمۡ کا یہ معنی ہے کہ ہم ایک دوسرے کو بلائیں۔

یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی مانند ہے: فَسَلِّمُوۡا عَلٰۤى اَنۡفُسِكُمۡ (النور: 61) ترجمہ: "تو سلامتی کی دعا دو اپنوں کو"۔ ایک قول کے مطابق اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ایک دوسرے کو سلامتی کی دعا دو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے اولاد کا ذکر کیا جو جگر کے ٹکڑے ہوتے ہیں، پھر عورتوں کا ذکر کیا جن کے درمیان اور ہمارے درمیان اللہ تعالیٰ نے محبت اور رحمت کے جذبات پیدا فرمادیئے، پھر ان کے بعد ان لوگوں کا ذکر فرمایا جو ایک دوسرے کو بلانے والے ہیں کیونکہ انسان اپنے آپ کو نہیں بلاتا۔ اس کلام کی ترتیب اس اسلوب پر ہے جو قرآنِ کریم کے اعجاز میں معروف ہے۔ ابن ہشام کی روایت کے علاوہ

یہودیوں کا ملاعنت سے انکار

جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کے پاس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سچی خبر آ گئی اور آپ کے درمیان اور یہودیوں کے درمیان فیصلہ کن حجت آ گئی اور آپ کو حکم دیا گیا کہ اگر وہ اس کا انکار کریں تو ان کے ساتھ مباہلہ کریں تو آپ ﷺ نے انہیں مباہلہ کی دعوت دی۔ انہوں نے کہا اے ابوالقاسم! ہمیں مہلت دیجئے تا کہ ہم اس مسئلہ میں صلاح مشورہ کر لیں پھر آپ کو بتائیں گے کہ ہم اس معاملہ میں کیا کرنا چاہتے ہیں جس کی طرف آپ نے ہمیں دعوت دی۔ چنانچہ وہ اپنے عاقب (صاحب مشورہ) کے پاس گئے اور اسے کہا: اے عبدالمسیح! تمہاری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا: اے گروہِ نصاریٰ! قسم بخدا! تم جانتے ہو کہ (سیدنا) محمد (ﷺ) نبی مرسل ہیں، وہ تمہارے پاس تمہارے صاحب (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کی سچی خبر لائے ہیں اور تمہیں یہ بھی علم ہے کہ جب بھی کسی قوم نے کسی نبی کے ساتھ ملاعنت کی تو ان کے چھوٹے بڑے سب ہلاک ہو گئے۔ اگر تم نے بھی ایسا کیا تو تمہاری بھی جڑ کاٹ دی جائے گی۔ اگر تم اپنے ہی دین پر قائم رہنا چاہتے ہو اور اپنے صاحب کے بارے میں اسی قول پر قائم رہنا چاہتے ہو جس پر تم پہلے قائم ہو تو اس شخص کی دشمنی چھوڑ کر صلح کر لو پھر اپنے علاقوں میں واپس چلے جاؤ۔ چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: اے ابوالقاسم! ہم نے یہ طے کیا ہے کہ ہم آپ کے ساتھ مباہلہ نہیں کریں گے، ہم آپ کو آپ کے دین پر چھوڑتے ہیں اور خود اپنے دین کی طرف لوٹ جاتے ہیں لیکن آپ ہمارے ساتھ اپنا ایک صحابی بھیجئے جو ہمارے درمیان ان اموال کا فیصلہ کرے جن میں ہمارا اختلاف ہے، تم ہمارے نزدیک قابل اعتماد ہو۔

ابوعبیدہ کو ان کے انتظام کی سپردگی

محمد بن جعفر فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم شام کو میرے پاس آنا، میں تمہارے ساتھ ایک طاقتور اور امانت دار شخص بھیج دوں گا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: میرے دل میں اس روز سے زیادہ کبھی امیر بننے کا شوق پیدا نہیں ہوا۔ مجھے امید تھی

ابن اسحاق سے مروی دیگر روایات میں اہل نجران کے واقعہ میں بہت زیادہ اضافہ ہے۔ جس میں ایک بات یہ بھی ہے کہ جب اہل نجران کا وفد اپنے ایک راہب کے پاس واپس گیا اور اسے سارا ماجرا سنایا تو وہ راہب نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ آپ کے ارشادات سنے اور آپ کو ایک تلوار، ایک پیالہ

کہ میں ان کا امیر بنوں گا۔ چنانچہ میں اول وقت میں ہی نمازِ ظہر کے لئے نکل پڑا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نمازِ ظہر پڑھائی تو سلام پھیرا اور دائیں بائیں دیکھا۔ میں آپ ﷺ کے سامنے ہونے کی کوشش کرنے لگا تا کہ حضور مجھے دیکھ لیں۔ آپ اپنی نگاہ دوڑاتے رہے یہاں تک کہ آپ نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح کو دیکھا، انہیں بلایا اور فرمایا: ان لوگوں کے ساتھ جاؤ اور ان کے درمیانِ ان امور میں حق کے ساتھ فیصلہ کرو جن میں انہوں نے اختلاف کیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: چنانچہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ یہ شرف لے گئے۔

اور ایک چادر ہدیہ کے طور پر پیش کی۔ یہی چادر اب خلفائے بنی عباس کے پاس ورثہ در ورثہ چلی آ رہی ہے۔

کچھ منافقین کے بارے میں

ابن ابی اور ابن صیفی

حضرت ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مدینہ طیبہ تشریف لائے تو اس وقت اہل مدینہ کا سردار عبداللہ بن ابی بن سلول عوفی ثم حبلی تھا۔ اس کے مقام ومرتبہ میں دو آدمیوں کا بھی اختلاف نہ تھا۔ اس سے پہلے اور اس کے بعد اوس اور خزرج کے قبائل کسی ایک شخص پر متفق نہ ہوئے تھے یہاں تک کہ اسلام کا نور چمکا۔ اس وقت اس کے ساتھ قبیلہ اوس کا ایک فرد تھا جسے شریف اور قابل اطاعت سمجھا جاتا تھا۔ وہ ابو عامر عبد عمرو بن صیفی بن نعمان تھا۔ یہ بنی ضبیعہ بن زید کا ایک فرد تھا، یہی غسیل الملائکۃ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کا باپ ہے۔ اس نے زمانہ جاہلیت میں رہبانیت اختیار کر لی تھی اور

سلول

علامہ ابن اسحاق نے عبداللہ بن ابی ابن سلول کا حال بیان کیا ہے۔ سلول ابی کی ماں کا نام ہے جس کا تعلق بنو خزاعہ سے ہے اور ابی بن مالک کا تعلق بنی حبلی سے ہے اور حبلی کا نام سالم ہے، اس کی نسبت دو ضموں کے ساتھ حُبُلِیْ آتی ہے۔ نسبت کے قیاس کے مطابق حُبْلَوِیْ، حُبْلِیْ یا حُبْلَاوِیْ کہنا ناپسند کیا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حبلی اور سُکْریٰ وغیرہ کے اسماء جب کسی مذکر کا نام ہوں تو جمع میں ان پر تانیث کا حکم جاری نہیں ہوتا۔ یہی حکم فَعْلَاءُ کے وزن کا ہے۔ جب کسی مرد کا نام سلمی یا ورقاء ہو تو اس کی جمع سلمون اور ورقاوون آتی ہے لیکن تاء تانیث کا حکم اس کے خلاف ہے کیونکہ طلحة جب کسی مرد کا نام ہو تو اس کی جمع طلحات ہی آتی ہے۔ جس طرح علم نہ ہونے کی صورت میں اس کی جمع طلحات آتی ہے کیونکہ تاء صرف تانیث کے لئے آتی ہے اور الف کبھی تانیث کے لئے اور کبھی غیر تانیث کے لئے آتا ہے۔ پس جب اسماء اور اعلام میں الف تانیث تاء تانیث کے خلاف ہے تو ان کی نسبت کا حکم بھی ان اسمائے غیر اعلام کی نسبت کے حکم کے خلاف ہوگا جن کے آخر میں الف تانیث ہو۔ مگر حبلی کی نسبت کا حکم خلاف قیاس ہے اگرچہ اس کی جمع کا حکم قیاس کے موافق ہے جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا۔ چنانچہ جس نکتہ کی بناء پر بنی حبلی کی نسبت کا حکم خلاف قیاس ہے وہ یہ ہے کہ اہل عرب اس میں تانیث کے حکم کو ناپسند کرتے ہیں کیونکہ حبلی حاملہ عورت کا وصف ہے۔ لہٰذا حبلی جب کسی

کمبل کا لباس پہنا کرتا تھا۔ اس وجہ سے اس کو راہب کہا جاتا تھا۔ یہ دونوں اپنی عزت وشرف کے باوجود بدبخت نکلے اوران کی بدبختی نے انہیں خسارے میں ڈال دیا۔

ابن ابی کا منافقانہ قبولِ اسلام

عبداللہ بن ابی کی قوم نے اس کے لئے جواہرات کا تاج تیار کر رکھا تھا تا کہ اس کی تاج پوشی کر کے اسے اپنا حاکم مقرر کریں۔ اسی اثناء میں اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس اپنے پیارے رسول ﷺ کو بھیج دیا۔ جب اس کی قوم نے اسے چھوڑ کر اسلام قبول کر لیا تو وہ حسد کی آگ پر لوٹنے لگا۔ وہ سمجھتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے اس کی بادشاہت چھین لی ہے۔ جب اس نے دیکھا کہ اس کی قوم اسلام قبول کرنے پر متفق ہو گئی ہے تو اس نے بھی چارو ناچار بظاہر اسلام قبول کر لیا لیکن اپنے نفاق اور حسد پر مصر رہا۔

مرد کا نام ہو تو اس میں تانیث کے حکم کو باقی رکھنے میں اہل عرب کی ناپسندیدگی اس طرح نہیں ہے جس طرح وہ کسی مرد کے نام سلمٰی میں تانیث کے حکم کو باقی رکھنا ناپسند کرتے ہیں۔ اسی بناء پر انہوں نے نسبت میں اس کے حکم کو تبدیل کر دیا حتیٰ کہ یوں معلوم ہوتا ہے گویا انہوں نے لفظ حُبُل کی طرف نسبت کی۔ واللہ اعلم

جہاں تک بنوخزاعہ میں سلول کا تعلق ہے تو اس کا ذکر حبشیہ بن سلول کے بیان میں ہو چکا ہے کہ یہ ایک شخص کا نام ہے اور منصرف ہے اور جو بنی عامر کے بھائی بنوسلول بن صعصعہ ہیں وہ ابن مرہ بن صعصعہ ہیں اور سلول ان کی ماں ہے جو کہ ذہل بن شیبان کی بیٹی ہے۔ سیرت ابن اسحاق میں تین سلول نام آئے ہیں۔ ایک مرد کا نام ہے جو کہ منصرف ہے اور دو عورتوں کے نام ہیں جو غیر منصرف ہیں۔ انہی دو کا ہم نے یہاں ذکر کیا ہے۔

عربوں میں باشاہت

حضرت ابن اسحاق نے ذکر کیا کہ انصار نے عبداللہ بن ابی کے لئے جواہرات کا تاج تیار کر رکھا تھا تا کہ اس کی تاج پوشی کر کے اسے اپنا حاکم مقرر کر لیں۔ اس کی وجہ تھی کہ انصار یمنی تھے اور یمن کے تاج پوش بادشاہ آل قحطان میں سے تھے۔ سب سے پہلے جس بادشاہ کو تاج پہنایا گیا وہ سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان تھا۔ عربوں میں سے صرف قحطانی بادشاہ کو تاج پہنایا گیا۔ ابوعبیدہ نے اسی طرح کہا تو انہیں کہا گیا کہ ہوذہ بن علی حنفی صاحب یمامہ کو بھی تاج پہنایا گیا تھا اور اس کے بارے میں اعشیٰ نے کہا تھا:

ابن صیفی کا کفر پر اصرار

اسی طرح جب ابو عامر کی قوم دین اسلام پر متحد ہو گئی تو وہ کفر پر ڈٹا رہا اور اپنی قوم سے علیحدگی اختیار کی۔ وہ اپنے دس پندرہ ساتھیوں کو لے کر اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کو چھوڑ کر مکہ چلا گیا۔ محمد بن ابی امامہ نے بعض آل حنظلہ بن ابی عامر سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اس کو راہب نہ کہا کرو بلکہ فاسق کہا کرو"۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ تعریض کے نتیجہ میں ابن صیفی کا انجام

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: حضرت جعفر بن عبداللہ بن ابی الحکیم کا بیان ہے کہ حضور ﷺ کی مدینہ طیبہ میں تشریف آوری کے بعد ابو عامر مکہ کی طرف جانے سے پہلے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: یہ کون سا دین ہے جسے لے کر آپ آئے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین حنیف کو لے کر آیا ہوں۔ وہ کہنے لگا: دین ابراہیمی پر تو میں بھی ہوں۔ حضور نے فرمایا: تو اس دین پر نہیں ہے۔ وہ بولا کیوں نہیں، اے محمد (ﷺ) آپ نے اس دین حنیف میں ایسی چیزیں داخل کر دی ہیں جن کا اس دین

مَنْ يَرَى هَوْذَةَ يَسْجُدْ غَيْرَ مُتَّئِبِ   إِذَا تَعَمَّمَ فَوْقَ التَّاجِ اَوْ وَضَعَا

ترجمہ: "جب ہوذہ تاج کے اوپر عمامہ باندھتا ہے یا اسے کھولتا ہے تو جو شخص بھی اسے دیکھتا ہے وہ بلا جھجک سجدے میں گر جاتا ہے"۔

خرزات کا معنی تاج ہے، اس کے متعلق شاعر لبید، حارث بن ابی شمر غسانی کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے:

رَعٰى خَرَزَاتِ الْمُلْكِ عِشْرِيْنَ حِجَّةً   وَ عِشْرِيْنَ حَتّٰى فَلَدَ وَالشَّيْبُ شَامِلُ

ترجمہ: "حارث نے چالیس سال بادشاہی کے تاج پہن کر حکومت کی۔ یہاں تک کہ وہ اس حال میں مر گیا کہ اسے بڑھاپے نے آلیا تھا"۔

ابو عبیدہ نے کہا: وہ تاج نہیں تھا بلکہ ایک لڑی میں پروئے ہوئے جواہرات تھے۔ ہوذہ کی تاج پوشی کا سبب یہ بنا کہ اس نے کسریٰ کی خاطر ایک ایسی عورت کو پناہ دی جسے تھپڑ مارا گیا تھا اور اہل عرب میں سے کسی نے اسے اغواء کرنے کا ارادہ کیا تھا تو اس نے اس کی حفاظت کی۔ جب ہوذہ ایک وفد کے ہمراہ کسریٰ کے پاس پہنچا تو اس احسان کی وجہ سے اس نے ہوذہ کو تاج پہنا کر بادشاہ بنا دیا۔

سے تعلق نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے ایسا نہیں کیا بلکہ میں نے اسے ساری آلائشوں سے پاک صاف کر کے پیش کیا ہے۔ وہ کہنے لگا: ''جھوٹے کو اللہ تعالیٰ اپنے اہل وعیال سے دور غریب الوطنی میں تنہا موت دے''۔ اس کا اشارہ رسول اللہ ﷺ کی طرف تھا۔ اس کے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ آپ اس دین کو پاک صاف کر کے نہیں لائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک جو جھوٹ بولتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ یہی سلوک کرے''۔ چنانچہ وہ دشمن خدا مکہ کی طرف بھاگ گیا۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ فتح کیا تو وہاں سے بھاگ کر طائف پہنچا۔ جب اہل طائف نے اسلام قبول کر لیا تو وہاں سے بھاگ کر شام چلا گیا۔ وہاں ہی اپنے اہل و عیال سے دور غریب الوطنی میں تنہا ہلاک ہو گیا۔

اس کی میراث کا مقدمہ قیصر کے پاس

ابو عامر کے ساتھ علقمہ بن علاثہ بن عوف بن احوص بن جعفر بن کلاب اور کنانہ بن عبد یا لیل بن عمرو بن عمیر ثقفی بھی بھاگ کر نکلے تھے، جب وہ مر گیا تو یہ دونوں اس کی میراث کا جھگڑا لے کر قیصر شاہِ روم کے پاس پہنچے، قیصر نے کہا شہری شہریوں کے وارث ہوتے ہیں اور دیہاتی دیہاتیوں کے۔ چنانچہ دیہاتیوں میں سے کنانہ بن عبد یا لیل اس کا وارث بنا اور علقمہ وارث نہ بن سکا۔

ابن صیفی پر حضرت کعب کی ہجو

ابو عامر کے اس کرتوت کی بنا پر حضرت کعب بن مالک نے اسے مخاطب کرتے ہوئے یہ اشعار کہے۔

مَعَاذَ اللّٰهِ مِن عَمَلٍ خَبِيْثٍ كَسَعْيِكَ فِي الْعَشِيْرَةِ عَبْدَ عَمْرٍو

''اے عبد عمرو! برادری میں تیری اس سعی جیسے برے عمل سے اللہ کی پناہ''۔

فَإِمَّا قُلْتَ لِيْ شَرَفٌ وَ نَخْلٌ فَقِدْمًا بِعْتَ إِيْمَانًا بِكُفْرٍ

''اگر تو نے یہ کہا کہ میرے پاس عزت اور کھجوروں کے باغات ہیں تو تو نے کفر کے بدلے ایمان پہلے ہی بیچ دیا تھا''۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ شعر اس طرح بھی مروی ہے:

فَإِمَّا قُلْتَ لِيْ شَرَفٌ وَّ مَالٌ

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: عبد اللہ بن ابی اپنی قوم کے درمیان تذبذب کی حالت میں مقیم رہا یہاں تک کہ اس پر اسلام غالب آ گیا اور وہ مجبوراً اس میں داخل ہو گیا۔

قوم ابن ابی کا اس کے پاس جانا اور اس کا اشعار کہنا

حضرت ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: محمد بن مسلم زہری نے عروہ بن زبیر سے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے محبوب صحابی حضرت اسامہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے جو بیمار ہو گئے تھے۔ جس دراز گوش پر حضور ﷺ سوار تھے اس پر زین کسی ہوئی تھی اور اس پر فدک کا بنا ہوا ایک کپڑا ڈالا ہوا تھا اور اس کی باگ کھجور کے پتوں سے بنی ہوئی تھی اور رسول اللہ ﷺ نے مجھے اپنے پیچھے سوار کیا ہوا تھا۔ آپ ﷺ عبداللہ بن ابی کے پاس سے گزرے۔ وہ اپنی مزاحم گڑھی کے سائے میں بیٹھا ہوا تھا (ابن ہشام فرماتے ہیں مزاحم گڑھی کا نام ہے) اور اس کے اردگرد اس کے قبیلہ کے چند آدمی بیٹھے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے جب اسے دیکھا تو یوں ہی گزر جانا مناسب نہ فرمایا بلکہ اپنی سواری سے اترے اور اسے سلام فرمایا اور اس کے پاس کچھ دیر کے

عبداللہ بن ابی کی گڑھی مزاحم

حضرت ابن اسحاق نے عبداللہ بن ابی کے ذکر میں بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس کے پاس سے گزرے۔ وَ هُوَ فِيْ ظِلِّ مُزَاحِمٍ أُطُمِهٖ: جبکہ وہ اپنی مزاحم نامی گڑھی کے سائے میں بیٹھا ہوا تھا۔ آطام مدینہ گڑھیوں کو کہتے ہیں۔ ان کے کئی نام ہیں جن میں سے چند یہ ہیں: مزاحم، زوراء، یہ بنی جلاح کی گڑھی تھی، معرض یہ بنی ساعدہ کی گڑھی تھی، فارغ یہ بنی حدیلہ کی گڑھی تھی، مسعط، واقم۔ معرض کے بارے میں شاعر کہتا ہے۔

وَ نَحْنُ دَفَعْنَا عَنْ بُضَاعَةَ كُلِّهَا ۔۔۔ وَ نَحْنُ بَنَيْنَا مَعْرِضًا فَهُوَ مُشْرِفُ

"اور ہم نے ہی بضاعہ کے سارے علاقے کا دفاع کیا اور ہم نے ہی معرض کی گڑھی بنائی جو بلند مقام پر ہے۔"

فَاَصْبَحَ مَعْمُوْرًا طَوِيْلًا قَذَالُهٗ ۔۔۔ وَ تَخْرَبُ اٰطَامٌ بِهَا وَ تَقَصَّفُ

"وہ گڑھی آباد ہوگئی اور اس کا پچھلا حصہ طویل ہوگیا اور اس کے ساتھ دوسری گڑھیاں ویران ہو کر منہدم ہوگئیں۔"

بضاعہ بنی ساعدہ کا علاقہ ہے۔ اسی کی طرف بئر بنی بضاعہ منسوب ہے۔ ایک گڑھی اجش تھی جو قباء کے علاقہ میں تھی۔ حمیم، نورحان یہ بنی انیف اور بنی صرار کی دو گڑھیاں تھیں جو جوانیہ اور ربان میں تھیں۔ شبعان یہ تمغ میں تھی، راتج، ابیض، عاصم، رعل یہ حضیر بن سماک کی گڑھی تھی۔ خیط، واسط،

لئے بیٹھ گئے۔ اسی اثناء میں آپ ﷺ نے قرآن کریم کی تلاوت کی اور اللہ عزوجل کی طرف دعوت دی، اس کے ذکر کی تلقین کی، نافرمانی سے ڈرایا، بشارتیں دیں اور عذاب الٰہی سے خبردار کیا۔ عبداللہ چپ چاپ گم صم بیٹھا رہا یہاں تک کہ جب رسول اللہ ﷺ اپنے ارشادات سے فارغ ہوئے تو اس نے کہا: ارے جناب! آپ کی یہ بات اگرچہ حق ہے لیکن گفتگو کا یہ طریقہ پسند نہیں۔ آپ اپنے گھر میں بیٹھیں جو شخص آپ کے پاس آئے اسے آپ اپنی بات سنائیں اور جو شخص آپ کے پاس نہ آئے اسے خواہ مخواہ پریشان نہ کریں اور اس کی مجلس میں جا کر اسے ایسی بات نہ سنائیں جس کو وہ پسند نہیں کرتا۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ بھی حضور ﷺ کے ساتھ دیگر صحابہ کے درمیان موجود تھے۔ انہوں نے عرض کی: کیوں نہیں بلکہ آپ بصد شوق ہمارے ہاں تشریف لائیں، ہماری مجلسوں، ہمارے گھروں اور ہمارے مکانوں میں قدم رنجہ فرمائیں۔ بخدا یہ ایسی بات ہے جس کو ہم پسند کرتے ہیں۔ یہ وہ بات ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے ہماری عزت افزائی کی ہے اور ہمیں صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق بخشی ہے۔ عبداللہ بن ابی نے جب دیکھا کہ اس کی قوم کی رائے اس کی اپنی رائے کے خلاف ہے تو اس نے یہ شعر کہے:

مَتٰی مَا یَکُنْ مَوْلَاكَ خَصْمُكَ لَا تَزَلْ تَذِلُّ وَ یَصْرَعْكَ الَّذِیْنَ تُصَارِعُ

"جب تیرا مد مقابل تیرا سردار بن جائے تو تو ذلیل و رسوا ہوتا رہ اور تجھے وہ لوگ بچھاڑتے رہیں جن کو تو بچھاڑا کرتا تھا"۔

حبیش، اغلب اور منیع۔ یہ مدینہ طیبہ کی گڑھیاں ہیں جن میں سے اکثر زبیر نے ذکر کی ہیں۔

لفظ اطم اِنْتَطَمَ سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے بلند ہونا۔ جب کوئی شخص غصے سے پھول جائے تو کہا جاتا ہے: اِنْتَطَمَ عَلَیَّ فُلَانٌ۔ اور اطمات پہاڑوں میں جلنے والی آگوں کو کہتے ہیں جو کبھی نہیں بجھتیں۔ ان کے شعلے آسمان کی بلندیوں تک پہنچتے ہیں، یہ ہمیشہ جلتی رہتی ہیں کیونکہ یہ گندھک کی کانوں میں ہوتی ہے۔ مسعودی نے ان میں سے چند کا ذکر کیا ہے اور ان کے مقامات کو بھی بیان کیا ہے۔

عبداللہ بن ابی کا شعر ہے۔

مَتٰی مَا یَکُنْ مَوْلَاكَ خَصْمُكَ لَا تَزَلْ تَذِلُّ وَ یَصْرَعْكَ الَّذِیْنَ تُصَارِعُ

"جب تیرا مد مقابل تیرا سردار بن جائے تو تو ذلیل ہوتا رہ اور تجھے وہ لوگ بچھاڑتے رہیں جن کو تو بچھاڑا کرتا تھا۔

کہا جاتا ہے کہ ابن ابی نے یہ دونوں شعر مثال کے طور پر بیان کیے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ

وَ هَلْ يَنْهَضُ الْبَازِىُ بِغَيْرِ جَنَاحِهٖ وَ اِنْ جُذَّ يَوْمًا رِيْشُهٗ فَهُوَ وَاقِعٌ

"کیا باز اپنے پروں کے بغیر اڑ سکتا ہے۔ اگر کسی دن اس کے پر توڑ دیے جائیں تو وہ گر جائے گا"۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: دوسرا شعر غیر ابن اسحاق سے مروی ہے۔

ابن ابی کی بات پر حضور ﷺ کا اظہار ناراضگی

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: زہری نے عروہ بن زبیر سے انہوں نے حضرت اسامہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ وہاں سے اٹھے اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے ہاں تشریف لے گئے اور اللہ تعالیٰ کے دشمن نے جو بات کہی تھی اس پر ناگواری کا اثر رخ انور پر نمایاں تھا۔ حضرت سعد نے عرض کی: بخدا! یا رسول اللہ ﷺ! مجھے حضور ﷺ کے رخ اقدس پر ناگواری کے آثار نظر آ رہے ہیں۔ یوں لگتا ہے کہ حضور ﷺ نے کوئی ایسی بات سنی ہے جو حضور ﷺ کو ناپسند ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: بے شک، پھر ابن ابی کی بات انہیں سنائی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! اس بات پر رنجیدہ نہ ہوں، بخدا! اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کو ہمارے پاس لے آیا، اس سے پہلے تو ہم اس کی تاج پوشی کے لئے تاج بنوا رہے تھے۔ بخدا! وہ خیال کرتا ہے کہ حضور ﷺ نے اس سے اس کی بادشاہی چھین لی ہے۔

دونوں شعر خفاف بن ندبہ کے بارے میں ہیں جو کہ عمرو بن شرید کا بیٹا تھا جو عرب کا سوڈانی باشندہ تھا۔ ندبہ اس کی ماں کا نام تھا۔ اس میں دو لغتیں ہیں نَدْبَة اور نُدْبَة۔ اس کا تعلق بنی سلمہ سے تھا۔

عبداللہ بن ابی کے ذکر میں بیان ہوا کہ رسول اللہ ﷺ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ یونس کی روایت میں کچھ اضافہ ہے جس میں ایک فقہی مسئلہ بھی ہے کہ کسی شخص نے رات کے وقت حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو باہر بلایا تھا۔ آپ اس کی طرف نکلے تو اس شخص نے آپ پر تلوار کا وار کر کے آپ کو زخمی کر دیا تھا۔ نبی کریم ﷺ اس زخم کی وجہ سے آپ کی مزاج پرسی کے لئے تشریف لائے۔ حضور ﷺ نے انہیں رات کے وقت باہر نکلنے پر ڈانٹا۔ اس میں یہی فقہی مسئلہ ہے (کہ رات کو باہر نہیں نکلنا چاہیے)۔

بیمار ہونے والے صحابہ کرام کا تذکرہ

حضرات ابوبکر، عامر اور بلال رضی اللہ عنہم کی علالت

حضرت ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ہشام بن عروہ اور عمر بن عبداللہ بن عروہ نے عروہ بن زبیر سے انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے اس وقت یہاں تمام روئے زمین سے زیادہ بخار کی وبا تھی جس کی وجہ سے چند صحابہ کرام بیمار ہو گئے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی ﷺ کو اس وبا سے محفوظ رکھا۔ آپ فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے دونوں آزاد کردہ غلام حضرات بلال اور عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہما ایک گھر میں رہتے تھے انہیں بخار ہو گیا۔ میں ان کی مزاج پرسی کے لئے آئی۔ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب ہم پر پردہ لازم نہیں ہوا تھا، انہیں اتنا سخت بخار تھا جس کی شدت کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس گئی اور عرض کی: ابا جان آپ کا کیا حال ہے؟ آپ نے فرمایا:

كُلُّ امْرِىءٍ مُصَبَّحٌ فِيْ اَهْلِهٖ وَالْمَوْتُ اَدْنٰى مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهٖ

"ہر انسان اپنے اہل خانہ کے پاس صبح کرتا ہے اور اس کی جوتی کے تسمہ سے زیادہ موت اس کے قریب ہے"۔

میں نے کہا: بخدا میرے ابا جان بے ہوشی میں باتیں کر رہے ہیں۔ پھر میں حضرت عامر بن فہیرہ کے پاس گئی اور پوچھا عامر! کیا حال ہے؟ انہوں نے کہا:

لَقَدْ وَجَدْتُّ الْمَوْتَ قَبْلَ ذَوْقِهٖ اِنَّ الْجَبَانَ حَتْفُهٗ مِنْ فَوْقِهٖ

حضرات ابوبکر، بلال اور عامر رضی اللہ عنہم کا شدید بخار

حضرت ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ذکر کی جبکہ حضرت ابوبکر، حضرت بلال اور حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہم کو شدید بخار ہوا اور آپ کی مزاج پرسی کے جواب میں انہوں نے رجز یہ اشعار پڑھے۔ ان میں سے حضرت عامر کا قول ہے:

لَقَدْ وَجَدْتُّ الْمَوْتَ قَبْلَ ذَوْقِهٖ

یہ عمرو بن مامہ کا شعر ہے۔ اس حدیث میں جوان حضرات کا مکہ مکرمہ کی طرف اشتیاق ذکر کیا گیا

"میں نے موت چکھنے سے پہلے ہی موت کو پا لیا۔ بزدل کی موت اس کے اوپر سے آتی ہے"۔

كُلُّ امْرِئٍ مُجَاهِدٌ بِطَوْقِهٖ ۔ كَالثَّوْرِ يَحْمِیْ جِلْدَهٗ بِرَوْقِهٖ

"ہر آدمی اپنی طاقت• کے مطابق کوشش کرتا ہے اور بیل اپنے سینگ سے اپنی جلد کی حفاظت کرتا ہے"۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہاں طوق سے مراد قوت و طاقت ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے کہا بخدا! عامر بھی بے ہوشی میں باتیں کر رہے ہیں۔ آپ فرماتی ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا بخار جب اترتا تو وہ گھر کے صحن میں آ کر لیٹ جاتے پھر بلند آواز سے یہ شعر پڑھتے:

اَلَالَيْتَ شِعْرِیْ هَلْ اَبِيْتَنَّ لَيْلَةً ۔ بِفَخٍّ وَ حَوْلِیْ اِذْخِرٌ وَ جَلِيْلُ

"اے کاش! کبھی وہ وقت بھی آئے کہ میں مقامِ فخ میں رات بسر کروں اور میرے اردگرد اذخر اور جلیل کی خوشبودار گھاس ہو"۔

؎ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ فطری طور پر انسان کے دل میں اپنے وطن سے محبت اور اشتیاق رہتا ہے۔ حضرت اصیل غفاری کی حدیث میں ہے کہ کہا جاتا ہے کہ ہدلی جب مکہ مکرمہ سے آیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس سے پوچھا: اے اصیل! تم نے مکہ مکرمہ کو کیسے چھوڑا؟ اس نے کہا میں نے اس کو اس وقت چھوڑا جب اس کی وادیاں سفید ہو گئیں، اس کی چھوٹی گھاس ٹیڑھی ہو گئی اور اس کی لمبی گھاس کاٹ دی گئی اور اس کے سلم (ایک قسم کا درخت جس کے پتے چمڑہ رنگنے کے کام آتے ہیں) نے پتے نکالنے شروع کر دیے۔ اس کی بات سن کر رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے اصیل! ہمارے سامنے اس قدر منظر کشی نہ کرو۔ یہ بھی مروی ہے کہ حضور ﷺ نے اسے فرمایا دلوں کو ٹھنڈا ہونے دو۔ پہلے شخص نے یہ شعر کہے:

اَلَالَيْتَ شِعْرِیْ هَلْ اَبِيْتَنَّ لَيْلَةً ۔ بِوَادِی الْخُزَامٰی حَيْثُ رَبَّتْنِیْ اَهْلِیْ

"اے کاش کبھی وہ وقت بھی آئے کہ میں وادی خزامی میں رات بسر کروں گا"۔

بِلَادٌ بِهَا نِيْطَتْ عَلَیَّ تَمَائِمِیْ ۔ وَ قُطِعْنَ عَنِّیْ حِيْنَ اَدْرَكَنِیْ عَقْلِیْ

"وہ ایسا وطن ہے جہاں مجھ پر میرے تعویذ لٹکائے گئے اور پھر جب میں عقلمند ہو گیا تو انہیں مجھ سے کاٹ دیا گیا"۔

وَ هَلْ اَرِدَنْ یَوْمًا مِیَاهَ مَجَنَّةٍ وَ هَلْ یَبْدُوَنْ لِیْ شَامَةٌ وَ طَفِیْلُ

''کیا کبھی ایسا ہوگا کہ میں مجنہ کے چشمے پر وارد ہوں گا۔ کیا میں ایسی جگہ اتروں گا جہاں

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا قول ہے: بِفَخٍّ وَ حَوْلِیْ اِذْخِرٌ وَّ جَلِیْلٌ۔ فخ مکہ مکرمہ سے باہر ایک مقام ہے جہاں ایک چھوٹا سا چشمہ ہے۔ اس مقام کے متعلق شاعر کہتا ہے:

مَا ذَا بِفَخٍّ مِنَ الْاِشْرَاقِ وَالطِّیْبِ وَ مِنْ جَوَارٍ نَقِیَّاتٍ رَعَابِیْبِ

''مقام فخ میں کیسی چمک اور خوشبو ہے اور کیسی پاکیزہ اور خوبصورت لونڈیاں ہیں''۔

مقام فخ میں رسول اللہ ﷺ نے حالت احرام میں غسل فرمایا۔ اذخر مکہ مکرمہ کی ایک گھاس ہے۔ صاحب کتاب النبات حضرت ابو حنیفہ احمد بن داؤد دینوری فرماتے ہیں: عرب کے قدیم دیہاتیوں سے مروی ہے کہ اذخر کی جڑیں ٹیڑھی ہوتی ہیں، اس کی ٹہنیاں باریک ہوتی ہیں اور اس کی خوشبو ہوا کو معطر کر دیتی ہے۔ اس کی جڑیں بردی گھاس کی جڑوں کی طرح ہوتی ہیں مگر یہ چوڑی اور مکعب نما ہوتی ہیں۔ اس کا پھل ایسے ہوتا ہے جیسے سرکنڈے کا بنا ہوا جھاڑو ہو مگر یہ باریک اور چھوٹا ہوتا ہے۔ ابو زیاد کہتے ہیں: اذخر کا پودا اسل کے پودے (پتلی اور لمبی شاخوں والا ایک پودا) کے مشابہ ہوتا ہے جس سے چٹائیاں بنائی جاتی ہیں اور اس کا پودا غرز کے بھی مشابہ ہوتا ہے اور غرز تمام گھاس (ایک قسم کی گھاس جو لمبی نہیں ہوتی) کی ایک قسم ہے۔ غرز کا واحد غرزۃ ہے۔ اس سے چھلنیاں بنائی جاتی ہیں اور اذخر اس سے قدرے باریک ہوتی ہے، اسے پیس کر خوشبو میں شامل کیا جاتا ہے۔ ابو عمر کہتے ہیں: اذخر جنبہ (وہ پودے جو سبزی سے بڑے اور درخت سے چھوٹے ہوتے ہیں) میں سے ہے۔ اذخر کا ایک پودا بہت کم اگتا ہے اور جلیل کے بارے میں انہوں نے ابو بصر سے روایت کیا کہ اہل حجاز اسے الثمام الجلیل کہتے ہیں۔ جس جنبہ کا ذکر ابو عمر نے کیا ہے اس کا معنی یہ ہے کہ ہر وہ پودا جس کی جڑیں اس قدر مضبوط ہوتی ہیں کہ نشیبی زمین میں بھی اس کی ٹہنیاں ختم ہونے کے باوجود وہ ختم نہیں ہوتیں۔ موسم خزاں میں اس کی پیوندکاری کی جاتی ہے۔ یہ ان درختوں کی طرح نہیں ہوتا جس کی جڑیں اور ٹہنیاں دونوں نشیبی زمین میں باقی رہتی ہیں اور نہ ان بیلوں کی طرح ہوتا ہے جن کی ٹہنیاں اور جڑیں دونوں ختم ہو جاتی ہیں بلکہ یہ پودا بیل اور درخت کے بین بین ہوتا ہے اس وجہ سے اس کو جنبۃ کہتے ہیں۔ اسے طریفہ بھی کہا جاتا ہے، یہ ابو حنیفہ کا قول ہے۔ اور مجنہ، عکاظ اور ذی المجاز کے درمیان عرب کے بازاروں میں سے ایک بازار کا نام ہے۔ تمام بازاروں کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔ مجنہ میں دو وزن جائز ہیں مَفْعَلَۃ اور فَعِلَّۃ۔ سیبویہ نے کہا ہے کہ مجن میں میم اصلی ہے اور اس کا وزن فِعَلٌّ ہے۔ لیکن

شامہ اور طفیل کی پہاڑیاں نظر آرہی ہوں گی"۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا شامہ اور طفیل مکہ کے قریب دو پہاڑ ہیں۔

مدینہ طیبہ کی وبا کے لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے سارا ماجرا رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا اور کہا کہ وہ بخار کی شدت کی وجہ سے غیر معقول باتیں کر رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے دعا مانگی: اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ اِلَيْنَا الْمَدِيْنَة كَمَا حَبَّبْتَ اِلَيْنَا مَكَّةَ اَوْ اَشَدَّ وَ بَارِكْ لَنَا فِيْ مُدِّهَا وَ صَاعِهَا وَانْقُلْ وَ بَاءَ هَا اِلٰى مَهْيَعَةَ۔ (صحیح بخاری 30/3، صحیح مسلم، کتاب الحج: 480)

ترجمہ: "اے اللہ! مدینہ کو ہمارے لئے اس طرح محبوب بنا دے جس طرح تو نے مکہ کو ہمارے لئے محبوب بنایا تھا بلکہ اس سے بھی زیادہ اور ہمیں اس کے پیمانوں اور وزنوں میں برکت عطا فرما اور اس کی وباء کو مہیعہ کی طرف منتقل کر دے"۔ مہیعہ سے مراد مقام جحفہ ہے"۔

دوسرے لوگوں نے اس کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ اس کا وزن مِفْعَل ہے۔ یہ جَنَّ سے مشتق ہے جس کا معنی ڈھانپنا ہے۔ عرب کے بازاروں میں سے ایک حباشہ بھی ہے، یہ مجنہ سے دور ہے۔

جہاں تک شامہ اور طفیل کا تعلق ہے تو خطابی نے شرح بخاری کی کتاب الاعلام میں کہا ہے کہ میں انہیں دو پہاڑ خیال کرتا تھا یہاں تک کہ میں ان کے پاس سے گزرا اور ان کے پاس ٹھہرا تو مجھے علم ہوا کہ یہ دو پانی کے چشمے ہیں۔ خطابی کے اس قول کی تائید کسیر کے اس قول سے ہوتی ہے:

وَ مَا اَنْسَ مِ الْاَشْيَاءِ لَا اَنْسَ مَوْقِفًا لَنَا وَلَهَا بِالْخَبْتِ خَبْتِ طَفِيْلِ

"میں کچھ اشیاء کو نہیں بھول سکتا، میں شدت غم کی وجہ سے طفیل کی وادی میں اپنے مقام کو نہیں بھول سکتا"۔

خبت نشیبی زمین کو کہتے ہیں۔

علامہ ابن ہشام نے نبی کریم ﷺ کی اس دعا کا ذکر کیا ہے: اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ اِلَيْنَا الْمَدِيْنَةَ كَمَا حَبَّبْتَ اِلَيْنَا مَكَّةَ وَ بَارِكْ لَنَا فِيْ مُدِّهَا وَ صَاعِهَا۔ یعنی اس غلے میں برکت عطا فرما جسے صاع کے ساتھ ناپا جاتا ہے۔ اسی لئے دوسری حدیث میں فرمایا: كِيْلُوْا طَعَامَكُمْ يُبَارَكْ لَكُمْ فِيْهِ (صحیح بخاری، سنن ابن ماجہ) ترجمہ: "اپنے غلے کو ناپا کرو تمہارے لئے اس میں برکت ڈال دی جائے گی۔ کچھ لوگوں نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں غلہ جلد ختم ہو جانے کی شکایت کی تو حضور ﷺ نے فرمایا تم

مسلمانوں میں وبا کی شدت

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں: ابن شہاب زہری نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو انہیں مدینہ طیبہ کے وبائی بخار نے آلیا حتیٰ کہ مرض نے اس قدر شدت اختیار کی کہ صحابہ کرام بیٹھ

بغیر ناپے ڈالتے ہو یا ناپ کر؟ انہوں نے عرض کی بلکہ بغیر ناپے ڈالتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''ناپ لیا کرو، بغیر ناپے نہ ڈالا کرو''۔ جن لوگوں نے اس حدیث کو یوں روایت کیا ہے: قُوْتُوْا طَعَامَكُمْ يُبَارَكْ لَكُمْ فِيهِ (طبرانی، مسند بزار) تو ان کے نزدیک اس کا معنی یہ ہے کہ روٹیاں چھوٹی رکھا کرو۔ اس حدیث کو بزار نے ابوالدرداء کی سند سے اسی طرح روایت کیا ہے اور اس کی وہی تفسیر بیان کی ہے جو ہم نے بیان کی اور ابوعبیدہ نے ذکر کیا کہ کتاب الاموال میں مدینہ طیبہ کے مد کی مقدار ایک رطل اور رطل کا تہائی حصہ ہے اور رطل ایک سو اٹھائیس درہم کا ہوتا ہے اور درہم پچاس حبہ اور حبہ کے دو خمس کا ہوتا ہے۔

سرکارِ دوعالم ﷺ کا فرمان ہے: وَانْقُلْ حُمَّاهَا وَاجْعَلْهَا بِمَهْيَعَةَ (اس کے بخار کو مہیعہ کی طرف منتقل کر دے) مہیعہ سے مراد جحفہ ہے۔ شاید حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تمام بلاد اسلام سے بخار کو دور کرنے کا ارادہ نہیں فرمایا۔ اگر آپ یہ ارادہ فرماتے تو صرف اتنا فرماتے: اُنْقُلْ حُمَّاهَا اور کسی مقام کو خاص نہ فرماتے یا کفار کے کسی علاقہ کو خاص فرماتے۔ اس کی وجہ (واللہ اعلم) یہ ہو سکتی ہے کہ حدیث ام مسیب (صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ) میں بخار کو برا بھلا کہنے اور اس پر لعنت کرنے سے منع فرمایا اور بتایا کہ بخار پاک کرنے والا ہے (مستدرک حاکم) اور یہ آگ سے ہر مومن کا حصہ ہے (مسند احمد، مشکل الآثار للطحاوی) اس طرح رسول اللہ ﷺ نے ایک طرف تو صحابہ کرام پر نرمی فرماتے ہوئے ان کے لئے اس سے شفاء کی دعا فرمائی تو دوسری طرف انہیں بخار ہونے کے اجر سے بھی محروم نہیں رکھا اور اس کو مکمل طور پر دور نہیں فرمایا۔

حضور ﷺ کی اس دعا کی وجہ سے مہیعہ میں یہ وبا شدت اختیار کر گئی یہاں تک کہ کہا جانے لگا کہ کوئی پرندہ بھی اگر غدیر خم کے اوپر سے گزرتا ہے تو وہ اس بیماری میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ غدیر خم مہیعہ میں ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ ایسا مقام ہے جہاں کوئی بچہ بھی پیدا ہو کر سن بلوغ کو نہیں پہنچا۔ اس علاقے میں رہنا اور ہمیشہ کے لئے سکونت پذیر ہونا بہت مشکل ہے۔ واللہ اعلم۔

کرنماز پڑھتے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی ﷺ کو اس وباء سے محفوظ رکھا۔ ایک دفعہ صحابہ کرام بیٹھ کرنماز پڑھ رہے تھے تو رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے اور انہیں فرمایا: اِعْلَمُوْا اَنَّ صَلَاۃَ الْقَاعِدِ عَلَی النِّصْفِ مِنْ صَلَاۃِ الْقَائِمِ۔ ''یادرکھو بیٹھنے والے کی نماز کھڑا ہونے والے کی نماز سے نصف درجہ رکھتی ہے''۔ راوی فرماتے ہیں: اس کے بعد صحابہ کرام نے فضیلت حاصل کرنے کے لئے کمزوری اور بیماری کے باوجود کھڑے ہو کرنماز پڑھنے کی تکالیف برداشت کی۔

مشرکین کی طرف سے جنگ کا آغاز

علامہ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: پھر رسول اللہ ﷺ نے جنگ کی تیاری شروع کردی اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں اپنے دشمن کے خلاف جہاد اور ان مشرکین عرب کے ساتھ

حضرت ابن اسحاق نے ذکر کیا: رسول اللہ ﷺ نے مدینہ طیبہ کی حرمت بیان فرمائی۔ اس روایت کے علاوہ حضرت ابن اسحاق سے ایک اور روایت مروی ہے جسے انہوں نے شرحبیل بن سعد سے روایت کیا۔ انہوں نے فرمایا: میں حرم مدینہ میں پرندوں کے جال کے ساتھ شکار کیا کرتا تھا۔ ایک روز میں نے نہس (ایک شکاری پرندہ) کا شکار کیا لیکن حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اسے پکڑ لیا اور میری گدی پر زور سے تھپڑ رسید کیا پھر اسے آزاد کر دیا۔

حضرت ابن اسحاق نے حضرت عبداللہ بن عمرو کی حدیث ذکر کی ہے جس میں حضور ﷺ نے فرمایا: صَلَاۃُ الْقَاعِدِ عَلَی النِّصْفِ مِنْ صَلَاۃِ الْقَائِمِ (صحیح مسلم، کتاب المسافرین) یہ حضور ﷺ نے اس وقت فرمایا جب آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو شدت بخار کی وجہ سے بیٹھ کرنماز پڑھتے ہوئے دیکھا پھر صحابہ کرام نے بیماری کے باوجود کھڑا ہونے کی تکلیف برداشت کی۔ حدیث کے ان الفاظ کی تائید بیٹھنے والے کی نماز کے بارے میں خطابی کی اس تاویل سے ہوتی ہے کہ بیٹھنے والے کی نماز کھڑا ہونے والے کی نماز سے نصف درجہ پر ہے۔ پھر خطابی نے کہا یہ حکم اس کمزور شخص کے لئے جو تکلیف کے باوجود کھڑا ہو سکتا ہو اور اگر وہ کھڑا ہونے سے بالکل عاجز ہو تو اس کی نماز کھڑا ہونے والے کی نماز کی مثل ہے۔ یہ فرض ونفل ہر نماز کا حکم ہے۔ ابوطیب نے اس حدیث کے حالت صحت میں نفل نماز کے ساتھ خاص ہونے کی مخالفت کی ہے۔ علامہ خطابی نے حضرت عمران بن حصین کی حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں ہے کہ کھڑا ہو کرنماز پڑھنا بیٹھ کرنماز پڑھنے سے نصف درجہ پر ہے۔ انہوں نے کہا: تمام امت کا اجماع ہے کہ بغیر بیماری کے لیٹ کرنماز پڑھنا کسی کے لئے جائز

جنگ کی تیاری میں مصروف ہو گئے جن کے ساتھ جنگ کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو حکم فرمایا۔ اس وقت آپ کی بعثت کے تیرہ سال گزر چکے تھے۔

نہیں۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ حدیث صرف اس مریض کے بارے میں ہے جو تکلیف کے ساتھ کھڑا ہونے پر یا مشقت کے ساتھ بیٹھنے پر قادر ہو۔ بعض لوگوں نے نسوی کی طرف یہ بات منسوب کی ہے کہ اس نے اس حدیث میں تصحیف کی ہے۔ انہوں نے کہا: یہ حدیث یوں ہے کہ لیٹ کر نماز پڑھنا بیٹھ کر نماز پڑھنے سے نصف درجہ پر ہے۔ نسوی کو وہم ہوا اور اس نے نائمًا کے بجائے قائمًا کہہ دیا۔ اس نے اپنی کتاب میں اس پر یہ باب لکھا ہے: باب صلاة النائم۔ لیکن ان لوگوں کی یہ بات درست نہیں کیونکہ دوسری روایت میں ہے کہ وَ صَلَاۃُ النَّائِمِ عَلَى النِّصْفِ مِنْ صَلَاۃِ الْقَاعِدِ۔ اور اس طرح کی حدیث میں تصحیف نہیں ہو سکتی اور خطابی کا قول ہے کہ تمام امت کا اجماع ہے کہ لیٹنے والا حالت صحت میں نفلی اور غیر نفلی نمازیں نہیں پڑھ سکتا۔ اس مسئلہ میں اجماع کے دعوئی میں ابو عمر نے اس کی موافقت کی ہے لیکن یہ متفقہ مسئلہ نہیں جیسے ان دونوں نے خیال کیا بلکہ بعض اسلاف صحت مند آدمی کے لئے بھی لیٹ کر نفل پڑھنے کو جائز قرار دیتے تھے۔ ان میں سے ایک حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ اسے امام ابو عیسیٰ ترمذی نے اپنی مصنف میں ذکر کیا ہے۔

ہجرت کی تاریخ

سابقہ سند کے ساتھ عبدالملک بن ہشام سے مروی ہے، انہوں نے کہا زیاد بن عبداللہ بکائی نے محمد بن اسحاق مطلبی سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ بارہ ربیع الاول بروز پیر مدینہ طیبہ تشریف لائے۔ دوپہر کا وقت تھا اور سورج عین سر پر تھا۔ بقول ابن ہشام بھی ہجرت کی یہی تاریخ ہے۔

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ اس وقت رسول اللہ ﷺ کی عمر مبارک 53 سال تھی۔ آپ ﷺ کی بعثت کو تیرہ سال گزر چکے تھے۔ حضور ﷺ نے مدینہ طیبہ میں ربیع الاول کے بقیہ ایام، ربیع الثانی، جمادین (جمادی الاولیٰ، جمادی الثانیہ)، رجب، شعبان، رمضان، شوال، ذی قعد، ذی الحجہ اور محرم کے مہینے گزارے۔ اس سال مشرکین ہی حج کے والی تھے۔ پھر بارہ ماہ بعد ماہ صفر میں حضور ﷺ مدینہ طیبہ سے جہاد کے لیے نکلے۔ حضرت ابن ہشام کہتے ہیں: آپ ﷺ نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ کا عامل مقرر فرمایا۔

سب سے پہلا غزوہ غزوۂ ودان

بنی ضمرہ سے پہلا معاہدہ صلح اور بغیر جنگ کے واپسی

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں یہاں تک کہ حضور ﷺ مقام ودان پہنچے۔ اسے غزوۂ ابواء

تاریخ ہجرت اور غزوۂ ودان

حضرت ابن اسحاق نے رسول ﷺ کے ماہ ربیع الاول میں پیر کے روز مدینہ طیبہ تشریف لانے کا ذکر کیا ہے۔ ہم نے اس سے پہلے باب الہجرت میں ابن کلبی اور دوسرے علماء کے اقوال ذکر کر دیے ہیں کہ حضور ﷺ کس تاریخ کو مدینہ طیبہ تشریف لائے اور اس وقت عجمی مہینوں کے اعتبار سے کون سا مہینہ تھا؟

علامہ ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے: اَنَّهٗ اَقَامَ بِالْمَدِيْنَةِ بَقِيَّةَ شَهْرِ رَبِيْعِ الْاَوَّلِ وَ شَهْرَ رَبِيْعِ الْاٰخَرِ وَ جُمَادَيَيْنِ۔ قیاس تو یہ تھا کہ یوں کہا جاتا: شَهْرَيْ جُمَادَى یا پھر یوں کہا جاتا وَ بَقِيَّةَ رَبِيْعِ وَ رَبِيْعًا الْاٰخَرَ جیسا کہ دیگر مہینوں میں لفظ شہر ذکر نہیں کیا لیکن جب کوئی علم کسی مہینہ کا نام بنا دیا جائے تو

کہتے ہیں۔ حضور ﷺ کا ارادہ قریش مکہ اور بنی ضمرہ بن بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ کی طرف نکلنے کا تھا۔ لیکن بنی ضمرہ نے آپ ﷺ سے صلح کا معاہدہ کر لیا۔ جس شخص نے ان کی طرف سے مسلمانوں سے صلح کی وہ مخشی بن عمرو ضمری تھا۔ اس زمانہ میں یہ ان کا سردار تھا۔ اس کے بعد

وہ ظرف نہیں بنتا اور اقامت یا عمل کا وقوع اس پورے مہینہ میں شمار کیا جاتا ہے مگر جب یوں کہا جائے شَهْرُ كَذَا (تو اس کا مطلب ہوتا ہے کہ اقامت یا کسی عمل کا وقوع پورے مہینہ میں نہیں ہوا)۔ جیسا کہ اس سے پہلے حدیث بعثت کے تحت ہم نے شہر رمضان کے بارے میں کلام کیا ہے۔ سیبویہ نے یہی کہا ہے۔ پس حضرت ابن اسحاق کا قول جُمَادَيَيْنِ وَ رَجَبًا (بغیر لفظ شہر کے) اسی اصول پر ہے (کہ ان مہینوں میں اقامت یا کسی عمل کا وقوع پورے مہینہ میں ہے)۔

اور حضرت ابن اسحاق کا قول ہے بَقِيَّةَ شَهْرِ رَبِيعٍ۔ اس میں لفظ شہر اس لئے ذکر کیا کیونکہ عمل اور اقامت مہینہ کے بعض حصہ میں وقوع پذیر ہوئے۔ اسی وجہ سے بَقِيَّةَ رَبِيعِ الْاَوَّلِ نہیں کہا لیکن آگے چل کر کہا: وَ شَهْرُ رَبِيعِ الْاَوَّلِ (حالانکہ عمل اور اقامت پورے مہینہ میں وقوع پذیر ہو رہے ہیں) یہ اس لئے کہا تا کہ کلام ماقبل کے مماثل اور مشابہ ہو جائے۔ یہ ساری باتیں علامہ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی فصاحت پر دلالت کرتی ہیں یا ان سے پہلے شخص کی فصاحت پر دلالت کرتی ہیں اگر انہوں نے اسے باللفظ روایت کیا ہو۔

حضرت ابن اسحاق کا قول ہے: وَ جُمَادَيَيْنِ وَ رَجَبًا۔ قیاس تو یہ تھا کہ الف لام کے ساتھ اَلْجُمَادَيَيْنِ کہا جاتا کیونکہ یہ علم ہے اور علم کا تثنیہ نہیں آتا کیونکہ یہ معرفہ ہوتا ہے مگر اسی صورت میں تثنیہ آ سکتا ہے جب یہ معرف باللام ہو جیسے کہا جاتا ہے اَلزَّيْدَانِ اور اَلْعُمَرَانِ لیکن حضرت ابن اسحاق نے اپنی فصاحت کے ساتھ اسے اَبَانَيْنِ اور قَنَوَيْنِ کے قائم مقام رکھا ہے۔ یہ دونوں کلمات دو پہاڑوں کے نام ہیں۔ ان پر الف لام داخل نہیں ہوتا کیونکہ ان کی تعریف تثنیہ کے ساتھ زائل نہیں ہوتی کیونکہ یہ دونوں ہمیشہ لازم و ملزوم رہتے ہیں اس لئے ان دونوں کا تثنیہ بھی علیت کے ساتھ لازم ہوتا ہے۔ بخلاف دو آدمیوں کے ناموں کے۔ اور جب جمادیین ایسے دو مہینے ہیں جو لازم و ملزوم ہیں تو حضرت ابن اسحاق نے زمان میں ان دونوں کو مکان میں ابانین کی طرح بنا دیا اور ان دونوں کو اَلزَّيْدَيْنِ اور اَلْعُمَرَيْنِ کی طرح نہیں بنایا جن کے درمیان کوئی تلازم نہیں۔ یہی کلام عرب ہے۔ حطیئہ نے کہا:

بَاتَتْ لَهُ بِكَثِيبِ حَرْبَةَ لَيْلَةً وَ طَفَاءَ بَيْنَ جُمَادَيَيْنِ دَرُوْرُ

اس عورت نے رات کی شدید ظلمت میں اس کے لئے ٹیلے پر رات گزاری اور جمادین میں خونریز جنگ کی آگ بجھ گئی۔

رسول اللہ ﷺ مراجعت فرمائے مدینہ منورہ ہوئے۔ آپ کو کسی جنگ کا سامنا نہ کرنا پڑا پھر حضور ماہ صفر کے باقی دن اور ماہ ربیع الاول کے ابتدائی ایام مدینہ طیبہ میں اقامت گزیں رہے۔

ابن ہشام فرماتے ہیں: یہ پہلا غزوہ تھا جس میں حضور نبی کریم ﷺ نے شرکت فرمائی۔

سریہ عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ

یہ سب سے پہلا پرچم تھا جو حضور ﷺ نے اپنے دست مبارک سے باندھا

علامہ ابن اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مدینہ طیبہ میں اقامت کے دوران رسول اللہ ﷺ نے ایک مہم حضرت عبید بن حارث رضی اللہ عنہ کی قیادت میں روانہ کی۔ اس لشکر میں مہاجرین کے ساٹھ یا اسی سوار شریک ہوئے، ان میں کوئی انصاری شامل نہ تھا۔

اگر یہ کہا جائے کہ ستاروں کے بارے میں تو عرب کہتے ہیں السِّمَاكَيْنِ حالانکہ یہ دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ اسی طرح کہا جاتا ہے السَّرَطَانِ۔ ہم کہیں گے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان اسماء میں صفت کا معنی پایا جاتا ہے اور معنی صفت کے وقت یہ آدمیوں میں الحارث اور العباس کے باب سے ہیں۔ مہینوں اور ایام کے بارے میں علیت کے اسرار، اس کی انواع کی تقسیم اور ان کی مراد کے متعلق میں کسی اور مقام پر کلام کروں گا۔ یہاں تو صرف میں حضرت ابن اسحاق کے اس قول کی فصاحت سے متعجب ہوا کہ بقیۃ شھر کذا و شھر کذا و جمادیین و رجبا و شعبان۔ انہوں نے الفاظ کو وہی مقام دیا ہے جو لغت کے حقائق کو سمجھنے والے اہل لغت کے نزدیک ان الفاظ کا مقام ہے۔ ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو۔

غزوۂ عبیدہ بن حارث

علامہ ابن اسحاق نے غزوۂ عبیدہ میں ذکر کیا ہے کہ مشرکین کا سردار مکرز بن حفص بن اخیف تھا۔ مکرز میم کے کسرہ کے ساتھ مروی ہے۔ ابن ماکولا نے المؤتلف والمختلف میں ابو عبیدہ النسابہ سے روایت کرتے ہوئے ذکر کیا ہے کہ وہ میم کے فتحہ کے ساتھ مَکرز کہا کرتے۔ شاید یہ الکریز سے مِفْعَل یا مَفْعَل کا وزن ہے۔ کریز خشک دودھ کو کہتے ہیں۔ اسی طرح انہوں نے اور دوسرے علماء نے ذکر کیا ہے کہ یہاں اَخْیَف ہمزہ کے فتحہ اور خاء کے سکون کے ساتھ ہے۔ ابن ماکولا اکیلے یہ کہتے تھے کہ جس اخیف کا تعلق بنی اسید بن عمرو بن تمیم کے ساتھ ہے جو خشخاش تمیمی کا دادا ہے وہ ہمزہ کے ضمہ اور خاء کے فتحہ کے ساتھ ہے یعنی اُخَیْف لیکن دار قطنی نے اسے بھی اَخْیف کہا جس طرح دیگر علماء نے پہلے اسم میں کہا ہے۔

یہ لشکر روانہ ہوا یہاں تک کہ وادیٔ حجاز میں ثنیتہ المرہ کے نیچے جو چشمہ ہے وہاں پہنچا تو اس کا سامنا قریش کے بہت بڑے لشکر سے ہوا۔ دونوں لشکروں کے درمیان کوئی جنگ نہ ہوئی۔ صرف اتنا ہوا کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اس روز تیر چلایا۔ یہ سب سے پہلا تیر تھا جو دور اسلام میں چلایا گیا۔

لشکر اسلام میں شامل ہونے والے مشرکین کے حلفاء

پھر دونوں فریق ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔ مسلمانوں کو ایک حمایت حاصل ہوئی۔ وہ یہ کہ مشرکین کے لشکر سے دو شخص مقداد بن عمرو بہرانی جو بنی زہرہ کے حلیف تھے اور عتبہ بن غزوان بن جابر مازنی جو بنی نوفل بن عبد مناف کے حلیف تھے نکل کر مسلمانوں کی طرف بھاگ آئے۔ یہ دونوں مسلمان تھے لیکن وہ صرف اس لیے لشکر کفار میں شریک ہوئے تا کہ مسلمانوں میں شامل ہونے کا حیلہ کر سکیں۔ اس روز لشکر کفار کا سپہ سالار عکرمہ بن ابی جہل تھا۔

علامہ ابن ہشام فرماتے ہیں: ابن ابی عمرو بن علاء نے ابو عمرو مدنی سے روایت کیا ہے کہ کفار کا سپہ سالار مکرز بن حفص بن اخیف تھا جو بنی معیص بن عامر بن لوی بن غالب بن فہر کا ایک فرد تھا۔

اس سریہ کے متعلق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے غزوۂ عبیدہ بن حارث کے بارے میں اشعار کہے لیکن حضرت ابن ہشام فرماتے ہیں: اکثر علمائے شعر اس بات کا انکار کرتے ہیں کہ یہ قصیدہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ہے۔

اَمِنْ طَيْفِ سَلْمٰى بِالْبِطَاحِ الدَّمَائِثِ اَرِقْتَ وَ اَمْرٍ فِي الْعَشِيْرَةِ حَادِثٍ

شرح قصیدۂ ابی بکر و قصیدۂ ابن زبعری و ابی جہل

حضرت ابن اسحاق نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ایک قصیدہ اور ابن زبعری کی طرف سے اس کا جواب ذکر کیا ہے۔ لغت میں زبعری کا معنی بد اخلاق ہے۔ کہا جاتا ہے رَجُلٌ زِبَعْرٰى وَامْرَأَةٌ زِبَعْرَاةٌ۔ بد اخلاق مرد اور بد اخلاق عورت۔ اور زبعریٰ اس اونٹ کو بھی کہتے ہیں جس کے کانوں اور چہرے پر کثیر چھوٹے چھوٹے بال ہوں۔ یہ زبیر کا قول ہے۔ ان اشعار میں اور ان کے مابعد اشعار میں الدَّبَّةُ کا ذکر ہے۔ اس کا معنی ریت کا ٹیلہ ہے اور دال کے ضمہ کے ساتھ الدُّبَّةُ

کیا اس وجہ سے تیری نیند اڑ گئی کہ تجھے نرم زمین کی ریتلی ندیوں کے پاس رہنے والی سلمیٰ کا خیال آیا اور خاندان میں کسی بڑے حادثے کے رونما ہونے کی فکر دامن گیر ہوئی؟

تَرٰی مِنْ لُؤَیٍّ فُرْقَةً لَا یَصُدُّهَا عَنِ الْكُفْرِ تَذْكِیْرٌ وَّ لَا بَعْثُ بَاعِثٍ

تو قبیلہ لوی میں انتشار دیکھ رہا تھا جسے نہ کوئی نصیحت کفر سے پھیرتی ہے اور نہ کسی ترغیب دینے والے کی ترغیب۔

رَسُوْلٌ اَتَاهُمْ صَادِقٌ فَتَكَذَّبُوْا عَلَیْهِ وَ قَالُوْا لَسْتَ فِیْنَا بِمَا كِثٍ

ان کے پاس ایک سچا رسول تشریف لایا لیکن انہوں نے اسے جھٹلایا اور کہا کہ تم ہمارے درمیان نہیں رہ سکتے۔

اِذَا مَا دَعَوْنَا هُمْ اِلَی الْحَقِّ اَدْبَرُوْا وَ هَرُّوْا هَرِیْرَ الْمُحْجَرَاتِ اللَّوَاهِثِ

جب ہم انہیں حق کی دعوت دیتے ہیں تو وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتے ہیں اور مجبور ہو کر پناہ گاہوں میں چھپنے والے اور زبان نکال کر ہانپنے والے کتوں کی طرح آوازیں نکالتے ہیں۔

فَكَمْ قَدْ مَتَتْنَا فِیْهِمْ بِقَرَابَةٍ وَ تَرْكُ التُّقٰی شَیْءٌ لَهُمْ غَیْرُ كَارِثٍ

ہم نے قرابت کے سبب بارہا ان سے صلہ رحمی کی لیکن پرہیزگاری کو چھوڑ دینا تو ان کے لیے ایسی چیز ہے جس کا انہیں کوئی غم نہیں۔

فَاِنْ یَرْجِعُوْا عَنْ كُفْرِهِمْ وَ عُقُوْقِهِمْ فَمَا طَیِّبَاتُ الْحِلِّ مِثْلَ الْخَبَائِثِ

پس اگر وہ اپنے کفر اور نافرمانی سے تائب ہو جائیں تو (یہ کس قدر بہتر ہے کیونکہ) حلال پاکیزہ اشیاء خبیث چیزوں کی طرح نہیں ہو سکتیں۔

وَ اِنْ یَرْكَبُوْا طُغْیَانَهُمْ وَ ضَلَالَهُمْ فَلَیْسَ عَذَابُ اللّٰهِ عَنْهُمْ بِلَابِثٍ

اور اگر وہ اپنی سرکشی اور گمراہی (کے گھوڑوں) پر سوار رہیں تو اللہ تعالیٰ کا عذاب ان سے دیر کرنے والا نہیں۔

کا معنی سنت اور طریقہ ہے۔ کہا جاتا ہے جَرٰی فُلَانٌ عَلٰی دَبَّةِ فُلَانٍ۔ یعنی فلاں شخص فلاں کی سنت اور طریقہ پر چلا۔ الدَّبَّة (دال کے فتحہ کے ساتھ) زیتون کے تیل کے برتن کو بھی کہتے ہیں۔ راجز کا قول ہے:

لِیَهْكِ بِالْعَنْفِ عِفَاصُ الدَّبَّةِ

زیتون کے تیل کے برتن کا کارک مضبوط ہونا چاہیے۔

وَ نَحْنُ اُنَاسٌ مِنْ ذُؤَابَةِ غَالِبٍ لَنَا الْعِزُّ مِنْهَا فِی الْفُرُوْعِ الْاَثَائِثِ

اور ہم تو غالب کی نسل میں سے چوٹی کے لوگ ہیں، ہمیں ان کی بہت سی جمع ہونے والی شاخوں سے عزت ملی ہے۔

فَاُوْلِیْ بِرَبِّ الرَّاقِصَاتِ عَشِیَّۃً حَرَاجِیْجُ تُحْذٰی فِی السَّرِیْحِ الرَّثَائِثِ

میں شام کے وقت رقصاں دراز قد اونٹنیوں کے پروردگار کی قسم کھاتا ہوں جو بوسیدہ چمڑے کے موزے پہنے ہوئے ہانکی جاتی ہیں۔

کَاُدْمِ ظِبَاءٍ حَوْلَ مَکَّۃَ عُکَّفٍ یَرِدْنَ حِیَاضَ الْبِئْرِ ذَاتِ النَّبَائِثِ

جو گندم گوں پیٹھ اور سفید پیٹ والی ہرنیوں کی طرح مکہ کے آس پاس مقیم ہیں اور نکالی ہوئی مٹی والے کنوؤں کے حوضوں پر پانی پینے آتی ہیں۔

لَئِنْ لَّمْ یُفِیْقُوْا عَاجِلًا مِّنْ ضَلَالِهِمْ وَ لَسْتُ اِذَا اٰلَیْتُ قَوْلًا بِحَانِثِ

اگر وہ جلدی اپنی گمراہی سے ہوش میں نہ آئے اور جب میں کسی بات پر حلف اٹھالوں تو اس کو ہرگز نہیں توڑتا

لَتَبْتَدِرَنْهُمْ غَارَۃٌ ذَاتُ مَصْدَقٍ تُحَرِّمُ اَطْهَارَ النِّسَاءِ الطَّوَامِثِ

تو بہت جلد ان پر ایک ایسا سخت حملہ ہوگا جو جوان عورتوں کے پاکی کے ایام کو (بھی ہم بستری کے لئے مردوں پر) حرام کردے گا۔

تُغَادِرُ قَتْلٰی تَعْصِبُ الطَّیْرُ حَوْلَهُمْ وَ لَا تَرْاَفُ الْکُفَّارَ رَاْفَ ابْنِ حَارِثِ

وہ (حملہ) مقتولوں کی یہ حالت کردے گا کہ ان کے اردگرد پرندے جمع ہوجائیں گے اور وہ ابن حارث کی طرح کفار پر رحم نہیں کریں گے۔

فَاَبْلِغْ بَنِیْ سَهْمٍ لَدَیْکَ رِسَالَۃً وَ کُلَّ کَفُوْرٍ یَبْتَغِی الشَّرَّ بَاحِثِ

پس (اے مخاطب!) یہ جو تیرے پاس پیغام آیا ہے، یہ بنی سہم اور ہر اس ناقدرے کو پہنچا

شاعر کا قول ہے تُحْذٰی فِی السَّرِیْحِ الرَّثَائِثِ۔ سریح نعل کے مشابہ ایک چیز ہوتی ہے جو اونٹوں کے پاؤں پر پہنائی جاتی ہے۔ شاعر کی مراد یہ ہے کہ یہ لمبے قد والے اونٹ اتنی تیزی سے چلتے ہیں کہ زیادہ سفر کی وجہ سے ان کے پاؤں پر پہنائے گئے نعل بوسیدہ ہوچکے ہیں۔ شاعر کہتا ہے:

تَدْمٰی الْاَیْدِ یَخْبِطْنَ السَّرِیْحَا

ہاتھوں سے ہونے والی بارشیں نعلوں پر گر رہی ہیں

دے جو فساد کی خواہش میں جستجو کرنے والا ہو

فَإِنْ تَشْعَثُوا عِرْضِيْ عَلٰى سُوْءِ رَأْيِكُمْ فَإِنِّيْ مِنْ أَعْرَاضِكُمْ غَيْرُ شَاعِثِ

کہ اگر تم اپنی کم عقلی کے باعث میری عزت پامال کرنا چاہتے ہو تو میں تمہاری عزتوں کو خاک میں ملانا نہیں چاہتا۔

ابن زبعری کے جوابی اشعار

ان اشعار کا جواب عبداللہ بن زبعری نے یوں دیا:

أَمِنْ رَسْمِ دَارٍ أَقْفَرَتْ بِالْعَثَاعِثِ بَكَيْتَ بِعَيْنٍ دَمْعُهَا غَيْرُ لَابِثِ

کیا اس گھر کے کھنڈرات پر، جو ریت کے بے آب و گیاہ ٹیلوں پر ویران ہو چکا ہے تو ایسی آنکھ سے رو رہا ہے جس کے آنسو تھمتے نہیں۔

وَ مِنْ عَجَبِ الْأَيَّامِ وَ الدَّهْرُ كُلُّهُ لَهُ عَجَبٌ مِنْ سَابِقَاتٍ وَ حَادِثِ

زمانے کے عجائبات میں سے (ایک بات یہ بھی ہے) حالانکہ زمانے کی ساری باتیں قابل تعجب ہیں، خواہ وہ پرانی ہوں یا نئی۔

لِجَيْشٍ أَتَانَا ذِيْ عُرَامٍ يَقُوْدُهُ عُبَيْدَةُ يُدْعٰى فِي الْهِيَاجِ ابْنَ حَارِثِ

(عجائبات زمانہ میں سے ہے) وہ کثیر التعداد لشکر جو (مقابلہ کے لئے) ہمارے پاس آیا جبکہ اس کی قیادت عبیدہ کر رہا ہے جو جنگ میں ابن حارث کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

لِنَتْرُكَ أَصْنَامًا بِمَكَّةَ عُكَّفًا مَوَارِيْثَ مَوْرُوْثٍ كَرِيْمٍ لِوَارِثِ

شاعر نے عثاعث کا ذکر کیا ہے۔ اس کا واحد عثعث ہے۔ یہ اعلیٰ قسم کی ایک گھاس ہے۔ یہ ابو حنیفہ کا قول ہے اور العین میں ہے کہ عثعث بے آب و گیاہ ریت کے ٹیلے کی سطح کو کہتے ہیں۔

حضرت ابن ہشام نے ذکر کیا ہے کہ علمائے شعر کی ایک جماعت نے اس بات کا انکار کیا ہے کہ یہ قصیدہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہے۔ منکرین کے اس قول کی صحت کی شہادت اس روایت سے بھی ہوتی ہے جسے امام عبدالرزاق نے معمر سے انہوں نے زہری سے انہوں نے عروہ سے اور انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا وہ شخص جھوٹا ہے جو تمہیں یہ خبر دے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حالت اسلام میں ایک شعر بھی کہا ہو (مصنف عبدالرزاق)۔ اسے محمد بخاری نے ابو متوکل سے اور انہوں نے عبدالرزاق رحمہم اللہ سے روایت کیا ہے۔

وہ لشکر اس لئے آیا کہ ہم مکہ میں جمے ہوئے ان بتوں کو چھوڑ دیں جو وارثوں کے لئے عزت والے اسلاف کی میراث ہیں۔

فَلَمَّا لَقِيْنَاهُمْ بِسُمْرٍ رُدَيْنَةٍ وَ جُرْدٍ عِتَاقٍ فِي الْعَجَاجِ لَوَاهِثِ

پھر جب ہم نے ان سے گندم گوں ردینوں یعنی نیزوں اور کم مو، شریف اور گرد و غبار میں (دوڑتے ہوئے) ہانپنے والے گھوڑوں کے ذریعے مقابلہ کیا۔

وَ بِيْضٍ كَاَنَّ الْمِلْحَ فَوْقَ مُتُوْنِهَا بِاَيْدِيْ كُمَاةٍ كَاللُّيُوْثِ الْعَوَائِثِ

اور اپنی سفید تلواروں کے ذریعے جن کی پشتوں پر گویا چربی ہے اور وہ ایسے بہادروں کے ہاتھوں میں ہیں جو شیروں کی طرح فسادی ہیں۔

نُقِيْمُ بِهَا اِصْعَارَ مَنْ كَانَ مَائِلًا وَ نَشْفِي الذُّحُوْلَ عَاجِلًا غَيْرَ لَابِثِ

ہم ان تلواروں کے ساتھ تکبر سے گردن ٹیڑھی رکھنے والوں کے ٹیڑھے پن کو سیدھا کر دیتے ہیں اور بغیر مہلت کے (جذبہ) انتقام کو فوری تسلی دیتے ہیں۔

فَكَفُّوْا عَلٰى خَوْفٍ شَدِيْدٍ وَهَيْبَةٍ وَ اَعْجَبَهُمْ اَمْرٌ لَهُمْ اَمْرُ رَائِثِ

پس وہ سخت خوف اور ہیبت کے مارے رک گئے اور انہیں ایسا طریقہ پسند آیا جیسا کسی کام میں دیر کرنے والا پسند کرتا ہے۔

وَ لَوْ اَنَّهُمْ لَمْ يَفْعَلُوْا نَاحَ نِسْوَةٌ اَيَامٰى لَهُمْ مِنْ بَيْنِ نَسْءٍ وَ طَامِثِ

اور اگر وہ (دیر) نہ کرتے (اور ہمارے مقابلہ میں آجاتے) تو ان کی بیوہ عورتیں حیض کے دنوں اور حمل کے ابتدائی ایام میں بھی روتی رہتیں۔

وَ قَدْ غُوْدِرَتْ قَتْلٰى يُخَبِّرُ عَنْهُمْ حَفِيٌّ بِهِمْ اَوْ غَافِلٌ غَيْرُ بَاحِثِ

اور ان کے مقتول اس حالت میں پڑے رہتے کہ ان کے حالات کی جستجو کرنے والا اور جستجو کرنے کے بجائے غفلت میں رہنے والا دونوں ان کے متعلق خبر دیتے۔

فَاَبْلِغْ اَبَابَكْرٍ لَدَيْكَ رِسَالَةً فَمَا اَنْتَ عَنْ اَعْرَاضِ فِهْرٍ بِمَاكِثِ

ابن زبعری کا قول ہے: بَيْنَ نَسْءٍ وَ طَامِثِ۔ نسء عورت کے حمل کو کہتے ہیں جبکہ وہ اپنے ابتدائی ایام میں ہو اور طامث کا لفظ مشہور و معروف ہے۔ کہا جاتا ہے نُسِئَتِ الْمَرْاَةُ نَسْأً۔ یعنی حمل کی وجہ سے عورت کا حیض مؤخر ہو گیا۔ کتاب العین میں یہی مذکور ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قول ہے: رَاَبَ ابن حارث۔ اس سے مراد عبیدہ بن حارث بن عبد المطلب ہے۔

پس (اے مخاطب!) یہ تیرے پاس جو ایک پیام ہے، یہ ابو بکر کو پہنچا دے کہ بنی فہر کی عزت و آبرو سے تو رکنے والا نہیں۔

وَ لَمَّا تَجِبْ مِنِّيْ يَمِيْنٌ غَلِيْظَةٌ تُجَدِّدُ حَرْبًا حَلْفَةً غَيْرَ حَانِثِ

اور جب کبھی میری کوئی سخت قسم جسے میں توڑنے والا نہیں، واجب العمل ہو جاتی ہے تو ایک نئی جنگ چھیڑ دیتی ہے۔

ابن ہشام فرماتے ہیں: ہم نے اس قصیدہ کا ایک شعر چھوڑ دیا ہے اور اکثر علمائے شعر اس قصیدے کو ابن زبعری کا کلام نہیں مانتے۔

ابن ابی وقاص سے منسوب اشعار

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں: بعض لوگوں کا بیان ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اپنی اس روز کی تیر اندازی کے بارے میں یہ اشعار کہے:

اَلَا هَلْ اَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنِّيْ حَمَيْتُ صَحَابَتِيْ بِصُدُوْرِ نَبْلِيْ

سنو! کیا رسول اللہ ﷺ کے پاس بھی یہ خبر پہنچی کہ میں نے اپنے تیروں کی انیوں کے ساتھ اپنے ساتھیوں کی حفاظت کی ہے؟

اُذُوْدُ بِهَا اَوَائِلَهُمْ ذِيَادًا بِكُلِّ حُزُوْنَةٍ وَ بِكُلِّ سَهْلِ

میں پتھریلی اور نرم زمین میں ان تیروں کے ساتھ ان کے ہراول دستے کی مدافعت کرتا رہوں گا۔

فَمَا يَعْتَدُّ رَامٍ فِيْ عَدُوٍّ بِسَهْمٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَبْلِيْ

یارسول اللہ! مجھ سے پہلے کسی تیر انداز نے دشمن کے لئے تیر تیار نہ رکھا۔

غیر منصرف اسماء

ابوجہل کا قول ہے: وَ وَ دَّعَنِيْ مَجْدِيُّ عَنْهُمْ وَ صُحْبَتِيْ۔ مجدی غیر منصرف ہے کیونکہ یہ علم ہے اور تمام اسمائے معرفہ میں اصل ترکِ تنوین ہے، نہ کسی اسم ضمیر پر تنوین آتی ہے نہ مبہم پر، نہ معرف باللام پر اور نہ مضاف پر۔ اسی طرح علم میں بھی قیاس یہی تھا۔ پس جب شعر میں علم پر تنوین نہیں آتی تو اس میں یہی اصل ہے کیونکہ اسماء پر تنوین کا دخول اس بات کی علامت ہے کہ وہ اضافت سے جدا ہیں اور جو مضاف نہیں بن سکتا اسے تنوین کی ضرورت نہیں۔ ہم نے تنوین اور امتناع تنوین اور غیر

وَ ذٰلِكَ اَنَّ دِيْنَكَ دِيْنُ صِدْقٍ وَ ذُوْ حَقٍّ اَتَيْتَ بِهٖ وَ عَدْلٍ

اور یہ اس لئے کہ آپ کا دین سچا دین ہے اور یہ حق اور عدل وانصاف والا دین ہے جو آپ لے کر تشریف لائے۔

يُنَجّٰى الْمُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَ يُخْزٰى بِهِ الْكُفَّارُ عِنْدَ مَقَامِ مَهَلٍ

اس دین کے ذریعے اہل ایمان کو نجات ملے گی اور اسی کے باعث کفار لمبی مہلت رہنے کے مقام میں رسوا ہوں گے۔

فَمَهْلًا قَدْ غَوِيْتَ فَلَا تَعِبْنِىْ غَوِىَّ الْحَيِّ وَيْحَكَ يَا ابْنَ جَهْلٍ

پس اے جاہل اے گمراہ قبیلے! ذرا ٹھہر (اور دیکھ تیرا انجام کیا ہوتا ہے)، تجھ پر افسوس ہے، تو تو گمراہ ہو چکا ہے، اس لئے مجھ پر عیب نہ لگا۔

علامہ ابن ہشام فرماتے ہیں: اکثر علمائے شعر حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی طرف اس قصیدہ کی نسبت کو نہیں مانتے۔

اسلام کا پہلا جھنڈا

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں: میرے علم کے مطابق حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ کا جھنڈا اسلام کا وہ پہلا جھنڈا تھا جو رسول اللہ ﷺ نے کسی مسلمان کے لئے باندھا۔ بعض علماء کا قول ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب غزوۂ ابواء سے واپس تشریف لائے تو مدینہ طیبہ پہنچنے سے پہلے حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کو ایک مہم پر روانہ کیا۔

منصرف اسماء پر جر کے اسرار ایک ایسے مسئلہ میں بیان کر دیئے ہیں جسے صرف ہم نے اس باب میں ذکر کیا ہے۔ ہم وہاں بڑے عجیب وغریب نکتے لائے ہیں۔ شعر میں علم پر تنوین کے امتناع پر بہت سے شواہد ہیں۔ سیر اور مغازی کے اشعار میں غور کر کے آپ ان شواہد کو تلاش کر سکتے ہیں۔ کتاب السیرت میں مذکور اشیاء کی شرح میں ہماری گزارش یہ ہے کہ ہم ان اشعار میں سے صرف ان اشعار کی شرح بیان کریں گے جن کے الفاظ انتہائی مشکل ہوں یا ان کا اعراب مبہم ہو۔ جس طرح ہم نے کتاب کے شروع میں اپنی یہ شرط ذکر کر دی ہے۔

کفار کے اشعار کی روایت

لیکن میں یہاں رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرنے والے صرف ان کفار کے اشعار کی شرح پیش کروں گا جو بعد میں اسلام لے آئے اور توبہ کر لی جیسے ضرار اور ابن زبعری۔ اکثر اہل علم نے علامہ ابن

سریۂ حمزہ رضی اللہ عنہ

مسلمانوں اور کفار کے درمیان مذاکرہ

رسول اللہ ﷺ نے اسی مقام پر حضرت حمزہ بن عبدالمطلب بن ہاشم رضی اللہ عنہ کو العیص کی سمت سے سیف البحر (ساحل سمندر) کی طرف روانہ کیا۔ یہ لشکر مہاجرین کے تیس سواروں پر مشتمل تھا۔ ان میں انصار کا کوئی فرد شریک نہ تھا۔ اس ساحل پر اس لشکر کی ملاقات ابوجہل بن ہشام سے ہوئی جس کے ساتھ اہل مکہ کے تین سو سوار تھے لیکن مجدی بن عمرو الجہنی دونوں لشکروں کے درمیان حائل ہو گیا۔ دونوں فریقوں کے ساتھ اس کے دوستانہ تعلقات تھے۔ چنانچہ دونوں لشکر ایک دوسرے سے دور ہو گئے اور ان کے درمیان کوئی جنگ نہ ہوئی۔

حضرت حمزہ کا پرچم اسلام کا پہلا پرچم اور اس کے متعلق آپ کے اشعار

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا پرچم وہ پہلا پرچم تھا جو رسول اللہ ﷺ نے کسی مسلمان کے لئے باندھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت حمزہ اور حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہما دونوں کو اکٹھے روانہ کیا تھا اس لئے لوگوں پر یہ معاملہ مشتبہ ہو گیا۔ لوگوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں اشعار بھی کہے جن میں آپ ذکر کرتے ہیں کہ ان کا پرچم پہلا پرچم تھا جو رسول اللہ ﷺ نے باندھا۔ اگر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے واقعی یہ فرمایا تھا تو پھر ان شاء اللہ انہوں نے سچ ہی کہا ہوگا کیونکہ آپ سچ بات ہی کہہ سکتے ہیں ورنہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ کون سا پہلا پرچم تھا۔ لیکن ہم نے جو بات اہل علم سے سنی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ وہ پہلے شخص تھے جن کے لئے پرچم باندھا گیا۔ لوگوں کے بیان کے مطابق اس مہم کے بارے میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار کہے:

علامہ ابن ہشام فرماتے ہیں کہ اکثر علمائے شعر اس بات کا انکار کرتے ہیں کہ یہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے اشعار ہیں:

اَلَا یَا لَقَوْمِی لِلتَّحَلُّمِ وَالْجَهْلِ ... وَ لِلنَّقْصِ مِنْ رَأْيِ الرِّجَالِ وَلِلْعَقْلِ

اسحاق کے اس فعل کو ناپسند کیا ہے کہ انہوں نے یہاں وہ اشعار بھی شامل کر دیے ہیں جن میں رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کی گئی۔ بعض لوگوں نے ان کا عذر پیش کرتے ہوئے یہ کہا ہے کہ کفر کی حکایت کفر نہیں اور شعر ایک کلام ہے اور اس میں کوئی فرق نہیں کہ کفر کا کلام اور نبی کریم ﷺ سے ان کی ...

سنو، تعجب ہے میری قوم کے بے اصل خیالات اور جہالت پر اور مردوں کی رائے اور عقل کی کوتاہی پر۔

وَلِلرَّاكِبِيْنَا بِالْمَظَالِمِ لَمْ نَطَأْ لَهُمْ حُرُمَاتٍ مِنْ سَوَامٍ وَّلَا اَهْلِ

اور ہم پر ظلم ڈھانے والے سواروں پر (تعجب ہے) جن کے چرنے والے اونٹوں اور گھر میں رہنے والوں کے محفوظ مقامات میں ہم نے قدم تک نہیں رکھا۔

كَاَنَّا تَبَلْنَا هُمْ وَ لَا تَبْلَ عِنْدَنَا لَهُمْ غَيْرُ اَمْرٍ بِالْعَفَافِ وَ بِالْعَدْلِ

گویا ہم نے ان سے دشمنی کی ہے حالانکہ ہمیں ان سے پاکدامنی اور انصاف کی نصیحت کے سوا دشمنی کی کوئی وجہ نہیں۔

وَاَمْرٍ بِاِسْلَامٍ فَلَا يَقْبَلُوْنَهٗ وَ يَنْزِلُ مِنْهُمْ مِثْلَ مَنْزِلَةِ الْهَزْلِ

اور اسلام کی تبلیغ (کے سوا کوئی دشمنی نہیں) لیکن وہ اسے قبول نہیں کرتے اور اس تبلیغ کا ان کے ہاں یاوہ گوئی کا سا درجہ ہے۔

فَمَا بَرِحُوْا حَتّٰى انْتَدَبْتُ لِغَارَةٍ لَهُمْ حَيْثُ حَلُّوْا اَبْتَغِيْ رَاحَةَ الْفَضْلِ

پس ان کا یہی رویہ رہا یہاں تک کہ وہ جہاں بھی اترے، میں نے فضیلت کا میدان جیتنے کے لئے ان پر ہلہ بول دیا۔

بِاَمْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَوَّلُ خَافِقٍ عَلَيْهِ لِوَاءٌ لَمْ يَكُنْ لَاحَ مِنْ قَبْلِيْ

وہ ایسا معاملہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ اس کے پہلے پرچم کشا تھے جیسا پرچم میرے واقعے سے پہلے کبھی ظاہر نہ ہوا تھا۔

لِوَاءٌ لَدَيْهِ النَّصْرُ مِنْ ذِيْ كَرَامَةٍ اِلٰهٍ عَزِيْزٍ فِعْلُهٗ اَفْضَلُ الْفِعْلِ

وہ ایسا پرچم تھا کہ عزت والے غالب معبود کی نصرت اس کے ساتھ تھی جس کا کام ہر کام سے

بازی اور مخالفت کا کلام نثر کی صورت میں روایت کیا جائے یا نظم کی صورت میں۔ ہمارے پروردگار نے اپنی کتاب عزیز میں سابقہ امتوں کے اپنے انبیاء کے متعلق اقوال اور ان پر طعن و تشنیع کی باتیں حکایت کیں ہیں۔ اس لئے جو نظم یا نثر حکایت کے طور پر ذکر کی جائے اس میں مقصود زمانہ ماضی کا اعتبار ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا ذکر مقصود ہوتا ہے کہ اس نے ہمیں ہدایت عطا کی اور گمراہی سے نجات بخشی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا لَاَنْ يَّمْتَلِئَ جَوْفُ اَحَدِكُمْ قَيْحًا خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ اَنْ يَّمْتَلِئَ شِعْرًا (صحیح بخاری، کتاب الشعر۔ صحیح مسلم، کتاب الشعر 10/9/8/7) ترجمہ: تم میں سے

افضل ہے۔

عَشِيَّةَ سَارُوْا حَاشِدِيْنَ وَ كُلُّنَا مَرَاجِلُهُ مِنْ غَيْظِ اَصْحَابِهِ تَغْلِيْ

جس شام وہ لشکر جمع کر رہے تھے، حالت یہ تھی کہ ہم میں سے ہر ایک کی دیگیں اپنے مقابل پر غصے سے ابل رہی تھیں۔

فَلَمَّا تَرَائَيْنَا اَنَاخُوْا فَعَقَّلُوْا مَطَايَا وَ عَقَّلْنَا مَدَى عَرَضِ النَّبْلِ

پھر جب ہم آمنے سامنے ہوئے تو انہوں نے اپنی سواریاں بٹھا کر ان کے پاؤں باندھ دیے اور ہم نے بھی تیر کی رسائی کے فاصلے پر (اپنی سواریاں) باندھ دیں۔

فَقُلْنَا لَهُمْ حَبْلُ الْاِلٰهِ نَصِيْرُنَا وَ مَالَكُمْ اِلاَّ الضَّلَالَةَ مِنْ حَبْلِ

پھر ہم نے ان سے کہا کہ اللہ کی رسی ہماری مددگار ہے اور گمراہی کے سوا تمہارا کوئی سہارا نہیں۔

فَثَارَ اَبُوْ جَهْلٍ هُنَالِكَ بَاغِيًا فَخَابَ وَرَدَّ اللّٰهُ كَيْدَ اَبِىْ جَهْلِ

پھر ابوجہل بغاوت کے جوش میں میں اٹھ کھڑا ہوا لیکن وہ ناکام رہا اور اللہ تعالیٰ نے ابوجہل کے مکروفریب کو خاک میں ملا دیا۔

وَ مَا نَحْنُ اِلاَّ فِىْ ثَلَاثِيْنَ رَاكِبًا وَ هُمْ مِئَتَانِ بَعْدَ وَاحِدَةٍ فَضْلِ

حالانکہ ہم صرف تیس سوار تھے اور وہ دوسو، اس کے بعد ایک اور زائد۔

فَيَالَ لُؤَيٍّ لَا تُطِيْعُوْا غُوَاتَكُمْ وَ فِيْئُوْا اِلَى الْاِسْلَامِ وَالْمَنْهَجِ السَّهْلِ

تو اے بنی لوئ! تم اپنے گمراہوں کی پیروی نہ کرو اور اسلام اور آسان راہ کی طرف آ جاؤ۔

فَاِنِّىْ اَخَافُ اَنْ يُصَبَّ عَلَيْكُمْ عَذَابٌ فَتَدْعُوْا بِالنَّدَامَةِ وَ الثُّكْلِ

کیونکہ مجھے خدشہ ہے کہ تم پر عذاب کی بارش ہو، اس وقت تم ندامت اور حسرت کے ساتھ واویلا کرو۔

کسی کے پیٹ کا پیپ سے بھر جانا اشعار سے بھرنے سے بہتر ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس حدیث شریف کی تفسیر میں فرمایا کہ یہ حدیث شریف ان اشعار کے بارے میں جن میں رسول اللہ کی ہجو کی گئی۔ آپ نے اس شخص کے قول کا انکار کیا جس نے اس حدیث شریف میں تمام اشعار کے بارے میں عموم پر محمول کیا۔ جب ہم بھی وہی بات کہیں جو اس بارے میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے تو بے شک اشعار کہنے میں اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ملتا کہ ان سے اپنا پیٹ بھرنے کا

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے جواب میں ابوجہل سے منسوب اشعار

ابوجہل بن ہشام نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے جواب میں یہ اشعار کہے:

عَجِبْتُ لِاَسْبَابِ الْحَفِيْظَةِ وَ الْجَهْلِ وَلِلشَّاغِبِيْنَ بِالْخِلَافِ وَ بِالْبُطْلِ

مجھے تعجب ہے غصے اور جہالت کے اسباب پر اور مخالفت اور باطل امور کے ساتھ فتنہ وفساد برپا کرنے والوں پر۔

وَ لِلتَّارِكِيْنَ مَا وَجَدْنَا جُدُوْدَنَا عَلَيْهِ ذَوِى الْاَحْسَابِ وَالسُّوْدَدِ الْجَزْلِ

اور اس (راہ) کو چھوڑنے والوں پر (تعجب ہے) جس پر ہم نے اپنے اعلیٰ کردار والے اور عظیم سرداری والے آباؤ اجداد کو پایا۔

اَتَوْنَا بِاِفْكٍ كَىْ يُضِلُّوْا عُقُوْلَنَا وَ لَيْسَ مُضِلًّا اِفْكُهُمْ عَقْلَ ذِى عَقْلِ

وہ ہمارے پاس ایک من گھڑت بات لائے تاکہ ہماری عقلوں کو بھٹکائیں لیکن ان کی من گھڑت بات عقل مند کی عقل کو نہیں بھٹکا سکتی۔

فَقُلْنَا لَهُمْ يَا قَوْمَنَا لَا تُخَالِفُوْا عَلٰى قَوْمِكُمْ اِنَّ الْخِلَافَ مَدَى الْجَهْلِ

تو ہم نے انہیں کہا: اے ہماری قوم کے لوگو! اپنی قوم کی مخالفت نہ کرو، بے شک مخالفت انتہائی جہالت ہے۔

فَاِنَّكُمْ اِنْ تَفْعَلُوْا تَدْعُ نِسْوَةٌ لَهُنَّ بَوَاكٍ بِالرَّزِيَّةِ وَالثُّكْلِ

پھر اگر تم ایسا کرو گے تو رونے والی عورتیں ہائے مصیبت اور ہائے محرومی پکاریں گی۔

وَ اِنْ تَرْجِعُوْا عَمَّا فَعَلْتُمْ فَاِنَّنَا بَنُوْ عَمِّكُمْ اَهْلُ الْحَفَائِظِ وَ الْفَضْلِ

اور اگر تم اپنے کیے سے تائب ہو جاؤ تو بے شک ہم تمہارے حفاظت کرنے والے اور فضیلت والے چچازاد بھائی ہیں۔

فَقَالُوْا لَنَا اِنَّا وَجَدْنَا مُحَمَّدًا رِضًا لِذَوِى الْاَحْلَامِ مِنَّا وَ ذِى الْعَقْلِ

عیب لاحق ہو، البتہ حکایت کے طور پر یا لغوی استشہاد کے طور پر کچھ اشعار روایت کرنا اس نہی کے تحت داخل نہیں ہے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کا رد کیا ہے جنہوں نے یہ کہا کہ یہ حدیث شریف ان اشعار کے بارے میں ہے جن میں اسلام کی ہجو کی گئی۔ انہوں نے کہا جب شعر کے ایک مصرعہ کی روایت بھی حرام ہے تو ان سے پیٹ بھرنے کو ہی مذمت کے ساتھ کیسے خاص کیا جا سکتا ہے لیکن حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ان سے زیادہ عالم ہیں کیونکہ اس قسم کے اشعار میں سے ایک،

انہوں نے ہم سے کہا: بے شک ہم نے محمد (ﷺ) کو اپنے داناؤں اور عقلمندوں کی مرضی کے مطابق پایا ہے۔

فَلَمَّا اَبَوْا اِلَّا الْخِلَافَ وَ زَيَّنُوْا جِمَاعَ الْاُمُوْرِ بِالْقَبِيْحِ مِنَ الْفِعْلِ

پھر جب انہوں نے مخالفت کے سوا اور کوئی بات نہ مانی اور برے افعال کو اپنے اندر جمع کرنے والی باتوں کو مزین کیا۔

تَيَمَّمْتُهُمْ بِالسَّاحِلَيْنِ بِغَارَةٍ لِاَتْرُكَهُمْ كَالْعَصْفِ لَيْسَ بِذِيْ اَصْلِ

تو میں نے ان پر ساحل سے حملہ کرنے کا قصد کیا تا کہ میں انہیں ایسے بھوسے کی مانند بنا ڈالوں جس کی جڑ نہ ہو۔

فَوَزَّعَنِيْ مَجْدِيٌّ عَنْهُمْ وَ صُحْبَتِيْ وَ قَدْ وَازَرُوْنِيْ بِالسُّيُوْفِ وَ بِالنَّبْلِ

لیکن مجدی اور میرے دوستوں نے مجھے ان (کے مقابلہ) سے روک لیا حالانکہ انہوں نے تلواروں اور تیروں کے ساتھ میری مدد کی تھی۔

لِاِلٍّ عَلَيْنَا وَاجِبٍ لَا نُضِيْعُهُ اَمِيْنٍ قُوَاهُ غَيْرِ مُنْتَكِثِ الْحَبْلِ

اس عہد کے سبب (مجھے رکنا پڑا) جس کو پورا کرنا ہم پر واجب ہے، ہم اسے نہیں توڑتے، اس شخص کی قوتیں قابل اعتماد ہیں اور وہ ان تعلقات کو توڑنے والا نہیں۔

فَلَوْلَا ابْنُ عَمْرٍو كُنْتُ غَادَرْتُ مِنْهُمْ مَلَاحِمَ لِلطَّيْرِ الْعُكُوْفِ بِلَا تَبْلِ

پس اگر ابن عمرو (مجدی) نہ ہوتا تو میں ان سے ایسی جنگ کرتا جو وہاں رہنے والے پرندوں کے لئے فائدہ مند ہوتی اور جس کے بدلہ کا کوئی اندیشہ نہ ہوتا۔

وَ لٰكِنَّهُ اٰلٰى بِاِلٍّ فَقَلَّصَتْ بِاَيْمَانِنَا حَدُّ السُّيُوْفِ عَنِ الْقَتْلِ

لیکن اس (مجدی) نے اس عہد کی قسمیں دیں چنانچہ ہمارے ہاتھوں میں تلواروں کی

دو یا چند اشعار کو بطور حکایت بیان کرنا اس نثر کے قائم مقام ہے جس میں انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی (نعوذ باللہ) مذمت کی۔ ان دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا جو قول ہم نے پہلے ذکر کیا ہے اسے ابن وہب نے اپنی جامع میں ذکر کیا ہے لیکن اباحت کے قول کے باوجود ان اشعار میں غور وفکر کرنے اور ان کے معانی میں تتبع کرنے کے بجائے ان سے اعراض کرنا ہی بہتر ہے کیونکہ دل پر یہ اشعار گراں گزرتے ہیں اور دل انہیں ناپسند کرتا ہے خصوصاً اس وقت جب اس قسم کے اشعار اللہ تعالیٰ کی ذات کے متعلق کہے جائیں۔

دھاریں قتل کرنے سے کند ہو گئیں۔

فَإِنْ تُبْقِنِي الْأَيَّامُ أَرْجِعْ عَلَيْهِمُ بِبِيضٍ رِقَاقِ الْحَدِّ مُحْدَثَةِ الصَّقْلِ

پھر اگر زمانہ مجھے زندہ رکھے گا تو میں سفید پتلی دھار والی نئی صیقل کی ہوئی تلواروں کے ساتھ ان پر حملہ کروں گا۔

بِأَيْدِيْ حُمَاةٍ مِنْ لُؤَيِّ بْنِ غَالِبٍ كِرَامِ الْمَسَاعِيْ فِي الْجُدُوْبَةِ وَالْمَحْلِ

(وہ تلواریں) بنی لوی بن غالب کے ان حمایتیوں کے ہاتھوں میں ہوں گی جو قحط سالی اور سخت بھوک کے زمانہ میں قابل عزت کوششیں کرنے والے ہیں۔

علامہ ابن ہشام فرماتے ہیں اکثر علمائے شعر ان اشعار کو ابو جہل کی طرف منسوب کرنے سے انکار کرتے ہیں۔

غزوۂ بواط

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں: پھر رسول اللہ ﷺ ماہ ربیع الاول میں قریش کے تعاقب میں روانہ ہوئے۔ علامہ ابن ہشام فرماتے ہیں: آپ ﷺ نے حضرت سائب بن عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ میں اپنا نائب مقرر فرمایا۔ حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: یہاں تک کہ حضور ﷺ رضویٰ پہاڑ کے نزدیک بواط کے مقام پر پہنچے۔ پھر حضور ﷺ مدینہ کی طرف مراجعت فرما ہوئے اور کسی لڑائی کا سامنا نہ کرنا پڑا۔ پھر حضور ﷺ ماہ ربیع الثانی کے بقیہ ایام جمادی الاخریٰ کے کچھ ایام مدینہ منورہ میں جلوہ فرما رہے۔

غزوۂ بواط

بواط ایک بڑے پہاڑ کی دو شاخیں ہیں، ان میں ایک کا نام جلسی اور دوسرے کا نام غوری ہے۔ جلسی میں بنو دینار رہتے ہیں جو بنی کلیب بن کثیر کے موالی ہیں۔ انہیں عبدالملک بن مروان کے آزاد کردہ غلام دینار کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔

علامہ ابن ہشام نے اس غزوہ میں ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سائب بن مظعون رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرر فرمایا۔ یہ حضرت عثمان بن مظعون بن حبیب بن وہب بن حذافہ بن جمح کے بھائی ہیں۔ آپ نے بقول ابن اسحاق غزوۂ بدر میں شرکت کی لیکن موسیٰ بن عتبہ نے انہیں اصحاب بدر میں ذکر نہیں کیا اور جو سائب بن عثمان ہیں وہ ان کے بھتیجے ہیں۔ وہ ابن کلبی کے علاوہ تمام علماء کے قول کے مطابق غزوۂ بدر میں شریک ہوئے اور جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔

غزوۂ عشیرہ

پھر حضور ﷺ قریش کے تعاقب میں روانہ ہوئے اور بقول ابن ہشام حضرت ابو سلمہ بن عبدالاسد کو مدینہ طیبہ میں اپنا نائب مقرر فرمایا۔

عشیرہ کا راستہ

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں: چنانچہ حضور ﷺ نقب بنی دینار سے گزرتے ہوئے فیفاء الخمار پہنچے اور بطحائے ابن ازہر کے مقام پر ایک درخت کے نیچے اترے جسے ذات السباق کہا جاتا ہے۔ وہاں نماز ادا فرمائی جہاں آپ ﷺ کی مسجد بنا دی گئی ہے۔ وہاں حضور ﷺ کے لئے کھانا تیار کیا گیا۔ حضور ﷺ نے کھانا تناول فرمایا اور حضور ﷺ کے ساتھ تمام لوگوں نے کھانا کھایا۔ وہ پتھر جن پر ہنڈیا رکھ کر پکائی گئی انہیں وہاں کے لوگ جانتے ہیں۔ وہاں حضور ﷺ کو پانی پیش کیا گیا جسے مشترب کہا جاتا ہے پھر رسول اللہ ﷺ نے وہاں سے کوچ فرمایا اور یسار کے خشک کنوؤں کو پیچھے چھوڑا اور شعبہ کے راستہ پر چلے جسے شعبہ عبداللہ کہا جاتا ہے۔ اس کا آج بھی یہی نام ہے پھر آپ وادی یسار میں اترے یہاں تک کہ یلیل کے مقام پر

غزوۂ عشیرہ

اس میں کئی لغتیں ہیں عُشَیرہ، عُشَیراء، عُسَیرہ اور عُسَیراء۔ امام حافظ ابو بکر رحمہ اللہ نے مجھے اسی طرح بتایا ہے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے اس کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ اَلْعُشَیْرُ ہے۔ (صحیح بخاری معلقا)

عسیرہ اور عسیراء عسراء اور عسری سے تصغیر کے صیغے ہیں اور جب ان کی تصغیر ترخیم کے طریقہ پر بنائی جائے تو عسیرہ کہا جاتا ہے اور عسیرہ ایک ترکاری ہے جو ساگ کی شکل میں ہوتی ہے پھر اسے چھیلا جاتا ہے تو اسے عَسرٰی کہا جاتا ہے۔ شاعر کہتا ہے:

وَ مَا مَنَعْنَا هَا الْمَاءَ اِلَّا ضَنَانَةً   بِاَطْرَافِ عَسْرٰى شَوْكُهَا قَدْ تَخَدَّدَا

ہم نے اس سے پانی نہیں روکا مگر عسری کے اطراف میں بخل کی وجہ سے جس کے کانٹے بکھر چکے ہیں۔ اس شعر کا معنی اس حدیث شریف کے معنی کی طرح ہے: لَا يُمْنَعُ فَضْلُ الْمَاءِ لِيُمْنَعَ بِهِ الْكَلَأُ (صحیح بخاری، کتاب المساقاۃ) ترجمہ: فاضل پانی سے نہ روکا جائے کہ اس وجہ سے گھاس کو بھی روک دیا جائے"۔ اور شین منقوطہ کے ساتھ عُشیرہ عُشَر کے واحد کی تصغیر ہے۔

پہنچے اور وہاں اترے پھر ضبوعہ کے مقام پر اترے اور ضبوعہ کے کنویں سے پانی نوش فرمایا پھر فرش ملل سے گزرتے ہوئے یمام کے صحراؤں میں سے گزرنے والے راستہ پر پہنچے پھر اس راستے پر چلتے ہوئے وادی ینبع میں واقع عشیرہ کے مقام پر اترے۔ وہاں جمادی الاولیٰ اور جمادی الثانیہ کے چند روز قیام فرمایا اور بنو مدلج اور ان کے حلفاء بنی ضمرہ سے دوستی کا معاہدہ کیا پھر مراجعت فرمائے مدینہ طیبہ ہوئے اور آپ کو کسی جنگ کا سامنا نہ کرنا پڑا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوتراب

اسی غزوہ میں حضور ﷺ نے سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے فرمایا جو فرمایا۔ علامہ ابن اسحاق فرماتے: ہیں یزید بن محمد بن خثیم محاربی نے محمد بن کعب قرظی سے انہوں نے ابویزید محمد بن

علامہ ابن اسحاق نے اس غزوہ میں ضبوعہ کا ذکر کیا ہے۔ یہ ایک جگہ کا نام ہے۔ یہ فَعُولَۃ کے وزن پر ہے اور ضَبَعَتِ الْاِبِلُ سے مشتق ہے۔ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب اونٹ چلتے وقت اپنی ٹانگوں کو تیزی سے حرکت دے۔ حضور ﷺ ضبوعہ کے مقام پر ایک درخت کے پاس اترے جسے ذات الساق کہا جاتا ہے۔ وہاں ایک مسجد بنا دی گئی ہے۔ حضور ﷺ نے وہاں سے پانی نوش فرمایا جسے مُشیرب کہا جاتا ہے۔ حضرت ابن اسحاق سے بکاری وغیرہ کی روایت میں اسی طرح آیا ہے۔

علامہ ابن اسحاق نے اس غزوہ میں ملل کا ذکر کیا ہے۔ یہ بھی ایک جگہ کا نام ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اسے ملل اس لئے کہتے ہیں کہ مدینہ طیبہ سے پیدل چل کر آنے والا شخص اس مقام تک بڑی مشقت اور تھکاوٹ کے بعد ہی پہنچتا ہے۔ یہ مدینہ منورہ سے بیس میل یا اس سے کچھ زیادہ فاصلے پر واقع ہے۔

حضرت ابن اسحاق نے خلائق کا ذکر کیا۔ یہ مشہور و معروف کنویں ہیں۔ ابوالولید کے علاوہ دیگر لوگوں نے اسے خاء منقوطہ کے ساتھ خلائق روایت کیا ہے۔ بعض نے اس کی وضاحت یہ کی ہے کہ یہ خلیقۃ کی جمع ہے۔ یہ اس کنویں کو کہتے ہیں جس میں پانی نہ ہو۔ کتاب کی اکثر روایات اسی طرح ہیں۔ واللہ اعلم

پھر فرش ملل کا ذکر کیا۔ فرش بقول ابوحنیفہ اس ہموار جگہ کو کہتے ہیں جہاں عرفط، سیال اور سمر کے پودے اگتے ہوں۔ یہ ایک میل یا ایک فرسخ تک ہوتی ہے۔ اگر صرف عرفط کے پودے اگیں تو اسے وہط کہتے ہیں اور اگر صرف طلح کے پودے اگیں تو اسے غول کہتے ہیں۔ اس کی جمع خلاف قیاس غیلان آتی ہے اور اگر نصی اور صلیان کے پودے اگیں تو اسے لمعہ کہتے ہیں اور یہ دو میل تک ہوتی ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوتراب

علامہ ابن اسحاق نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوتراب کے بارے میں دو حدیثیں

خثیم سے اور انہوں نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، آپ فرماتے ہیں: میں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ غزوۂ عشیر میں ساتھی تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ عشیرہ کے مقام پر اترے اور وہاں قیام فرمایا تو ہم نے بنی مدلج کے چند آدمیوں کو دیکھا جو اپنے ایک چشمے اور کھجوروں کے باغ میں کام کر رہے تھے۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے مجھے فرمایا: اے ابو یقظان! آیئے ان لوگوں کے پاس چلیں اور دیکھیں کہ وہ کیسے کام کر رہے ہیں؟ میں نے کہا چلیں، چنانچہ ہم ان کے پاس آئے اور کچھ دیر ان کے کام کو دیکھا پھر ہم پر نیند غالب آ گئی۔ چنانچہ میں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ وہاں سے چلے اور کھجور کے ایک چھوٹے سے درخت کے نیچے مٹی کے اوپر لیٹ گئے اور سو گئے۔ بخدا پھر رسول اللہ ﷺ نے ہمارے پاؤں کو حرکت دے کر ہمیں بیدار فرمایا۔ ہم اس مٹی سے آلودہ ہو چکے تھے جس پر ہم سوئے تھے۔ اس روز رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''مَالَكَ يَا اَبَا تُرَاب''؟ اے ابوتراب تجھے کیا ہوا؟ کیونکہ حضور ﷺ ان کے جسم پر مٹی دیکھ رہے تھے۔ پھر فرمایا کیا میں تمہیں تمام لوگوں میں سے دو بد بخت آدمیوں کے متعلق نہ بتاؤں؟ ہم نے عرض کی: ضرور یا رسول اللہ ﷺ۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ایک قوم ثمود کا وہ شخص جس نے اونٹنی کی کونچیں کاٹ دی تھیں اور دوسرا وہ شخص جو اے علی! تیرے اس مقام پر ضرب لگائے گا (حضور ﷺ نے اپنا دست اقدس حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سر کی چوٹی پر رکھا) یہاں تک کہ اس مقام کے خون سے یہ جگہ بھی تر ہو جائے گی (یہ فرماتے ہوئے حضور ﷺ نے آپ کی داڑھی مبارک پکڑی)۔ (مستدرک حاکم)

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں بعض اہل علم کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی

ذکر کی ہیں لیکن ان دونوں سے وہ روایت زیادہ صحیح ہے جسے امام بخاری نے اپنی جامع میں روایت کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مسجد میں سویا ہوا دیکھا جبکہ ان کا پہلو خاک آلود تھا۔ حضور ﷺ ان کے پہلو سے مٹی صاف کرنے لگے اور فرمانے لگے: اے ابو تراب! اٹھو آپ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ناراض ہو کر مسجد کی طرف چلے گئے تھے۔

(صحیح بخاری، فضائل الصحابہ)

یہ حدیث شریف کا مفہوم ہے اور علامہ ابن اسحاق نے جو حضرت عمار کی حدیث ذکر کی ہے وہ اس کے مخالف ہے مگر اس وقت مخالف نہیں جبکہ رسول اللہ ﷺ نے آپ کو دو مرتبہ اس کنیت سے بلایا ہو، ایک مرتبہ مسجد میں اور ایک مرتبہ اس غزوہ میں۔ واللہ اعلم

المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ابوتراب اس لئے فرمایا کہ جب آپ کسی امر کے متعلق حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ناراض ہوتے تو ان سے گفتگو نہیں فرماتے تھے اور ان سے کوئی ناپسندیدہ بات نہ کہتے بلکہ کچھ مٹی اٹھاتے اور اپنے سر پر ڈال لیتے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ آپ پر مٹی دیکھتے تو پہچان لیتے کہ آپ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ناراض ہیں۔ حضور فرماتے: مَالَكَ يَا اَبَا تُرَابِ؟ اے ابوتراب! کیا بات ہے؟ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس کنیت کی کون سی وجہ ہے؟

سریہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

علامہ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس دوران رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو اسی مہاجرین کے ہمراہ ایک مہم پر روانہ کیا تھا۔ چنانچہ حضرت سعد روانہ ہوئے یہاں تک کہ سرزمین حجاز میں خرار کے مقام پر پہنچے پھر واپس لوٹ آئے اور کوئی جنگ نہ ہوئی۔

علامہ ابن ہشام فرماتے ہیں: بعض اہل علم نے ذکر کیا ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے بعد بھیجا تھا۔

غزوۂ سفوان۔ پہلا غزوۂ بدر

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ غزوۂ عشیرہ سے واپس تشریف لائے تو

سب سے بڑا بدبخت انسان

علامہ ابن اسحاق نے سب سے بڑے بدبخت انسان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ قوم ثمود کا وہ شخص ہے جس نے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالی تھیں۔ اس کا نام قدار بن سالف ہے اور اس کی ماں قذیرہ ہے۔ یہ ان نو اشخاص میں سے ہے جن کا ذکر سورۂ نمل میں ہے۔ میں نے ان کے اسماء کتاب التعریف والاعلام میں ذکر کردیے ہیں۔

بنی ضمرہ سے معاہدہ

حضرت ابن اسحاق نے بنی ضمرہ کے ساتھ حضور ﷺ کے معاہدہ کا ذکر کیا ہے۔ یہ بنو کنانہ کی شاخ بنولیث کا ایک خاندان ہے اور یہ بنی غفار، بنی ثعلبہ ہیں جو ملیل بن ضمرہ کی اولاد میں سے ہیں۔ ان کے ساتھ معاہدہ کا جو متن ابن اسحاق کے علاوہ دیگر علماء نے ذکر کیا ہے وہ یہ ہے:

مدینہ طیبہ میں صرف چند راتیں قیام فرمایا جن کی تعداد دس سے بھی کم تھی۔ یہاں تک کہ کرز بن جابر فہری نے مدینہ طیبہ کی چراگاہ پر حملہ کر دیا، رسول اللہ ﷺ اس کے تعاقب میں نکلے۔ حضور ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ میں اپنا نائب مقرر فرمایا۔ یہ ابن ہشام کا قول ہے۔

ابن اسحاق فرماتے ہیں: حضور ﷺ بدر کے قریب ایک سفوان نامی وادی میں پہنچے لیکن کرز بن جابر تیزی سے آگے نکل گیا۔ حضور ﷺ اس کو نہ پا سکے۔ یہ پہلا غزوۂ بدر ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ واپس تشریف لے آئے اور جمادی الثانیہ کے باقی ایام اور رجب اور شعبان میں مدینہ طیبہ میں اقامت گزیں رہے۔

سریہ عبداللہ بن جحش اور یَسئلونك عن الشهر الحرام کا نزول

آپ کے لئے رسول کریم ﷺ کا خط

غزوۂ بدر اولیٰ کے فوراً بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن جحش بن رئاب الاسدی رضی اللہ عنہ کو ایک مہم پر روانہ کیا اور آپ کے ہمراہ اسی مہاجرین بھیجے جن میں انصار کا کوئی آدمی شریک نہ تھا۔ حضور ﷺ نے ان کے لئے ایک خط لکھا اور انہیں حکم دیا کہ اسے کھول کر نہ دیکھنا یہاں تک کہ دو دن سفر کر چکو پھر اس خط کو کھول کر پڑھنا اور اس میں دیے گئے حکم کے مطابق عمل کرنا اور اپنے کسی ساتھی کو اپنے ساتھ چلنے پر مجبور نہ کرنا۔

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ تحریر محمد رسول اللہ ﷺ سے بنی ضمرہ کی طرف ہے۔ ان کے اموال اور جانیں محفوظ ہیں، جو شخص ان پر حملہ آور ہو اس کے مقابلے میں ان کے لئے اس وقت تک مدد ہے جب تک سمندر اون کے ٹکڑے کو تر کرتا رہے گا بجز اس کے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دین کے بارے میں جنگ کریں اور جب نبی کریم ﷺ انہیں اپنی مدد کے لئے بلائیں گے تو وہ آپ کی دعوت پر لبیک کہیں گے۔ ان پر اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذمہ اور اس کے پیارے رسول کا ذمہ ہے اور یہ مدد ان لوگوں کی خاطر ہے جنہوں نے ان میں سے اطاعت کی اور تقویٰ اختیار کیا''۔

سریہ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ

لفظ مناولہ کے ساتھ روایت کی صحت

حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ وہ شخص ہیں جن کے اللہ تعالیٰ کی محبت کے جرم میں ناک اور کان کاٹے گئے۔ ان کا واقعہ غزوۂ احد میں آئے گا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب العلم میں لفظ

حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے رفقاء مہاجرین کے قبیلہ بنی عبد شمس بن عبد مناف سے یہ تھے: حضرت ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس اور ان کے حلفاء سے حضرت عبداللہ بن جحش، یہ امیر لشکر تھے۔ حضرت عکاشہ بن محصن بن حرثان، یہ بنی اسد بن خزیمہ سے ان کے حلیف تھے، بنی نوفل بن عبد مناف سے حضرت عتبہ بن غزوان بن جابر۔ یہ ان کے حلیف تھے، بنی زہرہ بن کلاب سے حضرت سعد بن ابی وقاص، بنی عدی بن کعب سے حضرت عامر بن ربیعہ، یہ بنی عنز بن وائل سے ان کے حلیف تھے، حضرت واقد بن عبداللہ بن عبد مناف بن عرین بن ثعلبہ بن یربوع۔ یہ بنی تمیم سے ان کے حلیف تھے، حضرت خالد بن بکیر۔ یہ بنی سعد بن لیث سے ان کے حلیف تھے اور بنی حارث بن فہر سے حضرت سہل بن بیضاء۔

چنانچہ جب حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے دو دن سفر کرنے کے بعد وہ حکم نامہ کھول کر پڑھا تو اس میں یہ تحریر تھا کہ "جب تم میرے اس خط کو کھول کر دیکھو تو اپنا سفر جاری رکھو یہاں تک کہ جب مکہ اور طائف کے درمیان بطن نخلہ میں پہنچ جاؤ تو وہاں قریش کا انتظار کرنا اور ان کے حالات سے ہمیں آگاہ کرنا"۔ جب حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ وہ گرامی نامہ پڑھ چکے تو عرض کی میں بسر وچشم حاضر ہوں پھر اپنے رفقاء سے کہا: رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں نخلہ کی طرف جاؤں اور وہاں قریش کا انتظار کروں تا کہ میں حضور کو ان کے حالات

مناولہ کے ساتھ روایت کی صحت پر استدلال کرتے ہوئے یہ عنوان لکھا ہے: صحۃ الروایۃ بالمناولۃ۔ کیونکہ اس حدیث میں ہے کہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاوَلَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ جَحْشٍ كِتَابَهُ۔ یعنی رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن جحش کو اپنا گرامی نامہ عطا فرمایا۔ آپ نے اسے دو روز بعد کھولا اور اس میں تحریر شدہ حکم کے مطابق عمل کیا۔ اسی طرح جب کوئی عالم اپنے شاگرد کو کوئی کتاب عطا کرے تو اس کے لئے اس کتاب میں موجود روایت کو آگے روایت کرنا جائز ہے۔ یہ صحیح استدلال ہے مگر آج کل لوگوں نے مناولہ کو ایک اور صورت پر محمول کر دیا ہے کہ طالب علم شیخ کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے: نَاوِلْنِیْ كُتُبَكَ "مجھے اپنی کتابیں عطا کرو"۔ شیخ اسے کتابیں عطا کرتا ہے اور اس کا سامان اپنے پاس روک لیتا ہے پھر طالب علم واپس چلا جاتا ہے اور کہتا ہے حَدَّثَنِیْ فُلَانٌ مُنَاوَلَةً۔ یعنی مجھے فلاں نے مناولہ کے طور پر یہ حدیث بتائی۔ یہ روایت اس طریقہ پر اس وقت تک صحیح نہیں ہوتی جب تک وہ اپنے ساتھ کتاب نہ لائے اور شیخ نے اسے یہ اجازت نہ دی ہو کہ وہ اس کتاب میں موجود روایات کو اس کی طرف سے روایت کر سکتا ہے۔ جن لوگوں نے مناولہ کی اس صورت کو

سے آگاہ کروں اور مجھے منع فرمایا ہے کہ میں تم میں سے کسی کو اپنے ساتھ چلنے پر مجبور کروں، اس لئے تم میں سے جو شہادت کا ارادہ رکھتا ہے اور اس کا مشتاق ہے وہ میرے ساتھ چلے اور جو یہ نہیں چاہتا وہ واپس لوٹ جائے لیکن میں رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق جا رہا ہوں۔ چنانچہ آپ چلے اور آپ کے ساتھ آپ کے رفقاء بھی چل دیے اور ان میں سے کوئی بھی پیچھے نہ رہا۔

آپ وادیٔ حجاز سے گزرتے ہوئے معدن کے مقام پر پہنچے جو فرع کے اوپر ہے جسے بحران کہا جاتا ہے۔ وہاں حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عتبہ بن غزوان کا ایک اونٹ گم ہو گیا جسے وہ اپنے پیچھے لا رہے تھے۔ دونوں حضرات اسے تلاش کرنے کے لئے پیچھے رہ گئے۔ حضرت عبداللہ بن جحش اور آپ کے دوسرے رفقاء نے سفر جاری رکھا یہاں تک کہ وادیٔ نخلہ میں پہنچ گئے۔ وہاں سے قریش کے ایک قافلہ کا گزر ہوا جو کشمش، چمڑا اور قریش کا سامان تجارت اٹھائے جا رہا تھا۔ اس قافلہ میں عمرو بن حضرمی بھی شامل تھا۔

حضرمی کے نسب میں اختلاف

علامہ ابن ہشام فرماتے ہیں: حضرمی کا نام عمرو بن عباد ہے اور اسے مالک بن عباد بھی کہا جاتا ہے۔ یہ قبیلہ صدف کا ایک فرد ہے اور صدف کا نام عمرو بن مالک ہے جو قبیلہ سکون بن اشرس

درست کہا ہے جو ہم نے ذکر کی ہے ان میں سے ایک حضرت مالک بن انس ہیں۔ ان سے حضرت اسماعیل بن صالح نے روایت کیا انہوں نے اپنے شاگردوں کے لئے کچھ بندھی ہوئی کتابیں نکالیں اور فرمایا: یہ میری وہ کتب ہیں جن کی میں نے تصحیح کی۔ پھر انہیں کہا: تم انہیں مجھ سے روایت کرو۔ حضرت اسماعیل بن صالح نے ان سے عرض کی کیا ہم یہ کہہ سکتے ہیں: حَدَّثَنَا مَالِکٌ؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ حضرت اسماعیل کے اس قصہ کو دار قطنی نے کتاب رواۃ مالک رحمۃ اللہ علیہ میں روایت کیا ہے۔

حضرمی کی اولاد

حضرت ابن اسحاق نے عمرو بن حضرمی کا ذکر کیا ہے۔ یہ تین افراد تھے۔ عمرو، عامر اور علاء۔ علاء جلیل القدر صحابہ میں سے ہیں اور ان کی بہن صعبہ حضرت طلحہ بن عبید اللہ کی والدہ ہے۔ وہ ان کے باپ سے پہلے ابوسفیان بن حرب کے ہاں تھی۔ جب ابوسفیان نے اسے جدا کیا تو اس کے بارے میں یہ شعر کہے:

بن کندہ کا ایک فرد ہے اور اسے کندی بھی کہا جاتا ہے۔

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں: نیز عثمان بن عبد اللہ بن مغیرہ مخزومی اور اس کا بھائی نوفل بن عبداللہ مخزومی اور حکم بن کیسان جو کہ ہشام بن مغیرہ کا آزاد غلام تھا، بھی اس قافلہ میں شامل تھے۔

جب انہوں نے مسلمانوں کو دیکھا تو وہ سہم گئے۔ انہوں نے ان کے قریب ہی پڑاؤ کیا تھا۔ حضرت عکاشہ بن محصن ان کے سامنے ظاہر ہوئے۔ انہوں نے اپنا سر منڈوایا ہوا تھا۔ جب قریش نے آپ کو دیکھا تو انہیں تسلی ہوگئی۔ کہنے لگے کہ یہ لوگ عمرہ ادا کرنے جا رہے ہیں۔ ان کی طرف سے تمہیں کوئی خطرہ نہیں۔ ان کے بارے میں مسلمان مشورہ کرنے لگے۔ یہ ماہِ رجب کا آخری دن تھا۔ مسلمانوں نے کہا: بخدا آج رات تم اگر انہیں چھوڑ دیتے ہو تو یہ لوگ حدودِ حرم میں داخل ہو جائیں گے اور تم انہیں کچھ نہیں کہہ سکو گے اور اگر آج تم انہیں قتل کرتے ہو تو تم انہیں شہر حرام میں قتل کرو گے۔ چنانچہ مسلمان ان کے بارے میں متردد ہوئے اور ان پر حملہ کرنے سے گریز کرنے لگے لیکن پھر انہوں نے ایک دوسرے کی حوصلہ افزائی کی اور یہ فیصلہ کیا کہ ان میں سے جو ہاتھ لگے قتل کر دیا جائے اور اس کا مال چھین لیا جائے۔ واقد بن عبداللہ تمیمی نے عمرو بن حضرمی کو تاک کر تیر مارا جس نے اس کا کام تمام کر دیا اور عثمان بن عبداللہ اور حکم بن کیسان کو گرفتار کر لیا۔ نوفل بن عبداللہ ان کا ساتھ چھوڑ کر بھاگ گیا۔ حضرت عبداللہ بن جحش اور آپ کے ساتھی اونٹ اور دو قیدیوں کو لے کر مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں پہنچ گئے۔

وَ اِنِّیْ وَ صَعْبَةَ فِیْمَا نَرٰی بَعِیْدَانِ وَالْوُدُّ وُدٌّ قَرِیْبُ

جو کچھ ہم دیکھ رہے ہیں ان حالات میں میں اور صعبہ ایک دوسرے سے دور ہیں لیکن ہماری محبت ایک دوسرے کے قریب ہے۔

فَاِنْ لَّا یَکُنْ نَسَبٌ ثَاقِبٌ فَعِنْدَ الْفَتَاةِ جَمَالٌ وَّ طِیْبُ

اگر مشہور و معروف نسب نہیں ہے تو (کیا ہوا) اس لڑکی کے پاس حسن و جمال اور خوش دلی تو موجود ہے۔

فَیَالَ قُصَیٍّ اَلَا تَعْجَبُوْنَ اِلَی الْوَبْرِ صَارَ الْغَزَالَ الرَّبِیْبُ

پس اے آل قصی! کیا تم مولے پر متعجب نہیں ہوتے کہ اس کا سوتیلا بچہ ہرن کا بچہ بن گیا ہے۔

بنی حضرمی کے نسب میں اضطراب ہے۔ ایک قول وہی کیا گیا ہے جو ابن اسحاق کا قول ہے

حضرت عبداللہ بن جحش کی اولاد میں سے کسی نے ذکر کیا کہ حضرت عبداللہ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا بے شک جو مالِ غنیمت ہم نے حاصل کیا ہے اس کا خمس رسول اللہ ﷺ کے لئے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مالِ غنیمت میں سے خمس فرض فرمایا ہے۔ چنانچہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے لئے اونٹوں کا خمس علیحدہ کیا اور باقی سارے کا سارا مالِ غنیمت صحابہ کرام میں تقسیم فرما دیا۔

شہرِ حرام میں جنگ کرنے پر حضور ﷺ کا اظہارِ ناپسندیدگی

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں: جب مسلمان مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو حضور ﷺ نے فرمایا: "مَا اَمَرْتُكُمْ بِقِتَالٍ فِي الشَّهْرِ الْحَرَامِ"۔ "میں نے تمہیں یہ حکم تو نہیں دیا تھا کہ تم حرمت والے مہینے میں جنگ کرنے لگو"۔ حضور ﷺ نے اونٹوں اور دونوں قیدیوں کو ٹھہرا دیا اور ان میں سے کوئی چیز لینے سے انکار کر دیا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی تو مسلمان سخت پشیمان ہوئے اور خیال کرنے لگے کہ وہ برباد ہو گئے۔ ان کے دیگر مسلمان بھائیوں نے انہیں اس اقدام پر سختی سے جھڑکا۔ ادھر قریش کہنے لگے کہ دیکھو محمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) اور ان کے اصحاب نے حرمت والے مہینے کی حرمت کو پامال کر دیا ہے، اس میں خونریزی کی ہے، مالِ غنیمت لوٹا ہے اور لوگوں کو گرفتار کیا ہے۔ مکہ میں موجود مسلمانوں میں سے جو بھی ان کے پاس آتا وہ یہ کہتا کہ انہوں نے جو کچھ کیا ہے ماہِ شعبان میں کیا ہے۔

یہودیوں نے اس واقعہ سے رسول اللہ ﷺ کے خلاف فالِ بد نکالی۔ وہ کہنے لگے کہ عمرو بن حضرمی کو واقد بن عبداللہ نے قتل کیا ہے اور عمرو کا مطلب ہے عَمَرَتِ الْحَرْبُ یعنی میدان کارزار برپا ہو گیا۔ حضرمی کا مطلب ہے حَضَرَتِ الْحَرْبُ یعنی جنگ کا موقع آ گیا اور واقد بن

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ عبداللہ بن عماد بن ربیعہ ہے اور ابن عیاد اور ابن عباد بھی کہا گیا ہے لیکن جو کچھ حضرت ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے وہ زیادہ صحیح ہے۔ ان کا تعلق صدف سے ہے۔ اسے دال کے کسرہ کے ساتھ صدف بھی کہا جاتا ہے۔ یہ ابن درید کا قول ہے اور صدف مالک بن مرتع بن ثور ہے اور وہ کندہ ہے اور کندہ کے نام اور اس کے معنی کے متعلق جو کچھ کہا گیا ہے اسے ہم نے اس سے پہلے مبحث میں ذکر کر دیا ہے اور صدف کے بارے میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ ابن سہال بن دعمی بن زیاد بن حضر موت ہے اور حضر موت کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ احمیر بن سبا کی اولاد سے ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ قحطان بن عابر کا بیٹا ہے۔ واللہ اعلم

عبداللہ کا مطلب ہے وَقَدَتِ الْحَرْبُ یعنی جنگ کی آگ بھڑک اٹھی لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی نکالی ہوئی اس فال کو ان کے حق میں کرنے کے بجائے ان کے خلاف بنا دیا۔

حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے اس اقدام کے متعلق قرآنِ کریم کا نزول

جب حضرت عبداللہ کے اس اقدام کے خلاف لوگوں کی تعداد کثیر ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول ﷺ پر یہ آیات نازل فرمائیں:

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ؕ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ؕ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌۢ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۗ وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ؕ وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا ؕ (البقرۃ:217)

''وہ پوچھتے ہیں آپ سے کہ ماہِ حرام میں جنگ کرنے کا حکم کیا ہے؟ آپ فرمائیے کہ لڑائی کرنا اس میں بڑا گناہ ہے لیکن روک دینا اللہ کی راہ سے اور کفر کرنا اس کے ساتھ اور (روک دینا) مسجد حرام سے اور نکال دینا اس میں بسنے والوں کو اس سے بھی بڑے گناہ ہیں اللہ کے نزدیک[1] اور فتنہ (وفساد) قتل سے بھی بڑا گناہ ہے[2] اور ہمیشہ لڑتے رہیں گے تم سے یہاں تک کہ پھیر دیں تمہیں تمہارے دین سے اگر بن پڑے[3]

ا۔ یعنی اگر تم نے حرمت والے مہینے میں جنگ کی ہے تو انہوں نے بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ

اشہر حرام میں تحریم جنگ کی حکمت

علامہ ابن اسحاق نے شہر حرام اور اس میں جنگ کرنے والے صحابہ کا ذکر کیا ہے اور یہ بیان کیا ہے کہ جو انہوں نے اس ماہ میں خونریزی کی اس پر وہ سخت پشیمان ہوئے۔ اس کی حکمت یہ تھی کہ حرمت والے مہینوں میں جنگ کی تحریم ایک ایسا حکم تھا جس پر حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کے دور سے عمل چلا آرہا تھا اور یہ حکم اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ اشیاء سے تھا اور ان اشیاء میں سے تھا جن کا حکم اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ کی مصلحت کے لئے دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ (المائدۃ:97) ترجمہ: ''بنایا ہے اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو جو عزت والا گھر ہے بقا کا باعث لوگوں کے لئے نیز حرمت والے مہینوں کو''۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ میں موجود اپنی اولاد کے لئے دعا مانگی تھی جبکہ وہ ایک ایسی وادی میں تھے جس میں کوئی کھیتی باڑی نہ تھی کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں کو شوق و محبت سے ان کی طرف مائل کر دے۔ پس لوگوں پر حج بیت

کفر کرنے کے ساتھ ساتھ تمہیں اس کی راہ سے اور مسجد حرام سے روک دیا تھا اور ان کا تمہیں مسجد حرام سے نکالنا حالانکہ تم اس میں بسنے والے ہو، اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان لوگوں کے قتل سے بڑا گناہ ہے جنہیں ان میں سے تم نے قتل کیا۔

۲۔ یعنی وہ ہر مسلمان کو اس کے دین کے بارے میں فتنہ میں مبتلا کرتے تھے تاکہ اسے ایمان لانے کے بعد پھر کفر کی طرف لوٹا دیں، ان کا یہ اقدام اللہ تعالیٰ کے نزدیک قتل سے بھی بڑا گناہ ہے۔

۳۔ یعنی پھر ان کی حالت یہ ہے کہ وہ اس سے بھی خبیث تر اور عظیم تر گناہ پر ڈٹے ہوئے ہیں، نہ اس سے توبہ کرتے ہیں اور نہ اس سے باز آتے ہیں۔

جب قرآن کریم میں یہ حکم نازل ہوا اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے اس خوف کو دور فرما دیا جس میں وہ مبتلا تھے تو رسول اللہ ﷺ نے وہ اونٹ اور دونوں قیدی اپنے قبضہ میں لے لیے۔

قریش نے عثمان بن عبداللہ اور حکم بن کیسان کا فدیہ ادا کرنے کے لئے زرفدیہ دے کر اپنے آدمی بھیجے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہم تمہارا فدیہ قبول نہیں کریں گے یہاں تک کہ ہمارے دونوں ساتھی یعنی حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عتبہ بن غزوان پہنچ جائیں۔ ہمیں ان کے بارے میں تمہاری طرف سے خطرہ ہے۔ اگر تم نے ان دونوں کو قتل کر دیا تو ہم تمہارے ان دونوں ساتھیوں کو تہ تیغ کر دیں گے۔ چنانچہ جب حضرت سعد اور حضرت عتبہ واپس آ گئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان دو قیدیوں کا فدیہ قبول کر لیا۔

حکم بن کیسان نے تو اسلام قبول کر لیا اور احکام شرعی کو حسن و خوبی کے ساتھ انجام دیتے رہے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں ہی ٹھہر گئے یہاں تک کہ بئر معونہ کے حادثہ کے دن آپ نے جام شہادت نوش کیا۔ لیکن عثمان بن عبداللہ مکہ واپس آ گیا اور حالت کفر میں ہی اس

اللہ کی فرضیت اہل مکہ کی مصلحت اور ان کی معیشت کی بقا کا باعث بنی پھر اللہ تعالیٰ نے چار مہینوں کو حرمت والا بنا دیا۔ ان میں سے تین مسلسل تھے اور ایک اکیلا اور وہ رجب ہے۔ مسلسل تین مہینوں کو اس لئے حرمت والا بنایا تاکہ مکہ مکرمہ میں آنے والے اور واپس جانے والے حاجی حج کے مہینہ سے ایک ماہ پہلے بھی اور ایک ماہ بعد بھی اتنی مدت تک امن میں رہیں جتنی مدت تک ایک قافلہ عرب شریف کے آخری شہر تک پہنچ کر واپس آ سکے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت تھی اور رجب کی حرمت عمرہ ادا کرنے والوں کے لئے تھی تاکہ عمرہ کی ادائیگی کے لئے آنے جانے والے امن میں رہیں۔ نصف ماہ آنے کے لئے

کو موت آئی۔

نزولِ قرآن کے بعد حضرت عبداللہ بن جحش اور ان کے ساتھیوں کی وہ پریشانی دور ہو گئی جس میں وہ مبتلا تھے تو ان کے دلوں میں اجر کی خواہش پیدا ہوئی۔ انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ کیا ہم یہ امید رکھ سکتے ہیں کہ ہماری یہ کوشش جہاد شمار ہو جس پر مجاہدین کو اجر دیا جائے؟ تو اس وقت اللہ تعالیٰ عزوجل نے ان کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ یَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۲۱۸﴾ (البقرہ)

''بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور جہاد کیا اللہ کی راہ میں (تو) یہی لوگ امید رکھتے ہیں اللہ کی رحمت کی اور اللہ بڑا بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے''۔

اس طرح اللہ تعالیٰ عزوجل نے انہیں اس کوشش پر بہت بڑے اجر کا امیدوار بنا دیا۔

اس بارے میں حدیث زہری اور یزید بن رومان عن عروہ بن زبیر سے مروی ہے۔

علامہ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت عبداللہ بن جحش کی بعض اولاد نے ذکر کیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے مالِ غنیمت کو حلال فرمایا تو اس کی اس طرح تقسیم فرمائی کہ چار خمس ان مجاہدین کو دیئے جنہیں اللہ تعالیٰ نے مالِ غنیمت عطا فرمایا اور ایک خمس اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف لوٹا دیا۔ چنانچہ ان اونٹوں کی تقسیم اسی طرح ہوئی جیسے حضرت عبداللہ بن جحش نے تقسیم فرمائی تھی۔

علامہ ابن ہشام فرماتے ہیں: یہ پہلا مالِ غنیمت تھا جو مسلمانوں کو حاصل ہوا اور عمرو بن حضرمی پہلا شخص تھا جسے مسلمانوں نے قتل کیا اور عثمان بن عبداللہ اور حکم بن کیسان وہ پہلے افراد تھے جنہیں مسلمانوں نے قیدی بنایا۔

اور نصف ماہ واپس جانے کے لئے کیونکہ عرب کے دور دراز شہروں سے لوگ عمرہ ادا کرنے کے لئے نہیں آتے جس طرح حج ادا کرنے کے لئے آتے ہیں۔ دیکھئے ہم بھی بلادِ مغرب سے صرف عمرہ ادا کرنے کے لئے نہیں آتے بلکہ جب ہم عمرہ کا ارادہ کرتے ہیں تو وہ حج کے ساتھ ہی ہوتا ہے اور عمرہ ادا کرنے والوں کی سب سے دور منزل پندرہ دن کی مسافت پر ہے اور ان کے پاس غذائی اموال اپنے موسموں پر آتے تھے اور سارا سال ان سے عرب کے بھیڑیئے اور ڈاکو دور رہتے اور رجب میں عمرہ کے لئے سفر کرنے والوں کو امان مل جاتی۔ یہ اہلِ عرب کے لئے مصلحت تھی اور ان پر اللہ تعالیٰ کی نظرِ رحمت

اس سریہ کے بارے میں کہے گئے اشعار

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں سریہ عبداللہ بن جحش کے بارے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار کہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن جحش نے خود یہ اشعار اس وقت کہے جب قریش نے یہ کہا کہ محمد (ﷺ) اور ان کے اصحاب نے حرمت والے مہینے کو حلال کر دیا ہے، اس میں خونریزی کی ہے، مال غنیمت لوٹا ہے اور لوگوں کو گرفتار کیا ہے۔ علامہ ابن ہشام فرماتے ہیں: یہ اشعار عبداللہ بن جحش کے ہی ہیں:

تَعُدُّوْنَ قَتْلًا فِي الْحَرَامِ عَظِيْمَةً ۔۔۔ وَ اَعْظَمُ مِنْهُ لَوْ يَرَى الرُّشْدَ رَاشِدُ

تم ماہ حرام میں قتل کو بڑا گناہ شمار کر رہے ہو حالانکہ اگر کوئی ہدایت یافتہ راہ ہدایت کو دیکھے تو اس سے بھی بڑے گناہ یہ ہیں:

صُدُوْدُكُمْ عَمَّا يَقُوْلُ مُحَمَّدٌ ۔۔۔ وَ كُفْرٌ بِهٖ وَاللّٰهُ رَاءٍ وَّ شَاهِدُ

محمد (ﷺ) کے ارشادات سے تمہاری مخالفت اور آپ سے کفر، اللہ تعالیٰ یہ سب کچھ دیکھ رہا ہے اور اس کا گواہ ہے۔

وَ اِخْرَاجُكُمْ مِّنْ مَّسْجِدِ اللّٰهِ اَهْلَهٗ ۔۔۔ لِئَلَّا يُرٰى لِلّٰهِ فِي الْبَيْتِ سَاجِدُ

اور تمہارا اللہ کی مسجد سے اس میں بسنے والوں کو نکال دینا تاکہ بیت اللہ میں اللہ تعالیٰ کے حضور کوئی سجدہ کرنے والا نظر نہ آئے۔

فَاِنَّا وَ اِنْ عَيَّرْتُمُوْنَا بِقَتْلِهٖ ۔۔۔ وَ اَرْجَفَ بِالْاِسْلَامِ بَاغٍ وَّ حَاسِدُ

اگرچہ تم نے ہمیں قتل کی عار دلائی اور سرکش اور حسد کرنے والوں نے اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ کیا۔

تھی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے تدبیر فرمائی اور طریقہ حج کو ملت ابراہیمی پر قائم رکھا اور اس میں تبدیلی نہ آنے دی یہاں تک کہ اسلام کا نور چمکا اور ابتدائے اسلام میں ماہِ رجب میں جنگ کی حرمت کا حکم بدستور قائم رہا۔ پھر آیت سیف نے اسے مباح کر دیا لیکن اشہر حرام کی حرمت بدستور باقی رہی، منسوخ نہ ہوئی۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا: مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ (التوبۃ:36)

ترجمہ: ”ان میں سے چار عزت والے ہیں، یہی دین قیم ہے، پس نہ ظلم کرو ان مہینوں میں اپنے آپ پر“۔

سَقَيْنَا مِنَ ابْنِ الْحَضْرَمِيِّ رِمَاحَنَا بِنَخْلَةَ لَمَّا أَوْقَدَ الْحَرْبَ وَاقِدُ

لیکن ہم نے وادیٔ نخلہ میں ابن حضرمی کے خون سے اپنے نیزوں کو سیراب کیا جب واقد نے جنگ کی آگ بھڑکائی۔

دَمًا وَابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عُثْمَانُ بَيْنَنَا يُنَازِعُهُ غُلٌّ مِّنَ الْقِدِّ عَانِدُ

عثمان بن عبداللہ ہمارے پاس ہے، تسمے کے خون آلود طوق نے اسے جکڑ رکھا ہے۔

تحویل قبلہ جانب کعبہ

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں: کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی مدینہ طیبہ میں تشریف آوری کے اٹھارہ ماہ بعد شعبان میں قبلہ تبدیل کیا گیا۔

پس ان مہینوں کی حرمت کی تعظیم باقی ہے۔ اگرچہ ان میں جنگ کو مباح کر دیا گیا ہے۔ اور حضرت عطاء سے مروی ہے کہ ان مہینوں میں جنگ کی حرمت کا حکم باقی ہے منسوخ نہیں ہوا۔ باب نسب النبی ﷺ میں سعد رجب کا ذکر ہو چکا ہے۔ لوگوں کے بیان کے مطابق یہ وہ پہلا شخص ہے جس نے عربوں میں یہ سنت قائم کی۔

غزوۂ بدر الکبریٰ

ابوسفیان کا قافلہ

علامہ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: پھر رسول اللہ ﷺ کو اطلاع ملی کہ ابوسفیان بن حرب قریش کے ایک بہت بڑے قافلہ کے ساتھ شام سے واپس آ رہا ہے جس میں قریش کے اموال اور سامانِ تجارت ہے۔ اس قافلہ میں قریش کے تیس یا چالیس افراد تھے جن میں مخرمہ بن نوفل بن اہیب بن عبد مناف بن زہرہ اور عمرو بن عاص بن وائل بن ہشام بھی شامل تھے۔ ابن ہشام فرماتے ہیں: عمرو بن عاص بن وائل بن ہاشم بھی کہا جاتا ہے۔

مسلمانوں کو قافلہ کے تعاقب کی دعوت اور ابوسفیان کا خوف

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں: محمد بن مسلم زہری، عاصم بن عمر بن قتادہ، عبداللہ بن ابی بکر اور یزید بن رومان نے حضرت عروہ بن زبیر سے روایت کیا اور ہمارے دیگر علماء نے حضرت ابن

غزوۂ بدر

بدر ایک کنویں کا نام ہے جسے قبیلہ غفار کی شاخ بنی النار کے ایک بدر نامی آدمی نے کھودا تھا۔ ہم نے اس کتاب میں اس شخص کا قول ذکر کر دیا ہے جس نے کہا کہ وہ بدر بن قریش بن یخلد تھا۔ جس سے قبیلہ قریش کو قریش کا نام دیا گیا اور یونس نے ابن ابی زکریا سے اور انہوں نے شعبی سے روایت کیا ہے کہ بدر اس شخص کا نام ہے جو اس کنویں کا مالک تھا۔

اطلاعات کا حصول

فصل: حضرت ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ ابوسفیان جب وادیٔ حجاز کے قریب آتا تو اطلاعات حاصل کرنے کی کوشش کرتا (کَانَ یَتَحَسَّسُ الْاَخْبَارَ) تحسس جب حاء کے ساتھ ہو تو اس کا معنی ہوتا ہے بذاتِ خود اطلاعات حاصل کرنے کی کوشش کرنا اور جب جیم کے ساتھ تجسس ہو تو اس کا معنی ہوتا ہے دوسرے لوگوں کی مدد کے ساتھ اخبار کی چھان بین کرنا۔ حدیث شریف میں ہے: لَا تَجَسَّسُوْا وَ لَا تَحَسَّسُوْا۔ (صحیح بخاری 24/1، صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ: 28، مسند احمد 287/2) یعنی ”نہ دوسرے لوگوں کی مدد سے خبریں حاصل کرنے کی کوشش کرو اور نہ خود مطلع ہونے کی کوشش کرو“۔

عباس سے روایت کیا، ان سب نے مجھے اس واقعہ کا کچھ کچھ حصہ بیان کیا ہے اس لئے میں نے جو واقعہ بدر بیان کیا ہے یہ ان سب کے بیان کا مجموعہ ہے۔ ان کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کو اطلاع ملی کہ ابوسفیان شام سے واپس آ رہا ہے تو حضور ﷺ نے مسلمانوں کو دعوت دی کہ اس قافلہ کے تعاقب کے لئے نکلیں اور فرمایا: هٰذِهٖ عِيرُ قُرَيْشٍ فِيهَا اَمْوَالُهُمْ فَاخْرُجُوْا اِلَيْهَا لَعَلَّ اللّٰهَ يُنَفِّلُكُمُوْهَا۔ ''یعنی یہ ہے قریش کا قافلہ جس میں ان کے اموال ہیں، اس کے تعاقب کے لئے نکلو، شاید اللہ تعالیٰ ان کے اموال ہمیں مرحمت فرما دے''۔ چنانچہ چند حضرات اس کے تعاقب میں نکل پڑے اور کچھ پیچھے رہ گئے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ انہیں یہ گمان بھی نہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ کو کسی جنگ کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ابوسفیان جب وادیٔ حجاز کے قریب آتا تو ادھر ادھر سے خبریں معلوم کرنے کی کوشش کرتا تھا اور جو سوار اسے ملتا اس سے پوچھ گچھ کرتا کیونکہ اسے لوگوں کے معاملہ کی فکر لاحق ہوتی تھی یہاں تک کہ اسے کسی سوار کی طرف سے یہ خبر ملی کہ محمد (ﷺ) نے تیرے اور تیرے قافلہ کے تعاقب کے لئے اپنے صحابہ کو روانہ کر دیا ہے۔ چنانچہ اسے ازحد خوف لاحق ہوا۔ اس نے ضمضم بن عمرو غفاری کو اجرت پر لیا اور اسے مکہ کی طرف روانہ کیا اور اسے کہا کہ قریش کے پاس جائے اور انہیں اپنے اموال کی حفاظت پر برانگیختہ کرے اور انہیں اطلاع دے کہ محمد (ﷺ) اپنے صحابہ کے ہمراہ قافلہ پر حملہ کرنے کے لئے چل پڑے ہیں۔ چنانچہ ضمضم بن عمرو بڑی سرعت سے مکہ پہنچا۔

عاتکہ بنت عبدالمطلب کا خواب

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: ایک غیر متہم شخص نے حضرت ابن عباس سے اور یزید بن رومان نے حضرت عروہ بن زبیر سے روایت کیا۔ ان دونوں کا بیان ہے کہ ضمضم کے مکہ پہنچنے سے تین رات پہلے حضرت عبدالمطلب کی صاحبزادی عاتکہ نے ایک خواب دیکھا جس نے انہیں ہراساں کر دیا۔ انہوں نے اپنے بھائی حضرت عباس بن عبدالمطلب کو بلا بھیجا اور کہا: بھائی

عاتکہ کا خواب

علامہ ابن اسحاق نے عاتکہ کے خواب اور اس چیخنے والے شخص کا ذکر کیا ہے جو بلند آواز سے چیخ کر کہہ رہا تھا: يَا لَغُدُرٍ! اے دھوکا بازو! لفظ غدر اسی طرح غین اور دال کے ضمہ کے ساتھ ہے، یہ غدور کی جمع ہے۔ اس شخص کی روایت صحیح نہیں ہے جس نے اسے دال کے فتحہ اور راء کے کسرہ کے ساتھ يَا لَغَدَرِ روایت کیا ہے کیونکہ اس کے ساتھ واحد کو ندا نہیں دی جاتی اور نداء میں لام استغاثہ اس

جان! بخدا! میں نے آج رات ایک خواب دیکھا ہے جس نے مجھے حد درجہ خوف زدہ کر دیا ہے۔ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ آپ کی قوم پر کوئی آفت اور مصیبت نازل ہونے والی ہے۔ آپ اس راز کو محفوظ رکھیں جو میں آپ کو بتانے والی ہوں۔ انہوں نے پوچھا تم نے کیا دیکھا؟ انہوں نے کہا: میں نے دیکھا کہ ایک شتر سوار آیا اور ابطح وادی میں آ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر اس نے بلند آواز سے چیخ کر کہا: اَلَا انْفِرُوْا یَاآلَ غُدُرٍ لِمَصَارِعِکُمْ فِیْ ثَلَاثٍ۔ "اے دھوکا بازو! اپنی قتل گاہوں کی طرف تین دنوں کے اندر اندر دوڑ کر آؤ"۔ میں نے دیکھا کہ لوگ اس شتر سوار کے پاس جمع ہو گئے پھر وہ مسجد میں داخل ہوا۔ لوگ اس کے پیچھے پیچھے تھے۔ اس دوران کہ لوگ اس کے ارد گرد جمع تھے میں نے دیکھا کہ اس کا اونٹ کعبہ کی چھت پر کھڑا ہے پھر اس نے اسی طرح چیخ کر کہا: "اے دھوکا بازو! اپنی قتل گاہوں کی طرف تین دنوں کے اندر اندر دوڑ کر آؤ"۔ پھر میں نے اس کے اونٹ کو جبل ابی قبیس کی چوٹی پر کھڑا دیکھا۔ اس نے وہاں بھی وہی نعرہ لگایا پھر اس نے ایک چٹان پکڑی اور اسے لڑھکا دیا، وہ لڑھکتی ہوئی جب پہاڑ کے نیچے پہنچی تو پھٹ گئی اور مکہ کا کوئی ایسا مکان اور گھر نہ تھا جس میں اس چٹان کا کوئی ٹکڑا نہ گرا ہو۔ یہ خواب سن کر حضرت عباس نے کہا بخدا! یہ تو بڑا اہم خواب ہے، اس کو پوشیدہ رکھنا اور کسی کے سامنے اس کا ذکر نہ کرنا۔

خواب کا افشا اور ابو جہل اور حضرت عباس کے مابین گفتگو

پھر حضرت عباس وہاں سے نکلے تو ان کی ملاقات ولید بن عتبہ بن ربیعہ سے ہو گئی۔ یہ ان کا دوست تھا، انہوں نے اس خواب کا ذکر اس سے کیا اور اسے مخفی رکھنے کی تاکید کی۔ ولید نے اس کا ذکر اپنے باپ عتبہ سے کیا۔ اس طرح یہ راز مکہ میں افشا ہو گیا۔ یہاں تک کہ قریش کی مجلسوں میں بھی اس کا تذکرہ ہونے لگا۔

حضرت عباس کہتے ہیں: میں شام کو بیت اللہ شریف کا طواف کرنے کے لئے گیا تو وہاں ابو جہل کو دیکھا کہ قریش کی ایک مجلس میں بیٹھا ہے اور وہاں عاتکہ کے خواب کا تذکرہ ہو رہا ہے۔ جب ابو جہل نے مجھے دیکھا تو کہا: اے ابوالفضل! طواف سے فارغ ہو کر میرے پاس آنا۔

طرح کی بنا پر داخل نہیں ہوتا بلکہ وہ انہیں برانگیختہ کرنے کے لئے یَا لَغُدُرُ انْفِرُوْا کہہ رہا تھا یعنی اگر تم پیچھے رہے تو تم اپنی قوم کے غدار ہو گے اور لام استغاثہ کو فتحہ دیا گیا ہے کیونکہ منادی اسم ضمیر کے مقام پر واقع ہوا ہے۔ اسی وجہ سے یہ معنی ہے۔ جب اس پر لام استغاثہ داخل ہوا جو کہ لام جر ہے تو اسے فتحہ دیا گیا جس طرح لام جر کو فتحہ دیا جاتا ہے جب وہ اسمائے ضمیر پر داخل ہو۔ یہ ابن سراج کا قول ہے اور

چنانچہ جب میں طواف سے فارغ ہوا تو ان لوگوں کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ ابو جہل نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا: ''اے بنو عبد المطلب! تم میں یہ نبیہ کب پیدا ہوئی؟ میں نے کہا: تمہارا اس سے کیا مطلب ہے؟ اس نے کہا میرا مطلب وہ خواب ہے جو عاتکہ نے دیکھا ہے۔ میں نے کہا اس نے کیا دیکھا؟ اس نے کہا اے بنی عبد المطلب! کیا تم اس پر راضی نہ ہوئے کہ تم میں ایک نبی ظاہر ہوا حتی کہ اب تمہاری عورتوں نے نبوت کا دعویٰ کرنا شروع کر دیا ہے، عاتکہ نے اپنے خواب میں دعویٰ کیا ہے کہ اس شتر سوار نے کہا: تین دن کے اندر دوڑ کر نکلو۔ ہم تین دن انتظار کریں گے، اگر اس کی بات سچی ہوئی تو ایسا ہو جائے گا اور اگر تین دن گزر گئے اور ایسا نہ ہوا تو ہم تمہارے خلاف یہ بات لکھ دیں گے کہ ملک عرب میں تمہارا گھرانہ سب سے جھوٹا گھرانہ ہے۔ حضرت عباس کہتے ہیں: بخدا مجھے بے بس ہو کر اس خواب کو جھٹلانا پڑا اور میں نے اس بات کا انکار کر دیا کہ اس نے کوئی چیز دیکھی ہے۔ پھر ہم وہاں سے اٹھ کر چلے گئے۔

جب شام ہوئی تو بنی عبد المطلب کی کوئی خاتون ایسی نہ تھی جس نے مجھے آ کر یہ نہ کہا ہو کہ پہلے وہ خبیث فاسق تمہارے مردوں پر الزام تراشی کرتا رہا تو تم نے اسے برداشت کر لیا اب وہ تمہارے خاندان کی خواتین پر بہتان لگا رہا ہے اور تم خاموشی سے سن رہے ہو۔ تم میں اتنی غیرت بھی نہیں کہ اس کا منہ توڑ جواب دے سکو۔ میں نے کہا بخدا! میں نے ایسا کیا ہے، میرے نزدیک اس سے بڑھ کر کوئی جرم نہیں، اللہ کی قسم! میں ابھی اس کے پاس جاؤں گا، اگر اس نے پھر کوئی ایسی بات کہی تو میں اس کا کام تمام کرنے میں تمہاری طرف سے اس کے لئے کافی ہوں۔

فرماتے ہیں: عاتکہ کے خواب کے تیسرے روز میں صبح گھر سے نکلا اور میرا دل غصے کی وجہ سے لوہے کی طرح سخت تھا۔ مجھے یوں لگ رہا تھا گویا مجھ سے کوئی ایسا کام رہ گیا ہو جسے حاصل کرنا مجھے بہت محبوب ہو۔ چنانچہ جب میں مسجد شریف میں داخل ہوا تو مجھے، ابو جہل نظر آیا۔ قسم بخدا! میں اسے چھیڑنے کے لئے اس کی طرف بڑھ رہا تھا تا کہ وہ دوبارہ کوئی اس طرح کی بات

ابو سعید سیرافی نے اس کی ایک اور تعلیل کی ہے جسے طوالت کی وجہ سے ہم نے ذکر کرنا پسند نہیں کیا اور یَا لَغُدَر کی شرح میں مذکورہ قول کا دارومدار صرف شیخ کی روایت پر اور اس روایت پر ہے جو اس کی اصل میں مذکور ہے اور ابو عبیدہ نے مصنف میں کہا ہے: یَا غُدَر کا مطلب ہے یَا غَادِرُ اے دھوکہ باز! اور جب اس کی جمع بنائی جائے تو کہا جاتا ہے: یَا اٰلُ غُدَر۔ اس خبر میں یہی اصل ہے اور جو اس سے پہلے ذکر ہوا اس میں تغییر ہے۔ واللہ اعلم

کرے جیسی اس نے پہلے کی تھی اور میں اس کا کام تمام کر دوں۔ میں کیا دیکھتا ہوں کہ ابوجہل بھاگا ہوا مسجد کے دروازے کی طرف جا رہا ہے۔ اس وقت وہ ایک پھرتیلا، غضبناک چہرے، غضبناک زبان اور غضبناک آنکھوں والا شخص دکھائی دے رہا تھا۔ میں نے اپنے دل میں سوچا کہ اس پر اللہ تعالیٰ کی کتنی لعنت برس رہی ہے۔ کیا وہ اس خوف سے بھاگا جا رہا ہے کہ کہیں میں اسے برا بھلا نہ کہوں لیکن درحقیقت بات یہ تھی کہ اس نے ضمضم بن عمرو الغفاری کی چیخ سن لی تھی جو مجھے سنائی نہ دی۔ وہ وادی کے درمیان اپنے اونٹ پر سوار کھڑا ہوا چیخ رہا تھا۔ اس نے اپنے اونٹ کی ناک اور کان کاٹ دیے تھے، اپنے کجاوے کو الٹا کر دیا اور اپنی قمیص پھاڑ ڈالی تھی اور وہ یہ اعلان کر رہا تھا: "قافلہ، قافلہ (اپنے اس قافلہ کو بچاؤ) جس پر تمہارے اموال تجارت لدے ہوئے ہیں جو ابوسفیان کے ساتھ آ رہا ہے۔ اس پر حملہ کرنے کے لئے محمد (ﷺ) اور آپ کے صحابہ نے چڑھائی کر دی ہے۔ میرے گمان میں یہ نہیں کہ تم بروقت وہاں پہنچ جاؤ گے۔ فریاد پھر فریاد"۔ اس نئے حادثہ نے مجھے بھی اور اسے بھی اس قدر مشغول کر دیا کہ ہم اس پہلی بات پر توجہ نہ دے سکے۔

روانگی کے لئے قریش کی تیاری

چنانچہ لوگوں نے بڑی سرعت سے جنگ کی تیاری شروع کر دی۔ کفار کہنے لگے: کیا محمد (فداہ ابی وامی) اور اس کے صحابہ نے اس قافلہ کو ابن حضرمی والا قافلہ سمجھ رکھا ہے۔ ہرگز نہیں، بخدا! انہیں اس کی حقیقت اس کے برعکس معلوم ہو گی۔ تمام قریش کی حالت دو قسم کے آدمیوں کے درمیان تھی۔ ہر ایک یا تو خود جنگ میں شریک ہونے کے لئے روانہ ہو رہا تھا یا اپنے قائم مقام ایک جوان کو بھیج رہا تھا اور قریش سب کو جنگ میں حصہ لینے کے لئے مشتعل کر رہے تھے، حتیٰ کہ قریش کے رؤسا میں سے کوئی بھی پیچھے نہ رہا۔

مگر ابولہب بن عبدالمطلب پیچھے رہ گیا اور اپنی جگہ پر العاصی بن ہشام بن مغیرہ کو بھیجا۔ ابو

عاتکہ کے خواب میں ہے کہ پھر میں نے اس کے اونٹ کو جبل ابوقبیس پر کھڑا دیکھا۔ اس پہاڑ کو جبل ابوقبیس اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس پر بنی جرہم کا ایک شخص ہلاک ہوا جس کا نام قبیس بن شالخ تھا۔ اس کا ذکر عمرو بن مضاض کے واقعہ میں ہے۔ جس طرح جبل حنین جس میں قبیلہ حنین آباد ہے۔ اس کا نام حنین بن قالیہ بن مہلائیل کے نام پر ہے۔ میرا خیال ہے کہ وہ عمالیق سے تھا۔ البکری نے کتاب معجم ما استعجم میں اس کا ذکر کیا ہے۔

لہب نے اسے چار ہزار درہم سود پر دے رکھے تھے جو اس کے لئے عاصی کے ذمہ واجب الاداء تھے۔ وہ افلاس کی وجہ سے یہ قرض ادا نہیں کر سکتا تھا۔ ابولہب نے اس قرض کے بدلے اسے اجرت پر لیا کہ وہ اس کی طرف سے جنگ میں شریک ہو کر قرض کا بدلہ چکا دے۔ اس طرح اس نے عاصی کو بھیج دیا۔ وہ اس کی طرف سے روانہ ہو گیا اور ابولہب پیچھے ٹھہر گیا۔

عقبہ کی روانگی

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں: حضرت عبداللہ بن ابی نجیح کا بیان ہے کہ امیہ بن خلف نے جنگ میں شرکت نہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ وہ ایک معزز و محترم اور عظیم الجثہ معمر شخص تھا۔ وہ ایک روز اپنی قوم کے درمیان مسجد حرام میں بیٹھا ہوا تھا کہ اس کے پاس عقبہ بن ابی معیط آیا۔ وہ ایک چھوٹی انگیٹھی اپنے ہاتھ میں پکڑے ہوئے تھا جس میں کچھ آگ اور بخور رکھے تھے۔ اس نے اسے امیہ کے سامنے لا کر رکھ دیا اور کہا: اے ابوعلی! آپ دھونی لیں، آپ عورتوں میں سے ہیں۔ امیہ نے کہا: "اللہ تعالیٰ تیرا بھی بھلا نہ کرے اور اس کا بھی جو تو لایا ہے"۔ راوی فرماتے ہیں پھر عقبہ نے جنگ کی تیاری کی اور لوگوں کے ساتھ روانہ ہو گیا۔

قریش اور بنی کنانہ کے مابین جنگ

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں: جب لوگ اپنی تیاری سے فارغ ہوئے اور روانگی کا فیصلہ کر لیا تو انہیں اس جنگ کا خیال آیا جو ان کی بنی بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ کے ساتھ ہوئی تھی۔ کچھ لوگوں نے کہا: ہمیں اس بات کا خطرہ ہے کہ وہ ہم پر پیچھے سے حملہ نہ کر دیں۔ جیسا کہ بنی عامر بن لؤی کے ایک شخص کا بیان ہے اس نے محمد بن سعید بن مسیب سے روایت کیا ہے کہ قریش اور بنی بکر کے درمیان جو جنگ ہوئی وہ بنی معیص بن عامر بن لؤی کے ایک شخص حفص بن اخیف کے بارے میں تھی۔ وہ ضجنان کے مقام پر اپنا ایک گم شدہ جانور تلاش کرنے کے لئے نکلا۔ وہ ایک

اللیاط کا معنی

ابن اسحاق نے ابولہب کا واقعہ ذکر کیا ہے کہ اس نے اپنی جگہ پر عاصی بن ہشام کو جنگ میں شریک ہونے کے لئے بھیجا۔ وَ كَانَ لَاطَ لَهُ بِاَرْبَعَةِ الَافِ دِرْهَمٍ (اس نے اسے چار ہزار درہم سود پر دے رکھے تھے)۔ لاط کا معنی ہے سود پر قرض دینا۔ علامہ خطابی کی غریب الحدیث میں اللیاط کی تفسیر مذکور ہے اور وہ بنی ثقیف کی طرف لکھے گئے خط میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ارشاد ہے:

نوخیز لڑکا تھا جس کی پیشانی پر لمبے بال تھے۔ اس نے ایک خوبصورت لباس زیب تن کیا ہوا تھا۔ وہ ایک خوبصورت پاکیزہ نوجوان تھا۔ وہ عامر بن یزید بن عامر بن ملوح کے پاس سے گزرا جو بنی یعمر بن عوف بن کعب بن عامر بن لیث بن بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ کا ایک فرد تھا۔ وہ ضجنان کے مقام پر تھا۔ اس زمانہ میں وہ بنی بکر کا سردار تھا۔ اس نے اس لڑکے کو دیکھا اور اس پر فریفتہ ہو گیا۔ اس نے اس سے پوچھا: لڑکے! تم کون ہو؟ اس نے کہا: میں حفظ بن اخیف قرشی کا بیٹا ہوں۔ پھر جب وہ لڑکا چلا گیا تو عامر بن یزید نے کہا: اے بنی بکر! کیا تمہارا قریش میں کوئی خون ہے (جس کا بدلہ لینا باقی ہو)؟ انہوں نے کہا: ہاں قسم بخدا! ہم نے ان سے کئی خونوں کا بدلہ لینا ہے۔ اس نے کہا پھر تم میں کون شخص ہے جو اپنے کسی شخص کے بدلے اس لڑکے کو قتل کردے اور اپنے خون کا بدلہ لے لے؟ چنانچہ بنی بکر کے ایک شخص نے اس لڑکے کا تعاقب کیا اور اپنے اس خون کے بدلے اسے قتل کر دیا جو اس کا قریش کے ذمہ تھا۔ اس بارے میں قریش نے بات چیت کی تو عامر بن یزید نے کہا: اے گروہ قریش! ہمارے تمہارے ذمہ کئی خون کے بدلے ہیں تم کیا چاہتے ہو؟ اگر تم چاہو تو تم ہمارے وہ خون بہا ادا کر دو جو ہمارے تم پر ہیں اور ہم وہ خون بہا ادا کر دیتے ہیں جو تمہارے ہم پر ہیں اور اگر تم چاہو تو اس طرح خون کے بدلے چکا دیے جائیں کہ ایک آدمی کے بدلے ایک آدمی کو قتل کر دیا جائے۔ اس طرح تم اپنے خون کے بدلے پورے کر لو جو تمہارے ہم پر ہیں اور ہم اپنے خون کے بدلے پورے کر لیتے ہیں جو ہمارے تم پر ہیں۔ اس طرح قریش کے اس قبیلے کے نزدیک اس لڑکے کی قدر و منزلت کم ہو گئی اور وہ کہنے لگے: یہ بات درست ہے کہ آدمی کے بدلے آدمی کو قتل کر دیا جائے۔ انہوں نے اس لڑکے کا ذکر چھوڑ دیا اور اس کے خون بہا کا مطالبہ نہ کیا۔

راوی فرماتے ہیں: کچھ عرصہ بعد اس لڑکے کا بھائی مکرز بن حفص بن اخیف مرالظہر ان سے گزر رہا تھا۔ اس کی نگاہ عامر بن یزید بن عامر الملوح پر پڑی جو اپنے اونٹ پر سوار تھا۔ جب

وَ مَا كَانَ لَهُمْ مِنْ دَيْنٍ لَا دَهْنَ فِيهِ فَهُوَ لِيَاطٌ مُبَرَّأٌ مِنَ اللهِ۔ یعنی جو ان کا ایسا قرض ہو جس میں گروی نہ ہو تو وہ سود ہے اور اللہ تعالیٰ سے بے تعلق اور جدا ہے۔ ابو عبید کہتے ہیں کہ سود کو لیاط اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ بیع کے ساتھ چمٹا ہوا ہے حالانکہ وہ بیع نہیں اور بعض نے کہا ہے کہ سود کو لیاط کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ مقروض کے ساتھ چمٹ جاتا ہے جو اسے نہ ادا کر سکتا ہے اور نہ اسے معاف کیا جاتا ہے۔ اس لفظ کا اصل معنی لصوق (چمٹنا) ہے۔

اس نے اسے دیکھا تو اس کی طرف بڑھا یہاں تک کہ اپنے اونٹ کو بٹھا دیا۔ عامر اپنی تلوار گردن میں لٹکائے ہوئے تھا۔ مکرز نے اسی کی تلوار اس کی گردن سے اتار کر اسے قتل کر دیا۔ پھر اس نے وہ تلوار اس کے پیٹ میں گھونپ دی اور تلوار کی نوک پر اسے اٹھا کر گھر لے آیا اور رات کے وقت وہ تلوار غلافِ کعبہ کے ساتھ لٹکا دی۔ جب صبح ہوئی تو قریش نے عامر بن یزید بن عامر کی تلوار غلافِ کعبہ کے ساتھ لٹکی ہوئی دیکھی۔ انہوں نے اسے پہچان لیا اور کہا کہ یہ عامر بن یزید کی تلوار ہے، مکرز بن حفص نے اس پر حملہ کر کے اس کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ پس یہ ان کی بنی بکر کے ساتھ دشمنی تھی۔ وہ اسی جنگ میں مبتلا تھے کہ لوگوں کے درمیان اسلام کا نور چمک اٹھا اور وہ اس میں مشغول ہو گئے۔ یہاں تک کہ قریش نے بدر کی طرف روانہ ہونے کا فیصلہ کیا۔ اس موقع پر ان کے درمیان بنی بکر کی دشمنی کا ذکر چلا اور انہیں اس کی فکر لاحق ہوئی۔

مکرز بن حفص کے اشعار

مکرز بن حفص نے عامر کے قتل کے بارے میں یہ اشعار کہے:

لَمَّا رَأَیْتُ اَنَّہٗ ھُوَ عَامِرٌ تَذَکَّرْتُ اَشْلَاءَ الْحَبِیْبِ الْمُلَحَّبِ

جب میں نے دیکھا کہ یہ وہی عامر ہے تو مجھے اپنے اس محبوب کے کٹے ہوئے اعضاء یاد آ گئے جن کا گوشت لمبائی میں کاٹا گیا۔

المجمرۃ والالوۃ

حضرت ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ امیہ بن خلف نے جنگ میں حصہ نہ لینے کا فیصلہ کر لیا اور عقبہ بن ابی معیط اس کے پاس ایک مجمرہ (چھوٹی انگیٹھی) لے کر آیا جس میں آگ اور بخور تھا۔ اس نے کہا آپ دھونی لیں، آپ عورتوں میں سے ہیں۔ مجمرۃ وہ برتن ہے جس میں بخور رکھا جاتا ہے اور بخور کو مجمر کہا جاتا ہے۔ اہل جنت کی صفت کے بارے میں حدیث شریف میں ہے: مَجَامِرُھُمُ الْاَلُوَّۃُ (ان کے بخور اگر کی لکڑی کے ہوں گے)۔ یہ مجمر کی جمع ہے نہ کہ مجمرۃ کی اور الوۃ تر لکڑی کو کہتے ہیں۔ اس میں چار لغتیں ہیں: اَلُوَّۃٌ، اَلْوَۃٌ، لُوَّۃٌ بغیر الف کے اور لِیَّۃٌ۔ یہ ابو حنیفہ کا قول ہے۔

شرحِ اشعار مکرز

مکرز کا شعر ہے: تَذَکَّرْتُ اَشْلَاءَ الْحَبِیْبِ الْمُلَحَّبِ۔ اشلاء کا معنی ہے کٹے ہوئے اعضاء اور الملحب عربوں کے اس قول سے ماخوذ ہے: لَحَّبْتُ اللَّحْمَ یعنی میں نے گوشت کو لمبائی میں کاٹا۔

وَ قُلْتُ لِنَفْسِيْ اِنَّهٗ هُوَ عَامِرٌ　　فَلَا تَرْهَبِيْهِ وَانْظُرِيْ اَيَّ مَرْكَبِ

اور میں نے اپنے نفس سے کہا: بے شک یہ وہی عامر ہے، اس سے تو نہ ڈر اور دیکھ لے یہ کس قسم کی سواری ہے۔

وَ اَيْقَنْتُ اَنِّيْ اِنْ اُجَلِّلْهُ ضَرْبَةً　　مَتٰى مَا اُصِبْهُ بِالْفُرَافِرِ يَعْطَبِ

اور مجھے یقین ہو گیا کہ اگر میں اپنی تلوار اس پر برساتے وقت اسے کاری ضرب لگاؤں تو وہ ہلاک ہو جائے گا۔

خَفَضْتُ لَهٗ جَاْشِيْ وَ اَلْقَيْتُ كَلْكَلِيْ　　عَلٰى بَطَلٍ شَاكِي السِّلَاحِ مُجَرَّبِ

میں نے اس کے لئے اپنا دل کڑا کیا اور ہتھیاروں سے مسلح تجربہ کار سورما پر اپنا سینہ رکھ دیا۔

وَ لَمْ اَكُ لَمَّا الْتَفَّ رَوْعِيْ وَ رَوْعُهٗ　　عُصَارَةَ هُجْنٍ مِّنْ نِّسَاءٍ وَّ لَا اَبِ

اور جب میرا ہیجان قلب اور اس کا ہیجان قلب ایک دوسرے سے باہم لپٹے تو (ظاہر ہو گیا کہ) میں نہ عورتوں کی طرف سے دوغلے نطفے کا تھا اور نہ مردوں کی طرف سے۔

حَلَلْتُ بِهٖ وَتْرِيْ وَ لَمْ اَنْسَ ذَحْلَهٗ　　اِذَا مَا تَنَاسٰى ذَحْلَهٗ كُلُّ عَيْهَبِ

میں نے اس سے اپنا بدلہ لے لیا اور میں اپنے انتقام کو اس وقت نہیں بھولتا جب ہر عاجز اپنے انتقام کو بھول جائے۔

علامہ ابن ہشام فرماتے ہیں: دیگر مقامات پر فرافر کا معنی ہوتا ہے ایسا شخص جو بائیں ہاتھ سے اسی طرح کام کر سکتا ہو جیسے دائیں ہاتھ سے کرتا ہو اور یہاں اس کا معنی تلوار ہے اور عیہب بے عقل شخص کو کہتے ہیں اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کا معنی نر ہرن اور نر شتر مرغ ہے۔ خلیل کا کہنا ہے کہ عیہب اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنے خون کا بدلہ لینے سے عاجز ہو۔

اسے صاحب العین نے ذکر کیا ہے۔

مکرز کا ایک اور شعر ہے: مَتٰى مَا اُجَلِّلْهُ الْفُرَافِرَ يَعْطَبِ۔ ابن ہشام نے فرافر کی تفسیر میں کہا ہے کہ یہ کسی تلوار کا نام ہے اور میرے نزدیک یہ فَرْفَرَ اللَّحْمَ سے مشتق ہے جس کا معنی ہے گوشت کاٹنا۔ ابو عبید کا شعر ہے:

كَكَلْبِ طَسْمٍ وَ قَدْ تَرَبَّبَهٗ　　يَعُلُّهٗ بِالْحَلِيْبِ فِي الْغَلَسِ

طسم کے اس کتے کی طرح جسے دو کوہانوں والی اونٹنی نے اندھیرے میں دودھ کے ساتھ پالا ہو۔

شیطان اور قریش

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں: یزید بن ہارون نے حضرت عروہ بن زبیر سے روایت کیا ہے کہ جب قریش نے جنگ کے لئے روانگی کا فیصلہ کر لیا تو انہیں بنی بکر کی دشمنی یاد آئی۔ قریب تھا کہ انہیں یہ امر اس مہم پر جانے سے روک دیتا اچانک ابلیس ان کے سامنے سراقہ بن مالک بن جعشم المدلجی کی شکل میں ظاہر ہوا۔ سراقہ بنی کنانہ کے روٴساء میں سے تھا۔ اس نے انہیں کہا: ”میں تمہیں اس بات کی ضمانت دیتا ہوں کہ بنو کنانہ تمہارے پیچھے کوئی ایسی حرکت نہیں کریں گے جو تمہیں ناپسند ہو“۔ چنانچہ لشکر کفار بڑی سرعت سے روانہ ہو گیا۔

حضور ﷺ کی روانگی

علامہ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: رمضان المبارک کی کچھ راتیں گزر چکی تھیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ حضرت ابن ہشام فرماتے ہیں: حضور ﷺ پیر کے روز آٹھ رمضان المبارک کو روانہ ہوئے۔ حضور ﷺ نے حضرت عمرو بن ام مکتوم کو نماز پڑھانے کے لئے اپنا نائب مقرر فرمایا۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ کا نام عبداللہ بن ام مکتوم ہے۔ آپ قبیلہ بنی عامر بن لوی کے ایک فرد تھے۔ پھر حضور ﷺ نے روحاء کے مقام سے حضرت ابولبابہ کو مدینہ کا عامل بنا کر واپس بھیج دیا۔

ایک پرچم اور دو جھنڈے

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے حضرت مصعب بن عمیر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار کو پرچم ارزانی فرمایا۔ حضرت ابن ہشام فرماتے ہیں: وہ پرچم سفید رنگ کا تھا۔ حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کے آگے آگے دو اور سیاہ رنگ کے جھنڈے بھی تھے۔ ایک جھنڈا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔ اس جھنڈے کا

آنحی عَلَیْهِ یَوْمًا یُفَرْفِرُهٗ اِنْ یَلِغْ فِی الدِّمَاءِ یَنْتَهِسِ

ایک روز وہ اس پر جھک کر اس کا گوشت کاٹنے لگا، اگر وہ خون چاٹنے لگے تو اس کا گوشت بھی اس کے دانتوں میں آ جائے۔

اور ایک روایت میں یہ لفظ یُشَرْ شِرُہٗ ہے۔ عیہب بے عقل شخص کو کہتے ہیں اور نر جانور کو بھی عیہب کہا جاتا ہے۔

نام عقاب تھا اور دوسرا جھنڈا کسی انصاری کے پاس تھا۔

بدری مسلمانوں کے اونٹ

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں: اس روز اصحاب رسول اللہ ﷺ کے پاس ستر اونٹ تھے۔ مسلمان ان اونٹوں پر باری باری سوار ہوتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور حضرت مرثد بن ابی مرثد الغنوی رضی اللہ عنہ باری باری ایک اونٹ پر سوار ہوتے تھے اور حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن حارثہ اور رسول اللہ ﷺ کے دو آزاد کردہ غلام حضرت ابو کبشہ اور حضرت انسہ رضی اللہ عنہم باری باری ایک اونٹ پر سوار ہوتے تھے اور حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم باری باری ایک اونٹ پر سوار ہوتے تھے۔

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے لشکر کے ساقہ (آخری حصہ) حضرت پر قیس بن ابی صعصعہ رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر فرمایا جو بنی مازن بن نجار سے تھے اور بقول حضرت ابن ہشام انصار کا پرچم حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔

بدر کی طرف روانگی

علامہ ابن اسحاق فرماتے: ہیں حضور ﷺ مدینہ طیبہ سے مکہ کی طرف نقب المدینہ پھر العقیق پھر ذوالحلیفہ اور پھر اولات الجیش کے مقامات سے گزرتے ہوئے اپنی منزل مقصود کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ ابن ہشام نے ذات الجیش کہا ہے۔

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: پھر حضور تربان، ملل، غمیس الحمام، صخیرات الیمام، السیالہ، فج الروحاء اور شنوکہ کے مقامات سے گزرے۔ یہی درمیانی راستہ ہے پھر جب لشکر

رسول اللہ ﷺ کے پڑاؤ کے مقامات

ابن اسحاق نے عرق الظبیہ کا ذکر کیا ہے۔ ظبیہ قتادہ (ایک سخت درخت جس کے کانٹے سوئی کی طرح ہوتے ہیں) کے مشابہ ایک درخت ہے جس سے سایہ حاصل کیا جاتا ہے۔ اس کی جمع ظبیان آتی ہے۔ اسی طرح بدر کے راستہ میں السیالہ کا ذکر آیا ہے۔ سیال بھی ایک درخت ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ درخت سلم (ایک قسم کا درخت جس کے پتے چمڑہ رنگنے کے کام آتے ہیں) کا تنا ہے۔ یہ ابوحنیفہ کا قول ہے۔

اسلام عرق الظبیہ پہنچا تو وہاں ایک بدوی سے ملاقات ہوئی۔ مسلمانوں نے اس سے کفار کے بارے میں پوچھا لیکن اس کے پاس سے کوئی اطلاع نہ ملی۔ لوگوں نے اسے کہا: اللہ کے رسول کی خدمت میں سلام عرض کرو۔ اس نے پوچھا: کیا تم میں کوئی اللہ کا رسول بھی ہے؟ مسلمانوں نے کہا ہاں تم ان کی خدمت میں سلام عرض کرو۔ پھر وہ کہنے لگا: اگر آپ اللہ کے رسول ہیں تو بتایئے میری اس اونٹنی کے پیٹ میں کیا ہے؟ حضرت سلمہ بن سلامہ بن وقش بولے، یہ سوال اللہ کے رسول سے نہ پوچھو، ادھر آؤ میں تمہیں اس سے آگاہ کرتا ہوں۔ تم نے اس سے بدمعاشی کی ہے اور اس کے پیٹ میں تجھ سے بچہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے سنا تو فرمایا چھوڑو اسے، تم نے اس شخص کو رسوا کر دیا ہے۔ پھر وہ حضرت سلمہ سے منہ پھیر کر دوسری طرف متوجہ ہو گیا۔

وہاں سے چل کر رسول ﷺ سجسج جسے بئر الروحاء بھی کہتے ہیں، آ کر اترے پھر وہاں سے چل کر جب منصرف کے مقام پر پہنچے تو مکہ کے اس راستہ کو بائیں جانب چھوڑا اور دائیں جانب نازیہ کے راستہ بدر کا قصد فرمایا پھر اسے درمیان سے چیرتے ہوئے رحقان نامی وادی سے گزرے جو نازیہ اور مضیق الصفراء کے درمیان ہے۔ پھر مضیق سے ہوتے ہوئے جب صفراء کے قریب پہنچے تو بنو ساعدہ کے حلیف بسبس بن عمرو الجہنی اور بنی نجار کے حلیف عدی بن ابی زغباء الجہنی کو بدر روانہ کیا تاکہ وہ ابوسفیان بن حرب وغیرہ کے بارے میں معلومات حاصل کریں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے آگے کوچ فرمایا۔ جب حضور ﷺ صفراء کے سامنے تشریف

اور نازیہ کا بھی ذکر آیا ہے۔ یہ ایک سرسبز وسیع میدان ہے جس میں بڑے بڑے درخت اور چراگاہیں ہیں اور سجسج روحاء کے مقام پر ہے۔ اسے سجسج اس لئے کہتے ہیں کہ یہ دو پہاڑوں کے درمیان ہے اور ہر وہ چیز جو دوسری دو اشیاء کے درمیان ہو وہ سجسج ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے: اِنَّ هَوَاءَ الْجَنَّةِ سَجْسَجٌ۔ یعنی جنت کی ہوا نہ زیادہ گرم ہوگی اور نہ زیادہ سرد۔ میرے نزدیک یہ السجاج سے ماخوذ ہے اور سجاج غیر خالص دودھ کو کہتے ہیں۔ یعنی ایسا دودھ جس میں پانی کی ملاوٹ زیادہ ہو۔ شاعر کا قول ہے:

وَ يَشْرَبُهَا مَزْجًا وَ يَسْقِي عِيَالَهُ   سَجَاجًا كَاَقْرَابِ الثَّعَالِبِ اَوْرَقَا

اور وہ خود پانی ملا شراب پیتا ہے اور اپنے عیال کو پانی ملا دودھ پلاتا ہے خاکستری رنگ کی لومڑیوں کے بچوں کی طرح۔

اور الصفراء کا ذکر آیا ہے۔ یہ ایک بہت بڑی وادی ہے۔

لائے جو دو پہاڑوں کے درمیان ایک گاؤں ہے تو ان دو پہاڑوں کے نام دریافت کیے۔ لوگوں نے بتایا کہ ان میں سے ایک کو مسلح اور دوسرے کو مخری کہا جاتا ہے۔ پھر حضور ﷺ نے وہاں کے لوگوں کے بارے میں پوچھا تو بتایا گیا کہ وہ بنو نار اور بنو حراق ہیں جو بنی غفار کی دو شاخیں ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان قبائل کو اور ان کے درمیان سے گزرنے کو ناپسند فرمایا اور ان پہاڑوں کے اسماء اور ان قبائل کے اسماء سے فال لی۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ان دو پہاڑوں اور مقام صفراء کو بائیں جانب چھوڑا اور دائیں جانب ذفران نامی وادی سے گزرتے ہوئے ایک مقام پر پڑاؤ کیا۔

جہاد کے بارے میں حضرات ابوبکر، عمر اور مقداد رضی اللہ عنہم کی رائے

حضور ﷺ کو اطلاع ملی کہ قریش کا لشکر بڑھا چلا آ رہا ہے تا کہ وہ اپنے قافلہ کا بچاؤ کر سکے۔ حضور ﷺ نے مسلمانوں سے مشورہ طلب فرمایا اور انہیں قریش کی صورت حال سے آگاہ کیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اٹھے اور بڑی خوب صورت گفتگو کی۔ پھر حضرت عمر بن

انساب

علامہ ابن اسحاق نے بسبس بن عمرو الجہنی اور عدی بن ابی الزغباء کا ذکر کیا ہے جبکہ ان دونوں کو رسول اللہ ﷺ نے بھیجا تا کہ وہ لشکر قریش کے بارے میں معلومات حاصل کریں۔ مصنف ابی داؤد میں بسبس کی جگہ بسبسۃ ہے اور ابوداؤد کے بعض راوی کہتے ہیں کہ یہ باء کے ضمہ کے ساتھ بُسبسۃ ہے۔ کتاب مسلم میں اسی طرح مذکور ہے۔ ابن اسحاق نے جہینہ تک اس کا نسب بیان کیا ہے جبکہ ایک اور راوی نے ذبیان تک بیان کیا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ یہ بسبس بن عمرو بن ثعلبہ بن خرشہ بن عمرو بن سعد بن ذبیان ہے۔ اور جہاں تک عدی بن ابی زغباء کا تعلق ہے تو ابی زغباء کا نام سنان بن سبیع بن ثعلبہ بن ربیعہ بن بذیل ہے۔ اہل عرب میں ذال منقوطہ کے ساتھ بذیل اس کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔ یہ دارقطنی کا قول ہے۔ اس کا پورا نسب یوں ہے: بذیل بن سعد بن عدی بن کاہل بن نصر بن مالک بن غطفان بن قیس بن جہینہ اور جہینہ سود بن اسلم (لام کے ضمہ کے ساتھ) بن الحاف بن قضاعہ کا بیٹا ہے۔
موسیٰ بن عقبہ نے کہا: عدی بن ابی زغباء بنی مالک بن نجار کے حلیف تھے، ان کی وفات حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ہوئی۔ یہ رسول اللہ ﷺ کی معیت میں بدر، احد اور خندق کی جنگوں میں شریک ہوئے۔

خطاب رضی اللہ عنہ اٹھے انہوں نے بھی بڑے خوب صورت انداز میں گفتگو کی پھر حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ اٹھے اور عرض کی: ''یارسول اللہ ﷺ! تشریف لے چلیے جدھر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حکم دیا ہے ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ بخدا ہم آپ کو وہ جواب نہ دیں گے جو جواب بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیا تھا: فَاذْهَبْ اَنْتَ وَ رَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ۝۲۴۔ (المائدہ) کہ'' جائیے آپ اور آپ کا خدا اور ان سے جنگ کیجئے ہم تو یہاں بیٹھے ہوئے ہیں''۔ بلکہ ہم یوں کہیں گے: اِذْهَبْ اَنْتَ وَ رَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا مَعَكُمَا مُقَاتِلُوْنَ کہ ''تشریف لے چلیے آپ اور آپ کا پروردگار اور جنگ کیجئے ہم آپ کے ساتھ مل کر جنگ کریں گے''۔ اس ذات پاک کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے! اگر آپ ہمیں برک الغماد تک بھی لے جائیں تو ہم آپ کے ساتھ چلیں گے اور آپ کی معیت میں دشمن کے ساتھ جنگ کرتے جائیں گے یہاں تک کہ آپ وہاں پہنچ جائیں''۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں کلمہ خیر سے نوازا اور ان کے لئے دعا فرمائی۔

فالِ بد اور قبیح نام کی کراہت

علامہ ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دو پہاڑوں کے پاس سے گزرے۔ ان کے نام دریافت کیے تو بتایا گیا کہ ان میں سے ایک کا نام مُسلِح اور دوسرے کا نام مخری ہے۔ حضور ﷺ نے ان پہاڑوں کا راستہ چھوڑ دیا۔ یہ فالِ بد نہیں ہے جس سے رسول ﷺ نے منع فرمایا بلکہ قبیح نام کی کراہیت کے باب سے ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے امراء کی طرف لکھا کرتے تھے: اِذَا اَبْرَدْتُمْ اِلَیَّ بَرِیْدًا فَاجْعَلُوْهُ حَسَنَ الْوَجْهِ حَسَنَ الْاِسْمِ: (مسند بزار 412/2، مصنف ابن ابی شیبہ 349/12) یعنی'' جب تم میری طرف کوئی قاصد بھیجو تو ایسا شخص بھیجا کرو جو خوبرو بھی ہو اور اس کا نام بھی اچھا ہو''۔ اسے بزار نے بریدہ کے طریق سے ذکر کیا ہے۔ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے ایک دودھ والی اونٹنی کے بارے میں فرمایا: اسے کون دوہے گا؟ ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کی: میں۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے کہا: مرہ۔ آپ نے فرمایا'' بیٹھ جاؤ''۔ پھر ایک اور شخص نے عرض کی میرا نام یعیش ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا:'' تم دوہو''۔ میں نے یہ حدیث مختصراً ذکر کی ہے۔ اس میں کچھ اضافہ بھی ہے جسے ابن وہب نے روایت کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کی: میں نہیں جانتا کہ مجھے کچھ کہنا چاہیے یا خاموش رہنا چاہئے۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں فرمایا: تم بات کرو۔ انہوں نے عرض کی: آپ نے ہمیں فال پکڑنے سے منع

حضور علیہ السلام کی انصار سے مشاورت

پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اَشِيْرُوْا عَلَىَّ اَيُّهَا النَّاسُ۔ ''اے لوگو! مجھے مشورہ دو''۔ آپ کی مراد انصار تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ انصار کی تعداد دوسرے لوگوں سے زیادہ تھی۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ بیعت عقبہ کے وقت انہوں نے عرض کی تھی: یا رسول اللہ! بے شک ہم اس وقت تک آپ کے ذمہ سے بری ہیں جب تک آپ ہمارے شہر میں تشریف نہیں لاتے لیکن جب آپ وہاں تشریف لے آئیں گے تو آپ ہمارے ذمہ میں ہوں گے، ہم ہر اس چیز سے آپ کا دفاع کریں گے جس سے ہم اپنے بچوں اور اپنی عورتوں کا دفاع کرتے ہیں۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ یہ اندیشہ ظاہر کر رہے تھے کہ کہیں انصار صرف اس دشمن سے آپ کا دفاع کریں جو مدینہ طیبہ پر اچانک چڑھائی کر دے اور وہ یہ سمجھ رہے ہوں کہ ان پر اپنے شہر سے باہر جا کر دشمن کا مقابلہ کرنا لازم نہیں لیکن جب رسول اللہ ﷺ نے یہ بات فرمائی تو حضرت سعد بن معاذ رضی

فرمایا تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: میں نے فال نہیں پکڑی بلکہ اچھے نام کو اہمیت دی ہے۔ او کما قال علیہ السلام۔ میں نے موطا امام مالک کی شرح میں بدشگونی کے بارے میں کلام کیا ہے اور عورت، گھوڑے اور گھر سے بدشگونی لینے کے بارے میں جو تحقیق، بیان اور فقہی بحث میں نے ذکر کی ہے الحمد للہ میں نے کوئی ایسا شخص نہیں پایا جس نے مجھ سے بڑھ کر اس طرح کی بحث کی ہو۔

مسلح و مخری کے دو پہاڑ

ان دونوں پہاڑوں کے ان دو ناموں کا ایک سبب ہے۔ وہ یہ ہے کہ بنی غفار کا ایک غلام ان پہاڑوں میں اپنے آقا کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔ ایک روز وہ چراگاہ سے واپس آیا تو اس کے آقا نے اس سے پوچھا: تو کیوں واپس آیا ہے؟ اس نے کہا: اِنَّ هٰذَا الْجَبَلَ مُسْلِحٌ لِلْغَنَمِ وَ اِنَّ هٰذَا الْاٰخَرَ مُخْرِئٌ کہ یہ پہاڑ بکریوں کو لید کرانے والا ہے اور یہ دوسرا پہاڑ ان کو پاخانہ کرانے والا ہے۔ چنانچہ ان دونوں پہاڑوں کے یہی نام پڑ گئے۔ میں نے یہ وجہ تسمیہ وقشی سے نقل کردہ شیخ حافظ کی تحریر میں دیکھی ہے۔

برک الغماد

حضرت ابن اسحاق نے حضرت مقداد کا قول ذکر کیا ہے کہ اگر آپ ہمیں برک الغماد تک بھی لے جائیں الخ۔ میں نے بعض کتب تفسیر میں دیکھا ہے کہ اس سے مراد شہر حبشہ ہے۔

اللہ عنہ نے آپ سے عرض کی: اے اللہ کے پیارے رسول! یوں لگتا ہے حضور ہماری رائے پوچھ رہے ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا: بے شک۔ تو حضرت سعد گویا ہوئے: "بے شک ہم آپ پر ایمان لے آئے ہیں، ہم نے آپ کی تصدیق کی ہے اور ہم نے گواہی دی ہے کہ جو دین لے کر آپ تشریف لائے ہیں وہ حق ہے اور اس پر ہم نے آپ کے ساتھ وعدے کیے ہیں اور ہم نے آپ کا حکم سننے اور اس کو بجالانے کے پکے پیمان باندھے ہیں۔ یا رسول اللہ ﷺ آپ تشریف لے چلیئے جدھر آپ کا ارادہ ہے۔ ہم حضور کے ساتھ ہیں۔ اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا: اگر آپ ہمیں سمندر کے پاس لے جائیں اور خود اس میں داخل ہو جائیں تو ہم بھی آپ کے ساتھ سمندر میں چھلانگ لگا دیں گے، ہم میں سے ایک شخص بھی پیچھے نہیں رہے گا۔ ہم اس بات کو ناپسند نہیں کرتے، کہ آپ کل ہی دشمن کا مقابلہ کریں۔ ہم جنگ کے گھمسان میں صبر کرنے والے ہیں، دشمن سے مقابلہ کے وقت ہم سچے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے آپ کو وہ کارنامے دکھائے گا جس سے آپ کی چشم مبارک ٹھنڈی ہو جائے گی۔ پس اللہ کی برکت پر آپ روانہ ہو جایئے"۔ حضرت سعد کے ان جذبات کو سن کر رسول اللہ ﷺ کی خوشی کی کوئی حد نہ رہی۔ پھر فرمایا: سِيْرُوْا وَ اَبْشِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَدْ وَعَدَنِي اِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ، وَاللّٰهِ لَكَاَنِّي الْاٰنَ اَنْظُرُ اِلٰى مَصَارِعِ الْقَوْمِ۔ "روانہ ہو جاؤ اور تمہیں خوش خبری ہو اللہ تعالیٰ نے مجھے دو گروہوں میں سے ایک گروہ پر غلبہ دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔ بخدا! میں قوم کے مقتولوں کی قتل گاہوں کو دیکھ رہا ہوں"۔

اخبارِ قریش کی جستجو

پھر رسول اللہ ﷺ ذافران سے روانہ ہوئے اور اصافر نامی پگڈنڈیوں پر چلتے ہوئے دبہ نامی گاؤں میں اترے۔ آپ ﷺ نے حنان کو اپنے دائیں جانب چھوڑ دیا۔ یہ ایک پہاڑ نما بہت بڑا ریت کا ٹیلہ ہے پھر حضور ﷺ نے بدر کے قریب نزول فرمایا۔ کچھ دیر بعد آپ ﷺ

مشرکین کے کنوؤں کو مٹی سے بھر دینا

ان کنوؤں کا ذکر ہوا جنہیں مشرکین نے پانی پینے کے لئے کھودا تھا۔ راوی کا بیان ہے: فَاَمَرَ بِتِلْكَ الْقُلُبِ فَعُوِّرَتْ۔ یعنی حضور ﷺ کے حکم سے ان کنوؤں میں مٹی بھر دی گئی۔ عُوِّرَتْ ایک اچھا کلمہ ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ جب وہ کنویں عین یعنی چشموں کی شکل میں تھے تو انہیں عین الانس یعنی انسانی آنکھ کے ساتھ تشبیہ دی اور انسانی آنکھ کے بارے میں کہا جاتا ہے: عُوِّرْتُهَا فَعَارَتْ یعنی میں نے

اور ایک صحابی سوار ہوئے۔ حضرت ابن ہشام فرماتے ہیں، وہ صحابی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: محمد بن یحیٰی بن حبان کا بیان ہے کہ حضور ﷺ ایک شیخ عربی سے ملے اور اس سے قریش اور محمد (ﷺ) اور آپ کے صحابہ کے متعلق دریافت کیا۔ شیخ کہنے لگا میں تمہیں تب بتاؤں گا جب تم مجھے یہ بتاؤ کہ تم کس قبیلہ سے ہو؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم ہمیں بتاؤ گے تو ہم بھی تمہیں اپنے متعلق آگاہ کر دیں گے۔ وہ کہنے لگا: کیا ادلے کا بدلہ؟ حضور نے فرمایا: ہاں۔ شیخ نے کہا: ''مجھے معلوم ہوا ہے کہ محمد (ﷺ) اور آپ کے صحابہ فلاں فلاں دن روانہ ہو چکے ہیں۔ اگر مجھے بتانے والے نے سچ کہا تو وہ آج فلاں مقام پر ہوں گے''۔ اس نے اسی جگہ کا نام لیا جہاں رسول اللہ ﷺ پہنچے تھے۔ ''اور مجھے یہ بھی پتہ چلا ہے کہ قریش فلاں دن روانہ ہوئے۔ اگر مجھے بتانے والے نے سچ کہا تو وہ آج فلاں مقام پر ہوں گے''۔ اس نے اس جگہ کا نام لیا جہاں قریش پہنچے تھے۔ جب وہ اپنی اطلاع سے فارغ ہوا تو اس نے کہا: مِمَّنْ اَنْتُمَا؟ تم کس سے ہو؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نَحْنُ مِنْ مَّاءٍ۔ ہم ماء (پانی) سے ہیں۔ پھر آپ اس کے پاس سے پلٹ آئے۔ وہ کہنے لگا: مَا مِنْ مَاءٍ۔ أَمِنْ مَاءِ الْعِرَاقِ؟ پانی سے ہیں کیا مطلب کیا عراق کے پانی سے؟ ابن ہشام فرماتے ہیں وہ بوڑھا سفیان ضمری تھا۔

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: پھر رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس واپس تشریف لائے۔ یزید بن رومان نے حضرت عروہ بن زبیر سے روایت کیا ہے کہ جب شام ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرات علی بن ابی طالب، زبیر بن عوام اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم کو چند دیگر صحابہ کرام کے ہمراہ بدر کے چشمہ کی طرف روانہ فرمایا تاکہ وہ آپ ﷺ کے لئے وہاں کی خبروں کی جستجو کریں۔ انہیں قریش کے لئے پانی لے جانے والا ایک قافلہ ملا جس میں بنی حجاج کا غلام اسلم اور بنی عاص بن سعید کا غلام ابو یسار عریض بھی تھے۔ صحابہ کرام ان دونوں کو

اسے کانا کیا گیا وہ کانی ہوگئی، عَوِرَتْهَا نہیں کہا جاتا۔ اسی طرح کنوؤں کے بارے میں واؤ کے سکون کے ساتھ عُوْرَتْ کہا۔ لیکن جب فعل مجہول ذکر کیا تو عین کو ضمہ دے دیا گیا۔ یہ اس شخص کی لغت پر ہے جو کہتا ہے: قُوْلَ الْقَوْلُ (بات کہی گئی)، بُوْعَ الْمَتَاعُ (سامان بیچا گیا)۔ یہ ہذیل، بنی اسد کی شاخ بنی دبیر اور بنی فقعس کی لغت ہے۔ دبیر ترخیم کے طریقہ پر ادبر کی تصغیر ہے۔ اگرچہ یہ لغت قبیح ہے لیکن یہاں واؤ کی حفاظت کے لئے بہتر ہے کیونکہ اگر عِیْرَتْ کہا جاتا تو واؤ قائم نہ رہتی اور نظر و فکر کے بغیر یہ

لائے اور ان سے سوالات کئے جبکہ رسول اللہ ﷺ کھڑے نماز ادا فرما رہے تھے۔ ان دونوں نے بتایا: ہم قریش کے لئے پانی لے جانے والے ہیں، انہوں نے ہمیں اپنے لئے پانی پلانے کے لئے بھیجا ہے۔ صحابہ کرام نے ان کی بات نہ مانی اور خیال کیا کہ شاید وہ ابوسفیان کے ملازم ہیں۔ اس لئے انہوں نے انہیں زدو کوب کی اور جب انہیں بہت تنگ کیا تو انہوں نے کہہ دیا کہ ہم ابوسفیان کے ملازم ہیں۔ اس پر صحابہ کرام نے انہیں چھوڑ دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے رکوع کیا، دو سجدے کیے اور سلام پھیر دیا اور فرمایا: اِذَا صَدَقَاکُمْ ضَرَبْتُمُوْهُمَا وَ اِذَا كَذَبَاكُمْ تَرَكْتُمُوْهُمَا۔ صَدَقَا وَاللّٰهُ اِنَّهُمَا لِقُرَيْشٍ، اَخْبِرَانِيْ عَنْ قُرَيْشٍ؟ ”جب ان دونوں نے تم سے سچ کہا تو تم نے انہیں مارا اور جب انہوں نے جھوٹ بولا تو تم نے انہیں چھوڑ دیا۔ قسم بخدا! انہوں نے سچ کہا، بے شک وہ قریش کے غلام ہیں“ (پھر ان دونوں کی طرف متوجہ ہو کر) فرمایا: ”مجھے قریش کے متعلق آگاہ کرو“۔ ان دونوں نے بتایا: قسم بخدا! وہ اس ٹیلے کے پیچھے ہیں جو العدوۃ القصوٰی (دور کے ناکہ) پر نظر آرہا ہے۔ وہ ٹیلا عقنقل تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا: وہ لوگ کتنے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: بہت سے ہیں۔ پوچھا ان کی تعداد کیا ہے؟ وہ کہنے لگے: ہمیں معلوم نہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: وہ روزانہ کتنے اونٹ ذبح کرتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا: کسی دن نو اور کسی دن دس۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ لوگ نو سو اور ایک ہزار کے درمیان ہیں۔ پھر حضور ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا: ان میں قریش کے سربرآوردہ لوگوں میں کون کون ہیں؟ انہوں نے بتایا: عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابوالبختری بن ہشام، حکیم بن حزام، نوفل بن خویلد، حارث بن عامر بن نوفل، طعیمہ بن عدی بن نوفل، نضر بن حارث، زمعہ بن اسود، ابوجہل بن ہشام، امیہ بن خلف، حجاج کے دونوں بیٹے نبیہ اور منبہ، سہیل بن عمرو اور عمرو بن عبدِ وُد۔ پھر رسول اللہ ﷺ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: هٰذِهٖ مَكَّةُ قَدْ اَلْقَتْ اِلَيْكُمْ اَفْلَاذَ كَبِدِهَا: ”دیکھو مکہ نے تمہارے سامنے اپنے جگر کے ٹکڑے ڈال دیے ہیں“۔

معلوم نہ ہوتا کہ یہ العود سے مشتق ہے جیسا کہ عید کے لفظ میں جمع بناتے وقت یاء کو قائم رکھتے ہوئے اس کی جمع اعیاد بنائی جاتی ہے لیکن ریح کی جمع ارواح میں انہوں نے قیاس کو ترک کر دیا حالانکہ ادیاح بنی اسد کی لغت ہے۔ (عیرت کو عورت اس لئے پڑھا جاتا ہے) تاکہ چشمہ کے معنی پر لفظی دلالت بھی قائم رہے اگرچہ یہ العودۃ سے مشتق ہے۔ اس پر القول اور اس میں واؤ کی محافظت کو قیاس کر لیں۔ اسی طرح اہل عرب نے سُبُّوْحٌ اور قُدُّوْسٌ میں ضمہ کو قائم رکھا حالانکہ قیاس کے مطابق یہ فاء کلمہ کے

علامہ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بسبس بن عمرو اور عدی بن ابی الزغباء چلتے چلتے بدر میں جا پہنچے، وہاں پانی کے قریب ایک ٹیلے کے پاس اونٹ بٹھائے پھر مشک لے کر اس میں پانی بھرنے لگے۔ مجدی بن عمرو بھی پانی کے پاس ہی تھا۔ عدی اور بسبس نے وہاں دو نوخیز لڑکیوں کی آوازیں سنیں جو ایک دوسرے کو پکڑے ہوئے پانی کی طرف آ رہی تھیں۔ جس عورت کو دوسری نے پکڑا ہوا تھا وہ ساتھ والی سے کہہ رہی تھی: قافلہ کل یا پرسوں آئے گا، میں ان کے پاس مزدوری کر کے تیرا قرض ادا کر دوں گی۔ مجدی نے کہا: تم نے سچ کہا، یوں ان دونوں کے درمیان بیچ بچاؤ کر دیا۔ عدی اور بسبس نے یہ باتیں سن لیں۔ وہ دونوں اپنے اونٹوں پر سوار ہو کر واپس آئے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر جو کچھ سنا تھا اس کی اطلاع دی۔

ابوسفیان کا قافلے سمیت فرار

ادھر ابوسفیان احتیاط کے ساتھ قافلے سے آگے نکل آیا اور آ کر پانی کے پاس اترا۔ اس نے مجدی بن عمرو سے پوچھا: کیا تو نے کسی کی آہٹ سنی ہے؟ اس نے کہا: میں نے کسی اجنبی کو نہیں دیکھا البتہ میں نے دو سوار دیکھے ہیں جنہوں نے اپنے اونٹ اس ٹیلے کے پاس بٹھائے اور مشک میں پانی بھر کر چلے گئے۔ ابوسفیان ان کے اونٹ بٹھانے کی جگہ آیا اور ان کے اونٹوں کی مینگنیاں اٹھا کر توڑیں تو ان میں کھجور کی گٹھلیاں تھیں۔ یہ دیکھ کر بولا: قسم بخدا! یہ تو یثرب کے چارا کے لید نے ہیں۔ وہ تیزی سے اپنے ساتھیوں کی طرف بھاگا اور اپنے اونٹوں کے منہ پر ضربیں لگا کر انہیں راستے سے پھیر دیا اور ساحل سمندر کی طرف نکل گیا اور بدر کو اپنی بائیں جانب چھوڑ کر تیزی سے روانہ ہو گیا۔

جہیم بن صلت کا خواب

قریش آئے اور جب جحفہ میں اترے تو جہیم بن صلت بن مخرمہ بن مطلب بن عبد مناف نے ایک خواب دیکھا اور کہا: میں نے اس حالت میں دیکھا ہے جو سونے والا دیکھتا ہے۔ میں سونے اور جاگنے کی درمیانی کیفیت میں تھا، کیا دیکھتا ہوں کہ ایک گھڑسوار آ رہا ہے، وہ میرے پاس آ کر ٹھہر گیا، اس کے ساتھ اس کا ایک اونٹ بھی تھا پھر اس نے کہا: عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابوالحکم بن ہشام، امیہ بن خلف اور فلاں فلاں قتل کر دیے گئے۔ اس نے ان رؤسائے

فتحہ کے ساتھ فَعُّوْلٌ کے وزن پر آنا چاہیے جیسے تَنُّوْمٌ اور شَبُّوْطٌ وغیرہ لیکن انہوں نے دونوں ضموں کو قائم رکھا تا کہ اَلْقُدُّس، اَلسُّبُّحَاتُ اور سُبُّحَانَ اللّٰہ: کا لفظی اعراب سلامت رہے۔ ان دونوں

قریش کے نام گن دیئے جو بدر کے روز قتل ہوئے۔ پھر میں نے دیکھا کہ اس نے اپنے اونٹ کے سینے پر ضرب لگائی اور اسے لشکر میں چھوڑ دیا۔ لشکر کے خیموں میں سے کوئی خیمہ ایسا نہ تھا جہاں تک اس کے خون کے چھینٹے نہ پڑے ہوں۔ یہ خبر ابو جہل تک پہنچی تو اس نے کہا: یہ بنی مطلب کا ایک اور نبی ہے۔ اگر کل مقابلہ ہوا تو اسے پتہ چل جائے گا کہ مقتول کون ہے۔

ابوسفیان کا جنگ کا ارادہ نہیں تھا

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: جب ابوسفیان نے خیال کیا کہ اس نے اپنے قافلہ کو محفوظ کر لیا ہے تو اس نے قریش کو یہ پیغام بھیجا کہ تم صرف اپنا قافلہ، آدمی اور مال بچانے کے لئے نکلے تھے تو اللہ نے اسے بچا لیا ہے۔ اس لیے تم واپس لوٹ جاؤ۔ لیکن ابو جہل بن ہشام نے کہا: بخدا! ہم ہرگز واپس نہیں جائیں گے یہاں تک کہ ہم بدر پہنچ جائیں۔ بدر عرب کے میلوں میں سے ایک میلے کا مقام تھا جہاں ان کے لئے ہر سال بازار لگتا تھا۔ اس نے کہا ہم وہاں تین دن قیام کریں گے، اونٹ ذبح کریں گے، کھانا کھلائیں گے اور شراب پلائیں گے، ہماری کنیزیں ہمارے سامنے گیت گائیں گی، سارا عرب ہمارے متعلق اور ہمارے سفر اور ہمارے لشکر کے متعلق سنے گا پھر وہ ہمیشہ ہم سے خوفزدہ رہیں گے۔ اس لئے بڑھتے چلو۔

بنی زہرہ کی واپسی

اخنس بن شریق بن عمرو بن وہب ثقفی جو بنی زہرہ کا حلیف تھا، اس نے جحفہ کے مقام پر ہی کہا: اے بنی زہرہ! اللہ نے تمہارے اموال بھی بچا لیے ہیں اور تمہارے ساتھی مخرمہ بن نوفل کو بھی نجات بخشی ہے۔ تم گھروں سے اس لئے نکلے تھے کہ مخرمہ کو بچاؤ اور اپنے مال کی حفاظت کرو۔ تم بزدلی کا الزام مجھ پر عائد کر دو اور واپس چلو کیونکہ نقصان نہ ہونے کی صورت میں تمہیں نکلنے کی کوئی ضرورت نہیں، اس شخص یعنی ابو جہل کی باتوں میں نہ آؤ۔ چنانچہ وہ واپس چلے گئے اور بنی زہرہ کا کوئی فرد جنگ میں شریک نہ ہوا۔ انہوں نے اخنس کی اطاعت کی اور وہ ان میں قابل اطاعت شخص تھا۔ قریش کی کوئی ایسی شاخ نہ تھی جس میں کچھ لوگ (جنگ کے لئے) نہ نکلے ہوں۔ البتہ بنی عدی بن کعب سے کوئی آدمی نہ نکلا۔ بنی زہرہ اخنس بن شریق کے ہمراہ واپس چلے گئے۔ اس طرح ان دونوں قبیلوں سے کوئی شخص بدر میں حاضر نہ ہوا۔ لشکر قریش آگے بڑھتا

اسماء کے ساتھ متکلم زبان سے نکلنے والے پہلے حرف کے ساتھ ہی القدس اور سبحان کے معنی کا شعور دلاتا ہے۔ جب ہم نے اس کی بہت سی نظائر ذکر کر دی ہیں تو اس کی غرض و غایت بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

گیا۔ حضرت ابو طالب کے بیٹے طالب بھی اس لشکر میں شریک تھے۔ قریش کے کچھ لوگوں کے ساتھ ان کی گفتگو ہوئی، انہوں نے کہا: بخدا! اے بنی ہاشم! ہم جانتے ہیں کہ اگرچہ تم ہمارے ساتھ نکل آئے ہو لیکن تمہاری قلبی ہمدردیاں محمد (ﷺ) کے ساتھ ہیں۔ یہ بات سن کر طالب اپنے کئی ساتھیوں کے ہمراہ مکہ واپس لوٹ گیا۔ طالب بن ابی طالب نے یہ شعر کہے:

لَاهُمَّ اِمَّا يَغْزُوَنَّ طَالِبُ فِيْ عُصْبَةٍ مُخَالِفٌ مُحَارِبُ

فِيْ مِقْنَبٍ مِّنْ هٰذِهِ الْمَقَانِبُ فَلْيَكُنِ الْمَسْلُوْبَ غَيْرَ السَّالِبُ

وَلْيَكُنِ الْمَغْلُوْبَ غَيْرَ الْغَالِبُ

''اے اللہ! اگر طالب کسی لشکر کے ساتھ اس حالت میں نکلے کہ وہ مخالفت کرنے والا اور جنگ کرنے والا ہو اور ان گروہوں میں سے کسی گروہ میں نکلے تو وہ ایسا شخص ہو کہ اس سے مال چھینا جا رہا ہو نہ کہ وہ مال چھیننے والا ہو اور وہ مغلوب ہو نہ کہ غالب''۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: شاعر کا قول فليكن المسلوب اور وليكن المغلوب کئی رواۃِ شعر سے مروی ہے۔

مسلمانوں اور قریش کا پڑاؤ

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: قریش نے سفر جاری رکھا یہاں تک کہ وہ وادی کے دور افتادہ کنارے پر عقنقل اور بطن وادی کے پیچھے اترے۔ اس بطن وادی کا نام یلیل ہے جو بدر اور عقنقل کے درمیان واقع ہے۔ عقنقل اس ٹیلے کا نام ہے جس کے پیچھے قریش اترے۔ س ر

چند کلمات کی وضاحت

ابوجہل کا قول مذکور ہوا: قُمْ فَانْشُدْ خُفْرَتَكَ یعنی قریش سے مطالبہ کر کہ وہ تجھے پناہ دینے میں وفا کریں گے کیونکہ وہ ان کا حلیف اور پڑوسی تھا۔ کہا جاتا ہے خَفَرْتُ الرَّجُلَ خُفْرَةً۔ یعنی میں نے اس شخص کو پناہ دی۔ خفیر کا معنی پناہ دینے والا ہے(1) عدی بن زید عبادی کا شعر ہے:

1۔ خفر (خاء، فاء اور راء) کے دو معانی ہیں: ایک حیاء اور دوسرا محافظت یا اس کی ضد۔ پہلے معنی کے لحاظ سے کہا جاتا ہے: خَفِرَتِ الْمَرْاَةُ یعنی عورت کو حیاء آئی۔ اس سے صفت کا صیغہ خَفِرَةٌ (باحیا عورت) آتا ہے۔ دوسرے معنی کے لحاظ سے کہا جاتا ہے: خَفَرْتُ الرَّجُلَ خَفْرَةً وَ كُنْتُ لَهٗ خَفِيْرًا۔ ''میں نے اس آدمی کو پناہ دی۔ پس میں اس کے لیے پناہ دینے والا تھا''۔ اسی سے ہے: تَخَفَّرْتُ بِفُلَانٍ۔ میں نے فلاں سے پناہ طلب کی۔ اور کہا جاتا ہے: اَخْفَرْتُهٗ۔ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جس آپ کسی کے ساتھ خفیر (محافظ) بھیجیں اور اس کے متضاد معنی کے لحاظ سے کہا جاتا ہے اَخْفَرْتُ الرَّجُلَ۔ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب آپ کسی کی عہد شکنی کریں۔ (مقاییس اللغۃ ۲ / ۲۰۳)

پرانے کنویں مدینہ طیبہ کی جانب بطن یلیل کے دور افتادہ کنارے پر واقع تھے۔ اللہ تعالیٰ نے بارش بھیج دی، اس وادی کی زمین نرم تھی۔ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کو بارش سے یہ فائدہ ہوا کہ زمین پختہ ہوگئی اور مسلمانوں کے لئے چلنے میں رکاوٹ دور ہوگئی لیکن بارش کی وجہ سے قریش کو یہ نقصان ہوا کہ ان کے لئے چلنا پھرنا دشوار ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ قریش سے پہلے تیزی سے پانی کے کنوؤں کی طرف بڑھے اور ان کے پاس پہنچ کر وہیں نزول فرمایا۔

حضرت حباب رضی اللہ عنہ کا مشورہ

ابن اسحاق فرماتے ہیں بنی سلمہ کے بعض افراد سے مجھے خبر ملی کہ حضرت حباب بن منذر بن جموح رضی اللہ عنہ نے عرض کی؟ یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ نے اس جگہ پر اترنے کا خیال کیا ہے، کیا یہ ایسی جگہ ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اتارا ہے جس سے ہم آگے جا سکتے ہیں نہ اس سے پیچھے رہ سکتے ہیں یا یہ رائے ہے، جنگ ہے اور جنگی چال ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: یہ رائے ہے، جنگ ہے اور جنگی چال ہے۔ حضرت حباب رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ پھر یہ جگہ قیام کے لئے مناسب نہیں، لوگوں کے ساتھ اٹھیے، ہم آگے بڑھ کر اس کنویں کے پاس اتریں جو قریش سے بہت قریب ہے پھر اس کے علاوہ سارے کنویں بند کر دیں اور وہاں ایک حوض بنا کر اسے پانی سے بھر لیں پھر قریش سے جنگ کا آغاز کریں۔ اس طرح ہم تو پانی پی سکیں گے لیکن دشمن کو پانی نہیں مل سکے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لَقَدْ اَشَرْتَ بِالرَّأْيِ ''تم نے بڑی صائب رائے دی ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھ تمام لوگ اٹھے اور آگے بڑھ کر قریش کے قریبی کنویں کے پاس پہنچے اور وہاں پڑاؤ کیا پھر دوسرے کنوؤں کو بھر دینے کا حکم دیا گیا۔ چنانچہ تمام کنوؤں کو پاٹ دیا گیا اور جس کنوئیں کے پاس پڑاؤ کیا اس پر حوض بنا دیا گیا اور اسے پانی سے بھر دیا گیا اور لوگوں نے اس میں برتن ڈال دیے۔

مَنْ رَأَيْتَ الْاَيَّامَ خَلَّدْنَ أَمْ مَنْ ذَا عَلَيْهِ مِنْ أَنْ يُّضَامَ خَفِيْرُ

''تو نے کس شخص کو دیکھا جسے زمانے نے دوام بخشا ہو یا کون سا ایسا شخص ہے جسے ظلم و ستم سے کوئی پناہ دینے والا ہو''۔

راوی کا قول ہے: حَقِبَتِ الْحَرْبُ ''جنگ شدت اختیار کر گئی''۔ جب کوئی معاملہ سخت ہو جائے اور اس کے متعلق سارے راستے تنگ ہو جائیں تو کہا جاتا ہے: حَقِبَ الْاَمْرُ۔ یہ حَقِبَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے عریش کا انتظام

ابن اسحاق فرماتے ہیں: عبداللہ بن ابی بکر کا بیان ہے کہ انہیں خبر ملی کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "اے اللہ کے نبی! کیا ہم آپ کے لئے عریش (چھپر) نہ بنا دیں تا کہ حضور اس میں قیام فرمائیں اور حضور کی سواری کے لئے وہاں اونٹ بھی تیار کھڑے ہیں۔ پھر ہم دشمن سے نبرد آزما ہوں۔ اگر اللہ تعالیٰ ہمیں عزت عطا فرمادے اور دشمن پر فتح عطا فرمادے تو ہمارا مقصد پورا ہو گیا جو ہم چاہتے تھے اور اگر دوسری صورت پیدا ہو جائے تو حضور اونٹوں پر سوار ہو کر ان لوگوں کے ساتھ مل جائیں جو ہمارے پیچھے ہیں، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ بہت سے ایسے لوگ پیچھے چھوڑ کر آئے ہیں کہ ہم آپ کی محبت میں ان سے بڑھ کر نہیں۔ اگر انہیں خیال ہوتا کہ آپ جنگ کرنے جارہے ہیں تو وہ آپ سے پیچھے نہ رہتے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے آپ کی حفاظت فرمائے گا، وہ حضور کے خیر خواہ رہیں گے اور حضور کے ساتھ مل کر جہاد کریں گے"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس رائے پر ان کی بہت تعریف کی اور انہیں دعائے خیر سے نوازا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے عریش بنا دیا گیا جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما رہے۔

قریش کی روانگی

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں: قریش کا لشکر بھی سویرے سویرے آگے بڑھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں عقنقل سے نیچے اترتے ہوئے دیکھا، یہ وہ ٹیلہ ہے جس کے راستے وہ وادئ بدر میں اترے، تو عرض کی: اَللّٰھُمَّ ھٰذِہٖ قُرَیْشٌ قَدْ اَقْبَلَتْ بِخُیَلَائِھَا وَ فَخْرِھَا، تُحَادُّكَ وَ تُكَذِّبُ رَسُوْلَكَ، اَللّٰھُمَّ فَنَصْرَكَ الَّذِیْ وَ عَدْتَنِیْ، اَللّٰھُمَّ اَحِنْھُمُ الْغَدَاۃَ۔ "اے اللہ! یہ قریش کا لشکر ہے جو بڑے تکبر سے اور فخر سے چلا آرہا ہے تا کہ تیرے ساتھ ٹکرائے اور تیرے رسول کو جھٹلائے۔ اے اللہ! اپنی وہ مدد بھیج جس کا تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے، اے اللہ! کل ان کو ہلاک کر دے"۔

عتبہ بن ربیعہ اپنی قوم کے درمیان سرخ اونٹ پر سوار تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھ لیا

اَلْبَعِیْرُ سے مستعار ہے۔ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب اونٹ کا تنگ (زین یا پالان کسنے کا چوڑا تسمہ) سخت ہو جائے اور اپنی جگہ سے ہٹ کر اس کے پیٹ کے نیچے تک پہنچ جائے جس سے اونٹ کے پیشاب کا راستہ تنگ ہو جائے۔

ابو جہل کے بارے میں عتبہ کا قول ہے: سَیَعْلَمُ مُصَفِّرُ اِسْتِہٖ مَنِ انْتَفَخَ سَحْرُہٗ۔

اور فرمایا: ''اس قوم میں سے اگر کسی سے خیر کی توقع کی جا سکتی ہے تو صرف سرخ اونٹ کے اس سوار سے، اگر وہ لوگ اس کی بات مانیں گے تو فلاح پا لیں گے''۔

جب قریش خفاف بن ایماء بن رحضہ غفاری کے پاس سے گزر رہے تھے تو اس نے یا اس کے باپ ایماء بن رحضہ غفاری نے اپنے بیٹے کو ذبح کے قابل چند اونٹ ان کے لئے ہدیہ کے طور پر دے کر بھیجا تھا اور یہ کہلا بھیجا تھا کہ اگر تم چاہو تو ہم ہتھیاروں اور آدمیوں کے ذریعے تمہاری مدد کرنے کے لئے تیار ہیں۔ قریش نے اس کے بیٹے کے ذریعے یہ پیغام بھیجا کہ ''تم سے رشتہ داری قائم رہے، تم نے اپنی ذمہ داری پوری کر دی۔ اپنی عمر کی قسم! اگر ہم ان لوگوں سے جنگ کر رہے ہیں تو ان کے مقابلے میں ہم میں کوئی کمزوری نہیں اور اگر ہماری یہ جنگ اللہ سے ہے، جیسا کہ محمد (ﷺ) کا دعویٰ ہے تو اللہ تعالیٰ کے مقابلہ کی کسی میں طاقت نہیں''۔

پھر جب یہ لوگ اترے تو قریش کے چند لوگ جن میں حکیم بن حزام بھی تھا، رسول اللہ ﷺ کے حوض پر پانی پینے کے لئے آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں سے فرمایا: ''انہیں پانی پینے دو''۔ وہاں سے جس نے بھی پانی پیا وہ اس روز مارا گیا، سوائے حکیم بن حزام کے، وہ قتل نہ ہوا۔ یہ اس کے بعد مشرف باسلام ہوا اور مسلمان ہونے کا حق ادا کر دیا۔ اس کے بعد جب بھی وہ قسم کھاتے تو کہتے: لَا وَالَّذِیْ نَجَّانِیْ مِنْ یَوْمِ بَدْرٍ ''یعنی اس ذات کی قسم جس نے بدر کے دن مجھے نجات دی''۔

ابن اسحاق فرماتے ہیں: مجھے ابو اسحاق بن یسار اور دیگر اہل علم نے بتایا کہ انصار کے بعض بوڑھوں کا بیان ہے کہ جب سب لوگ اپنے مورچوں پر ڈٹ گئے تو کفار نے عمیر بن وہب الجمحی کو بھیجا کہ جاؤ اندازہ لگا کر ہمیں بتاؤ کہ محمد (ﷺ) کے ساتھیوں کی تعداد کتنی ہے، گھوڑے پر سوار ہو کر اس نے لشکر اسلام کے ارد گرد چکر لگایا پھر واپس آ کر انہیں بتایا وہ تین سو ہیں، یا کچھ زیادہ یا کچھ کم، لیکن مجھے مہلت دو کہ میں دیکھ لوں کیا اس قوم کی کوئی چھپی ہوئی جماعت یا کوئی اور مدد بھی ہے؟ پھر وہ وادی میں دور تک چلا گیا، اسے کچھ نظر نہ آیا۔ واپس آ کر اس نے کہا میں نے

اَلسَّحَرُ اور اَلسَّحْرُ کا معنی ہے پھیپھڑا اور یہ حاء کے فتحہ کے ساتھ اَلسَّحَرُ بھی ہے۔ یہ قیاس ہے کہ ہر وہ اسم جو فَعْلٌ کے وزن پر ہو اور اس کا عین کلمہ حرف حلقی ہو تو اس پر فتحہ بھی جائز ہے۔ پس اَلدَّهْرُ کو اَلدَّهَرُ اور اَللَّحْمُ کو اَللَّحَمُ بھی کہا جاتا ہے حتیٰ کہ لوگوں نے اَلنَّحْوُ کو بھی اَلنَّحَوُ پڑھا ہے۔ اسے ابن جنی نے ذکر کیا ہے۔ لوگوں نے حرف حلقی کی بناء پر آنے والی اس حرکت کو

کوئی چیز نہیں پائی، لیکن اے گروہِ قریش! میں نے ایسی اونٹنیاں دیکھی ہیں جو موتوں کو اٹھائے ہوئے ہیں، یثرب کے اونٹ یقینی موت اٹھائے ہوئے ہیں، وہ ایسی قوم ہے جن کے پاس کوئی دفاع کا سامان نہیں اور ان کے پاس تلواروں کے سوا کوئی پناہ گاہ نہیں۔ قسم بخدا! میں دیکھ رہا ہوں کہ ان میں سے کوئی شخص قتل نہیں کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ تم میں سے ایک آدمی کو قتل کر لے۔ اگر انہوں نے اپنی گنتی کے مطابق تمہارے آدمیوں کو تہ تیغ کر ڈالا تو اس کے بعد زندگی میں کیا لطف باقی رہے گا؟ اب جو تم مناسب سمجھو کرو''۔

جب حکیم بن حزام نے یہ باتیں سنیں تو مختلف لوگوں میں گھومتا ہوا عتبہ بن ربیعہ کے پاس آیا اور اسے کہنے لگا: اے ابو الولید! (عتبہ کی کنیت) تو قریش میں بڑا برگزیدہ شخص ہے اور ان کا سردار ہے اور مطاع ہے، کیا تم یہ چاہتے ہو کہ تمہیں تا ابد کلمہ خیر سے یاد کیا جاتا رہے؟ عتبہ نے پوچھا: اے حکیم! وہ کون سا ایسا فعل ہے؟ حکیم نے کہا: لوگوں کو واپس لے جاؤ اور اپنے حلیف عمرو بن حضرمی کا بوجھ تم اٹھا لو۔ اس نے کہا مجھے منظور ہے، تو اس پر میرا ضامن ہے، وہ میرا حلیف ہے، اس کی دیت میرے ذمہ ہے اور جو اس کا مال ضائع ہو گا وہ بھی میرے ذمہ ہے، تم ابن حنظلیہ (ابوجہل) کے پاس جاؤ۔

حنظلیہ کا نسب

ابن ہشام نے کہا: حنظلیہ ابوجہل کی ماں ہے، اس کا نام اسماء بنت مخربہ ہے، مخربہ بنی نہشل بن دارم بن مالک بن حنظلہ بن مالک بن زید مناۃ بن تمیم میں سے تھا۔ (عتبہ نے مزید کہا) مجھے اس کے سوا کسی سے لوگوں میں پھوٹ ڈالنے کا اندیشہ نہیں۔ یعنی ابوجہل بن ہشام کے سوا۔ پھر عتبہ خطبہ دینے کے لئے کھڑا ہوا اور کہا: ''اے گروہِ قریش! بخدا! تم محمد (ﷺ) اور ان کے اصحاب سے جنگ کر کے کیا کرو گے؟ واللہ! اگر تم انہیں قتل کرو گے تو تم زندگی بھر ایک دوسرے کا منہ دیکھنا بھی گوارا نہیں کرو گے، کسی نے اپنا چچازاد بھائی قتل کیا ہو گا یا اپنا ماموں زاد یا اپنے ہی قبیلے کا کوئی

اتحاد نہیں کیا کیونکہ یہ ایک علت کی وجہ سے ہے۔ پس انہوں نے اس کی بناء پر اپنے اس قول اَلنَّحْوُ وَالزُّهْدُ میں واؤ کو الف سے نہیں بدلا۔ اگر وہ اس فتحہ کا لحاظ رکھتے تو واؤ کو الف سے بدل دیتے۔ اسی طرح انہوں نے یَهَبُ وَ یَضَعُ میں بھی اس فتحہ کا لحاظ نہیں رکھا کیونکہ اس میں فتحہ حرف حلقی کی بناء پر ہے۔ اگر وہ اس کا لحاظ رکھتے تو واؤ کو واپس لے آتے اور کہتے یَوْضَعُ وَ یَوْهَبُ جس طرح کہ انہوں نے کہا یَوْجَلُ۔

فرد قتل کیا ہوگا۔ اس لئے واپس لوٹ جاؤ اور محمد (ﷺ) کو سارے عرب سے لڑنے دو، اگر ان قبائل نے انہیں قتل کر دیا تو تمہارا مقصد پورا ہو گیا اور اگر کوئی اور صورت پیش آئی تو تمہیں ان سے ملتے ہوئے شرمندگی نہ ہوگی کیونکہ تم نے ان سے وہ سلوک نہ کیا ہوگا جو تم چاہتے ہو"۔

حکیم نے کہا: پھر میں ابو جہل کے پاس آیا، میں نے دیکھا کہ اس نے اپنی زرہ تھیلے سے نکالی ہوئی ہے اور اسے درست کر رہا ہے۔ ابن ہشام نے کہا: وہ اسے تیار کر رہا ہے۔ میں نے اسے کہا: اے ابو الحکم! مجھے عتبہ نے تمہارے پاس اس مقصد کے لئے بھیجا ہے، جو کچھ عتبہ نے کہا تھا اسے بتایا، وہ کہنے لگا: قسم بخدا! عتبہ نے جب سے محمد (ﷺ) اور ان کے اصحاب کو دیکھا ہے، اس کا سانس پھولا ہوا ہے، ہرگز نہیں، بخدا! ہم نہیں لوٹیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہمارے درمیان اور محمد (ﷺ) کے درمیان فیصلہ کر دے۔ عتبہ نے جو کچھ کہا ہے صرف اس وجہ سے کہا ہے کہ اس نے دیکھ لیا ہے کہ محمد (ﷺ) اور ان کے ساتھی (تعداد میں) ایک ذبح کیا ہوا اونٹ کھانے والے ہیں، ان میں اس کا بیٹا بھی ہے، وہ تم سے اس کے بارے میں خوف زدہ ہے"۔ پھر اس نے عامر بن حضرمی کی طرف پیغام بھیجا کہ "دیکھ تیرا حلیف لوگوں کو واپس لے جانا چاہتا ہے، تو نے دیکھ لیا ہے کہ تیرے (بھائی) کے خون کا بدلہ تیری آنکھوں کے سامنے ہے، تم اٹھو، اپنے معاہدے اور اپنے بھائی کے خون کی دہائی دو"۔

عامر بن حضرمی کھڑا ہو گیا اور اپنی چادر اٹھا دی پھر چلا کر کہنے لگا: ہائے عمرو! ہائے عمرو! اس کی چیخ و پکار پر جنگ بھڑک اٹھی اور لوگوں کا معاملہ شدت اختیار کر گیا۔ سب لوگ جنگ پر آمادہ ہو گئے جس کے لئے وہ نکلے تھے اور جس رائے کی طرف عتبہ نے لوگوں کو دعوت دی تھی وہ درہم برہم ہو گئی۔

جب عتبہ کو ابو جہل کی اس بات کی خبر پہنچی کہ اِنْتَفَخَ وَاللّٰهِ سَحْرُهُ (اللہ کی قسم! اس کا پھیپھڑا پھولا ہوا ہے) تو اس نے کہا: سَيَعْلَمُ مُصَفِّرُ اسْتِهٖ مَنِ انْتَفَخَ سَحْرُهُ، اَنَا اَمْ هُوَ؟ اس بزدل کو جلد معلوم ہو جائے گا کہ کس کا پھیپھڑا پھولا ہوا ہے، میرا یا اس کا؟

اس کلام کو سب سے پہلا کہنے والا کون ہے اور ابو جہل کی بیماری کیا تھی؟

عتبہ کا قول ہے: مُصَفِّرُ اسْتِهٖ (اپنی سرین کو خوشبو لگانے والا) یہ کلمہ عتبہ کی اختراع نہیں ہے اور نہ وہ اسے پہلا کہنے والا ہے۔ یہ کلمہ اس سے پہلے قابوس بن نعمان یا قابوس بن منذر کے لئے بھی کہا گیا کیونکہ وہ آسودہ حال تھا اور جنگوں میں شریک نہیں ہوتا تھا اس لئے اسے کہا گیا مُصَفِّرُ اسْتِهٖ یعنی

ابن ہشام نے کہا: سحر کا معنی ہے پھیپھڑا اور اس کے اردگرد ناف کے اوپر کی سب چیزیں جو حلقوم کے ساتھ ملی ہوتی ہیں اور ناف سے نیچے کی اشیاء کو القصب کہا جاتا ہے۔ اسی معنی میں حضور ﷺ کا یہ ارشاد ہے: رَأَيْتُ عَمْرَو بْنَ لُحَيٍّ يَجُرُّ قُصْبَهٗ فِي النَّارِ ''میں نے عمرو بن لحی کو دیکھا کہ وہ اپنا نیچے کا دھڑ آگ میں کھینچے جا رہا ہے''۔ ابن ہشام نے کہا: یہ بات مجھ سے ابو عبیدہ نے بیان کی۔

پھر عتبہ نے سر پر پہننے کے لئے خود کی تلاش کی لیکن اسے لشکر میں کوئی ایسا خود نہ ملا جس میں اس کے سر کی بڑی کھوپڑی سما سکے۔ جب اس نے یہ حالت دیکھی تو سر پر اپنی ایک چادر لپیٹ لی۔

اسود مخزومی کا قتل

ابن اسحاق نے کہا: اسود بن عبد الاسد مخزومی نکل کھڑا ہوا۔ وہ ایک ترش رو اور بداخلاق شخص تھا۔ اس نے کہا میں اللہ سے عہد کرتا ہوں کہ یا تو میں ان لوگوں کے حوض سے پانی پیوں گا یا اسے توڑ ڈالوں گا یا اس کی خاطر مر جاؤں گا۔ جب وہ نکلا تو حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ آگے بڑھے۔ جب دونوں آمنے سامنے ہوئے تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اس پر ایک وار کیا جس نے اس کے پاؤں کو پنڈلی کے نصف تک کاٹ کر رکھ دیا وہ ابھی حوض سے دور ہی تھا کہ پیٹھ کے بل گر پڑا۔ اس کی ٹانگ سے خون کے فوارے اچھل کر اس کے ساتھیوں کی طرف بہہ رہے تھے پھر وہ رینگتا ہوا حوض میں جا گھسا۔ وہ اپنی قسم پوری کرنا چاہتا تھا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی اس کے پیچھے دوڑے۔ آپ نے اس پر وار کیا اور حوض کے اندر ہی اس کا کام تمام کر دیا۔

عتبہ کی دعوتِ مبارزت

فرمایا: اس کے بعد عتبہ بن ربیعہ، اپنے بھائی شیبہ بن ربیعہ اور اپنے بیٹے ولید بن عتبہ کے درمیان چلتا ہوا نکلا اور صفوں سے آگے نکل کر کھڑا ہو گیا اور دعوتِ مبارزت دینے لگا۔ تین انصاری نوجوان ان سے مقابلہ کے لئے نکلے۔ وہ حضرات عوف اور معوذ پسرانِ حارث جن کی ماں عفراء تھی اور ایک تیسرے نوجوان تھے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ حضرت عبد اللہ بن رواحہ تھے۔ عتبہ

صفرة الخلوق والطيب زرد رنگ کی خوشبو والا۔ یہ کلمہ قیس بن زہیر نے ایک گرد و غبار والے دن حذیفہ کے بارے میں کہا تھا اور کسی نے یہ نہیں کہا کہ حذیفہ مستوہ تھا۔ ورنہ اس شخص کا یہ قول صحیح نہیں ہوگا جس نے ابوجہل کے بارے میں عتبہ کے اس قول کے متعلق یہ کہا کہ وہ مستوہ تھا۔ واللہ اعلم

سردارانِ عرب صرف امن و امان کے ایام میں خوشبو استعمال کرتے ہیں۔ حالت جنگ میں اسے

وغیرہ نے پوچھا تم کون ہو؟ انہوں نے جواب دیا: رَهْطٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ " ہمارا تعلق قبیلہ انصار سے ہے۔ وہ کہنے لگے ہمیں تمہاری ضرورت نہیں۔ پھر ان میں سے ایک شخص نے بلند آواز سے کہا: يَا مُحَمَّدُ اَخْرِجْ اِلَيْنَا اَكْفَاءَ نَا مِنْ قَوْمِنَا " اے محمد (ﷺ) ہمارے ساتھ مقابلہ کے لئے ہماری قوم میں سے ہمارے مدمقابل بھیجو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قُمْ يَا عُبَيْدَةُ بْنُ الْحَارِثِ وَ قُمْ يَا حَمْزَةُ وَ قُمْ يَا عَلِيُّ " اے عبیدہ بن حارث تم اٹھو، اے حمزہ تم اٹھو، اے علی تم اٹھو۔ جب یہ تینوں اٹھ کر ان کے نزدیک پہنچے تو انہوں نے پوچھا تم کون ہو؟ حضرت عبیدہ نے کہا عبیدہ رضی اللہ عنہ، حضرت حمزہ نے کہا حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا علی۔ یہ سن کر وہ کہنے لگے: نَعَمْ اَكْفَاءٌ كِرَامٌ ہاں تم معزز مدمقابل ہو۔ حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ جوان تینوں میں سے عمر رسیدہ تھے انہوں نے عتبہ بن ربیعہ کو للکارا، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے شیبہ بن ربیعہ کو اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ولید بن عتبہ کو۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے تو شیبہ کو سنبھلنے کا موقع ہی نہ دیا اور اسے قتل کر دیا۔ اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی ولید کو مہلت دیے بغیر اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ البتہ حضرت عبیدہ اور عتبہ نے ایک دوسرے پر دو وار کیے۔ دونوں میں سے ہر ایک نے اپنے مدمقابل کو بٹھا دیا۔ حضرت حمزہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے اپنی تلواروں کے ساتھ عتبہ پر حملہ کر دیا اور اسے پھرتی سے قتل کر دیا۔ انہوں نے اپنے ساتھی کو اٹھایا اور اپنے اصحاب کے پاس لے آئے۔

ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے عاصم بن عمر بن قتادہ نے بیان کیا کہ انصاری نوجوانوں نے جب اپنا تعارف کرایا تھا تو عتبہ بن ربیعہ نے کہا تھا: بے شک تم معزز مدمقابل ہو لیکن ہمیں اپنی قوم کے لوگ مطلوب ہیں۔

بہت بڑا عیب خیال کرتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ جب تجارتی قافلہ بچ کر نکل آیا اور ابوجہل نے ارادہ کیا کہ میدانِ بدر میں اونٹ ذبح کرے، شراب نوشی کرے اور وہاں گانے والیاں رجزیہ اشعار پڑھیں تو اس نے خوشبو لگائی یا لگانے کا ارادہ کیا۔ اس وجہ سے عتبہ نے اس کے بارے میں یہ بات کہی۔ دیکھئے بنی مخزوم کے بارے میں شاعر کا قول ہے:

وَ مِنْ جَهْلٍ اَبُوْ جَهْلٍ اَخُوْكُمْ غَزَا بَدْرًا بِمِجْمَرَةٍ وَّ تَوْدٍ

" یہ بات جہالت سے ہے کہ تمہارے بھائی ابوجہل نے میدانِ بدر میں دھونی کی انگیٹھی اور (خوشبو کے) برتن کے ساتھ جنگ کی" یعنی اس جنگ میں دھونی لی اور خوشبو لگائی۔

فریقین کا مقابلہ

ابن اسحاق نے کہا: اس کے بعد دونوں فریق ایک دوسرے کے ساتھ گتھم گتھا ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کو ہدایت فرمائی کہ حضور ﷺ کے اذن کے بغیر حملہ نہ کریں۔ آپ نے فرمایا: اِنِ اکْتَنَفَکُمُ الْقَوْمُ فَانْضَحُوْهُمْ عَنْکُمْ بِالنَّبْلِ "اگر قوم قریش تمہارا محاصرہ تنگ کرلے تو ان پر تیروں کی بوچھاڑ کر کے انہیں پرے ہٹا دو"۔ رسول اللہ ﷺ عریش میں تشریف فرما تھے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حاضر خدمت تھے۔

واقعہ بدر جمعہ کے روز ماہِ رمضان المبارک کی سترہ تاریخ کو رونما ہوا۔

ابن اسحاق نے کہا: حضرت ابو جعفر محمد بن علی بن حسین نے مجھ سے اسی طرح بیان کیا ہے۔

حضرت ابن غزیہ اور آپ کے شکم پر حضور ﷺ کا تیر کے ساتھ چوٹ لگانا

علامہ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حبان بن واسع بن حبان نے اپنی قوم کے بعض شیوخ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ بدر کے روز اپنے صحابہ کی صف بندی کر رہے تھے، آپ کے دست مبارک میں ایک تیر تھا جس کے اشارہ سے اپنی قوم کی صفیں سیدھی فرما رہے تھے۔ حضور ﷺ بنی عدی بن نجار کے حلیف حضرت سواد بن غزیہ کے پاس سے گزرے۔ ابن ہشام نے کہا: کہا جاتا ہے کہ ان کا نام واؤ مثقلہ کے ساتھ سَوَّاد ہے اور واؤ مخففہ کے ساتھ

اس کے قول مُصَفِّرُ اسْتِهٖ سے اس کی مراد تو مُصَفِّرُ بَدَنِهٖ (بدن پر خوشبو لگانے والا) ہے لیکن اس نے مذمت میں مبالغہ کا قصد کیا تو خصوصاً سرین کا ذکر کیا تا کہ اس کا ذکر اسے برا لگے۔

کچھ حضرت سواد بن غزیہ کے بارے میں

علامہ ابن اسحاق نے حضرت سواد بن غزیہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ ذکر کیا کہ رسول اللہ ﷺ ان کے پاس سے گزرے وَهُوَ مُسْتَنْتِلٌ اَمَامَ الصَّفِّ۔ جبکہ وہ صف سے آگے نکلے کھڑے تھے۔ ابن ہشام نے کہا یہ بھی کہا جاتا ہے مُسْتَنْصِلٌ۔ کہا جاتا ہے: اِسْتَنْتَلْتُ وَاسْتَنْصَلْتُ وَ ابْرَنْزَعْتُ وَابْرَنْتَيْتُ۔ راء مہملہ اور زاء کے ساتھ۔ الغریب المصنف میں اسی طرح مذکور ہے۔ یہ تمام افعال اس وقت بولے جاتے ہیں جب آپ آگے بڑھیں۔ یہ سواد واؤ کی تخفیف کے ساتھ ہے اور عرب میں ہر سواد اسی طرح واؤ کی تخفیف اور سین کے فتحہ کے ساتھ ہے۔ سوائے عمرو بن سواد کے، جو بنی عامر بن لؤی کا فرد ہے اور شیوخِ حدیث میں سے ہے اور سواد سین کے ضمہ اور واؤ کی تخفیف کے ساتھ مری بن

سَوَادُ انصار میں ان کے علاوہ کوئی اور ہے وَ هُوَ مُسْتَنْتِلٌ مِّنَ الصَّفِّ جبکہ وہ صف سے آگے نکلے کھڑے تھے۔ ابن ہشام نے کہا: یہ بھی کہا جاتا ہے مُسْتَنْصِلٌ مِّنَ الصَّفِّ۔ حضور ﷺ نے اس تیر سے ان کے شکم پر ہلکی سی چوٹ لگائی اور فرمایا اِسْتَوِ يَا سَوَادُ اے سواد! سیدھے ہو جاؤ۔ وہ کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ مجھے درد ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو حق وانصاف کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے فَاَقِدْنِیْ پس مجھے اس چوٹ کا بدلہ دیجئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فوراً اپنے شکم اقدس سے قمیص اٹھا دی اور فرما دیا اِسْتَقِدْ "آؤ بدلہ لے لو"۔ فَاعْتَنَقَهٗ فَقَبَّلَ بَطْنَهٗ انہوں نے لپک کر حضور ﷺ کو گلے لگا لیا اور بطن مبارک کو چوم لیا۔ حضور ﷺ نے پوچھا: اے سواد! تم نے ایسا کیوں کیا؟ انہوں نے عرض کی: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ حَضَرَ مَا تَرٰى فَاَرَدْتُ اَنْ يَّكُوْنَ اٰخِرُ الْعَهْدِ بِكَ اَنْ يَّمَسَّ جِلْدِیْ جِلْدَكَ "یا رسول اللہ ﷺ جو مرحلہ ہمیں درپیش ہے وہ حضور ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ میری یہ آرزو تھی کہ اس دنیا سے رخصت ہوتے وقت میری جلد حضور کی جلد مبارک سے مس ہو جائے"۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے انہیں دعائے خیر سے سرفراز فرمایا۔

رسول اللہ ﷺ کا نصرت کے لئے اپنے رب کو اپنے حق کا واسطہ دینا

علامہ ابن اسحاق نے کہا: پھر رسول اللہ ﷺ نے صفیں درست فرمائیں اور عریش میں واپس تشریف لائے۔ حضور ﷺ کے ساتھ وہاں صرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔

اراشہ بن قضاعہ کا بیٹا ہے۔ قضاعہ انصار کے حلفاء بنی بلی کی شاخ ہے۔ متن سیرت میں ابن ہشام کے کلام سے سَوّاد ابن غزیہ واؤ کی تشدید کے ساتھ مذکور ہے لیکن صحیح وہ ہے جو اوپر مذکور ہوا ہے۔ یہ سواد خیبر کے علاقہ میں رسول اللہ ﷺ کے عامل تھے جو جنیب کھجوریں حضور ﷺ لی خدمت میں لے کر آئے۔ اسے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے الموطا میں ذکر کیا لیکن نام ذکر نہیں کیا۔

ابن ہشام کے قول مُسْتَنْصِلٌ کا معنی ہے صف سے نکلنے والا، یہ نَصَلْتُ الرُّمْحَ سے مشتق ہے یعنی میں نے نیزے کا پھل نکالا۔

بَعْضَ مُنَاشَدَتَكَ کی وضاحت

علامہ ابن اسحاق نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ قول ذکر کیا ہے: بَعْضَ مُنَاشَدَتَكَ رَبَّكَ فَإِنَّ اللّٰهَ مُنْجِزٌ لَّكَ مَا وَعَدَكَ۔ حضرت ابن اسحاق کے علاوہ دیگر لوگوں نے بھی اس طرح (تاء کے فتحہ کے ساتھ) روایت کیا ہے مُنَاشَدَتَكَ۔ حضرت قاسم نے الدلائل میں اس کی وضاحت

ان کے علاوہ کوئی اور آدمی ہمراہ نہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ اپنے رب کو اس وعدۂ نصرت کا واسطہ دینے لگے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا تھا۔ آپ اپنی دعا میں عرض کر رہے تھے اَللّٰهُمَّ اِنْ تَهْلِكْ هٰذِهِ الْعِصَابَةُ الْيَوْمَ لَا تُعْبَدْ۔ اے اللہ! اگر آج یہ گروہ ہلاک ہو گیا تو پھر تیری عبادت نہیں کی جائے گی"۔ حضرت ابوبکر گزارش کرنے لگے: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ بَعْضَ مُنَاشَدَتِكَ رَبَّكَ فَاِنَّ اللّٰهَ مُنْجِزٌ لَكَ مَا وَعَدَكَ "اے اللہ کے پیارے نبی ﷺ! اب آپ بس فرمائیے،

کی ہے، انہوں نے کہا اس طرح اس سے کبھی اغراء کا معنی لیا جاتا ہے اور کبھی کسی فعل سے روکنے کے لئے آتا ہے۔ جریر کا شعر ہے:

تَقُوْلُ وَ قَدْ تَرَامَحَتِ الْمَطَايَا ۔۔۔ كَذَاكَ الْقَوْلُ اِنَّ عَلَيْكَ عَيْنًا

تو اس وقت کہتا ہے جبکہ سواریاں نیزہ بازی کر رہی تھیں، تیری بات بالکل درست ہے لیکن تجھ پر اہل خانہ کا تحفظ ضروری ہے۔

یعنی تیرے لئے یہی بات کافی ہے، اسے چھوڑ دے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے انجشہ سے فرمایا: يَا اَنْجَشَه رُوَيْدَكَ سَوْقَكَ بِالْقَوَارِيْرِ اے انجشہ اپنے اونٹوں کو آہستہ لے چل جیسے تو شیشوں (عورتوں) کو لے جاتا ہے۔

ایک اور موقع پر آپ ﷺ نے شَوْقَكَ فرمایا۔ اس میں نصب کا معنی داخل ہے جیسا کہ عَلَيْكَ زَيْدًا اور دُوْنَكَ زَيْدًا میں بھی نصب کا معنی داخل ہے کیونکہ جب آپ کا مخاطب زید کو تلاش کر رہا ہے اور آپ اسے کہیں دُوْنَكَ زَيْدًا (لو زید کو پکڑ لو) تو اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ آپ نے اپنے مخاطب کو زید کے مکان سے آگاہ کر دیا۔ گویا آپ نے کہا خُذْهُ (اسے پکڑ لو)۔ [illegible] کا مسئلہ بھی اسی قبیل سے ہے کیونکہ جب آپ نے کہا: كَذَاكَ الْقَوْلَ اَوِ السَّيْرَ تو گویا آپ نے یوں کہا: كَذَاكَ اَمَرْتُ فَاكْفُفْ وَدَعْ (میں نے تمہیں اسی طرح حکم دیا تھا لیکن اب اسے رک جاؤ اور اسے چھوڑ دو) لہٰذا ان دونوں بابوں کا اصول ایک ہی ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک ظرف ہو جس کے بعد ابتداء ہو تو وہ ظرف خبر ہو گی جو اپنے ضمن میں امر یا کسی کام کرنے یا نہ کرنے پر اغراء کا معنی لئے ہوئے ہوگی۔ پس اہل لغت نے ضمن کلام میں موجود اس امر یا اغراء کے معنی کے ساتھ مبتدا کو نصب دی۔ ایسا کرنا اس لحاظ سے بہتر ہے کہ انہوں نے عامل لفظی سے عامل معنوی کی طرف عدول نہیں کیا، انہوں نے تو صرف ایک عامل معنوی سے دوسرے عامل معنوی کی طرف عدول کیا۔ اگر دونك زیدا کہنے کے بجائے فعل کو لفظوں میں ذکر کرتے اور یوں کہتے اِسْتَقَرَّ دُوْنَكَ زَيْدٌ اور اس سے اغراء اور اسے پکڑنے کا امر مراد لیتے تو

بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ سے جو وعدہ کیا ہے وہ اسے آپ کے لئے پورا فرمانے والا ہے"۔
رسول اللہ ﷺ عریش میں ہی تھے کہ آپ کے سر مبارک کو ایک جنبش ہوئی پھر آپ بیدار ہوئے اور فرمایا: اَبْشِرْ یَا اَبَابَکْرٍ اَتَاکَ نَصْرُ اللّٰہِ، ھٰذَا جِبْرِیْلُ اٰخِذٌ بِعِنَانِ فَرَسٍ یَقُوْدُہٗ، عَلٰی ثَنَایَاہُ النَّقْعُ۔ "اے ابو بکر مژدہ باد! تمہارے پاس اللہ کی مدد آ گئی، یہ جبرئیل ہیں

کسی لحاظ سے بھی نصب جائز نہ ہوتی کیونکہ فعل ظاہر ہے اور لفظوں میں موجود ہے اور یہ عامل معنوی سے زیادہ قوی ہے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مناشدہ کا مفہوم

اس حدیث میں ایک امر غور طلب ہے، وہ یہ کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کو دعا میں اجتہاد سے روکنے لگیں اور آپ کی امید بندھائیں اور حوصلہ دلائیں حالانکہ رسول اللہ ﷺ کا مقام مقامِ احمدیت ہے اور آپ کا یقین ہر ایک کے یقین سے بڑھ کر ہے؟ اس بارے میں میں نے اپنے شیخ حافظ (یعنی قاضی ابو بکر بن عربی) رحمۃ اللہ علیہ کو یہ فرماتے سنا کہ رسول اللہ ﷺ مقامِ خوف میں تھے اور آپ کے صحابی (حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ) مقامِ رجاء میں تھے اور یہ دونوں مقامِ فضیلت میں برابر ہیں۔ اس سے ان کی مراد یہ نہیں کہ نبی کریم ﷺ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ دونوں برابر ہیں بلکہ ان کی مراد یہ ہے کہ رجاء اور خوف دونوں ایسے مقام ہیں جو ایمان میں ضروری ہیں۔ پس اس گھڑی میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے حضور مقامِ رجاء پر فائز تھے اور نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کے حضور مقامِ خوف پر فائز تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ جو چاہے کرسکتا ہے۔ اس لئے آپ کو اندیشہ ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس جنگ کے بعد زمین میں اللہ تعالیٰ کی عبادت نہ ہوسکے۔ لہٰذا آپ کا یہ خوف عبادت تھا۔ حضرت قاسم بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کا ایک اور مفہوم بیان کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کو یہ گزارش ازراہِ شفقت و محبت کی تھی کیونکہ آپ نے دیکھا کہ حضور ﷺ انتہائی تضرع اور اجتہاد سے دعا فرمارہے ہیں حتیٰ کہ (محویت کے عالم میں) چادر مبارک آپ کے کندھوں سے سرک کر نیچے گر پڑی تو آپ نے گزارش کی: بَعْضَ ھٰذَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ: اے اللہ کے پیارے رسول ﷺ! اب آپ بس فرمائیے۔ یعنی حضور ﷺ اپنے آپ کو اس قدر کیوں تھکا رہے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے نصرت کا وعدہ فرمایا ہے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بڑے نرم دل اور نبی کریم ﷺ پر حد درجہ شفیق تھے۔

جو ایک گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے اسے لے جا رہے ہیں اور اس گھوڑے کے پاؤں گرد آلود ہیں۔

معرکۂ جنگ میں جہادِ نبی ﷺ

حضرت مؤلف نے کہا: جہاں تک نبی کریم ﷺ کے دعا میں اجتہاد اور شدت کا تعلق ہے تو اس کا فائدہ یہ ہوا کہ آپ نے ملائکہ کو دیکھا کہ وہ قتال میں پوری شدت وقوت کے ساتھ حصہ لے رہے ہیں اور جبرئیل امین بھی ایک گھوڑے پر سوار ہیں جس کے پاؤں گرد آلود ہیں اور اللہ تعالیٰ کے انصار موت کے سمندر میں غوطہ زن ہو رہے ہیں اور جہاد کی دو قسمیں ہیں: جہاد بالسیف اور جہاد بالدعاء، اور امام کی سنت سے ایک بات یہ ہے کہ وہ لشکر کے پیچھے ہو، لوگوں کے ساتھ مل کر قتال نہ کرے۔ اس طرح سب لوگ کسی نہ کسی اجتہاد اور کوشش میں مصروف ہوں گے اور کوئی بھی ایسا نہ ہوگا جو دونوں جہادوں اور دونوں کوششوں میں سے کسی ایک سے اپنے آپ کو اس وقت آرام پہنچا رہا ہو جبکہ اللہ تعالیٰ کے انصار اور فرشتے جدوجہد کر رہے ہوں اور کوئی بھی ایسا نہ ہوگا جو راحت و آرام کو اس وقت ترجیح دے جبکہ اللہ تعالیٰ کا لشکر اس کے دشمنوں کے ساتھ صبر واستقامات کے ساتھ برسرِ پیکار ہو۔

المفاعلة

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قول ہے: بَعْضَ مُنَاشَدَتَكَ رَبَّكَ۔ باب مفاعلہ میں دونوں طرف سے فعل کا وقوع ضروری ہے حالانکہ پروردگار اپنے بندے کو واسطہ نہیں دیتا لیکن یہاں باب مفاعلہ اس مفہوم کے لئے آتا ہے کہ یہ پروردگار کے حضور مناجات ہے اور مطلوبہ امر کے لئے محاولہ (کسی حیلے سے طلب کرنا)۔ اس لئے یہ لفظ باب مفاعلہ کے وزن پر آیا ہے۔ اور اس باب میں دو فاعلوں کے لئے دو فعلوں کا ہونا ضروری ہے۔ یا تو وہ دونوں لفظوں میں متفق ہوں یا معنی میں متفق ہوں۔ اکثر اہل لغت نے یہ خیال کیا ہے کہ کبھی کبھی مفاعلہ ایک فاعل سے بھی ہوتا ہے جیسے عَاقَبْتُ الْعَبْدَ (میں نے غلام کو سزا دی)، طَارَقْتُ النَّعْلَ (میں نے جوتے کو مضبوط کیا)، سَافَرْتُ (میں نے سفر کیا) اور عَافَاهُ اللّٰهُ (اللہ تعالیٰ اسے شفا دے) پس ہم کہتے ہیں کہ عَاقَبْتُ الْعَبْدَ۔ یہ آپ کے اور آپ کے غلام کے درمیان معاملہ ہے کہ اس نے آپ کے ساتھ جرم کا معاملہ کیا اور آپ نے اس کے ساتھ سزا کا معاملہ کیا۔ اس لئے العقوبة سے اس کا لفظ لے لیا گیا اور المعاونة سے اس کا وزن لے لیا گیا ہے۔ جہاں تک طَارَقْتُ النَّعْلَ کا تعلق ہے تو یہ الطرق سے ماخوذ ہے جس کا معنی قوت ہے گویا آپ نے جوتے کو قوت دی اور اس نے آپ کو چلنے پر قوت دی۔ لہٰذا اس کا لفظ الطرق سے

پہلے شہید

علامہ ابن اسحاق نے کہا: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام حضرت مجع کو ایک تیر کا ہدف بنایا گیا جس سے وہ شہید ہو گئے۔ یہ مسلمانوں کے پہلے شخص تھے جنہوں نے جامِ شہادت نوش کیا۔ اس کے بعد بنی عدی بن نجار کے قبیلہ کے ایک شخص حضرت حارثہ بن سراقہ نے

ماخوذ ہے اور اس کی بناء المعاونۃ اور المقاواۃ کے وزن پر ہے اور یہ معنی میں اتفاق ہے اگرچہ لفظ میں اتفاق نہیں۔ اور سَافَرَ الرَّجُلُ یہ سَفَرْتَ سے مشتق ہے۔ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب آپ اپنے چہرہ سے پردہ ہٹادیں۔ گویا مسافر کا چہرہ لوگوں کے سامنے ظاہر ہو گیا اور لوگوں کے چہرے مسافر کے سامنے ظاہر ہو گئے۔ تو یہ لفظ اور معنی دونوں میں موافقت ہے۔ جہاں تک المعافاۃ کا تعلق ہے تو چونکہ آقا اپنے غلام کو مصیبت سے عافیت بخشتا ہے اور غلام اپنے آقا کو شکایت اور بار بار سوال کرنے سے عافیت دیتا ہے اس لئے یہ لفظ میں موافقت ہے، پھر کلام میں اتساع اور مجاز کے طور پر اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کردی جاتی ہے۔

عَصَبَ اور عَصَمَ

علامہ ابن اسحاق نے نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان ذکر کیا: هٰذَا جِبْرِيْلُ عَلٰى ثَنَايَاهُ النَّقْعُ۔ النقع کا معنی گردوغبار ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: رَاَيْتُهٗ عَلٰى فَرَسٍ لَهٗ شَقْرَاءَ وَ عَلَيْهِ عِمَامَةٌ حَمْرَاءُ وَ قَدْ عَصَمَ بِثَنِيَّتِهِ الْغُبَارُ'' میں نے حضرت جبرئیل امین کو اپنے سرخ رنگ کے گھوڑے پر دیکھا جو سرخ عمامہ باندھے ہوئے تھے اور ان کے گھوڑے کے پاؤں پر غبار لگا ہوا تھا''۔ ابن قتیبہ نے کہا کہ عَصَبَ اور عَصَمَ کا ایک ہی معنی ہے۔ کہا جاتا ہے عَصَبَ الرِّيْقُ بِفِيْهِ '' اس کے منہ میں تھوک خشک ہوگئی''۔ شاعر کا قول ہے:

يَعْصِبُ فَاهُ الرِّيْقُ اَىْ عَصْبٍ عَصْبَ الْجُبَابِ بِشَفَاهُ الْوَطْبِ

اس کے منہ میں تھوک اس طرح خشک ہو جاتا ہے جس طرح کوہان بریدہ اونٹ کے منہ کے سخت کنارے خشک ہو جاتے ہیں۔

قاسم بن ثابت نے ان کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ عصم خضاب وغیرہ کے اثر کو کہتے ہیں اور یہ مہندی، پسینہ یا کسی اور چیز کا جو بازو کے ساتھ چمٹ جائے، باقی ماندہ اثر ہے جو ہاتھ وغیرہ پر باقی رہتا ہے۔ جیسا کہ عرب کی کسی عورت نے دوسری عورت سے کہا: اَعْطِيْنِىْ عُصْمَ حِنَّائِكِ یعنی'' مجھے وہ مہندی دے دے جو تو نے اپنے ہاتھ سے چھڑائی اور کھرچ کر اتاری''۔

شہادت کی سعادت حاصل کی۔ آپ تالاب سے پانی پی رہے تھے کہ آپ کی طرف ایک تیر پھینکا گیا جو آپ کی گردن میں پیوست ہو گیا۔ اس طرح آپ درجہ شہادت پر فائز ہو گئے۔

مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب

ابن اسحاق نے کہا: پھر رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام کے پاس تشریف لے گئے اور انہیں جہاد پر برانگیختہ کرتے ہوئے فرمایا: وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَا يُقَاتِلُهُمُ الْيَوْمَ رَجُلٌ فَيُقْتَلُ صَابِرًا مُحْتَسِبًا مُقْبِلًا غَيْرَ مُدْبِرٍ اِلَّا اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ ''اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! آج جو شخص جنگ کرے گا اور اسے اس حالت میں قتل کیا گیا کہ وہ صبر کا دامن مضبوطی سے پکڑے ہو، رضائے الٰہی کا طالب ہو، دشمن کی طرف منہ کئے ہو، پیٹھ پھیرنے والا نہ ہو، ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل کرے گا''۔ بنی سلمہ کے ایک شخص حضرت عمیر بن حمام رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں میں کھجوریں تھیں جنہیں وہ کھا رہے تھے، یہ کلمات سن کر وہ کہنے لگے: بَخٍ بَخٍ واہ واہ کیا میرے درمیان اور جنت میں داخل ہونے کے درمیان اس کے سوا کوئی اور چیز حائل ہے کہ یہ لوگ مجھے قتل کر دیں؟ پھر انہوں نے اپنے ہاتھ سے کھجوریں پھینک دیں، اپنی تلوار تھامی اور کفار کے ساتھ جنگ شروع کر دی۔ یہاں تک کہ جام شہادت نوش کر لیا۔

ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ نے بیان کیا کہ حضرت عوف بن حارث جو عفراء کے بیٹے تھے، نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! پروردگار کو اپنے بندے کی طرف سے کون سی بات خوش کرتی ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: بے زرہ اور بے خود ہو کر بندے کا اپنا ہاتھ دشمن میں ڈبو دینا، انہوں نے فوراً جو زرہ پہن رکھی تھی اتار کر پھینک دی پھر اپنی تلوار لی اور جنگ کرنے لگے یہاں تک کہ شرف شہادت سے مشرف ہو گئے۔

واقعہ عمیر بن حمام

ابن اسحاق نے حضرت عمیر بن حمام بن جموح بن زید بن حرام کا واقعہ ذکر کیا جب انہوں نے اپنے ہاتھ سے کھجوریں پھینکیں اور کہا بَخٍ بَخٍ (واہ وا) یہ کلمہ تعجب کے معنی میں ہے۔ اس میں کئی لغتیں ہیں۔ بَخْ خاء کے سکون کے ساتھ، بَخٍ خاء کے کسرہ اور تنوین کے ساتھ، بَخٍّ خاء کی تشدید اور تنوین کے ساتھ اور بَخّ خاء کی تشدید کے ساتھ اور تنوین کے بغیر۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ یہ واقعہ احد کے دن بھی پیش آیا لیکن راوی نے اس میں نہ عمیر کا ذکر کیا ہے اور نہ کسی اور کا۔ واللہ اعلم

ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حضرت محمد بن مسلم بن شہاب زہری نے ان سے بنی زہرہ کے حلیف عبداللہ بن ثعلبہ بن صعیر عذری نے بیان کیا کہ جب فریقین ایک دوسرے کے سامنے بالکل قریب آ گئے تو ابوجہل بن ہشام نے کہا: اے اللہ جو ہم دونوں فریقوں سے زیادہ قطع رحمی کرنے والا ہے اور غیر معروف چیزیں لانے والا ہے اس کو آج صبح ہلاک کر دے۔ اس طرح وہ خود فیصلہ کا طلب گار تھا۔

رسول اللہ ﷺ کا مشرکین کی طرف کنکریاں پھینکنا

علامہ ابن اسحاق نے کہا: پھر رسول اللہ ﷺ نے مٹھی بھر کنکریاں اٹھائیں اور کفار قریش

واقعہ عوف بن عفراء

حضرت عوف بن عفراء کا یہ قول مذکور ہوا: مَا يُضْحِكُ الرَّبَّ مِنْ عَبْدِهٖ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟" یا رسول اللہ ﷺ! پروردگار کو اپنے بندے کی طرف سے کون سی بات خوش کرتی ہے"۔ حضرت عوف کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ان کا نام عوذ ذال منقوطہ کے ساتھ ہے۔ اس قول کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ ان کے دونوں بھائیوں کے نام معاذ اور معوذ ہیں (جو ذال منقوطہ کے ساتھ ہیں)۔

پروردگار کی طرف ضحک کی نسبت

يُضْحِكُ الرَّبَّ یعنی جس سے وہ حد درجہ خوش ہوتا ہے۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ یہ ایسی رضا ہوتی ہے جس کے ساتھ خوشخبری اور بندے کی عزت افزائی کا اظہار ہوتا ہے۔ اس کی وضاحت کچھ یوں ہے کہ الضحك الغضب کا متضاد ہے۔ بعض اوقات ایک آقا غضبناک ہوتا ہے پھر معاف کر دیتا ہے لیکن عتاب کو باقی رکھتا ہے اور جب وہ راضی ہو جائے تو یہ رضا عفو و درگزر سے بڑھ کر ہوتی ہے اور جب وہ خوش ہو جائے تو یہ خوشی رضا کی انتہا ہوتی ہے کیونکہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ آقا راضی ہوتا ہے لیکن اس رضا کو ظاہر نہیں کرتا جو اس کے دل میں ہوتی ہے۔ لہٰذا پروردگار سبحانہ وتعالیٰ کے حق میں رضا کے مفہوم کو الضحک کے ساتھ تعبیر کرنا بطور مجاز و بلاغت ہے اور مختصر لفظ میں مذکورہ معانی کو شامل کرنا ہے۔ اسی وجہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت طلحہ بن براء کے حق میں فرمایا: اَللّٰهُمَّ الْقَ طَلْحَةَ يَضْحَكُ اِلَيْكَ " اے اللہ! تو طلحہ سے اس حالت میں ملاقات کر کہ وہ تجھ پر خوش ہو اور تو اس پر خوش ہو"۔ اس کا معنی یہ ہے کہ تو اس کے ساتھ اس طرح ملاقات کر جس طرح دو دوست آپس میں ملاقات کرتے ہوئے اپنے دلوں میں مخفی رضا اور محبت کو ایک دوسرے کے لئے ظاہر کر رہے ہوتے ہیں۔

کی طرف منہ کر کے فرمایا شَاهَتِ الْوُجُوْهُ ان کے چہرے بگڑ جائیں پھر وہ کنکریاں ان کی طرف پھینک دیں اور صحابہ کرام کو حکم فرمایا: پوری قوت سے حملہ کرو۔ چشم زدن میں مشرکین کو شکست ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ نے قریش کے بہت سے سورماؤں کو قتل کر ڈالا اور ان کے بہت سے سرداروں کو قید کرا دیا۔ جب مسلمان اپنے ہاتھوں سے کفار کو قید کرنے لگے جبکہ رسول اللہ ﷺ عریش میں تشریف فرما تھے اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اپنی تلوار اٹھائے اس عریش کے دروازے پر کھڑے تھے جس میں رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے، آپ کے ساتھ انصار کی ایک جماعت تھی، یہ سب مل کر رسول اللہ ﷺ کی حفاظت میں پہرہ دے رہے تھے کہ مبادا آپ پر دشمن حملہ نہ کر دیں۔ لوگ قیدیوں کو پکڑ رہے تھے، اس وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے چہرے پر ناگواری کے آثار دیکھے تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: اے

پس جب کہا جائے ضَحِكَ الرَّبُّ لِفُلَانٍ تو یہ ایک ایسا مختصر کلام ہے جو رضامندی کے ساتھ ساتھ محبت، اظہار بشارت اور کرامت جیسے معانی کو بھی شامل ہے جن پر مزید خوشی کا اظہار نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا یہ کلمہ ان جوامع الکلم میں سے ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا کئے گئے۔(1)

1۔ الضحک ہمارے پروردگار جل وعلا کی صفات میں سے ایک صفت ہے جس پر ہم ایمان اور اعتقاد رکھتے ہیں اسی طرح ہم ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا وجہ (چہرہ) ہے، اس کی ساق (پنڈلی)، قدم اور انگلیاں ہیں۔ اسی طرح ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ رات کے آخری تیسرے حصہ میں نزول فرماتا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر مستوی ہے، وہ غضبناک ہوتا ہے اور خوش بھی ہوتا ہے۔ قرآن کریم اور سنت صحیحہ نے ہمارے پروردگار جل وعلا کی ان صفات کو صراحۃً بیان کیا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہوئے اس کے لئے ان صفات کو پہچانتے ہیں۔ اسی طرح ہمارا ایمان ہے کہ اس کے قدم، ساق، انگلیوں اور چہرے، اس کے ضحک، غضب، فرحت اور نزول میں اس کی مخلوق میں سے کوئی بھی اس کے مشابہ نہیں کیونکہ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ۝ (الشوریٰ) اس کی مانند کوئی چیز نہیں اور وہی سب کچھ سننے والا دیکھنے والا ہے۔ اللہ کے ضحک کی تفسیر یہ ہے کہ یہ ایسی رضا ہے جس کی ابتدا حق کی طرف سے ہوتی ہے اور قرآن کریم اور سنت نے رضا اور ضحک میں فرق کیا ہے اور جب کوئی مسلمان سوال کرے، کہ ہمارے پروردگار کی ضحک کیسے ہے؟ تو ہم اسے کہیں گے کہ ضحک کے متعلق سوال استواء علی العرش کے متعلق سوال کی مانند ہے۔ تو کیا تم یہ ایمان رکھتے ہو کہ اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر مستوی ہے جس طرح قرآن کریم نے بہت سی آیات میں اس کی تصریح کی، مثلاً فرمایا اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى۝ (طٰہٰ) ''وہ بے حد مہربان (کائنات کی فرمانروائی کے) تخت پر متمکن ہوا''۔ تو جب آپ کا اس استواء پر ایمان ہے حالانکہ آپ اس کی کیفیت کو نہیں جانتے تو یہی قول ضحک، غضب، رضا، فرحت وغیرہ میں بھی ہے۔ پھر ان صفات کے بارے میں سوال ذات کے بارے میں سوال کی فرع ہے۔ تو کیا آپ اللہ عزوجل کی ذات کا وصف بیان کر سکتے ہیں؟ لازماً جواب نفی میں ہو گا۔ ہم کہتے ہیں صفات کے متعلق سوال ذات کے سوال کی فرع ہے تو جب پہلے کی نفی کی گئی تو دوسرے کی بھی نفی ہو گئی۔ اس کا مزید بیان اور وضاحت حضرت شیخ محمد بن صالح عثیمی کی کتاب القواعد المثلیٰ، فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور الرسالۃ التدمریہ میں ملاحظہ کریں۔

سعد! واللہ معلوم ہوتا ہے کہ تم قیدیوں کی گرفتاری کو ناپسند کر رہے ہو؟ انہوں نے عرض کی جی ہاں یارسول اللہ ﷺ! یہ پہلی آفت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اہل شرک پر نازل کی۔ اہل شرک کو خوب قتل کرنا مجھے انہیں زندہ چھوڑنے سے زیادہ پسند تھا۔

بعض مشرکین کے قتل کی ممانعت

علامہ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے عباس بن عبداللہ بن معبد نے، ان سے کسی اہل خانہ نے اور ان سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے اس روز اپنے صحابہ کو فرمایا: مجھے معلوم ہے کہ بنی ہاشم وغیرہ کے کچھ افراد کو مجبوراً یہاں لایا گیا ہے، وہ ہمارے ساتھ جنگ کرنے کے آرزومند نہ تھے۔ اس لئے تم میں سے کسی کو اگر بنی ہاشم کا کوئی فرد ملے تو وہ اسے قتل نہ کرے اور جو شخص ابوالبختری بن ہشام بن حارث بن اسد کو ملے تو وہ اسے بھی قتل نہ کرے کیونکہ اسے بھی مجبوراً یہاں لایا گیا۔ یہ بات سن کر حضرت ابوحذیفہ یہ کہہ بیٹھے کہ کیا ہم اپنے باپوں، بیٹوں، بھائیوں اور اپنے خاندان کے لوگوں کو تو قتل کریں اور عباس کو چھوڑ دیں۔ وَاللّٰهِ لَئِنْ لَقِيْتُهُ لَاُلْحِمَنَّهُ السَّيْفَ ”بخدا اگر عباس مجھے مل گئے تو میں ان کے منہ میں تلوار کا نوالہ ضرور ڈالوں گا۔ ابن ہشام نے کہا: ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے کہا لَاُلْجِمَنَّهُ السَّيْفَ ”یعنی میں ان کے منہ میں تلوار کی لگام ضرور ڈالوں گا، ان کی یہ بات جب رسول اللہ ﷺ تک پہنچی تو حضور ﷺ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے فرمایا یَا اَبَا حَفْصٍ اے ابوحفص، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، بخدا یہ پہلا روز تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے ابوحفص کی کنیت سے مخاطب فرمایا: أَيُضْرَبُ وَجْهُ عَمِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالسَّيْفِ؟ ”کیا رسول اللہ ﷺ کے چچا کے چہرے پر تلوار کا وار کیا جائے گا“؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ مجھے اجازت فرمائیں تو میں تلوار سے اس کی گردن اڑا دوں، بخدا ابوحذیفہ یقیناً منافق ہو گیا ہے۔ حضرت ابوحذیفہ کہا کرتے تھے: مَا اَنَا بِاٰمِنٍ مِّنْ تِلْكَ الْكَلِمَةِ الَّتِىْ قُلْتُ يَوْمَئِذٍ وَ لَا اَزَالُ مِنْهَا خَائِفًا اِلَّا اَنْ تُكَفِّرَهَا عَنِّى الشَّهَادَةُ ”مجھے اس بات کے باعث اپنے انجام کے بارے میں خطرہ لاحق ہو گیا ہے جو اس روز میری زبان سے نکل گئی تھی، اس کا مجھے ہر وقت خوف لگا رہتا ہے بجز اس کے کہ میری شہادت اس کا کفارہ بن جائے“۔ چنانچہ جنگ یمامہ میں انہوں نے جام شہادت نوش فرمایا۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے ابوالبختری کے قتل سے صرف اس وجہ سے

منع فرمایا تھا کہ مکہ میں وہ لوگوں سے رسول اللہ ﷺ کا دفاع کرتا تھا۔ آپ کو تکلیف نہیں پہنچاتا تھا، اس سے کبھی کوئی ایسی بات سرزد نہ ہوئی جس سے حضور ﷺ کو تکلیف پہنچی ہو، نیز وہ ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے اس عہد نامے کو کالعدم کرانے میں اہم کردار ادا کیا جو قریش نے بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کے خلاف لکھا تھا۔ میدانِ جنگ میں اس کا سامنا حضرت مجذر بن زیاد البلوی سے ہوگیا جو انصار کے قبیلہ بنی سالم بن عوف کے حلیف تھے۔ حضرت مجذر نے ابوالبختری کو بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں تجھے قتل کرنے سے روک دیا ہے۔ ابوالبختری کے ساتھ اس کا ایک دوست جنادہ بن ملیحہ بنت زہیر بن اسد اللیثی بھی تھا جو مکہ سے اس کے ہمراہ آیا تھا۔ ابو البختری کا نام العاص ہے۔ ابوالبختری نے مجذر سے پوچھا: میرے اس دوست کا کیا بنے گا؟ مجذر نے اسے کہا: بخدا ہم تیرے دوست کو نہیں چھوڑیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں صرف تیرے بارے میں یہ حکم دیا ہے۔ ابوالبختری کہنے لگا: لَا وَاللّٰهِ اِذًا لَّاَمُوْتَنَّ اَنَا وَ هُوَ جَمِيْعًا ''بخدا ایسا نہیں ہوگا اگر مرنا ہے تو ہم دونوں اکٹھے مریں گے تاکہ مکہ کی عورتیں میرے بارے میں یہ نہ کہہ سکیں کہ میں نے اپنی زندگی کی خاطر اپنے دوست کو چھوڑ دیا''۔ چنانچہ جب مجذر نے ابو البختری کو مقابلہ کی دعوت دی اور جنگ کے بغیر کوئی چارہ نہ رہا تو اس نے یہ رجز پڑھا:

لَنْ يُّسْلِمَ ابْنُ حُرَّةٍ زَمِيْلَهٗ حَتّٰى يَمُوْتَ اَوْ يَرٰى سَبِيْلَهٗ

''کسی آزاد ماں کا بیٹا اپنے دوست کو حوالے نہیں کرے گا یہاں تک کہ وہ مر جائے یا اسے اپنا راستہ نظر آجائے''۔

ابوالبختری اور مجذر کے کلام کی وضاحت

ابوالبختری کا قول ہے اَنَا وَ زَمِيْلِيْ میں اور میرا دوست۔ زمیل کا معنی ہے ردیف (سوار کے پیچھے سوار ہونے والا) اسی سے ہے اِزْدَمَلَ الرَّجُلُ بِحَمْلِهٖ یعنی آدمی نے اپنا بوجھ اپنی پیٹھ پر اٹھایا۔ مسند حارث میں ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم بدر کے روز تین تین شخص یکے بعد دیگرے ایک اونٹ پر سوار ہوتے تھے۔ فَكَانَ عَلِيٌّ وَ اَبُوْ لُبَابَةَ زَمِيْلَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حضرت علی اور حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ کے ساتھی تھے۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدل چلنے کی باری آتی تو وہ دونوں عرض کرتے: یارسول اللہ ﷺ آپ سوار ہو جائیے، ہم آپ کی طرف سے پیدل چلتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے: نہ تو تم چلنے میں مجھ سے زیادہ طاقتور ہو اور نہ میں تم سے زیادہ اجر سے مستغنی ہوں۔

دونوں ایک دوسرے سے نبرد آزما ہوئے۔ مجذر بن زیاد نے اسے قتل کر دیا، مجذر بن زیاد نے ابوالبختری کے قتل کے بارے میں کہا:

إِمَّا جَهِلْتَ أَوْ نَسِيتَ نَسَبِيْ فَاثْبِتِ النِّسْبَةَ أَنِّي مِنْ بَلِيْ

''اگر تو میرے نسب سے ناواقف ہے یا بھول گیا ہے تو اس نسبت کو ذہن نشین کر لے کہ میں قبیلہ بلی سے ہوں''۔

اَلطَّاعِنِيْنَ بِرِمَاحِ الْيَزَنِيْ وَالضَّارِبِيْنَ الْكَبْشَ حَتّٰى يَنْحَنِيْ

''جو یزنی نیزوں سے لڑتے ہیں اور قوم کے سردار پر وار کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ ٹیڑھا ہو جائے''۔

بَشِّرْ بِيُتْمٍ مَنْ أَبُوْهُ الْبَخْتَرِيْ أَوْ بَشِّرَنْ بِمِثْلِهَا مِنِّيْ بَنِيْ

''اس شخص کو یتیم ہونے کی خوشخبری سنا دو جس کا باپ بختری ہے یا اسی طرح کی خوشخبری میری طرف سے میرے بیٹوں کو سنا دو''۔

أَنَا الَّذِيْ يُقَالُ أَصْلِيْ مِنْ بَلِيْ أَطْعُنُ بِالصَّعْدَةِ حَتّٰى تَنْثَنِيْ

''میں ہی وہ شخص ہوں جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ میری اصل قبیلہ بلی سے ہے، میں سیدھے نیزے کے ساتھ وار کرتا رہتا ہوں یہاں تک کہ وہ دوہرا ہو جائے''۔

وَأَعْبِطُ الْقِرْنَ بِعَضْبٍ مَشْرَفِيْ أُرْزِمُ لِلْمَوْتِ كَإِرْزَامِ الْمَرِيْ

''اور میں اپنی مشرفی تلوار کے تیز وار کے ساتھ مدمقابل کو ذبح کرتا ہوں، میں موت کے لیے اس طرح کراہتا ہوں جس طرح دودھ دینے والی اونٹنی کراہتی ہے (جب اس کا دودھ تھنوں میں اٹک جائے)''۔

فَلَا تَرٰى مُجَذَّرًا يَفْرِيْ فَرِيْ

''پس تو مجذر کو عجیب باتیں کرتا ہوا نہ دیکھے گا (بلکہ وہ جو کہے گا کر کے دکھائے گا)''۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: اَلْمَرِيْ غیر ابن اسحاق کی روایت ہے اور المری اس اونٹنی کو کہتے ہیں جس کا دودھ مشکل سے اتارا جائے۔

مجذر کا قول ہے: كَإِرْزَامِ الْمَرِيْ۔ المری کا معنی ہے اَلنَّاقَةُ تُمْرٰى لِلْحَلَبِ۔ وہ اونٹنی جس کا دودھ دوہنے کے لئے اس کے تھنوں کو مس کیا جائے اور ارزام سے مراد اس اونٹنی کی آواز اور اس کا بلبلانا ہے اور اَرْزَمَتْ اور رَزَمَتْ کے درمیان جو فرق ہے اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: اس کے بعد مجذر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا! میں نے بہت کوشش کی کہ اسے قید کر کے آپ کی خدمت میں پیش کروں لیکن اس نے جنگ کے سوا کوئی بات نہ مانی۔ اس لئے میں اس سے نبرد آزما ہو گیا اور اسے قتل کر ڈالا۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: ابوالبختری کا نام العاص بن ہشام بن حارث بن اسد ہے۔

امیہ بن خلف کا قتل

علامہ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے یحییٰ بن عباد بن عبداللہ بن زبیر نے اپنے باپ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا۔ ابن اسحاق نے کہا اور مجھ سے یہی حدیث عبداللہ بن ابی بکر وغیرہ نے بھی بیان کی اور ان دونوں نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے روایت کیا۔ انہوں نے فرمایا: مکہ میں امیہ بن خلف میرا دوست تھا۔ میرا نام عبد عمرو تھا، جب میں مشرف باسلام ہوا تو میں نے اپنا نام عبدالرحمٰن رکھ لیا، مکہ میں جب امیہ مجھے ملتا تو کہتا: اے عبد عمرو! کیا تم نے اپنا وہ نام ترک کر دیا ہے جو تیرے باپ نے رکھا تھا؟ میں کہتا بے شک، وہ کہتا میں الرحمٰن کو نہیں جانتا اس لئے تو میرے اور اپنے درمیان کوئی ایسا نام طے کر جس سے میں تمہیں بلایا کروں، تمہارا یہ رویہ ہے کہ تم مجھے اپنے پہلے نام سے جواب نہیں دیتے اور میرا یہ حال ہے کہ میں تمہیں ایسے نام سے نہیں پکاروں گا جو میں نہیں جانتا۔ حضرت عبدالرحمٰن فرماتے ہیں: جب وہ مجھے بلاتا اے عبد عمرو! تو میں اسے جواب نہیں دیتا تھا۔ میں نے اسے کہا: اے ابوعلی! تو جو چاہے میرا نام طے کر لے۔ اس نے کہا پھر تو عبدالالٰہ ہے۔ میں نے کہا ٹھیک ہے۔ اس کے بعد جب کبھی میں اس کے پاس سے گزرتا تو وہ کہتا اے عبدالالٰہ اور میں اس کا جواب دیتا اور اس کے ساتھ باتیں کیا کرتا۔ یہاں تک کہ جب بدر کا دن آیا تو میں اس کے پاس سے گزرا جبکہ وہ اپنے بیٹے علی بن امیہ کا ہاتھ پکڑے کھڑا تھا۔ میرے پاس چند زرہیں تھیں جو میں نے اپنے مقتولوں سے اتاری تھیں، میں انہیں اٹھائے ہوئے تھا۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو کہا اے عبد عمرو! میں نے اسے جواب نہ دیا۔ پھر اس نے کہا اے عبدالالٰہ، میں نے "ہاں" سے جواب دیا۔ پھر اس نے کہا کیا تمہیں میری سلامتی کی ضرورت ہے، میں تمہارے لئے ان زرہوں سے زیادہ بہتر ہوں جو تمہارے پاس

ہیں؟ میں نے کہا نَعَمْ هَا اللّٰه ذَا ہاں واللہ، یہ تو بہت بہتر ہے۔ چنانچہ میں نے اپنے ہاتھ سے زرہیں پھینک دیں اور اس کا اور اس کے بیٹے کا ہاتھ پکڑ لیا۔ وہ کہہ رہا تھا میں نے آج جیسا دن کبھی نہیں دیکھا، کیا تمہیں دودھ کی ضرورت نہیں، پھر میں ان کو لے کر چلا۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: دودھ سے اس کی مراد یہ تھی کہ جو مجھے قیدی بنائے گا تو میں اسے بہت دودھ دینے والی اونٹنیاں بطور فدیہ دے کر اپنے آپ کو چھڑا لوں گا۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے عبدالرحمٰن بن ابی عون نے بیان کیا، انہوں نے سعد بن ابراہیم سے، انہوں نے اپنے باپ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے روایت کیا، انہوں نے فرمایا: جب میں اس کے اور اس کے بیٹے کے درمیان ان دونوں کے ہاتھ تھامے کھڑا تھا تو مجھ سے امیہ بن خلف نے پوچھا: اے عبدالالٰہ! تمہارا یہ شخص کون ہے جس نے اپنے سینے پر شتر مرغ کا پر بطورِ

هَا اللّٰهِ اور هَبَرُوْهُ کی وضاحت

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کا امیہ کے بارے میں قول ہے۔ هَا اللّٰهِ ذَا۔ یہ هَا تنبیہ ہے اور ذَا اپنی ذات کی طرف اشارہ ہے۔ بعض نے کہا یہ قسم کی طرف اشارہ ہے یعنی هٰذَا قَسَمِیْ۔ یہ میری قسم ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ یہ قسم اٹھانے والے کی طرف اشارہ ہے اور اسم اللہ کی جر حرف قسم کی وجہ سے ہے جسے حذف کر کے هَا تنبیہ کو اس کے قائم مقام رکھ دیا۔ جس طرح استفہام اس کے قائم مقام ہو جاتا ہے۔ گویا کہ یوں کہا هَا اَنَذَا مُقْسِمٌ۔ یہ ہوں میں قسم اٹھانے والا۔ اور هَا اور ذَا کے درمیان اسم مقسم بہ کے ساتھ فاصلہ کیا۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ وہی قسم اٹھانے والا ہے۔ اس لئے اَنَا ذکر کرنے کی ضرورت نہ رہی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ قول بھی اسی طرح ہے لَا هَا اللّٰهِ ذَا۔ اور زہیر کا قول ہے۔ تَعَلَّمَنْ هَا لَعَمْرُ اللّٰهِ ذَا قَسَمًا۔ اس نے اپنی اس قسم کو مصدر کے ساتھ مؤکد کیا جس پر سابقہ کلام دلالت کرتا ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن کا قول ہے: هَبَرُوْهُ بِاَسْيَافِهِمْ۔ یہ اَلْهَبْرَةُ سے مشتق ہے جس کا معنی ہے گوشت کا بہت بڑا ٹکڑا۔ یعنی انہوں نے اپنی تلواروں کے ساتھ اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے۔

علامہ ابن اسحاق نے بنی غفار کے ایک آدمی کا قول ذکر کیا ہے جب اس نے بادل میں گھوڑوں کے ہنہنانے کی آواز سنی اور کسی کہنے والے کو یہ کہتے سنا اَقْدِمْ حَيْزُوْمُ۔ اُقْدُمْ دال کے ضمہ کے ساتھ ہے یعنی اے گھوڑے آگے بڑھ۔ حیزوم حضرت جبرائیل علیہ السلام کے گھوڑے کا نام ہے۔ یہ الحزم

علامت سجایا ہوا ہے؟ میں نے کہا یہ حمزہ بن عبد المطلب ہیں۔ وہ بولا یہی وہ شخص ہے جس نے ہم پر یہ مصیبتیں نازل کی ہیں۔ عبد الرحمٰن فرماتے ہیں: بخدا! میں انہیں لے کر جا رہا تھا کہ اچانک حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اسے میرے ساتھ دیکھ لیا۔ یہ وہی شخص تھا جو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو مکہ مکرمہ میں اسلام ترک کرنے کے لئے اذیتیں دیتا تھا۔ وہ آپ کو مکہ کی گرم ریت کی طرف لے جاتا، جب وہ گرم ہو جاتی تو آپ کو اس پر پیٹھ کے بل لٹا دیتا پھر ایک بڑی چٹان لانے کا حکم دیتا جو آپ کے سینہ پر رکھ دی جاتی۔ پھر کہتا، تمہاری یہی حالت رہے گی یا پھر تم محمد (ﷺ) کا دین چھوڑ دو گے۔ لیکن حضرت بلال رضی اللہ عنہ اَحَد اَحَد(1) پکارتے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے جب اسے دیکھا تو کہا رَأْسُ الْکُفْرِ اُمَیَّۃُ بْنُ خَلَفٍ لَا نَجَوْتُ اِنْ نَجَا۔ ''یہ ہے کفر کا سرغنہ امیہ بن خلف، اگر آج وہ بچ گیا تو پھر میرا بچنا محال ہے''۔ میں نے کہا اے بلال!

سے فیعول کا وزن ہے اور صدر (سینے) کے اوپر والے حصے کو بھی حیزدم کہتے ہیں۔ اس لئے ممکن ہے کہ اس گھوڑے کے نام کی وجہ تسمیہ بھی یہی ہو کیونکہ وہ فرشتوں کے گھوڑوں کا سردار ہے اور ان سب سے مقدم ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام کا ایک اور گھوڑا الحیاۃ بھی ہے جو جس چیز کو چھوتا ہے وہ زندہ ہو جاتی ہے۔ یہی وہ گھوڑا ہے جس کے نشانِ قدم سے سامری نے مٹھی بھر مٹی لے کر اس بچھڑے میں ڈال دی تھی جو اس نے سونے کو ڈھال کر بنایا تھا تو اس سے گائے کی آواز آتی تھی۔ اسے زجاج نے ذکر کیا ہے۔

1۔ اَحَدٌ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے۔ قرآن کریم نے اس کی تصریح کی۔ یہ ان اسمائے حسنیٰ میں سے ہے جو قرآن کریم میں صرف ایک بار آئے ہیں اور یہ سورۂ اخلاص میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اسم اَلْاَحَدُ سب اسماء سے زیادہ قوت، جمعیت، عدمِ تفریق، عدمِ تجزی اور عدمِ انفصال پر دلالت کرتا ہے۔ جب یہ لفظ اَحَدٌ مفرد ہو تو اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہی کی جائے گی۔ جیسا کہ اس باب کی حدیث میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ وارضاہ کا قول ہے اَحَدٌ اَحَدٌ۔ نیز جب یہ اسم حالت اثبات میں غیر مضاف ہو کر استعمال ہو تو بھی اسے اللہ عزوجل کی طرف پھیرا جائے گا۔ جیسا کہ سورۂ اخلاص میں بھی ہے۔ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ'' (اے حبیب!) فرما دیجئے وہ اللہ ہے یکتا''۔ پس یہ کلام مثبت ہے اور اسم غیر مضاف ہے۔ البتہ جب یہ اسم حالت اثبات میں مضاف ہو کر استعمال ہو تو پھر صرف اللہ عزوجل کی پہچان نہیں ہوگا بلکہ عام ہوگا، سب کو شامل ہوگا اور مطلق ہوگا جیسے سورۂ کہف میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: فَابْعَثُوْۤا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖۤ (الکہف: 19) ترجمہ: ''پس بھیجو کسی کو اپنے ساتھیوں سے اپنے ایک سکہ کے ساتھ''۔ نیز جب یہ حالت نفی میں ہو تو بھی عام اور مطلق ہوتا ہے جیسا کہ سورۂ اخلاص کے آخر میں ہے: وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ''اور نہ ہی اس کا کوئی ہمسر ہے''۔ اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے: یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ (الاحزاب: 32) ترجمہ: ''اے نبی کی ازواج (مطہرات) تم نہیں ہو دوسری عورتوں میں سے کسی عورت کی مانند''۔ اسی طرح کی اور بھی بہت آیات ہیں۔

کیا تم میرے دو قیدیوں کے بارے میں ایسا کہہ رہے ہو؟ انہوں نے کہا اگر وہ بچ گیا تو پھر میں نہیں بچ سکوں گا۔ میں نے کہا اے ابن سوداء کیا تو سن رہا ہے؟ انہوں نے کہا اگر یہ بچ گیا تو میں نہیں بچوں گا۔ پھر انہوں نے بلند آواز سے پکارا اے انصار اللہ! یہ کفر کا سرغنہ امیہ بن خلف ہے، اگر وہ بچ گیا تو پھر میں بچ نہیں سکوں گا۔ چنانچہ انہوں نے ہمیں کنگن کی طرح گھیر لیا، میں اسے بچا رہا تھا۔ ایک شخص نے تلوار کھینچ لی اور اس کے بیٹے کی ٹانگ پر وار کیا، وہ گر پڑا۔ یہ دیکھ کر امیہ نے ایسی چیخ ماری کہ میں نے اس جیسی چیخ کبھی نہیں سنی تھی۔ میں نے کہا اپنے آپ کو بچاؤ۔ اب تم بچ نہیں سکتے، میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ فَهَبَرُوْهُمَا بِاَسْيَافِهِمْ حَتّٰى فَرَغُوْا مِنْهُمَا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی اپنی تلواروں کے پیہم واروں سے ان دونوں کے پرزے اڑاتے رہے یہاں تک کہ وہ ان دونوں سے فارغ ہو گئے۔ حضرت عبدالرحمٰن کہا کرتے تھے: ''اللہ تعالیٰ بلال پر رحم کرے، میری زرہیں بھی چلی گئیں اور میرے دو قیدیوں کو قتل کر کے مجھے ان کے فدیہ سے بھی محروم کر دیا''۔

غزوۂ بدر میں ملائکہ کی حاضری

علامہ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حضرت عبداللہ بن ابی بکر نے بیان کیا کہ ان کے سامنے حضرت عباس رضی اللہ عنہما کی روایت بیان کی گئی۔ آپ نے فرمایا مجھ سے بنی غفار کے ایک آدمی نے بیان کیا کہ میں اور میرا ایک چچا زاد بھائی ہم دونوں آئے اور ایک ایسے پہاڑ پر چڑھ گئے جہاں سے بدر کا منظر دکھائی دے رہا تھا۔ ہم مشرک تھے اور انتظار کر رہے تھے کہ جنگ میں آفت کس پر پڑتی ہے تا کہ ہم بھی لوٹنے والوں کے ساتھ لوٹ میں شریک ہو جائیں۔ چنانچہ اس اثناء میں کہ ہم پہاڑ پر تھے ایک بادل کا ٹکڑا ہمارے قریب ہوا۔ ہم نے اس میں گھوڑوں کے ہنہنانے کی آواز سنی۔ میں نے ایک کہنے والے کو یہ کہتے ہوئے سنا: اَقْدِمْ حَيْزُوْمُ ''حیزوم آگے بڑھ''۔ میرے چچا زاد بھائی کے تو دل کا پردہ پھٹ گیا اور وہ اسی جگہ مر گیا اور رہا میں تو میں بھی ہلاکت کے قریب ہو گیا تھا پھر میں نے اپنے آپ پر قابو پا لیا۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے عبداللہ بن ابی بکر نے بنی ساعدہ کے بعض افراد سے اور انہوں نے ابو اسید مالک بن ربیعہ سے جو غزوۂ بدر میں حاضر تھے، یہ روایت بیان کی، یہ واقعہ ان کی بینائی جاتے رہنے کے بعد کا ہے۔ انہوں نے کہا: آج میں بدر میں ہوتا اور میری بینائی بھی ہوتی تو میں تم کو وہ گھاٹی دکھاتا جس سے فرشتے نکلے، مجھے اس میں نہ کوئی شک ہے اور نہ شبہ۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا مجھ سے ابو اسحاق بن یسار نے بیان کیا، انہوں نے بنی مازن بن نجار کے کچھ لوگوں سے، انہوں نے ابو داؤد مازنی سے روایت کیا جو غزوۂ بدر میں حاضر تھے، انہوں نے کہا بے شک میں نے بدر کے روز ایک مشرک کا تعاقب کیا تا کہ اس پر وار کروں تو اچانک میں نے دیکھا کہ میری تلوار اس تک پہنچنے سے پہلے اس کا سر کٹ کر گر پڑا، میں نے جان لیا کہ اسے میرے سوا کسی اور نے قتل کیا ہے۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا مجھ سے ایک ایسے شخص نے بیان کیا جسے میں جھوٹا نہیں سمجھتا۔ اس نے عبداللہ بن حارث کے آزاد کردہ غلام مقسم سے اور اس نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا بدر کے دن فرشتوں کی علامت سفید عمامے تھی جن کے شملے انہوں نے اپنی پیٹھوں پر لٹکائے ہوئے تھے اور حنین کے روز سرخ عمامے (ان کی علامت تھی)۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: مجھ سے بعض اہل علم نے بیان کیا کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عمامے عربوں کے تاج ہیں اور بدر کے روز فرشتوں کی علامت سفید تعویذات تھے جو انہوں نے اپنی پیٹھوں پر لٹکائے ہوئے تھے مگر حضرت جبرئیل علیہ السلام (کے سر) پر زرد عمامہ تھا۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا مجھ سے ایک شخص نے بیان کیا جسے میں جھوٹا نہیں سمجھتا، اس نے مقسم سے، انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ فرشتوں نے بدر کے سوا کسی اور جنگ میں قتال نہیں کیا۔ وہ دوسری جنگوں میں تعداد اور مدد کو بڑھانے کے لئے شریک ہوتے تھے، کسی کو مارتے نہیں تھے۔

ابوجہل کی ہلاکت

علامہ ابن اسحاق نے کہا اس روز ابوجہل لڑتا ہوا اور یہ رجز پڑھتا ہوا آیا:

مَا تَنْقِمُ الْحَرْبُ الْعَوَانُ مِنِّیْ ‏ بَازِلُ عَامَیْنِ حَدِیْثٌ سِنِّیْ

ابوداؤد مازنی کا نسب

علامہ ابن اسحاق نے ابوداؤد مازنی اور ان کے اس قول کا ذکر کیا ہے: لَقَدْ اتَّبَعْتُ رَجُلًا مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ فَسَقَطَ رَأْسُہٗ قَبْلَ اَنْ اَصِلَ اِلَیْہِ کہ میں نے ایک مشرک کا تعاقب کیا تو میرے اس تک پہنچنے سے پہلے اس کا سر نیچے گر گیا۔ کہا گیا ہے کہ ابوداؤد کا نام عمیر بن عامر ہے اور یہی وہ شخص ہے جس نے ابوالبختری بن ہشام کو قتل کیا اور اس کی تلوار چھین لی۔ یہ ابن اسحاق کے علاوہ سیرت نگاروں کی

لِمِثْلِ هٰذَا وَلَدَتْنِي أُمِّي

"یہ شدید جنگ مجھ سے کیا انتقام لے سکتی ہے۔ میں نوجوان طاقتور اونٹ ہوں جو اپنے عنفوانِ شباب میں ہے۔ میری ماں نے مجھے ایسی جنگوں کے لئے ہی جنا ہے"۔

بدر کے روز مسلمانوں کا شعار

علامہ ابن ہشام نے کہا: بدر کے روز اصحابِ رسول اللہ ﷺ کا شعار "اَحد اَحد" تھا۔

ابوجہل کی ہلاکت کا بقیہ واقعہ

علامہ ابن اسحاق نے کہا پھر جب رسول ﷺ اپنے دشمن سے فارغ ہوئے تو مقتولوں میں ابوجہل کو تلاش کرنے کا حکم دیا۔

مجھ سے ثور بن یزید نے، انہوں نے عکرمہ سے، انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا اور عبداللہ بن ابی بکر نے بھی مجھ سے یہ روایت بیان کی ہے، ان دونوں (ثور بن یزید اور عبداللہ بن ابی بکر) کا بیان ہے کہ بنی سلمہ کے ایک فرد حضرت معاذ بن عمرو بن جموح نے

ایک جماعت کا قول ہے اور ابن اسحاق نے کہا: اسے مجذر نے قتل کیا جیسا کہ پہلے مذکور ہوا ہے۔

لغات

ابوجہل کے قتل میں حضرت معاذ بن عمرو کا قول ہے: مَا شَبَّهْتُ رِجْلَهٗ حِيْنَ طَاحَتْ اِلَّا بِالنَّوَاةِ تَطِيْحُ مِنَ الْمِرْضَخَةِ کہ جب ابوجہل کا پاؤں کٹ کر اڑا تو میں نے اس کے پاؤں کو ایک ایسی گٹھلی کے ساتھ تشبیہ دی جو کچلنے والے پتھر کے نیچے سے اڑتی ہے۔ طَاحَتْ کا معنی ہے ذَهَبَتْ یعنی وہ گیا اور یہ ذھاب ہلاکت کی طرف ہوتا ہے اور المرضخة الا رزبة کی طرح ہے یعنی وہ بڑا پتھر جس کے ساتھ جانوروں کے چارہ کے لئے گٹھلیاں کوٹی جاتی ہیں۔ الرضح حاء مہملہ کے ساتھ ہو تو اس کا معنی ہوتا ہے خشک چیز کو توڑنا اور الرضخ کا معنی ہوتا ہے تر چیز کو توڑنا۔ الطائی کا شعر ہے:

أَتَرْضَخُنِيْ رَضْخَ النَّوٰى وَهْيَ مُصْمِتٌ وَ يَأْكُلُنِيْ أَكْلَ الدُّبَا وَ هُوَ جَائِعٌ

"کیا تو مجھے گٹھلیوں کی طرح کوٹ رہا ہے درآں حالیکہ وہ خاموش ہیں اور وہ مجھے کدو کی طرح کھا رہا ہے جبکہ وہ بھوکا ہے"۔

انہوں نے حبیب بن اوس الطائی کے قول سے صرف اس کے علم کی وجہ سے دلیل پکڑی ہے نہ کہ اس وجہ سے کہ وہ کوئی عربی ہے جس کی لغت سے حجت پکڑی جاتی ہو۔

کہا میں نے لوگوں سے سنا جبکہ ابوجہل لوگوں کے درمیان الحرجة درخت کی طرح تھا۔

علامہ ابن ہشام نے کہا ہے اَلْحَرَجَةُ کا معنی ہے وہ درخت جو دوسرے درختوں کے درمیان لپٹا ہوا ہو اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ آپ نے ایک اعرابی سے الحرجة کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا یہ بہت سے درختوں کے درمیان ایک ایسا درخت ہوتا ہے جس تک پہنچنا مشکل ہو۔

(حضرت معاذ فرماتے ہیں میں نے لوگوں سے سنا) وہ کہہ رہے تھے ابوالحکم تک نہیں پہنچا جا سکتا۔ جب میں نے یہ بات سنی تو میں نے ابوجہل کو اپنا مقصود بنالیا اور اس تک پہنچنے کی ٹھان لی۔ جب وہ میری دسترس میں آ گیا تو میں نے اس پر حملہ کر دیا اور اس پر ایک ایسا وار کیا جس نے اس کے پاؤں کو نصف پنڈلی تک کاٹ دیا۔ بخدا جب وہ کٹ کر اڑا تو مجھے ایسا معلوم ہوا جیسے کوئی کھجور کی گٹھلی گٹھلیوں کو کچلنے والے پتھر کے نیچے سے اڑتی ہے جب ان پر پتھر کی ضرب پڑتی ہے۔ اس کے بیٹے عکرمہ نے میرے کندھے پر وار کیا جس سے میرا ہاتھ کٹ گیا اور میری پہلو کی کھال سے لٹکنے لگا۔ اس وجہ سے اس سے لڑنا میرے لیے بڑا دشوار ہو گیا۔ میں سارا دن اسی حالت میں لڑتا رہا کہ اپنا ہاتھ پیچھے کھینچتا پھرتا تھا۔ جب وہ میرے لیے اذیت کا باعث بنا تو میں نے اس پر اپنا پاؤں رکھا، اسے اس پر دبایا اور کھینچ کر الگ کر دیا۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا اس کے بعد وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ تک زندہ رہے۔

پھر ابوجہل کے پاس سے حضرت معوذ بن عفراء گزرے جبکہ وہ لنگڑا پڑا تھا۔ آپ نے اس پر

ابوجہل کو قتل کرنے والے دونو جوان

علامہ ابن اسحاق نے ان دو لڑکوں کا ذکر کیا ہے جنہوں نے ابوجہل کو قتل کیا وہ دونوں معاذ بن عمرو بن جموح اور معوذ بن عفراء تھے جبکہ صحیح مسلم میں ہے کہ وہ دونوں معاذ بن عفراء اور معاذ بن عمرو بن جموح ہیں۔ اور عفراء یہ عبید بن ثعلبہ بن عبید بن ثعلبہ بن غنم بن مالک بن نجار کی بیٹی ہے۔ اس کے نسب سے بنو عفراء معروف ہیں اور ان کا باپ حارث بن رفاعہ بن سواد ہے۔ اس میں کچھ اختلاف بھی ہے۔

ابن اسحاق سے ابن ادریس کی روایت ہے جیسا کہ کتاب مسلم میں بھی ہے کہ ابو عمر نے کہا: اس واقعہ کی صحیح ترین روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جب نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا: مَنْ يَأْتِيْنِيْ بِخَبَرِ اَبِيْ جَهْلٍ "میرے پاس ابوجہل کی خبر کون لائے گا" الحدیث۔ اس میں ہے کہ عفراء کے دونوں بیٹوں نے اسے قتل کیا تھا۔

ایسا وار کیا کہ اسے زمین پر جا گرایا پھر اسے چھوڑ دیا، ابھی اس میں کچھ جان باقی تھی۔ حضرت معوذ جنگ کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ابوجہل کے پاس سے اس وقت گزرے جب رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا تھا کہ اسے مقتولوں میں تلاش کیا جائے۔ مجھے جو خبر ملی ہے اس کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا تھا: ''اگر وہ مقتولوں کے درمیان تم سے پہچانا نہ جائے تو اس کے گھٹنوں پر ایک زخم کا نشان دیکھنا کیونکہ ایک روز عبداللہ بن جدعان کے پاس دعوت کے موقع پر اس کے اور میرے درمیان مڈبھیڑ ہوئی تھی۔ اس وقت ہم دونوں کم سن تھے۔ میں اس کی بنسبت کچھ کمزور اور دبلا تھا۔ میں نے اسے دھکا دیا تو وہ گھٹنوں کے بل گر پڑا جس کے باعث اس کے ایک گھٹنے پر خراش آگئی جس کا نشان ابھی تک باقی ہے''۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے اسے جاں بلب پایا، اسے پہچانا اور اپنا پاؤں اس کی گردن پر رکھ دیا۔ اس نے ایک بار مکہ میں مجھے بڑی سختی سے اپنی گرفت میں لے کر اذیت پہنچائی تھی اور مجھے مکے مارے تھے۔ پھر میں نے اسے کہا اے اللہ کے دشمن! کیا اللہ تعالیٰ نے تجھے رسوا کر دیا؟ اس نے کہا: اس نے مجھے کس بات کے ساتھ رسوا کیا۔ اَعْمَدُ مِنْ رَجُلٍ قَتَلْتُمُوْہُ۔ کیا میں اس شخص سے بھی زیادہ رسوا ہوں جسے تم نے قتل کر دیا ہے؟ مجھے بتاؤ آج فتح کس کو ہوئی؟ میں نے کہا: اللہ کو اور اس کے رسول کو۔

ابن ہشام نے کہا: ضَبَثَ کا معنی ہے اس نے اسے گرفتار کیا اور اس کے ساتھ چمٹ گیا۔

ابوجہل کا قول ہے: اَعْمَدُ مِنْ رَجُلٍ قَتَلْتُمُوْہُ۔ ایک روایت میں ہے قَتَلَهٗ قَوْمُهٗ۔ یعنی اس شخص سے بڑھ کر رسوا جسے اس کی قوم نے قتل کر دیا ہو۔ یہی ابن ہشام کی تفسیر کا مفہوم ہے جہاں انہوں نے کہا: اَیْ لَیْسَ عَلَیْهِ عَارٌ۔ یعنی اس پر کوئی عار نہیں۔ پہلی تفسیر غریب الحدیث میں ابوعبید نے بیان کی ہے۔ انہوں نے اس شعر سے استشہاد کیا ہے:

تُقَدِّمُ قَيْسٌ كُلَّ يَوْمِ كَرِيهَةٍ وَ يُثْنِى عَلَيْهَا فِي الرَّخَاءِ ذُنُوْبُهَا

ہر جنگ کے دن بنی قیس کو آگے کیا جاتا ہے اور آسودگی کے ایام میں ان کے گناہوں پر ان کی مذمت کی جاتی ہے۔

وَ اَعْمَدُ مِنْ قَوْمٍ كَفَاهُمْ اَخُوْهُمْ صِدَامَ الْاَعَادِيْ حِيْنَ فُلَّتْ نُيُوْبُهَا

اور وہ اس قوم سے بھی زیادہ غضبناک ہیں جس کے لئے ان کا بھائی دشمن کا حملہ روکنے کے لئے اس وقت کافی ہو جب دشمنوں کے مصائب کو شکست دی جائے۔

ضابی بن حارث برجمی نے کہا:

فَاَصْبَحْتُ مِمَّا كَانَ بَيْنِي وَ بَيْنَكُمْ مِّنَ الْوُدِّ مِثْلَ الضَّابِثِ الْمَاءَ بِالْيَدِ

"میرے اور تمہارے درمیان جو محبت ہے اس کی وجہ سے میں اس شخص کی مانند ہو گیا جو پانی کو اپنے ہاتھ سے پکڑنا چاہتا ہے"۔

ابن ہشام نے کہا یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ابوجہل نے کہا: أَعَارٌ عَلَى رَجُلٍ قَتَلْتُمُوهُ۔ "کیا اس شخص پر کوئی عار ہے جسے تم نے قتل کیا، مجھے خبر دو کہ آج فتح کس کی ہوئی؟"

ابن اسحاق نے کہا: بنی مخزوم کے بعض افراد کا دعویٰ ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہا

حضرت مؤلف رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے نزدیک یہ عربوں کے اس قول سے ماخوذ ہے عَمِدَ الْبَعِيرُ يَعْمَدُ۔ یہ اس وقت بولتے ہیں جب اونٹ کی کوہان سوج جائے اور وہ ہلاک ہو جائے تو معنی یہ بنے گا اَهْلَكُ مِنْ رَجُلٍ قَتَلَهٗ قَوْمُهٗ۔ اس شخص سے بڑھ کر ہلاک ہونے والا جسے اس کی قوم نے قتل کیا ہو۔ ابن اسحاق نے جو ابوجہل کا یہ قول ذکر کیا ہے اور بنی مخزوم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے متعلق ابوجہل کا یہ قول ذکر کیا ہے: لَقَدِ ارْتَقَيْتَ مُرْتَقًى صَعْبًا يَا رُوَيْعِيَ الْغَنَمِ "یعنی اے بکریوں کے نکمے چرواہے تو بڑے دشوار زینہ پر چڑھ گیا ہے۔ یہ دونوں قول اس روایت کے معارض ہیں جو سیرا ابن شہاب اور مغازی ابن عقبہ میں مذکور ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اسے بیٹھا ہوا پایا، نہ وہ حرکت کر سکتا تھا اور نہ بات، آپ نے اس سے اس کی زرہ اتاری تو دیکھا کہ اس کے جسم پر سیاہ نکتے پڑے ہوئے ہیں۔ آپ نے اس کے خود کی زرہ کے ساتھ ملی ہوئی کڑیوں کو کھولا وہ کوئی بات نہیں کر سکتا تھا۔ پھر ابوجہل کی ہی تلوار سونتی اور اس کے ساتھ اس کی گردن کاٹ کر رکھ دی۔ پھر جب آپ اس کا سر اٹھا کر بارگاہ رسالت ﷺ میں لائے تو رسول اللہ ﷺ نے ان سیاہ نکتوں کے بارے میں پوچھا جو آپ نے اس کے بدن پر دیکھے تھے۔ آپ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بتایا کہ اسے فرشتوں نے قتل کیا تھا اور وہ فرشتوں کی ضربوں کے نشانات تھے۔ اور یونس نے ابوعمیس سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا مجھے قاسم بن عبدالرحمٰن نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی تلوار دکھائی اور کہا یہ ابوجہل کی تلوار ہے جب آپ نے اسے قتل کیا تھا اور یہ تلوار چھین لی تھی۔ وہ ایک چھوٹی سی چوڑی تلوار تھی جس کے کناروں پر چاندی کے ٹکڑے اور حلقے لگے ہوئے تھے۔ ابوعمیس نے کہا اس تلوار کے ساتھ قاسم نے ایک بیل کی گردن پر وار کیا تو اس نے اسے کاٹ دیا اور اس میں بہت بڑا رخنہ ڈال دیا۔ میں نے دیکھا کہ اس رخنے کو دیکھ کر قاسم کی چیخ نکل گئی۔

کرتے تھے کہ ابوجہل نے مجھے کہا: اے بکریوں کے نکمے چرواہے تو نے بڑے دشوار زینہ پر قدم رکھا ہے۔ پھر میں نے اس کا سر کاٹ لیا اور اسے اٹھا کر رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں لے آیا اور عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! اللہ کے دشمن ابوجہل کا یہ سر ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اَللّٰہِ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ غَیْرُہٗ۔ ''اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی الٰہ نہیں''۔ یہ رسول اللہ ﷺ کی قسم ہوا کرتی تھی۔ میں نے کہا: بے شک اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔ پھر میں نے اس کا سر رسول اللہ ﷺ کے سامنے ڈال دیا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

ابن ہشام نے کہا: مجھ سے ابوعبیدہ اور دیگر علمائے مغازی نے بیان کیا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سعید بن عاص سے، جب وہ آپ کے پاس سے گزرے، کہا میرا خیال ہے تمہارے دل میں کوئی رنجش ہے۔ میں سمجھتا ہوں تم یہ گمان کرتے ہو کہ میں نے تمہارے باپ کو قتل کیا ہے، بے شک اگر میں اسے قتل کرتا تو اس کے قتل کا تم سے عذر نہ کرتا لیکن میں نے اپنے خالو عاص بن ہشام بن مغیرہ کو قتل کیا ہے اور تمہارے باپ کے پاس سے تو میں اس حالت میں گزرا ہوں کہ وہ سینگوں کے ساتھ زمین کھودنے والے بیل کی طرح زمین کھود رہا تھا۔ میں اس سے کترا کر نکل گیا۔ اس کے چچازاد بھائی علی اس کی طرف بڑھے اور اسے قتل کر دیا۔

حرف جر کا اضمار

نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: اَللّٰہِ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ۔ یہ سیبویہ وغیرہ کے نزدیک جر کے ساتھ ہے کیونکہ ان کے نزدیک ہمزۂ استفہام حرف جر کے عوض ہے اور جب آپ کو اختیار دیا جائے تو پھر آپ صرف نصب کے ساتھ اَللّٰہَ بھی کہہ سکتے ہیں، مبرد اس کے علاوہ کوئی حرکت جائز قرار نہیں دیتے اور سیبویہ نے جر کو بھی جائز قرار دیا ہے کیونکہ یہ قسم ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مقسم بہ باء یا واؤ کے ساتھ مجرور ہے اور حروف جر کو مضمر ماننا جائز نہیں سوائے اس طرح کے مواقع پر یا جن مواقع پر اس کا استعمال بہت کثیر ہو جیسا کہ مروی ہے کہ روبہ سے جب پوچھا جاتا کَیْفَ اَصْبَحْتَ؟ آپ نے صبح کیسے کی تو وہ کہتے خَیْرٍ عَافَاکَ اللّٰہُ۔ خیریت سے، اللہ تعالیٰ تمہیں عافیت بخشے۔

ابن اسحاق نے ابوجہل کے بارے میں نبی کریم ﷺ کا قول ذکر کیا ہے جب اس نے عبداللہ بن جدعان کی دعوت پر آپ کے ساتھ جھگڑا کیا تھا۔ ذکر میلاد میں عبداللہ بن جدعان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے اور ہم نے اس کے بڑے پیالے کا واقعہ اور تنگدستی کے بعد اس کی تونگری کا سبب بھی بڑی تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

عکاشہ بن محصن کا واقعہ

علامہ ابن اسحاق نے کہا: بنی عبد شمس بن عبد مناف کے حلیف حضرت عکاشہ بن محصن بن حرثان الاسدی رضی اللہ عنہ بدر کے روز اپنی تلوار کے ساتھ جہاد کرتے رہے یہاں تک کہ وہ ان کے ہاتھ میں ٹوٹ گئی۔ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے ایک لکڑی اسے دے دی اور فرمایا: قَاتِلْ بِهٰذَا يَا عُكَاشَةُ ''اے عکاشہ اس سے دشمن کے ساتھ جنگ کرو''۔ جب آپ نے اسے رسول اللہ ﷺ سے لے کر لہرایا تو وہ لکڑی آپ کے ہاتھ میں تلوار بن گئی جو کافی لمبی تھی جس کا لوہا بڑا سخت تھا اور اس کی رنگت سفید تھی۔ آپ اس کے ساتھ جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی۔ اس تلوار کو العون کہا جاتا تھا۔ اس کے بعد وہ تلوار آپ کے پاس رہی، آپ رسول اللہ ﷺ کی معیت میں تمام غزوات میں اسی کے ساتھ جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ فتنۂ ارتداد میں آپ شہید ہو گئے، جبکہ وہ تلوار آپ کے پاس تھی۔ آپ کو طلیحہ بن خویلد الاسدی نے شہید کیا تھا۔ اسی کے متعلق طلیحہ نے کہا:

فَمَا ظَنُّكُمْ بِالْقَوْمِ إِذْ تَقْتُلُوْنَهُمْ　　أَلَيْسُوْا وَ إِنْ لَمْ يُسْلِمُوْا بِرِجَالِ

''ان لوگوں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جب تم انہیں قتل کر رہے ہو۔ کیا وہ آدمی نہیں اگرچہ انہوں نے اسلام قبول نہ کیا ہو''۔

فَإِنْ تَكُ أَذَاوِدُ أُصِبْنَ وَ نِسْوَةٌ　　فَلَنْ تَذْهَبُوْا فَرْغًا بِقَتْلِ حِبَالِ

اگر کوئی دس اونٹ سے کم تعداد کا قافلہ ہو یا عورتیں ہوں جو مصیبت میں مبتلا ہو جائیں تو پھر

حضرت عکاشہ بن محصن کا واقعہ

عکاشہ کو کاف کی تشدید اور تخفیف دونوں کے ساتھ بولا جاتا ہے۔ صاحب العین نے کہا یہ عَكَشَ عَلَى الْقَوْمِ سے ماخوذ ہے۔ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب کوئی شخص دوسرے لوگوں پر حملہ آور ہو۔ دیگر اہل لغت کا کہنا ہے کہ عکاشہ العکاش سے مشتق ہے جس کا معنی مکڑی ہے۔ جہاں تک حضرت عکاشہ کی اس تلوار کا تعلق ہے جو لکڑی کی تھی تو کہا گیا ہے کہ وہ تلوار عکاشہ کی اولاد میں نسل در نسل چلتی رہی۔ تلوار کے بارے میں عکاشہ کے واقعہ کی مثل حضرت عبداللہ بن جحش کے بارے میں بھی مروی ہے۔ اس کا ذکر غزوۂ احد میں آئے گا۔

طلیحہ کا قول ہے: فَلَنْ يَذْهَبُوْا فِرْغًا بِقَتْلِ حِبَالِ۔ فرغ کا معنی ہے خون معاف کر دینا اور اس کا بدلہ نہ لینا اور حبال طلیحہ کا بھتیجا ہے، اس کا بیٹا نہیں اور وہ حبال بن مسلمہ بن خویلد ہے اور مسلمہ اس کا

بھی تم حبال کو قتل کر کے بغیر قصاص کے یوں ہی بھاگ نہ سکو گے"۔

نَصَبْتُ لَهُمْ صَدْرَ الْحِمَالَةِ اِنَّهَا مُعَاوِدَةٌ قِيْلَ الْكُمَاةِ نَزَالِ

"میں نے ان لوگوں کی خاطر اپنی حمالہ نامی اونٹنی کو تکلیفیں دیں، بے شک یہ اونٹنی مسلح سرداروں کو بار بار بلانے والی ہے کہ مقابلے کے لئے اترو"۔

فَيَوْمًا تَرَاهَا فِي الْجِلَالِ مَصُوْنَةً وَ يَوْمًا تَرَاهَا غَيْرَ ذَاتِ جِلَالِ

"کسی روز تو اسے جھول میں محفوظ دیکھے گا اور کسی روز تو اسے دیکھے گا کہ وہ جھول سے خالی ہے"۔

عَشِيَّةَ غَادَرْتُ ابْنَ اَقْرَمَ ثَاوِيًا وَ عُكَّاشَةَ الْغَنْمِيَّ عِنْدَ حِجَالِ

"وہ شام یاد کرو جب میں نے ابن اقرم اور عکاشہ الغنمی کو میدانِ جنگ میں پیوند خاک کر دیا تھا"۔

ابن ہشام نے کہا: حبال طلیحہ بن خویلد کا بیٹا ہے اور ابن اقرم کا نام ثابت بن اقرم انصاری ہے۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا یہ وہی عکاشہ بن محصن ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مژدہ سنایا

باپ ہے، اسی نے حضرت عکاشہ کو شہید کیا تھا۔ مسلمہ نے آپ کا گلا گھونٹا اور طلیحہ نے لزام نامی گھوڑے پر سوار ہو کر آپ پر وار کیا۔ اور ثابت بھی ایک محبر نامی گھوڑے پر سوار تھا۔ ارتداد کے واقعات میں اس کا قصہ مشہور ہے۔

واقدی نے ارتداد کے بارے میں اس کے اس قول فَيَوْمًا تَرَاهَا فِي الْجِلَالِ مَصُوْنَةً کے بعد یہ ذکر کیا ہے: وَ يَوْمًا تَرَاهَا فِيْ ظِلَالِ عَوَالِ۔ یعنی اور کسی روز تو اسے اہل وعیال کے سائے میں دیکھے گا۔ الی آخر الشعر۔

ایک خبر میں ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت عکاشہ اور ثابت بن اقرم البلوی دونوں انصار کے حلیف تھے۔ وہ دونوں حضرت خالد کے لشکر میں تھے جب آپ نے طلیحہ پر حملہ کیا تھا۔ یہ دونوں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے لشکر میں مسلمانوں کے آگے نکل گئے اور طلیحہ کے گھڑسواروں میں گھس گئے۔ طلیحہ انہی کے درمیان تھا۔ وہاں یہ دونوں اکٹھے شہید ہو گئے۔ یہ واقعہ بزاخہ (1) کے دن پیش آیا۔ سلیمان التیمی کے علاوہ تمام سیرت نگاروں نے اسی طرح کہا ہے۔ سلیمان نے بیان کیا ہے کہ حضرت عکاشہ ایک سریہ میں شہید ہوئے جو رسول اللہ ﷺ نے بنی اسد کی طرف بھیجا تھا لیکن پہلی روایت زیادہ مشہور ہے۔

1۔ بزاخہ بنی اسد یا بنی طی کا ایک چشمہ تھا۔

کہ میری امت کے ستر ہزار آدمی اس طرح جنت میں داخل ہوں گے جیسے چودھویں رات کا چاند ہوتا ہے تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! دعا فرمایئے کہ اللہ مجھے ان خوش نصیبوں میں کر دے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: "بے شک تو انہی میں سے ہے یا فرمایا: اے اللہ اسے تو ان میں کر دے"۔ یہ سن کر ایک انصاری کھڑے ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ سے دعا فرمایئے کہ وہ مجھے بھی ان خوش نصیبوں میں کر دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: عکاشہ تم پر سبقت لے چکا ہے اور دعا ٹھنڈی ہوگئی۔

ہمیں جو خبر حضرت عکاشہ کے گھر والوں سے موصول ہوئی ہے اس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مِنَّا خَیْرُ فَارِسٍ فِي الْعَرَبِ۔ "عرب کا بہترین شہسوار ہم میں سے ہے"۔ لوگوں نے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ وہ کون ہے؟ آپ نے فرمایا: عکاشہ بن محصن۔ حضرت ضرار بن ازور اسدی کہنے لگے: یا رسول اللہ ﷺ! وہ شخص تو ہم میں سے ہے، حضور ﷺ نے فرمایا: لَيْسَ مِنْكُمْ وَلٰكِنَّهُ مِنَّا لِلْحِلْفِ "وہ تم میں سے نہیں بلکہ حلیف ہونے کی وجہ سے ہم میں سے ہے"۔

بدر کے روز حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے عبدالرحمٰن کے مابین گفتگو

علامہ ابن ہشام نے کہا: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عبدالرحمٰن کو بلایا، وہ اس روز مشرکین کے ساتھ تھا، آپ نے پوچھا: اے خبیث میرا مال کہاں ہے؟ عبدالرحمٰن نے کہا:

لَمْ يَبْقَ غَيْرُ شِكَّةٍ وَ يَعْبُوبُ وَ صَارِمٍ يَقْتُلُ ضُلَّالَ الشِّيبْ

"ہتھیاروں کو تنگ کرنے کے لئے لکڑی کے پچر، لمبے تیز گھوڑے اور اس تلوار کے سوا کچھ باقی نہیں رہا جو بوڑھے گمراہوں کو قتل کرتی ہے"۔

سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ

ابن اسحاق نے عکاشہ کے بارے میں نبی کریم ﷺ کا فرمان ذکر کیا جب انہوں نے عرض کی تھی: یا رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے اہل جنت میں سے کر دے۔ حضور ﷺ نے ان کے لئے دعا فرمائی۔ پھر ایک اور شخص کھڑا ہو کر کہنے لگا: اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے بھی ان میں سے کر دے۔ حضور ﷺ نے فرمایا سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ۔ "اس دعا میں عکاشہ تم سے سبقت لے گیا ہے"۔ صحاح میں یہ حدیث اسی طرح ہے اور ابن اسحاق نے یہ الفاظ زیادہ کہے: وَ بَرَدَتِ الدَّعْوَةُ اور دعا ٹھنڈی ہوگئی۔

یہ وہ بات ہے جو میرے سامنے عبدالعزیز بن محمد الدراوردی کی روایت سے ذکر کی گئی ہے۔

ابو عمر النمری نے بعض اہل علم سے ذکر کیا ہے جن کا انہوں نے نام نہیں لیا کہ جس شخص کو یہ کہا گیا سَبَقَكَ بِهَا عُكَاشَةُ وہ منافق تھا۔ اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے اس کے لئے دعا نہ فرمائی۔ حضرت مؤلف نے فرمایا: یہ بات صحیح نہیں کیونکہ مسند بزار میں ابو صالح کے واسطہ سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ خیار مہاجرین میں سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کی: اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے بھی ان میں سے کر دے ابن بطال نے کہا: حضور ﷺ کے ارشاد سَبَقَكَ بِهَا عُكَاشَةُ کا معنی یہ ہے کہ عکاشہ تم سے اس صفت میں سبقت لے گیا ہے جو ان ستر ہزار جنتیوں کی صفت ہے یعنی پرندوں سے فال بازی کو ترک کرنا وغیرہ۔ حضور ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ تو ان میں سے نہیں ہے یا ان کے اخلاق پر نہیں ہے کیونکہ حضور ﷺ اپنے کلام میں خصوصاً صحابہ کرام کے ساتھ کلام کرنے میں حسن ادب اور شفقت کا لحاظ رکھتے تھے۔

حضرت مؤلف رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس بارے میں جو بات میرے نزدیک درست ہے وہ یہ کہ وہ قبولیت دعا کی ساعت تھی جسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جانتے تھے۔ جب وہ ساعت گزر گئی تو پھر آپ نے اس شخص سے وہ بات کہی تھی۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث اسی بات کو واضح کرتی ہے کیونکہ آپ نے اس حدیث میں حضرت عکاشہ کے ذکر کے بعد فرمایا پھر ایک اور شخص کھڑا ہوا اور عرض کی: دعا کیجئے اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان خوش نصیبوں میں سے کر دے۔ تو آپ نے فرمایا اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ مِنْهُمْ۔ "اے اللہ اسے بھی ان لوگوں میں سے کر دے"۔ پھر کچھ دیر لوگ خاموش رہے اس کے بعد ایک تیسرا شخص کھڑا ہوا اور عرض کی: دعا فرمایئے اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان لوگوں میں سے کر دے تو آپ ﷺ نے فرمایا اس بارے میں عکاشہ اور اس کا ساتھی تم سے سبقت لے گئے ہیں۔ اگر تو پہلے کہتا تو میں بھی کہہ دیتا اور اگر میں کہہ دیتا تو وہ بات واجب ہو جاتی۔ یہ حدیث مسند ابن ابی شیبہ اور مسند بزار میں بھی ہے یہ معنی حضرت ابن اسحاق کی روایت کی تائید کرتا ہے کیونکہ انہوں نے وبردت الدعوۃ کے الفاظ زیادہ ذکر کئے ہیں۔ حدیث عکاشہ کی تفسیر میں ہمارے اس بیان پر آگاہ ہو جایئے کیونکہ یہ اسی کتاب کے فوائد میں سے ہے۔

جو لوگ کسی عذر کی بناء پر غزوۂ بدر میں حاضر نہ ہو سکے ان میں سے ایک قبیلہ خزرج کے سردار سعد بن عبادہ ہیں جو کہ نقباء میں سے تھے۔ چونکہ آپ کو ایک سانپ نے ڈس لیا تھا اس لئے آپ جہاد کے لئے نہ نکل سکے۔ یہ قتبی کا قول ہے، اسی وجہ سے ابن اسحاق نے انہیں اور ابن عقبہ کو اصحاب بدر میں ذکر

مشرکین کی لاشوں کو کنویں میں پھینکنا

علامہ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے یزید بن رومان نے عروہ بن زبیر کے واسطہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا، انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کے حکم سے مشرکین کی لاشوں کو کنویں میں ڈال دیا گیا بجز امیہ بن خلف کی لاش کے، وہ اپنی زرہ میں پھول گئی تھی جس سے زرہ بھر گئی۔ جب اسے حرکت دی گئی تو اس کا گوشت بکھر گیا۔ اس لئے وہیں پڑا رہنے دیا گیا اور اس پر مٹی اور پتھر ڈال کر ڈھانک دیا گیا۔ جب انہیں کنویں میں ڈال دیا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے اوپر کھڑے ہو کر ندا دی: يَا أَهْلَ الْقَلِيبِ هَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَكُمْ رَبُّكُمْ حَقًّا؟ فَإِنِّي وَجَدْتُ مَا وَعَدَنِي رَبِّي حَقًّا "اے کنویں والو! جو تمہارے رب نے تم سے وعدہ کیا تھا کیا اس وعدہ کو تم نے سچا پایا؟ میرے ساتھ تو میرے رب نے جو وعدہ کیا تھا

نہیں کیا لیکن ایک طائفہ نے انہیں اصحاب بدر میں ذکر کیا ہے۔ ان میں سے ایک ابن کلبی ہیں اور ان کے ساتھ ایک جماعت ہے۔

اصحاب قلیب بدر کو نداء

ایک نحوی مسئلہ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے: يَا عُتْبَةُ بْنُ رَبِيعَةَ وَ يَا شَيْبَةُ بْنُ رَبِيعَةَ الخ۔ يَا شَيْبَةُ بْنُ رَبِيعَةَ تاء کے ضمہ اور نون کے نصب اور دونوں کے نصب کے ساتھ بھی جائز ہے۔ جو لوگ جَاءَنِي زَيْدٌ ابْنُ فُلَانٍ کو تنوین کے ساتھ بولتے ہیں وہی اسے يَا زَيْدُ ابْنُ فُلَانٍ دال کے ضمہ کے ساتھ بھی بولتے ہیں۔ اس صورت میں ابن کو الف کے ساتھ لکھا جاتا ہے اور جو لوگ تنوین کے بغیر جَاءَنِي زَيْدُ ابْنُ کہتے ہیں وہی لوگ نداء میں دال کے نصب کے ساتھ يَا زَيْدَ ابْنَ بھی کہتے ہیں۔ اس صورت میں ابن کو الف کے بغیر لکھا جاتا ہے کیونکہ یہاں ابن کو ماقبل کے ساتھ ملا کر اسم واحد بنایا گیا ہے۔ اس بناء پر جب آپ کہیں گے يَا حَارِثُ ابن عمرو تو اسے الف کے ساتھ لکھیں گے کیونکہ آپ کی مراد يَا حَارِثُ ضمہ کے ساتھ ہے، کیونکہ اگر آپ يَا حَارِثَ بولنے کا ارادہ کرتے تو اسے مرخم نہ کرتے کیونکہ وہ اسم کے درمیان آ گیا ہے۔ سیبویہ نے اسے اس قول کے قائم مقام رکھا ہے: امراء اسی طرح حضور ﷺ کا یہ فرمان ہے و یا ابا جهل بن هشام کہ اگر ابوجہل کے لام کو تنوین دیں گے تو ابن کو الف کے ساتھ لکھیں گے اور اگر لام کو تنوین نہیں دیں گے تو ابن کو بغیر الف کے لکھیں گے۔

میں نے اسے سچا پایا''۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں صحابہ کرام نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ کیا آپ مرے ہوئے لوگوں سے کلام فرمارہے ہیں؟ حضور ﷺ نے انہیں فرمایا بے شک وہ جانتے ہیں کہ جو ان کے رب نے ان سے وعدہ کیا تھا وہ سچ ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں لوگ کہتے ہیں کہ آپ نے یہ الفاظ فرمائے لَقَدْ سَمِعُوْا مَا قُلْتُ لَهُمْ ''جو کچھ میں نے انہیں کہا ان لوگوں نے سن لیا''۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے صرف یہ فرمایا تھا: لَقَدْ عَلِمُوْا کہ ''بے شک انہوں نے جان لیا''۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حمید الطّویل نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کی کہ آپ نے فرمایا جب رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نے آدھی رات کے وقت رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا: يَا اَهْلَ الْقَلِيْبِ، يَا عُتْبَةُ بْنُ رَبِيْعَةَ وَ يَا شَيْبَةُ بْنُ رَبِيْعَةَ وَ يَا اُمَيَّةُ بْنُ خَلَفٍ وَ يَا اَبَا جَهْلِ بْنَ هِشَامٍ۔ ''اے کنویں والو! اے عتبہ بن ربیعہ، اے شیبہ بن ربیعہ، اے امیہ بن خلف، اے ابوجہل بن ہشام، آپ نے کنویں میں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اس قول کے بارے میں انکار ذکر کیا گیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: لَقَدْ سَمِعُوْا مَا قُلْتُ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے صرف یہ فرمایا لَقَدْ عَلِمُوْا اَنَّ الَّذِیْ کُنْتُ اَقُوْلُ حَقٌّ۔ کہ بے شک انہوں نے جان لیا کہ جو بات میں ان سے کہتا تھا وہ حق تھی۔ حضرت مؤلف نے فرمایا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہاں موجود نہ تھیں اور دیگر لوگ جو وہاں موجود تھے وہ حضور ﷺ کے الفاظ کو زیادہ یاد رکھنے والے ہیں۔ صحابہ کرام نے حضور ﷺ سے عرض کیا تھا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَتُخَاطِبُ قَوْمًا قَدْ جَيَّفُوْا اَوْ اَجِيْفُوْا ''یارسول اللہ ﷺ کیا آپ ان لوگوں کو مخاطب کر رہے ہیں جو گل سڑ چکے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ لِمَا اَقُوْلُ مِنْهُمْ ''جو میں ان سے کہہ رہا ہوں اسے تم ان سے زیادہ نہیں سن رہے اور جب یہ ممکن ہے کہ وہ اس حالت میں جاننے والے تھے تو یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اس بات کو سننے والے بھی ہوں یا تو اپنے سروں کے کانوں کے ساتھ جبکہ ہم یہ کہیں کہ سوال و جواب کے وقت روح پورے جسم کی طرف یا بعض جسم کی طرف لوٹا دی جاتی ہے اور یہ اکثر اہل سنت کا موقف ہے، یا دل یا روح کے کانوں کے ساتھ، یہ اس شخص کے مذہب کے مطابق ہے جو کہتا ہے کہ سوال روح کی طرف متوجہ ہوتا ہے، روح کو پورے جسم یا بعض جسم کی طرف لوٹایا نہیں جاتا۔ روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اس ارشاد سے بھی استدلال کیا ہے وَ مَاۤ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ ﴿۲۲﴾ (فاطر) ''اور

ڈالے گئے تمام کفار کو شمار کیا، (پھر فرمایا) هَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا؟ فَاِنِّيْ قَدْ وَجَدْتُّ مَا وَعَدَنِيْ رَبِّيْ حَقًّا ''جو تمہارے رب نے تم سے وعدہ کیا تھا کیا تم نے اسے سچا پایا؟ میرے ساتھ تو میرے رب نے جو وعدہ کیا تھا میں نے اسے سچا پایا ہے''۔ تو مسلمانوں نے عرض کی ''یارسول اللہ ﷺ کیا آپ ان لوگوں کو ندا فرما رہے ہیں جو گل سڑ چکے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ لِمَا اَقُوْلُ مِنْهُمْ وَ لٰكِنَّهُمْ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ اَنْ يُّجِيْبُوْنِيْ ''جو میں ان سے کہہ رہا ہوں اسے تم ان سے زیادہ نہیں سن رہے لیکن وہ مجھے جواب دینے کی قوت سے محروم ہیں''۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے بعض اہل علم نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس روز یہ بات فرمائی: يَا اَهْلَ الْقَلِيْبِ بِئْسَ عَشِيْرَةُ النَّبِيِّ كُنْتُمْ لِنَبِيِّكُمْ كَذَّبْتُمُوْنِيْ وَ صَدَّقَنِيَ النَّاسُ وَاَخْرَجْتُمُوْنِيْ وَاٰوَانِيَ النَّاسُ وَ قَاتَلْتُمُوْنِيْ وَنَصَرَنِيَ النَّاسُ ''اے کنویں والو! اپنے نبی کے تم بہت برے رشتہ دار تھے، تم نے میری تکذیب کی اور لوگوں نے میری تصدیق کی، تم نے مجھے اپنے گھر سے نکالا اور لوگوں نے مجھے پناہ دی، تم نے میرے ساتھ جنگ کی اور لوگوں نے میری مدد کی''۔ پھر فرمایا: هَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَكُمْ رَبُّكُمْ حَقًّا؟ جو تمہارے رب نے تم سے وعدہ کیا تھا کیا اسے تم نے سچا پایا؟ پھر وہ بات فرمائی جو فرمائی۔

آپ نہیں سنانے والے جو قبروں میں ہیں''۔ یہ آیت اس ارشاد باری تعالیٰ کی طرح ہے: اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ تَهْدِي الْعُمْيَ (الزخرف:40) ''کیا آپ سنانا چاہتے ہیں بہروں کا یا راہ دکھانا چاہتے ہیں اندھوں کو''۔ یعنی بے شک اللہ تعالیٰ ہی وہ ذات ہے جو ہدایت اور توفیق دیتی ہے اور پند و نصیحت کو دلوں کے کانوں تک پہنچاتی ہے نہ کہ آپ۔ کفار کو مردہ اور بہرہ انہیں مردوں اور بہروں کے ساتھ تشبیہ کے طور پر فرمایا۔ پس اللہ تعالیٰ ہی وہ ذات ہے جو انہیں حقیقت میں سناتی ہے جب وہ چاہے نہ کہ اس کا نبی اور نہ کوئی اور، چنانچہ اس آیت کا مذکورہ بحث کے ساتھ دو صورتوں کے اعتبار سے کوئی تعلق نہیں، ایک یہ کہ یہ آیت صرف کفار کو ایمان کی دعوت کے بارے میں نازل ہوئی، دوسری یہ کہ اس آیت نے نبی کریم ﷺ سے سنانے کی نفی کی ہے، اور اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے کیونکہ مردوں کو اللہ تعالیٰ ہی سنا سکتا ہے جب وہ چاہے، وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اصحابِ قلیب بدر کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے کہا: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار کہے:

عَرَفْتُ دِيَارَ زَيْنَبَ بِالْكَثِيبِ كَخَطِّ الْوَحْيِ فِي الْوَرَقِ الْقَشِيبِ

''میں نے ٹیلے پر زینب کے گھر کو اس طرح پہچان لیا جس طرح بوسیدہ کاغذ پر تحریر کے خط کو پہچان لیا جاتا ہے''۔

تَدَاوَلُهَا الرِّيَاحُ وَ كُلُّ جَوْنٍ مِنَ الْوَسْمِيِّ مُنْهَمِرٍ سَكُوبِ

ان گھروں پر ہوائیں چلتی ہیں اور موسم بہار کا ہر سیاہ بادل لگاتار اور موسلا دھار برستا ہے۔

فَأَمْسَى رَسْمُهَا خَلَقًا وَ أَمْسَتْ يَبَابًا بَعْدَ سَاكِنِهَا الْحَبِيبِ

پس ان کے نشان بوسیدہ ہو گئے اور وہ اجڑے پڑے ہیں جبکہ پہلے وہاں کبھی محبوب رہتا تھا۔

فَدَعْ عَنْكَ التَّذَكُّرَ كُلَّ يَوْمٍ وَ رُدَّ حَرَارَةَ الصَّدْرِ الْكَئِيبِ

''پس تو ہر روز ان کو یاد کرنا چھوڑ دے اور اپنے غمزدہ سینے کی حرارت کو ختم کر دے''۔

وَ خَبِّرْ بِالَّذِي لَا عَيْبَ فِيهِ بِصِدْقٍ غَيْرِ إِخْبَارِ الْكَذُوبِ

''اور ان جھوٹے قصوں کی اخبار کو چھوڑ کر اس سچی بات کی خبر دے جس کے سنانے میں کوئی حرج نہیں''۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار کے معانی

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار ذکر کیے گئے ہیں جن میں آپ نے کہا:

كَخَطِّ الْوَحْيِ فِي الْوَرَقِ الْقَشِيبِ

لغت میں القشیب کا معنی ہے جدید لیکن اس شعر میں اس کا کوئی معنی نہیں کیونکہ اہل عرب جب نقشے بیان کرتے ہیں اور انہیں کاغذ پر تحریر کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں تو اس وقت تحریر سے ان کی مراد اس کا مٹ جانا اور محو ہو جانا ہوتا ہے کیونکہ یہ چیز گھروں کے نقوش مٹ جانے اور آثار کے محو ہو جانے پر زیادہ دلالت کرنے والی ہوتی ہے۔ اشعار میں اس کی کثرت کی وجہ سے استشہاد کی ضرورت تو نہیں البتہ نابغہ کا یہ شعر پیش خدمت ہے:

وَقَفْتُ فِيهَا أُصَيْلَانًا أُسَائِلُهَا عَيَّتْ جَوَابًا وَ مَا بِالرَّبْعِ مِنْ أَحَدِ

''میں شام کے وقت ان کھنڈرات میں کھڑا ہو کر ان سے پوچھ رہا تھا، انہوں نے ناقابل فہم جواب دیا اور اس ٹیلے پر کوئی بھی نہ تھا''۔

بِمَا صَنَعَ الْمَلِيْكُ غَدَاةَ بَدْرٍ لَنَا فِي الْمُشْرِكِيْنَ مِنَ النَّصِيْبِ

اِلَّا الْاَوَارِيَّ لَأْيًا مَا اُبِيْنُهَا وَالنُّؤْيُ كَالْحَوْضِ بِالْمَظْلُوْمَةِ الْجَلَدِ

"سوائے الوؤں کے، میں کچھ دیر بعد ان سے جدا ہو رہا تھا اور کھودی ہوئی سخت زمین میں خیمہ کے ارد گرد کی نالی حوض کی مانند تھی"۔

اور زہیر کا قول ہے:

وَقَفْتَ بِهَا مِنْ بَعْدِ عِشْرِيْنَ حِجَّةً فَلَأْيًا عَرَفْتَ الدَّارَ بَعْدَ تَوَهُّمِ

"تو اس مقام پر بیس سال بعد کھڑا ہوا تو کچھ دیر وہم و گمان کرنے کے بعد تو نے اس گھر کو پہچان لیا"۔

ایک اور شاعر نے کہا۔

وَ اِلَّا رُسُوْمَ الدَّارِ قَفْرًا كَاَنَّهَا سُطُوْرٌ مَحَاهَا الْبَاهِلِيُّ بْنُ اَصْمَعَا

"اور سوائے اس گھر کے بے آب و گیاہ نقوش کے (وہاں کچھ نہ تھا) گویا کہ وہ ایسی سطریں تھیں جنہیں باہلی بن اصمع نے مٹا دیا ہو"۔

لیکن حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے یہاں القشیب سے وہ چیز مراد لی ہے جس میں کوئی فاسد کرنے والی چیز مل جائے خواہ وہ کوئی گندگی ہو یا اس کا پرانا پن۔ کہا جاتا ہے طَعَامٌ مُقَشَّبٌ یعنی وہ کھانا جس میں زہر ملا ہو۔ شاعر ابو خراش خویلد بن مرہ الہذلی کہتا ہے:

بِهٖ نَدَعُ الْكَمِيَّ عَلٰى يَدَيْهِ نَخِرُّ تَخَالُهٗ نَسْرًا قَشِيْبًا

"ہم وہاں زرہ پوش آدمی کو بھی اس حال میں چھوڑتے ہیں کہ اس کے ہاتھوں کے درمیان گلے پر ایک زخم ہوتا ہے جسے تو زہر آلود گدھ خیال کرتا ہے"۔

اس میں قشیب کا معنی زہر آلود ہے کیونکہ القشب زہر کو کہتے ہیں۔ یہ اس حدیث کی تفسیر میں ابن قتیبہ کا قول ہے جس میں اس شخص کا ذکر ہے جو سب سے آخر میں دوزخ سے نکلے گا۔ اس حدیث میں ہے: قَشَبَنِيْ رِيْحُهَا وَ اَحْرَقَنِيْ ذَكَاهَا۔ یعنی مجھے جہنم کی بو نے زہر آلود کر دیا اور اس کی مہک نے مجھے جلا دیا۔ حضرت ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے القشب کے بارے میں کہا ہے کہ یہ ایک زہریلا پودا ہے جو شکاری پرندوں کے لئے لگایا جاتا ہے جب وہ اسے کھاتے ہیں تو مر جاتے ہیں۔ مزید فرمایا: عرب لوگ چرواہوں میں اپنے مویشیوں کو اس سے دور رکھتے ہیں تا کہ وہ اسے توڑ نہ دیں مبادا کہ اس کی بو پھیلے اور جانوروں کو ہلاک کر دے۔ پس قتیبی نے جس

سنا کہ خداوند مقتدر نے ہمیں بدر کے دن مشرکین پر کامیابی عطا فرمائی۔

غَدَاةَ كَاَنَّ جَمْعَهُمْ حِرَاءٌ بَدَتْ اَرْكَانُهٗ جُنْحَ الْغُرُوْبِ

''وہ دن جب ان کا گروہ کوہِ حراء کی طرح معلوم ہوتا تھا لیکن اس کی بنیادیں زوال کے وقت جھک گئیں''۔

فَلَاقَيْنَا هُمْ مِنَّا بِجَمْعٍ كَاُسْدِ الْغَابِ مُرْدَانٍ وَّ شِيْبِ

''ہم نے ایک ایسی جماعت کے ساتھ ان کا مقابلہ کیا جس کے بوڑھے اور جوان سب جنگل کے شیر تھے''۔

اَمَامَ مُحَمَّدٍ قَدْ وَازَرُوْهُ عَلَى الْاَعْدَاءِ فِيْ لَفْحِ الْحُرُوْبِ

''وہ جماعت سیدنا محمد ﷺ کے سامنے تھی جس نے جنگ کی لپیٹ میں آپ ﷺ کی حفاظت کی''۔

بِاَيْدِيْهِمْ صَوَارِمُ مُرْهَفَاتٌ وَ كُلُّ مُجَرَّبٍ خَاطِي الْكُعُوْبِ

شعر سے استشہاد کیا ہے اس میں اس قول تَخَالُهٗ نَسْرًا قَشِيْبًا کا معنی یہ ہے کہ ایسی گدھ جس نے گوشت کے درمیان اس زہر کو کھالیا ہو۔ واللہ اعلم۔ مزید فرمایا: اَلْاَلُب بھی قشب کی ایک قسم ہے۔ اگر شکاری پرندوں کو اس کی بو پہنچ جائے تو وہ اندھے اور بہرے ہو جاتے ہیں اور اگر وہ اسے کھالیں تو مر جاتے ہیں اور زہریلے پودے کو ضجاج بھی کہتے ہیں۔

مقتول مشرکین کو کنویں میں پھینکنے کا مقصد

اگر یہ کہا جائے کہ مقتول مشرکین کی لاشوں کو کنویں میں پھینکنے کا کیا مقصد ہے اور اس میں کون سی مصلحت ہے تو ہم کہیں گے کہ دورانِ جنگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا طریقہ یہ تھا کہ جب آپ کسی انسان کی لاش کے پاس سے گزرتے تو دفن کرنے کا حکم دیتے۔ آپ اس کے مومن یا کافر ہونے کے متعلق دریافت نہیں فرماتے تھے۔ سنن دار قطنی میں اسی طرح مذکور ہے، لہٰذا مشرکین کی لاشوں کو کنویں میں پھینکا جانا اسی باب سے ہے۔ لیکن چونکہ کفار کے مردوں کی کثرت تھی اس لئے آپ نے یہ بات ناپسند فرمائی کہ انہیں دفن کرنے کا حکم دے کر صحابہ کرام کو مشکل میں ڈالیں جبکہ اس کے بجائے انہیں کنویں میں پھینک دینا صحابہ کرام کے لئے نسبتاً آسان تھا۔ یہ اس بات کے موافق ہے کہ وہ کنواں بنی النار کے ایک آدمی نے کھودا تھا جس کا نام بدر تھا۔ اس لئے وہ کنواں کفار کے لئے تیار کی گئی فال تھا۔ یہ بات بدر کے بارے میں دو قولوں میں سے ایک قول کی بنا پر ہے۔ واللہ اعلم

"ان کے ہاتھوں میں پتلی اور تیز دھار والی تلواریں اور موٹی موٹی گرہوں والے آزمودہ نیزے تھے"۔

بَنُو الْاَوْسِ الْغَطَارِفُ وَازَرَتْهَا ۔ بَنُو النَّجَّارِ فِي الدِّيْنِ الصَّلِيْبِ

"وہ سرداران بنواوس تھے جنہیں دین محکم میں بنونجار نے مدد دی تھی"۔

فَغَادَرْنَا اَبَا جَهْلٍ صَرِيْعًا ۔ وَ عُتْبَةَ قَدْ تَرَكْنَا بِالْجَبُوْبِ

"پس ہم نے ابوجہل کو پچھاڑا ہوا اور عتبہ کو سخت زمین پر پڑا ہوا چھوڑا"۔

وَ شَيْبَةَ قَدْ تَرَكْنَا فِي رِجَالٍ ۔ ذَوِيْ حَسَبٍ اِذَا نُسِبُوْا حَسِيْبِ

"اور شیبہ کو ایسے لوگوں میں چھوڑا جن کے نسب جب بیان کیے جائیں تو وہ بڑے نسب والے نکلیں (لیکن وہ خود ایسے بڑے ہیں کہ ان کے نسب کو اب پوچھتا کون ہے؟)"

يُنَادِيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَمَّا ۔ قَذَفْنَاهُمْ كَبَاكِبَ فِي الْقَلِيْبِ

"جب ہم نے انہیں جتھوں کی صورت میں کنویں میں ڈالا تو رسول اللہ ﷺ انہیں ندا دے رہے تھے:

اَلَمْ تَجِدُوْا كَلَامِيْ كَانَ حَقًّا ۔ وَ اَمْرُ اللّٰهِ يَاْخُذُ بِالْقُلُوْبِ

کیا تم نے نہیں پایا کہ میری بات سچ تھی اور اللہ کا حکم دلوں کو (بھی) پکڑ لیتا ہے"۔

فَمَا نَطَقُوْا وَ لَوْ نَطَقُوْا لَقَالُوْا ۔ صَدَقْتَ وَ كُنْتَ ذَارَاْيٍ مُصِيْبِ

وہ کچھ نہ بولے اور اگر وہ بولتے تو کہتے کہ آپ نے سچ کہا تھا اور آپ ہی صحیح رائے والے تھے۔

اشعار کی مزید وضاحت

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار میں یہ بھی ہے: بَنُو الْاَوْسِ الْغَطَارِفِ وَازَرَتْهَا۔ اگر آپ ہمزہ کے ساتھ آزَرَتْهَا کہتے تو بھی جائز ہوتا، اس وقت یہ الازر سے مشتق ہوتا۔ قرآن کریم میں ہے: فَاٰزَرَهٗ (الفتح:29) یعنی اس کی جڑ کو مضبوط کیا اور اسے تقویت دی۔ لیکن حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے الوزیر کے معنی کا ارادہ کیا ہے کیونکہ آپ نے انہیں وزیر کا نام دیا ہے جو کہ الوزر سے مشتق ہے اور الوزر کا معنی بوجھ ہے کیونکہ وزیر اپنے ساتھی کا بوجھ اٹھاتا ہے اور اس کی مدد کرتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ اَلْوَزَرَ سے مشتق ہے جس کا معنی ہے پناہ گاہ کیونکہ وزیر کی رائے کی پناہ لی جاتی ہے۔ میں نے شیخ ابوبحر کے نسخہ میں اسے بغیر واؤ کے تعلیل شدہ پایا ہے یعنی آزَرْتُهَا مگر وَازَرْتُهَا کا وزن فَاعَلْتُ ہے اور آزرت کا وزن اَفْعَلْتُ ہے۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا جب رسول اللہ ﷺ نے کفار کی لاشوں کو کنویں میں پھینکنے کا حکم دیا اور عتبہ بن ربیعہ کی لاش کو پکڑ کر کنویں میں لڑھکایا گیا تو میری معلومات کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے حضرت حذیفہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ کے چہرے کی طرف دیکھا کہ وہ غمگین ہیں اور ان کی رنگت بدلی ہوئی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: يَا اَبَا حُذَيْفَةَ لَعَلَّكَ قَدْ دَخَلَكَ مِنْ شَأْنِ اَبِيْكَ شَيْءٌ؟ ''اے ابوحذیفہ! اپنے باپ کی یہ حالت دیکھ کر تمہارے دل میں کچھ خیال تو پیدا نہیں ہو گیا؟ اَوْ كَمَا قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ آپ نے عرض کی نہیں قسم بخدا! یا رسول اللہ ﷺ! مجھے اپنے باپ اور اس کے انجام کے بارے میں کوئی شک نہیں لیکن میں اپنے باپ کو صاحب رائے، حلیم اور اچھی صفات کا مالک خیال کرتا تھا۔ مجھے امید تھی کہ یہ خوبیاں اسے

الجبوب کا معنی

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قول ہے: وَ عُتْبَةَ قَدْ تَرَكْنَا بِالْجَبُوْبِ۔ جبوب زمین کا نام ہے کیونکہ زمین کو کھودا جاتا ہے اور اس میں دفن شدہ چیزیں نکالی جاتی ہیں۔ یہ قول زیادہ بہتر ہے کیونکہ اہل عرب نے اسے مؤنث میں جبوب ہی کہا ہے جیسے صبور اور شکور اور جبوبة نہیں کہا کہ یہ حلوبة اور رکوبة کے باب سے ہو۔ وہ اس پر کبھی الف لام داخل کرتے ہیں اور کہتے ہیں الجبوب۔ جیسا کہ مذکورہ شعر میں ہے اور کبھی اسے اسم علم بناتے ہیں اور کہتے ہیں جبوب جیسے شعوب ہے۔ شاعر کا قول ہے:

بَنٰى عَلٰى قَلْبِيْ وَ عَيْنِيْ مَكَانَهٗ   ثَوٰى بَيْنَ اَحْجَارٍ دَهِيْنَ جَبُوْبِ

اس نے میرے دل اور میری آنکھوں پر اپنا مکان بنایا جبکہ خود زمین کے گرد کی رکھے ہوئے پتھروں کے درمیان آباد (یعنی دفن) ہو گیا۔

اسی سے جَبَّانٌ اور جَبَّانَةٌ کے الفاظ ہیں جو قبرستان کے لئے بولے جاتے ہیں۔ یہ الجبت اور الجبوب سے فعلان کا وزن ہے۔ الجبان کے معنی میں یہ خلیل کا قول ہے جبکہ دیگر علماء اسے الجبن سے فَعَّال کا وزن قرار دیتے ہیں۔

خاطی الکعوب

یعنی بھری ہوئی مضبوط گرہوں والے۔ کعوب نیزے کی گرہ کو کہتے ہیں اور حضرت حسان کا قول الغطارف اصل میں الغطاریف ہے جیسا کہ جرہمی کے شعر میں پہلے مذکور ہوا۔ تَطُلُّ بِهَا اَمْنًا وَ فِيْهَا الْعَصَافِرُ۔ یہ بھی اصل میں العصافیر ہے، یاء کو ضرورۃً حذف کر دیا گیا۔

اسلام کی طرف لے آئیں گی۔ جب میں نے اس کے انجام کو دیکھا اور حالت کفر میں اس کے مرنے کو یاد کیا تو اس بات کا مجھے بہت دکھ ہوا۔ یہ جواب سن کر رسول اللہ ﷺ نے آپ کو اپنی دعائے خیر سے نوازا اور آپ کی تعریف فرمائی۔

جن لوگوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی

إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنفُسِهِمْ

علامہ ابن اسحاق نے کہا: ہمیں جو خبر ملی ہے اس میں یہ ہے کہ مقتولین بدر کے نوجوانوں کا وہ گروہ جن کے بارے میں یہ آیات نازل ہوئیں:

إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ كُنتُمْ ۖ قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الْأَرْضِ ۚ قَالُوا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا ۚ فَأُولَٰئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ﴿٩٧﴾ (النساء)

"بے شک وہ لوگ کہ قبض کیا ان (کی روحوں) کو فرشتوں نے اس حال میں کہ وہ ظلم توڑ رہے تھے اپنی جانوں، پر فرشتوں نے انہیں کہا: تم کس شغل میں تھے؟ (معذرت کرتے ہوئے) انہوں نے کہا؟ ہم تو بے بس تھے زمین میں۔ فرشتوں نے کہا: کیا نہیں تھی اللہ کی زمین کشادہ تا کہ تم ہجرت کرتے اس میں؟ یہی وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانا جہنم ہے اور جہنم بہت بری پلٹ کر

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے قول کی وضاحت

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قول ذکر کیا گیا جو آپ نے بدر کے دن اپنے بیٹے کو فرمایا کہ أَيْنَ مَالِيْ يَا خَبِيْثُ۔ اے خبیث میرا مال کہاں ہے؟ اس نے کہا لَمْ يَبْقَ إِلَّا شِكَّةٌ وَ يَعْبُوْبُ۔ الشکة کا معنی ہے ہتھیار اور الیعبوب تیز رفتار گھوڑے کو کہتے ہیں اور ایک قول کے مطابق دراز قد گھوڑے کو کہتے ہیں، لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے کیونکہ یہ عُبَابُ الْمَاءِ سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے پانی کی تیز رفتاری اور تیز رفتار پانی والی ندیوں کو بھی یعبوب کہا جاتا ہے اور نبی کریم ﷺ کا ایک گھوڑا تھا جس کا نام السکب تھا۔ یہ سَكَبْتُ الْمَاءَ سے مشتق ہے یعنی میں نے پانی انڈیلا۔ اس سے بھی الیعبوب کے معنی کی تائید ہوتی ہے۔ ابن اسحاق کے علاوہ کسی اور نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے مسلمان ہونے کے بعد اپنے والد گرامی سے عرض کیا: ابا جان! بدر کے روز کئی بار آپ میرے نشانے پہ آئے لیکن میں نے آپ کو چھوڑ دیا۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قسم بخدا! اگر تو میرے نشانے پہ آجاتا تو میں تجھے نہ چھوڑتا۔

آنے کی جگہ ہے''۔

ان کے نام یہ ہیں: بنی اسد بن عبد العزی بن قصی سے حارث بن زمعہ بن اسود بن عبد المطلب بن اسد، بنی مخزوم سے ابوقیس بن فاکہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم اور ابوقیس بن ولید بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم، بنی جمح سے علی بن امیہ بن خلف بن وہب بن حذافہ بن جمح اور بنی سہم سے عاص بن منبہ بن حجاج بن عامر بن حذیفہ بن سعد بن سہم۔

ان لوگوں کا واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے اس وقت اسلام قبول کر لیا تھا جبکہ رسول اللہ ﷺ ابھی مکہ مکرمہ میں تشریف فرما تھے، لیکن رسول اللہ ﷺ نے جب مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت فرمائی تو ان کے آباء اور خاندان والوں نے انہیں مکہ میں روک لیا اور انہیں گمراہ کر دیا۔ اس طرح وہ فتنے میں مبتلا ہو گئے، پھر وہ اپنی قوم کے ساتھ مل کر میدانِ بدر میں پہنچے جہاں سب قتل ہو گئے۔

بدر کے اموالِ غنیمت کا بیان

پھر رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ لشکر میں جو مالِ غنیمت لوگوں نے حاصل کیا ہے، جمع کیا جائے۔ چنانچہ وہ جمع کیا گیا۔ اس کے بارے میں مسلمانوں میں اختلاف ہونے لگا۔ جن لوگوں نے وہ جمع کیا تھا انہوں نے کہا یہ ہمارا ہے اور جو لوگ دشمن کے ساتھ برسرِ پیکار رہے اور انہیں تلاش کرتے رہے انہوں نے کہا قسم بخدا! اگر ہم نہ ہوتے تو تم اس مال تک نہ پہنچ سکتے، ہم نے ہی ان لوگوں کو تم سے بے توجہ رکھا یہاں تک کہ تم نے یہ سب کچھ حاصل کر لیا۔ جو لوگ اس خوف سے رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کرتے رہے کہ کہیں دشمن آپ ﷺ کی طرف پلٹ نہ آئے انہوں نے کہا بخدا تم لوگ ہم سے زیادہ اس مال کے حقدار نہیں ہو۔ بخدا! ہم نے دشمن کو اس

عرش اور عریش

مالِ غنیمت کے بارے میں صحابہ کرام کا اختلاف اور اس فریق کی دلیل ذکر کی گئی جو عریش میں رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کرتے رہے۔ عریش ہر سایہ دار اور سر کے اوپر بلند چیز کو کہتے ہیں۔ اگر آپ اس کے اوپر بلند ہوں تو اسے عرش کہتے ہیں اور بقول ابوحنیفہ عریش ان چار یا پانچ کھجور کے درختوں کو بھی کہتے ہیں جن کی جڑ ایک ہو۔

بنو عابد اور بنو عائذ

ابواسید کا قول ذکر کیا گیا کہ میں نے بدر کے دن بنی عابد کی تلوار پائی جسے مرزبان کہا جاتا ہے۔ بنی

حالت میں دیکھا کہ ہم انہیں قتل کر سکتے تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی مشکیں ہمارے حوالے کر دی تھیں اور ہم نے یہ موقع بھی دیکھا کہ اس مال کو لینے سے ہمیں کوئی روکنے والا نہیں تھا لیکن ہمیں رسول اللہ ﷺ پر دشمن کے حملے کا خوف تھا، ہم آپ کے دفاع میں کھڑے رہے۔ اس لیے تم ہم سے زیادہ اس مال کے حقدار نہیں ہو۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا مجھ سے عبدالرحمٰن بن حارث اور ہمارے دوسرے اصحاب نے بیان کیا، انہوں نے سلیمان بن موسیٰ سے، انہوں نے مکحول سے، انہوں نے ابوامامہ باہلی سے جن کا نام بقول ابن ہشام صدی بن عجلان ہے، روایت کیا۔ انہوں نے فرمایا میں نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے سورۂ انفال کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا یہ ہم اصحاب بدر کے بارے نازل ہوئی جب ہم نے مالِ غنیمت میں اختلاف کیا اور اس بارے میں ہمارے اخلاق بگڑنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ معاملہ ہمارے اختیار سے نکال لیا اور اپنے رسول ﷺ کے سپرد کر دیا تو رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کے درمیان بواءیعنی مساوی تقسیم فرما دی۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا مجھ سے عبداللہ بن ابی بکر نے بیان کیا کہ مجھ سے بعض بنی ساعدہ نے ابواسید مالک بن ربیعہ الساعدی کی روایت بیان کی۔ انہوں نے کہا مجھے بدر کے روز بنی

عابد بنی مخزوم کی شاخ ہے اور وہ بنو عابد بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم ہیں اور جہاں تک یاء اور ذال معجمہ کے ساتھ بنو عائذ کا تعلق ہے تو وہ بنو عائذ بن عمران بن مخزوم ہیں جو آل مسیب کی قوم ہے اور اول الذکر آل بنی سائب کی قوم ہیں۔

کچھ تقسیم کے متعلق

راوی کا قول ہے: فَقَسَمَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَوَاءٍ يَقُوْلُ عَلٰى سَوَاءٍ۔ اسے ابوعبید نے الاموال میں روایت کیا ہے جس میں انہوں نے یوں کہا۔ فَقَسَمَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ فُوَاقٍ۔ انہوں نے اس کی یہ تفسیر بیان کی۔ جَعَلَ بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ۔ یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مالِ غنیمت کی تقسیم میں اپنی رائے کے مطابق بعض کو بعض پر فضیلت دی۔ غریب الحدیث میں ایک اور قول بھی ہے کہ عَنْ فُوَاقٍ کا معنی ہے تقسیم میں جلدی جیسے فُوَاقُ النَّاقَةِ اونٹنی کی تیزی کو کہتے ہیں۔ اسے ابن اسحاق نے روایت کیا یہ قول محدثین کے نزدیک زیادہ مشہور اور زیادہ ثابت ہے۔

عائذ مخزومیین کی مرزبان نامی تلوار ملی۔ جب رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو حکم دیا کہ مقبوضہ مالِ غنیمت واپس لوٹا دیں تو میں نے وہ تلوار لا کر مالِ غنیمت میں ڈال دی۔ آپ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ کی عادتِ مبارکہ یہ تھی کہ آپ ﷺ سے جو چیز مانگی جاتی آپ ﷺ انکار نہ فرماتے تھے۔ چنانچہ ارقم بن ابی ارقم کو اس تلوار کا علم ہوا، انہوں نے وہ تلوار رسول اللہ ﷺ سے مانگی تو آپ ﷺ نے انہیں عطا فرما دی۔

فتح کے قاصد ابن رواحہ اور زید کی روانگی

علامہ ابن اسحاق نے کہا پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو العالیہ (مدینہ کے بالائی محلے) والوں کی طرف اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو السافلہ (مدینہ کے نشیبی محلے) والوں کی طرف اس بات کی خوشخبری دینے کے لئے بھیجا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو فتح عطا فرمائی۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ہمیں یہ خبر اس وقت پہنچی جب ہم نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ حضرت رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ کی قبر انور پر مٹی برابر کر دی تھی۔ رسول اللہ ﷺ مجھے بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی خبر گیری کے لئے پیچھے چھوڑ گئے تھے۔ میں اپنے والد کی طرف آیا جبکہ وہ عیدگاہ میں کھڑے تھے اور لوگوں نے انہیں گھیر رکھا تھا۔ وہ کہہ رہے تھے عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابوجہل بن ہشام، زمعہ بن اسود، ابوالبختری، عاص بن ہشام، امیہ بن خلف اور حجاج کے دونوں بیٹے نبیہ اور منبہ کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ میں نے کہا ابا جان کیا یہ حق ہے۔ آپ نے کہا: ہاں بیٹا قسم بخدا۔

رسول اللہ ﷺ کی بدر سے مراجعت

پھر رسول اللہ ﷺ واپس مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہوئے، مشرکین کے جنگی قیدی آپ

سورۂ انفال کی ابتدائی آیات کی شانِ نزول

ابوعبید کی ذکر کردہ حدیث میں ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے بدر کے دن عاصی بن سعید بن عاصی کو قتل کیا اور اس کی تلوار لے لی جس کا نام ذوالکتیفہ تھا۔ میں وہ تلوار لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ مالِ غنیمت کے حصے میں مجھے یہ تلوار عنایت فرما دیجئے۔ آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں اسے مقبوضہ مال میں رکھ دوں۔ اس

کے ساتھ تھے جن میں عقبہ بن ابی معیط اور نضر بن حارث بھی تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مشرکین سے حاصل کیا ہوا مالِ غنیمت بھی لدا ہوا تھا۔ حضور ﷺ نے مالِ غنیمت کی نگرانی پر حضرت عبداللہ بن کعب بن عمرو بن عوف بن مبذول بن عمرو بن غنم بن مازن بن نجار کو مقرر فرمایا تھا۔ اس وقت مسلمانوں کے ایک رجز گو نے کہا، ابن ہشام نے کہا، کہا جاتا ہے کہ وہ عدی بن ابی زغباء تھے:

اَقِمْ لَهَا صُدُوْرَهَا يَا بَسْبَسُ　　اَلَيْسَ بِذِي الطَّلْحِ لَهَا مُعَرَّسُ

''اے بسبس قافلے کو وادی کے اونچے مقام پر ٹھہراؤ۔ کیا ذی الطلح کے مقام پر قافلے کے لئے رات گزارنے کی جگہ نہیں ہے؟''

وَ لَا بِصَحْرَاءِ غُمَيْرٍ مَحْبِسُ　　اِنَّ مَطَايَا الْقَوْمِ لَا تُخَيَّسُ

''اور نہ صحراء وغیرہ میں رکنے کی کوئی جگہ ہے؟ بے شک ایسے لوگوں کی سواریوں کو سدھایا نہیں جاتا''۔

٥

فَحَمْلُهَا عَلَى الطَّرِيْقِ اَكْيَسُ　　قَدْ نَصَرَ اللّٰهُ وَ فَرَّ الْاَخْنَسُ

''پس ان سواریوں کو راستے پر لے چلنا زیادہ عقلمندی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مدد فرما دی اور اخنس بھاگ گیا''۔

پھر رسول اللہ ﷺ آگے تشریف لے چلے یہاں تک کہ جب الصفراء کی گھاٹی سے نکلے تو اس گھاٹی اور النازیہ کے درمیان سیر نامی ایک ٹیلے پر ایک بڑے درخت کے پاس نزول اجلال فرمایا۔ اس جگہ آپ نے وہ مالِ غنیمت تقسیم فرمایا جو اللہ تعالیٰ نے مشرکین سے مسلمانوں کو دلایا تھا اور سب کو برابر برابر حصہ دیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے کوچ فرمایا یہاں تک کہ جب مقام روحاء پر پہنچے تو مسلمان آپ سے اس فتح کی مبارکباد پیش کرنے کے لئے ملے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اور آپ کے رفقاء مسلمانوں کو عطا فرمائی۔ عاصم بن عمر بن قتادہ اور یزید بن رومان نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت سلمہ بن سلامہ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: ''تم ہمیں کس بات کی مبارکباد

طرح آپ نے مجھ سے وہ مال لے لیا جسے صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ میں نے کہا میرا بھائی عمیر بھی قتل ہو گیا اور میرا چھینا ہوا مال بھی مجھ سے لے لیا گیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ط (الانفال:۱) پھر رسول اللہ ﷺ نے وہ تلوار مجھے عطا فرما دی۔ ابو عبید نے کہا: سیرت نگاروں کا کہنا ہے کہ عاصی بن سعید کو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا۔

دے رہے ہو؟ قسم بخدا! ہمارے مقابلہ میں گویا بوڑھی گنجی عورتیں تھیں ان اونٹنیوں کی طرح جو رسی سے بندھی ہوئی ہوں اور ہم نے ان کو ذبح کر دیا''۔ رسول اللہ ﷺ یہ بات سن کر مسکرا دیئے اور فرمایا: اَیِ ابْنَ اَخِیْ اُولٰئِكَ الْمَلَاءُ۔ بھتیجے! وہ لوگ تو سردار تھے۔ علامہ ابن ہشام نے کہا الملأ کا معنی اشراف اور سردار ہے۔

نضر اور عقبہ کا قتل

علامہ ابن اسحاق نے کہا پھر جب رسول اللہ ﷺ مقام صفراء پر تھے تو نضر بن حارث کو قتل کر دیا گیا۔ اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے تہ تیغ کیا۔ جیسا کہ مکہ کے بعض اہل علم نے مجھے خبر دی۔ علامہ ابن اسحاق نے کہا پھر حضور ﷺ وہاں سے آگے روانہ ہوئے یہاں تک کہ جب عرق الظبیہ کے مقام پر پہنچے تو عقبہ بن ابی معیط بھی قتل کر دیا گیا۔ علامہ ابن ہشام نے کہا عرق الظبیہ کے الفاظ غیر ابن اسحاق سے منقول ہیں۔ علامہ ابن اسحاق نے کہا جس شخص نے عقبہ کو گرفتار کیا تھا وہ حضرت عبداللہ بن سلمہ ہیں جن کا تعلق بنی عجلان سے ہے۔ علامہ ابن اسحاق نے کہا جب رسول اللہ ﷺ نے عقبہ کو قتل کرنے کا حکم دیا تو وہ بولا: اے محمد (ﷺ) میری چھوٹی بچی کا کون پرسان حال ہوگا؟ فرمایا آگ۔ اس کو حضرت عاصم بن ثابت بن ابی اقلح

عقبہ بن ابی معیط

بیان کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عقبہ بن ابی معیط کو قتل کروا دیا اور جس شخص نے اسے قیدی بنایا تھا وہ حضرت عبداللہ بن سلمہ ہیں۔ یہ سلمہ لام کے کسرہ کے ساتھ ہے اور یہ سلمہ بن مالک ہیں جو بنی عجلان کے فرد ہیں۔ یہ نسب کے لحاظ سے بلوی ہیں اور عہد و پیمان کے لحاظ سے انصاری ہیں۔ انہیں احد کے روز شہید کر دیا گیا۔ جہاں تک عقبہ بن ابی معیط کا تعلق ہے تو ابی معیط کا نام ابان بن ابی عمرو ہے اور ابو عمر کا نام ذکوان بن امیہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ امیہ نے ایک لونڈی سے زنا کیا تھا یا لونڈی نے اس سے زنا کرایا تھا۔ وہ لونڈی ابو عمرو کے ساتھ حاملہ ہوگئی۔ اس طرح امیہ نے جاہلیت کے دستور کے مطابق ابو عمرو کو اپنا بیٹا بنا لیا۔ اسی وجہ سے جب عقبہ نے کہا تھا أَأُقْتَلُ مِنْ بَيْنِ قُرَيْشٍ صَبْرًا۔ کیا قریش کے درمیان سے صرف مجھے قتل کیا جائے گا تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اسے کہا: حَنَّ قِدْحٌ لَيْسَ مِنْهَا(1) ''جوئے کے اس تیر نے آواز نکالی جو ان تیروں میں سے نہیں تھا''۔ آپ کا اشارہ اس کے نسب کی طرف تھا۔ اس کی وضاحت یہ ہے کہ بعض اوقات جوئے میں ایک مستعار تیر

1۔ یہ ایک ضرب المثل ہے جو اس شخص کے بارے میں بولی جاتی ہے جسے اپنے نسب کی طرف منسوب کیا جائے جس سے وہ نہ ہو

انصاری رضی اللہ عنہ نے موت کے گھاٹ اتارا۔ یہ بنی عمرو بن عوف کے فرد ہیں جیسا کہ ابو عبیدہ بن محمد بن عمار بن یاسر نے مجھ سے بیان کیا۔ علامہ ابن ہشام نے کہا یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔ یہ بات میرے سامنے ابن شہاب زہری اور دیگر اہل علم نے ذکر کی۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: اسی مقام پر فروہ بن عمرو البیاضی کے آزاد کردہ غلام ابو ہند نے رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی اور ایک مشک (حمیت) پیش کی جو حیس (کھجور، پنیر اور گھی ملا کر تیار کیا جانے والا حلوہ) سے پر تھی۔ علامہ ابن ہشام نے کہا حمیت کا معنی مشک ہے۔ یہ ابو ہند غزوۂ بدر میں شریک نہیں ہو سکے تھے۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تمام جنگوں میں شریک رہے۔ یہ رسول اللہ ﷺ کے حجام تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اِنَّمَا هُوَ اَبُوْ هِنْدٍ امْرُؤٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَاَنْكِحُوْهُ وَاَنْكِحُوْا اِلَيْهِ ''یہ ابو ہند انصار کے ایک فرد ہیں، ان سے شادی بیاہ کا رشتہ قائم کرو''۔ صحابہ کرام نے اس حکم کی تعمیل کی۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: پھر رسول اللہ ﷺ چلے یہاں تک کہ قیدیوں سے ایک روز پہلے مدینہ طیبہ تشریف لے آئے۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حضرت عبداللہ بن ابی بکر نے بیان کیا کہ حضرت یحییٰ بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن اسعد بن زرارہ نے کہا: جنگی قیدی اس وقت لائے گئے جبکہ رسول اللہ ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا آل عفراء کے پاس عفراء کے

اصلی تیروں کے ساتھ رکھا جاتا ہے جس سے کامیابی اور برکت کا تجربہ کیا جاتا ہے اور اسے اسی وجہ سے مستعار لیا جاتا ہے، اس تیر کو منیح کہا جاتا ہے جب اس تیر کو سارنگی میں اصلی تیروں کے ساتھ حرکت دی جائے تو اس کی آواز دوسرے تیروں سے ممتاز ہوتی ہے کیونکہ اس کا جوہر اصلی تیروں کے جوہر کے مخالف ہوتا ہے اس وقت کہا جاتا ہے حَنَّ قِدْحٌ لَيْسَ مِنْهَا۔ چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ ضرب المثل بیان فرمائی۔ آپ کی مراد یہ تھی کہ عقبہ قریش سے نہیں ہے۔ اسی طرح مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس وقت فرمایا تھا ''تو تو یہودی ہے اور اہل صفوریہ (1) سے ہے'' کیونکہ جس لونڈی نے اس کے باپ کو جنا تھا وہ اہل صفوریہ کے ایک یہودی کی لونڈی تھی اس کا نام ترنی تھا۔ یہ قتیبی کا قول ہے۔ اسی طرح جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے عالم انساب دغفل بن حنظلہ سے پوچھا: کیا تم نے

1۔ صفوریہ اردن کا ایک شہر ہے۔

دونوں بیٹوں عوف اور معوذ کی تعزیت کے لئے موجود تھیں۔ یہ واقعہ عورتوں پر پردہ فرض ہونے سے پہلے کا ہے۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں: قسم بخدا! میں ان کے پاس ہی تھی جب ہمیں قیدیوں کے لائے جانے کی اطلاع ملی۔ میں فوراً گھر لوٹی، رسول اللہ ﷺ گھر ہی میں تھے تو دیکھا کہ ابو یزید سہیل بن عمرو حجرے کے ایک کونے میں ہے اور اس کے دونوں ہاتھ ایک رسی سے اس کی گردن کے ساتھ بندھے ہیں۔ قسم بخدا! ابو یزید کو اس حالت میں دیکھ کر میں اپنے آپ کو سنبھال نہ سکی اور میں نے کہہ دیا: اے ابو یزید! تم لوگوں نے قیدی بننا گوارا کر لیا، عزت کی موت مر کیوں نہ گئے! قسم بخدا! حجرے میں سے رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد کے سوا کوئی مجھے ہوش میں نہ لایا: يَا سَوْدَةُ أَعَلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ تَحَرِّضِيْنَ؟ اے سودہ! کیا اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت پر ابھار رہی ہو؟ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے! جب میں نے ابو یزید کی یہ حالت دیکھی کہ اس کے دونوں ہاتھ اس کی گردن کے ساتھ بندھے ہیں تو یہ بات کہنے سے اپنے آپ کو سنبھال نہ سکی۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا مجھ سے بنی عبد الدار کے ایک فرد نبیہ بن وہب نے بیان کیا کہ جب قیدی لائے گئے تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان تقسیم کر دیا اور فرمایا: اِسْتَوْصَوْا بِالْاُسَارٰی خَيْرًا ''قیدیوں سے نیک سلوک کی وصیت یاد رکھو''۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کا حقیقی بھائی ابو عزیز بن عمیر بن ہاشم بھی قیدیوں میں تھا۔ ابو عزیز نے کہا: میرا بھائی مصعب بن عمیر اور انصار کا ایک شخص جو مجھے قید کرنا چاہتا تھا میرے پاس سے گزرے تو میرے بھائی نے اسے کہا: اسے خوب کس کر باندھ لو کیونکہ اس کی ماں بڑی دولت مند ہے، شاید وہ تجھے اس کا فدیہ ادا کر دے۔ ابو عزیز نے کہا: جب لوگ مجھے بدر سے لے کر آ رہے تھے تو میں انصار کی ایک جماعت میں تھا۔ جب وہ لوگ اپنا ناشتہ اور شام کا کھانا لاتے تو ہمارے متعلق رسول اللہ ﷺ کی وصیت کے پیش نظر مجھے تو وہ روٹی کھلاتے اور خود صرف

حضرت عبد المطلب کو پایا؟ تو اس نے کہا ہاں، میں نے انہیں بڑھاپے کی عمر میں خوبصورت چہرے والا اور سڈول جسم والا پایا۔ ان کے دس بیٹے انہیں ستاروں کی مانند گھیرے ہوئے تھے۔ آپ نے پوچھا کیا تو نے امیہ بن عبد شمس کو دیکھا؟ اس نے کہا ہاں، میں نے اسے دیکھا کہ وہ کمزور نظر والا، نیلگوں اور بد شکل ہے۔ اس کا غلام ذکوان اس کے آگے آگے چلتا تھا۔ آپ نے فرمایا تجھ پر افسوس! وہ تو اس کا بیٹا ابو عمرو ہے، دغفل نے کہا یہ تم ہی کہتے ہو۔

کھجوریں کھالیتے، جب بھی ان میں سے کسی کے ہاتھ روٹی کا ٹکڑا آجاتا تو وہ اسے پھونک جھاڑ کر مجھے پیش کر دیتا۔ مجھے بڑی شرم محسوس ہوتی، میں وہ ٹکڑا اسے واپس دیتا لیکن وہ اسے پھر مجھے واپس دے دیتا اور چھوتا تک نہ تھا۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: ابوعزیز غزوۂ بدر میں نضر بن حارث کے قتل کے بعد مشرکین مکہ کا علمبردار تھا۔ جب اس کے بھائی حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے ابو یسر کو جس نے اسے قید کر رکھا تھا، وہ بات کہی جو کہی (کہ اسے خوب کس کر باندھ لو) تو ابوعزیز نے اسے کہا: يَا أَخِي هٰذِهٖ وَصَاتُكَ بِيْ "میرے بھائی! میرے لئے تم اسے یوں وصیت کر رہے ہو"۔ تو حضرت مصعب نے اسے کہا: إِنَّهٗ أَخِيْ دُوْنَكَ "میرا بھائی یہ ہے نہ کہ تم"۔ اس کی ماں نے پوچھا: کسی قرشی کا سب سے گراں قیمت فدیہ کیا ہے؟ تو اسے کہا گیا چار ہزار درہم۔ اس نے چار ہزار درہم فدیہ بھیج کر اسے آزاد کرا لیا۔

بنی امیہ کے نسب میں طعن

حضرت مؤلف نے فرمایا: یہ طعن بنی امیہ میں سے صرف عقبہ کے نسب کے ساتھ خاص ہے۔ خود امیہ کے نسب میں ایک اور بات ہے جو سارے کنبہ کو شامل ہے۔ وہ یہ ہے کہ حضرت سفینہ (1) مولی ام سلمہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب انہیں کہا گیا بنی امیہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ خلافت ان میں ہوگی تو آپ نے فرمایا: "امیہ کی سرین نے زرقاء کے بیٹوں کو جھٹلایا بلکہ وہ تو بادشاہ ہیں اور برے بادشاہوں میں سے ہیں"۔ کہا جاتا ہے یہی زرقاء امیہ بن عبد شمس کی ماں ہے، اس کا نام ارنب ہے۔ یہ کتاب الامثال میں اصبہانی کا قول ہے، انہوں نے کہا یہ زرقاء دورِ جاہلیت میں جھنڈوں والی عورتوں میں سے تھی (2)۔

حضرت مؤلف رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جاہلیت کے معاملہ کو مٹا دیا اور انساب میں طعن کرنے سے منع فرمایا۔ اگر بنی امیہ کے نسب پر طعن کرنے سے باز رہنا صرف حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے مقام و مرتبہ کی وجہ سے ضروری ہے تو یقیناً آپ اس بات کے لائق ہیں۔

ابوہند حجام

ابوہند حجام کا ذکر کیا گیا کہ وہ بدر سے واپسی پر رسول اللہ ﷺ سے ملا۔ ابوہند کا نام عبد اللہ ہے۔

1۔ یہ رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام مہران ہیں۔
2۔ دورِ جاہلیت میں زانی عورتیں ایسے جھنڈے گاڑتی تھیں جن سے پتہ چلتا کہ یہ زانی عورت کا گھر ہے۔

قریش کے مصیبت زدہ لوگوں کی مکہ واپسی

علامہ ابن اسحاق نے کہا قریش کے مصیبت زدہ افراد میں سے سب سے پہلے جو شخص مکہ پہنچا وہ حیسمان بن عبداللہ خزاعی تھا۔ لوگوں نے پوچھا: تیرے پیچھے کیا خبر ہے؟ اس نے کہا: عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابوالحکم بن ہشام، امیہ بن خلف، زمعہ بن اسود، حجاج کے دونوں بیٹے نبیہ اور منبہ اور ابوالبختری بن ہشام موت کے گھاٹ اتار دیے گئے۔ جب وہ اشراف قریش کو شمار کرنے لگا تو صفوان بن امیہ جو مقام حجر (حطیم) میں بیٹھا تھا، کہنے لگا بخدا! اگر یہ شخص عقل رکھتا ہے تو اس سے میرے بارے میں پوچھو۔ لوگوں نے کہا صفوان بن امیہ کا کیا بنا؟ اس نے کہا وہ تو یہ مقام حجر میں بیٹھا ہوا ہے، بخدا! میں نے اس کے باپ اور بھائی کی لاش کو دیکھا ہے۔

یہ فروہ بن عمرو البیاسی کا آزادہ کردہ غلام ہے۔ رہا طیبہ حجام(1) تو وہ بنی حارثہ کا آزاد کردہ غلام ہے اور اس کا نام نافع ہے، ایک قول یہ ہے کہ اس کا نام دنیر ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس کا نام میسرہ ہے، یہ غزوۂ بدر میں شریک نہیں ہوا۔

بدر کے جنگی قیدی

قیدیوں میں ابوعزیز بن عمیر کا ذکر ہوا جبکہ وہ قیدی کی حالت میں اپنے بھائی مصعب کے پاس سے گزرا اور حضرت مصعب نے اسے قید کرنے والے کو کہا اسے خوب کس کر باندھ لو، الحدیث۔ حضرت مؤلف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ہجرت کے باب میں حضرت مصعب کے اسلام لانے کا واقعہ اور جو ان کی ماں ان کے ساتھ سلوک کرتی تھی اس کا ذکر گزر چکا ہے۔ میں نے ان کے اور ان کے بھائیوں کے تعارف کو اس مقام تک مؤخر کیا ہے۔ رہا ابوعزیز تو اس کا نام زرارہ ہے اور اس کی ماں جس نے اس کا فدیہ بھیجا وہ ام خناس بنت مالک العامریہ ہے۔ یہی اس کے بھائی مصعب اور اس کی بہن ہند بنت عمیر کی ماں بھی ہے اور یہی ہند کعبہ کے دربان شیبہ بن عثمان کی ماں ہے جو بنی شیبہ کا جد اعلیٰ ہے۔ ابوعزیز مشرف با سلام ہو گیا اور حدیث کی روایت کی اور اس کے بھائی ابوالروم اور ابویزید بھی مشرف با سلام ہو گئے اور ان کے بھائی مصعب کے اسلام میں کوئی خفا نہیں۔ زبیر بن بکار کا یہ قول غلط ہے کہ ابوعزیز کو حالت کفر میں احد کے روز قتل کر دیا گیا۔ یہ اہل اخبار میں سے کسی کے نزدیک بھی درست نہیں ہے، ان سے نبیہ بن وہب وغیرہ نے حدیث روایت کی۔ شاید احد کے روز حالت کفر میں قتل ہونے والا ان کا کوئی اور بھائی ہے۔

1۔ شاید یہ تصحیف ہے۔ صحیح نام ابوطیبہ ہے۔ یہ نافع حجام کی کنیت ہے۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا مجھ سے حسین بن عبداللہ بن عبید اللہ بن عباس نے بیان کیا، انہوں نے عکرمہ مولیٰ ابن عباس سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت ابو رافع نے کہا: میں حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا غلام تھا اور اسلام ہم گھر والوں میں داخل ہو چکا تھا۔ حضرت عباس، حضرت ام فضل اور میں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اپنی قوم سے ڈرتے، ان کی مخالفت کو ناپسند کرتے اور اپنا اسلام چھپاتے تھے۔ وہ بہت مال دار تھے، ان کا مال لوگوں میں پھیلا ہوا تھا۔ ابولہب بھی بدر سے پیچھے رہ گیا تھا۔ اس نے اپنی جگہ عاصی بن ہشام بن مغیرہ کو بھیجا تھا۔ تمام لوگوں نے ایسا ہی کیا تھا، جو شخص بھی پیچھے رہ گیا اس نے اپنی جگہ کوئی اور آدمی بھیجا تھا۔ جب اس کے پاس بدر کے مصیبت زدہ قریشیوں کی خبر آئی تو اللہ تعالیٰ نے اسے ذلیل و رسوا کر دیا لیکن ہم نے اپنے دلوں میں قوت و عزت کا احساس کیا۔ ابو رافع کہتے ہیں میں ایک ضعیف شخص تھا، تیر بنانے کا کام کرتا تھا اور زمزم کے حجرہ میں انہیں بنایا کرتا تھا۔ بخدا! میں اس حجرے میں بیٹھا تیر بنا رہا تھا اور میرے پاس ام فضل بھی بیٹھی ہوئی تھی جو خبر ہمیں پہنچی تھی اس نے ہمیں مسرور کر دیا تھا۔ اتنے میں ابولہب بری طرح پاؤں گھسیٹتے ہوئے وہاں آ گیا اور حجرہ کے ایک کونے میں آ کر بیٹھ گیا۔ اس کی پشت میری پشت کی طرف تھی۔ وہ بیٹھا ہی تھا کہ لوگوں نے کہا یہ ہے ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب --- ابن ہشام نے کہا ابوسفیان کا

ابو رافع کا واقعہ جب قریش کی شکست کی خبر آئی

ابو رافع کا نام اسلم ہے۔ ابن معین نے کہا آپ کا نام ابراہیم ہے اور ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ آپ کا نام ہرمز ہے(1) آپ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے قبطی غلام تھے۔ انہوں نے آپ کو نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ہدیۃً پیش کر دیا۔ جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ مشرف باسلام ہوئے اور ابو رافع نے رسول اللہ ﷺ کو آپ کے اسلام کی خوشخبری دی تو حضور نے انہیں آزاد کر دیا۔ چنانچہ یہ رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ سعید بن عاصی کے بیٹوں کے غلام تھے۔ وہ دس بیٹے تھے، ان سب نے آپ کو آزاد کر دیا سوائے خالد بن سعید کے انہوں نے اپنا حصہ نبی کریم ﷺ کو ہبہ کر دیا تو نبی کریم ﷺ نے آپ کو آزاد کر دیا لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ واقدی کے قول کے مطابق آپ کی وفات حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت سے کچھ عرصہ پہلے ہوئی۔

1۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ کا نام یسار ہے، ایک قول میں صالح اور ایک میں عبدالرحمن ہے۔ کہا گیا ہے کہ آپ نے اسلام قبول کر لیا تھا اور یہ مشہور ترین قول ہے۔

نام مغیرہ تھا-- جو ابھی ابھی آیا ہے۔ ابولہب بولا اے بھتیجے! مجھے یہ بتاؤ کہ وہاں لوگوں پر کیا گزری؟ ابوسفیان نے کہا بخدا حالات جنگ کا خلاصہ یہ ہے کہ جب ہماری مسلمانوں سے ٹکر ہوئی تو ہم نے اپنے کندھے ان کے سامنے کر دیے پھر وہ جیسے چاہتے تھے ہمیں تہ تیغ کرتے گئے اور جیسے چاہتے تھے ہمیں اسیر بناتے گئے۔ بخدا بایں ہمہ میں لوگوں کی ملامت نہیں کرتا۔ ہمارا مقابلہ ابلق گھوڑوں پر سوار سفید لباس میں ملبوس لوگوں سے ہوا جو زمین و آسمان کے درمیان کھڑے تھے۔ بخدا! وہ کوئی چیز نہ چھوڑتے تھے اور ان کے مقابلے میں کوئی چیز قائم نہ رہتی تھی۔ ابورافع کہتے ہیں میں نے اپنے ہاتھوں سے حجرے کی طنابیں اٹھائیں پھر کہا خدا کی قسم! یہ فرشتے

ام فضل اور ابولہب کی پٹائی

ابولہب کا ذکر ہوا اور جو اس نے حضرت ابورافع کو مارا جب آپ نے فرشتوں کا ذکر کیا اور ام فضل نے ان کی مدد کی اور ابولہب کو مارا۔ ام فضل کا نام لبابۃ الکبریٰ بنت حارث بن حزن بن بجیر بن ہزم بن رویبہ بن عبداللہ بن ہلال بن عامر بن صعصعہ الہلالیہ ہے۔ یہ حضرت میمونہ کی بہن ہیں اور ان کی بہن لبابہ الصغریٰ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی ماں ہیں۔ حضرت ام فضل سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے سات شریف بیٹے پیدا ہوئے۔ شاعر کا قول ہے:

مَا وَلَدَتْ نَجِيبَةٌ مِنْ فَحْلِ   كَسَبْعَةٍ مِنْ بَطْنِ أُمِّ الْفَضْلِ

''حضرت ام فضل کے بطن سے پیدا ہونے والے سات بیٹوں کی مانند کسی شریف عورت نے کسی مرد سے بچے نہیں جنے''۔

اور وہ عبداللہ، عبیداللہ، عبدالرحمٰن، فضل، معبد، قثم ہیں اور ساتویں کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ کثیر بن عباس ہیں لیکن کثیر کے بارے میں صحیح قول یہ ہے کہ ان کی ماں رومیہ ہے اور حضرت ام فضل سے حضرت عباس رضی اللہ عنہما کے صرف وہی بیٹے پیدا ہوئے جن کے نام ہم نے ذکر کیے اور ایک ان کی بہن ہے اور وہ ام حبیب ہے۔ حضرت ابن اسحاق نے یونس بن بکیر کی روایت میں ان کا ذکر کیا ہے اور یہ بھی ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں اس وقت دیکھا جب وہ بچپن میں اپنے ہاتھوں پر رینگتی تھیں۔ آپ نے فرمایا: ''اگر یہ لڑکی بالغ ہوئی اور میں زندہ رہا تو میں اس سے شادی کروں گا''۔ لیکن ان کے بالغ ہونے سے پہلے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال ہو گیا۔ چنانچہ ان کے ساتھ حضرت سفیان بن اسود بن عبدالاسد بن ہلال بن عبداللہ بن عمر والمخزومی نے شادی کی اور ان سے آپ کے دو بیٹے رزق اور لبابہ پیدا ہوئے۔

تھے۔ یہ بات سن کر ابولہب نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور ایک زوردار طمانچہ میرے منہ پر رسید کیا، میں نے بھی اس کا بدلہ لیا تو اس نے مجھے اٹھا کر زمین پر دے مارا پھر میرے اوپر چڑھ کر بیٹھ گیا اور مجھے مارنے لگا، میں دبلا پتلا کمزور آدمی تھا۔ ام فضل نے اٹھ کر خیمے کی ایک چوب اٹھائی اور اس کے سر پر دے ماری جس سے اس کا سر بری طرح پھٹ گیا۔ ام فضل نے کہا تو نے اسے کمزور سمجھ لیا ہے کہ اس کا مالک یہاں موجود نہیں۔ چنانچہ ابولہب ذلیل وخوار ہو کر وہاں سے چلا گیا۔ بخدا سات روز ہی گزرے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے مرضِ عدسہ میں مبتلا کر دیا جس نے اسے ہلاک کر دیا۔

حضرت ابن اسحاق نے ذکر کیا کہ جب حضرت ام فضل نے ابولہب کے سر پر خیمے کی چوب ماری تو اس کا سر پھٹ گیا، اس کے بعد تھوڑے ہی دن گزرے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے مرضِ عدسہ میں مبتلا کر دیا جس کے باعث وہ ہلاک ہو گیا۔ علامہ طبری نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے کہ عدسہ ایک پھوڑا ہے جس سے عرب بدشگونی لیتے تھے اور خیال کرتے تھے کہ اس کی وبا بڑی شدید ہوتی ہے۔ جب ابولہب اس مرض میں مبتلا ہوا تو اس کے بیٹے اس سے دور ہو گئے، وہ تین دن بے گور و کفن پڑا رہا، کوئی بھی اس کے قریب نہ جاتا تھا۔ جب انہیں لعنت ملامت کا خوف ہوا تو انہوں نے ایک لکڑی کے ذریعے اس کی لاش کو دھکیل کر اس کے گڑھے میں پھینک دیا پھر دور سے اس پر پتھر پھینک کر اس کی لاش کو چھپا دیا اور حضرت ابن اسحاق نے یونس کی روایت میں کہا ہے کہ انہوں نے اس کے لئے گڑھا نہیں کھودا تھا بلکہ ایک دیوار کے سہارے اس کی لاش کو کھڑا کیا گیا، دیوار کے پیچھے سے اس پر پتھر پھینک کر اس کو چھپا دیا گیا اور یہ بھی ذکر کیا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جب اس جگہ سے گزرتیں تو اپنا چہرہ چھپا لیتی تھیں اور صحیح بخاری میں ہے کہ اس کے کسی اہل خانہ نے خواب میں اسے بہت بری حالت میں دیکھا تو اس نے کہا میں نے تمہارے بعد آرام نہیں پایا سوائے اس کے کہ ثویبہ لونڈی کے آزاد کرنے کی وجہ سے مجھے اتنا پانی پلایا جاتا ہے۔ ابوزید سے اصیلی کی روایت میں اسی طرح ہے۔ اصیلی کے علاوہ دیگر کی روایت میں ہے کہ اس نے کہا میں نے تمہارے بعد آرام نہیں پایا سوائے اس کے کہ ثویبہ لونڈی کے آزاد کرنے پر مجھے اتنا پانی پلایا جاتا ہے اور اس نے سبابہ اور انگوٹھے کے درمیان فاصلے کی طرف اشارہ کیا۔ غیر بخاری کی روایت میں ہے کہ اس کے اہل خانہ کے جس فرد نے اسے دیکھا وہ اس کے بھائی حضرت عباس رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ نے فرمایا میں ابولہب کی موت کے بعد ایک سال تک اسے خواب میں دیکھتا رہا پھر میں نے اسے بہت بری حالت میں دیکھا تو اس نے کہا میں نے تمہارے بعد کوئی آرام نہیں پایا بجز اس کے کہ مجھ سے ہر سوموار کو عذاب ہلکا کر دیا جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ

قریش کا اپنے مقتولوں پر نوحہ

حضرت ابن اسحاق نے کہا مجھ سے یحییٰ بن عباد بن عبداللہ بن زبیر نے اپنے باپ عباد کی یہ روایت بیان کی کہ انہوں نے کہا قریش نے اپنے مقتولوں پر نوحہ کیا پھر انہوں نے کہا ایسا نہ کرو کیونکہ محمد (ﷺ) اور ان کے اصحاب کو یہ خبر پہنچے گی تو وہ تمہاری اس حالت پر خوش ہوں گے اور اپنے قیدیوں کی رہائی کے لئے کسی کو نہ بھیجو یہاں تک کہ تم ان کے بارے میں خوب غور وفکر کر لو کیونکہ محمد (ﷺ) اور ان کے اصحاب فدیہ کے بارے میں تم پر مضبوط گرہ نہ لگائیں۔ راوی کہتے ہیں اسود بن مطلب کی اولاد میں سے تین نوجوان زمعہ بن اسود، عقیل بن اسود اور حارث بن زمعہ مارے گئے تھے۔ وہ اولاد پر رونا چاہتا تھا، وہ اسی شش و پنج میں تھا کہ ایک رات اس نے کسی رونے والی کی آواز سنی۔ اس کی اپنی بینائی جاتی رہی تھی۔ اس نے اپنے ایک غلام کو کہا دیکھو کیا آہ و بکا کی اجازت دے دی گئی ہے، کیا قریش نے اپنے مقتولوں پر رونا شروع کر دیا ہے؟ تا کہ میں ابو حکیمہ یعنی زمعہ پر رو لوں کیونکہ میرے پیٹ میں آگ لگی ہوئی ہے۔ راوی کہتے ہیں جب غلام واپس آیا تو اس نے کہا وہ تو ایک عورت رو رہی تھی جس کا اونٹ گم ہو گیا تھا۔ راوی کہتے ہیں اس موقع پر اسود نے یہ شعر کہے:

رسول اللہ ﷺ کی ولادتِ باسعادت سوموار کے روز ہوئی اور ثویبہ نے اسے آپ کی ولادت باسعادت کی خوشخبری دی تھی اور اسے کہا تھا: کیا تجھے پتہ چلا کہ حضرت آمنہ (رضی اللہ عنہا) کے ہاں تیرے بھائی حضرت عبداللہ (رضی اللہ عنہ) کا بیٹا پیدا ہوا ہے؟ اس نے اسے کہا جا تو آزاد ہے۔ اس چیز نے اسے دوزخ کی آگ میں نفع دیا(1) جس طرح اس کے بھائی ابو طالب کو رسول اللہ ﷺ کی حمایت نے نفع پہنچایا کہ وہ دوزخیوں میں سب سے ہلکے عذاب والا ہے ابو طالب کے باب میں گزر چکا ہے کہ یہ نفع صرف عذاب میں تخفیف ہے وگرنہ کافر کے تمام اعمال بلا اختلاف مٹ جاتے ہیں یعنی نہ وہ انہیں اپنے میزان میں پائے گا اور ان کے ذریعے جنت میں داخل ہو گا اور رسول اللہ ﷺ

1۔ ہر وہ عمل جو کوئی بندہ حالت کفر میں کرتا ہے اس کا ثواب اسے دنیا میں مل جاتا ہے یا تو مال کی صورت میں یا صحت اور اولاد وغیرہ کی صورت میں، یہاں تک کہ جب قیامت کا دن آئے گا تو اس کے لئے کسی نیکی کا ثواب نہیں ہو گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا۝ (فرقان) ترجمہ: "اور ہم متوجہ ہوں گے ان کے کاموں کی طرف اور انہیں گرد و غبار بنا کر اڑا دیں گے"۔ ارشاد فرمایا: وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ۝ (حم السجدہ) ترجمہ: "اور آپ کا رب تو بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں"۔ اور فرمایا: مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا (ہود: 15) ترجمہ:۔ جو طلبگار ہیں دنیوی زندگی اور اس کی زیب و زینت کے"۔ الآیۃ

اَتبکی اَنْ یَضِلَّ لَھَا بَعِیْرٌ وَ یَمْنَعُھَا مِنَ النَّوْمِ السُّھُوْدُ

"کیا وہ اس بات پر رو رہی ہے کہ اس کا اونٹ گم ہو گیا ہے اور بے خوابی اسے سونے نہیں دیتی"۔

فَلَا تَبْکِیْ عَلٰی بَکْرٍ وَّ لٰکِنْ عَلٰی بَدْرٍ تَقَا صَرَتِ الْجُدُوْدُ

"وہ اونٹ کے گم ہونے پر نہ روئے بلکہ سانحہ بدر پر روئے جب ہماری قسمتوں نے ہمارا ساتھ نہیں دیا تھا"۔

عَلٰی بَدْرٍ سَرَاۃِ بَنِیْ ھُصَیْصٍ وَ مَخْزُوْمٍ وَّ رَھْطِ اَبِی الْوَلِیْدِ

"سانحہ بدر پر روئے، بنی ھصیص اور بنی مخزوم کے بہترین فرزندوں پر اور ابو الولید کی جماعت پر روئے"۔

وَ بَکِّیْ اِنْ بَکَیْتِ عَلٰی عَقِیْلٍ وَ بَکِّیْ حَارِثًا اَسَدَ الْاُسُوْدِ

اگر تم رونا چاہتی ہو تو عقیل کے قتل پر روؤ اور حارث کے قتل پر روؤ جو شیروں کا شیر تھا۔

وَ بَکِّیْھِمْ وَ لَا تَسِمِیْ جَمِیْعًا وَ مَا لِاَبِیْ حَکِیْمَۃَ مِنْ نَّدِیْدٍ

"ان سب پر روؤ لیکن ان سب پر فخر نہ کرو۔ ابو حکیم (اس کے بیٹے زمعہ کی کنیت) کا تو کوئی ہمسر ہے ہی نہیں"۔

اَلَا قَدْ سَادَ بَعْدَھُمْ رِجَالٌ وَ لَوْ لَا یَوْمُ بَدْرٍ لَمْ یَسُوْدُوْا

"ان کے بعد اب ایسے لوگ ہمارے سردار بن گئے ہیں کہ اگر جنگ بدر کا حادثہ پیش نہ آتا تو وہ ہرگز سردار نہ بن سکتے"۔

علامہ ابن ہشام نے کہا ان اشعار میں اقواء (شعر کے قافیہ کو مختلف کرنا یعنی کسی کو رفع اور کسی کو جر دینا) ہے اور یہ عربوں کے اشعار میں معروف ہے اور ہمارے نزدیک ان اشعار میں اکفاء (قافیے کا حرف روی بدل جانا) ہے۔ اور ہم نے ابن اسحاق کی روایت سے وہ اشعار گرا دیے ہیں جو اس سے بھی زیادہ مشہور تھے۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا اسیرانِ جنگ میں ابو وداعہ بن ضبیرہ السہمی بھی تھا۔ رسول اللہ

مدینہ منورہ میں ثویبہ کے ساتھ حسن سلوک کرتے اور اسے تحفے دیتے تھے کیونکہ اس نے آپ کو اور آپ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو دودھ پلایا تھا۔ جب مکہ مکرمہ فتح ہوا تو آپ نے اس کے متعلق اور اس کے بیٹے جس کا نام مسروح تھا، کے متعلق پوچھا، آپ کو بتایا گیا کہ وہ دونوں فوت ہو چکے ہیں۔

ﷺ نے فرمایا اس شخص کا مکہ مکرمہ میں ایک لڑکا بڑا زیرک تاجر اور مالدار ہے، یوں معلوم ہوتا ہے کہ اپنے باپ کا فدیہ ادا کرنے کے لئے آیا چاہتا ہے۔ جب قریش نے کہا کہ اپنے قیدیوں کا فدیہ ادا کرنے میں جلدی نہ کرو تا کہ محمد (ﷺ) اور ان کے اصحاب تم پر مضبوط گرہ نہ لگائیں تو ابو وداعہ کے بیٹے مطلب نے جس کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے مذکورہ الفاظ فرمائے، کہا تم نے سچ کہا، ہرگز جلدی نہ کرنا اور خود رات کو کھسک آیا اور مدینہ جا پہنچا اور چار ہزار درہم فدیہ دے کر اپنے باپ کو آزاد کرا کے اپنے ساتھ لے آیا۔

سہیل بن عمرو کا فدیہ

ابن اسحاق نے کہا پھر قریش نے اسیرانِ جنگ کا فدیہ ادا کرنے کے لئے آدمی بھیجے تو مکرز بن حفص بن اخیف سہیل بن عمرو کا فدیہ ادا کرنے کے لئے آیا، اسے بنی سالم بن عوف کے فرد حضرت مالک بن دخشم نے قیدی بنایا تھا، انہوں نے کہا:

اَسَرْتُ سُهَيْلًا فَلَا اَبْتَغِىْ اَسِيْرًا بِهٖ مِنْ جَمِيْعِ الْاُمَمْ

''میں نے سہیل کو قیدی بنایا اور اس کے بدلے میں تمام اقوام سے کسی کو بھی قیدی نہیں بنانا چاہتا''۔

وَ خِنْدِفُ تَعْلَمُ اَنَّ الْفَتٰى فَتَاهَا سُهَيْلٌ اِذَا يُظْلَمْ

اور بنی خندف جانتے ہیں کہ سہیل ہی اپنے قبیلے کا جواں مرد ہے جب ان پر ظلم کیا جائے۔

ضَرَبْتُ بِذِى الشَّفْرِ حَتّٰى انْثَنٰى وَ اَكْرَهْتُ نَفْسِىْ عَلٰى ذِى الْعَلَمْ

ضبیرہ

مطلب بن ابی وداعہ بن ضبیرہ کا ذکر ہوا۔ خطابی نے عنبری سے روایت کرتے ہوئے ذکر کیا ہے کہ اسے ضاد معجمہ کے ساتھ ضبیرہ بولا جاتا ہے اور ضبیرہ کے باپ کا نام عوف ہے۔

ابن دخشم

مالک بن دخشم بن مرضحہ کا ذکر ہوا۔ دخشم کو دخیشم بھی کہا جاتا ہے اور ابن دخیشن بھی۔ اور کہا جاتا ہے کہ یہی وہ شخص ہے جس نے ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ سے سرگوشی کی تھی: ایک انصاری آدمی۔ آپ کو پتہ نہ چلا کہ وہ آپ سے کیا سرگوشی کر رہا ہے یہاں تک کہ اس نے نبی کریم ﷺ سے بلند آواز سے بات کی تو آپ نے سنا کہ وہ اس شخص کے قتل کے بارے میں اجازت لے رہا ہے۔ یہ واقعہ مؤطا امام

''میں نے تلوار والے پر وار کیا یہاں تک کہ وہ جھک گیا اور میں نے ہونٹ کٹے سے جنگ کرنے پر اپنے آپ کو مجبور کیا''۔

سہیل ایسا شخص تھا جس کا نیچے والا ہونٹ کٹا ہوا تھا۔

علامہ ابن ہشام نے کہا بعض علمائے شعر اس بات کا انکار کرتے ہیں کہ یہ اشعار مالک بن دخشم کے ہیں۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا مجھ سے بنی عامر بن لوی کے ایک شخص محمد بن عمرو بن عطاء نے بیان کیا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! مجھے اجازت دیجئے کہ میں سہیل بن عمرو کے سامنے والے دانت نکال دوں تا کہ اس کی زبان منہ سے باہر نکل آئے اور وہ آپ کے خلاف کسی جگہ تقریر کرنے کے لئے کھڑا نہ ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لَا اُمَثِّلُ بِهٖ فَیُمَثِّلَ اللّٰهُ بِیْ وَ اِنْ كُنْتُ نَبِیًّا ''میں اس کا مثلہ نہیں کروں گا مبادا کہ اللہ تعالیٰ میرا بھی مثلہ کردے اگرچہ میں نبی ہوں''۔

حضرت ابن اسحاق نے کہا مجھے یہ بھی خبر پہنچی کہ اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ بھی فرمایا: اِنَّهٗ عَسٰی اَنْ یَّقُوْمَ مَقَامًا لَا تَذُمُّهٗ ''امید ہے کہ وہ ایسے مقام پر کھڑا ہو کہ تم اس کی مذمت نہ کرو''۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: اس مقام والی حدیث کا ذکر میں ان شاء اللہ تعالیٰ اس کے مقام پر کروں گا۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا جب مکرز نے لوگوں سے سہیل کے بارے میں بات چیت کی اور ان کی رضا مندی حاصل کر لی تو لوگوں نے کہا: لاؤ جو کچھ ہمیں دینا ہے۔ اس نے کہا اس کے پاؤں کے بجائے میرا پاؤں رکھ لو (یعنی اس کے بجائے مجھے قید کر لو) اور اسے آزاد کر دو تا کہ وہ

مالک کی حدیث میں ہے اور جس شخص نے آپ سے سرگوشی کی وہ عتبان بن مالک ہے۔ نبی کریم ﷺ نے مالک بن دخشم کو نفاق سے بری کر دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا وہ یہ گواہی نہیں دیتا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ لوگوں نے عرض کی: ہاں کیوں نہیں۔ آپ نے فرمایا: کیا وہ نماز نہیں پڑھتا؟ لوگوں نے عرض کی: کیوں نہیں۔ تو موطا کی حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا یہی وہ لوگ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے مجھے روکا ہے۔ صحیح مسلم کی حدیث ہے کہ آپ نے فرمایا، بے شک اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو آگ پر حرام کر دیا ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے ہوئے کہا: لا الٰہ الا اللہ۔

تمہارے پاس اپنا فدیہ بھیج دے۔ چنانچہ مسلمانوں نے سہیل کو چھوڑ دیا اور اس کے بجائے مکرز کو اپنے پاس قید کرلیا۔ مکرز نے کہا:

فَدَيْتُ بِأَذْوَادٍ ثِمَانٍ سِبَا فَتًى　　يَنَالُ الصَّمِيمَ غُرْمُهَا لَا الْمَوَالِيَا

''میں نے قیمتی اونٹوں کے ساتھ اس نوجوان کا فدیہ ادا کیا۔ ایسا فدیہ سردار ہی ادا کرتے ہیں نہ کہ غلام''۔

رَهَنْتُ يَدِي وَالْمَالُ أَيْسَرُ مِنْ يَدِي　　عَلَيَّ وَ لٰكِنِّي خَشِيتُ الْمَخَازِيَا

''میں نے اپنا ہاتھ گروی رکھ دیا حالانکہ مجھ پر مال کا گروی رکھنا ہاتھ سے آسان ہے لیکن میں رسوائیوں سے ڈرا''۔

وَ قُلْتُ سُهَيْلٌ خَيْرُنَا فَاذْهَبُوا بِهٖ　　لِاَبْنَائِنَا حَتّٰى نُدِيرَ الْاَمَانِيَا

''اور میں نے کہا سہیل ہم سب سے بہتر ہے اس لئے ہمارے بچوں کی خاطر اسے لے جاؤ تاکہ ہم اپنی امیدوں کو حاصل کرلیں''۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: بعض علمائے شعر انکار کرتے ہیں کہ یہ اشعار مکرز کے ہیں۔

عمرو بن ابی سفیان کی اسیری اور رہائی

حضرت ابن اسحاق نے کہا مجھ سے حضرت عبداللہ بن ابی بکر نے بیان کیا کہ بدر کے قیدیوں میں رسول اللہ ﷺ کے قبضہ میں عمرو بن ابی بن حرب بھی تھا۔ یہ عقبہ بن ابی معیط کا نواسہ تھا۔

علامہ ابن ہشام نے کہا عمرو بن ابی سفیان کی ماں ابو عمرو کی بیٹی اور ابو معیط بن ابی عمرو کی بہن تھی اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اسیر کیا تھا۔

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں: مجھ سے حضرت عبداللہ بن ابی بکر نے بیان کیا کہ ابوسفیان سے کہا گیا کہ اپنے بیٹے عمرو کا فدیہ ادا کرو۔ تو اس نے کہا: کیا مجھ پر میرا خون اور میرا مال دو

کچھ مکرز کے اشعار کے بارے میں

مکرز کا ذکر ہوا۔ مکرز کے نام کے متعلق پہلے گزر چکا ہے کہ اسے میم کے کسرہ اور ضمہ دونوں کے ساتھ بولا جاتا ہے لیکن سیرت میں یہ نام صرف کسرہ کے ساتھ مروی ہے۔

مکرز کا قول ہے: فَدَيْتُ بِأَذْوَادٍ ثِمَانٍ سِبَا فَتًى۔ اس میں ثمان ثاء کے کسرہ کے ساتھ ہے کیونکہ یہ ثمین کی جمع ہے جیسے سَمِين کی جمع سِمَان آتی ہے۔

چیزیں جمع ہوں گی کہ انہوں نے حنظلہ کا خون بھی بہا دیا اور راو راب میں عمرو کا فدیہ بھی ادا کروں؟ عمرو کو ان کے پاس ہی رہنے دو، وہ اسے جب تک چاہیں اپنے پاس رو کے رکھیں۔

راوی فرماتے ہیں، وہ اسی حالت میں رسول اللہ ﷺ کے پاس مدینہ طیبہ میں قید تھا کہ بنی عمرو بن عوف کی شاخ بنی معاویہ کے ایک فرد حضرت سعد بن نعمان بن اکال رضی اللہ عنہ اپنی جوان بیوی کے ہمراہ عمرہ ادا کرنے کے لئے روانہ ہوئے، آپ عمر رسیدہ مسلمان تھے۔ آپ نقیع (مدینہ کے نواح میں ایک بستی) میں اپنے ریوڑ سمیت قیام پذیر تھے۔ وہاں سے آپ عمرہ ادا کرنے کے لئے روانہ ہوئے، آپ کو یہ وہم و خیال بھی نہ تھا کہ وہ کسی ایسے شخص سے سوائے بھلائی کے اور کوئی تعرض نہیں کرتے جو حج یا عمرہ ادا کرنے کے لئے آئے لیکن ابوسفیان بن حرب نے مکہ مکرمہ میں آپ پر ظلم کیا اور آپ کو اپنے بیٹے عمرو کے بدلے محبوس کر لیا پھر ابوسفیان نے یہ شعر کہے:

اَرَھْطَ ابْنِ اَکَّالٍ اَجِیْبُوْا دُعَاءَہٗ تَعَاقَدْتُمْ لَا تُسْلِمُوْا السَّیِّدَ الْکَھْلَا

"اے بنی اکال کی جماعت! اس کی پکار کا جواب دو، تم نے اس سے معاہدہ کیا لہٰذا عمر رسیدہ سردار کو دشمن کے ہاتھوں میں نہ چھوڑو"۔

فَاِنَّ بَنِیْ عَمْرٍو لِئَامٌ اَذِلَّۃٌ لَئِنْ لَّمْ یَفُکُّوْا عَنْ اَسِیْرِھِمُ الْکَبْلَا

"کیونکہ بنی عمرو کمینے اور ذلیل ٹھہریں گے اگر انہوں نے اپنے قیدی (کے پاؤں) سے بیڑی نہ کھلوائی"۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں فرمایا:

لَوْ کَانَ سَعْدٌ یَوْمَ مَکَّۃَ مُطْلَقًا لَاَکْثَرَ فِیْکُمْ قَبْلَ اَنْ یُّؤْسَرَ الْقَتْلَا

اگر سعد مکہ میں اس روز آزاد ہوتے تو اسیر ہونے سے پہلے وہ تمہیں کثرت سے قتل کرتے۔

بِعَضْبٍ حُسَامٍ اَوْ بِصَفْرَاءَ نَبْعَۃٍ تَحِنُّ اِذَا مَا اُنْبِضَتْ تَحْفِزُ النَّبْلَا

"تیز تلوار کے ساتھ یا نبعہ (درخت) کی زرد کمان کے ساتھ جس کو جب کھینچا جائے تو آواز نکالتے ہوئے تیزی سے تیر پھینکتی ہے"۔

بنی عمرو بن عوف رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور ﷺ کو اس کی اطلاع دی اور عرض کی کہ عمرو بن ابی سفیان کو ان کے حوالے کر دیں تا کہ اس کے بدلے اپنے ساتھی کو چھڑا سکیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی اس گزارش کو شرف قبول بخشا۔ چنانچہ انہوں

نے عمرو کو ابوسفیان کے پاس بھیج دیا تو اس نے سعد کو آزاد کر دیا۔

ابوالعاص ابن ربیع کی اسیری

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: اسیرانِ جنگ میں رسول اللہ ﷺ کا داماد اور حضور ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا شوہر ابو العاص ابن ربیع بن عبد العزی بن عبد شمس بھی تھا۔ حضرت ابن ہشام فرماتے ہیں: اسے بنی حرام کے ایک شخص حضرت خراش بن صمہ نے قید کیا تھا۔

حضرت زینب سے ابوالعاص کی شادی کا سبب

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں: ابوالعاص کا شمار مکہ مکرمہ کے ان لوگوں میں تھا جو مال، امانت اور تجارت میں مشہور تھے۔ یہ ہالہ بنت خویلد کا بیٹا تھا اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اس کی خالہ تھیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ حضور اس کی شادی کریں۔ رسول اللہ ﷺ حضرت خدیجہ سے اختلاف نہیں فرمایا کرتے تھے۔ یہ واقعہ حضور ﷺ پر نزولِ وحی سے پہلے کا ہے، چنانچہ حضور ﷺ نے اس کی شادی کر دی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ابوالعاص کو اپنے فرزند کی طرح خیال کرتی تھیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول ﷺ کو شرفِ نبوت سے نوازا تو حضرت خدیجہ اور آپ کی ساری صاحبزادیاں رضی اللہ عنہن حضور ﷺ پر ایمان لے آئیں، حضور ﷺ کی تصدیق کی اور گواہی دی کہ جو حضور لائے ہیں وہ حق ہے۔ لیکن ابوالعاص اپنے شرک پر قائم رہا۔

ابوالعاصی ابن ربیع

ابوالعاصی ابن ربیع بن عبدالعزی کا ذکر ہوا۔ ابوالعاصی کا نام لقیط ہے اور مختلف اقوال کے مطابق اس کے نام ہاشم، مہشم اور ہشیم بھی ذکر کیے گئے ہیں۔ یہی وہ شخص ہے جو اپنی زوجہ حضرت زینب بنت رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کہتا ہے، اس نے یہ اشعار اس وقت کہے جب وہ شام میں تاجر تھا:

ذَكَرْتُ زَيْنَبَ لَمَّا يَمَّمَتْ إِضَمًا فَقُلْتُ سَقْيًا لِشَخْصٍ يَسْكُنُ الْحَرَمَا

"مجھے زینب کی یاد آئی جب اس نے اضم(1) کا قصد کیا، تو میں نے کہا اس شخص کو پانی پلاؤ جو حرم میں رہتا ہے"۔

1۔ اضم مدینہ منورہ کے قریب ایک وادی کا نام ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ مکہ مکرمہ اور یمامہ کے درمیان ایک گھاٹ ہے۔

بناتِ رسول ﷺ کو ان کے شوہروں سے طلاق دلانے میں قریش کی کوشش

رسول اللہ ﷺ نے حضرت رقیہ یا ام کلثوم کی شادی عتبہ بن ابی لہب سے کی تھی۔ جب حضور ﷺ نے قریش کو اللہ تعالیٰ کے احکام کی اعلانیہ تبلیغ شروع کی اور ان سے اپنی مخالفت کا اظہار کیا تو انہوں نے کہا: تم لوگوں نے محمد (ﷺ) کو اپنی (بچیوں کی) فکر سے آزاد کر دیا ہے، تم ان کی بیٹیوں کو چھوڑ دو اور انہیں اپنی بیٹیوں کی فکر میں مشغول کر دو۔ چنانچہ وہ لوگ ابو العاص کے پاس گئے اور اسے کہا کہ تم اپنی رفیقۂ حیات کو چھوڑ دو، ہم خاندان قریش کی جس عورت سے تم چاہو گے تمہاری شادی کر دیں گے۔ اس نے کہا: ''نہیں قسم بخدا! میں اپنی رفیقۂ حیات کو جدا نہیں کروں گا اور نہ مجھے اپنی زوجہ کے عوض قریش کی کوئی اور عورت پسند ہے'' مجھے اطلاع ملی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس کی دامادی پر اس کی تعریف فرمایا کرتے تھے۔ پھر وہ لوگ عتبہ بن ابی لہب کے پاس گئے اور اسے کہا تم محمد (ﷺ) کی صاحبزادی کو طلاق دے دو، ہم خاندانِ قریش کی جس عورت سے تم چاہو گے تمہارا نکاح کر دیں گے۔ اس نے کہا: اگر تم ابان بن سعید بن العاص کی بیٹی یا سعید بن العاص کی بیٹی کے ساتھ میری شادی کر دو تو میں اسے جدا کر دوں گا۔ چنانچہ انہوں نے سعید بن العاص کی بیٹی کے ساتھ اس کی شادی کر دی اور اس بد بخت نے آپ کو طلاق دے دی۔ اس نے ابھی تک آپ کے ساتھ حقوقِ زوجیت ادا نہیں کئے تھے۔ یوں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کے چنگل سے آزادی دلا کر آپ کی عزت رکھ لی اور اس بد بخت کو ذلیل و رسوا کر دیا۔ اس کے بعد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ آپ کے لئے نعم البدل ثابت ہوئے۔

بِنْتُ الْاَمِیْنِ جَزَاهَا اللّٰهُ صَالِحَةً ۔۔۔ وَ كُلُّ بَعْلٍ سَيُثْنِيْ بِالَّذِيْ عَلِمَا

''اللہ تعالیٰ امانت دار کی صاحبزادی کو نیک جزا دے اور ہر خاوند (اپنی زوجہ کی) وہی تعریف کرے گا جس کا اسے علم ہو''۔

حضرت زینب بنت رسول اللہ ﷺ سے اس کے دو بچے امامہ (بچی) اور علی پیدا ہوئے۔ علی تو بچپن ہی میں فوت ہو گیا اور حضرت امامہ سے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے شادی کی اور آپ کے بعد ان سے مغیرہ بن نوفل نے عقدِ زواج کیا۔ یہی وہ خاتون ہیں جن کے بارے میں وہ حدیث آئی ہے جسے عمرو بن سلیم زرقی نے حضرت ابو قتادہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز ادا فرما رہے تھے دراں حالیکہ حضور حضرت امامہ بنت زینب کو اٹھائے ہوئے تھے۔ الحدیث (1) حضرت عمرو بن سلیم

1۔ اس حدیث کو امام بخاری اور امام مسلم وغیرہ نے کتاب الصلاۃ میں روایت کیا ہے۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا رسول کریم ﷺ کی خدمت میں ابو العاص کا فدیہ بھیجنا

رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ میں مجبوری کے تحت (مشرکین کے ساتھ ازدواجی تعلقات کو) نہ جائز فرماتے تھے اور نہ حرام۔ جب حضرت زینب بنت رسول اللہ ﷺ نے اسلام قبول کرلیا تو اسلام نے ان کے اور ابو العاص بن ربیع کے درمیان تفریق کر دی لیکن رسول اللہ ﷺ اسے الگ کر لینے کی ظاہراً قدرت نہیں رکھتے تھے۔ چنانچہ آپ اپنے اسلام پر قائم رہتے ہوئے اس کے ساتھ ہی رہیں اور وہ اپنے کفر پر اڑا رہا یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے ہجرت فرمائی۔ پھر جب قریش بدر کی طرف روانہ ہوئے تو ابو العاص بن ربیع بھی اس کے ساتھ ہولیا اور بدر کے روز یہ بھی جنگی قیدیوں کے ساتھ گرفتار ہو کر مدینہ طیبہ رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ گیا۔

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: مجھ سے یحییٰ بن عباد بن عبداللہ بن زبیر نے اپنے باپ عباد کے واسطہ سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت بیان کی کہ آپ نے فرمایا: جب اہل مکہ نے اپنے قیدیوں کی رہائی کے لئے فدیے کی رقوم بھیجیں تو حضرت زینب بنت رسول اللہ ﷺ نے بھی ابو العاص ابن ربیع کی رہائی کے لئے فدیہ کا مال بھیجا اور اس بارے میں اپنا ایک ہار بھیجا جسے پہنا کر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو ابو العاص کے ساتھ رخصت کیا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب رسول اللہ ﷺ نے وہ ہار دیکھا تو آپ کا دل بھر آیا اور فرمایا: ''اگر تم مناسب خیال کرو تو اس کے قیدی کو اس کی خاطر آزاد کر دو اور اس کا مال اسے لوٹا دو''۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: ٹھیک ہے یا رسول اللہ ﷺ۔ چنانچہ انہوں نے اسے آزاد کر دیا اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو ان کا مال بھی واپس کر دیا۔

نے کہا وہ نماز نمازِ فجر تھی۔ اس حدیث کو عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج نے ابن عتاب سے، انہوں نے عمرو بن سلیم سے اسی طرح روایت کیا ہے اور اسے ابن اسحاق نے سیرت کے علاوہ کسی اور مقام پر مقبری سے انہوں نے عمرو بن سلیم سے روایت کیا ہے۔ اس نے آپ سے فرمایا: ظہر یا عصر میں سے کسی ایک نماز میں۔ اور ابو العاص کو حضرت عبداللہ بن جبیر انصاری رضی اللہ عنہ نے قید کیا تھا۔ اسے ابن اسحاق کے علاوہ دیگر نے ذکر کیا ہے اور حضرت رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ عتبہ بن ابی لہب کے نکاح میں اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا عتیبہ کے نکاح میں تھیں۔ جب سورۂ تبت نازل ہوئی تو ان دونوں

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا سفر مدینہ

آپ کی تیاری اور رسول کریم ﷺ کا آپ کی مصاحبت کے لئے دو آدمی بھیجنا

رسول اللہ ﷺ نے ابوالعاص سے اقرار لیا تھا یا اس نے رسول اللہ ﷺ سے یہ وعدہ کیا تھا کہ وہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو حضور کے پاس آنے کے لئے آپ کا راستہ چھوڑ دے گا یا یہ بات اس کی رہائی کی شرائط میں سے ایک شرط تھی لیکن یہ بات نہ ابوالعاص کی طرف سے ظاہر ہوئی اور نہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے تاکہ معلوم ہوتا کہ وہ کیا تھی لیکن جب ابوالعاص مکہ سے روانہ ہوا اور اس کا راستہ چھوڑ دیا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور انصار کے ایک آدمی کو اس کی جگہ بھیجا اور فرمایا: كُوْنَا بِبَطْنِ يَأْجَجَ حَتّٰى تَمُرَّ بِكُمَا زَيْنَبُ فَتَصْحَبَاهَا حَتّٰى تَاتِيَانِيْ بِهَا "تم دونوں (جاکر) وادی یاجج میں رہو یہاں تک کہ جب حضرت زینب تمہارے پاس سے گزریں تو انہیں ہمراہ لے کر میرے پاس لے آؤ"۔ چنانچہ وہ دونوں اسی وقت روانہ ہو گئے۔ یہ واقعہ غزوۂ بدر سے ایک ماہ یا اس سے کچھ کم یا زیادہ بعد کا ہے۔ جب ابوالعاص مکہ مکرمہ آیا تو اس نے حضرت زینب کو اپنے والد ماجد سے جا ملنے کی اجازت دے دی، چنانچہ آپ تشریف لے جانے کی تیاری کرنے لگیں۔

ہند حضرت زینب کے معاملہ کو جاننا چاہتی ہے

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں: مجھ سے حضرت عبداللہ بن ابی بکر نے بیان کیا کہ مجھ سے حضرت زینب کی یہ روایت بیان کی گئی کہ آپ نے فرمایا: جب میں اپنے والد ماجد سے جا ملنے کی تیاری کر رہی تھی تو اس دوران ہند بنت عتبہ میرے پاس آئی اور کہنے لگی: اے محمد (ﷺ) کی صاحبزادی! کیا مجھے خبر نہیں مل گئی کہ تم اپنے والد (ماجد) سے جا ملنے کا ارادہ رکھتی ہو؟ آپ فرماتی ہیں: میں نے کہا میں نے تو اس بات کا ارادہ نہیں کیا۔ اس نے کہا اے میرے چچا کی بیٹی! ایسا نہ

نے اپنے والدین کی قسم دینے پر دونوں صاحبزادیوں کو طلاق دے دی۔ عتیبہ کے لئے تو نبی کریم ﷺ نے بددعا کی کہ اللہ تعالیٰ اس پر اپنے کتوں میں سے ایک کتا مسلط کر دے تو اسے ایک شیر نے ایسے موقع پر پھاڑ ڈالا جب کہ اس کے ساتھی اس کے اردگرد سوئے ہوئے تھے۔ البتہ ابولہب کے دوسرے دو بیٹے عتبہ اور معتب مشرف باسلام ہوئے اور ان کی اولاد بھی ہوئی۔

کہو (مجھ سے بات نہ چھپاؤ) اگر تمہیں کسی سامان کی ضرورت ہو جو تمہیں اپنے سفر میں آرام دے یا اپنے والد (ماجد) تک پہنچنے کے لئے کوئی رقم درکار ہو فَاِنَّ عِنْدِیْ حَاجَتَكِ فَلَا تَضْطَنِیْ مِنِّیْ تو میرے پاس تمہاری ضرورت کے لئے سب کچھ ہے، تم نفرت کرتے ہوئے مجھ سے دور نہ رہو کیونکہ مردوں کے آپس کے معاملات کا عورتوں کے معاملات میں کوئی دخل نہیں"۔ آپ فرماتی ہیں بخدا! میں نے خیال کیا کہ جو کچھ وہ کہہ رہی ہے کر گزرے گی لیکن میں اس سے محتاط رہی اور اس کے سامنے اس راز کو فاش کرنا مناسب نہ سمجھا اور تیاری کر لی۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی روانگی کے وقت قریش کی جانب سے رکاوٹیں اور ابوسفیان کا مشورہ

جب رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی اپنے سفر کی تیاری سے فارغ ہوئیں تو آپ کے خاوند کا بھائی کنانہ بن ربیع آپ کی سواری کے لئے ایک اونٹ لے آیا۔ اس پر آپ سوار ہو گئیں، کنانہ

ہند کے واقعہ میں مذکور ہے فَلَا تَضْطَنِیْ مِنِّیْ۔ اس کا معنی ہے لَا تَنْقَبِضِیْ عَنِّیْ۔ یعنی تو نفرت کرتے ہوئے مجھ سے دور نہ ہو۔ اس کا شاہد طرماح بن حکیم کا یہ شعر ہے:

اِذَا ذُكِرَتْ مَسْعَاةُ وَالِدِهٖ اضْطَنٰى وَ لَا يَضْطَنِیْ مِنْ شَتْمِ اَهْلِ الْفَضَائِلِ

"جب اس کے والد کی کاوش کا ذکر کیا جاتا ہے تو نفرت کرتا ہے اور اہل فضائل کو برا بھلا کہنے سے نفرت نہیں کرتا"۔

میں نے یہ شعر شیخ کے حاشیہ میں اسی طرح دیکھا ہے لیکن حماسہ میں یہ شعر ضاد معجمہ کے ساتھ يَضَّنِیْ کے لفظ کے ساتھ مروی ہے۔ یہ الضنی مصدر سے باب افتعال ہے اور اس میں قاعدۂ مضاعف جاری ہوا ہے (یعنی باب افتعال کی تاء کو ضاد سے بدل کر ضاد کو ضاد میں مدغم کر دیا گیا)۔

قریش حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے تعاقب میں

حضرت زینب بنت رسول اللہ ﷺ کی مکہ مکرمہ سے روانگی اور قریش کا آپ کے تعاقب میں نکلنے کا ذکر ہوا۔ راوی کا بیان ہے کہ سب سے پہلے آپ تک ہبار بن اسود اور الفہری پہنچے۔ علامہ ابن اسحاق نے الفہری کا نام ذکر نہیں کیا۔ علامہ ابن ہشام نے فرمایا وہ نافع بن عبد قیس ہے۔ اس سیرت کے علاوہ ایک اور روایت میں ہے کہ وہ خالد بن عبد قیس ہے جو روایت مجھ تک پہنچی ہے اس میں بزار نے اسی طرح ذکر کیا ہے۔

نے اپنی کمان اور ترکش حمائل کیا پھر دن کے اجالے میں آپ کو لے کر روانہ ہو گیا جبکہ آپ اپنے ہودج میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ قریش کے لوگوں نے اس پر چہ میگوئیاں شروع کر دیں۔ وہ آپ کے تعاقب میں نکلے یہاں تک کہ ذی طویٰ کے مقام پر آپ کو آلیا۔ سب سے پہلے جو آپ تک پہنچے وہ ہبار بن اسود بن مطلب بن اسد بن عبد العزیٰ اور الفہری تھے۔ آپ اپنے ہودج میں بیٹھی تھیں۔ ہبار نے آپ کو نیزے کے ساتھ خوفزدہ کرنا شروع کر دیا۔ لوگوں کا خیال ہے کہ آپ امید سے تھیں، جب آپ کو خوفزدہ کیا گیا تو وہ ضائع ہو گیا۔ آپ کے خاوند کے بھائی کنانہ نے اپنا اونٹ بٹھا دیا اور اپنے ترکش کے تیر بکھیر دیے پھر کہا: بخدا تم میں سے جو شخص بھی میرے قریب آئے گا میں اس میں تیر پیوست کر دوں گا۔ چنانچہ سب لوگ پیچھے ہٹ گئے۔

ابوسفیان قریش کے چند معززین کو ہمراہ لے کر وہاں پہنچ گیا۔ اس نے کنانہ کو کہا اے شخص! ہم سے اپنے تیر روک لے تاکہ ہم تیرے ساتھ گفتگو کریں، وہ رک گیا۔ ابوسفیان آگے بڑھ کر اس کے قریب آ گیا اور کہنے لگا کہ تم نے اچھا نہیں کیا، لوگوں کے سامنے اعلانیہ اس خاتون کو لے کر تم چل پڑے ہو حالانکہ ہماری مصیبت اور ذلت کو اور محمد (ﷺ) کی طرف سے جو تباہی ہم پر آئی اسے تم جانتے ہو۔ اگر تم لوگوں کے سامنے اعلانیہ ہمارے درمیان ان کی بیٹی کو لے جاؤ گے تو لوگ خیال کریں گے کہ یہ سب کچھ اس ذلت کی وجہ سے ہوا جو ہماری اس مصیبت کے باعث ہمیں پہنچی اور یہ بات ہماری ذلت اور کمزوری کی دلیل ہوگی۔ مجھے اپنی زندگی کی قسم! ہمیں ان کو

ذکر ہوا کہ جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو ہبار بن اسود نے خوفزدہ کیا تو آپ کا حمل ضائع ہو گیا۔ ابن اسحاق کے علاوہ دیگر نے اس میں اضافہ کیا ہے اس نے آپ کی سواری کو کچوکا مارا جس کے باعث آپ ایک چٹان پر گر پڑیں۔ آپ امید سے تھیں اس طرح آپ کا بچہ ضائع ہو گیا۔ آپ کا خون بہتا رہا یہاں تک کہ آپ مدینہ منورہ میں اپنے خاوند ابوالعاص کے اسلام لانے کے بعد وفات پا گئیں۔

حضرت زبیر نے ذکر کیا کہ ہبار بن اسود جب مسلمان ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کی صحابیت کا شرف حاصل کیا تو مسلمان ان کے اس فعل پر انہیں برا بھلا کہتے تھے۔ یہاں تک کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں اس کی شکایت کی۔ حضور ﷺ نے فرمایا سُبَّ مَنْ سَبَّكَ يَا هَبَّارُ ''اے ہبار! جو تمہیں برا بھلا کہے تم بھی اسے برا بھلا کہو''(1) ! چنانچہ اس کے بعد لوگ آپ کو برا بھلا کہنے سے

1۔ میں یہ خیال نہیں کرتا کہ نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اخلاق عالیہ میں یہ بات بھی ہو کہ وہ قبول اسلام سے قبل سرزد ہونے والے گناہوں پر کسی مسلمان کو برا بھلا کہیں چہ جائیکہ نبی کریم ﷺ اسے یہ حکم فرمائیں کہ صحابہ کرام سے جو تمہیں برا بھلا کہے تم بھی اسے برا بھلا کہو۔ واللہ اعلیٰ واعلم۔

اپنے باپ سے دور رکھ کر یہاں روکنے میں کوئی دلچسپی نہیں اور نہ اس طرح ہم انتقام لے سکتے ہیں لیکن تم اس خاتون کو لے کر واپس چلے جاؤ یہاں تک کہ جب آوازیں خاموش ہو جائیں گی اور لوگ کہنے لگیں گے کہ ہم نے اسے لوٹا لیا تھا تو چپکے سے انہیں لے کر چلے جانا اور ان کے باپ سے جا ملانا۔ راوی فرماتے ہیں: اس نے ایسا ہی کیا۔ چند راتیں آپ وہاں ٹھہری رہیں یہاں تک کہ جب چہ میگوئیاں ختم ہو گئیں تو کنانہ رات کی تاریکی میں آپ کو ہمراہ لے کر روانہ ہو گیا یہاں تک کہ آپ کو حضرت زید بن حارثہ اور ان کے ساتھی کے حوالے کر دیا۔ وہ دونوں آپ کو ہمراہ لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچ گئے۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے اس واقعہ کے بارے میں ابوخیثمہ کے اشعار

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ یا بنی سالم بن عوف کے ایک فرد ابوخیثمہ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے اس واقعہ کے بارے میں یہ اشعار کہے، علامہ ابن ہشام فرماتے ہیں: یہ اشعار ابوخیثمہ کے ہی ہیں:

اَتَانِي الَّذِيْ لَا يَقْدُرُ النَّاسُ قَدْرَهُ　　لِزَيْنَبَ فِيهِمْ مِنْ عُقُوْقٍ وَ مَا ثَمِ

''میرے پاس اس واقعہ کی خبر پہنچی جس کا لوگ تصور بھی نہیں کر سکتے (وہ یہ کہ) حضرت زینب (رضی اللہ عنہا) کے لئے لوگوں میں بدسلوکی اور گناہ ظاہر ہوا''۔

وَ اِخْرَاجُهَا لَمْ يُخْزَ فِيْهَا مُحَمَّدٌ　　عَلٰى مَاْقِطٍ وَ بَيْنَنَا عِطْرُ مَنْشَمِ

''اور حضرت زینب کے (مکہ مکرمہ سے) نکال لانے میں محمد (ﷺ) کی کسی میدان

رک گئے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ہاں امامہ کی ولادت ہوئی۔ یہی وہ بچی ہیں جن کے بارے میں وہ حدیث مروی ہے جسے حضرت عمرو بن سلیم بن خلدہ بن مخلد بن عامر بن زریق الزرقی نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز ادا فرما رہے تھے درآں حالیکہ آپ نے حضرت امامہ بنت زینب رضی اللہ عنہا کو اٹھا رکھا تھا۔ حضرت عمرو بن سلیم نے فرمایا: آگے حدیث اسی طرح ہے جیسے قریب ہی پہلے مذکور ہوئی۔

قصیدۂ ابی خیثمہ کی تشریح

حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کے اشعار کا ذکر ہوا اور ایک قول کیا گیا کہ بلکہ یہ اشعار ابوخیثمہ نے کہے۔ ان اشعار میں ہے: عَلٰى مَاْقِطٍ وَ بَيْنَنَا عِطْرُ مَنْشَمِ۔ ماقط کا معنی ہے میدانِ جنگ اور عِطْرُ مَنْشَمِ جنگ کی شدت سے کنایہ ہے۔ یہ ضرب المثل ہے لوگوں کے دعویٰ کے مطابق اس کا پس منظر یہ

جنگ میں رسوائی نہیں ہوئی حالانکہ ہمارے درمیان سخت لڑائی ہوئی''۔

وَ اَمْسٰی اَبُوْ سُفْیَانَ مِنْ حِلْفِ ضَمْضَمَ ۔۔۔ وَ مِنْ حَرْبِنَا فِیْ رَغْمِ اَنْفٍ وَ مَنْدَمِ

''اور ضمضم کی حمایت کی وجہ سے اور ہم سے لڑائی کے باعث ابوسفیان کی ناک خالودہو چکی تھی اور وہ نادم ہو چکا تھا''۔

قَرَنَّا ابْنَهٗ عَمْرًا وَ مَوْلٰی یَمِیْنِهٖ ۔۔۔ بِذِیْ حَلَقٍ جَلْدِ الصَّلَاصِلِ مُحْکَمِ

''پس ہم نے اس کے بیٹے عمرو اور اس کے حلیف کو حلقوں اور جھنکار والی مضبوط زنجیروں میں جکڑ دیا''۔

فَاَقْسَمْتُ لَا تَنْفَکُّ مِنَّا کَتَائِبُ ۔۔۔ سَرَاةُ خَمِیْسٍ فِیْ لُهَامٍ مُسَوَّمِ

''پھر میں نے قسم کھالی کہ ایک خاص نشان والے بڑے لشکر میں سرداروں کے لشکر کی ٹولیاں ہم سے کبھی جدا نہ ہوں گی''۔

نَزُوْعُ قُرَیْشَ الْکُفْرَ حَتّٰی نَعُلَّهَا ۔۔۔ بِخَاطِمَةٍ فَوْقَ الْاُنُوْفِ بِمِیْسَمِ

''ہم قریش کو کفر سے روکتے رہیں گے یہاں تک کہ ہم بار بار حملہ کر کے ان کی ناکوں پر داغ لگانے والے آلے کے ذریعے نکیل ڈال دیں گے''۔

نُنَزِّلُهُمْ اَکْنَافَ نَجْدٍ وَ نَخْلَةٍ ۔۔۔ وَ اِنْ یُتْهِمُوْا بِالْخَیْلِ وَالرَّجْلِ نُتْهِمِ

ہم انہیں نجد (بلند زمین) اور نخلہ (کھجوروں والی زمین) کے اطراف واکناف میں اتار دیں گے اور اگر وہ گھڑ سواروں اور پیادوں کو لے کر تہامہ میں اترے تو ہم بھی وہاں اتر جائیں گے۔

یَدَ الدَّهْرِ حَتّٰی لَا یُعَوَّجَ سِرْبُنَا ۔۔۔ وَ نُلْحِقُهُمْ اٰثَارَ عَادٍ وَ جُرْهُمِ

''طویل زمانہ تک (ہم ان سے لڑتے رہیں گے) جب تک ہمارا فوجی دستہ ٹیڑھا نہیں ہوگا اور ہم انہیں عاد اور جرہم کے آثار کے ساتھ ملا دیں گے''۔

ہے کہ منشم قبیلہ بنی خزاعہ کی ایک عورت تھی جو عطر اور خوشبو بیچا کرتی تھی۔ اس سے مردوں کے لئے عطر خریدا جاتا، یہاں تک کہ اس کے باعث لوگوں نے اس سے بدشگونی لینا شروع کر دی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ کچھ لوگوں نے باہم موت پر حلف اٹھایا اور حلف کی تاکید کے طور پر مذکورہ منشم کی خوشبو میں اپنے ہاتھ ڈبوئے، چنانچہ یہ واقعہ جنگ کی شدت کے بارے میں ضرب المثل بن گیا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ منشم غدانہ کی ایک عورت تھی جو بنی تمیم کی شاخ بنی یربوع بن حنظلہ کا ایک کنبہ تھا۔ یہ عورت اس یسار کی صاحبہ تھی جسے یسار الواعب کہا جاتا ہے۔ یہ اس کا غلام تھا۔ اس نے اس عورت کو بہلایا پھسلایا کہ

وَ يَنْدَمُ قَوْمٌ لَمْ يُطِيعُوْا مُحَمَّدًا عَلٰى اَمْرِهِمْ وَ اَیُّ حِیْنِ تَنَدُّمِ

''اور وہ قوم پچھتا رہی ہے جنہوں نے اپنے معاملات میں محمد (ﷺ) کی اطاعت نہ کی لیکن اب کون سا پچھتانے کا وقت ہے''۔

فَاَبْلِغْ اَبَا سُفْیَانَ اِمَّا لَقِیْتَهُ لَئِنْ اَنْتَ لَمْ تُخْلِصْ سُجُوْدًا وَّ تُسْلِمِ

''(اے مخاطب!) اگر تو ابو سفیان سے ملے تو اسے یہ پیغام پہنچا دے کہ اگر تو خلوص سے نہ جھکا اور سر تسلیم خم نہ کیا

فَاَبْشِرْ بِخِزْیٍ فِی الْحَیَاةِ مُعَجَّلٍ وَ سِرْبَالِ قَارٍ خَالِدًا فِیْ جَهَنَّمِ

تو تجھے اس زندگی میں فوری رسوائی اور جہنم میں ہمیشہ کے لئے روغن قار کے لباس کی بشارت ہو''۔

علامہ ابن ہشام فرماتے ہیں: وَ سِرْبَالِ نَارِ بھی مروی ہے یعنی آگ کا لباس۔

ابو سفیان کے حلیف کے بارے میں ابن اسحاق اور ابن ہشام کے مابین اختلاف

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ ابو سفیان کے حلیف سے مراد عامر بن الحضرمی ہے جو اسیرانِ جنگ میں تھا۔ حضرمی کا معاہدہ حرب بن امیہ کے ساتھ تھا۔

علامہ ابن ہشام فرماتے ہیں کہ ابو سفیان کے حلیف سے مراد عقبہ بن عبدالحارث بن الحضرمی ہے اور عامر بن حضرمی تو غزوۂ بدر میں قتل کر دیا گیا تھا۔

اس سے مطلب براری کرے۔ اس نے اس سے کہا ذرا ٹھہرنا تاکہ میں تجھے آزاد عورتوں کی خوشبو سونگھاؤں۔ جب اس نے اپنی ناک اس کے آگے کی تو اس نے اچانک استرے کا وار کر کے اس کی ناک کو جڑ سے کاٹ دیا۔ اس واقعہ سے یہ ضرب المثل بن گئی لَاقَی الَّذِیْ لَاقٰی یَسَارُ الْکَوَاعِبْ یعنی فلاں نے اس شخص کا سامنا کیا جس کا یسار الکواعب نے سامنا کیا۔ اور ایک ضرب المثل عِطْرُ مَنْشَمِ بنی۔

ان اشعار میں مذکور ہے: بِذِیْ حَلَقٍ جَلْدِ الصَّلَاصِلِ مُحْکَمِ۔ صلاصل سے مراد ہتھکڑیاں ہیں۔ یہ صلصلۃ کی جمع ہے جس کا معنی لوہے کی زنجیر ہے۔

ہند بنت عتبہ کا قول ذکر کیا گیا جو اس نے قریش کی جماعت کو اس وقت کہا جب وہ بدر سے لوٹے تھے:

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی روانگی کے متعلق ہند اور کنانہ کے اشعار

جب وہ لوگ لوٹ گئے جو حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی طرف نکلے تھے تو ان سے ہند بنت عتبہ کی ملاقات ہوئی، اس نے انہیں کہا:

أَفِي السِّلْمِ أَعْيَارًا جَفَاءً وَ غِلْظَةً ۔۔۔ وَ فِي الْحَرْبِ أَشْبَاهَ النِّسَاءِ الْعَوَارِكِ

"کیا حالت صلح میں (لوگ) بے وفائی اور سختی کے لحاظ سے گدھے ہیں اور حالت جنگ میں حائضہ عورتوں کی مانند ہیں؟"

اور کنانہ بن ربیع نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے اس واقعہ کے بارے میں یہ اشعار اس وقت کہے جب اس نے آپ کو دو آدمیوں کے حوالے کیا:

عَجِبْتُ لِهَبَّارٍ وَ أَوْبَاشِ قَوْمِهِ ۔۔۔ يُرِيدُونَ إِخْفَارِيْ بِبِنْتِ مُحَمَّدٍ

"میں ہبار اور اس کی قوم کے کمینے لوگوں سے حیران ہوں کہ محمد (ﷺ) کی صاحبزادی سے میرے معاہدہ کو توڑنا چاہتے ہیں"۔

وَ لَسْتُ أُبَالِيْ مَا حَيِيْتُ عَدِيْدَهُمْ ۔۔۔ وَ مَا اسْتَجْمَعَتْ قَبْضًا يَدِيْ بِالْمُهَنَّدِ

"مجھے ان کی بڑی جماعت کی کوئی پرواہ نہیں جب تک میں زندہ ہوں اور جب تک میرا ہاتھ مضبوطی سے ہندی تلوار کو تھامے ہوئے ہے"۔

رسول کریم ﷺ کا ہبار کے خون کو حلال فرمانا

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: مجھ سے یزید بن ابی حبیب نے بیان کیا انہوں نے بکیر بن عبداللہ بن اشج سے انہوں نے سلیمان بن یسار سے انہوں نے ابو اسحاق دوسی سے انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ایک سریہ

أَفِي السِّلْمِ أَعْيَارًا جَفَاءً وَ غِلْظَةً ۔۔۔ وَ فِي الْحَرْبِ أَشْبَاهَ النِّسَاءِ الْعَوَارِكِ

کہا جاتا ہے عَرَكَتِ الْمَرْأَةُ و دَرَسَتْ وَ طَمِثَتْ جب اسے حیض آئے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب عورت کو حیض آئے تو کہا جاتا ہے ضَحِكَتْ۔ اس معنی کی بنا پر یہ اس ارشاد باری تعالیٰ کی تفسیر ہے: وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ (ھود: 71) "اور آپ کی اہلیہ (سارہ پاس) کھڑی تھیں۔ انہیں حیض آیا تو ہم نے خوشخبری دی سارہ کو اسحٰق کی"۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب عورت کو حیض آئے تو کہا جاتا ہے اَكْبَرَتِ الْمَرْاَةُ۔ بعض نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کو اسی معنی پر محمول کیا ہے۔ اَكْبَرْنَهٗ وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ (یوسف: 31) "انہیں حیض آ گیا اور (وارفتگی کے عالم میں) کاٹ بیٹھیں

روانہ کیا جس میں میں شریک تھا۔ حضور ﷺ نے ہمیں فرمایا: "اگر ہبار بن اسود یا وہ شخص تمہارے قابو میں آجائے جو ہبار کے ساتھ زینب کی طرف بڑھا تھا-- علامہ ابن ہشام فرماتے ہیں حضرت ابن اسحاق نے اپنی حدیث میں اس کا نام نافع بن عبد قیس ذکر کیا ہے-- تو ان دونوں کو آگ میں جلا دینا" آپ فرماتے ہیں: دوسری صبح حضور ﷺ نے پیغام بھیجا کہ میں نے تمہیں حکم دیا کہ اگر تم ان دونوں آدمیوں پر قابو پالو تو انہیں نذر آتش کر دینا پھر میں نے سمجھا کہ کسی کو آگ میں جلا کر عذاب دینا صرف اللہ عزوجل کو سزاوار ہے، اگر تم ان دونوں پر قابو پاؤ تو ان کو قتل کر دو۔

ابو العاص بن ربیع کا قبولِ اسلام

مسلمانوں کا ابو العاص کے مال تجارت پر غلبہ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی پناہ

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں: ابو العاص مکہ مکرمہ میں مقیم رہا اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس سکونت پذیر رہیں۔ اسلام نے ان دونوں کے درمیان جدائی ڈال دی تھی یہاں تک کہ فتح مکہ سے کچھ عرصہ پہلے ابو العاص تجارت کے لئے ملک شام روانہ ہو گیا۔ وہ بڑا قابل اعتماد آدمی تھا، اس کے پاس اپنا مال بھی تھا اور قریش کے کچھ لوگوں کا سرمایہ بھی تھا جو انہوں نے اسے تجارت کی غرض سے دیا تھا۔ جب وہ اپنی تجارت سے فارغ ہوا اور واپسی کا سفر شروع کیا تو رسول اللہ ﷺ کے روانہ کئے ہوئے ایک لشکر سے اس کی مڈبھیڑ ہو گئی۔ مسلمانوں نے اس کا مال واسباب تو اس سے چھین لیا لیکن ابو العاص خود جان بچا کر بھاگ گیا۔ جب یہ لشکر اس سے حاصل کردہ مال ومتاع لے کر مدینہ طیبہ پہنچا تو رات کی تاریکی میں ابو العاص بھی وہاں آگیا اور حضرت زینب بنت رسول اللہ ﷺ کے پاس جا کر پناہ کا خواستگار ہوا۔ آپ نے اسے پناہ دے دی۔ وہ اپنا مال واپس لینے کے لئے یہاں آیا تھا، جب رسول

اپنے ہاتھوں کو"۔ اس قول کی بناء پر اَكْبَرْنَهٗ میں 'ہ' ضمیر مصدر پر لوٹے گی لیکن یہ ضعیف تاویل ہے۔ اَغْيَارًا حال ہونے کی بناء پر منصوب ہے اور اس میں عامل فعل محذوف ہے کیونکہ الاعیار اسم مشتق کے قائم مقام ہے۔ گویا یوں کہا اَفِی السِّلْمِ بُلَدَاءَ جُفَاةً مِثْلَ الْاَعْيَارِ "کیا حالت صلح میں وہ (لوگ) گدھوں کی طرح بے وقوف اور بے وفا ہیں"۔ جَفَاءً اور غِلْظَةً کی نصب اس مصدر کی نصب کی طرح ہے جو حال کی جگہ پر لایا جاتا ہے جیسے زَيْدٌ الْاَسَدُ شِدَّةً اَیْ يُمَاثِلُهٗ مُمَاثَلَةً شَدِيْدَةً۔ یعنی زید کی شیر کے ساتھ شدید مماثلت ہے، اس میں الشدۃ المماثلۃ کی صفت ہے جیسا کہ جب آپ کہیں كَلَّمْتُهٗ مُشَافَهَةً: میں نے اس کے ساتھ بالمشافہ بات کی تو اس میں

اللہ ﷺ صبح کی نماز ادا کرنے کے لئے باہر تشریف لائے جیسا کہ یزید بن رومان نے مجھے بتایا ہے اور تکبیر تحریمہ کہی اور سب لوگوں نے بھی حضور ﷺ کے ساتھ تکبیر تحریمہ کہی تو اس وقت صفۃ النساء سے حضرت زینب کی آواز بلند ہوئی: اَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ قَدْ اَجَرْتُ اَبَا الْعَاصِ بْنَ الرَّبِیْعِ ''اے لوگو! میں نے ابوالعاص بن ربیع کو پناہ دے دی ہے''۔ راوی فرماتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ نے نماز سے سلام پھیرا تو لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا: کیا تم نے وہ آواز سنی جو میں نے سنی ہے؟ انہوں نے عرض کی ہاں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اَمَا وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِهٖ مَا عَلِمْتُ بِشَیْءٍ مِّنْ ذٰلِكَ حَتّٰی سَمِعْتُ مَا سَمِعْتُمْ، اِنَّهٗ یُجِیْرُ عَلَی الْمُسْلِمِیْنَ اَدْنَاهُمْ ''سن لو، اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں محمد کی جان ہے! مجھے اس واقعہ کے بارے میں کوئی علم نہیں یہاں تک کہ میں نے یہ بات سنی جو تم نے سنی، مسلمانوں سے ایک ادنیٰ درجے کا آدمی بھی کسی کو مسلمانوں سے پناہ دے سکتا ہے(1) پھر رسول اللہ ﷺ اپنی صاحبزادی کے ہاں واپس تشریف لے آئے اور فرمایا: اَیْ بُنَیَّةُ اَکْرِمِیْ مَثْوَاهُ وَ لَا یَخْلُصَنَّ اِلَیْكِ فَاِنَّكِ لَا تَحِلِّیْنَ لَهٗ ''اے میری بچی! ابوالعاص کی عزت و تکریم کرنا لیکن وہ تمہارے نزدیک ہرگز نہ آنے پائے کیونکہ تم اس کے لئے حلال نہیں ہو''۔

ابوالعاص کو مال کی واپسی اور اس کا قبولِ اسلام

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں مجھ سے حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سریہ میں شریک ان مجاہدین کو بلا بھیجا جنہوں نے ابوالعاص کے مال پر قبضہ کیا تھا۔ حضور ﷺ نے انہیں فرمایا اس آدمی کا ہمارے ساتھ جو رشتہ ہے اس کا تمہیں علم ہے، اس کے مال پر تم نے قبضہ کر لیا ہے، اگر تم احسان کرتے ہوئے اس کا مال اس کو لوٹا دو تو

المشافهة المکالمة کی صفت ہے اور یہ حقیقت میں مصدر سے حال ہے اور اس کے قول اَفِی السِّلْمِ میں حرف جر اس فعل کے معنی کے متعلق ہے جو الا عیار کا لفظ ادا کر رہا ہے۔ گویا اس نے یوں کہا اَفِی السِّلْمِ تَتَبَلَّدُوْنَ ''کیا تم حالت صلح میں بے وقوفی کا اظہار کرتے ہو''۔ الا عیار کو نصب دینے والے اس فعل محذوف کے اظہار کا عدم جواز اس اصل کی وجہ سے ہے جس پر ہم نے عبداللہ بن حارث البرق کے اس قول میں آگاہ کیا ہے: وَ عَانِدًا بِكَ اَنْ یَّعْلُوْا فَیُطْغُوْنِیْ۔ اس کی وضاحت ہجرت حبشہ میں دیکھئے۔

1۔ یعنی اگر میری بچی نے ابوالعاص کو پناہ دی ہے تو [illegible] (ضیاء النبی)

ہمیں تمہارا یہ عمل بہت پسند ہوگا اور اگر تم آمادہ نہ ہو تو یہ مال فے ہے جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں بطور غنیمت بخشا ہے، تم اس کے زیادہ حقدار ہو۔ سب نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ ہم یہ اموال اس کو لوٹانے کے لئے تیار ہیں، چنانچہ انہوں نے وہ سارا مال اسے لوٹا دیا حتیٰ کہ کوئی شخص ڈول لا رہا تھا اور کوئی بوسیدہ مشکیزہ اور چمڑے کا لوٹا لا رہا تھا۔ الغرض انہوں نے ابوالعاص کا سارے کا سارا مال لوٹا دیا اور اس میں سے کوئی چیز گم نہ تھی۔ اس کے بعد ابوالعاص اس مال کو لے کر مکہ واپس آیا اور قریش کے ہر صاحب مال کو اس کا مال لوٹا دیا اور جتنا سرمایہ کسی نے لگایا تھا اس کا حصہ اصل زر بمع نفع اس تک پہنچا دیا۔ اس کے بعد اس نے اعلان کیا: يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ! هَلْ بَقِيَ لِاَحَدٍ مِنْكُمْ عِنْدِيْ مَالٌ لَمْ يَاْخُذْهُ؟ ''اے گروہ قریش! کیا کسی کا کوئی مال میرے پاس رہ گیا ہے جو اس نے نہ لیا ہو'' ؟ سب نے کہا نہیں، اللہ تجھے جزائے خیر دے۔ بے شک ہم نے تجھے حقوق کو بحسن وخوبی ادا کرنے والا اور کریم النفس پایا ہے۔ ابوالعاص نے اعلان کر دیا: فَاَنَا اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ۔ ''لوسنو! اب میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی خدا نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں''۔ بخدا! مجھے حضور ﷺ کے پاس اسلام لانے سے بجز اس خوف کے کوئی اور مانع نہ تھا کہ تم گمان کرنے لگو کہ میں تمہارے اموال ہڑپ کرنا چاہتا تھا۔ اب جب اللہ تعالیٰ نے وہ اموال تم تک پہنچا دیے اور میں اس ذمہ داری سے سرخرو ہو گیا تو میں نے اسلام قبول کر لیا۔ پھر حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ مکہ سے روانہ ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے۔

حضرت ابوالعاص کے ہاں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی واپسی

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: میرے سامنے داؤد بن حصین نے بیان کیا انہوں نے عکرمہ سے انہوں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کے ہاں پہلے نکاح پر ہی واپس لوٹا دیا اور چھ سال بعد بھی کسی طرح کی تجدید نہ فرمائی۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی اپنے شوہر کے ہاں واپسی

حضرت داؤد بن حصین کی روایت ذکر کی گئی کہ انہوں نے عکرمہ سے انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کے ہاں پہلے نکاح پر ہی واپس لوٹا دیا اور چھ سال بعد بھی کسی طرح کی تجدید نہ فرمائی۔ اس

حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ کی امانت کی ایک مثال

علامہ ابن ہشام فرماتے ہیں: مجھے ابو عبیدہ نے بتایا کہ حضرت ابو العاص بن ربیع رضی اللہ عنہ جب مشرکین کے اموال کے ساتھ شام سے واپس آئے تو انہیں کہا گیا کہ ایسا کیوں نہیں کرتے کہ اسلام کا اعلان کر دو اور ان تمام اموال پر قبضہ کر لو، کیونکہ یہ مشرکین کے اموال ہیں۔

حضرت ابو العاص نے جواب دیا: بِئْسَ مَا اَبْدَأُبِہٖ اِسْلَامِیْ اَنْ اَخُوْنَ اَمَانَتِیْ ''اگر میں اپنی امانت میں خیانت کا ارتکاب کر کے اپنے اسلام کا آغاز کروں تو یہ آغاز بہت برا ہوگا''۔

علامہ ابن ہشام فرماتے: ہیں میرے سامنے عبد الوارث بن سعید التنوری نے بیان کیا، انہوں نے داؤد بن ابی ہند سے انہوں نے عامر شعبی سے انہوں نے ابو عبیدہ کی حدیث کی طرح ابو العاص سے روایت کیا۔

فدیہ لیے بغیر آزاد کیے جانے والے اسیرانِ جنگ

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں اسیرانِ جنگ میں سے جو لوگ فدیہ لیے بغیر بطورِ احسان آزاد کر دیے گئے ان میں سے جن کے نام ہمیں بتائے گئے وہ یہ ہیں: بنی عبد شمس بن مناف سے ابو العاص ابن ربیع بن عبد العزی بن عبد شمس، حضرت زینب بنت رسول اللہ ﷺ نے ان کے فدیہ کا مال بھیجا لیکن بعد میں رسول اللہ ﷺ نے ان پر احسان فرمایا (اور فدیہ واپس کر کے انہیں آزاد کر دیا)۔ بنی مخزوم بن یقظہ سے مطلب بن حطب بن حارث بن عبیدہ بن عمر بن مخزوم۔ یہ بنی حارث بن خزرج کے ایک شخص کے پاس قید تھا، اسے انہی کے قبضہ میں رکھا گیا

حدیث کے معارض وہ حدیث ہے جو حضرت عمرو بن شعیب نے عن ابیہ عن جدہ کے سلسلہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے آپ کو ان کے پاس نکاح جدید کے ساتھ بھیجا تھا، اسی حدیث پر عمل ہے، اگرچہ محدثین کے نزدیک حضرت داؤد بن حصین کی حدیث کی سند زیادہ صحیح ہے لیکن میرے علم کے مطابق اس کے مطابق کسی فقیہ نے قول نہیں کیا کیونکہ اسلام نے ان دونوں کے درمیان جدائی ڈالی تھی، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ؕ (الممتحنہ:10) ''نہ وہ حلال ہیں کفار کے لئے اور نہ وہ (کفار) حلال ہیں مومنات کے لئے''۔ اور جس نے دونوں حدیثوں میں تطبیق کی ہے اس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کے بارے میں کہا: پہلے نکاح پر لوٹانے سے مراد یہ ہے کہ مہر وغیرہ میں پہلے نکاح کی مثل پر لوٹایا اور اس پر کسی شرط وغیرہ کا اضافہ نہ فرمایا۔

یہاں تک کہ انہوں نے اس کا راستہ چھوڑ دیا اور یہ اپنی قوم سے جا ملا۔ علامہ ابن ہشام فرماتے ہیں: اسے بنی نجار کے فرد حضرت ابوایوب خالد بن زید انصاری رضی اللہ عنہ نے گرفتار کیا تھا۔

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں نیز صیفی بن ابی رفاعہ بن عابد بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم۔ اسے بھی گرفتار کرنے والوں کے قبضہ میں رکھا گیا، جب اس کا فدیہ ادا کرنے کے لئے کوئی بھی نہ آیا تو انہوں نے اس سے عہد لیا کہ وہ خود اپنا فدیہ ان کی طرف بھیج دے گا۔ پھر اس کا راستہ چھوڑ دیا لیکن اس نے ان کو کچھ بھی ادا نہ کیا۔ اس بارے میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

امیہ کے قتل کے بارے میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے اشعار

صاحب سیرت نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے امیہ بن خلف کو موت کے گھاٹ اتارنے کا ذکر تو کیا لیکن اس بارے میں آپ کے اشعار ذکر نہیں کیے۔ ان اشعار کو علامہ ابن اسحاق نے مذکورہ روایت کے علاوہ ایک اور روایت میں ذکر کیا ہے، وہ اشعار یہ ہیں:

فَلَمَّا الْتَقَيْنَا لَمْ نُكَذِّبْ بِحَمْلَةٍ عَلَيْهِمْ بِاَسْيَافٍ لَنَا كَالْعَقَائِقِ

''جب ہم نے ان کا سامنا کیا تو ہمیں ان پر اپنی بجلیوں کی طرح چمکدار تلواروں کے ساتھ حملہ کرنے میں جھٹلایا نہیں گیا''۔

وَ مَطْرُوْرَةٍ حُمْرِ الظُّبَاةِ كَاَنَّهَا اِذَا رُفِعَتْ اَشْطَانُ ذَاتِ الْاَبَارِقِ

''اور ایسی تلواروں کے ساتھ جو انتہائی تیز اور سرخ دھار والی تھیں، جب انہیں بلند کیا جاتا تو یوں معلوم ہوتا جیسے بجلی والی بدلیوں کی رسیاں ہیں''۔

بَنِيْ جُمَحٍ قَدْ حَلَّ قَعْصٌ بِشَيْخِكُمْ عَلٰى مَاءِ بَدْرٍ رَاْسِ كُلِّ مُنَافِقِ

اے بنی جمح! بدر کے چشمہ کے پاس تمہارے شیخ پر ناگہانی موت اتر آئی جو ہر منافق کا سردار ہے۔

هَجَمْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ وَاشْتَجَرَتْ بِهٖ مَصَالِيْتُ لِلْاَنْصَارِ غَيْرُ زَوَاهِقِ

''ہم اس پر اچانک موت لے آئے اور انصار کی تلواریں آگے گزرنے کے بجائے اس کے اندر پیوست ہو گئیں''۔

هَوٰى حِيْنَ لَاقَانَا وَ فُرِّقَ جَمْعُهٗ عَلٰى وَجْهِهٖ فِي النَّارِ مِنْ رَاْسِ حَالِقِ

''جب وہ ہمارے مقابلے میں آیا تو اونچے چٹیل پہاڑ کی چوٹی سے منہ کے بل آگ میں گر کر ہلاک ہو گیا اور اس کا لشکر بکھر گیا''۔

وَ مَا كَانَ صَيْفِيٌّ لِيُوْفِيَ ذِمَّةً قَفَا ثَعْلَبٍ اَعْيَا بِبَعْضِ الْمَوَارِدِ

"اور صیفی ایسا شخص تو تھا نہیں کہ اپنا ذمہ پورا کرتا، وہ تو اس لومڑی کی گردن کی مانند تھا جو کسی گھاٹ پر تھک گئی ہو"۔

علامہ ابن ہشام فرماتے ہیں: یہ شعر ان کے اشعار میں سے ایک ہے۔

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں نیز ابوعزہ عمرو بن عبداللہ بن عثمان بن اہیب بن حذافہ بن جمح، یہ مفلس تھا اور بہت سی بچیوں کا باپ تھا۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! آپ جانتے ہیں کہ میرے پاس کوئی مال نہیں، میں محتاج بھی ہوں اور عیالدار بھی، مجھ پر احسان فرمایئے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس پر احسان فرمایا اور یہ وعدہ لیا کہ وہ آپ کے خلاف کسی کی امداد نہیں کرے گا۔ ابوعزہ نے اس واقعہ کے بارے میں ایک قصیدہ کہا جس میں وہ رسول اللہ ﷺ کی توصیف کرتا ہے اور آپ کی قوم میں آپ کی فضیلت کا ذکر کرتا ہے:

مَنْ مُبَلِّغٌ عَنِّي الرَّسُوْلَ مُحَمَّدًا بِاَنَّكَ حَقٌّ وَّالْمَلِيْكُ حَمِيْدٌ

کون ہے جو میری طرف سے اللہ کے رسول محمد مصطفیٰ (ﷺ) کو یہ پیغام پہنچائے کہ آپ

اس واقعہ میں حضرت زبیر نے ابن سلام کے واسطہ سے حماد بن سلمہ کی یہ روایت ذکر کی ہے کہ جب انصار نے امیہ کو گھیر لیا تو اس نے کہا: يَا اَحَدٌ رَاى اَمَا لَكُمْ بِاللُّبْنِ حَاجَةٌ؟ راوی فرماتے ہیں: امیہ اپنی فصاحت میں مشہور تھا۔ اس کلام کا معنی یہ ہے کہ کیا کسی نے اس طرح دیکھا، کیا تمہیں بطور فدیہ دودھ والی اونٹنیوں کی ضرورت نہیں (یعنی مجھے قتل کرنے کے بجائے گرفتار کرلو، میں رہائی حاصل کرنے کے لئے تمہیں دودھ والی اونٹنیاں بطور فدیہ ادا کروں گا)۔ پھر حضرت زبیر نے اس حدیث کو اس حدیث کے ساتھ ملا دیا جو انہوں نے مقاتل بن سلیمان سے روایت کی، انہوں نے کہا: نضر بن حارث نے کہا تھا کہ فرشتے رحمٰن کی بیٹیاں ہیں۔ اس پر آیت کریمہ نازل ہوئی: قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ (الزخرف) "آپ فرمایئے (بفرض محال) اگر رحمٰن کا کوئی بچہ ہوتا تو میں سب سے پہلے اس کا پجاری ہوتا۔ جب نضر نے یہ آیت سنی تو اس نے کہا: تم دیکھتے نہیں کہ انہوں نے میرے قول کی تصدیق کر دی ہے (کہ رحمٰن کا بیٹا تو نہیں بیٹیاں ہیں۔ نعوذ باللہ)۔ امیہ بن خلف اس سے زیادہ فصیح تھا، اس نے اسے کہا نہیں بخدا! بلکہ انہوں نے تجھے جھٹلایا ہے اور کہا ہے کہ رحمٰن کا کوئی بچہ (بیٹا بیٹی) نہیں ہے۔ امیہ کے قول يَا اَحَدٌ کے بارے میں حضرت ثعلب سے مروی ہے کہ اس میں یا استفتاح کے لئے ہے اور اس کا معنی یہ ہے يَا هٰؤُلَاءِ اَحَدٌ رَاءٍ" اے لوگو کوئی دیکھنے والا ہے؟"

برحق ہیں اور آپ کا مالک ساری تعریفوں سے موصوف ہے۔

وَ اَنْتَ امْرُؤٌ تَدْعُوا اِلَى الْحَقِّ وَالْهُدٰى عَلَيْكَ مِنَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ شَهِيْدٌ

''اور آپ وہ شخص ہیں جو حق اور ہدایت کی طرف دعوت دیتے ہیں اور اس بات پر اللہ تعالیٰ گواہ ہے جو بہت بڑا ہے''۔

وَ اَنْتَ امْرُؤٌ بُوِّئْتَ فِيْنَا مُبَاءَةً لَهَا دَرَجَاتٌ سَهْلَةٌ وَ صُعُوْدُ

''اور آپ وہ شخص ہیں جو ہمارے درمیان ایسے اونچے مقام پر اترے ہیں جس کی سیڑھیوں (پر چڑھنا ایک لحاظ سے) آسان اور (ایک لحاظ سے) مشکل ہے''۔

فَاِنَّكَ مَنْ حَارَبْتَهٗ لَمُحَارَبٌ شَقِيٌّ وَ مَنْ سَالَمْتَهٗ لَسَعِيْدُ

''آپ کی شان یہ ہے کہ جس سے آپ نبرد آزما ہوں وہ بدنصیب دشمن ہے اور جس سے آپ صلح فرمالیں تو وہ خوش نصیب ہے''۔

وَ لٰكِنْ اِذَا ذُكِّرْتُ بَدْرًا وَ اَهْلَهٗ تَاَوَّبَ مَا بِيْ حَسْرَةٌ وَ قُعُوْدُ

''لیکن جب مجھے بدر اور اہل بدر کی یاد دلائی جاتی ہے تو میری حسرت اور کم ہمتی دوبارہ میری طرف لوٹ آتی ہے''۔

فدیہ کی رقم

علامہ ابن ہشام نے فرمایا: اس روز مشرکین کا فدیہ چار ہزار درہم سے ایک ہزار درہم فی کس تھا لیکن جس شخص کے پاس کچھ نہ تھا رسول اللہ ﷺ نے اس پر احسان فرمایا (اور فدیہ لئے بغیر رہا کر دیا)۔

عمیر بن وہب کا قبولِ اسلام

صفوان کا اسے رسول کریم ﷺ کو شہید کرنے پر ابھارنا

علامہ ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے محمد بن جعفر بن زبیر نے حضرت عروہ بن زبیر کی یہ روایت بیان کی کہ آپ نے فرمایا: بدر میں قریش پر نازل ہونے والی مصیبت کے کچھ عرصہ بعد عمیر بن وہب جمحی، حجر میں صفوان بن امیہ کے ساتھ بیٹھا تھا۔ عمیر بن وہب قریش کے شیطانوں

عمیر بن وہب کا قبولِ اسلام

عمیر بن وہب کے اسلام لانے کا واقعہ ذکر کیا، اس میں کوئی ایسی بات نہیں جو اشکال کا باعث ہو۔

میں سے ایک شیطان تھا اور ان لوگوں میں سے تھا جو رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اذیتیں دیتے تھے اور قیام مکہ کے دوران اس کی طرف سے انہیں دکھ ہی پہنچتے رہے۔ اس کا بیٹا وہب بن عمیر بدر کے قیدیوں میں تھا۔ علامہ ابن ہشام نے فرمایا: اسے بنی زریق کے ایک فرد رفاعہ بن رافع نے گرفتار کیا تھا۔

علامہ ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے محمد بن جعفر بن زبیر نے حضرت عروہ بن زبیر کی روایت بیان کی کہ آپ نے فرمایا: عمیر نے بدر کے کنویں والوں اور ان کی مصیبت کا تذکرہ کیا تو صفوان نے کہا بخدا ان کے بعد زندگی میں کوئی سکھ نہیں۔ عمیر نے اسے کہا: بخدا تو نے سچ کہا، سن! بخدا اگر مجھ پر قرض نہ ہوتا جسے ادا کرنے کے لئے میرے پاس کوئی چیز نہیں اور بال بچے نہ ہوتے جن کے برباد ہونے کا اپنے بعد مجھے خوف ہے تو میں ضرور سوار ہو کر محمد (ﷺ) کی طرف جاتا اور انہیں قتل کر دیتا کیونکہ ان کی طرف جانے کا میرے پاس ایک بہانہ بھی ہے کہ میرا بیٹا ان کے ہاتھوں میں قید ہے۔ راوی فرماتے ہیں: صفوان نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور کہا تیرا قرض میرے ذمہ ہے، میں اسے تیری جانب سے ادا کر دوں گا اور تیرے اہل وعیال میرے اہل و عیال کے ساتھ رہیں گے، میں ان کی کفالت کرتا رہوں گا جب تک وہ زندہ رہے، کوئی ایسی شے نہ ہوگی جو میرے بس کی تو ہو اور ان کے بس کی نہ ہو۔ یہ سن کر عمیر نے اسے کہا تو پھر میرے اور اپنے اس معاملہ کو صیغۂ راز میں رکھنا۔ صفوان نے کہا: میں ایسا ہی کروں گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اسے دیکھ لینا اور رسول کریم ﷺ کو آگاہ کرنا

راوی فرماتے ہیں پھر عمیر نے اپنی تلوار تیز کرنے کے لئے دی، تیز کرنے کے بعد اسے زہر آلود کر دیا گیا پھر سفر پر روانہ ہو گیا حتیٰ کہ مدینہ پہنچ گیا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ یوم بدر کے متعلق محو گفتگو تھے اور ذکر کر رہے تھے جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عزت بخشی اور دشمن کی ناکامی دکھائی۔ اس دوران اچانک حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نگاہ عمیر بن وہب پر پڑی جبکہ اس نے مسجد کے دروازے کے پاس اپنا اونٹ بٹھایا اور وہ تلوار کو گلے میں لٹکائے ہوئے تھا۔ آپ نے فرمایا: یہ کتا اللہ کا دشمن عمیر بن وہب ہے، بخدا! یہ کسی برے مقصد کے لئے ہی آیا ہے، یہی وہ شخص ہے جس نے ہمیں ایک دوسرے کے خلاف اکسایا اور بدر کے روز ہماری تعداد کا تخمینہ لگا کر اپنی قوم کو بتایا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: یا نبی اللہ! یہ اللہ کا دشمن عمیر بن وہب اپنے

گلے میں تلوار آویزاں کیے ہوئے آیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اسے میرے پاس لے آؤ۔ راوی فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے اور اس کے گلے میں آویزاں تلوار کے پٹے کو گریبان سمیت پکڑا اور ساتھ جو انصار تھے انہیں فرمایا: اسے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے چلو اور حضور ﷺ کے پاس بٹھاؤ اور حضور ﷺ کے متعلق اس خبیث سے محتاط رہو کیونکہ یہ قابل اعتماد شخص نہیں ہے، پھر آپ اسے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے آئے۔

رسول کریم ﷺ کا اس کے اور صفوان کے مابین ہونے والے مکالمہ سے آگاہ فرمانا اور اس کا مسلمان ہونا

جب رسول اللہ ﷺ نے دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کی گردن میں آویزاں تلوار کے پٹے کو پکڑے ہوئے ہیں تو آپ نے فرمایا: اَرْسِلْهُ يَا عُمَرُ، اُدْنُ يَا عُمَيْرُ ''اے عمر! اسے چھوڑ دو، اے عمیر قریب آؤ''۔ پھر اس نے کہا: اَنْعِمُوْا صَبَاحًا ''تمہاری صبح خوشی ونعمت سے ہو''۔ یہ زمانۂ جاہلیت کے لوگوں کا آپس میں سلام تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قَدْ اَكْرَمَنَا اللّٰهُ بِتَحِيَّةٍ خَيْرٍ مِّنْ تَحِيَّتِكَ يَا عُمَيْرُ بِالسَّلَامِ تَحِيَّةَ اَهْلِ الْجَنَّةِ ''اے عمیر! اللہ تعالیٰ نے تمہارے دعائیہ جملہ سے بہتر دعائیہ جملہ عطا فرما کر ہمیں عزت بخشی ہے اور وہ سلام ہے جو اہل جنت کا دعائیہ جملہ ہے''۔ اس نے کہا بخدا! اے محمد (ﷺ) میں نے تو زمانے کے رواج کے مطابق یہ کلمہ کہا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اے عمیر! کیسے آنا ہوا؟ کہنے لگا میں اس قیدی کے لئے آیا ہوں جو آپ لوگوں کے پاس گرفتار ہے۔ اس کے متعلق احسان کیجئے، حضور ﷺ نے فرمایا پھر تمہارے گلے میں لٹکی ہوئی تلوار کا کیا مقصد ہے؟ اس نے کہا: قَبَّحَهَا اللّٰهُ مِنْ سُيُوْفٍ وَّ هَلْ اَغْنَتْ عَنَّا شَيْئًا؟ ''اللہ تعالیٰ ان تلواروں کا ستیاناس کرے، انہوں نے پہلے ہمیں کون سا فائدہ پہنچایا ہے؟'' حضور ﷺ نے فرمایا مجھے سچی بات بتاؤ تم کیوں آئے ہو؟ اس نے کہا میں تو اسی مقصد کے لئے آیا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا بلکہ تو اور صفوان بن امیہ نے حجر میں بیٹھ کر کنوئیں میں ڈالے جانے والے قریش کا تذکرہ کیا پھر تو نے کہا اگر مجھ پر قرض نہ ہوتا اور میرے ہاں اہل وعیال نہ ہوتے تو میں محمد (ﷺ) کو قتل کرنے کے لئے ضرور روانہ ہوتا۔ صفوان بن امیہ نے تیرے قرض اور تیرے اہل وعیال کی ذمہ داری اس شرط پر اٹھالی کہ تو اس کی خاطر مجھے قتل کرے گا حالانکہ تیرے اور اس کے ارادے کی تکمیل کے درمیان اللہ تعالیٰ حائل ہے۔ عمیر کہہ اٹھا: اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ''میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔

یا رسول اللہ ﷺ! ہم آپ کی ان باتوں میں تکذیب کیا کرتے تھے جو آسمانی خبریں آپ ہمارے پاس لاتے اور جو آپ پر وحی نازل ہوتی تھی لیکن یہ بات تو ایسی تھی کہ وہاں میرے اور صفوان کے بغیر کوئی اور موجود ہی نہ تھا۔ قسم بخدا! میں یقین کرتا ہوں کہ اس سر مکتوم سے آپ کو اللہ تعالیٰ نے ہی آگاہ فرمایا ہے(1) میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں جس نے مجھے اسلام کی ہدایت بخشی اور مجھے اس طرح یہاں لے آیا'' پھر اس نے حق کی گواہی دی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فَقِّهُوْا اَخَاكُمْ فِيْ دِيْنِهٖ وَ اَقْرِءُ وْهُ الْقُرْاٰنَ وَ اَطْلِقُوْا لَهٗ اَسِيْرَهٗ ''اپنے بھائی کو دین کے مسائل سمجھاؤ، اسے قرآن کی تعلیم دو اور اس کے قیدی کو (بغیر فدیہ لیے) آزاد کر دو''۔ چنانچہ صحابہ کرام نے اس فرمان کی تعمیل کی۔

دعوتِ اسلام کی خاطر مکہ کی طرف ان کی واپسی

پھر حضرت عمیر نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ پہلے میں اللہ کے نور کو بجھانے کے لئے کوشاں رہا اور جو اللہ عزوجل کے دین پر ہوتا اسے ایذا رسانی میں بہت سخت تھا۔ اب میری خواہش ہے کہ حضور ﷺ مجھے اجازت فرمائیں کہ میں مکہ جا کر لوگوں کو اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور اسلام کی طرف بلاؤں۔ شاید اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت عطا فرمائے۔ ورنہ میں ان لوگوں کو ان کے دین کے بارے میں اس طرح اذیت پہنچاؤں جس طرح پہلے میں حضور ﷺ کے صحابہ کو ان کے دین کے بارے میں دکھ پہنچایا کرتا تھا۔ راوی فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے انہیں اجازت مرحمت فرمائی اور آپ مکہ چلے گئے۔ جب عمیر مکہ سے روانہ ہوا تو صفوان بن امیہ لوگوں کو کہا کرتا تھا تمہیں اس واقعہ کی بشارت ہو جس کی خبر تمہیں چند روز میں مل جائے گی اور تمہیں بدر کا واقعہ بھلا دے گی۔ صفوان مدینہ سے آنے والے قافلوں سے اس کے بارے میں پوچھتا تھا حتیٰ کہ ایک سوار نے آکر اسے عمیر کے اسلام لانے کی خبر سنائی۔ یہ سن کر اس نے قسم کھا لی کہ وہ نہ کبھی عمیر سے بات کرے گا اور نہ اسے کوئی نفع پہنچائے گا۔

علامہ ابن اسحاق نے فرمایا: جب حضرت عمیر رضی اللہ عنہ مکہ آئے تو وہاں ٹھہر گئے، اسلام کی دعوت دیتے اور جو ان کی مخالفت کرتا اسے سخت اذیت پہنچاتے، چنانچہ ان کے ہاتھ پر کثیر

1۔ حضرت عمیر نے گواہی دی کہ جس ذات نے نبی کریم ﷺ کو اس خبر سے آگاہ فرمایا وہ اللہ عزوجل کی ہی ذات ہے۔ اس میں دلیل ہے کہ حضور ﷺ از خود غیب تو نہیں جانتے جیسا کہ قرآن کریم اور سنت صحیحہ میں اس کی تصریح موجود ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو حضرت عمیر کی خبر سے آگاہ فرما دیا جیسے اس آیت کریمہ میں بھی ہے: قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ (التحریم) ''فرمایا مجھے اس نے آگاہ کیا ہے جو علیم و خبیر ہے''۔

لوگ مشرف باسلام ہوئے۔

ابلیس کو کس نے دیکھا عمیر نے یا ابن ہشام نے؟ اور اس بارے میں نزولِ آیات

علامہ ابن اسحاق نے فرمایا: میرے سامنے عمیر بن وہب یا حارث بن ہشام میں سے کسی ایک کا ذکر کیا گیا کہ اس نے ابلیس کو اس وقت دیکھا تھا جب وہ بدر کے دن اُلٹے پاؤں بھاگا تھا۔ اس نے کہا اے سراقہ! کہاں جارہے ہو؟ وہ اللہ کے دشمن (سراقہ) کی شکل میں ظاہر ہوا تھا، وہ چلا گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: وَاِذْ زَیَّنَ لَهُمُ الشَّیْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْیَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّیْ جَارٌ لَّكُمْ (الانفال: 48) ''اور یاد کرو جب آراستہ کردیے ان کے لئے شیطان نے ان کے اعمال اور (انہیں) کہا کہ کوئی غالب نہیں آسکتا تم پر آج ان لوگوں میں سے اور میں نگہبان ہوں تمہارا''۔ بیان فرمایا کہ ابلیس نے انہیں دھوکا دیا اور ان کے سامنے سراقہ بن مالک بن جعشم کی شکل میں اس وقت ظاہر ہوا جب ان لوگوں نے اپنے اور بنی بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ کے درمیان اس جنگ کے متعلق تعلقات کا ذکر کیا جو ان کے

کیا غزوۂ بدر میں ابلیس جسمانی شکل میں ظاہر ہوا؟

حدیث کے آخر میں ابن اسحاق نے ذکر کیا کہ عمیر بن وہب وہ شخص ہے جس نے بدر کے روز ابلیس کو اس وقت دیکھا جب وہ الٹے پاؤں بھاگا اور دیگر راویوں نے ذکر کیا کہ حارث بن ہشام ابلیس کے ساتھ تھا اور وہ اسے سراقہ بن مالک خیال کررہا تھا۔ اس نے کہا اے سراقہ! کدھر بھاگے جارہے ہو؟ ابلیس نے اسے ایک گھونسا رسید کیا اور اسے گدی کے بل گرادیا پھر کہا: میں تو اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔ وہ اس وقت سراقہ مدلجی کی شکل اختیار کیے ہوئے تھا کیونکہ قریش کو بنی مدلج کی طرف سے خوف تھا کہ کہیں وہ ان کے مقابلے میں نہ آجائیں اور ان کے ساتھ ان خونوں کی وجہ سے برسرپیکار ہو جائیں جو ان کے درمیان بہائے گئے تھے۔ چنانچہ ان کے سامنے ابلیس سراقہ مدلجی کی شکل میں ظاہر ہوا اور کہا میں ان لوگوں سے یعنی بنی مدلج سے تمہارا نگہبان ہوں اور یہ بھی روایت ہے کہ انہوں نے اس واقعہ کے بعد مکہ میں سراقہ کو دیکھا تو اسے کہا: اے سراقہ! کیا تو نے صف میں شگاف ڈالا اور ہمیں شکست سے دوچار کردیا؟ اس نے کہا: بخدا! مجھے تمہارے اس معاملہ کا کوئی علم نہیں حتیٰ کہ تمہیں شکست ہوئی، نہ میں وہاں حاضر ہوا اور نہ مجھے علم ہے، لیکن قریش نے اس کی بات نہ مانی یہاں تک کہ وہ اسلام لائے اور وہ آیت کریمہ سنی جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی تھی۔ پھر انہیں علم ہوا کہ وہ تو ابلیس تھا جو انسانی شکل میں ان کے سامنے ظاہر ہوا تھا۔

درمیان برپا تھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ (الانفال: 48) ''تو جب آمنے سامنے ہوئیں دونوں فوجیں''۔ اور اللہ کے دشمن نے فرشتوں کی شکل میں اللہ کے لشکروں کو دیکھا جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول ﷺ اور مومنین کی ان کے دشمن کے مقابلے میں مدد فرمائی تھی۔ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَقَالَ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّنْكُمْ اِنِّیْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ (الانفال: 48) ''تو وہ الٹے پاؤں بھاگا اور بولا میں بری الذمہ ہوں تم سے، میں دیکھ رہا ہوں وہ جو تم نہیں دیکھ رہے''۔ دشمن خدا نے سچ کہا، اس نے وہ دیکھا جو انہوں نے نہیں دیکھا تھا اور کہا: اِنِّیْٓ اَخَافُ اللّٰهَ ؕ وَاللّٰهُ شَدِیْدُ الْعِقَابِ۠ (الانفال) ''میں تو ڈرتا ہوں اللہ سے اور اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے''۔ غرض مجھے بتایا گیا کہ وہ لوگ ہر جگہ شیطان کو سراقہ کی شکل میں دیکھتے تھے اور اسے اجنبی نہ سمجھتے تھے یہاں تک کہ جب بدر کا دن آیا اور دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے تو وہ الٹے پاؤں بھاگا۔ اس طرح وہ انہیں میدانِ جنگ تک لایا پھر انہیں بے یار و مددگار چھوڑ دیا۔

چند مشکل الفاظ کی تشریح از ابن ہشام

علامہ ابن ہشام نے فرمایا: نَكَصَ کا معنی ہے وہ لوٹ گیا۔ بنی اسید بن عمرو بن تمیم کے ایک فرداوس بن حجر نے کہا:

نَكَصْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ يَوْمَ جِئْتُمْ   تُزَجُّوْنَ اَنْفَالَ الْخَمِيْسِ الْعَرَمْرَمِ

''جس روز تم آئے تو الٹے پاؤں لوٹ گئے درآں حالیکہ تم بے شمار لشکر کا مالِ غنیمت بڑی

ابلیس لعین کا قول ہے: اِنِّیْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ ''میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔ اس کے متعلق شارحین کے چند اقوال ہیں: پہلا قول یہ ہے کہ اس نے اپنے اس قول اِنِّیْٓ اَخَافُ اللّٰهَ میں جھوٹ بولا کیونکہ کافر اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے لشکروں کو آسمان سے اترتے ہوئے دیکھا تو ڈر گیا کہ کہیں یہ وہی دن نہ ہو جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد میں وعدہ کیا ہے: یَوْمَ یَرَوْنَ الْمَلٰٓىِٕكَةَ لَا بُشْرٰى یَوْمَىِٕذٍ لِّلْمُجْرِمِیْنَ (الفرقان: 22) ''جس روز وہ دیکھیں گے فرشتوں کو تو کوئی خوشی کی بات نہ ہوگی اس روز مجرموں کے لئے''۔ اور یہ قول بھی کیا گیا ہے کہ وہ اس بات سے ڈر گیا کہ کہیں فرشتے اسے پکڑ نہ لیں کیونکہ اس نے اپنے لشکر کفار کے ساتھ فرشتوں کا معاملہ دیکھ لیا تھا اور قاسم بن ثابت نے الدلائل میں ذکر کیا ہے کہ جب قریش بدر میں گئے تو جس روز مسلمانوں نے انہیں شکست فاش دی اسی روز مکہ کے اوپر سے ایک ہاتف جن گزرا جو بآوازِ بلند یہ اشعار کہہ رہا تھا لیکن وہ نظر نہیں آ رہا تھا:

آسانی سے لے جا رہے تھے''۔

یہ شعر اس کے ایک قصیدہ میں ہے۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار اپنی قوم پر فخر اور قریش کے ساتھ ابلیس کی دھوکہ بازی کے بارے میں

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

قَوْمِي الَّذِيْنَ هُمُ اٰوَوْا نَبِيَّهُمْ ۔۔۔ وَ صَدَّقُوْهُ وَ اَهْلُ الْاَرْضِ كُفَّارُ

''میری قوم ایسی ہے جنہوں نے ایسی حالت میں اپنے نبی ﷺ کو پناہ دی اور ان کی تصدیق کی جبکہ ان کے اپنے علاقہ والے کافر تھے''۔

اِلَّا خَصَائِصَ اَقْوَامٍ هُمْ سَلَفٌ ۔۔۔ لِلصَّالِحِيْنَ مَعَ الْاَنْصَارِ اَنْصَارُ

''بجز ان مخصوص افراد (مہاجرین) کے (کہ وہ کافر نہیں) جو صالحین کے اسلاف ہیں (اور) انصار کے ساتھ مل کر (اسلام کے) مددگار ہیں''۔

مُسْتَبْشِرِيْنَ بِقَسْمِ اللّٰهِ قَوْلُهُمْ ۔۔۔ لَمَّا اَتَاهُمْ كَرِيْمُ الْاَصْلِ مُخْتَارُ

درآں حالیکہ وہ اللہ کی تقسیم پر خوش تھے۔ جب ان کے پاس کریم الاصل مختار (نبی ﷺ)

اَزَارَ الْحَنِيْفِيُّوْنَ بَدْرًا وَقِيْعَةً ۔۔۔ سَيَنْقَضُّ مِنْهَا رُكْنُ كِسْرٰى وَ قَيْصَرَا

''کیا ملت حنیفیہ کے پیروکاروں نے بدر کے واقعہ کا مشاہدہ کیا ہے کہ یہ ایسا سانحہ ہے جس کی وجہ سے کسریٰ اور قیصر کے محلات کی دیواریں گر جائیں گی''۔

اَبَادَتْ رِجَالًا مِّنْ لُؤَيٍّ وَ اَبْرَزَتْ ۔۔۔ خَرَائِدَ يَضْرِبْنَ التَّرَائِبَ حُسَّرَا

''اس سانحہ نے لؤی خاندان کے بہت سے مردوں کو ہلاک کر دیا اور بہت سی پردہ دار خواتین کو اس حالت میں ظاہر کر دیا کہ وہ اپنی ننگی چھاتیاں پیٹ رہی تھیں''۔

فَيَا وَيْحَ مَنْ اَمْسٰى عَدُوَّ مُحَمَّدٍ ۔۔۔ لَقَدْ جَارَ عَنْ قَصْدِ الْهُدٰى وَ تَحَيَّرَا

''پس کتنا بدبخت ہے وہ شخص جو محمد ﷺ کا دشمن ہے، اس نے ہدایت کے درمیانی راستہ کو ترک کر دیا اور حیران و سراسیمہ ہو گیا''۔

ان میں سے کسی نے پوچھا: یہ حنیفیون کون ہیں؟ تو دوسروں نے بتایا وہ محمد (ﷺ) اور ان کے صحابہ ہیں کیونکہ وہ خیال کرتے ہیں کہ وہ حضرت ابراہیم حنیف (علیہ السلام) کے مذہب پر ہیں، پھر تھوڑے ہی دن گزرے کہ ان کے پاس اس واقعہ کی یقینی خبر پہنچ گئی۔

تشریف لایا تو ان کا قول یہ تھا:

اَهْلًا وَ سَهْلًا فَفِیْ اَمْنٍ وَّ فِیْ سَعَةٍ ‏ نِعْمَ النَّبِیُّ وَ نِعْمَ الْقَسْمُ وَالْجَارُ

کہ خوش آمدید مرحبا! پس آپ امن اور کشائش میں رہیں، نبی بھی اچھا ہے اور ہمارا نصیب اور پڑوس بھی اچھا ہے"۔

فَاَنْزَلُوْهُ بِدَارٍ لَّا یَخَافُ بِهَا ‏ مَنْ کَانَ جَارَهُمْ دَارًا هِیَ الدَّارُ

"انہوں نے آپ کو ایسے گھر میں اتارا جس میں انہیں کوئی خوف نہیں جن لوگوں کا ہمسایہ ایسا ہو وہی گھر گھر (کہلانے کا) مستحق ہے"۔

وَ قَاسَمُوْهُ بِهَا الْاَمْوَالَ اِذْ قَدِمُوْا ‏ مُهَاجِرِیْنَ وَ قَسْمُ الْجَاحِدِ النَّارُ

"اور انہوں نے اپنے پڑوسی کو اپنے اموال میں حصہ دار بنا لیا جب وہ لوگ ہجرت کر کے آئے اور منکر کا نصیب تو آگ ہے"۔

سِرْنَا وَ سَارُوْا اِلٰی بَدْرٍ لِحَیْنِهِمْ ‏ لَوْ یَعْلَمُوْنَ یَقِیْنَ الْعِلْمِ مَا سَارُوْا

"ہم بھی چلے اور وہ بھی بدر کی طرف اپنی موت کی خاطر چلے اگر انہیں (موت) کا یقینی علم ہوتا تو (ادھر) نہ چلتے"۔

دَلَّاهُمْ بِغُرُوْرٍ ثُمَّ اَسْلَمَهُمْ ‏ اِنَّ الْخَبِیْثَ لِمَنْ وَّالَاهُ غَرَّارُ

"(شیطان نے) انہیں دھوکے سے یہ راہ دکھائی پھر اس نے انہیں دشمن کے حوالے کر دیا۔ بے شک خبیث اپنے یار کو دھوکا دینے والا ہوتا ہے"۔

وَ قَالَ اِنِّیْ لَکُمْ جَارٌ فَاَوْرَدَهُمْ ‏ شَرَّ الْمَوَارِدِ فِیْهِ الْخِزْیُ وَالْعَارُ

"اور اس نے کہا: "میں تمہارا نگہبان ہوں" پھر انہیں ایسے گھاٹ پر لا اتارا جس میں رسوائی اور شرمندگی ہی تھی"۔

ثُمَّ الْتَقَیْنَا فَوَلَّوْا عَنْ سَرَاتِهِمْ ‏ مِنْ مُّنْجِدِیْنَ وَ مِنْهُمْ فِرْقَةٌ غَارُوْا

"پھر جب ہم آمنے سامنے ہوئے تو وہ اپنے سرداروں کو چھوڑ کر پیٹھ پھیر گئے بعض اونچے مقامات پر چلے گئے اور ایک گروہ نے نشیبی علاقہ میں پناہ لی"۔

علامہ ابن ہشام نے فرمایا: مجھے حضرت حسان کا یہ شعر لَمَّا اَتَاهُمْ کَرِیْمُ الْاَصْلِ مُخْتَارُ ابوزید انصاری نے سنایا۔

حاجیوں کی مہمان نوازی کرنے والے قریش

بنی ہاشم

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: قریش کی شاخ بنی ہاشم بن عبد مناف سے حاجیوں کے مہمان نواز حضرت عباس بن عبد المطلب بن ہاشم رضی اللہ عنہ تھے۔

بنی عبد شمس

بنی عبد شمس بن عبد مناف سے عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس۔

بنی نوفل

بنی نوفل بن عبد مناف سے حارث بن عامر بن نوفل اور طعیمہ بن عدی بن نوفل، یہ دونوں باری باری یہ کام سرانجام دیا کرتے تھے۔

بنی اسد

بنی اسد بن عبد العزی سے ابو البختری بن ہشام بن حارث بن اسد اور حکیم بن حزام بن خویلد بن اسد۔ یہ دونوں بھی باری باری یہ کام سرانجام دیتے۔

بنی عبد الدار

بنی عبد الدار بن قصی سے نضر بن حارث بن کلدہ بن علقمہ بن عبد مناف بن عبد الدار۔

نضر کا نسب

علامہ ابن ہشام نے فرمایا: نضر کا نسب یوں بھی بیان کیا جاتا ہے: نضر بن حارث بن علقمہ بن کلدہ بن عبد مناف بن عبد الدار۔

بنی مخزوم

علامہ ابن اسحاق نے فرمایا: بنی مخزوم بن یقظہ سے ابو جہل بن ہشام بن مغیرہ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم۔

بنی جمح

بنی جمح سے امیہ بن خلف بن وہب بن حذافہ بن جمح۔

بنی سہم

بنی سہم بن عمرو سے حجاج بن عامر بن حذیفہ بن سعد بن سہم کے دونوں بیٹے نبیہ اور منبہ۔ یہ دونوں باری باری یہ کام سرانجام دیتے۔

بنی عامر

اور بنی عامر بن لوی سے سہیل بن عمرو بن عبدشمس بن عبدوُد بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر۔

بدر کے روز مسلمانوں کے گھوڑوں کے نام

علامہ ابن ہشام نے فرمایا: مجھ سے بعض اہل علم نے بیان کیا کہ بدر کے روز مسلمانوں کے پاس یہ گھوڑے تھے۔ مرثد بن ابی مرثد غنوی کا گھوڑا، اس کا نام السبل تھا۔ مقداد بن عمرو بہرانی کا گھوڑا، اس کا نام بعزجہ تھا۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کا نام سبحہ تھا۔ اور زبیر بن عوام کا گھوڑا، اس کا نام یعسوب تھا۔

مشرکین کے گھوڑے

علامہ ابن ہشام نے فرمایا اور مشرکین کے پاس سو گھوڑے تھے۔

سورۂ انفال کا نزول

تقسیم انفال کے متعلق نازل کردہ آیات

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: واقعہ بدر کے بعد اللہ تعالیٰ نے سورۂ انفال نازل فرمائی اور اموالِ غنیمت کے بارے میں مسلمانوں کے درمیان جو اختلاف پیدا ہوا اس کے بارے میں یہ

غزوۂ بدر کے متعلق نازل کردہ آیات

اللہ تعالیٰ نے غزوۂ بدر کے بعد سورۂ انفال نازل فرمائی۔ انفال سے مراد اموالِ غنیمت ہیں۔ حضرت ابوعبید نے کتاب الاموال میں فرمایا: ''نفل کا معنی ہے منعم کی طرف سے احسان اور فضل و کرم۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے اس امت پر مالِ غنیمت حلال فرما کر فضل و احسان فرمایا اور اس سے پہلے کسی امت پر اسے حلال نہ فرمایا اس لئے اموالِ غنیمت کو انفال کہا جاتا ہے''۔ حضرت مؤلف نے فرمایا: ابوعبید کا یہ قول تو صحیح ہے: اِنَّ اللّٰہَ تَفَضَّلَ بِھَا (اللہ تعالیٰ نے مالِ غنیمت کے ذریعے اس امت پر

آیات نازل ہوئیں:

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ؕ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ۪ وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۝ (الانفال)

"دریافت کرتے ہیں آپ سے غنیمتوں کے متعلق آپ فرمایئے غنیمتوں کے مالک اللہ اور رسول ہیں۔ پس ڈرتے رہو اللہ تعالیٰ سے اور اصلاح کرو اپنے باہمی معاملات کی اور اطاعت کرو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اگر تم ایماندار ہو"۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے جب سورۂ انفال کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ ہم بدریوں کے بارے میں نازل ہوئی۔ جب ہم نے مالِ غنیمت کے

فضل واحسان فرمایا) کیونکہ حضور نبی رحمت ﷺ نے فرمایا تم سے پہلے کسی قوم پر اموالِ غنیمت حلال نہیں کئے گئے بلکہ آسمان سے ایک آگ اتر کر انہیں جلا جاتی تھی لیکن ان کا یہ قول کہ اس فضل واحسان کی بنا پر اموالِ غنیمت کو انفال کہا جاتا ہے۔ یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ ایام جاہلیت میں بھی اہل عرب اموالِ غنیمت کو انفال ہی کہتے تھے۔

حضرت ابن ہشام نے قدیم جاہلی شاعر اوس بن حجر اسیدی کا یہ شعر ذکر کیا ہے:

نَكَصْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ يَوْمَ جِئْتُمْ تُزَجُّوْنَ اَنْفَالَ الْخَمِيْسِ الْعَرَمْرَمِ

"تم بے شمار لشکر کے اموالِ غنیمت لوٹ کر اسی روز الٹے پاؤں لوٹ گئے جس روز تم آئے تھے"۔

اس شعر میں سید انبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ کی امت پر مالِ غنیمت حلال ہونے سے قبل اسے انفال کا نام دیا گیا ہے۔ لہٰذا اس کا مادۂ اشتقاق نفل ہے جس کا معنی زیادتی اور اضافہ ہے کیونکہ اس سے غانمین کے اموال میں اضافہ ہوتا ہے۔ اوس بن حجر کے اس شعر میں ایک اور شہادت بھی موجود ہے۔ وہ یہ کہ ایام جاہلیت میں بھی لشکر کو خمیس کہا جاتا تھا اور بعض لوگوں کا جو یہ خیال ہے کہ لشکر کے لیے خمیس کا نام خمس (پانچواں حصہ) سے ماخوذ ہے جو کہ مالِ غنیمت سے نکالا جاتا ہے، یہ درست نہیں کیونکہ اس خمس کا تعلق بھی دورِ اسلام سے ہے کیونکہ زمانہ جاہلیت میں سالارِ لشکر کے لئے مالِ غنیمت کا چوتھائی حصہ ہوتا تھا جسے مرباع کہتے تھے۔ انفال کے مادۂ اشتقاق کے متعلق ایک اور قول ان شاء اللہ بعد میں ذکر کیا جائے گا۔ حضرات ابن مسعود اور عطاء نے یسئلونك الانفال پڑھا ہے جبکہ جمہور نے يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ پڑھا ہے اور معنی دونوں قراءتوں میں صحیح ہے کیونکہ سَأَلُوْهَا اور سَأَلُوْا عَنْهَا دونوں کا معنی ایک ہی ہے۔

بارے میں جھگڑنا شروع کر دیا اور ہمارا اختلاف شدید ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے ہمارے اختیار سے نکال کر اپنے پیارے رسول ﷺ کے حوالے کر دیا اور حضور ﷺ نے اسے مساوی طور پر تقسیم فرما دیا اور یہ تقسیم تقویٰ، اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت اور باہمی معاملات کی اصلاح کے عین مطابق تھی۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے: یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ہم اہل بدر کے متعلق نازل ہوئی کیونکہ ہم نے مال غنیمت کے متعلق جھگڑا کیا اور ہمارا اختلاف شدت اختیار کر گیا۔ تفسیر عبد بن حمید وغیرہ میں اسی طرح مذکور ہے کہ حضرت عبادہ بن صامت اور حضرت ابوالیسر کعب بن عمرو رضی اللہ عنہما اپنے لشکر میں موجود تھے۔ حضرت ابوالیسر نے دو آدمیوں کو قتل کیا تھا اور دو کو قیدی بنایا تھا۔ مال غنیمت کو جمع کرنے والے کہتے تھے کہ ہم اس کے زیادہ حقدار ہیں اور قتال کرنے والے اور ان کے تبعین کہتے تھے کہ ہم اس کے زیادہ مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اسے ان کے اختیار سے نکال کر اپنے نبی ﷺ کے حوالے کر دیا اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی حدیث میں گزر چکا ہے کہ جب وہ ایک تلوار چھین کر لائے تو انہیں اسے اپنے قبضہ میں رکھنے کا حکم دیا گیا۔ ان کے لئے اس کام میں مشکل پیش آئی۔ وہ ذوالکدیفہ عاصی بن سعید کی تلوار تھی۔ پھر جب مذکورہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے وہ تلوار حضرت سعد ہی کو عطا فرما دی اور مال غنیمت مساوی طور پر تقسیم فرمایا۔ حضرت ابو عبید کی ذکر کردہ حدیث بھی گزر چکی ہے جس میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے مال غنیمت برتری کے طور پر (یعنی کسی کو کم کسی کو زیادہ) تقسیم فرمایا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ الآیۃ (الانفال: 41) ''اور جان لو کہ جو کوئی چیز تم غنیمت میں حاصل کرو تو اللہ کے لئے ہے اس کا پانچواں حصہ اور رسول کے لئے.....'' تو یہ آیت منسوخ ہو گئی: قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ (الانفال: 1) یہی صحیح ترین قول ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے اور جس شخص کے نزدیک یہاں انفال سے صرف وہ جانور مراد ہیں جو مسلمانوں کو دشمن سے حاصل ہوتے ہیں تو اس کے نزدیک یہ آیت منسوخ نہیں۔ اسی طرح مجاہد کا قول ہے کہ یہاں انفال سے صرف مال غنیمت کا خمس مراد ہے اور یہ آیت اس وقت منسوخ شمار ہو گی جب ہم انفال سے سارا مال غنیمت مراد لیں۔ آثار بھی اسی قول کی تائید کرتے ہیں۔ حضرت ابو عبید نے فرمایا: انفال کی چار قسمیں ہیں: (1) وہ نفل جس سے پانچواں حصہ نہیں نکالا جاتا۔ (2) نفل یعنی اصل مال غنیمت۔ (3) نفل یعنی پانچواں حصہ۔ (4) فوجی دستوں کا نفل۔ یہ خمس نکالنے کے بعد باقی ماندہ مال غنیمت ہے۔ (5) نفل یعنی خمس کا خمس۔

قریش کے مقابلہ کے لئے لشکر اسلام کی روانگی کے متعلق نازل کردہ آیات

پھر اللہ تعالیٰ نے ان حالات کا ذکر فرمایا جب رسول اللہ ﷺ قریش کی پیش قدمی کی اطلاع پا کر مسلمانوں کے ہمراہ ان کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوئے جبکہ قریش نفع کے لالچ میں

پہلی قسم

یہ نفل کی وہ قسم ہے جس میں خمس نہیں ہوتا نہ اسے اصل مالِ غنیمت سے نکالا جاتا ہے اور نہ خمس سے۔ یہ اس مقتول سے چھینا ہوا مال (سلب) ہے جسے معرکہ جنگ اور دشمن کی طرف پیش قدمی کے علاوہ کسی اور حالت میں قتل کیا جائے۔ یہ مال قاتل کی ملکیت ہوتا ہے۔ یہ امام اوزاعی، اہل شام اور محدثین کے ایک گروہ کا قول ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ایسے مقتول سے سلب شدہ مال بھی اسی نفل کا حصہ ہے جس سے دوسرے مالِ غنیمت کے ساتھ خمس نکالا جاتا ہے۔ یہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور یہی مؤطا امام مالک میں منقول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کا مفہوم ہے کہ جب کسی آدمی نے آپ سے انفال کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا: گھوڑے اور زر ہیں سب نفل ہیں اور ایک حدیث شریف میں ہے کہ گھوڑے نفل سے ہیں اور نفل میں خمس ہے۔ اس کے متعلق حضرت امام مالک فرماتے ہیں کہ حضرت ولید بن مسلم نے اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد فرمایا اس سے مراد یہ ہے کہ چھینا ہوا مال (سلب) قاتل کا ہے۔ انہوں نے اپنے شیخ کے مذہب کے مطابق اس کی تفسیر کی۔ دوسرے قول کے قائلین کی ایک دلیل یہ ہے کہ حضرت براء بن مالک نے جب مرزبان الزارہ کو قتل کر کے اس کے اونٹ، ہتھیار اور دیگر سامان چھین لیا جس کی مالیت تیس ہزار تھی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس سے خمس نکالا۔ لیکن قول اول کے قائلین کہتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث دلیل نہیں بن سکتی کیونکہ آپ نے مرزبان سے چھینے گئے مال کو کثیر خیال کرتے ہوئے اس سے خمس نکالا اور فرمایا: بے شک چھینے ہوئے مال سے خمس نہیں نکالا جاتا لیکن چونکہ حضرت براء کے چھینے ہوئے مال کی مالیت تیس ہزار ہے اس لئے میں اس سے خمس نکال رہا ہوں۔ نیز قول اول کے قائلین نے حضرت سلمہ بن اکوع کی حدیث کو بھی دلیل بنایا ہے جب انہوں نے کسی شخص کو قتل کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس سے چھینا ہوا سارا مال انہی کا ہے۔ امام مالک اور ان کے اصحاب کی دلیل آیت خمس کے الفاظ کا عموم ہے کیونکہ اللہ رب العزت نے فرمایا: وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَ لِلرَّسُوْلِ الآیۃ (الانفال: ۴۱) "اور جان لو کہ جو کوئی چیز بھی تم غنیمت میں حاصل کرو تو اللہ کے لئے ہے اس کا پانچواں حصہ اور رسول کیلئے............" ان کی دوسری دلیل حضرت خالد بن ولید رضی

اپنے قافلہ کی حفاظت کے لئے نکلے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ ۠ وَ اِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ ۝ يُجَادِلُوْنَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ۝ (الانفال)

''جس طرح نکال لایا آپ کو آپ کا رب آپ کے گھر سے حق کے ساتھ اور بے شک اہل ایمان کا ایک گروہ (اس کو) ناپسند کرنے والا تھا۔ جھگڑ رہے تھے آپ سے سچی بات میں اس کے بعد کہ وہ واضح ہو چکی تھی گویا وہ ہانکے جا رہے تھے موت کی طرف درآں حالیکہ وہ (موت کو) دیکھ

اللہ عنہ کی وہ حدیث ہے جسے امام مسلم اور امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہما نے روایت کیا ہے کہ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: قبیلہ حمیر کے ایک شخص نے دشمن کے ایک آدمی کو قتل کیا اور اس کے سلب کو لینے کا ارادہ کیا تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس کو منع کیا کیونکہ وہ سالار لشکر تھے۔ حضرت عوف رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اس کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے حضرت خالد سے فرمایا تم نے اس کو وہ سلب کیوں نہیں دیا؟ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! میں نے اسے کثیر خیال کیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا'' وہ سلب اسے دو''۔ پھر حضرت عوف حضرت خالد سے ملے تو انہوں نے ان کی چادر کھینچ کر کہا: میں نے تم سے جو کچھ کہا تھا کیا میں نے رسول اللہ ﷺ سے وہی پورا نہیں کرالیا؟ یہ بات سن کر رسول اللہ ﷺ ناراض ہوئے اور فرمایا: '' اے خالد (اب) اس کو مت دینا، کیا تم میرے (مقرر کردہ) امیروں (کی اطاعت) کو چھوڑتے ہو؟ تمہاری اور ان کی مثال تو اس شخص کی مانند ہے جو اونٹ اور بکریاں چرانے کے لئے نکلا، ان جانوروں نے چرا پھر جب انہیں پانی پلانے کا وقت ہوا تو انہیں ایک تالاب پر لایا، جانور اس میں سے پانی پینے لگے تو صاف پانی پی لیا اور گدلا پانی چھوڑ دیا۔ چنانچہ اس کا صاف پانی انہیں اچھا لگا اور گدلا پانی ان پر گراں گزرا''۔ اسے امام احمد اور امام مسلم نے راویت کیا۔

اگر وہ سلب اصل مال غنیمت سے اس کا حق ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اسے واپس نہ لوٹاتے۔ یہ نفل کی پہلی قسم کا بیان ہے۔

دوسری قسم

نفل کی دوسری قسم وہ ہے جو خمس نکالنے سے پہلے اصل مال غنیمت سے دیا جاتا ہے۔ یہ نفل ان رہنماؤں کو دیا جاتا ہے جو دشمن کے مورچوں اور راستوں کی طرف راہنمائی کرتے ہیں، اس کے علاوہ جو مال عام اہل لشکر کے نفع کے لئے دیا جاتا ہے وہ بھی اس میں شامل ہے۔

رہے تھے"۔

یعنی وہ آپ سے دشمن کا سامنا کرنے اور قریش کی پیش قدمی کو ناپسند کرتے ہوئے آپ سے جھگڑ رہے تھے۔

تیسری قسم

یہ وہ نفل ہے جو فوجی دستے حاصل کرتے ہیں۔ انہیں ابتدا میں خمس کے بعد بقیہ مالِ غنیمت کا چوتھائی حصہ بطورِ نفل دیا جاتا تھا پھر لوٹتے وقت حاصل کیے گئے مالِ غنیمت کا ثلث دیا جاتا تھا۔ حضرت مکحول عن حبیب بن مسلمہ کی روایت کردہ حدیث میں اسی طرح مذکور ہے اور ایک طائفہ نے اسی سے استدلال کیا ہے۔

چوتھی قسم

نفل کی چوتھی قسم وہ ہے جو امام مالِ غنیمت کے خمس سے اہل غناء اور اہل منفعت کے لئے نکالتا ہے کیونکہ مالِ غنیمت کا جو حصہ رسول اللہ ﷺ کے لئے تھا آپ ﷺ کے بعد اس کا حقدار امام ہے جو اسے وہاں خرچ کرتا ہے جہاں نبی کریم ﷺ خرچ کرتے تھے۔ یہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر علماء کا قول ہے۔ ایک فریق نے کہا ہے کہ مالِ غنیمت کا خمس صرف ان اصناف تک محدود ہے جو قرآن کریم میں ذکر کی گئی ہیں یعنی ذوی القربیٰ (حضور ﷺ کے قریبی رشتہ دار)، یتیم، مسکین اور مسافر کیونکہ جب حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کو کسی امیر نے خمس کے مال سے ایک گدھا عطا کیا تو حضور ﷺ نے وہ واپس کر دیا کیونکہ حضرت مقداد ان مذکورہ اصناف سے نہیں تھے جبکہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے اس کے خلاف کیا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں مالِ غنیمت سے تیس کھوج عطا کیے تو انہوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا سوائے اس کے کہ وہ خمس سے ہوں۔

دونوں قولوں میں سے صحیح قول یہ ہے کہ اس کے بارے میں امام غور و فکر کرے، اگر وہ خیال کرے کہ اسے عام مسلمانوں کی منفعت میں خرچ کیا جائے اور مذکورہ چاروں اصناف کو اس کی زیادہ احتیاج نہ ہو تو عام مسلمانوں پر خرچ کر دے ورنہ انہی چار اصناف سے ابتدا کرے اور بقیہ اپنی رائے کے مطابق جہاں چاہے صرف کر دے۔

ذوی القربیٰ کے متعلق اختلاف ہے کہ وہ کون ہیں؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہمارا خیال تھا کہ وہ بنی ہاشم ہیں لیکن ہمارے ساتھیوں نے اس کا انکار کیا اور کہا کہ تمام قریش ذوی القربیٰ ہیں۔ آپ نے نجدہ حروری کی طرف لکھے گئے خط میں اسی طرح فرمایا۔ حضور نبی کریم ﷺ کے بعد

وَ اِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآىِٕفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَ تَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَ يَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَۙ (الانفال)

"اور یاد کرو جب وعدہ فرمایا تم سے اللہ نے ایک کا ان دو گروہوں سے کہ وہ تمہارے لئے ہے اور تم پسند کرتے تھے کہ نہتہ گروہ تمہارے حصہ میں آئے [1] اور اللہ چاہتا تھا کہ حق کو حق کر دے اپنے ارشادات سے اور کاٹ دے کافروں کی جڑ [2]

ا۔ یعنی بغیر جنگ کے مالِ غنیمت ہاتھ لگ جائے۔

امام کی قرابت میں بھی اختلاف ہے کہ آیا وہ اس آیت میں داخل ہے یا نہیں؟ صحیح یہ ہے کہ ائمہ ذوی القربیٰ میں داخل ہیں کیونکہ حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: جب اللہ تعالیٰ کسی نبی کو کوئی لقمہ کھلائے تو وہ اس نبی کے بعد اس کے خلیفہ کے لئے ہے یا فرمایا وہ اس کے بعد اس کے قائم مقام کے لئے ہے" آیت خمس کے معنی کے متعلق خمس کے خمس کی تقسیم میں بھی اختلاف ہے۔ حضرت ابو العالیہ کا کہنا ہے کہ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ (الانفال: ۴۱) (تو اللہ کے لئے ہے اس کا پانچواں حصہ) سے مراد یہ ہے کہ خمس سے کعبہ شریف پر خرچ کرنے کے لئے حصہ نکالا جائے گا اور ایک حصہ رسول اللہ ﷺ کے لئے ہے اور بقیہ خمس چار اصناف کے لئے ہے۔ ایک فریق نے کہا خمس کا خمس رسول اللہ ﷺ کے لئے اور باقی ماندہ چار اصناف کے لئے ہے۔ ایک فریق کا قول ہے کہ سارا خمس رسول اللہ ﷺ کے لئے ہے جو اسے ان مذکورہ اصناف اور دیگر مقامات پر خرچ فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے وللرسول صرف خرچ کرنے والے (یعنی رسول اللہ ﷺ) کے شرف اور مالِ غنیمت کی پاکیزگی کے اظہار کے لئے فرمایا۔ اسی طرح مالِ فے کے بارے میں فرمایا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ الآیۃ۔ مالِ فے وہ مال ہے جو اللہ تعالیٰ نے کفار کی زمینوں سے بغیر کسی جنگ کے مسلمانوں کی طرف پلٹا دیا لیکن آیاتِ صدقات میں اس طرح نہیں فرمایا اور نہ ان کی نسبت اپنی ذات کی طرف کی نہ رسول کی طرف۔ کیونکہ صدقہ لوگوں کی میل کچیل ہے جو سید انبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ کی آل کے لئے مناسب نہیں۔ لہٰذا ان صدقات کا ذکر یوں فرمایا: اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَ الْمَسٰكِيْنِ (توبہ: ۶۰) (زکوٰۃ صرف ان لوگوں کے لئے ہے جو فقیر اور مسکین ہیں) یعنی زکوٰۃ صرف انہی مصارف کے لئے ہے یہ سب حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا قول اور اس کی تفسیر ہے۔ غزوۂ حنین کے موقع پر جو مال حضور نبی کریم ﷺ نے ان لوگوں کو عطا فرمایا تھا جن کی دلداری مقصود تھی اس کے متعلق بحث ان شاء اللہ آگے آئے گی کہ آیا وہ اصل مالِ غنیمت سے تھا یا خمس سے یا خمس کے خمس سے؟

۲۔یعنی اس واقعہ کے ساتھ جو بدر کے روز قریش کے بہادر سرداروں کے ساتھ پیش آیا۔

إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُم بِأَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ ﴿٩﴾

(الانفال)

''یاد کرو جب تم فریاد کر رہے تھے اپنے رب سے ۱ تو سن لی اس نے تمہاری فریاد ۲ (اور فرمایا) یقیناً میں مدد کرنے والا ہوں تمہاری ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ جو پے در پے آنے والے ہیں''۔

۱۔ یہ اس لئے فرمایا کہ جب مسلمانوں نے دشمن کی کثرت اور اپنی قلت دیکھی تو اللہ تعالیٰ سے (فتح ونصرت کی) دعا کرنے لگے۔

۲۔رسول اللہ ﷺ کی دعا اور تمہاری دعا کے باعث۔

فرشتوں کی جنگ کا بیان

حضرت ابن اسحاق نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا یہ ارشاد ذکر فرمایا: بِأَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ ﴿٩﴾ (الانفال) (ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ جو پے در پے آنے والے ہیں)۔ایک اور آیت میں فرمایا: بِثَلَاثَةِ آلَافٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُنزَلِينَ ﴿١٢٤﴾ (آل عمران) (تین ہزار فرشتوں سے جو اتارے گئے ہیں)۔ اگر مردفین کو دال کے کسرہ کے ساتھ پڑھا جائے تو معنی یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے ہزار فرشتوں کے پیچھے تین ہزار اور فرشتے بھیجے۔اس طرح اکثر اقل کے مددگار بنے اور تین ہزار ایک ہزار کے پیچھے آنے والے تھے،اور اگر فتحہ کے ساتھ پڑھا جائے تو مفہوم یہ ہوگا کہ ایک ہزار تین ہزار کے پیچھے آنے والے تھے اور یہی وہ ہزار فرشتے تھے جنہوں نے مسلمانوں کے ساتھ مل کر جنگ میں حصہ لیا اور انہی کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَثَبِّتُوا الَّذِينَ آمَنُوا (الانفال: ۱۲) (پس تم ثابت قدم رکھو ایمان والوں کو) اور وہ مردوں کی شکل میں تھے اور مومنین کو کہتے تھے ثابت قدم رہو،تمہارا دشمن قلیل ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے وغیرہ وغیرہ۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو جو یہ فرمایا کہ وَاضْرِبُوا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ﴿١٢﴾ (الانفال) (اور چوٹ لگاؤ ان کے ہر بند پر) اس کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ بدر کے روز فرشتوں کی ہر ضرب کفار کے سروں اور جوڑوں پر ہی لگی اور مسلمان کفار کی گردنوں اور جوڑوں پر لگے سیاہ نشانات کے ذریعے پہچان لیتے تھے کہ ان کو فرشتوں نے قتل کیا ہے اور بقیہ کو مسلمانوں نے۔ حضرت ابن اسحاق نے ایک اور روایت میں اسی طرح ذکر کیا ہے۔زجاج نے کہا کہ بنان جس کا واحد بنانۃ ہے،انگلیوں کے پوروں اور بدن کے جوڑوں کو کہا جاتا ہے۔یہ اٰبَنَ بِالْمَكَانِ سے مشتق ہے۔

اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَ يُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَ يُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ وَ لِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ وَ يُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ ﴿۱۱﴾ (الانفال)

"یاد کرو جب اللہ نے ڈھانپ دیا تمہیں غنودگی سے تاکہ باعث تسکین ہو اس کی طرف سے[۱] اور اتارا تم پر آسمان سے پانی[۲] تاکہ پاک کر دے تمہیں اس سے اور دور کر دے تم سے شیطان کی نجاست اور مضبوط کر دے تمہارے دلوں کو اور جما دے اس سے تمہارے قدموں کو[۳]

۱۔ تم پر اس وقت تسکین نازل ہوئی جب تم بے خوف وخطر سو گئے۔

۲۔ اس بارش کا پانی جو اس رات اللہ تعالیٰ نے ان پر برسائی اور مشرکین کو پانی کی طرف بڑھنے سے روک دیا اور مسلمانوں کا راستہ اس کی طرف کھول دیا۔

۳۔ یعنی تاکہ شیطان کی وسوسہ اندازی تم سے دور کر دے کیونکہ شیطان مسلمانوں کو ان کے دشمن سے خوفزدہ کر رہا تھا۔ اور تاکہ مسلمانوں کی خاطر زمین کو سخت کر دے تاکہ مسلمان اپنی اس منزل تک پہنچ جائیں جس کی طرف ان کے دشمن نے سبقت لے جانے کی کوشش کی۔

یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب کوئی شخص کسی مقام پر مقیم ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَ يُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ (الانفال:۱۱) (تاکہ پاک کر دے تمہیں اس سے اور دور کر دے تم سے شیطان کی نجاست) دشمن نے مسلمانوں سے پہلے گڑھے کھود کر اپنے لئے پانی ذخیرہ کر لیا تھا۔ مسلمانوں کو حدث اصغر اور حدث اکبر کی وجہ سے پانی کی ضرورت پیش آئی لیکن پانی تک ان کی رسائی مشکل تھی۔ شیطان نے ان کے دلوں میں وسوسہ ڈالا اور کہا کہ تم حق پر ہونے کے دعویدار ہو لیکن تمہارے دشمن تم سے پہلے پانی پر قبضہ جما چکے ہیں۔ تم پیاسے ہو اور بغیر وضو کے نماز پڑھنے پر مجبور ہو۔ تمہارے دشمن اس انتظار میں ہیں کہ پیاس تمہاری گردنیں کاٹ دے اور تمہاری قوتیں سلب کر لے۔ پھر وہ جیسے چاہیں تم پر اپنا تسلط جما لیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے بادل بھیجا، اس کے دہانے کھل گئے، مسلمان پاک صاف اور سیراب ہو گئے اور ان کے قدموں کے نیچے ریتلی اور شوریلی زمین سخت ہو گئی اور اس میں ان کے قدم جم گئے اور ان سے شیطان کی وسوسہ اندازی دور ہو گئی پھر وہ دشمن کی طرف اٹھے اور ان کے پانی پر غلبہ پا لیا اور ان کے قریبی کنویں کو بند کر دیا۔ اس طرح کفار پیاسے ہو گئے، پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصرت آئی اور حضور ﷺ نے کنکریوں کی ایک مٹھی بھری اور دشمن کی طرف پھینک دی جس نے سارے لشکر کی آنکھوں کو بھر دیا۔ اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (الانفال: ۱۷) "اور (اے محبوب) نہیں پھینکی آپ

مسلمانوں کو فتح و نصرت کی بشارت اور ترغیب جہاد کے متعلق نازل کردہ آیات

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

إِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلَائِكَةِ أَنِّي مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِينَ آمَنُوا ۚ سَأُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوا فَوْقَ الْأَعْنَاقِ وَاضْرِبُوا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ﴿١٢﴾ (الانفال)

''یاد کرو جب وحی فرمائی آپ کے رب نے فرشتوں کی طرف کہ میں تمہارے ساتھ ہوں پس تم ثابت قدم رکھو ایمان والوں کو، میں ڈال دوں گا کافروں کے دلوں میں (تمہارا) رعب، سو تم مارو (ان کی) گردنوں کے اوپر اور چوٹ لگاؤ ان کے ہر بند پر''۔

ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ شَاقُّوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ وَمَن يُشَاقِقِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿١٣﴾

''یہ حکم اس لئے ہے کہ انہوں نے مخالفت کی اللہ کی اور اس کے رسول کی اور جو مخالفت کرتا ہے اللہ کی اور اس کے رسول کی تو بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے''۔

پھر فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوهُمُ الْأَدْبَارَ ﴿١٥﴾ وَمَن يُوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهُ إِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ أَوْ مُتَحَيِّزًا إِلَىٰ فِئَةٍ فَقَدْ بَاءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللَّهِ وَمَأْوَاهُ جَهَنَّمُ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ﴿١٦﴾ (الانفال)

''اے ایمان والو! جب تم مقابلہ کرو کافروں کے لشکر جرار سے تو مت پھیرنا ان کی طرف (اپنی) پیٹھیں اور جو پھیرے گا ان کی طرف اس روز اپنی پیٹھ بجز اس صورت کے کہ پینترا بدلنے

نے (وہ مشت خاک) جب آپ نے پھینکی بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی''۔ اس کا ایک معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہی وہ ریت سارے لشکر پر پھیلا دی اور آپ کے بس میں تو صرف چند لوگوں تک اسے پہنچانا تھا۔ یہ تو اللہ تعالیٰ نے اسے سارے لشکر پر پھیلا دیا جب آپ نے ان میں سے چند لوگوں پر اسے پھینکا تھا۔ اور حضرت احمد بن یحییٰ فرماتے ہیں: اس کا معنی یہ ہے کہ جب آپ نے ان کی طرف کنکریاں پھینکیں تو ان کے دلوں میں آپ نے رعب طاری نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے طاری کیا اور حضرت ہبۃ اللہ بن سلامہ نے فرمایا: رمی کا لفظ چار معانی سے مرکب ہے: اخذ (پکڑنا)، ارسال (پھینکنا)، اصابۃ (نشانے پر مارنا) اور تبلیغ (نشانے تک پہنچانا)۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے دو معانی اخذ اور ارسال کو نبی کریم ﷺ کے لئے قائم رکھا اور بقیہ دو معانی اصابۃ اور تبلیغ کی آپ سے نفی فرما کر اپنی ذات کے لئے ثابت فرمایا۔

والا ہو لڑائی کے لئے یا پلٹ کر آنے والا ہو اپنی جماعت کی طرف تو وہ مستحق ہوگا اللہ کے غضب کا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بہت بری لوٹنے کی جگہ ہے"۔

یعنی اپنی جماعت والوں کو دشمن کے خلاف برانگیختہ کرنے کے لئے (ان کی طرف پلٹ کر آنے والا ہو) تا کہ جب وہ دشمن کا سامنا کریں تو پسپائی اختیار نہ کریں درآں حالیکہ اللہ تعالیٰ نے ان سے فتح ونصرت کا وعدہ فرما رکھا ہے"۔

طلب فیصلہ کے متعلق نازل کردہ آیت

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ ۚ وَ اِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَ اِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ ۚ وَ لَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْـًٔا وَّ لَوْ كَثُرَتْ ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۹﴾ (الانفال)

"(اے کفار) اگر تم فیصلہ کے طلبگار تھے تو (لو) آ گیا تمہارے پاس فیصلہ [1] اور اگر تم (اب بھی) باز آ جاؤ تو وہ بہتر ہے تمہارے لئے اور اگر تم پھر شرارت کرو گے تو ہم پھر سزا دیں گے [2] اور نہ فائدہ پہنچائے گی تمہیں تمہاری جماعت کچھ بھی چاہے اس کی تعداد بہت زیادہ ہو اور

جنگ کے روز پیٹھ پھیرنا اور اسلام کی واضح فتوحات

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ﴿۱۵﴾ (الانفال) (تو مت پھیرنا ان کی طرف (اپنی) پیٹھیں)۔ حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جنگ سے راہِ فرار اختیار کرنا صرف بدر کے روز اور اس جنگ عظیم میں گناہ کبیرہ ہے جو آخر زمانہ میں برپا ہوگی۔ دیگر علماء نے کہا ہے کہ جب امام جنگ میں حاضر ہو تو جنگ سے فرار ہونا گناہ کبیرہ ہے، بشرطیکہ اس کا مقصد اپنی جماعت کی طرف پلٹ کر آنا نہ ہو۔ البتہ جب کوئی امام کی طرف بھاگ کر جائے تو وہ متحیز الی فئۃ (اپنی جماعت کی طرف پلٹنے والا) ہوگا کیونکہ جب مسلمانوں پر دشمن کے گھوڑوں کے حملے کی وجہ سے حضرت ابو عبید بن مسعود شہید ہوئے اور ان کی شہادت کی خبر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو فرمایا: "ابو عبید بن مسعود میری طرف پلٹ کر کیوں نہیں آیا حالانکہ میں ہر مسلمان کے لئے فئۃ (پلٹنے کی جماعت) ہوں"۔ اسی کی مثل نبی اکرم ﷺ سے بھی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے جنگ موتہ سے لوٹنے والے صحابہ کرام کو جنہوں نے عرض کیا تھا یا رسول اللہ ﷺ ہم بھاگنے والے ہیں، فرمایا: نہیں بلکہ تم لوٹ کر دوبارہ حملہ کرنے والے ہو اور میں تمہارے لئے پلٹنے کی جماعت کی حیثیت رکھتا ہوں"۔ یہ مشہور حدیث ہے جسے میں نے

یقیناً اللہ تعالیٰ اہل ایمان کے ساتھ ہے ۳ "۔

۱۔ یہ اس وجہ سے فرمایا کہ ابوجہل نے دعا مانگی تھی: اے اللہ! ہم دونوں فریقوں میں سے جو زیادہ قطع رحمی کرنے والا ہے اور جو زیادہ غیر معروف باتیں کرنے والا ہے اسے کل ہلاک کر دے اور استفتاح کا معنی ہے دعا میں انصاف کرنا۔

۲۔ اللہ جل ثناء قریش کو فرماتا ہے اور اگر اب بھی تم باز آ جاؤ تو وہ تمہارے لئے بہتر ہے اور اگر تم پھر شرارت کرو گے تو ہم پھر اسی طرح کی سزا دیں گے جس طرح ہم نے تم کو بدر کے روز دی تھی۔

۳۔ یعنی تمہاری کثرت تعداد تمہیں کچھ فائدہ نہ پہنچائے گی اور میں اہل ایمان کے ساتھ ہوں، ان کے مخالفین کے مقابلہ میں ان کی مدد کروں گا۔

مختصراً بیان کیا ہے۔ وہ تعداد جس کے ہوتے ہوئے بھاگنا حرام ہو جاتا ہے یہ ہے جب ایک کا ایک کے ساتھ یا ایک کا دو کے ساتھ مقابلہ ہو البتہ جب ایک کا تین کے ساتھ مقابلہ ہو تو بھاگنے والے کے لئے اس کا فرار معیوب نہیں ہوگا خواہ وہ متحیز الی فئۃ (اپنی جماعت کی طرف پلٹ کر آنے والا) ہو یا نہ ہو۔ حضرت ابو الولید بن رشد نے اپنے مقدمات میں بعض فقہاء سے نقل کیا ہے کہ جب مسلمانوں کی تعداد بارہ ہزار ہو تو ان کے لئے تین گنا اور اس سے زائد دشمن کے سامنے سے بھاگنا جائز نہیں کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے: "بارہ ہزار کا لشکر اپنی قلت کی وجہ سے ہرگز مغلوب نہیں ہوگا"۔ ابتدا میں ایک شخص کے لئے دس آدمیوں کا سامنا کرنا لازم تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس میں تخفیف فرما دی اور اس ارشاد کے ذریعے پہلے حکم کو منسوخ فرما دیا: اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِیْكُمْ ضَعْفًا (اب تخفیف کر دی ہے اللہ تعالیٰ نے تم پر اور وہ جانتا ہے کہ تم میں کمزوری ہے)۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی طرح مروی ہے اور یہی علماء کا قول ہے لیکن اس میں نسخ کا قول واضح نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد اِنْ یَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ...... (الانفال:65) (اگر ہوں تم سے بیس آدمی صبر کرنے والے......) جملہ خبریہ ہے اور نسخ خبر میں جاری نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ......(الانفال:66) اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ پہلی آیت کا حکم منسوخ ہے اور وہ دس آدمیوں کا مقابلہ کرنا ہے۔ لہٰذا آیت کے ظاہری اور باطنی دو حکم ہیں۔ اس کا ظاہری حکم خبر اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعدہ ہے کہ دس آدمی سو پر غالب آئیں گے اور اس کا باطنی حکم سو کے سامنے ثابت قدمی کا وجوب ہے۔ اس حکم پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد دلالت کرتا ہے: حَرِّضِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَى

مسلمانوں کو رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت کی ترغیب

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ﴿٢٠﴾ (الانفال)

"اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی اور نہ روگردانی کرو اس سے حالانکہ تم سن رہے ہو"۔

یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت نہ کرو حالانکہ تم اس کا ارشاد سن رہے ہو اور یقین رکھتے ہو کہ وہ ارشاد اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿٢١﴾ (الانفال)

"اور نہ بن جانا ان لوگوں کی طرح جنہوں نے کہا ہم نے سن لیا حالانکہ وہ نہیں سنتے"۔

یعنی منافقین کی طرح نہ بن جانا جو ظاہراً اس کی اطاعت کرتے ہیں اور باطناً اس کی نافرمانی کرتے ہیں"۔

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿٢٢﴾ (الانفال)

"بے شک سب جانوروں سے بدتر اللہ کے نزدیک وہ بہرے گونگے (انسان) ہیں جو کچھ نہیں سمجھتے"۔

یعنی میرے نزدیک سب سے بدتر مخلوق منافقین ہیں جن کی مثل بننے سے میں نے تمہیں منع کیا، وہ بھلائی کی باتوں سے گونگے اور حق بات سے بہرے ہیں۔ جنہیں یہ احساس نہیں کہ حکم کی مخالفت میں وہ کس عذاب اور مصیبت کے مستحق ہیں۔

وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ ۭ وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿٢٣﴾ (الانفال)

"اور اگر جانتا اللہ تعالیٰ ان میں خوبی تو انہیں ضرور سنا دیتا اور اگر سنا دیتا انہیں (قبول حق کی ارادے کے بغیر) تو وہ پیٹھ پھیر دیتے روگردانی کرتے ہوئے"۔

(الانفال:65) (برانگیختہ کیجئے مومنوں کو جہاد پر) لہٰذا نسخ کا تعلق اس باطنی حکم کے ساتھ ہے اپنی جگہ پر سچے وعدہ کے طور پر باقی رہی جس کا مسلمانوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخری ایام اور خلافت فاروقی میں مشاہدہ کیا جب عراق اور شام میں رومیوں اور ان کے ساتھ جنگیں ہوئیں۔ ان جنگوں میں لاکھوں مشرکین کو شکست ہوئی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے عراق سے شام کی طرف بڑھتے ہوئے ایک لاکھ مشرکین کو شکست دی حالانکہ ان کے

یعنی اگر اللہ تعالیٰ ان منافقین میں کوئی خوبی جانتا تو انہیں حق بات سمجھنے کی توفیق عطا فرما دیتا لیکن ان کے دل اس بارے میں ان کی زبانوں کے مخالف ہیں اور وہ حق پر عمل پیرا ہونے کو تیار نہیں۔ اگر یہ منافق لوگ تمہارے ساتھ جہاد میں شریک بھی ہوتے تو روگردانی کرتے ہوئے پیٹھ پھیر دیتے اور تمہارے ساتھ کیا ہوا وعدہ پورا نہ کرتے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا یُحْیِیْكُمْۚ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ یَحُوْلُ بَیْنَ الْمَرْءِ وَ قَلْبِهٖ وَ اَنَّهٗۤ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ۝۲۴ (الانفال)

''اے ایمان والو! لبیک کہو اللہ اور (اس کے) رسول کی پکار پر جب وہ رسول بلائے تمہیں اس امر کی طرف جو زندہ کرتا ہے تمہیں''۔

یعنی جب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول تمہیں جہاد کی طرف بلائیں جس کی بدولت اللہ تعالیٰ نے تمہیں ذلت کی پستیوں سے اٹھا کر عزت کی بلندیوں تک پہنچایا اور تمہاری کمزوری دور کر کے تمہیں قوت و طاقت بخشی اور کفار کے مصائب و آلام کے بعد ان کے مقابلے میں تمہارا دفاع کیا۔ تو ان کی پکار پر لبیک کہتے ہوئے فوراً حاضر ہو جاؤ۔

وَ اذْكُرُوْۤا اِذْ اَنْتُمْ قَلِیْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِی الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ یَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَ اَیَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَ رَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۝۲۶ (الانفال)

''اور یاد کرو جب تم تھوڑے تھے کمزور اور بے بس سمجھے جاتے تھے ملک میں (ہر وقت) ڈرتے رہتے تھے کہ کہیں اچک نہ لے جائیں تمہیں لوگ پھر اللہ نے پناہ دی تمہیں اور طاقت بخشی تمہیں اپنی نصرت سے اور عطا کیں تمہیں پاکیزہ چیزیں تا کہ تم شکر گزار ہو جاؤ''۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ وَ تَخُوْنُوْۤا اَمٰنٰتِكُمْ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۝۲۷ (الانفال)

''اے ایمان والو! نہ خیانت کرو اللہ اور رسول سے اور نہ خیانت کرو اپنی امانتوں میں اس حال میں کہ تم جانتے ہو''۔

یعنی ایسا نہ کرو کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق حق کا اظہار تو کرو لیکن پوشیدہ طور پر اس کی

اپنے لشکر کی تعداد پانچ ہزار سے بھی کم تھی بلکہ میں نے شام کی بعض فتوحات میں ملاحظہ کیا کہ ایک دفعہ شام کے مسلمانوں کے لئے عراق سے کمک آئی۔ اس روز حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک ہزار سوار تھے جبکہ رومیوں کے پاس چار لاکھ فوج تھی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ان میں سے ایک لاکھ کا مقابلہ کیا اور ان کی جمعیت کو منتشر کر کے انہیں شکست دی۔ اسی طرح اہل قادسیہ

نافرمانی کرو کیونکہ اس میں تمہاری امانتوں کا ضیاع ہے اور اپنی جانوں کے ساتھ خیانت ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝ (الانفال)

"اے ایمان والو! اگر تم ڈرتے رہو گے اللہ سے تو وہ پیدا کردے گا تم میں حق و باطل میں تمیز کی قوت اور ڈھانپ دے گا تم سے تمہارے گناہ اور بخش دے گا تمہیں اور اللہ بڑے فضل (و کرم) والا ہے"۔

یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو گے تو وہ تم میں حق اور باطل کے درمیان تمیز کرنے کی قوت پیدا کردے گا تا کہ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ تمہارے حق کو غالب فرمادے اور تمہارے مخالفین کے باطل کو مٹادے۔

رسول کریم ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی نعمت

پھر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ پر اس وقت کی گئی اپنی نعمت کا ذکر فرمایا جب کفار نے آپ کے بارے میں خفیہ تدبیریں کیں تا کہ وہ آپ ﷺ کو قید کردیں یا شہید کردیں یا جلاوطن کردیں۔ فرمایا:

وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ۝ (الانفال)

"وہ بھی خفیہ تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ بھی خفیہ تدبیر فرمارہا تھا اور اللہ سب سے بہتر خفیہ تدبیر کرنے والا ہے"۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ اپنی پختہ خفیہ تدبیر فرمائی یہاں تک کہ حضور ﷺ کو ان سے نجات عطا فرمادی۔

قریش کی جہالت اور اپنے خلاف بددعا

پھر اللہ تعالیٰ نے قریش کی جہالت اور ان کے اپنے خلاف بددعا کرنے کا ذکر فرمایا کہ انہوں نے کہا:

نے رستم کی فوج کو شکست دی اور رستم کو قتل کرڈالا حالانکہ رستم کی فوج دو لاکھ سے زائد تھی اور مسلمان اس تعداد کا دسواں حصہ بھی نہ تھے۔ رستم کی فوج نے قلعوں کی مانند مضبوط ہاتھیوں پر سوار ہو کر حملہ کیا تھا لیکن مسلمانوں کے سامنے وہ ہاتھی بھاگ اٹھے اور سواروں کو ہلاک کردیا اور کوئی بھی اپنے شہر کی طرف واپس نہ لوٹ سکا۔ اسی طرح افریقہ اور اندلس میں حضرت موسیٰ بن نصیر کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ کی فتح و

اَللّٰھُمَّ اِنْ کَانَ ھٰذَا ھُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِکَ فَاَمْطِرْ عَلَیْنَا حِجَارَۃً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ﴿۳۲﴾ (الانفال)

''اے اللہ! اگر ہو یہی (قرآن) لے سچ تیری طرف سے تو برسا ہم پر پتھر آسمان سے ۲ یا لے آ ہم پر دردناک عذاب ۳

۱۔ جو محمد ﷺ لے کر آئے ہیں۔

۲۔ جس طرح تو نے قوم لوط پر پتھر برسائے۔

۳۔ یعنی اس طرح کا کوئی عذاب جیسا ہم سے پہلی امتوں کو تو نے دیا۔ کفار کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں عذاب نہیں دے گا کیونکہ ہم اس سے مغفرت طلب کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کی موجودگی میں کسی امت کو عذاب نہیں دیا یہاں تک کہ اس نبی کو اس امت سے نکال لیا اور وہ بھی رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں مغفرت طلب کرتے ہیں لہٰذا ان پر بھی عذاب نازل نہیں ہوگا۔ تو جب ان کی بداعمالیاں حد سے بڑھ گئیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کی جہالت اور عدم واقفیت کا ذکر کرتے ہوئے اپنے نبی ﷺ سے ارشاد فرمایا:

وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ وَاَنْتَ فِیْھِمْ ط وَمَا کَانَ اللّٰہُ مُعَذِّبَھُمْ وَھُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿۳۳﴾ (الانفال)

''اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ کہ عذاب دے انہیں حالانکہ آپ تشریف فرما ہیں ان میں۔ اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ عذاب دینے والا انہیں حالانکہ وہ مغفرت طلب کر رہے ہوں''۔

یہ ان کے اس قول کی وجہ سے فرمایا کہ ہم مغفرت طلب کرتے ہیں درآنحالیکہ محمد (ﷺ) ہمارے درمیان موجود ہیں۔ پھر فرمایا:

وَمَا لَھُمْ اَلَّا یُعَذِّبَھُمُ اللّٰہُ وَھُمْ یَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا کَانُوْٓا اَوْلِیَآءَہٗ ط اِنْ اَوْلِیَآؤُہٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۳۴﴾ (الانفال)

''(مکہ سے آپ کی ہجرت کے بعد) اب کیا وجہ ہے ان کے لئے کہ نہ عذاب دے انہیں

نصرت ظاہر ہوئی۔ ان واقعات کو پڑھ کر انسان حیران و ششدر رہ جاتا ہے۔ سچ ہے مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت کا وعدہ پورا ہو کر رہتا ہے۔ الحمدللہ۔

حضرت نقاش نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد اِنْ یَّکُنْ مِّنْکُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ یَغْلِبُوْا مِائَتَیْنِ (الانفال: ۶۵) (اگر ہوں تم سے بیس آدمی صبر کرنے والے تو وہ غالب آجائیں گے دوسو پر) کا مطلب یہ ہے کہ اگر مسلمان صبر سے کام لیں تو اپنے سے دس گنا زیادہ لشکر پر غالب آجائیں گے اور

اللہ ۱؎ حالانکہ وہ روکتے ہیں (مسلمانوں کو) مسجد حرام سے ۲؎ اور نہیں ہیں وہ اس کے متولی۔ اس کے متولی تو صرف پرہیزگار لوگ ہیں ۳؎ لیکن ان کی اکثریت اس حقیقت کو نہیں جانتی“۔

۱۔ اگرچہ آپ ان کے درمیان موجود ہیں اور اگرچہ وہ مغفرت طلب کرتے ہیں اپنے قول کے مطابق۔

۲۔ یعنی ان کو جو اللہ تعالیٰ اور اس کے بندۂ خاص پر ایمان لائے یعنی آپ کو اور آپ کے متبعین کو۔

۳۔ جو اس کی حرمت کا لحاظ رکھتے ہیں اور اس کے پاس نماز قائم کرتے ہیں یعنی آپ اور آپ پر ایمان لانے والے مومنین۔

وَ مَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّ تَصْدِيَةً ۚ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۳۵﴾ (الانفال)

”اور نہیں تھی ان کی نماز خانہ کعبہ کے پاس ۱؎ بجز سیٹی اور تالی بجانے کے ۲؎ سو چکھو اب عذاب بوجہ اس کے کہ تم کفر کیا کرتے تھے ۳؎“۔

۱۔ جس نماز کے متعلق وہ یہ خیال کرتے تھے کہ وہ ان کے لئے نجات کا باعث ہوگی۔

۲۔ بعض مشکل الفاظ کی تشریح از ابن ہشام

حضرت ابن ہشام نے فرمایا مکاء کا معنی سیٹی بجانا اور تصدیۃ کا معنی تالی بجانا ہے۔ عنترہ بن عمرو بن شداد العبسی نے کہا:

وَ لَرُبَّ قِرْنٍ قَدْ تَرَكْتُ مُجَدَّلًا   تَمْكُوْ فَرِيْصَتُهٗ كَشِدْقِ الْاَعْلَمِ

”کتنی ہی قوموں کو میں نے پچھاڑ کر رکھ دیا جن کی رگوں سے اس طرح آواز نکلتی تھی جس طرح اس شخص کی باتوں سے نکلتی ہے جس کا اوپر والا ہونٹ پھٹا ہوا ہو“۔

یعنی تمکو کا معنی ہے نیزہ زنی کے ذریعے خون کے نکلنے کی آواز جو سیٹی کی آواز کی مانند ہوتی ہے۔ یہ اس کے ایک قصیدہ کا شعر ہے اور طرماح بن حکیم طائی نے کہا:

ان کے اس غلبہ کا یہ مطلب نہیں کہ وہ سب سلامت رہیں گے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان میں سے جو زندہ رہے گا وہ اپنے اہل دین کا کفر پر غلبہ اور تسلط دیکھ لے گا اور اللہ تعالیٰ کے وعدہ میں یہ بات باعث قدح نہیں کہ صبر کرنے والوں میں سے کچھ لوگ شہید ہو جائیں۔ بلکہ یہ آیت تو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی مانند ہے: قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ

لَهَا كُلَّمَا رِيعَتْ صَدَاةٌ وَ رَكْدَةٌ　بِمُصْدَانِ أَعْلَى ابْنَيْ شِمَامِ الْبَوَائِنِ

''یعنی جب بھی اسے ڈرایا جائے تو وہ دو اونچے پہاڑوں کے اوپر ایک محفوظ مقام پر کھڑے ہو کر اپنے ہاتھ پتھروں پر مارتی ہے پھر رک جاتی ہے تو اس کے ہاتھوں کے پتھروں کے ساتھ ٹکرانے سے تالی کی طرح آواز سنائی دیتی ہے''۔ یہ طرماح کے قصیدہ اروبیہ کا شعر ہے۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: یہ ایسی عبادت تھی جس پر اللہ تعالیٰ نہ رضامند تھا، نہ اسے پسند تھی، نہ اس نے ان پر فرض فرمائی اور نہ انہیں اس کا حکم دیا۔

۳۔ یعنی اب اپنے کفر کی وجہ سے بدر کے روز قتل و غارت کا عذاب چکھو۔

غزوۂ بدر اور سورۂ مزمل کے نزول کی درمیانی مدت

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے حضرت یحییٰ بن عباد بن عبداللہ بن زبیر نے بیان کیا، انہوں نے اپنے باپ حضرت عباد سے، انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا سورۂ مزمل کی آیت یَاۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ اور اس میں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد وَ ذَرْنِیْ وَ الْمُكَذِّبِیْنَ اُولِی النَّعْمَةِ وَ مَهِّلْهُمْ قَلِیْلًا۝ اِنَّ لَدَیْنَاۤ اَنْكَالًا وَّ جَحِیْمًا۝ وَّ طَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّ عَذَابًا اَلِیْمًا۝ (مزمل: ۱۱،۱۳) (آپ چھوڑ دیں مجھے اور ان جھٹلانے والے مالداروں کو اور انہیں تھوڑی سی مہلت دیں ہمارے پاس ان کے لئے بھاری بیڑیاں اور بھڑکتی آگ ہے اور غذا جو گلے میں پھنس جانے والی ہے اور دردناک عذاب) کے نزول کے درمیان تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے بدر کے روز قریش کو ہزیمت سے دوچار کر دیا۔

بعض مشکل الفاظ کی تشریح از ابن ہشام

حضرت ابن ہشام نے فرمایا انکال نکل کی جمع ہے اس کا معنیٰ ''بیڑیاں'' ہے۔ رؤبہ بن عجاج نے کہا:

یَكْفِیكَ نِكْلِی بَغْیَ كُلِّ نِكْلِ

''ہر بیڑی کی جگہ تجھے میری ایک بیڑی ہی کافی ہے''۔

وَ لَا یَدِیْنُوْنَ دِیْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى یُعْطُوا الْجِزْیَةَ عَنْ یَّدٍ وَّ هُمْ صٰغِرُوْنَ۝ (توبہ) ''جنگ کرو ان لوگوں سے جو نہیں ایمان لاتے اللہ پر اور نہ روزِ قیامت پر اور نہیں حرام سمجھتے جسے حرام کیا ہے اللہ نے اور اس کے رسول نے اور نہ قبول کرتے ہیں سچے دین کو ان لوگوں میں جنہیں کتاب

یہ اس کے ایک ارجوزہ کا شعر ہے۔

ابوسفیان کے معاونین کے متعلق نازل کردہ آیات

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا یُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَهُمۡ لِیَصُدُّوۡا عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ ؕ فَسَیُنۡفِقُوۡنَهَا ثُمَّ تَكُوۡنُ عَلَیۡهِمۡ حَسۡرَةً ثُمَّ یُغۡلَبُوۡنَ ؕ وَالَّذِیۡنَ كَفَرُوۡۤا اِلٰى جَهَنَّمَ یُحۡشَرُوۡنَ ۙ﴿۳۶﴾ (الانفال)

"بے شک کافر خرچ کرتے ہیں اپنے مال تا کہ روکیں (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے اور یہ آئندہ بھی (اسی طرح) خرچ کریں گے۔ پھر ہو جائے گا یہ خرچ ان کے لئے باعث حسرت و افسوس، پھر وہ مغلوب کر دیئے جائیں گے اور جنہوں نے کفر اختیار کیا وہ دوزخ کی طرف اکٹھے کئے جائیں گے"۔

اس آیت کریمہ کا مصداق کفار کا وہ گروہ ہے جو ابوسفیان اور قریش کے ہر اس شخص کے پاس گئے جس کا اس تجارتی قافلہ کے مال میں حصہ تھا اور ان سے مطالبہ کیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جنگ کرنے میں اس مال کے ذریعے ان کی مدد کریں، چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ پھر فرمایا:

قُلۡ لِّلَّذِیۡنَ كَفَرُوۡۤا اِنۡ یَّنۡتَهُوۡا یُغۡفَرۡ لَهُمۡ مَّا قَدۡ سَلَفَ ۚ وَاِنۡ یَّعُوۡدُوۡا فَقَدۡ مَضَتۡ سُنَّتُ الۡاَوَّلِیۡنَ ﴿۳۸﴾ (الانفال)

"فرمادیجئے کافروں کو کہ اگر وہ (اب بھی) باز آ جائیں تو بخش دیا جائے گا انہیں جو ہو چکا اور اگر وہ (پہلے کرتوت) دہرائیں تو گزر چکا ہے (ہمارا) طریقہ پہلے (نافرمانوں) کے ساتھ"۔

یعنی ان کے ساتھ جنہیں بدر کے روز قتل کر دیا گیا۔

کفار کے ساتھ جہاد کا حکم

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَقَاتِلُوۡهُمۡ حَتّٰى لَا تَكُوۡنَ فِتۡنَةٌ وَّیَكُوۡنَ الدِّیۡنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ فَاِنِ انۡتَهَوۡا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا یَعۡمَلُوۡنَ بَصِیۡرٌ ﴿۳۹﴾ وَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ مَوۡلٰىكُمۡ ؕ نِعۡمَ الۡمَوۡلٰى وَنِعۡمَ النَّصِیۡرُ ﴿۴۰﴾ (الانفال)

دی گئی ہے یہاں تک کہ دیں وہ جزیہ اپنے ہاتھ سے اس حال میں کہ وہ مغلوب ہوں"۔ اس وعدہ کے پورا ہونے کا وقت آ گیا اور مسلمان اس وعدہ کے مطابق غالب آ گئے۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا یہی مطلب ہے اور جو معنی ہم نے پہلے ذکر کیا ہے وہ زیادہ واضح ہے۔

"اور (اے مسلمانو) لڑتے رہو ان سے یہاں تک کہ باقی نہ رہے کوئی فساد اور ہو جائے دین پورے کا پورا اللہ کے لئے ۱؎ تو پھر اگر وہ باز آ جائیں تو یقیناً اللہ تعالیٰ جو کچھ وہ کرتے ہیں اسے خوب دیکھنے والا ہے، اور اگر وہ روگردانی کریں ۲؎ تو جان لو کہ اللہ تعالیٰ تمہارا کارساز ہے ۳؎ وہ کیا ہی بہترین کارساز ہے اور کتنا بہترین مددگار ہے۔

۱۔ یعنی اے مسلمانو! ان کفار سے لڑتے رہو یہاں تک کہ کسی مومن کو اس کے دین کے متعلق فتنہ میں مبتلا نہ کیا جائے اور توحید خالصۃً اللہ تعالیٰ کے لئے ہو جائے جس میں اس کا کوئی شریک اور مدمقابل نہ رہے۔

۲۔ یعنی اگر وہ آپ کے حکم سے روگردانی کر کے اپنے کفر پر ہی ڈٹے رہیں۔

۳۔ تو جان لو کہ اللہ تعالیٰ تمہارا کارساز ہے جس نے تمہیں عزت بخشی اور بدر کے روز ان کی کثرت اور تمہاری قلت کے باوجود تمہیں ان پر فتح عطا فرمائی۔

مالِ غنیمت کی تقسیم کے متعلق نازل کردہ آیات

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مالِ غنیمت کے مصارف اور اس کے احکام سکھاتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَ لِلرَّسُوْلِ وَ لِذِی الْقُرْبٰی وَ الْیَتٰمٰی وَ الْمَسٰكِیْنِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِ ۙ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَ مَاۤ اَنْزَلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا یَوْمَ الْفُرْقَانِ یَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۴۱﴾ (الانفال)

"اور جان لو کہ جو کوئی چیز تم غنیمت میں حاصل کرو تو اللہ کے لئے ہے اس کا پانچواں حصہ اور رسول کے لئے اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو اللہ پر اور اس پر جسے ہم نے اتارا اپنے (محبوب) بندہ پر فیصلہ کے دن جس روز آمنے سامنے ہوئے تھے دونوں لشکر اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے"۔

یعنی اس دن جس روز میں نے اپنی قدرت کے ساتھ حق اور باطل کے درمیان فرق کر دیا۔

یہ وہ دن تھا جس روز تمہارا اور ان (کفار) کا لشکر آمنے سامنے ہوا تھا۔

وَالَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ

اس سورت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِذْ یَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ (الانفال:۴۹) (یاد کرو جب کہہ رہے تھے منافق اور وہ جن کے دلوں میں (شک کا) روگ تھا)۔ یہ آیت کریمہ ان اہل

إِذْ أَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰى وَالرَّكْبُ أَسْفَلَ مِنْكُمْ ۚ وَلَوْ تَوَاعَدْتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيعٰدِ ۙ وَلٰكِنْ لِّيَقْضِيَ اللّٰهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا ۙ لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْۢ بَيِّنَةٍ ۗ وَإِنَّ اللّٰهَ لَسَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿۴۲﴾ (الانفال)

"جب تم وادی کے نزدیک والے کنارے پر تھے اور وہ (لشکر کفار) دور والے کنارے پر تھا اور (تجارتی) قافلہ نیچے کی طرف تھا تم سے [1] اور اگر تم لڑائی کے لئے وقت مقرر کرتے تو پیچھے رہ جاتے وقت مقرر سے [2] لیکن (یہ بلا ارادہ جنگ اس لئے تھی) تا کہ کر دکھائے اللہ تعالیٰ وہ کام جو ہو کر رہنا تھا [3] تا کہ ہلاک ہو جسے ہلاک ہونا ہے دلیل سے اور زندہ رہے جسے زندہ رہنا ہے دلیل سے اور بے شک اللہ تعالیٰ خوب سننے والا ہے جاننے والا ہے [4]"۔

۱۔ یعنی ابوسفیان کے اونٹوں کا قافلہ جس کو تم پکڑنے کے لئے نکلے تھے اور کفار جس کا دفاع کرنے کے لئے نکلے تھے، اس مقصد کے لئے نہ تم نے کوئی وقت مقرر کیا تھا اور نہ کفار نے۔

۲۔ یعنی اگر اس مقصد کے لئے تمہاری طرف سے اور کفار کی طرف سے کوئی وقت مقرر ہوتا پھر تمہیں ان کی کثرت اور اپنی قلت کا علم ہوتا تو تم ان کا مقابلہ نہ کر سکتے۔

۳۔ یعنی یہ سب کچھ اس لئے ہوا تا کہ اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی آزمائش کے اسلام اور اہل اسلام کی عزت اور کفر اور اہل کفر کی ذلت کا جو ارادہ فرمایا تھا اسے پورا کر دکھائے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لطف و کرم سے ایسا کر دکھایا۔

۴۔ یعنی تا کہ جو کفر اختیار کرنا چاہے تو آیت و عبرت کے ذریعے قائم کئے گئے دلائل دیکھنے کے بعد اپنی مرضی سے کفر اختیار کرے اور جو ایمان لانا چاہے تو وہ بھی اسی طرح دلائل دیکھنے کے بعد ایمان لائے۔

رسول کریم ﷺ پر اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ پر اپنے لطف و کرم اور آپ کی خاطر اپنی خفیہ تدبیر کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

إِذْ يُرِيكَهُمُ اللّٰهُ فِي مَنَامِكَ قَلِيلًا ۖ وَلَوْ أَرٰىكَهُمْ كَثِيرًا لَّفَشِلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ وَ

مکہ کے متعلق نازل ہوئی جو ایمان تو لے آئے لیکن ہجرت نہ کی پھر مشرکین کے ہمراہ بدر کی طرف نکل پڑے۔ جب انہوں نے مسلمانوں کی قلت کا مشاہدہ کیا تو شک میں مبتلا ہو گئے اور کہنے لگے غَرَّ هٰؤُلَاءِ دِينُهُمْ کہ ان لوگوں کو ان کے دین نے مغرور کر دیا ہے۔ ان میں سے قیس بن ولید بن مغیرہ،

لٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ۝ (الانفال)

''یاد کرو جب دکھایا اللہ نے آپ کو لشکر کفار خواب میں قلیل اور اگر دکھایا ہوتا آپ کو لشکر کفار کثیر تعداد میں تو ضرور تم لوگ ہمت ہار دیتے اور آپس میں جھگڑنے لگتے اس معاملہ میں لیکن اللہ نے (تمہیں) بچا لیا۔ بے شک وہ خوب جاننے والا ہے جو کچھ سینوں میں ہے''۔

پس اللہ تعالیٰ نے جو بطور احسان آپ ﷺ کو لشکر کفار کی تعداد قلیل دکھائی، دشمن کے مقابلے میں مسلمانوں کا حوصلہ بڑھایا اور کفار کی کثرت تعداد کا مسلمانوں پر جو خوف طاری تھا اسے دور فرما دیا یہ سب کچھ اس لئے کیا کہ وہ ان کے دلوں کی کیفیت کو خوب جانتا ہے۔

وَ اِذْ يُرِيْكُمُوْهُمْ اِذِ الْتَقَيْتُمْ فِيْۤ اَعْيُنِكُمْ قَلِيْلًا وَّ يُقَلِّلُكُمْ فِيْۤ اَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ؕ وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ۝ (الانفال)

''اور یاد کرو جب اللہ نے دکھایا تمہیں لشکر کفار جب تمہارا مقابلہ ہوا تمہاری نگاہوں میں قلیل اور قلیل کر دیا تمہیں ان کی نظروں میں تاکہ کر دکھائے اللہ تعالیٰ وہ کام جو ہو کر رہنا تھا''۔

یعنی تاکہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں اور کفار کو جنگ کے ساتھ مانوس کر دے تاکہ وہ اس سے انتقام لے جس سے اس نے انتقام لینے کا ارادہ فرما رکھا ہے اور اپنے اہل ولایت پر انعام فرمائے جن پر اس نے انعام فرمانے کا ارادہ فرما رکھا ہے۔

مسلمانوں کو وعظ و نصیحت اور جنگی تدابیر کی تعلیم

پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو وعظ و نصیحت فرمائی اور ان تدابیر کی تعلیم دی جو انہیں اپنی جنگ کے دوران اپنانی چاہئیں۔ ارشاد فرمایا:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَ اذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۝ وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَ تَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَ اصْبِرُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ۝ (الانفال)

''اے ایمان والو! جب جنگ آزما ہو کسی لشکر سے تو ثابت قدم رہو اور ذکر کرو اللہ تعالیٰ کا کثرت سے تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ اور اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی اور آپس

قیس بن فاکہ اور ایک جماعت تھی جن کے اسماء ابوبکر نقاش نے ذکر کیے ہیں(1) یہی وہ لوگ ہیں جو قتل کیے گئے۔ پس فرشتوں نے ان کے چہروں اور پیٹھوں پر ضربیں لگائیں۔

1۔ ان میں حارث بن زمعہ بن اسود، عاص بن منبہ بن حجاج اور علی بن امیہ بن خلف بھی شامل تھے۔ دیکھئے تفسیر ابن کثیر زیر آیت ہذا۔

میں نہ جھگڑو ورنہ تم کم ہمت ہو جاؤ گے اور اکھڑ جائے گی تمہاری ہوا ۲ اور (ہر مصیبت میں) صبر کرو بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے ۳"۔

۱۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرو جس کی خاطر تم نے اپنی جانیں خطرے میں ڈال دیں اور اس کے ساتھ کیے ہوئے وعدہ کو پورا کر دکھایا۔

۲۔ یعنی آپس میں اختلاف نہ کرو ورنہ تمہارے معاملات بکھر جائیں گے اور تمہارا رعب جاتا رہے گا۔

۳۔ یعنی میں اس وقت تمہارے ساتھ ہوں جب تم صبر کرو گے۔

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِن دِيَارِهِم بَطَرًا وَرِئَاءَ النَّاسِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ ۚ وَاللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ ﴿٤٧﴾ (الانفال)

"اور (دیکھو) نہ بن جانا ان لوگوں کی طرح جو نکلے تھے اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے اور (محض) لوگوں کے دکھلاوے کے لئے"۔

یعنی تم ابو جہل اور اس کے چیلوں کی طرح نہ بن جانا جنہوں نے کہا تھا ہم واپس نہیں لوٹیں گے یہاں تک کہ بدر میں جا کر اونٹ ذبح کریں گے، شراب پئیں گے اور لونڈیوں کے ناچ گانے سنیں گے تاکہ پورے عرب پر ہماری دھاک بیٹھ جائے۔ یعنی اے مسلمانو! تمہارا مقصد ریا کاری، نمود و نمائش اور جھوٹی شہرت کا حصول نہیں ہونا چاہیے بلکہ تمہارا مقصد محض جہاد، نصرت دین اور اپنے نبی ﷺ کی مدد ہونا چاہیے۔ تم صرف اسی کے لئے عمل کرو اور صرف اسی کی خواہش رکھو۔

شیطان کی وسوسہ اندازی اور اس کا فرار

وَإِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَإِنِّي جَارٌ لَّكُمْ ۖ فَلَمَّا تَرَاءَتِ الْفِئَتَانِ نَكَصَ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ وَقَالَ إِنِّي بَرِيءٌ مِّنكُمْ إِنِّي أَرَىٰ مَا لَا تَرَوْنَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ ۚ وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿٤٨﴾ (الانفال)

"اور یاد کرو جب آراستہ کر دیے ان کے لئے شیطان نے ان کے اعمال اور (انہیں) کہا کہ کوئی غالب نہیں آسکتا تم پر آج ان لوگوں میں سے اور میں نگہبان ہوں تمہارا"۔

نبی کریم ﷺ کے متعلق اخنس اور ابو جہل کی رائے

اِنْخَنَسَ کا معنی ہے پیچھے ہٹنا۔ چونکہ بدر کے روز ابی بن شریق تقریبا تین سو قریشیوں کو لے کر

حضرت ابن ہشام نے فرمایا اس آیت کریمہ کی تفسیر پہلے گزر چکی ہے۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ نے اہل کفر کا ذکر کرتے ہوئے ان کی جان کنی کی حالت اور ان کے مختلف اوصاف بیان فرمائے اور اپنے پیارے نبی ﷺ کو ان کی خبر دی یہاں تک کہ یہ ارشاد فرمایا:

فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۵۷﴾ (الانفال)

''پس اگر آپ پائیں انہیں (میدانِ) جنگ میں تو (انہیں عبرتناک سزا دے کر) منتشر کر دو انہیں جو ان کے پیچھے ہیں، شاید وہ سمجھ جائیں''۔

جہاد کی تیاری کا حکم

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۶۰﴾ (الانفال)

''اور تیار رکھو ان کے لئے جتنی استطاعت رکھتے ہو قوت و طاقت اور بندھے ہوئے گھوڑے تاکہ تم خوفزدہ کر دو اپنی جنگی تیاریوں سے اللہ کے دشمن کو اور اپنے دشمن کو اور دوسرے لوگوں کو ان کھلے دشمنوں کے علاوہ۔ تم نہیں جانتے ہو انہیں (البتہ) اللہ جانتا ہے انہیں اور جو چیز خرچ کرو گے راہِ خدا میں اس کا اجر پورا پورا دیا جائے گا تمہیں اور (کسی طرح) تم پر ظلم نہیں کیا

پیچھے ہٹ گیا تھا اس لئے اسے اخنس کہا جانے لگا۔ اس کا پورا نام اخنس بن شریق بن عمرو بن وہب بن علاج بن ابی سلمہ بن ابی سلمہ بن عبدالعزی بن غیرہ ہے۔ واقعہ یوں ہے کہ جب لشکر اسلام اور لشکر کفار کا آمنا سامنا ہوا تو ابی بن شریق نے ابوجہل سے تنہائی میں پوچھا: کیا تو (سید الانبیاء) محمد (ﷺ) کو جھوٹا خیال کرتا ہے؟ ابوجہل نے کہا وہ اللہ تعالیٰ کے متعلق کیسے جھوٹ بول سکتے ہیں حالانکہ ہم انہیں اسی وجہ سے امین کہتے تھے کہ انہوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا لیکن جب بنی عبد مناف میں پہلے ہی سقایہ (حاجیوں کو پانی پلانے کا منصب)، رفادہ (حاجیوں کی مہمان نوازی کا منصب) اور مشورہ کے منصب جمع ہو چکے ہیں، اگر نبوت بھی انہیں مل گئی تو ہمارے لئے کیا بچے گا''۔ اس وقت اخنس بنی زہرہ کو لے کر واپس چلا گیا لیکن ابلیس اپنے سارے چیلوں کو اکٹھا کر کے لشکر کفار میں شامل ہو گیا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ اترے جو انسانی شکل میں تھے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام

جائے گا"۔

یعنی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تمہارے لئے آخرت میں اس کا اجر اور دنیا میں اس کا فوری بدل ضائع نہیں ہوگا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاِنۡ جَنَحُوۡا لِلسَّلۡمِ فَاجۡنَحۡ لَهَا وَتَوَكَّلۡ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيۡعُ الۡعَلِيۡمُ ﴿۶۱﴾ (الانفال)

"اور اگر کفار مائل ہوں صلح کی طرف تو آپ بھی مائل ہو جایئے اس کی طرف ۱ اور بھروسہ کیجئے اللہ تعالیٰ پر ۲ بیشک وہی سب کچھ سننے والا جاننے والا ہے"۔

۱۔ یعنی اگر وہ آپ کو اسلام پر صلح کی دعوت دیں تو آپ اس پر ان سے صلح کر لیجئے۔

۲۔ بے شک اللہ تعالیٰ آپ کے لئے کافی ہے۔

بعض مشکل الفاظ کی تشریح از ابن ہشام

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ کا معنی ہے وہ صلح کرنے کے لئے آپ کی طرف مائل ہوں۔ جنوح کا معنی مائل ہونا ہے۔ لبید بن ربیعہ نے کہا:

جُنُوْحُ الْهَالِكِيِّ عَلَى يَدَيْهِ مُكِبًّا يَجْتَلِي نُقَبَ النِّصَالِ

نے پانچ سو فرشتوں کے ساتھ میمنہ سنبھال لیا اور حضرت میکائیل علیہ السلام نے پانچ سو فرشتوں کے ساتھ میسرہ اور ان کے پیچھے دیگر فرشتوں کی کمک بھی موجود تھی جنہوں نے قتال میں حصہ نہ لیا۔ یہی وہ ہزاروں فرشتے ہیں جن کا ذکر سورۂ آل عمران میں موجود ہے۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام صفوں کے درمیان تھے لیکن دیگر فرشتوں کی طرح قتال میں حصہ نہ لیا۔ مسلمانوں کا ہر آدمی فرشتوں کو کسی جانی پہچانی انسانی شکل میں دیکھتا۔ فرشتہ اسے کہتا یہ کفار کچھ بھی نہیں، تو ان پر حملہ کر دے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اس ارشاد کا یہی مفہوم ہے: فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (الانفال: ۱۲) (پس ثابت قدم رکھو ایمان والوں کو) یہ تفسیر حضرت ابن اسحاق سے حضرت ابن ہشام کی روایت کے علاوہ ایک اور روایت میں مذکور ہے۔ اسی کی مثل حضرت حسان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مِيْكَالُ مَعَكَ وَ جِبْرَئِيْلُ كِلَاهُمَا مَدَدٌ لِنَصْرِكَ مِنْ عَزِيْزٍ قَادِرِ

"(یا رسول اللہ ﷺ) حضرت میکائیل اور حضرت جبرئیل (علیہما السلام) دونوں آپ کے ساتھ ہیں، وہ دونوں عزیز اور قادر (رب) کی طرف سے آپ کی فتح ونصرت کے لئے (آپ کے مددگار ہیں"۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بدر کے روز مسلمانوں کے ساتھ ستر جن بھی تھے جو اسلام قبول کر چکے تھے۔

''صیقل کرنے والے کا منہ کے بل اپنے ہاتھوں پر جھکاؤ نیزوں کے زنگ کو دور کر دیتا ہے''۔

یہ اس کے ایک قصیدے کا شعر ہے اور السلم کا معنی صلح بھی ہے۔ کتاب اللہ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: فَلَا تَهِنُوْا وَ تَدْعُوْۤا اِلَى السَّلْمِ ۖۗ وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ ۖۗ (سورۂ محمد: ۳۵) ''(اے فرزندانِ اسلام) ہمت مت ہارو اور (کفار کو) صلح کی دعوت مت دو، تم ہی غالب آؤ گے''۔

اسے اِلَى السِّلْمِ بھی پڑھا گیا ہے۔ اس کا بھی وہی معنی ہے۔ زہیر بن ابی سلمی نے کہا:

وَ قَدْ قُلْتُمَا اِنْ نُدْرِكِ السِّلْمَ وَاسِعًا بِمَالٍ وَ مَعْرُوْفٍ مِنَ الْقَوْلِ نَسْلَمِ

اور تم دونوں نے کہا تھا کہ اگر ہم مال و دولت اور خوش کلامی کے ساتھ صلح حاصل کر لیں تو ہم سلامت رہیں گے۔

یہ اس کے ایک قصیدے کا شعر ہے۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: مجھے یہ روایت پہنچی کہ حضرت حسن بن ابی حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے: وَ اِنْ جَنَحُوْا لِلسِّلْمِ میں السلم سے مراد اسلام ہے۔ کتاب اللہ میں ہے

آخرین کون ہیں؟

حضرت ابن اسحاق نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ذکر کیا: تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَ عَدُوَّكُمْ وَ اٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ (الانفال: ۶۰) انہوں نے یہ ذکر نہیں کیا کہ آخرین سے کون لوگ مراد ہیں؟ اس میں متعدد اقوال ہیں، ایک قول یہ ہے کہ یہ منافقین ہیں، ایک قول یہ ہے کہ یہ یہودی ہیں لیکن صحیح ترین قول یہ ہے کہ یہ جن ہیں کیونکہ ابن ملیکی نے اپنے باپ کے واسطہ سے اپنے دادا سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے آخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ کے متعلق فرمایا یہ جن ہیں، پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَخْبُلُ اَحَدًا فِيْ دَارٍ فِيْهَا فَرَسٌ عَتِيْقٌ(1) ''بیشک شیطان اس گھر میں کسی کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا جس میں ایک عمدہ گھوڑا ہو''۔ اسے حضرت حارث نے اپنی مسند میں ذکر کیا ہے اور اس کے ساتھ یہ شعر بھی ذکر کیا ہے:

جُنُوْحُ الْهَالِكِيِّ عَلٰى يَدَيْهِ مُكِبًّا يَجْتَلِيْ نُقَبَ النِّصَالِ

الهالكى کا معنی ہے صیقل کرنے والا اور نُقَبَ النِّصَالِ سے مراد لوہے کا زنگ ہے۔ اس کا واحد نُقْبَةٌ ہے۔

1۔ دیکھئے المطالب العالیہ ابن حجر 3630، تفسیر قرطبی 38/8، تفسیر ابن کثیر 317/2۔ علامہ ابن کثیر نے اس حدیث کو منکر کہا ہے اور کہا ہے کہ اس کی سند اور متن دونوں صحیح نہیں ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً (بقرہ: ۲۰۸) (اے ایمان والو! داخل ہو جاؤ اسلام میں پورے پورے) اور اسے فِي السَّلْمِ بھی پڑھا گیا ہے۔ اس کا معنی بھی اسلام ہے۔

امیہ بن ابی الصلت نے کہا:

فَمَا اَنَابُوْا لِسَلْمٍ حِيْنَ تُنْذِرُهُمْ رُسُلُ الْاِلٰهِ وَ مَا كَانُوْا لَهٗ عَضُدَا

"جب اللہ تعالیٰ کے رسولوں نے انہیں ڈرایا تو نہ وہ اسلام کی طرف مائل ہوئے اور نہ اس کے دست و بازو بنے"۔

یہ اس کے ایک قصیدے کا شعر ہے۔ اہل عرب ایک کڑے والے ڈول کو بھی سلم کہتے ہیں۔

بنی قیس بن ثعلبہ کے ایک شاعر طرفہ بن عبد نے اپنی ایک اونٹنی کے وصف میں کہا:

لَهَا مِرْفَقَانِ اَفْتَلَانِ كَاَنَّمَا تَمُرُّ بِسَلْمَيْ دَالِجٍ مُتَشَدِّدِ

"اس کی ایسی دو کہنیاں ہیں جو اپنے پہلوؤں سے بہت بعید ہیں، گویا کہ وہ کنویں اور حوض کے درمیان چلنے والے ایک مضبوط شخص کے ہاتھوں میں دو ڈول ہیں جنہیں وہ اپنے کپڑوں سے دور رکھے ہوئے ہے"۔

یہ اس کے ایک قصیدے کا شعر ہے۔

وَ اِنْ يُّرِيْدُوْٓا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ ؕ هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ۙ﴿۶۲﴾ وَ اَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ؕ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ؕ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۶۳﴾ (الانفال)

"اور اگر وہ ارادہ کریں کہ آپ کو دھوکہ دیں (تو آپ فکر مند کیوں ہوں) بیشک کافی ہے آپ کو اللہ تعالیٰ۔ وہی ہے جس نے آپ کی تائید کی اپنی نصرت اور مومنوں (کی جماعت) سے اور اسی نے الفت پیدا کر دی ان کے دلوں میں ۱۔ اگر آپ خرچ کرتے جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب تو نہ الفت پیدا کر سکتے ان کے دلوں میں، لیکن اللہ تعالیٰ نے الفت پیدا کر دی ان کے درمیان ۲۔ بلاشبہ وہ زبردست ہے حکمت والا ہے"۔

۱۔ اس ہدایت کی الفت پیدا کر دی جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کی طرف مبعوث فرمایا۔

۲۔ اپنے اس دین کے ذریعے جس پر اس نے ان کو جمع فرما دیا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

يَآاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَ مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۴﴾ يَآاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ ؕ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْۤا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴿۶۵﴾ (الانفال)

''اے نبی (مکرم)! کافی ہے آپ کو اللہ تعالیٰ اور جو آپ کے فرمانبردار ہیں مومنوں سے۔ اے نبی! برانگیختہ کیجئے مومنوں کو جہاد پر، اگر ہوں تم سے بیس آدمی صبر کرنے والے تو وہ غالب آئیں گے دوسو پر اور اگر ہوئے تم میں سے سو آدمی (صبر کرنے والے) تو غالب آئیں گے ہزار کافروں پر کیونکہ یہ کافر وہ لوگ ہیں جو کچھ نہیں سمجھتے''۔

یعنی یہ کافر وہ لوگ ہیں جو کسی نیت، حق یا خیر وشر کی معرفت کی بناء پر جنگ نہیں کرتے۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے حضرت عبداللہ بن ابی نجیح نے بیان کیا، انہوں نے حضرت عطاء بن ابی رباح سے انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو مسلمانوں پر یہ حکم شاق گزرا کہ بیس آدمی سو آدمیوں کا اور سو آدمی ایک ہزار آدمیوں کا مقابلہ کریں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اس حکم میں تخفیف فرما دی اور اس پہلی آیت کو دوسری آیت نے منسوخ کر دیا۔ ارشاد فرمایا:

اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَ عَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا ؕ فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوْۤا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۶۶﴾ (الانفال)

''اب تخفیف کر دی ہے اللہ تعالیٰ نے تم پر اور وہ جانتا ہے کہ تم میں کمزوری ہے، تو اگر ہوئے تم میں سے سو آدمی صبر کرنے والے تو وہ غالب آئیں گے دوسو پر اور اگر ہوئے تم میں سے ایک ہزار (صابر) تو وہ غالب آئیں گے دو ہزار پر اللہ کے حکم سے اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے''۔

فرمایا پس جب مسلمانوں کی تعداد دشمن کے مقابلہ میں نصف ہو تو ان کے لئے راہِ فرار اختیار کرنا جائز نہیں لیکن اگر ان کی تعداد نصف سے بھی کم ہو تو ان پر قتال واجب نہیں بلکہ دشمن سے کنارہ کش ہونا جائز ہے۔

قیدیوں اور اموالِ غنیمت کے متعلق نازل کردہ آیات

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ نے جنگی قیدیوں کے متعلق عتاب فرمایا اور

اموالِ غنیمت کی حلت کا حکم نازل فرمایا حالانکہ نبی کریم ﷺ سے پہلے کسی نبی کے لئے دشمن سے حاصل شدہ مالِ غنیمت حلال نہیں تھا۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا مجھ سے حضرت ابو جعفر محمد بن علی بن حسین نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''رعب سے میری مدد کی گئی، میرے لئے تمام روئے زمین مسجد بنا دی گئی اور اسے طہارت کا ذریعہ بنا دیا گیا، مجھے جوامع الکلم (قلیل الفاظ میں کثیر معانی) عطا کئے گئے، میرے لئے مالِ غنیمت حلال کر دیا گیا حالانکہ وہ مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہ تھا اور مجھے شفاعت کا حق عطا کیا گیا۔ یہ پانچ چیزیں ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں کی گئیں''۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

بدر کے اموالِ غنیمت

اس سورت میں ذکر کیا گیا: لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ (الانفال:۶۸) یعنی اگر یہ حکم الٰہی پہلے سے نہ ہوتا کہ (سید الانبیاء) محمد (ﷺ) اور آپ کی امت کے لئے مالِ غنیمت حلال ہے تو تمہیں ضرور بڑی سزا پہنچتی بوجہ اس کے جو تم نے لیا ہے۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے مسلمانو! مجھ پر اس درخت سے بھی کم تمہارا عذاب پیش کیا گیا اور فرمایا اگر وہ عذاب تم پر نازل ہو جاتا تو سوائے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے کوئی بھی نجات نہ پاتا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا مشورہ تھا کہ قیدیوں کو زخموں سے چور چور کر کے قتل کر دیا جائے جبکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مشورہ تھا کہ انہیں زندہ رکھا جائے اور نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مشورہ پر ہی عمل کیا تھا۔ اس کے بعد یہ آیت کریمہ نازل ہوئی فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا (الانفال:۶۹) (سو کھاؤ جو تم نے غنیمت حاصل کی ہے حلال (اور) پاکیزہ)۔ حضرت ابو عبید نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت کیا ہے کہ بدر کے روز حضور نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام سے جنگی قیدیوں کے متعلق مشورہ طلب فرمایا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ ان لوگوں نے آپ کی تکذیب کی اور آپ کو جلا وطن کیا اس لئے ان کی گردنیں اڑا دیجئے۔ حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ آپ ایک ایسی وادی میں ہیں جس میں کثیر ایندھن ہے، آپ اس ایندھن کی آگ جلایئے اور ان لوگوں کو اس آگ میں پھینک دیجئے۔ یہ سن کر حضرت عباس نے کہا: اللہ تعالیٰ تیرے رشتہ داروں کو تجھ سے لاتعلق کر دے۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ یہ لوگ آپ کا کنبہ، آپ کا خاندان اور آپ کی

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗۤ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ ؕ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۖۗ وَ اللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۶۷﴾ (الانفال)

''نہیں مناسب نبی کے لئے ۱؎ کہ ہوں اس کے پاس جنگی قیدی یہاں تک کہ غلبہ حاصل کر لے زمین میں ۲؎ تم چاہتے ہو دنیا کا سامان ۳؎ اور اللہ تعالیٰ چاہتا ہے (تمہارے لئے) آخرت ۴؎ اور اللہ تعالیٰ بڑا غالب (اور) دانا ہے''۔

۱۔ یعنی آپ سے پہلے کسی نبی کے لئے مناسب نہیں تھا۔

۲۔ یعنی اپنے دشمن پر غلبہ حاصل کر کے اسے اس سرزمین سے جلاوطن کر دے۔

قوم ہیں، ان سے درگزر فرمایئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے طفیل ان لوگوں کو نارِ جہنم سے نجات بخشے گا۔ پھر رسول اللہ ﷺ اپنے کاشانہ اقدس میں تشریف لے گئے، کچھ صحابہ کرام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ متفق تھے اور کچھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قول کے ساتھ۔ کچھ دیر بعد رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے اور فرمایا: ان دو آدمیوں (ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما) کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ بے شک ان دونوں کی مثال تمہارے ان بھائیوں کی طرح ہے جو تم سے پہلے ہو گزرے ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام نے عرض کی تھی: رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكَافِرِيْنَ دَيَّارًا (اے میرے رب! نہ چھوڑ روئے زمین پر کافروں میں سے کسی کو بستا ہوا)۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی تھی رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰى اَمْوَالِهِمْ (اے ہمارے رب! برباد کر دے ان کے مالوں کو)، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے عرض کی تھی: اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ...... (اگر تو عذاب دے انہیں تو وہ بندے ہیں تیرے اور اگر بخش دے ان کو تو بلاشبہ تو ہی سب پر غالب ہے (اور) بڑا دانا ہے) اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی تھی فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ...... (پس جو کوئی میرے پیچھے چلا تو وہ میرا ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی تو (اس کا معاملہ تیرے سپرد ہے) بے شک تو غفور رحیم ہے)۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں کے دل پتھروں کی طرح سخت کر دیتا ہے اور کچھ لوگوں کے دلوں کو دودھ سے بھی زیادہ نرم کر دیتا ہے۔ بے شک تم تنگدست ہو اس لئے ان میں سے کسی کو بھی فدیہ یا گردن زدنی کے بغیر نہیں چھوڑا جائے گا''۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے سوچا'' سوائے سہل بن بیضاء کے (کہ اسے رہا کر دیا جائے) کیونکہ میں نے اسے اسلام کا ذکر کرتے ہوئے سنا تھا''۔ یہ سوچ کر میں آسمان کی طرف دیکھنے لگا کہ کس وقت پتھر برستے ہیں پھر میں نے سوچا اس کا معاملہ میں رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں پیش کروں گا۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے بھی فرمایا:

۳۔ یعنی جنگی قیدیوں سے فدیہ وصول کرنا چاہتے ہو۔

۴۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنی منشا کے مطابق دین کے غلبہ کے لئے کفار کو قتل کرنا چاہتا ہے جو دین آخرت کے حصول کا ذریعہ ہے۔

لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَاۤ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿٦٨﴾ (الانفال)

''اگر نہ ہوتا حکم الٰہی پہلے (کہ خطائے اجتہادی معاف ہے) تو ضرور پہنچتی تمہیں بوجہ اس کے جو تم نے لیا ہے بڑی سزا''۔

یعنی اگر میرا یہ حکم پہلے سے نہ ہوتا کہ میں منع کرنے سے پہلے عذاب نہیں دیتا اور اللہ تعالیٰ نے ابھی تک مسلمانوں کو منع نہیں فرمایا تھا۔ تو جو کچھ تم نے کیا یعنی قیدی اور اموالِ غنیمت جمع کیے،

سوائے سہل بن بیضاء کے (کہ اسے رہا کر دیا جائے) یہ سن کر مجھے بہت خوشی ہوئی --حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا سیرت نگاروں کا بیان ہے کہ سہل بن بیضاء حضرت سہیل کا بھائی تھا اور حضرت سہیل رضی اللہ عنہ مہاجرین میں سے تھے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ غزوۂ بدر میں شرکت کی -- پھر نبی کریم ﷺ نے کسی سے فدیہ نہ لیا بلکہ بعض کو بطورِ احسان رہا کر دیا اور بعض کو مسلمان قیدیوں کی رہائی کے بدلے آزاد کر دیا۔ حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا: اسی واقعہ کے متعلق اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا (الانفال: ۶۷) ''تم چاہتے ہو دنیا کا سامان یعنی فدیہ''۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے فدیہ لینے کو جائز اور حلال قرار دیا تھا لیکن رسول اللہ ﷺ نے ان قیدیوں کے ساتھ جو سلوک فرمایا کہ یا تو بطورِ احسان رہا کر دیا یا اپنے قیدیوں کے بدلے آزاد کر دیا، یہ فدیہ لینے سے افضل تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد فَاِمَّا مَنًّاۢ بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً (سورۂ محمد: ۴) (بعد ازاں یا تو احسان کر کے ان کو رہا کر دو یا ان سے فدیہ لو) میں بطورِ احسان رہائی کو مقدم ذکر فرمایا۔ اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے اسے اختیار فرمایا اور اسے ترجیح دی۔

جہاں تک قیدیوں کے مسئلہ میں فقہائے کرام کے مذاہب کا تعلق ہے تو حضرات اوزاعی، سفیان اور امام مالک رحمہم اللہ قیدیوں کو فدیہ لے کر آزاد کرنے کو مکروہ قرار دیتے ہیں کیونکہ اس سے دشمن کو افرادی قوت حاصل ہوتی ہے لیکن اگر کوئی بچہ اپنی ماں کے ساتھ قید کیا جائے تو اس میں ان کا اختلاف ہے۔ اہل عراق نے اس سے فدیہ لے کر آزاد کر دینے کو جائز قرار دیا ہے جبکہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے اس بارے میں مختلف اقوال ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ آپ فدیہ لینے سے منع فرماتے تھے۔

غزوۂ بدر کے قیدیوں میں نبی کریم ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ نبی

اس کے متعلق میں تمہیں ضرور سزا دیتا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے حضور ﷺ کے لئے اور مسلمانوں کے لئے فدیہ حلال کر دیا۔ چنانچہ فرمایا:

فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (الانفال)

''سو کھاؤ جو تم نے غنیمت حاصل کی ہے حلال (اور) پاکیزہ اور ڈرتے رہو اللہ تعالیٰ سے، یقیناً اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے۔

پھر فرمایا:

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِيْۤ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰۤى ۙ اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا يُّؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّاۤ اُخِذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (الانفال)

''اے نبی (کریم) آپ فرمائیے ان قیدیوں سے جو تمہارے قبضہ میں ہیں اگر جان لی اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں کوئی خوبی تو عطا فرمائے گا تمہیں بہتر اس سے جو لیا گیا ہے تم سے اور بخشے گا تمہارے (قصور) اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے''۔

کریم ﷺ نے انہیں فرمایا تم اپنا اور اپنے دو بھتیجوں کا فدیہ ادا کرو۔ اس پر وہ نبی کریم ﷺ سے کہنے لگے: کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ میں فقیر اور کنگال ہو کر قریش کے سامنے ہاتھ پھیلاتا پھروں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: وہ سونا کہاں گیا جو تم نے ام فضل کے پاس چھوڑا جس کی مالیت اتنی ہے اور تم نے اسے فلاں فلاں بات بھی کہی تھی؟ اس پر حضرت عباس گویا ہوئے: اے میرے بھتیجے! تجھے یہ سب کچھ کس نے بتایا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے۔ انہوں نے کہا: یہ تو ایسی بات ہے جس پر وہی آگاہ ہو سکتا ہے جو عالم اسرار ہو، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں'' اس طرح حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کر لیا۔ آپ ان قیدیوں میں سے تھے جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے جبکہ انصار میں سے کوئی بھی اچھی طرح لکھنا پڑھنا نہیں جانتا تھا اور ان میں سے بعض کے پاس مال بھی نہ تھا کہ لکھنا پڑھنا سیکھ لیں، چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی طرف سے یہ امر بطورِ فدیہ قبول کیا گیا کہ آپ دس افراد کو کتابت سکھا دیں، پھر آپ کو رہا کر دیا جائے گا۔ اس روز حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے انصار کی جماعت کے ساتھ کتابت سیکھی۔ یہ سب مختلف خبریں ہیں۔ میں نے ان سب کو اسی طریقے پر باہم ملا دیا ہے جس طرح حضرت ابن اسحاق نے یوم بدر کے متعلق ذکر کیا۔ میں نے یہ خبریں کتب تفاسیر وسیر سے جمع کیں اور انہیں مختصراً بیان کر دیا۔

مسلمانوں کو باہم اتفاق واتحاد کی ترغیب

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو باہم اتفاق واتحاد کی رغبت دلائی اور مہاجرین وانصار کے درمیان دین کے معاملہ میں کامل موالات قائم کی اور کفار کو ایک دوسرے کا دوست قرار دیا۔ پھر فرمایا:

اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ (الانفال)

''اگر تم (ان حکموں پر) عمل نہیں کرو گے تو برپا ہو جائے گا فتنہ ملک میں اور (پھیل جائے گا) بڑا فساد''۔

یعنی اگر کفار کے مقابلے میں ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا دوست اور مددگار نہیں ہوگا تو

بدر میں مسلمانوں کے گھوڑے

حضرت ابن اسحاق نے بدر کے روز مسلمانوں کے گھوڑوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک گھوڑا حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کا تھا جس کا نام بعزجہ تھا، ایک گھوڑا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا تھا جس کا نام یعبوب تھا اور ایک گھوڑا حضرت مرثد غنوی رضی اللہ عنہ کا تھا۔ بدر کے روز مسلمانوں کے پاس صرف یہی تین گھوڑے تھے۔ حضرت زبیر کے گھوڑے میں اختلاف ہے۔ غزوۂ بدر کے بعد حضور نبی کریم ﷺ کے پاس کئی گھوڑے جمع ہو گئے جن میں سے چند کے نام یہ ہیں: سکب، لزاز، مرتجز اور لحیف۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سہل سے آخری گھوڑے کا نام لخیف روایت کیا ہے۔ قتبی نے کہا: حضور نبی کریم ﷺ نے مرتجز نامی گھوڑا ایک اعرابی سے خرید فرمایا لیکن بعد میں اعرابی نے انکار کر دیا اور کہا کہ میں نے وہ گھوڑا بیچا ہی نہیں۔ حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اعرابی کے خلاف بیع کی گواہی دی۔ نبی کریم ﷺ نے انہیں فرمایا: تم نے کس بنا پر گواہی دی ہے؟ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں آپ کی سچائی کی بناء پر گواہی دیتا ہوں۔ اس واقعہ کے بعد حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی گواہی کو دو آدمیوں کی گواہی کے برابر قرار دے دیا گیا۔ یہ حدیث مشہور ہے۔ مسند حارث میں یہ حدیث کچھ اضافے کے ساتھ مذکور ہے کہ نبی کریم ﷺ نے وہ گھوڑا اعرابی کو واپس کر دیا اور فرمایا اللہ تعالیٰ تیرے لئے اس گھوڑے میں برکت نہ ڈالے۔ اگلے روز ہی وہ گھوڑا مر گیا۔ امام طبری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: حضور ﷺ کے چند گھوڑے یہ تھے: فرس، ملاوح اور ورد۔ یہی ورد گھوڑا آپ ﷺ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ہدیہ دیا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک روز

ملک میں حق و باطل میں اشتباہ کا فتنہ برپا ہو جائے گا اور ملک میں فساد پھیل جائے گا۔ اس لئے لازم ہے کہ کافر قریبی رشتہ دار بھی ہو تب بھی اس سے دوستی نہ رکھی جائے اور اسے اپنے دینی بھائیوں پہ مقدم نہ کیا جائے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے انصار و مہاجرین کے درمیان رشتہ مواخاۃ کی بناء پر توارث کے

اللہ کی راہ میں اس پر ایک مجاہد کو سوار کر دیا۔ اس کا واقعہ موطا شریف میں مذکور ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس دو زرہیں ذات الفضول اور فضہ، ایک جھنڈا عقاب، دو کمانیں صفراء اور زوراء اور ایک تلوار تھی جس کا نام ذوالفقار تھا کیونکہ اس کے درمیان خراشے تھے۔ یہ تلوار حجاج کے دو بیٹوں نبیہ اور منبہ کی تھی جو انہوں نے بدر کے روز چھینی تھی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ تلوار اس لوہے سے بنائی گئی تھی جو خانہ کعبہ کے پاس مدفون ملا تھا۔ حضور ﷺ کی ایک تلوار کا نام صمصامہ تھا، یہ عمرو بن معد یکرب کی تلوار تھی جو حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کی تھی۔ یہ تلوار پورے عرب میں مشہور تھی۔ حضور ﷺ کے پاس ایک چھوٹا نیزہ بھی تھا جس کا نام نبعہ تھا۔ علامہ عقیلی نے کتاب الضعفاء میں ایک حدیث ذکر کی ہے جس میں نبی کریم ﷺ کے یہ آلات مذکور ہیں: ترکش جس کا نام جمع تھا، چہرہ دیکھنے کے لئے آئینہ جس کا نام مدلہ تھا، تلوار جس کا نام ممشوق تھا اور دو قینچیاں جن کے نام مجھے بھول گئے۔ علاوہ ازیں آپ کے خچر کا نام دلدل اور دراز گوش کا نام عفیر تھا۔ دلدل حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مر گیا، یہی وہ خچر تھا جو شاہ مقوقس نے آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا تھا اور آپ ﷺ کا ایک دراز گوش یعفور بھی تھا جو حضور ﷺ کے وصال کے روز کنویں میں چھلانگ لگا کر مر گیا تھا۔ ابن فورک نے کتاب الفصول میں ذکر کیا ہے کہ وہ خیبر کے اموال غنیمت میں سے تھا۔ اس نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ کلام کیا تھا اور عرض کیا تھا یا رسول اللہ ﷺ! میں زیاد بن شہاب ہوں، میرے نسب میں ساٹھ دراز گوش ایسے گزرے ہیں جن پر انبیائے کرام نے سواری کی۔ لہٰذا آپ مجھ پر سوار ہو جائیے۔ جوینی نے کتاب الشامل میں یہ اضافہ بھی ذکر کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جب کسی صحابی کو طلب فرمانا ہوتا تو اس کی طرف اس دراز گوش کو بھیج دیتے، وہ جاتا اور اس صحابی کے دروازے پر اپنے سر کے ساتھ دستک دیتا۔ وہ صحابی باہر آتے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ اسے رسول اللہ ﷺ نے بھیجا ہے۔ وہ اسی وقت آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے۔ امام طبری رحمۃ اللہ علیہ نے حضور ﷺ کی ایک ڈھال کا بھی ذکر کیا ہے جس میں مینڈھے کے سر کی تصویر بنی ہوئی تھی۔ حضور ﷺ اسے ناپسند فرماتے تھے۔ ایک دن وہ تصویر خود بخود مٹ گئی اور اس کا کوئی اثر

طریقہ کو ختم فرما کر اسے قریبی رشتہ داروں میں محدود کر دیا۔ چنانچہ فرمایا:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْ ۭ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ (الانفال)

"اور جو لوگ ایمان لائے بعد میں اور ہجرت بھی کی اور جہاد بھی کیا تمہارے ساتھ مل کر تو وہ بھی تمہیں میں سے ہیں اور رشتہ دار (ورثہ میں) ایک دوسرے کے زیادہ حقدار ہیں حکم الٰہی کے مطابق، یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے"۔

باقی نہ رہا۔ حضور ﷺ کے پاس ایک چادر بھی تھی جس کا نام حضرمی تھا، یہی چادر اوڑھ کر آپ ﷺ نماز عیدین کے لئے تشریف لے جاتے۔ اس چادر کی لمبائی چار گز اور چوڑائی دو گز اور ایک بالشت تھی۔ حضور ﷺ کا ایک بہت بڑا پیالہ بھی تھا جس کا نام غراء تھا۔ اسے چار طاقتور آدمی اٹھاتے تھے۔ ابوداؤد کی حدیث میں اس کا ذکر آیا ہے۔ یہ آقائے دو جہاں ﷺ کا وہ سامان ہے جس کی پہچان کے لئے طالبین کے نفوس مشتاق ہوتے ہیں اور جس کے ذکر سے عاشقوں کے دل راحت پاتے ہیں۔ ہر وہ چیز جس کا تعلق ہمارے پیارے نبی ﷺ کی سیرت اور معاشرت کے ساتھ ہے اس کے ذکر سے کان راحت پاتے ہیں اور طبائع عشق و محبت کے روح پرور جھونکوں سے جھوم اٹھتی ہیں۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى مَا عَلَّمَ مِنْ ذٰلِكَ۔

غزوۂ بدر میں شریک ہونے والے مسلمان

بنی ہاشم و مطلب

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا یہ ان مسلمانوں کے نام ہیں جو قریش کی شاخوں بنی ہاشم بن عبد مناف اور بنی مطلب بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ سے غزوۂ بدر میں شریک ہوئے:

(1) سید المرسلین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ابن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم

(2) شیر خدا اور شیر رسول ﷺ، رسول اللہ ﷺ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بن عبد المطلب بن ہاشم۔

(3) حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم۔

(4) حضرت زید رضی اللہ عنہ بن حارثہ بن شرحبیل بن کعب بن عبد العزی بن امرؤ القیس کلبی۔ ان پر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے انعام فرمایا۔

حضرت ابن ہشام نے کہا یہ زید بن حارثہ بن شراحیل بن کعب بن عبد العزی بن امرؤ القیس بن عامر بن نعمان بن عامر بن عبدود بن عوف بن کنانہ بن بکر بن عوف بن عذرہ بن زید اللہ بن رفیدہ بن ثور بن کعب بن وبرہ ہیں۔

(5) حضرت ابن اسحاق نے کہا نیز رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت انسہ رضی اللہ عنہ۔

(6) رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت ابو کبشہ رضی اللہ عنہ۔

حضرت ابن ہشام نے کہا: حضرت انسہ حبشی اور حضرت ابو کبشہ فارسی ہیں۔

شرکائے بدر کے اسماء

شرکائے بدر میں سے کثیر افراد کا تعارف اور ان کے علاوہ دیگر افراد کا تعارف گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے جن کا ذکر سیرت میں ہوا ہے اور ان امور کا ذکر بھی ہو چکا ہے جن کی طرف اس فن کے طالب کا دل مائل ہوتا ہے۔ ان سب کے انساب حضرت ابن اسحاق اور حضرت ابن ہشام نے اس باب میں ذکر کر دیے ہیں۔

(7) حضرت ابن اسحاق نے کہا نیز حضرت ابومرثد کناز بن حصن بن یربوع بن عمرو بن یربوع بن خرشہ بن سعد بن طریف بن جلان بن غنم بن غنی بن یعصر بن سعد بن قیس بن عیلان۔

حضرت ابن ہشام نے کہا: یہ کناز بن حصین ہیں۔

(8) حضرت ابن اسحاق نے کہا نیز کناز کے بیٹے حضرت مرثد بن ابی مرثد۔ یہ دونوں باپ بیٹا حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے حلیف تھے۔

(9) حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ بن حارث بن مطلب۔

(10) حضرت طفیل بن حارث رضی اللہ عنہ۔

(11) حضرت حصین بن حارث رضی اللہ عنہ۔

(12) حضرت مسطح۔ ان کا نام عوف بن اثاثہ بن عباد بن مطلب تھا۔ یہ کل بارہ افراد تھے۔

بنی عبد شمس

بنی عبد شمس بن عبد مناف میں سے یہ افراد شریک ہوئے:

(1) حضرت عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس۔ آپ اپنی زوجہ حضرت رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ کی علالت کے سبب مدینہ منورہ میں ٹھہر گئے لیکن رسول اللہ ﷺ نے آپ کو بھی مالِ غنیمت سے حصہ عطا فرمایا۔ آپ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ اور میرا ثواب؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ہاں تمہیں جہاد کا ثواب بھی ملے گا۔

(2) حضرت ابوحذیفہ بن عتبہ بن عبد شمس۔

(3) حضرت ابوحذیفہ کے آزاد کردہ غلام حضرت سالم۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: ابوحذیفہ کا نام مہشم ہے۔

حضرت سالم کا نسب

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: حضرت سالم کو ثبیتہ بنت یعار بن زید بن عبید بن زید بن مالک بن عوف بن عمرو بن عوف ابن مالک بن اوس نے بت کے نام پر آزاد کیا تھا۔ وہ حضرت ابو

ہم نے بھی گزشتہ صفحات میں ایک طائفہ کے انساب بیان کئے ہیں جن کے انساب حضرت ابن اسحاق نے اس باب میں ذکر نہیں کئے۔ ان میں سے ایک ابوالہیثم بن مالک بن تیہان ہیں جن کا تعارف بیعت عقبہ میں گزر چکا ہے اور یہ بقول ابن اسحاق بنی اراش سے ہیں۔ حضرت ابن ہشام نے

حذیفہ کے پاس آ گئے تو آپ نے ان کو متبنی بنالیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ثبیتہ بنت یعار حضرت ابو حذیفہ بن عتبہ کی بیوی تھی۔ اس نے سالم کو بت کے نام پر آزاد کر دیا۔ اس بنا پر حضرت سالم کو حضرت ابو حذیفہ کا آزاد کردہ غلام کہا جانے لگا۔

(4) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: لوگوں کا بیان ہے کہ ابوالعاص بن امیہ بن عبد شمس کے آزاد کردہ غلام حضرت صبیح نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جنگ میں حاضر ہونے کی تیاری تو کی لیکن بعد میں بیمار ہونے کی وجہ سے حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد بن ہلال بن عبداللہ بن مخزوم کو اپنے اونٹ پر سوار کر دیا۔ اس کے بعد حضرت صبیح تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حاضر رہے۔

بنی عبد شمس کے حلفاء

بنی عبد شمس کی شاخ بنی اسد بن خزیمہ کے حلفاء میں سے یہ افراد شریک ہوئے:

(1) حضرت عبداللہ بن جحش بن رئاب بن یعمر بن صبرہ بن مرہ بن کبیر بن غنم بن دودان بن اسد۔

(2) حضرت عکاشہ بن محصن بن حرثان بن قیس بن مرہ بن کبیر بن غنم بن دودان بن اسد۔

(3) حضرت شجاع بن وہب بن ربیعہ بن اسد بن صہیب بن مالک بن کبیر بن غنم بن دودان بن اسد۔

(4) حضرت شجاع کے بھائی حضرت عقبہ بن وہب۔

(5) حضرت یزید بن رقیش بن رئاب بن یعمر بن صبرہ بن مرہ بن کبیر بن غنم بن دودان بن اسد۔

(6) حضرت عکاشہ بن محصن کے بھائی حضرت ابوسنان بن محصن بن حرثان بن قیس۔

(7) حضرت ابوسنان کے بیٹے سنان بن ابی سنان۔

(8) حضرت محرز بن نضلہ بن عبداللہ بن مرہ بن کبیر بن غنم بن دودان بن اسد۔

(9) حضرت ربیعہ بن اکثم بن سخبرہ بن عمرو بن لکیز بن عامر بن غنم بن دودان بن اسد۔

اراشہ کہا ہے۔

حضرت ابن اسحاق نے بنی حارث بن فہر کے ضمن میں عیاض بن ابی زہیر کا ذکر کیا ہے۔ شیخ ابوبحر کے نسخہ اور دیگر صحیح نسخوں میں اسی طرح مذکور ہے لیکن یہ وہم ہے اور صحیح عیاض بن زہیر ہے۔ البتہ یہ وہم

بنی کبیر کے حلفاء

بنی کبیر بن غنم بن دودان بن اسد کے حلفاء میں سے ان حضرات نے شرکت کی:

(1) حضرت ثقف بن عمرو۔

(2) اوران کے دونوں بھائی حضرت مالک بن عمرو اور

(3) حضرت مدلج بن عمرو۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ حضرت مدلاج بن عمرو ہیں۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: یہ حضرات بنی حجر آل بنی سلیم میں سے تھے۔

(4) اوران کے حلیف حضرت ابومخشی۔ یہ کل سولہ آدمی تھے۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ ابومخشی طائی ہیں جن کا نام سوید بن مخشی ہے۔

بنی نوفل

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بنی نوفل بن عبد مناف سے دو آدمی شریک ہوئے:

(1) حضرت عتبہ بن غزوان بن جابر بن وہب بن نسیب بن مالک بن حارث بن مازن بن منصور بن عکرمہ بن خصفہ بن قیس بن غیلان۔

(2) حضرت عتبہ بن غزوان کے آزاد کردہ غلام حضرت خباب۔

بنی اسد

بنی اسد بن عبد العزی بن قصی سے تین افراد شریک ہوئے:

(1) حضرت زبیر بن عوام بن خویلد بن اسد۔

(2) حضرت حاطب بن ابی بلتعہ۔

(3) حضرت حاطب کے آزاد کردہ غلام حضرت سعد۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: حضرت حاطب کے باپ ابو بلتعہ کا نام عمرو لخمی ہے اور حضرت حاطب کے آزاد کردہ غلام حضرت سعد کلبی ہیں۔

حضرت ابن اسحاق کی طرف سے نہیں کیونکہ انہوں نے مہاجرین حبشہ میں ان کا ذکر کرتے ہوئے ان کا صحیح نام عیاض بن زہیر ہی ذکر کیا ہے۔ اسی طرح انہوں نے ان کے بھتیجے کا نام عمرو بن حارث بن

بنی عبدالدار

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بنی عبدالدار بن قصی سے دو آدمی شریک ہوئے:

(1) حضرت مصعب بن عمیر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار بن قصی۔

(2) حضرت سویبط بن سعد بن حریملہ بن مالک بن عمیلہ بن سباق بن عبدالدار بن قصی۔

بنی زہرہ

بنی زہرہ بن کلاب سے آٹھ افراد شریک ہوئے:

(1) حضرت عبدالرحمٰن بن عوف بن عبد عوف بن عبد بن حارث بن زہرہ۔

(2) حضرت سعد بن ابی وقاص مالک بن اہیب بن عبد مناف بن زہرہ۔

(3) حضرت سعد کے بھائی حضرت عمیر بن ابی وقاص۔

بنی زہرہ کے حلفاء میں سے یہ افراد شریک ہوئے:

(4) حضرت مقداد بن عمرو بن ثعلبہ بن مالک بن ربیعہ بن ثمامہ بن مطرود بن عمرو بن سعد بن زہیر بن ثور بن ثعلبہ بن مالک بن شرید بن ہزل بن قائش بن دریم بن قین بن اہود بن بہراء بن عمرو بن حاف بن قضاعہ۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: ہزل بن قاس بن ذرا اور دہیر بن ثور بھی کہا گیا ہے۔

(5) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: نیز حضرت عبداللہ بن مسعود بن حارث بن شمخ بن مخزوم بن صاہلہ بن کاہل بن حارث بن تمیم بن سعد بن ہذیل۔

(6) حضرت مسعود بن ربیعہ بن عمرو بن سعد بن عبدالعزی بن حمالہ بن غالب بن محلم بن عائذہ بن سبیع بن ہون بن خزیمہ۔ ان کا تعلق قارہ سے ہے۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: قارہ ان کا لقب ہے۔ کہا جاتا ہے:

زہیر ذکر کیا ہے اور غنم بن زہیر، عیاض بن غنم صاحب فتوحات کے والد ہیں جن کے متعلق ابن رقیات نے یہ شعر کہا:

وَ عِيَاضٌ وَ مَا عِيَاضُ بْنُ غَنْمٍ كَانَ مِنْ خَيْرِ مَنْ تُجِنُّ النِّسَاءُ

''اور عیاض بن غنم ان بہترین لوگوں میں سے ہے جنہیں عورتیں جنتی ہیں''۔

قَدْ اَنْصَفَ الْقَارَةَ مَنْ رَامَاهَا

"جس شخص نے قارہ کے ساتھ تیر اندازی کی اس نے انصاف کیا"۔

یہ لوگ تیر انداز تھے۔

(7) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: نیز حضرت ذوالشمالین بن عبد عمرو بن نضلہ بن غبشان بن سلیم بن ملکان بن اقصی بن حارثہ بن عمرو بن عامر۔ ان کا تعلق بنی خزاعہ سے ہے۔ حضرت ابن ہشام نے کہا: انہیں بہت زیادہ تنگدست ہونے کی وجہ سے ذوالشمالین کہا جاتا تھا اور ان کا نام عمیر تھا۔

(8) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: نیز حضرت خباب بن ارت۔ ان کا تعلق بنی تمیم سے ہے، ان کی اولاد کوفہ میں ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان کا تعلق بنی خزاعہ سے ہے۔

بنی تیم

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بنی تیم بن مرہ سے پانچ آدمی شریک ہوئے:

(1) حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ آپ کا نام عتیق بن عثمان بن عامر بن کعب بن سعد بن تیم ہے۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نام عبداللہ ہے اور عتیق آپ کے خوبصورت ہونے اور دوزخ سے آزاد ہونے کی وجہ سے آپ کا لقب ہے۔

(2) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا نیز حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام حضرت بلال، آپ بنی جمح کی اولاد سے ہیں۔ آپ کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے امیہ بن خلف سے خریدا تھا۔ آپ کے والد کا نام رباح ہے، آپ کی کوئی اولاد نہ تھی۔

(3) حضرت عامر بن فہیرہ۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: حضرت عامر بن فہیرہ بنی اسد کی اولاد سے ہیں۔ آپ کو بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سے خریدا تھا۔

اور حارث بن زہیر عمرو بن حارث بن زہیر کے والد ہیں۔ حضرت ابن اسحاق نے بھی عمرو بن حارث کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ آپ ابن زہیر ہیں نہ کہ ابن ابی زہیر۔ والحمدللہ۔

حضرت ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عاصم بن عدی غزوۂ بدر میں شریک نہیں ہوئے تھے کیونکہ حضرت موسیٰ بن عقبہ وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مقام روحاء سے انہیں واپس بھیج دیا تھا۔ واقعہ یوں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں قباء اور عالیہ کی بستیوں میں اپنا نائب مقرر کیا

(4) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا نیز حضرت صہیب بن سنان، آپ کا تعلق بنی نمر بن قاسط سے ہے۔

نمر کا نسب

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: نمر کا نسب یہ ہے نمر بن قاسط بن ہنب بن افصی بن جدیلہ بن اسد بن ربیعہ بن نزار۔ یوں بھی کہا جاتا ہے افصی بن دعمی بن جدیلہ بن اسد بن ربیعہ بن نزار۔ بعض کا قول ہے کہ حضرت صہیب، عبداللہ بن جدعان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم کے آزاد کردہ غلام تھے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ رومی ہیں۔ جن لوگوں نے آپ کو بنی عامر بن قاسط میں شمار کیا ہے ان کا بیان ہے کہ آپ روم میں قید تھے۔ بنی نمر نے آپ کو وہاں سے خرید لیا تھا اور حدیث شریف میں بھی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: صُهَيْبٌ سَابِقُ الرُّوْمِ ''یعنی صہیب رومیوں میں سے سبقت لے جانے والے ہیں''۔

(5) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: اور حضرت طلحہ بن عبیداللہ بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم۔ آپ ملک شام گئے ہوئے تھے اور اس وقت واپس آئے جب رسول اللہ ﷺ بدر سے واپس تشریف لا رہے تھے۔ حضور ﷺ نے آپ کو مالِ غنیمت سے حصہ عطا فرمایا۔ آپ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اور میرا ثواب؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ہاں، تم کو ثواب بھی ملے گا۔

بنی مخزوم

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بنی مخزوم بن یقظہ بن مرہ سے پانچ افراد شریک ہوئے:

(1) حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد۔ آپ کا نام عبداللہ بن عبدالاسد بن ہلال بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم ہے۔

(2) حضرت شماس بن عثمان بن شرید بن سوید بن ہرمی بن عامر بن مخزوم۔

ہوا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کو مسجد ضرار کے منافقین کی طرف سے کسی خطرہ کی خبر پہنچی تو آپ ﷺ نے انہیں اس کی نگرانی کے لئے واپس بھیج دیا لیکن اصحاب بدر کے ساتھ مالِ غنیمت میں ان کا حصہ بھی نکالا۔ انہی عاصم کا ذکر حدیث لعان میں ہے جنہیں عویمر بن ابیض یا ابن اشقر عجلانی کہا جاتا ہے۔ اس حدیث میں ان کا ذکر یوں آتا ہے: ''اے عاصم! میرے لئے رسول اللہ ﷺ سے اس (لعان) کے متعلق مسئلہ دریافت کیجئے''۔ ان کا وصال 45ھ میں ہوا۔ اس وقت آپ کی عمر ایک سو بیس سال تھی۔ ان کی کنیت ابوعمر اور ایک قول کے مطابق ابوعبداللہ ہے۔

شماس کی وجہ تسمیہ

حضرت ابن ہشام نے فرمایا شماس کا نام عثمان ہے اور ابن شہاب زہری وغیرہ کا بیان ہے کہ آپ کو شماس کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ایام جاہلیت میں بنی شماسہ سے ایک شماس مکہ مکرمہ آیا جو بہت خوبصورت تھا۔ اس کے حسن و جمال کو دیکھ کر مکہ کے لوگ متعجب ہوئے۔ عثمان کے ماموں عتبہ بن ربیعہ نے کہا: میں تمہیں اس شماس سے زیادہ حسین شماس دکھاتا ہوں، اس نے اپنے بھتیجے عثمان بن عثمان کو لا کر دکھایا۔ اس وقت سے لوگ عثمان کو شماس کہنے لگے۔

(3) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا تو حضرت ارقم بن ابی ارقم عبد مناف بن ابو جندب اسد بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم۔

(4) حضرت عمار بن یاسر، حضرت ابن ہشام نے فرمایا: حضرت عمار بن یاسر عنسی قبیلہ مذحج سے تھے۔

(5) حضرت معتب بن عوف بن عامر بن فضل بن عفیف بن کلیب بن حبشیہ بن سلول بن کعب بن عمرو۔ یہ بنی خزاعہ سے بنی مخزوم کے حلیف تھے۔ انہی کو عیہامہ کہا جاتا ہے۔

بنی عدی بن کعب اور ان کے حلفاء

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بنی عدی بن کعب سے چودہ افراد شریک ہوئے:

(1) حضرت سیدنا عمر بن خطاب بن نفیل بن عبدالعزی بن ریاح بن عبداللہ بن قرط بن رزاح بن عدی۔

(2) آپ کے بھائی حضرت زید بن خطاب۔

(3) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام حضرت مہجع یمنی۔ یہ غزوۂ بدر میں تیر کی ضرب سے شہید ہونے والے پہلے مسلمان تھے۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: حضرت مہجع، عک بن عدنان کی اولاد سے تھے۔

حضرت خوات کا قصہ

حضرت ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت خوات بن جبیر کو واپس بھیج دیا اور بعد میں انہیں مال غنیمت سے حصہ عطا فرمایا۔ آپ ﷺ نے انہیں مقام صفراء سے واپس لوٹایا تھا۔ ابن عقبہ نے اس کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ ان کے پاؤں پر ایک پتھر لگا جس سے پاؤں سوج گیا

(4) حضرت عمرو بن سراقہ بن معتمر بن انس بن اذاۃ بن عبداللہ بن قرط بن ریاح بن رزاح بن عدی بن کعب۔

(5) ان کے بھائی حضرت عبداللہ بن سراقہ۔

(6) بنی عدی کے حلیف حضرت واقد بن عبداللہ بن عبد مناف بن عرین بن ثعلبہ بن یربوع بن حنظلہ بن مالک بن زید مناۃ بن تمیم۔

(7) ان کے دوسرے حلیف حضرت خولی بن ابی خولی۔

(8) ان کے تیسرے حلیف حضرت مالک بن ابی خولی۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا ابوخولی، بنی عجل بن لجیم بن صعب بن علی بن بکر بن وائل سے تھے۔

(9) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: نیز بنی عنز بن وائل سے آلِ خطاب کے حلیف حضرت عامر بن ربیعہ، حضرت ابن ہشام نے فرمایا: عنز بن وائل بن قاسط بن ہنب بن افصی بن جدیلہ بن اسد بن ربیعہ بن نزار۔ یوں بھی کہا جاتا ہے: افصی بن دعمی بن جدیلہ۔

(10) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: نیز اور بنی سعد بن لیث سے ان کے حلیف حضرت عامر بن بکیر بن عبد یالیل بن ناشب بن غیرہ۔

(11) حضرت عاقل بن بکیر۔

(12) حضرت خالد بن بکیر اور

(13) حضرت اباس بن بکیر۔

(14) حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل بن عبدالعزی بن عبداللہ بن قرط بن ریاح بن رزاح بن عدی بن کعب۔ آپ رسول اللہ ﷺ کی بدر سے واپسی کے بعد شام سے واپس آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں مالِ غنیمت سے حصہ عطا فرمایا۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! اور میرا ثواب؟ حضور ﷺ نے فرمایا: تمہیں جہاد کا ثواب بھی ملے گا۔

اور آپ کے لئے چلنا مشکل ہو گیا۔ اس لئے نبی کریم ﷺ نے انہیں واپس بھیج دیا۔ یہ خوات ایامِ جاہلیت میں خولہ ذات النحیین کے خاوند تھے جو کہ قبیلہ بنی تیم اللہ بن ثعلبہ بن عکابہ بن صعب بن علی بن بکر بن وائل کی ایک عورت تھی۔ روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت خوات سے اس کے متعلق پوچھا تو آپ مسکرائے اور عرض کی یا رسول ﷺ اللہ نے مجھے بہت بہتر رزق عطا فرمایا ہے اور میں نفع کے بعد نقصان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔ یہ بھی مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ان سے پوچھا

بنی جمح بن عمرو اور ان کے حلفاء

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بنی جمح بن عمرو بن ہصیص بن کعب سے پانچ افراد شریک ہوئے:

(1) حضرت عثمان بن مظعون بن حبیب بن وہب بن حذافہ بن جمح۔

(2) ان کے بیٹے حضرت سائب بن عثمان۔

(3) ان کے دو بھائی حضرت قدامہ بن مظعون اور

(4) حضرت عبداللہ بن مظعون۔

(5) حضرت معمر بن حارث بن معمر بن حبیب بن وہب بن حذافہ بن جمح۔

بنی سہم بن عمرو

بنی سہم بن عمرو بن ہصیص بن کعب سے ایک شخص حضرت خنیس بن حذافہ بن قیس بن عدی بن سعد بن سہم شریک ہوئے۔

بنی عامر بن لؤی

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بنی عامر بن لؤی کی شاخ بنی مالک بن حسل بن عامر سے پانچ افراد شریک ہوئے:

(1) حضرت ابوسبرہ بن ابی رہم بن عبدالعزی بن ابی قیس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل۔

(2) حضرت عبداللہ بن مخرمہ بن عبدالعزی بن ابی قیس بن عبدود بن نصر بن مالک۔

(3) حضرت عبداللہ بن سہیل بن عمرو بن عبد شمس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل۔ یہ اپنے باپ سہیل بن عمرو کے ہمراہ مکہ سے آئے تھے۔ جب مسلمان بدر میں آ کر ٹھہرے تو آپ بھاگ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور آپ کے ساتھ مل کر جہاد کیا۔

(4) حضرت سہیل بن عمرو کے آزاد کردہ غلام حضرت عمیر بن عوف۔

تمہارے بدکے ہوئے اونٹ کا کیا بنا؟ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! اسے اسلام نے جکڑ دیا ہے۔ اس بدکے ہوئے اونٹ کا واقعہ یوں بیان کیا گیا ہے کہ دور جاہلیت میں ایک روز حضرت خوات چند ایسی عورتوں کے پاس سے گزرے جن کا حسن دیکھ کر وہ بہت متعجب ہوئے، انہوں نے عورتوں سے کہا: میرا اونٹ بدکا ہوا ہے، اس کے لئے ایک رسی (ڈھنگا) بنا دیں۔ اس بہانے سے آپ ان کے پاس بیٹھ گئے

(5) بنی مالک کے حلیف حضرت سعد بن خولہ۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: حضرت سعد بن خولہ یمنی تھے۔

بنی حارث بن فہر

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بنی حارث بن فہر سے پانچ افراد شریک ہوئے:

(1) حضرت ابوعبیدہ بن جراح اور یہ عامر بن عبداللہ بن جراح بن ہلال بن اہیب بن ضبہ بن حارث ہیں۔

(2) حضرت عمرو بن حارث بن زہیر بن ابی شداد بن ربیعہ بن ہلال بن اہیب بن ضبہ بن حارث۔

(3) حضرت سہیل بن وہب بن ربیعہ بن ہلال بن ابی اہیب بن ضبہ بن حارث۔

(4) ان کے بھائی حضرت صفوان بن وہب۔ یہ دونوں بیضاء کے بیٹے تھے۔

(5) حضرت عمرو بن ابی سرح بن ربیعہ بن ہلال بن وہب بن ضبہ بن حارث۔

مہاجرین اصحاب بدر کی تعداد

یہ تمام مہاجرین جو غزوۂ بدر میں شریک ہوئے اور جنہیں رسول اللہ ﷺ نے مالِ غنیمت سے حصہ عطا فرمایا، تراسی افراد تھے رضی اللہ عنہم اجمعین۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: حضرت ابن اسحاق کے علاوہ کثیر اہل علم مندرجہ ذیل افراد کو بھی مہاجرین اصحاب بدر میں شمار کرتے ہیں:

بنی عامر بن لوی سے حضرت وہب بن سعد بن ابی سرح اور حضرت حاطب بن عمرو اور بنی حارث بن فہر سے حضرت عیاض بن ابی زہیر۔

انصار اصحابِ بدر (قبیلہ اوس)

بنی عبدالاشہل

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: غزوۂ بدر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ انصار کے قبیلہ بنی

اور ان سے باتیں کرنے لگے۔ اسی دوران رسول اللہ ﷺ کا وہاں سے گزر ہوا تو آپ ﷺ نے ان سے رخ انور پھیر لیا۔ پھر جب آپ اسلام لائے تو حضور ﷺ نے مسکراتے ہوئے اس بدکے ہوئے اونٹ کے متعلق دریافت فرمایا۔ حضرت خوات نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ اسے اسلام نے

اوس بن حارث بن ثعلبہ بن عمرو بن عامر کی شاخ بنی عبد الاشہل بن جشم بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس سے چار افراد شریک ہوئے:

(1) حضرت سعد بن معاذ بن نعمان بن امرؤ القیس بن زید بن عبد الاشہل۔

(2) حضرت عمرو بن معاذ بن نعمان۔

(3) حضرت حارث بن اوس بن معاذ بن نعمان۔

(4) حضرت حارث بن انس بن رافع بن امرؤ القیس۔

بنی عبید بن کعب

بنی عبید بن کعب بن عبد الاشہل سے ایک شخص حضرت سعد بن زید بن مالک بن عبید شریک ہوئے۔

بنی زعوراء بن عبد الاشہل اور ان کے حلفاء

بنی زعوراء بن عبد الاشہل سے یہ افراد شریک ہوئے:

(1) حضرت سلمہ بن سلامہ بن وقش بن زغبہ بن زعوراء۔

(2) حضرت عباد بن بشر بن وقش بن زغبہ بن زعوراء۔

(3) حضرت سلمہ بن ثابت بن وقش۔

(4) حضرت رافع بن یزید بن کرز بن سکن بن زعوراء۔

(5) حضرت حارث بن خزمہ بن عدی بن ابی بن غنم بن مجدعہ بن حارثہ بن حارث۔ یہ بنی عوف بن خزرج سے ان کے حلیف تھے۔

(6) بنی حارثہ بن حارث سے ان کے حلیف حضرت محمد بن مسلمہ بن خالد بن عدی بن مجدعہ بن حارثہ بن حارث۔

(7) بنی حارثہ بن حارث سے ان کے دوسرے حلیف حضرت سلمہ بن اسلم بن حریش بن عدی بن مجدعہ بن حارثہ بن حارث۔ حضرت ابن ہشام نے اسلم بن حریس بن عدی ذکر کیا ہے۔

جکڑ دیا ہے۔

واقدی نے ان کی کنیت ابو صالح بیان کی ہے جبکہ نمری نے حضرت خوات سے مروی ایک حدیث میں روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے انہیں ابو عبد اللہ کی کنیت سے پکارا۔ واقعہ یوں ہے کہ حضرت خوات حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ایک قافلہ میں سفر کر رہے تھے، قافلے

(8) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: نیز حضرت ابوالہیثم بن تیہان۔

(9) حضرت عبید بن تیہان۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: عتیک بن تیہان بھی کہا جاتا ہے۔

(10) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: نیز حضرت عبداللہ بن سہل۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ بنی زعوراء کے ایک فرد ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ بنی غسان سے ہیں۔

بنی سواد بن کعب

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بنی ظفر کی شاخ بنی سواد بن کعب اور کعب ہی کا نام ظفر ہے۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: ظفر بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس۔ ان سے دو آدمی شریک ہوئے:

(1) حضرت قتادہ بن نعمان بن زید بن عامر بن سواد۔

(2) حضرت عبید بن اوس بن مالک بن سواد۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: حضرت عبید بن اوس کو مقرن کہا جاتا ہے کیونکہ آپ نے بدر کے روز چار کافروں کو اکٹھا قید کیا تھا، یہی وہ شخص ہیں جنہوں نے اس روز عقیل بن ابی طالب کو قید کیا تھا۔

بنی عبد بن رزاح اور ان کے حلفاء

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بنی عبد بن رزاح بن کعب سے تین آدمی شریک ہوئے:

(1) حضرت نصر بن حارث بن عبد۔

(2) حضرت معتب بن عبد۔

(3) قبیلہ بلی سے ان کے حلفاء میں سے حضرت عبداللہ بن طارق۔

بنی حارثہ

بنی حارثہ بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس سے تین افراد شریک ہوئے:

(1) حضرت مسعود بن سعد بن عامر بن عدی بن جشم بن مجدعہ بن حارثہ۔ حضرت ابن ہشام نے

والوں نے ان سے کہا: ہمیں ضرار کے چند اشعار سناؤ۔ لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں بلکہ ابوعبداللہ کو اس کے اپنے دل سے نکلے ہوئے شعر سنانے دو۔ چنانچہ انہوں نے ایسے شعر پڑھے جو جادو اثر تھے حتیٰ کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابوعبداللہ! اپنی زبان بند کرو، اس کلام نے تو ہم پر جادو کر دیا ہے۔

فرمایا مسعود بن عبد سعد بھی کہا جاتا ہے۔

(2) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: حضرت ابوعبس بن جبیر بن عمرو بن زید بن جشم بن مجدعہ بن حارثہ۔

(3) قبیلہ بلی سے ان کے حلفاء میں سے حضرت ابو بردہ ہانی بن نیار بن عمرو بن عبید بن کلاب بن دہمان بن غنم بن ذبیان بن ہمیم بن کاہل بن ذہل بن ہنی بن بلی بن عمرو بن حاف بن قضاعہ۔

بنی عمرو

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بنی عمرو بن عوف بن مالک بن اوس کی شاخ بنی ضبیعہ بن زید بن مالک بن عوف بن عمرو بن عوف سے پانچ افراد شریک ہوئے:

(1) حضرت عاصم بن ثابت بن ابوالاقلح قیس بن عصمہ بن مالک بن امہ بن ضبیعہ۔

(2) حضرت معتب بن قشیر بن ملیل بن زید بن عطاف بن ضبیعہ۔

(3) حضرت ابوملیل بن ازعر بن زید بن عطاف بن ضبیعہ۔

(4) حضرت عمرو بن معبد بن ازعر بن زید بن عطاف بن ضبیعہ۔ حضرت ابن ہشام نے عمیر بن معبد کہا ہے۔

(5) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا نیز حضرت سہل بن حنیف بن واہب بن عکیم بن ثعلبہ بن مجدعہ بن حارث بن عمرو۔ اسی عمرو کو بحزج بن عوف بن عمرو بن عوف کہا جاتا ہے۔

بنی امیہ بن زید

بنی امیہ بن زید بن مالک سے نو افراد شریک ہوئے:

(1) حضرت مبشر بن عبدالمنذر بن زنبر بن زید بن امیہ۔

(2) حضرت رفاعہ بن عبدالمنذر بن زنبر۔

(3) حضرت سعد بن عبید بن نعمان بن قیس بن عمرو بن زید بن امیہ۔

نعمان بن عصر کا نسب

حضرت ابن اسحاق نے حضرت نعمان بن عصر کا ذکر کیا ہے لیکن ان کا نسب بیان نہیں کیا۔ ان کا نسب یہ ہے: نعمان بن عصر بن ربیع بن حارث بن ادیم بلوی۔ ایک قول یہ ہے: نعمان بن عصر بن عبید بن وائلہ بن حارثہ بلوی۔ یہ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔

(4) حضرت عویم بن ساعدہ۔

(5) حضرت رافع بن عنجدہ اور بقول ابن ہشام عنجدہ ان کی ماں کا نام ہے۔

(6) حضرت عبید بن ابی عبید۔

(7) حضرت ثعلبہ بن حاطب۔

(8) حضرت ابولبابہ بن عبدالمنذر ر۔

(9) حضرت حارث بن حاطب۔

لوگوں کا بیان ہے کہ حضرت ابولبابہ بن عبدالمنذر ر اور حضرت حارث بن حاطب دونوں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ جہاد کے لئے روانہ ہوئے مگر آپ ﷺ نے انہیں واپس بھیج دیا اور حضرت ابولبابہ کو مدینہ منورہ کا امیر مقرر فرمایا اور دیگر اصحاب بدر کے ساتھ مالِ غنیمت میں ان کا حصہ بھی نکالا۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے ان کو مقام روحاء سے واپس بھیجا اور حضرت حارث کے والد حاطب بن عمرو بن عبید بن امیہ ہیں اور ابولبابہ کا نام بشیر ہے۔

بنی عبید اور ان کے حلفاء

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بنی عبید بن زید بن مالک سے سات آدمی شریک ہوئے:

(1) حضرت انیس بن قتادہ بن ربیعہ بن خالد بن حارث بن عبید۔

(2) حضرت معن بن عدی بن جد بن عجلان بن ضبیعہ۔

(3) حضرت ثابت بن اقرم بن ثعلبہ بن عدی بن عجلان۔

(4) حضرت عبداللہ بن سلمہ بن مالک بن حارث بن عدی بن عجلان۔

(5) حضرت زید بن اسلم بن ثعلبہ بن عدی بن عجلان۔

(6) حضرت ربعی بن رافع بن زید بن حارثہ بن جد بن عجلان۔

(7) حضرت عاصم بن عدی بن جد بن عجلان۔ یہ جہاد کے لئے نکلے لیکن رسول اللہ ﷺ نے

انساب کی تصحیح

زید بن ودیعہ کے نسب میں جزء بن عدی کا ذکر آیا ہے۔ ابو بحر نے ذکر کیا ہے کہ میں نے یہ نام ابو الولید سے روایت کرتے ہوئے زاء کے سکون کے ساتھ جَزْء بیان کیا ہے اور میں نے ان کے علاوہ دیگر تمام علماء کی روایت زاء کے کسرہ کے ساتھ پائی ہیں۔

انہیں واپس بھیج دیا اور دیگر اصحاب بدر کے ساتھ انہیں بھی مالِ غنیمت سے حصہ عطا فرمایا۔

بنی ثعلبہ بن عمرو

بنی ثعلبہ بن عمرو بن عوف سے سات افراد شریک ہوئے:

(1) حضرت عبداللہ بن جبیر بن نعمان بن امیہ بن برک امرؤالقیس بن ثعلبہ۔

(2) حضرت عاصم بن قیس۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ عاصم بن قیس بن ثابت بن نعمان بن امیہ بن امرؤالقیس بن ثعلبہ ہیں۔

(3) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: نیز حضرت ابوضیاح بن ثابت بن نعمان بن امیہ بن امرؤ القیس بن ثعلبہ۔

(4) حضرت ابوحنہ۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا یہ حضرت ابوضیاح کے بھائی ہیں۔ انہیں ابوحیہ بھی کہا جاتا ہے اور امرؤالقیس کو برک بن ثعلبہ بھی کہا جاتا ہے۔

(5) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا نیز حضرت سالم بن عمیر بن ثابت بن نعمان بن امیہ بن امرؤ القیس بن ثعلبہ۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: ثابت بن عمرو بن ثعلبہ بھی کہا جاتا ہے۔

(6) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا نیز حضرت حارث بن نعمان بن امیہ بن امرؤالقیس بن ثعلبہ۔

(7) حضرت خوات بن جبیر بن نعمان۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں بھی دیگر اصحاب بدر کے ساتھ مالِ غنیمت سے حصہ عطا فرمایا۔

بنی جحجبی اور ان کے حلفاء

بنی جحجبی بن کلفہ بن عوف بن عمرو بن عوف سے دو آدمی شریک ہوئے:

(1) حضرت منذر بن محمد بن عقبہ بن احیحہ بن حلاح بن حریش بن جحجبی بن کلفہ۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا حریث بن جحجبی بھی کہا گیا۔

(2) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا نیز بنی انیف سے ان کے حلفاء میں سے حضرت ابوعقیل بن

حضرت ابن اسحاق نے رافع بن عنجدہ کا ذکر کیا ہے اور حضرت ابن ہشام نے کہا ہے کہ عنجدہ ان کی ماں کا نام ہے لیکن آپ نے ان کے باپ کا ذکر نہیں کیا۔ ان کا باپ عبدالحارث ہے اور عنجدہ کشمش کی گٹھلی کو کہا جاتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ کشمش کو ہی عنجدہ کہتے ہیں اور اس کی گٹھلی کو فرصد، فرصید یا فرصاد کہتے ہیں۔ یہ حضرت ابوحنیفہ کا قول ہے۔

عبداللہ بن ثعلبہ بن بیحان بن عامر بن عامر بن حارث بن مالک بن عامر بن انیف بن جشم بن عبداللہ بن تیم بن اراش بن عامر بن عمیلہ بن قسمیل بن فران بن بلی بن عمرو بن حاف بن قضاعہ۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: تمیم بن اراشہ اور قسمیل بن فاران بھی کہا گیا ہے۔

بنی غنم بن سلم

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بنی غنم بن سلم بن امرؤالقیس بن مالک بن اوس سے پانچ افراد شریک ہوئے:

(1) حضرت سعد بن خیثمہ بن حارث بن مالک بن کعب بن نحاط بن کعب بن حارثہ بن غنم۔

(2) حضرت منذر بن قدامہ بن عرفجہ۔

(3) حضرت مالک بن قدامہ بن عرفجہ۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: عرفجہ بن کعب بن نحاط بن کعب بن حارثہ بن غنم۔

(4) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا نیز حضرت حارث بن عرفجہ۔

(5) بنی غنم کے آزاد کردہ غلام حضرت تمیم۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: حضرت تمیم، سعد بن خیثمہ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

بنی معاویہ بن مالک اور ان کے حلفاء

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بنی معاویہ بن مالک بن عوف بن عمرو بن عوف سے تین آدمی

حضرت کعب بن جماز کا ذکر آیا ہے۔ یہ جیم اور زاء کے ساتھ جماز ہے۔ جس طرح حضرت ابن ہشام کا قول ہے نہ کہ جس طرح حضرت ابن اسحاق کا قول ہے کیونکہ اہل نسب کے نزدیک حضرت ابن ہشام کا قول معتبر ہے۔ البتہ دارقطنی نے ایک تیسری روایت بھی ذکر کی ہے کہ یہ نون اور حاء مکسورہ کے ساتھ ابن حمان ہے۔

اصحاب بدر میں حضرت ابوحمیضہ کا ذکر آیا ہے اور یہ کہ ان کا نام معبد بن عباد ہے۔ حضرت ابوعمر نے فرمایا: حضرت ابراہیم بن سعد نے حضرت ابن اسحاق سے روایت کرتے ہوئے اسی طرح بیان کیا ہے جبکہ ان کے علاوہ دیگر علماء حضرت ابن اسحاق سے روایت کرتے ہوئے خاء منقوطہ اور صاد مہملہ کے ساتھ ابوخمیصہ بیان کرتے ہیں۔

بلویوں کے درمیان حضرت ابوعقیل کا ذکر آیا ہے لیکن حضرت ابن اسحاق نے ان کا نام ذکر نہیں

شریک ہوئے:

(1) حضرت جبیر بن عتیک بن حارث بن قیس بن ہیشہ بن حارث بن امیہ بن معاویہ۔

(2) بنی مزینہ سے ان کے حلیف حضرت مالک بن نمیلہ۔

(3) قبیلہ بلی سے ان کے حلیف حضرت نعمان بن عصر۔

اوسی اصحاب بدر کی تعداد

یہ قبیلہ اوس کے کل اکسٹھ افراد تھے جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوۂ بدر میں شریک ہوئے اور آپ ﷺ نے انہیں مالِ غنیمت سے حصہ عطا فرمایا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

انصار اصحاب بدر (قبیلہ خزرج)

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: انصار کے قبیلہ خزرج کی درج ذیل شاخوں کے لوگ غزوۂ بدر میں شریک ہوئے:

بنی امرؤ القیس

قبیلہ خزرج بن حارثہ بن ثعلبہ بن عمرو بن عامر کی شاخ بنی حارث بن خزرج پھر ان کی شاخ بنی امرؤ القیس بن مالک بن ثعلبہ بن کعب بن خزرج بن حارث بن خزرج سے چار افراد شریک ہوئے:

کیا۔ زمانہ جاہلیت میں ان کا نام عبدالعزی تھا، پھر نبی کریم ﷺ نے ان کا نام عبدالرحمٰن عدو الاوثان (رحمٰن کا بندہ بتوں کا دشمن) رکھ دیا۔ انہوں نے جنگ یمامہ میں جامِ شہادت نوش کیا۔

صاحب صاع

جہاں تک ایک صاع کھجوریں لانے والے حضرت ابوعقیل کا تعلق ہے جن پر منافقین نے ریا کاری کا الزام لگایا تھا تو ان کا نام حبحاث ہے۔ انہی کے حق میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: يَلْمِزُونَ الْمُطَّوِّعِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فِي الصَّدَقَٰتِ (التوبہ:۷۹)'' جو لوگ (ریا کاری کا) الزام لگاتے ہیں خوشی خوشی خیرات کرنے والوں پر مومنوں سے''۔ واقعہ یوں ہے کہ ایک دفعہ حضور نبی کریم ﷺ نے راہِ خدا میں مال خرچ کرنے کی ترغیب دی تو حضرت ابوعقیل حبحاث رضی اللہ عنہ ایک صاع کھجوریں لے کر حاضر خدمت ہوئے۔ منافقین ان کا مذاق اڑانے لگے اور کہنے لگے اللہ تعالیٰ ابوعقیل کے ایک صاع سے غنی ہے۔

(1) حضرت خارجہ بن زید بن ابی زہیر بن مالک بن امرؤالقیس۔

(2) حضرت سعد بن ربیع بن عمرو بن ابی زہیر بن مالک بن امرؤالقیس۔

(3) حضرت عبداللہ بن رواحہ بن ثعلبہ بن امرؤالقیس بن عمرو بن امرؤالقیس۔

(4) حضرت خلاد بن سوید بن ثعلبہ بن عمرو بن حارثہ بن امرؤالقیس۔

بنی زید بن مالک

بنی زید بن مالک بن ثعلبہ بن کعب بن خزرج بن حارث بن خزرج سے دو آدمی شریک ہوئے:

(1) حضرت بشیر بن سعد بن ثعلبہ بن خلاس بن زید۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا جلاس بن زید بھی کہا گیا ہے لیکن ہمارے نزدیک یہ خطا ہے۔

(2) ان کے بھائی حضرت سماک بن سعد۔

قریوش یا قریوس

اصحاب بدر کے انساب میں ابن قریوش قاف کے کسرہ اور شین منقوطہ کے ساتھ مذکور ہوا ہے جبکہ حضرت ابن ہشام نے فرمایا یہ سین کے ساتھ قریوس ہے۔ ابوالولید نے اسی طرح ذکر کیا ہے لیکن اکثر روایات میں قاف کے فتحہ اور باء کے ساتھ قَرْبُوس ہے۔ قریوش تقرش بمعنی تکسب (کمائی کرنا) سے فِعْیُوْل کا وزن ہے اور سین کے ساتھ قریوس قرس بمعنی برد (سردی) سے فَعْیُوْل کا وزن ہے۔ یہاں شین منقوطہ کے ساتھ قریوش زیادہ صحیح ہے کیونکہ یہ تقرش سے ماخوذ ہے، جس کا معنی کمائی کرنا ہے جس طرح قریش کو بھی کمائی اور تجارت کی وجہ سے قریش کہا جاتا ہے۔ یہ قطرب کا قول ہے۔

جو لوگ غزوۂ بدر میں کسی عذر کی بناء پر شریک نہ ہو سکے ان میں سے ایک بنی خزرج کے سردار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ انہیں سانپ نے ڈس لیا تھا جس کے باعث وہ جہاد پر روانہ نہ ہو سکے۔ یہ قتیبی کا قول ہے۔ اسی وجہ سے حضرت ابن اسحاق اور حضرت ابن عقبہ نے انہیں اصحابِ بدر میں ذکر نہیں کیا، لیکن ابن کلبی اور ایک جماعت نے انہیں بھی اصحابِ بدر میں ذکر کیا ہے۔

حضرت ابن اسحاق نے ابوضیاح کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ ان کا نام نعمان ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کا نام عمیر بن ثابت بن نعمان ہے۔ یہ غزوۂ خیبر میں شہید ہوئے۔

بنی عدی

بنی عدی بن کعب بن خزرج بن حارث بن خزرج سے تین افراد شریک ہوئے:

(1) حضرت سبیع بن قیس بن عیشہ بن امیہ بن مالک بن عامر بن عدی۔

(2) ان کے بھائی حضرت عباد بن قیس بن عیشہ۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا قیس بن عنبسہ بن امیہ بھی کہا گیا ہے۔

(3) حضرت عبداللہ بن عبس۔

بنی احمر

بنی احمر بن حارثہ بن ثعلبہ بن کعب بن خزرج بن حارث بن خزرج سے ایک شخص حضرت یزید بن حارث بن قیس بن مالک بن احمر شریک ہوئے۔ انہی کو ابن فسحم کہا جاتا ہے۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: فسحم ان کی ماں کا نام ہے۔ یہ قبیلہ قین بن جسر کی ایک خاتون تھیں۔

بنی جشم اور بنی زید

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: جشم اور زید دونوں جڑواں بھائی تھے۔ بنی جشم بن حارث بن خزرج اور بنی زید بن حارث بن خزرج سے چار افراد شریک ہوئے:

(1) حضرت خبیب بن اساف بن عتبہ بن عمرو بن خدیج بن عامر بن جشم۔

(2) حضرت عبداللہ بن زید بن ثعلبہ بن عبدربہ بن زید۔

(3) ان کے بھائی حضرت حریث بن زید بن ثعلبہ۔

(4) حضرت سفیان بن بشر۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا یہ سفیان بن نسر بن عمرو بن حارث بن کعب بن زید ہیں۔

بنی جدارہ

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بنی جدارہ بن عوف بن حارث بن خزرج سے چار آدمی شریک ہوئے:

(1) حضرت تمیم بن یعار بن قیس بن عدی بن امیہ بن جدارہ۔

جدارہ یا خدارہ

حضرت ابن اسحاق نے بنی نجار کے ضمن میں ان لوگوں کا ذکر کیا ہے جن کا نسب جدارہ بن حارث تک پہنچتا ہے۔ یہ جدارہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے جد اعلیٰ کا بھائی ہے۔ حضرت ابن

(2) بنی حارثہ سے حضرت عبداللہ بن عمیر۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: عبداللہ بن عمیر بن عدی بن امیہ بن جدارہ بھی کہا گیا ہے۔

(3) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا نیز حضرت زید بن مزین بن قیس بن عدی بن امیہ بن جدارہ۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ زید بن مہری ہیں۔

(4) حضرت عبداللہ بن عرفطہ بن عدی بن امیہ بن جدارہ۔

بنی ابجر

بنی ابجر اور یہی بنی خدرہ بن عوف بن حارث بن خزرج ہیں، ان سے ایک شخص حضرت عبداللہ بن ربیع بن قیس بن عمرو بن عباد بن ابجر شریک ہوئے۔

بنی عوف

بنی عوف بن خزرج کی شاخ بنی عبید بن مالک بن سالم بن غنم بن عوف بن خزرج ہے اور یہی بنی حبلی ہیں۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: حبلی کا نام سالم بن غنم بن عوف ہے۔ اسے پیٹ کے بڑا ہونے کی وجہ سے حبلی کہا جاتا تھا۔ اس قبیلہ سے دو آدمی شریک ہوئے:

(1) حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن ابی بن مالک بن حارث بن عبید جو کہ ابن سلول کے نام سے مشہور ہیں اور سلول ابی کی ماں کا نام ہے۔

(2) حضرت اوس بن خولی بن عبداللہ بن حارث بن عبید۔

بنی جزء اور ان کے حلفاء

بنی جزء بن عدی بن مالک بن سالم بن غنم سے چھ افراد شریک ہوئے:

(1) حضرت زید بن ودیعہ بن عمرو بن قیس بن جزء۔

(2) حضرت عقبہ بن وہب بن کلدہ۔ یہ بنی عبداللہ بن غطفان سے ان کے حلیف تھے۔

(3) حضرت رفاعہ بن عمرو بن زید بن عمرو بن ثعلبہ بن مالک بن سالم بن غنم۔

(4) حضرت عامر بن سلمہ بن عامر۔ یہ اہل یمن سے ان کے حلیف تھے۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: عمرو بن سلمہ بھی کہا جاتا ہے اور یہ بنی قضاعہ کی شاخ بنی بلی سے تھے۔

اسحاق کے علاوہ دیگر علماء نے اس کا نام جدارہ کے بجائے خاء مضمومہ کے ساتھ خدارہ بیان کیا ہے۔ یہ ابن درید کا قول ہے اور نمری نے بھی اسی طرح ذکر کیا ہے۔ یہ خدرہ اور خدارہ دونوں حارث کے بیٹے

(5) حضرت ابوحمیضہ معبد بن عباد بن قشیر بن مقدم بن سالم بن غنم۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ معبد بن عبادہ بن قشغر بن مقدم ہیں اور عبادہ بن قیس بن مقدم بھی کہا گیا ہے۔

(6) ان کے حلیف حضرت عامر بن بکیر۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ عامر بن عکیر ہیں اور عاصم بن عکیر بھی کہا گیا ہے۔

بنی سالم

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بنی سالم بن عوف بن عمرو بن خزرج کی شاخ بنی عجلان بن زید بن غنم بن سالم سے ایک شخص حضرت نوفل بن عبداللہ بن نضلہ بن مالک بن عجلان شریک ہوئے۔

بنی اصرم

بنی اصرم بن فہر بن ثعلبہ بن غنم بن سالم بن عوف۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ غنم بن عوف، سالم بن عوف بن عمرو بن عوف بن خزرج کے بھائی ہیں اور غنم بن سالم وہی ہے جس کا ذکر پہلے حضرت ابن اسحاق کے قول میں ہو چکا ہے۔ اس قبیلہ سے دو آدمی شریک ہوئے:

(1) حضرت عبادہ بن الصامت بن قیس بن اصرم۔

(2) ان کے بھائی حضرت اوس بن صامت۔

بنی دعد

بنی دعد بن فہر بن ثعلبہ بن غنم سے ایک شخص حضرت نعمان بن مالک بن ثعلبہ بن دعد شریک ہوئے اور یہ وہی نعمان ہیں جنہیں قوقل کہا جاتا ہے۔

بنی قریوش

بنی قریوش بن غنم بن امیہ بن لوذان بن سالم۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: قریوس بن غنم بھی کہا جاتا ہے۔ اس قبیلہ سے ایک شخص حضرت ثابت بن ہزال بن عمرو بن قریوش نے شرکت کی۔

بنی مرضخہ

بنی مرضخہ بن غنم بن سالم سے بھی ایک شخص حضرت مالک بن دخشم بن مرضخہ نے شرکت

ہیں لیکن حضرت ابن ہشام نے حاء مہملہ کے ساتھ حدارہ ذکر کیا ہے اور یہی قول ابو عمر کا بھی ہے۔ شیخ ابو بکر نے ابوالولید سے روایت کرتے ہوئے اسی طرح ذکر کیا جب حضرت ابن ہشام نے یہ قول کیا۔

کی۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا یہ مالک بن دخشم بن مالک بن دخشم بن مرضخہ ہیں۔

بنی لوذان اور ان کے حلفاء

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بنی لوذان بن سالم سے تین افراد شریک ہوئے:

(1) حضرت ربیع بن ایاس بن عمرو بن غنم بن امیہ بن لوذان۔

(2) ان کے بھائی حضرت ورقہ بن ایاس۔

(3) حضرت عمرو بن ایاس۔ یہ اہل یمن سے ان کے حلیف تھے۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت عمرو بن ایاس ربیع اور ورقہ کے بھائی ہیں۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا نیز بنی بلی کی شاخ بنی عصینہ جسے حضرت ابن ہشام نے غصینہ ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ ان کی ماں تھی اور ان کا باپ عمرو بن عمارہ تھا، سے پانچ افراد شریک ہوئے:

(1) حضرت مجذر بن ذیاد بن عمرو بن زمرہ بن عمرو بن عمارہ بن مالک ابن عصینہ بن عمرو بن بتیرہ بن مشنو بن قسرین بن تیم بن اراش بن عامر بن عمیلہ بن قسمیل بن فران بن بلی بن عمرو بن خفاف بن قضاعہ۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: قسرین تمیم بن اراشہ اور قسمیل بن فاران بھی کہا جاتا ہے اور مجذرہ کا نام عبداللہ ہے۔

(2) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا نیز حضرت عبادہ بن خشخاش بن عمرو بن زمزمہ۔

(3) حضرت نحاب بن ثعلبہ بن حزمہ بن اصرم بن عمرو بن عمارہ۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: بحاث بن ثعلبہ بھی کہا جاتا ہے۔

(4) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا حضرت عبداللہ بن ثعلبہ بن حزمہ بن اصرم۔

(5) لوگوں کا بیان ہے کہ حضرت عتبہ بن ربیعہ بن خالد بن معاویہ جو کہ قبیلہ بہراء سے ان کے حلیف تھے، بھی غزوۂ بدر میں شریک ہوئے۔ حضرت ابن ہشام فرماتے ہیں کہ ان کا نام عتبہ بن بہنر تھا اور یہ بنی سلیم سے تھے۔

حضرت ابن اسحاق نے رجیلہ بن ثعلبہ کا ذکر کیا ہے لیکن موسیٰ بن عقبہ کی روایت میں خاء منقوطہ کے ساتھ رخیلہ مذکور ہے۔

بنی ساعدہ

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: بنی ساعدہ بن کعب بن خزرج کی شاخ بنی ثعلبہ بن خزرج بن ساعدہ سے دو آدمیوں نے شرکت کی:

(1) حضرت ابو دجانہ سماک بن خرشہ۔ بقول ابن ہشام ابو دجانہ سماک بن اوس بن خرشہ بن لوذان بن عبدود بن زید بن ثعلبہ۔

(2) حضرت منذر بن عمرو بن خنیس بن حارثہ بن لوذان بن عبدود بن زید بن ثعلبہ۔ حضرت ابن ہشام فرماتے ہیں: انہیں منذر بن عمرو بن خنبش بھی کہا گیا ہے۔

بنی بدی اور ان کے حلفاء

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: بنی بدی بن عامر بن عوف بن حارثہ بن عمرو بن خزرج بن ساعدہ سے بھی دو شخص شریک ہوئے:

(1) حضرت ابواسید مالک بن ربیعہ بن بدی۔

(2) حضرت مالک بن مسعود۔ ابن ہشام فرماتے ہیں: بقول بعض اہل علم یہ مالک بن مسعود بن بدی ہیں۔

بنی ظریف اور ان کے حلفاء

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: بنی ظریف بن خزرج بن ساعدہ سے ایک شخص حضرت عبدربہ بن حق بن اوس بن وقش بن ثعلبہ بن ظریف نے شرکت کی اور ان کے حلفاء سے پانچ افراد شریک ہوئے:

(1) بنی جہینہ سے حضرت کعب بن حمار بن ثعلبہ۔ حضرت ابن ہشام فرماتے ہیں: انہیں کعب بن جماز بھی کہا گیا ہے اور یہ قبیلہ غبشان سے ہیں۔

ایک نسب کی تصحیح

حضرت ابن اسحاق نے اصحاب بدر میں حضرت ابوشیخ بن ثابت کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ ان کا نام ابی ہے اور یہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ ابی بن ثابت کے بیٹے ہیں اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ ان کے چچا ہیں۔ شیخ ابوبحر کے نسخہ میں غلطی واقع ہوئی ہے جس کی میں نے اصلاح کر دی ہے۔ اصلاح سے قبل ابوشیخ ابی بن ثابت بن منذر مذکور تھا۔

(2) حضرت ضمرہ بن عمرو۔

(3) حضرت زیاد بن عمرو۔

(4) حضرت بسبس بن عمرو۔

ابن ہشام فرماتے ہیں: ضمرہ اور زیاد بشر کے بیٹے ہیں۔

(5) قبیلہ بلی سے حضرت عبداللہ بن عامر۔

بنی جشم

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: بنی جشم بن خزرج کی شاخ بنی سلمہ بن سعد بن علی بن اسد بن ساردہ بن تزید بن جشم بن خزرج، پھران کی شاخ بنی حرام بن کعب بن غنم بن کعب بن سلمہ سے بارہ افراد غزوۂ بدر میں شریک ہوئے:

(1) حضرت خراش بن صمہ بن عمرو بن جموح بن زید بن حرام۔

(2) حضرت حباب بن منذر بن جموح بن زید بن حرام۔

(3) حضرت عمیر بن حمام بن جموح بن زید بن حرام۔

(4) حضرت خراش بن صمہ کے آزاد کردہ غلام حضرت تمیم۔

(5) حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام بن ثعلبہ بن حرام۔

(6) حضرت معاذ بن عمرو بن جموح۔

(7) حضرت معوذ بن عمرو بن جموح بن زید بن حرام۔

(8) حضرت خلاد بن عمرو بن جموح بن زید بن حرام۔

(9) حضرت عقبہ بن عامر بن نابی بن زید بن حرام۔

(10) ان کے آزاد کردہ غلام حضرت حبیب بن اسود۔

(11) حضرت ثابت بن ثعلبہ بن زید بن حارث بن حرام۔ ثعلبہ کو جذع بھی کہا گیا ہے۔

(12) حضرت عمیر بن حارث بن ثعلبہ بن حارث بن حرام۔

جموح کا نسب

حضرت ابن ہشام فرماتے ہیں: ان اسماء میں جہاں بھی جموح آیا ہے وہ جموح بن زید بن حرام ہے مگر صمہ بن عمر کے دادا جموح بن حرام ہیں۔ مزید فرماتے ہیں: آخری شخص عمیر بن حارث بن لبدہ بن ثعلبہ ہیں۔

بنی عبید اور ان کے حلفاء

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: بنی عبید بن عدی بن غنم بن کعب بن سلمہ کی شاخ بنی خنساء بن سنان بن عبید سے نو افراد نے شرکت کی:

(1) حضرت بشر بن براء بن معرور بن صخر بن مالک بن خنساء۔

(2) حضرت طفیل بن مالک بن خنساء۔

(3) حضرت طفیل بن نعمان بن خنساء۔

(4) حضرت سنان بن صیفی بن صخر بن خنساء۔

(5) حضرت عبداللہ بن جد بن قیس بن صخر بن خنساء۔

(6) حضرت عتبہ بن عبداللہ بن صخر بن خنساء۔

(7) حضرت جبار بن صخر بن امیہ بن خنساء۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: جبار بن صخر بن امیہ بن خناس بھی کہا گیا ہے۔ حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں نیز بنی دہمان کی شاخ بنی اشجع سے ان کے دو حلیف:

(8) حضرت خارجہ بن حمیر اور

(9) حضرت عبداللہ بن حمیر۔

بنی خناس

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: بنی خناس بن سنان بن عبید سے سات افراد نے شرکت کی:

(1) حضرت یزید بن منذر بن سرح بن خناس۔

(2) حضرت معقل بن منذر بن سرح بن خناس۔

(3) حضرت عبداللہ بن نعمان بن بلدمہ۔ بقول ابن ہشام بلذمہ اور بلدمہ دونوں ذکر کیے گئے ہیں۔

(4) حضرت ضحاک بن حارثہ بن زید بن ثعلبہ بن عبید بن عدی۔

(5) حضرت سواد بن زریق بن ثعلبہ بن عبید بن عدی۔ ابن ہشام فرماتے ہیں: ان کا نام سواد بن رزن بن زید بن ثعلبہ بھی بتایا گیا ہے۔

(6) حضرت معبد بن قیس بن صخر بن حرام بن ربیعہ بن عدی بن غنم بن کعب بن سلمہ۔ اور بقول ابن ہشام معبد بن قیس بن صیفی بن صخر بن حرام بن ربیعہ بھی کہا گیا ہے۔

(7) حضرت عبداللہ بن قیس بن صخر بن حرام بن ربیعہ بن عدی بن غنم۔

بنی نعمان

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: بنی نعمان بن سنان بن عبید سے چار افراد شریک ہوئے:

(1) حضرت عبداللہ بن عبد مناف بن نعمان۔

(2) حضرت جابر بن عبداللہ بن رئاب بن نعمان۔

(3) حضرت خلیدہ بن قیس بن نعمان۔

(4) ان کے آزاد کردہ غلام حضرت نعمان بن سنان۔

بنی سواد

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: بنی سواد بن غنم بن کعب بن سلمہ کی شاخ بنی حدیدہ بن عمرو بن غنم بن سواد، حضرت ابن ہشام فرماتے ہیں: یہ عمرو بن سواد ہے، سواد کا غنم نامی کوئی بیٹا نہیں۔اس قبیلہ سے چار افراد نے حصہ لیا:

(1) حضرت ابوالمنذر یزید بن عامر بن حدیدہ۔

(2) حضرت سلیم بن عمرو بن حدیدہ۔

(3) حضرت قطبہ بن عامر بن حدیدہ۔

(4) حضرت سلیم بن عمرو کے آزاد کردہ غلام حضرت عنترہ۔

حضرت ابن ہشام فرماتے ہیں: حضرت عنترہ کا تعلق بنی سلیم بن منصور کی شاخ بنی ذکوان سے ہے۔

بنی عدی بن نابی

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: بنی عدی بن نابی بن عمرو بن سواد بن غنم سے چھ افراد نے شرکت کی:

(1) حضرت عبس بن عامر بن عدی۔

(2) حضرت ثعلبہ بن غنم بن عدی۔

(3) حضرت ابوالیسر کعب بن عمرو بن عباد بن عمرو بن غنم بن سواد۔

(4) حضرت سہل بن قیس بن ابی کعب بن قین بن کعب بن سواد۔

(5) حضرت عمرو بن طلق بن زید بن امیہ بن سنان بن کعب بن غنم۔

(6) حضرت معاذ بن جبل بن عمرو بن اوس بن عائذ بن عدی بن کعب بن عدی بن ادی بن سعد بن علی بن اسد بن سار دہ بن تزید بن جشم بن خزرج بن حارثہ بن ثعلبہ بن عمرو بن عامر۔ حضرت ابن ہشام نے اوس بن عباد بن عدی بن کعب بن عمرو بن ادی بن سعد کہا ہے۔ حضرت ابن ہشام مزید فرماتے ہیں: حضرت ابن اسحاق نے حضرت معاذ بن جبل کا نسب بنی سواد سے ذکر کیا ہے، حالانکہ وہ ان کی اولاد سے نہیں تھے بلکہ ان میں رہتے تھے۔ حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: جن لوگوں نے بنی سلمہ کے بت توڑے تھے وہ حضرات معاذ بن جبل، عبداللہ بن انیس اور ثعلبہ بن غنمہ ہیں اور یہ بنی سواد بن غنم میں سے تھے۔

بنی زریق

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: بنی زریق بن عامر بن زریق بن عبد حارثہ بن مالک بن غضب بن جشم بن خزرج کی شاخ بنی مخلد بن عامر بن زریق بقول ابن ہشام عامر بن ازرق سے سات افراد شریک ہوئے:

(1) حضرت قیس بن محصن بن خالد بن مخلد۔ ابن ہشام فرماتے ہیں: قیس بن حصن بھی کہا گیا ہے۔

(2) حضرت ابو خالد حارث بن قیس بن خالد بن مخلد۔

(3) حضرت جبیر بن ایاس بن خالد بن مخلد۔

(4) حضرت ابو عبادہ سعد بن عثمان بن خلدہ بن مخلد۔

(5) ان کے بھائی حضرت عقبہ بن عثمان بن خلدہ بن مخلد۔

(6) حضرت ذکوان بن عبد قیس بن خلدہ بن مخلد۔

(7) حضرت مسعود بن خلدہ بن عامر بن مخلد۔

بنی خالد

بنی خالد بن عامر بن زریق سے ایک شخص حضرت عباد بن قیس بن عامر بن خالد نے غزوۂ بدر میں شرکت کی:

بنی خلدہ

بنی خلدہ بن عامر بن زریق سے پانچ افراد شامل ہوئے:

(1) حضرت اسعد بن یزید بن یزید بن فاکہ بن زید بن خلدہ۔

(2) حضرت فاکہ بن بشر بن فاکہ بن زید بن خلدہ۔ ابن ہشام نے بسر بن فاکہ کہا ہے۔

(3) حضرت معاذ بن ماعص بن قیس بن خلدہ۔

(4) ان کے بھائی حضرت عائذ بن ماعص بن قیس بن خلدہ۔

(5) حضرت مسعود بن سعد بن قیس بن خلدہ۔

بنی عجلان بن عمرو

بنی عجلان بن عمرو بن عامر بن زریق سے تین شخص غزوۂ بدر میں شامل ہوئے:

(1) حضرت رفاعہ بن رافع بن مالک بن عجلان۔

(2) ان کے بھائی حضرت خلاد بن رافع بن مالک بن عجلان۔

(3) حضرت عبید بن زید بن عامر بن عجلان۔

بنی بیاضہ

بنی بیاضہ بن عامر بن زریق سے چھ افراد شریک ہوئے:

(1) حضرت زیاد بن لبید بن ثعلبہ بن سنان بن عامر بن عدی بن امیہ بن بیاضہ۔

(2) حضرت فروہ بن عمرو بن وذفہ بن عبید بن عامر بن بیاضہ۔ حضرت ابن ہشام فرماتے ہیں: اور ودفہ بھی کہا گیا ہے۔

(3) حضرت خالد بن قیس بن مالک بن عجلان بن عامر بن بیاضہ۔

(4) حضرت رجیلہ بن ثعلبہ بن خالد بن ثعلبہ بن عامر بن بیاضہ۔ حضرت ابن ہشام فرماتے ہیں: اور رخیلہ بھی کہا گیا ہے۔

(5) حضرت عطیہ بن نویرہ بن عامر بن عطیہ بن عامر بن بیاضہ۔

(6) حضرت خلیفہ بن عدی بن عمرو بن مالک بن عامر بن فہیرہ بن بیاضہ۔ حضرت ابن ہشام فرماتے ہیں: اور علیفہ بھی کہا گیا ہے۔

بنی حبیب

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: بنی حبیب بن عبد حارثہ بن مالک بن غضب بن جشم بن خزرج سے ایک شخص حضرت رافع بن معلّٰی بن لوذان بن حارثہ بن عدی بن زید بن ثعلبہ بن زید مناۃ بن حبیب نے شرکت کی۔

بنی نجار

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: بنی نجار تیم اللہ بن ثعلبہ بن عمرو بن خزرج کی شاخ بنی غنم بن مالک بن نجار پھر ان کی شاخ بنی ثعلبہ بن عبد عوف بن غنم سے ایک شخص حضرت ابو ایوب خالد بن کلیب بن ثعلبہ نے غزوۂ بدر میں شمولیت کی۔

بنی عسیرہ

بنی عسیرہ بن عبد عوف بن غنم سے بھی ایک شخص حضرت ثابت بن خالد بن نعمان بن خنساء بن عسیرہ غزوۂ بدر میں شریک ہوئے۔ حضرت ابن ہشام فرماتے ہیں: عسیر اور عشیرہ بھی کہا جاتا ہے۔

بنی عمرو

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں بنی عمرو بن عبد عوف بن غنم سے دو آدمی حضرت عمارہ بن حزم بن زید بن لوذان بن عمرو اور حضرت سراقہ بن کعب بن عبد العزی بن غزیہ بن عمرو شریک ہوئے۔

بنی عبید

بنی عبید بن ثعلبہ بن غنم سے بھی دو حضرات حارثہ بن نعمان بن زید بن عبید اور سلیم بن قیس بن قہد شریک ہوئے اور قہد کا نام خالد بن قیس بن عبید ہے۔ حضرت ابن ہشام فرماتے ہیں: پہلے شخص حارثہ بن نعمان بن نفع بن زید ہیں۔

بنی عائذ اور ان کے حلفاء

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: بنی عائذ بن ثعلبہ بن غنم اور بقول ابن ہشام بنی عابد سے بھی دو شخص حضرت سہیل بن رافع بن ابی عمرو بن عائذ اور قبیلۂ جہینہ سے ان کے حلیف حضرت عدی بن زغباء شریک جہاد ہوئے۔

بنی زید بن ثعلبہ

بنی زید بن ثعلبہ بن غنم سے تین افراد شامل ہوئے:

(1) حضرت مسعود بن اوس بن زید۔

(2) حضرت ابو خزیمہ بن اوس بن زید بن اصرم بن زید۔

(3) حضرت رافع بن حارث بن سواد بن زید۔

بنی سواد بن مالک اور ان کے حلفاء

بنی سواد بن مالک بن غنم سے دس افراد غزوۂ بدر میں شریک ہوئے:

(1) حضرت عوف۔

(2) حضرت معوذ۔

(3) حضرت معاذ۔

یہ تینوں حارث بن رفاعہ بن سواد کے بیٹے ہیں اور یہی عفراء کے بیٹے ہیں جو ان کی ماں تھیں۔ حضرت ابن ہشام فرماتے ہیں: ان کا نسب یہ ہے: عفراء بنت عبید بن ثعلبہ بن عبید بن غنم بن مالک بن نجار۔ اور ان کے باپ کا نام حارث بن رفاعہ بن حارث بن سواد بھی بتایا گیا ہے۔

(4) حضرت نعمان بن عمرو بن رفاعہ بن سواد۔ اور بقول ابن ہشام انہیں نعیمان بھی کہا جاتا ہے۔

(5) حضرت عامر بن مخلد بن حارث بن سواد۔

(6) حضرت عبداللہ بن قیس بن خالد بن خلدہ بن حارث بن سواد۔

(7) قبیلہ اشجع سے ان کے حلیف حضرت عصیمہ۔

(8) قبیلہ جہینہ سے ان کے حلیف حضرت ودیعہ بن عمرو۔

(9) حضرت ثابت بن عمرو بن زید بن عدی بن سواد۔

(10) لوگوں کا بیان ہے کہ حضرت حارث بن عفراء کے آزاد کردہ غلام حضرت ابوالحمراء بھی غزوۂ بدر میں حاضر تھے۔ حضرت ابن ہشام فرماتے ہیں کہ حضرت ابوالحمراء، حارث بن رفاعہ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

بنی عامر بن مالک

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: بنی عامر مبذول بن مالک بن نجار کی شاخ بنی عتیک بن عمرو بن مبذول سے تین افراد نے شرکت کی:

(1) حضرت ثعلبہ بن عمرو بن محصن بن عمر بن عتیک۔

(2) حضرت سہل بن عتیک بن عمر بن نعمان بن عتیک۔

(3) حضرت حارث بن صمہ بن عمرو بن عتیک۔ انہیں مقامِ روحاء پر ہی چوٹ لگ گئی تھی مگر رسول اللہ ﷺ نے مالِ غنیمت سے ان کا بھی حصہ نکالا۔

بنی عمرو بن مالک

بنی عمرو بن مالک بن نجار یعنی بنی حدیلہ کی شاخ بنی قیس بن عبید بن زید بن معاویہ بن عمرو بن مالک بن نجار۔ حضرت ابن ہشام فرماتے ہیں: حدیلہ بنت مالک بن زید اللہ بن حبیب بن عبد حارثہ بن مالک بن غضب بن جشم بن خزرج، معاویہ بن عمرو بن مالک بن نجار کی ماں تھی اور بنی معاویہ اسی کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: اس قبیلہ سے دو شخص غزوۂ بدر میں شریک ہوئے:

(1) حضرت ابی بن کعب بن قیس۔

(2) حضرت انس بن معاذ بن انس بن قیس۔

بنی عدی بن عمرو

یہ بنی عدی بن عمرو بن مالک بن نجار کا قبیلہ ہے۔ ابن ہشام فرماتے ہیں: یہی لوگ بنی مغالہ بنت عوف بن عبد مناۃ بن عمرو بن مالک بن کنانہ بن خزیمہ ہیں اور کہا جاتا ہے کہ مغالہ بنی زریق سے تھی اور یہ عدی بن عمرو بن مالک بن نجار کی ماں تھی۔ اسی وجہ سے بنی عدی اسی کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: اس قبیلہ سے تین افراد نے شرکت کی:

(1) حضرت اوس بن ثابت بن منذر بن حرام بن عمرو بن زید مناۃ بن عدی۔

(2) حضرت ابو شیخ ابی بن ثابت بن منذر بن حرام بن عمرو بن زید مناۃ بن عدی۔ حضرت ابن ہشام فرماتے ہیں: یہ حضرت حسان بن ثابت کے بھائی ہیں۔

(3) حضرت ابوطلحہ زید بن سہیل بن اسود بن حرام بن عمرو بن زید مناۃ بن عدی۔

بنی عدی بن نجار

بنی عدی بن نجار کی شاخ بنی عدی بن عامر بن غنم بن نجار سے آٹھ افراد غزوۂ بدر میں شریک ہوئے:

(1) حضرت حارثہ بن سراقہ بن حارث بن عدی بن مالک بن عدی بن عامر۔

(2) حضرت ابوحکیم عمرو بن ثعلبہ بن وہب بن عدی بن مالک بن عدی بن عامر۔

(3) حضرت سلیط بن قیس بن عمرو بن عتیک بن مالک بن عدی بن عامر۔

(4) حضرت ابوسلیط اسیرہ بن ابوخارجہ عمرو بن قیس بن مالک بن عدی بن عامر۔

(5) حضرت ثابت بن خنساء بن عمرو بن مالک بن عدی بن عامر۔

(6) حضرت عامر بن امیہ بن زید بن حسحاس بن مالک بن عدی بن عامر۔

(7) حضرت محرز بن عامر بن مالک بن عدی بن عامر۔

(8) قبیلہ بلی سے ان کے حلیف حضرت سواد بن غزیہ بن اہیب۔

بنی حرام بن جندب

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: بنی حرام بن جندب بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار سے چار افراد نے شرکت کی:

(1) حضرت ابوزید قیس بن سکن بن قیس بن زعوراء بن حرام۔

(2) حضرت ابوالاعور بن حارث بن ظالم بن عبس بن حرام۔ حضرت ابن ہشام فرماتے ہیں: ابو الاعور حارث بن ظالم بھی کہا گیا ہے۔

(3) حضرت سلیم بن ملحان۔

(4) حضرت حرام بن ملحان اور ملحان کا نام مالک بن خالد بن زید بن حرام ہے۔

بنی مازن بن نجار اور ان کے حلفاء

بنی مازن بن نجار کی شاخ بنی عوف بن مبذول بن عمرو بن غنم بن مازن بن نجار سے تین افراد شریک ہوئے:

(1) حضرت قیس بن ابی صعصعہ اور صعصعہ کا نام عمرو بن زید بن عوف ہے۔

(2) حضرت عبداللہ بن کعب بن عمرو بن عوف۔

(3) بنی اسد بن خزیمہ سے ان کے حلیف حضرت عصیمہ۔

بنی خنساء بن مبذول

بنی خنساء بن مبذول بن عمرو بن غنم بن مازن سے دو شخص شریک ہوئے:

(1) حضرت ابوداؤد عمیر بن عامر بن مالک بن خنساء۔

(2) حضرت سراقہ بن عمرو بن عطیہ بن خنساء۔

بنی ثعلبہ بن مازن

بنی ثعلبہ بن مازن بن نجار سے ایک شخص حضرت قیس بن مخلد بن ثعلبہ بن صخر بن حبیب بن حارث بن ثعلبہ نے شرکت کی۔

بنی دینار بن نجار

بنی دینار بن نجار کی شاخ بنی مسعود بن عبد الاشہل بن حارثہ بن دینار بن نجار سے پانچ افراد غزوۂ بدر میں شامل ہوئے:

(1) حضرت نعمان بن عبد عمرو بن مسعود۔

(2) حضرت ضحاک بن عبد عمرو بن مسعود۔

(3) حضرت سلیم بن حارث بن ثعلبہ بن کعب بن حارثہ بن دینار۔ یہ حضرت ضحاک اور حضرت نعمان کے اخیافی بھائی ہیں۔

(4) حضرت جابر بن خالد بن عبد الاشہل۔

(5) حضرت سعد بن سہیل بن عبد الاشہل۔

بنی قیس بن مالک

بنی قیس بن مالک بن کعب بن حارثہ بن دینار بن نجار سے دو شخص شریک ہوئے:

(1) حضرت کعب بن زید بن قیس۔

(2) ان کے حلیف حضرت بجیر بن ابی بجیر۔ ابن ہشام فرماتے ہیں: حضرت بجیر بنی عبس بن بغیض بن ریث بن غطفان کی شاخ بن جذیمہ بن رواحہ سے تھے۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: پس یہ قبیلہ خزرج کے ایک سوستر افراد غزوۂ بدر میں شریک ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

دیگر اصحاب

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: اکثر اہل علم قبیلہ خزرج کے ان لوگوں کو بھی اصحابِ بدر میں ذکر کرتے ہیں۔

بنی عجلان بن زید بن غنم بن سالم بن عوف بن عمرو بن عوف بن خزرج سے:

(1) حضرت عتبان بن مالک بن عمرو بن عجلان۔

(2) حضرت ملیل بن وبرہ بن خالد بن عجلان اور

(3) حضرت عصمہ بن حصین بن وبرہ بن خالد بن عجلان۔

اور بنی زریق کی شاخ بنی حبیب بن عبد حارثہ بن مالک بن غضب بن جشم بن خزرج سے:

(4) حضرت ہلال بن معلّٰی بن لوذان بن حارثہ بن عدی بن زید بن ثعلبہ بن مالک بن زید مناۃ

بن حبیب رضی اللہ عنہم۔

اصحابِ بدر کی کل تعداد

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا جو اصحاب غزوۂ بدر میں شریک ہوئے اور جن کے لئے رسول اللہ ﷺ نے مالِ غنیمت سے حصہ نکالا ان کی تعداد تین سو چودہ ہے۔ تراسی مہاجرین، اکسٹھ قبیلہ اوس کے انصار اور ایک سو ستر قبیلہ خزرج کے انصار۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

شہدائے بدر

بدر کے روز رسول اللہ ﷺ کی معیت میں چودہ صحابہ کرام شہید ہوئے:

بنی مطلب

قبیلہ قریش کی شاخ بنی مطلب بن عبد مناف سے ایک شخص حضرت عبیدہ بن حارث بن مطلب رضی اللہ عنہ شہید ہوئے، آپ کو عتبہ بن ربیعہ نے شہید کیا۔ اس نے تلوار کے وار سے

چند شہدائے بدر کا تعارف

حضرت عمیر بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

واقدی نے ذکر کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بدر کے روز آپ کو صغر سنی کی وجہ سے واپس چلے جانے کا حکم دیا۔ اس پر حضرت عمیر رضی اللہ عنہ رو پڑے۔ جب نبی کریم ﷺ نے انہیں روتے ہوئے دیکھا تو جہاد کی اجازت مرحمت فرمادی۔ آپ کو عاصی بن سعید نے شہید کیا۔ اس وقت آپ کی عمر سولہ سال تھی۔

حضرت حارثہ بن سراقہ رضی اللہ عنہ

آپ بدر کے روز سب سے پہلے شہید ہوئے۔ آپ کو حبان بن عرقہ نے تیر مارا جو سیدھا آپ کے حلق پر لگا جس کی وجہ سے آپ شہید ہو گئے۔ آپ کی والدہ حضرت ربیع بنت نضر جو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی پھوپھی تھیں، رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! مجھے حارثہ کا مقام بتایئے تاکہ اگر وہ جنت میں ہے تو میں صبر کروں اور اجر و ثواب کی امید رکھوں اور اگر ایسا نہیں تو پھر میں کیا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا اس کا مقام ایک جنت ہے؟ نہیں بلکہ وہ تو کئی جنتیں ہیں، بے شک تیرا بیٹا جنت الفردوس میں ہے۔

آپ کا پاؤں کاٹ دیا جس کے زخم کی تاب نہ لا کر آپ نے مقامِ صفراء میں جامِ شہادت نوش کیا۔

بنی زہرہ

بنی زہرہ بن کلاب سے دو شخص شہید ہوئے:

(1) حضرت عمیر بن ابی وقاص بن اہیب بن عبد مناف بن زہرہ۔ یہ بقول ابن ہشام حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں۔

حضرت عمیر بن حمام بن جموح رضی اللہ عنہ

ان کا ذکر پہلے ہو چکا ہے، انہیں خالد بن اعلم نے شہید کیا۔

حضرت ذوالشمالین رضی اللہ عنہ

شہدائے بدر میں بنی زہرہ کے حلیف حضرت ذوالشمالین خزاعی غبشانی کا بھی ذکر ہے۔ یہ وہی صحابی ہیں جنہیں امام زہری نے حدیث تسلیم من الرکعتین (وہ حدیث جس میں رسول اللہ ﷺ کے چار رکعتی نماز میں دو رکعتوں کے بعد سلام پھیرنے کا ذکر ہے) میں ذکر کیا ہے۔ فرماتے ہیں ''بنی زہرہ کے ایک شخص حضرت ذوالشمالین کھڑے ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کیا نماز کم ہوگئی ہے یا آپ بھول گئے؟ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: کیا ذوالیدین نے سچ کہا''؟ حضرت ابن شہاب زہری کے علاوہ کسی نے بھی یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ روایت نہیں کی اور محدثین کے نزدیک یہ روایت غلط ہے کیونکہ اس حدیث میں ذوالیدین سلمی کا ذکر ہے جن کا نام خرباق ہے اور ذوالشمالین تو غزوۂ بدر میں شہید ہوگئے تھے جبکہ حدیث تسلیم من الرکعتین کے دوسرے راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں اور وہ غزوۂ بدر سے دو سال بعد اسلام لائے اور حضرت ذوالیدین سلمی رضی اللہ عنہ کی وفات خلافت معاویہ میں ہوئی۔ ان سے یہ حدیث ان کے بیٹے حضرت مطیر بن خرباق نے روایت کی اور حضرت مطیر سے ان کے بیٹے حضرت شعیث بن مطیر نے روایت کی۔

جب حضرت مبرد نے حدیث زہری میں یہ الفاظ دیکھے فَقَامَ ذُوْالشِّمَالَیْنِ، جبکہ آخر میں اَصَدَقَ ذُوْالْیَدَیْنِ؟ مذکور تھا تو انہوں نے کہہ دیا کہ ان صحابی کے دو نام ہیں، ذوالشمالین اور ذوالیدین، لیکن انہیں ذوالشمالین کے متعلق محدثین کے قول کا علم نہ ہوا اور صرف اسی غلط روایت کا علم ہوا۔ یہ بحث کتاب الکامل فی باب الاذواء یوم بدر کے آخر میں مذکور ہے۔

(2) حضرت ذوالشمالین بن عبد عمرو بن نضلہ۔ یہ بنی خزاعہ کی شاخ بنی غبشان سے ان کے حلیف تھے۔

بنی عدی بن کعب

بنی عدی بن کعب بن لؤی سے دو افراد شہید ہوئے:

(1) حضرت عاقل بن بکیر رضی اللہ عنہ۔ یہ بنی سعد بن لیث بن بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ سے ان کے حلیف تھے۔

چند دیگر اصحابِ بدر

(1) اصحابِ بدر میں سے حضرت علیفہ بن عدی بیاضی بھی ہیں۔ اہل سیر نے ان کا یہی نام ذکر کیا ہے لیکن حضرت ابن اسحاق نے ان کا نام خلیفہ بن عدی بتایا ہے۔

(2) حضرت عیاض بن زہیر بن ابی شداد بن ربیعہ بن ہلال بن وہیب بن ضبہ بن حارث بن فہر۔ حضرت ابن ہشام نے بکائی کی روایت میں ان کا ذکر نہیں کیا لیکن حضرت ابن اسحاق نے ابراہیم عن سعد عن بکائی کی روایت میں ان کا ذکر کیا ہے۔ یہ ان صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی۔ موسیٰ بن عقبہ، حلیفہ بن خیاط اور ایک جماعت نے انہیں بدری صحابہ میں ذکر کیا ہے۔

(3) جن صحابہ کو اصحاب بدر میں ذکر کیا گیا ہے اور حضرت ابن اسحاق نے ان کا ذکر نہیں کیا ان میں سے ایک حضرت یزید بن اخنس سلمی ہیں۔

(4) اور ان کے بیٹے حضرت معن بن یزید۔

(5) اور ان کے باپ حضرت اخنس۔ ان تینوں کے علاوہ کوئی اور باپ، بیٹا اور دادا نہیں جو غزوۂ بدر میں شریک ہوئے ہوں۔ حضرت ابن اسحاق نے ان تینوں کو اصحاب بدر میں شمار نہیں کیا البتہ چند دیگر علماء نے انہیں اصحابِ بدر میں شمار کیا ہے لیکن اکثر اہل سیر کے نزدیک ان کی غزوۂ بدر میں شرکت کا قول صحیح نہیں۔ البتہ یہ تینوں بیعت رضوان میں موجود تھے۔

(6) حضرت یزید بن اخنس بن جناب بن حبیب بن جُرہ (جیم کے ضمہ کے ساتھ) بن زغب۔ ان کا تعلق بنی بہثہ بن سلیم سے ہے۔ حضرت ابن اسحاق کے علاوہ چند دیگر علماء کی روایات میں ان کا ذکر اصحابِ بدر میں آیا ہے۔ ابن ماکولا کہتے ہیں جیم کے ضمہ کے ساتھ جُرہ صرف انہی کے نسب میں آیا ہے اور جیم کے کسرہ کے ساتھ جِرہ صرف سوم بنت عمرو بن جرہ کے نام میں آیا ہے۔ اس کا تعلق بنی ضمرہ سے

(2) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام حضرت مہجع رضی اللہ عنہ۔

بنی حارث بن فہر

بنی حارث بن فہر سے ایک شخص حضرت صفوان بن بیضاء شہید ہوئے۔ یہ چھ شہداء مہاجرین سے ہیں۔

انصار: بنی عمرو بن عوف

بنی عمرو بن عوف سے دو اصحاب شہید ہوئے:

(1) حضرت سعد بن خیثمہ رضی اللہ عنہ۔

(2) حضرت مبشر بن عبد المنذر بن زنبر رضی اللہ عنہ۔

بنی حارث بن خزرج

بنی حارث بن خزرج سے ایک شخص حضرت یزید بن حارث رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔ انہی کو ابن فسحم کہا جاتا ہے۔

بنی سلمہ

بنی سلمہ کی شاخ بنی حرام بن کعب بن غنم بن کعب بن سلمہ سے بھی ایک شخص حضرت عمیر بن حمام شہید ہوئے۔

ہے۔ یہ عورت شداخ جس کا نام یعمر بن عوف ہے، کی ماں ہے۔ یعمر کا ذکر قصی کے بیان میں گزر چکا ہے، وہاں شداخ کا ذکر نہیں کیا گیا۔

(7) حضرت خدیم بن فاتک اسدی اور

(8) ان کے بھائی حضرت سرہ بن فاتک اسدی۔

(9) حضرت جابر بن عبداللہ بن عمرو بن حرام سلمی۔

ان تینوں کو امام بخاری نے اصحاب بدر میں ذکر کیا ہے۔ ابوعمرو کہتے ہیں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی غزوۂ بدر میں شرکت کا قول صحیح نہیں۔ اس میں لوگوں کا اختلاف ہے۔ سنن ابی داؤد میں ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: كُنْتُ اَمِيْحُ اَصْحَابِىَ الْمَاءَ يَوْمَ بَدْرٍ۔ یعنی'' میں بدر کے روز اپنے ساتھیوں کو پانی پلاتا تھا''۔ اس کا مطلب ہے کہ آپ چھوٹے تھے اور مال غنیمت سے آپ کو حصہ نہیں دیا گیا۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ اس روایت میں تصحیف ہے اور صحیح الفاظ یہ ہیں: كُنْتُ مَنِيْحَ

بنی حبیب

بنی حبیب بن عبد حارثہ بن مالک بن غضب بن جشم سے بھی ایک شخص حضرت رافع بن معلیٰ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔

بنی نجار

بنی نجار سے بھی ایک شخص حضرت حارثہ بن سراقہ بن حارث رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔

بنی غنم

بنی غنم بن مالک بن نجار سے دو شخص شہید ہوئے:

(1) حضرت عوف بن حارث بن رفاعہ بن سواد اور

(2) حضرت معوذ بن حارث بن رفاعہ بن سواد۔ یہ دونوں عفراء کے بیٹے تھے۔ ان آٹھ شہداء کا تعلق انصار سے ہے۔

غزوۂ بدر میں قتل ہونے والے مشرکین

بنی عبد شمس

بدر کے روز قبیلہ قریش کی شاخ بنی عبد شمس بن عبد مناف سے بارہ مشرکین قتل ہوئے:

(1) حنظلہ بن ابی سفیان بن حرب بن امیہ بن عبد شمس۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: اسے رسول

اَصْحَابِیْ یَوْمَ بَدْرٍ۔ یعنی'' میں بدر کے روز اپنے ساتھیوں کا تیر (یعنی مددگار) تھا''۔ (منیح جوئے کے اس تیر کو کہتے ہیں جس کا کوئی حصہ نہیں ہوتا)۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کی صغرسنی کی وجہ سے صحابہ کرام انہیں اپنے کام کاج کے لئے ادھر ادھر بھیجتے تھے۔

(10) حضرت طلیب بن عمیر۔ ان کا تعلق بنی عبد بن قصی سے ہے۔

(11) ان کی ماں حضرت اروی جو رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی تھیں۔ ان دونوں کو حضرت ابن اسحاق نے اصحاب بدر میں ذکر تو کیا ہے لیکن حضرت ابن ہشام نے روایت نہیں کیا۔

غزوۂ بدر میں قتل ہونے والے مشرکین

عاصی بن سعید

بدر کے روز قتل ہونے والے مشرکین میں عاصی بن سعید بن عاصی کا ذکر آیا ہے۔ ہم نے اس

اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اسے حضرت حمزہ، حضرت علی اور حضرت زید رضی اللہ عنہم نے مل کر قتل کیا تھا۔

(2) ان کا حلیف حارث بن حضرمی۔ اسے بقولِ ابن ہشام قبیلہ اوس کے حلیف حضرت نعمان بن عصر رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا۔

(3) ان کا دوسرا حلیف عامر بن حضرمی۔ اسے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(4) ان کا آزاد کردہ غلام عمیر بن ابی عمیر۔ اسے بقول ابن ہشام حضرت ابو حذیفہ کے آزاد کردہ غلام حضرت سالم رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(5) ان کے آزاد کردہ غلام عمیر کا بیٹا۔

(6) عبیدہ بن سعید بن عاص بن امیہ بن عبد شمس۔ اسے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(7) عقبہ بن ابی معیط بن ابی عمرو بن امیہ بن عبد شمس۔ اسے قبیلہ بنی عمرو بن عوف کے فرد حضرت عاصم بن ثابت بن ابی الاقلح رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ بھی کہا گیا ہے کہ اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قید کی حالت میں قتل کیا۔

(8) عاص بن سعید بن عاص بن امیہ۔ اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(9) عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس۔ اسے حضرت عبیدہ بن حارث بن مطلب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: اس کے قتل میں حضرت عبیدہ، حضرت حمزہ اور حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہم تینوں شریک تھے۔

(10) شیبہ بن ربیعہ بن عبد شمس۔ اسے حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ نے قتل کیا۔

(11) ولید بن عتبہ بن ربیعہ۔ اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

کتاب کے گزشتہ صفحات میں وہ حدیث ذکر کی ہے جسے حضرت ابو عبید نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اس میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''میں نے بدر کے دن عاصی بن سعید کو قتل کیا اور اس کی تلوار جس کا نام ذوالکتیفہ تھا، اس سے چھین لی''۔ حضرت ابو عبید نے فرمایا: اہل سیر کا قول ہے کہ اسے حضرت علی رضی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔ حضرت مؤلف نے کہا: بعض مفسرین کا قول ہے کہ اسے حضرت ابوالیسر کعب بن عمرو رضی اللہ عنہ نے قتل کیا اور قاضی ابوعبداللہ زبیر بن ابی بکر نے انساب قریش میں کہا: عاصی کو بدر کے روز حضرت علی بن ابی طالب

(12) بنی انمار بن بغیض سے ان کا حلیف عامر بن عبداللہ۔ اسے بھی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

بنی نوفل

بنی نوفل بن عبد مناف سے دو مشرک قتل ہوئے:

(1) حارث بن عامر بن نوفل۔ اسے بنی حارث بن خزرج کے صحابی حضرت خبیب بن اساف رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(2) طعیمہ بن عدی بن نوفل۔ اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اور ایک قول کے مطابق حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

بنی اسد

بنی اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی سے پانچ آدمی قتل ہوئے:

(1) زمعہ بن اسود بن مطلب بن اسد۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: اسے بنی حرام کے شخص حضرت ثابت بن جذع رضی اللہ عنہ نے قتل کیا اور ایک قول یہ ہے کہ اس کے قتل میں حضرت حمزہ، حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت ثابت رضی اللہ عنہم تینوں شریک تھے۔

(2) حارث بن زمعہ۔ اسے بقول ابن ہشام حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(3) عقیل بن اسود بن مطلب۔ اسے بقول ابن ہشام حضرت حمزہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے مل کر قتل کیا۔

(4) ابوالبختری عاص بن ہشام بن حارث بن اسد۔ اسے حضرت مجذر بن ذیاد بلوی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: ابوالبختری کا نام عاص بن ہاشم ہے۔

(5) نوفل بن خویلد بن اسد یعنی ابن عدویہ عدی خزاعہ۔ یہی وہ شخص ہے جس نے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہما کو اسلام لانے پر ایک رسی میں باندھ دیا تھا۔ اس

رضی اللہ عنہ نے حالت کفر میں قتل کیا۔ حضرت ابراہیم بن حمزہ نے بیان کیا، انہوں نے حضرت ابراہیم بن سعد سے انہوں نے حضرت صالح بن کیسان سے انہوں نے حضرت ابن شہاب سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا ایک دفعہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مسجد میں تشریف فرما تھے، ان دنوں آپ امیر المومنین تھے، حضرت سعید بن عاصی ان کے پاس سے گزرے اور سلام کیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ

وجہ سے ان دونوں حضرات کو قرینین کہا جاتا تھا۔ یہ شخص شیاطین قریش میں سے تھا۔ اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے موت کے گھاٹ اتارا۔

بنی عبدالدار

بنی عبدالدار بن قصی سے دو آدمی قتل ہوئے:

(1) نضر بن حارث بن کلدہ بن علقمہ بن عبد مناف بن عبدالدار۔ لوگوں کا بیان ہے کہ اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے مقامِ صفراء میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے حالت قید میں قتل کیا۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: اسے مقامِ اثیل پر قتل کیا گیا اور کہا جاتا ہے کہ یہ نضر بن حارث بن علقمہ بن کلدہ بن عبد مناف ہے۔

(2) زید بن ملیص۔ یہ عمیر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار کا آزاد کردہ غلام تھا۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: زید بن ملیص کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ نے قتل کیا اور یہ زید، بنی مازن بن مالک بن عمرو بن تمیم سے بنی عبدالدار کا حلیف تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسے حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

بنی تیم بن مرہ

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بنی تیم بن مرہ سے بھی دو آدمی قتل ہوئے:

(1) عمیر بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: اسے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اور ایک قول کے مطابق حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(2) عثمان بن مالک بن عبید اللہ بن عثمان بن عمرو بن کعب۔ اسے حضرت صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

عنہ نے انہیں فرمایا: بھتیجے! قسم بخدا! میں نے بدر کے روز تیرے باپ کو قتل نہیں کیا تھا بلکہ میں نے اپنے ماموں عاصی بن ہشام کو قتل کیا تھا اور میری کیا مجال تھی کہ میں ایک مشرک کو قتل کرنے سے معذرت کرتا"۔ راوی فرماتے ہیں یہ سن کر حضرت سعید بن عاصی (جو اس وقت کم سن تھے) نے کہا: اگر آپ اسے بھی قتل کرتے تو آپ حق پر ہوتے اور وہ باطل پر۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کی یہ بات سن کر بہت

بنی مخزوم

بنی مخزوم بن یقظہ بن مرہ سے سترہ مشرکین قتل ہوئے:

(1) ابوجہل عمرو بن ہشام بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم۔ حضرت معاذ بن عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ نے اس پر تلوار کا وار کیا اور اس کی ٹانگ کاٹ دی لیکن اس کے بیٹے عکرمہ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے بازو پر تلوار کا وار کیا جس سے آپ کا بازو کٹ گیا۔ پھر حضرت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہ نے اس پر تلوار ماری جو اس میں پیوست ہو گئی۔ آپ نے اسے چھوڑ دیا لیکن زندگی کی کچھ رمق اس میں باقی تھی۔ جب رسول اللہ ﷺ نے مقتولین کو تلاش کرنے کا حکم دیا تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اسے زمین پر گرا ہوا پایا۔ آپ نے اس کا سر جھنجھوڑا اور تلوار کے وار سے اس کا کام تمام کر دیا۔

(2) عاص بن ہشام بن مغیرہ بن عبداللہ بن مخزوم۔ اسے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(3) بنی تمیم سے ان کا حلیف یزید بن عبداللہ۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ بنی عمرو بن تمیم سے تھا اور بہت بہادر تھا۔ اسے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(4) ان کا حلیف ابومسافع اشعری۔ اسے بقول ابن ہشام حضرت ابودجانہ ساعدی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(5) ان کا حلیف حرملہ بن عمرو۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: اسے حضرت خارجہ بن زید بن ابی زہیر رضی اللہ عنہ نے قتل کیا جن کا تعلق بنی حارث بن خزرج سے ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا اور حرملہ بنی اسد سے تھا۔

(6) مسعود بن ابی امیہ بن مغیرہ۔ اسے بقول ابن ہشام حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

خوش ہوئے اور اپنے ہاتھوں کو موڑتے ہوئے فرمایا قریش سب سے افضل مسلمان اور سب سے بڑے امین ہیں۔ جو شخص قریش کو تکلیف پہنچائے گا اللہ تعالیٰ اسے اوندھے منہ گرا دے گا۔ حضرت ابن شہاب نے فرمایا: میرے چچا مصعب بن عبداللہ نے کہا لوگوں کا بیان ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے اسے مٹی کھودتے ہوئے دیکھا، وہ یوں لگ رہا تھا گویا بیل ہے۔ میں نے اس سے اعراض کیا لیکن حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس پر حملہ کر کے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

(7) ابوقیس بن ولید بن مغیرہ۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: اسے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(8) ابوقیس بن فاکہ بن مغیرہ۔ اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا اور بقول ابن ہشام حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(9) رفاعہ بن ابی رفاعہ بن عابد بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم۔ اسے حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ نے قتل کیا جن کا تعلق بقول ابن ہشام بنی حارث بن خزرج سے ہے۔

(10) منذر بن ابی رفاعہ بن عابد۔ اسے بقول ابن ہشام بنی عبید بن زید بن مالک بن عوف بن عمرو بن عوف کے حلیف حضرت معن بن عدی بن جد بن عجلان رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(11) عبداللہ بن منذر بن ابی رفاعہ بن عابد۔ اسے بقول ابن ہشام حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(12) سائب بن ابی سائب بن عابد بن عبداللہ بن مخزوم۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: سائب بن ابی سائب رسول اللہ ﷺ کا شریک ہے جس کے بارے میں ایک حدیث بھی مروی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سائب بہت اچھا شریک ہے جو نہ ناراض ہوتا ہے نہ جھگڑتا ہے۔ ہماری معلومات کے مطابق اس نے اسلام قبول کر لیا تھا اور بحسن وخوبی اس پر کاربند بھی رہا۔ واللہ اعلم۔ اور حضرت ابن شہاب زہری نے حضرت عبیداللہ بن عتبہ سے انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ سائب بن ابی سائب بن عابد بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم قریش کے ان لوگوں میں سے ہے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی اور رسول

سائب بن ابی سائب

غزوۂ بدر میں قتل ہونے والے مشرکین میں سائب بن ابی سائب کا بھی ذکر آیا ہے۔ ابوسائب کا نام صیفی بن عابد ہے۔ حضرت ابن ہشام نے سائب کو حالت کفر میں قتل کیے جانے کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ اس نے اسلام قبول کر لیا تھا اور اس پر بحسن وخوبی کاربند بھی رہا جبکہ حضرت ابوعمر نے ابن زبیر سے روایت کرتے ہوئے ذکر کیا ہے کہ سائب کو بدر کے روز حالت کفر میں قتل کیا گیا تھا۔ میرا خیال ہے انہوں نے اس بارے میں حضرت ابن اسحاق کے قول کی اتباع کی ہے اور حضرت زبیر نے اپنی کتاب میں بھی دو ایسی روایات ذکر کی ہیں جو ان کے اس مذکورہ قول کی تردید کرتی ہیں۔ فرماتے ہیں مجھے حضرت یحیٰ بن محمد بن عبداللہ بن ثوبان نے بیان کیا انہوں نے حضرت جعفر بن عکرمہ سے

اللہ ﷺ نے اسے جعرانہ کے روز حنین کے اموالِ غنیمت سے حصہ بھی عطا فرمایا تھا۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا حضرت ابن اسحاق کے علاوہ دیگر لوگوں نے ذکر کیا ہے کہ اسے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا۔

(13) اسود بن عبدالاسد بن ہلال بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم۔ اسے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(14) حاجب بن سائب بن عویمر بن عمرو بن عبد بن عمران بن مخزوم۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا عائذ بن عمران بن مخزوم بھی کہا گیا ہے اور اس کا نام حاجز بن سائب بھی ذکر کیا گیا ہے۔ اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(15) عویمر بن سائب بن عویمر۔ اسے بقول ابن ہشام حضرت نعمان بن مالک قوقلی رضی اللہ عنہ نے دعوتِ مبارزت میں قتل کیا تھا۔

(16) بنی طیء سے ان کا حلیف عمرو بن سفیان۔ اسے بقول ابن ہشام حضرت یزید بن رقیش رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(17) بنی طیء سے ان کا دوسرا حلیف جابر بن سفیان۔ اسے بقول ابن ہشام حضرت ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

انہوں نے حضرت یحییٰ بن کعب سے انہوں نے اپنے باپ کعب مولیٰ سعید بن عاصی سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا: ایک دفعہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے لشکر سمیت بیت اللہ شریف کا طواف کر رہے تھے۔ لشکر کی بھیڑ میں سائب بن صیفی بن عابد گر پڑے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جو ان دنوں خلیفہ تھے، ان کے پاس کھڑے ہو گئے اور لوگوں سے فرمایا اس شیخ کو اٹھاؤ۔ جب سائب کھڑے ہوئے تو انہوں نے کہا اے معاویہ! یہ کیا؟ تم بیت اللہ شریف کے گرد ہمیں زمین پر گرا رہے ہو؟ حالانکہ قسم بخدا! میں نے تمہاری ماں کو عقدِ زوجیت میں لینے کا ارادہ کیا تھا۔ یہ سن کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "کاش تم ایسا کرتے تو ان سے ابو سائب یعنی عبداللہ بن سائب جیسا فرزند پیدا ہوتا"۔ یہ روایت سائب کے اسلام اور طولِ عمر کی واضح دلیل ہے۔ حضرت زبیر دوسرے مقام پر ذکر فرماتے ہیں مجھے حضرت ابو ضمرہ انس بن عیاض لیثی نے بتایا کہ میرے جدامجد حضرت ابو سائب نبی کریم ﷺ کے شریک تھے۔ ان کے متعلق نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ابو سائب بہت اچھے شریک ہیں جو کاروبار میں نہ جھگڑا کرتے اور نہ شک میں مبتلا ہوتے تھے۔ حضرت زبیر کی یہ دونوں روایات ان کے اس قول

بنی سہم

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بنی سہم بن عمرو بن ہصیص بن کعب بن لوی سے پانچ افراد قتل ہوئے:

(1) منبہ بن حجاج بن عامر بن حذیفہ بن سعد بن سہم۔ اسے حضرت ابوالیسر سلمی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(2) اس کا بیٹا عاص بن منبہ بن حجاج۔ اسے بقول ابن ہشام حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(3) نبیہ بن حجاج بن عامر۔ اسے بقول ابن ہشام حضرت حمزہ بن عبدالمطلب اور حضرت سعد بن

کے مخالف ہیں کہ سائب بن ابی سائب کو بدر کے روز حالت کفر میں قتل کر دیا گیا تھا۔ پھر حضرت ابن ہشام نے فرمایا کہ سائب بن ابی سائب۔ کے متعلق حدیث شریف میں آیا ہے کہ ابوسائب اچھے شریک ہیں جو کاروبار میں نہ جھگڑا کرتے ہیں اور نہ شک میں مبتلا ہوتے ہیں۔ ہمارے علم کے مطابق انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا اور بحسن وخوبی اس پر کاربند رہے۔ پھر حضرت ابن ہشام نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت ابن شہاب نے عن عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ذکر کیا ہے کہ سائب بن ابی سائب بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہجرت کی اور آپ ﷺ نے انہیں جعرانہ کے روز حنین کے اموالِ غنیمت سے حصہ عطا فرمایا۔
حضرت ابوعمر نے فرمایا: اس باب میں یہ سب سے بہترین روایت ہے اور شریک رسول ﷺ والی حدیث بہت زیادہ مضطرب ہے کیونکہ بعض نے رسول اللہ ﷺ کا شریک سائب کو بنایا ہے، بعض نے ابوسائب کو جیسا کہ زبیر کی روایت میں مذکور ہے، بعض نے قیس بن سائب کو اور بعض نے عبد بن ابی سائب کو۔ لہٰذا اس اضطراب کی موجودگی میں اس حدیث سے نہ کچھ ثابت ہوتا ہے اور نہ دلیل قائم ہو سکتی ہے اور سائب بن ابی سائب ان لوگوں میں سے ہیں جن کی مال کے ذریعے دلداری کی گئی اور انہوں نے صدقِ دل سے اسلام قبول کیا۔ کتاب الاستیعاب میں ابوعمر کا آخری کلام ہے جو مجھ سے ابوبکر بن طاہر اشبیلی نے عن ابی علی غسانی عن ابی عمر بیان کیا ہے۔ اسی طرح حدیث کے جو یہ الفاظ ہیں کہ "وہ بہتر شریک تھے جو نہ جھگڑتے اور نہ شک کرتے تھے"۔ ان کے متعلق بھی مختلف روایات ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ الفاظ نبی کریم ﷺ نے ابوسائب کے متعلق فرمائے اور بعض کا قول ہے کہ یہ الفاظ ابوسائب نے نبی کریم ﷺ کے بارے میں کہے۔

ابی وقاص رضی اللہ عنہما نے مل کر قتل کیا۔

(4) ابو العاص بن قیس بن عدی بن سعد بن سہم۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسے حضرت نعمان بن قوقلی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا اور ایک قول یہ ہے کہ اسے حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(5) عاصم بن عوف بن ضبیرہ بن سعید بن سہم۔ اسے بقول ابن ہشام حضرت ابوالیسر رضی اللہ عنہ نے قتل کیا جن کا تعلق بنی سلمہ سے ہے۔

بنی جمح

بنی جمح بن عمرو بن ہصیص بن کعب بن لوی سے تین کفار قتل ہوئے:

(1) امیہ بن خلف بن وہب بن حذافہ بن جمح۔ اسے انصار کے قبیلہ بنی مازن کے ایک شخص نے قتل کیا۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا یہ بھی کہا گیا ہے کہ اسے حضرت معاذ بن عفراء، حضرت خارجہ بن زید اور حضرت خبیب بن اساف رضی اللہ عنہم تینوں نے مل کر قتل کیا۔

(2) اس کا بیٹا علی بن امیہ بن خلف۔ اسے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(3) اوس بن معیر بن لوذان بن سعد بن جمح۔ اسے بقول ابن ہشام حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا اور ایک قول یہ ہے کہ اسے حضرت حصین بن حارث بن مطلب اور حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہما نے مل کر قتل کیا۔

اوس بن خولی

بنی حبلی کے جو انصار غزوۂ بدر میں شریک ہوئے ان میں حضرت اوس بن خولی کا ذکر آیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ بنی کملہ سے تھے اور نبی کریم ﷺ نے ان کے درمیان اور شجاع بن وہب کے درمیان رشتہ مؤاخات قائم فرمایا تھا۔ لغت میں خولی اس شخص کو کہا جاتا ہے جو گھوڑوں کی خبر گیری کرتا ہو اور ان کی خدمت کرتا ہو۔ منقول ہے کہ جمیل کلبی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خولی تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ لفظ خیل میں یاء دراصل واؤ ہے۔

طلحہ کا بھائی

حضرت ابن ہشام نے چندان مقتول مشرکین کا ذکر کیا ہے جن کا حضرت ابن اسحاق نے ذکر نہیں کیا۔ ان میں سے ایک مالک بن عبید اللہ بن عثمان ہے۔ یہ طلحہ بن عبداللہ کا بھائی ہے۔

بنی عامر بن لؤی

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بنی عامر بن لؤی سے دو آدمی قتل ہوئے:

(1) بنی عبدالقیس سے ان کا حلیف معاویہ بن عامر۔ اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔ اور بقول ابن ہشام یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسے حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(2) بنی کلب بن عوف بن کعب بن عامر بن لیث سے ان کا حلیف معبد بن وہب۔ اسے بکیر کے دو بیٹوں حضرت خالد اور حضرت ایاس رضی اللہ عنہما نے قتل کیا اور بقول ابن ہشام یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسے حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

مقتولین کی تعداد

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: غزوۂ بدر میں قریش کے مقتولین کی جو تعداد ہمارے شمار میں ہے وہ پچاس آدمی ہیں۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: مجھ سے حضرت ابوعبیدہ نے بیان فرمایا ''انہوں نے حضرت ابوعمرو سے روایت کیا کہ غزوۂ بدر میں ستر مشرک قتل ہوئے اور اتنے ہی قید کیے گئے۔ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ نیز قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اصحاب احد سے فرمایا: اَوَلَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا (آل عمران: 165) ''کیا جب پہنچی تمہیں کچھ مصیبت حالانکہ تم پہنچا چکے ہو (دشمن کو) اس سے دگنی''۔ یعنی تمہارے ستر مسلمان شہید ہوئے حالانکہ تم دشمن کو اس سے دگنی مصیبت پہنچا چکے ہو کہ تم نے ان کے ستر آدمی قتل کیے اور ستر کو قیدی بنایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ غزوۂ بدر میں ستر مشرک قتل ہوئے۔

دیگر مقتولین

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: ان ستر مقتولین میں سے جن کا ذکر حضرت ابن اسحاق نے

ابن عبداللہ بن جدعان

بنی تیم بن مرہ کے مقتولین میں عمرو بن عبداللہ بن جدعان کا ذکر آیا ہے۔ اس کا باپ عبداللہ بن جدعان مشہور سخی ہے۔ اس کے پاس اتنا بڑا پیالہ تھا جس سے اونٹ پر سوار شخص بھی کھا سکتا تھا اور نبی کریم ﷺ اس کے سائے میں تشریف فرما ہوا کرتے تھے۔ ایک دفعہ اس میں ایک آدمی گر کر ہلاک

نہیں کیا وہ یہ ہیں:

بنی عبد شمس

بنی عبد شمس بن عبد مناف سے دو آدمی:

(1) وہب بن حارث۔ یہ بنی انمار بن بغیض سے ان کا حلیف تھا۔

(2) عامر بن زید۔ یہ اہل یمن سے ان کا حلیف تھا۔

بنی اسد

بنی اسد بن عبد العزیٰ سے دو آدمی:

(1) عقبہ بن زید۔ یہ اہل یمن سے ان کا حلیف تھا۔

(2) ان کا آزاد کردہ غلام عمیر۔

بنی عبد الدار

بنی عبد الدار بن قصی سے دو آدمی:

(1) نبیہ بن زید بن ملیص۔

(2) عبید بن سلیط، یہ قبیلہ قیس سے ان کا حلیف تھا۔

بنی تیم

بنی تیم بن مرہ سے دو آدمی:

(1) مالک بن عبید اللہ بن عثمان۔ یہ طلحہ بن عبید اللہ بن عثمان کا بھائی تھا۔ پہلے قید ہوا پھر قیدیوں میں مر گیا تو اسے مقتولین میں شمار کیا گیا۔

(2) ایک قول کے مطابق عمرو بن عبد اللہ بن جدعان۔

بنی مخزوم

بنی مخزوم بن یقظہ سے سات آدمی:

ہو گیا۔ ہم نے اس کتاب کی ابتدا میں اس کے حالات بیان کر دیے ہیں اور تنگدستی کے بعد اس کے دولت مند ہو جانے کا سبب بھی بیان کر دیا ہے اور اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا سوال بھی ذکر کیا ہے کہ آیا اس کی سخاوت اسے فائدہ دے گی یا نہیں؟

(1) حذیفہ بن ابی حذیفہ بن مغیرہ۔ اسے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(2) ہشام بن ابی حذیفہ بن مغیرہ۔ اسے حضرت صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(3) زہیر بن ابی رفاعہ۔ اسے حضرت ابو اسید مالک بن ربیعہ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(4) سائب بن ابی رفاعہ۔ اسے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(5) عائذ بن سائب بن عویمر۔ یہ پہلے قید ہوا پھر اس نے فدیہ بھی ادا کر دیا لیکن راستے میں اس زخم کی تاب نہ لا سکا جو اسے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے لگایا تھا۔ اس وجہ سے مر گیا۔

(6) بنی طیء سے ان کا حلیف عمیر۔

(7) بنی قارہ سے ان کا حلیف خیار۔

بنی جمح

بنی جمح بن عمرو سے ایک شخص سبرہ بن مالک۔ یہ ان کا حلیف تھا۔

بنی سہم

بنی سہم بن عمر سے دو آدمی:

(1) حارث بن منبہ بن حجاج۔ اسے حضرت صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(2) عاصم بن ضبیرہ کا بھتیجا عامر بن عوف بن ضبیرہ۔ اسے حضرت عبداللہ بن سلمہ عجلانی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسے حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

حذیفہ بن ابی حذیفہ

حضرت ابن ہشام نے مقتولین بدر میں حذیفہ بن ابی حذیفہ کا ذکر کیا ہے۔ اس ابوحذیفہ کا نام مہشم ہے اور یہ ہشام بن مغیرہ اور ہاشم بن مغیرہ کا بھائی ہے۔ ہشام ابوجہل کا باپ تھا اور ہاشم حضرت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا نانا تھا، جبکہ مہشم یہ ابوحذیفہ ہے۔ جہاں تک ابوحذیفہ بن عتبہ کا تعلق ہے تو اس کا نام قیس ہے لیکن حضرت ابن خالد اور حضرت ابن ہشام نے یہ ذکر نہیں کیا بلکہ انہوں نے ابوحذیفہ بن عتبہ کا نام بھی مہشم بتایا ہے جو کہ علماء نسب کے نزدیک غلط ہے۔ مہشم تو ابوحذیفہ بن مغیرہ ہے۔

غزوۂ بدر میں اسیرانِ قریش

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بدر کے روز قریش میں سے مندرجہ ذیل لوگ قید کیے گئے:

بنی ہاشم

بنی ہاشم بن عبد مناف سے دو آدمی:

(1) عقیل بن ابی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم۔

(2) نوفل بن حارث بن عبد المطلب بن ہاشم۔

بنی مطلب

بنی مطلب بن عبد مناف سے دو آدمی:

(1) سائب بن عبید بن یزید بن ہاشم بن مطلب۔

(2) نعمان بن عمرو بن علقمہ بن مطلب۔

بنی عبد شمس اور ان کے حلفاء

بنی عبد شمس بن عبد مناف سے سات آدمی:

اسیرانِ بدر میں مسلمان ہونے والوں کے اسماء

حضرت ابن اسحاق اور حضرت ابن ہشام رحمہما اللہ نے ان خوش نصیبوں کا ذکر نہیں کیا جنہوں نے اسیرانِ بدر میں سے بعد میں اسلام قبول کر لیا حالانکہ سیرت کے قاری کے لئے ان کا جاننا ضروری ہے۔ وہ خوش نصیب درج ذیل ہیں:

(1) حضرت عباس رضی اللہ عنہ

ان میں سب سے مقدم اور سب سے افضل رسول اللہ ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کا اسلام اور فضیلت مخفی نہیں۔ ہم نے اس فصل سے پہلے ایک فصل میں ان کے قبولِ اسلام کا ذکر کیا ہے اور یہ بھی ذکر کیا ہے کہ انہیں حضرت ابوالیسر کعب بن عمرو رضی اللہ عنہ نے قید کیا تھا جو کہ دبلے پتلے اور چھوٹے قد والے شخص تھے۔ مسند بزار میں ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا آپ کو ابوالیسر نے کیسے قید کر لیا حالانکہ اگر آپ اسے اپنے ہاتھ سے پکڑتے تو وہ آپ کی مٹھی میں آ جاتا؟ آپ نے جواب دیا: جونہی میرا اس سے آمنا سامنا ہوا تو وہ مجھے خندمہ پہاڑ (مکہ کے قریب ایک پہاڑ) کی مانند دکھائی دیا۔

(1) عمرو بن ابی سفیان بن حرب بن امیہ بن عبد شمس۔

(2) حارث بن ابی وجزہ بن ابی عمرو بن امیہ بن عبد شمس اور بقول ابن ہشام ابی وحرہ بھی کہا جاتا ہے۔

(3) ابوالعاص بن ربیع بن عبد العزیٰ بن عبد شمس۔

(4) ابوالعاص بن نوفل بن عبد شمس۔

اوران کے حلفاء میں سے:

(5) ابوریشہ بن ابی عمرو۔

(6) عمرو بن ازرق اور

(7) عقبہ بن عبد الحارث بن حضرمی۔

بنی نوفل اوران کے حلفاء

بنی نوفل بن عبد مناف سے تین آدمی:

(1) عدی بن خیار بن عدی بن نوفل۔

(2) عثمان بن عبد شمس، یہ بنی مازن بن منصور سے ان کا حلیف تھا اور غزوان بن جابر کا بھتیجا تھا۔

(3) ان کا ایک اور حلیف ابوثور۔

---

(2) حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

آپ نے حدیبیہ کے سال اسلام قبول کیا۔ نبی کریم ﷺ نے ایک دفعہ ان سے فرمایا اے ابو یزید! (حضرت عقیل کی کنیت) میں تیرے ساتھ دوہری محبت رکھتا ہوں، ایک قرابت کی محبت اور دوسری محبت اس وجہ سے کہ میرے چچا تجھ سے محبت کرتے تھے حضرت عقیل رضی اللہ عنہ بصرہ میں سکونت پذیر رہے یہاں تک کہ خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ میں ملک شام میں وفات پا گئے۔ آپ نے رسول اللہ ﷺ سے ایک حدیث روایت کی ہے جس میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مد پانی سے وضو کیا اور ایک صاع پانی سے غسل فرمایا۔ آپ نے ایک اور حدیث بھی روایت کی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اَلرِّفَاءَ وَالْبَنِيْنَ نہ کہو بلکہ یوں کہو بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ وَ بَارَكَ عَلَيْكَ یعنی اللہ تعالیٰ تجھ کو مبارک کرے اور تجھ پر برکت نازل فرمائے۔ حضرت عقیل رضی اللہ عنہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے دس سال بڑے تھے اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دس سال بڑے

بنی عبدالدار اور ان کے حلفاء

بنی عبدالدار بن قصی سے دو آدمی:

(1) ابوعزیز بن عمیر بن ہشام بن عبد مناف بن عبدالدار۔

(2) ان کا حلیف اسود بن عامر۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم اسود بن عامر بن عمرو بن حارث بن سباق کی اولاد ہیں۔

بنی اسد اور ان کے حلفاء

بنی اسد بن عبدالعزی بن قصی سے تین آدمی:

(1) سائب بن ابی حبیش بن مطلب بن اسد۔

(2) حویرث بن عباد بن عثمان بن اسد۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا یہ حارث بن عائذ بن عثمان بن اسد ہے۔

تھے اور حضرت طالب حضرت عقیل سے اتنے ہی بڑے تھے۔

حضرت نوفل بن حارث رضی اللہ عنہ

مسلمان ہونے والے اسیرانِ بدر میں سے ایک حضرت نوفل بن حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ آپ نے غزوۂ خندق کے سال اسلام قبول کیا اور مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ اسی وقت اسلام لے آئے تھے جب آپ کو قید کیا گیا۔ واقعہ یوں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے انہیں فرمایا: اپنا فدیہ ادا کرو۔ انہوں نے عرض کی: میرے پاس فدیہ کی ادائیگی کے لئے مال نہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ان نیزوں کے ذریعے فدیہ ادا کرو جو تم نے جدہ میں رکھے ہیں۔ حضور کا یہ ارشاد سن کر وہ کہنے لگے: قسم بخدا! اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو اس بات کا علم نہ تھا کہ جدہ میں میرے نیزے پڑے ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں حضرت نوفل ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے غزوۂ حنین میں رسول اللہ ﷺ کی معیت میں ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا تھا اور آپ نے غزوۂ حنین کے لئے روانہ ہوتے وقت تین ہزار نیزے دے کر رسول اللہ ﷺ کی مدد کی۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے انہیں فرمایا: "گویا میں تمہارے ان نیزوں کی طرف دیکھ رہا ہوں کہ وہ کافروں کی پشتیں توڑ رہے ہیں"۔ آپ کی وفات ۵ ہجری کو مدینہ منورہ میں ہوئی اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔

(3) ان کا حلیف سالم بن شماس۔

بنی مخزوم

بنی مخزوم بن یقظہ بن مرہ سے نو آدمی:

(1) خالد بن ہشام بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم۔

(2) امیہ بن ابی حذیفہ بن مغیرہ۔

(3) ولید بن ولید بن مغیرہ۔

(4) عثمان بن عبداللہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم۔

(5) صیفی بن ابی رفاعہ بن عابد بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم۔

(6) ابوالمنذر بن ابی رفاعہ بن عبداللہ بن عمیر بن مخزوم۔

حضرت ابوالعاصی بن ربیع رضی اللہ عنہ

اسلام قبول کرنے والے اسیرانِ بدر میں سے ایک رسول اللہ ﷺ کے داماد حضرت ابوالعاصی بن ربیع رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضرت ابن اسحاق کے ساتھ ساتھ ہم نے بھی آپ کا واقعہ ذکر کیا ہے اور ان کے نام کا اختلاف بھی ذکر کیا ہے۔

حضرت ابوعزیز بن عمیر عبدری رضی اللہ عنہ

اسلام قبول کرنے والے اسیرانِ بدر میں سے ایک حضرت ابوعزیز بن عمیر عبدری رضی اللہ عنہ ہیں۔ غزوۂ بدر کے واقعات کے شروع میں ہم نے ان کا نام، ان کی والدہ اور ان کے بھائیوں کے نام ذکر کر دیے ہیں۔

حضرت سائب بن ابی حبیش رضی اللہ عنہ

اسلام قبول کرنے والے اسیرانِ بدر میں سے ایک حضرت سائب بن ابی حبیش بن مطلب بن اسد بن عبدالعزیٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔ یہ وہی صحابی ہیں جن کے متعلق حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ ایسا شخص ہے جس میں میں نے کوئی عیب نہیں دیکھا حالانکہ رسول اللہ ﷺ کے بعد میں بھی اس پر عیب لگانے پر قادر تھا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان حضرت سائب کے بیٹے عبداللہ بن سائب کے بارے میں ہے۔ یہی سائب حضرت فاطمہ بنت ابی حبیش کے بھائی ہیں جنھوں نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں استحاضہ کی شکایت کی تھی۔

(7) ابوعطاء عبداللہ بن ابی سائب بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم۔

(8) مطلب بن حنطب بن حارث بن عبید بن عمر بن مخزوم۔

(9) ان کا حلیف خالد بن اعلم۔ یہی وہ شخص ہے جو قریش کے لشکر سے سب سے پہلے بھاگا تھا حالانکہ اس کا کہنا تھا:

وَ لَسْنَا عَلَى الْاَدْبَارِ تَدْمٰى كُلُوْمُنَا　　وَ لٰكِنْ عَلٰى اَقْدَامِنَا يَقْطُرُ الدَّمُ

"ہم ایسے لوگ نہیں کہ ہماری پیٹھوں پر لگے ہوئے زخموں سے خون بہہ رہا ہو بلکہ ہمارے سامنے والے زخموں سے خون کے قطرے گرتے ہیں"۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: وَ لَسْنَا عَلَى الْاَعْقَابِ بھی مروی ہے اور خالد بن اعلم کا تعلق بنی خزاعہ سے ہے اور اسے عقیلی بھی کہا جاتا ہے۔

حضرت خالد بن ہشام

اسلام قبول کرنے والے اسیرانِ بدر میں سے ایک حضرت خالد بن ہشام ہیں۔ بعض نے انہیں ان لوگوں میں شمار کیا ہے جن کی مال کے ذریعے دلداری کی گئی تھی۔

حضرت عبداللہ بن سائب

ان میں سے ایک حضرت عبداللہ بن ابی سائب ہیں اور ابوسائب کا نام صیفی ہے۔ ان کے متعلق اور ان کے باپ کے متعلق حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا فرمان پہلے گزر چکا ہے۔ انہی سے اہل مکہ نے قراءت سیکھی اور انہیں اہل مکہ کے قراء میں سے حضرت مجاہد وغیرہ نے قرآن کریم پڑھ کر سنایا۔

حضرت مطلب بن حنطب

ان میں سے ایک حضرت مطلب بن حنطب بن حارث بن عبید بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم ہیں۔ عمر بن مخزوم کے تین بیٹے ہیں: عبدالعزیٰ، عابد اور عبداللہ اور بعض اہل نسب نے عثمان بن عمر کو بھی ان میں ذکر کیا ہے اور مخزوم کے بھی تین بیٹے ہیں: مذکورہ تینوں بھائیوں کا باپ عمر، عمران اور عامر۔ اور مخزوم کے بیٹوں میں عمیر اور عمیرہ کو بھی ذکر کیا جاتا ہے۔ عمیرہ کی اولاد میں صرف ایک بیٹی تھی جس کا نام زینب تھا۔ حضرت مطلب بن حنطب کی روایت کردہ احادیث میں سے ایک یہ حدیث ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی میرے لئے وہی حیثیت ہے جو سر کے لئے کانوں اور آنکھوں کی ہے"۔ اس حدیث کی سند میں ضعف ہے۔

بنی سہم

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا بنی سہم بن عمرو بن ہصیص بن کعب سے چار آدمی:

(1) ابو وداعہ بن ضبیرہ بن سعد بن سہم۔ اس کا سب سے پہلے فدیہ ادا ہوا جو اس کے بیٹے مطلب بن ابی وداعہ نے دیا تھا۔

(2) فروہ بن قیس بن عدی بن حذافہ بن سعد بن سہم۔

(3) حنظلہ بن قبیصہ بن حذافہ بن سعد بن سہم۔

(4) حجاج بن قیس بن عدی بن سعد بن سہم۔

بنی جمح

بنی جمح بن عمرو بن ہصیص بن کعب سے پانچ آدمی:

(1) عبداللہ بن ابی بن خلف بن وہب بن حذافہ بن جمح۔

حضرت حکم بن عبدالمطلب

حضرت مطلب بن حنطب کی اولاد سے ایک بزرگ گزرے ہیں جن کا نام حضرت حکم بن عبدالمطلب بن عبداللہ بن مطلب ہے۔ آپ اپنے زمانہ کے سب سے بڑے کریم اور سخی تھے۔ آخری عمر میں آپ نے زہد و تقویٰ اختیار کیا اور منبج کے مقام پر وفات پائی۔ آپ کے مرثیہ میں عباءہ بن عمر راجحی کہتا ہے:

سَاَلُوْا عَنِ الْجُوْدِ وَالْمَعْرُوْفِ مَا فَعَلَا　　فَقُلْتُ اِنَّهُمَا مَاتَا مِنَ الْحَكَمِ

"لوگوں نے مجھ سے سخاوت اور بھلائی کے متعلق پوچھا کہ ان کا کیا بنا؟ میں نے جواب دیا کہ وہ دونوں حکم کے ساتھ ہی مر گئے"۔

مَاتَا مَعَ الرَّجُلِ الْمُوْفِيْ بِذِمَّتِهٖ　　قَبْلَ السُّؤَالِ اِذَا لَمْ يُوْفَ بِالذِّمَمِ

"وہ دونوں ایک ایسے شخص کے ساتھ مر گئے جو اس وقت بھی سوال کرنے سے پہلے اپنی ذمہ داری پوری کرنے والا تھا جب دوسرے لوگ اپنی ذمہ داریاں پوری نہ کرتے تھے"۔

حضرت دارقطنی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت حمید بن معروف نے فرمایا: میں حضرت حکم بن عبدالمطلب بن عبدالرحمٰن بن مطلب بن حنطب کی وفات کے وقت وہاں موجود تھا، آپ پر موت کی سختی طاری ہوئی تو ان کے اہل خانہ میں سے کسی نے دعا کی: یااللہ! ان پر موت کو آسان فرما کیونکہ ان میں

(2) ابوعزہ عمرو بن عبد بن عثمان بن وہیب بن حذافہ بن جمح۔

(3) امیہ بن خلف کا آزاد کردہ غلام فاکہ جس کا بعد میں رباح بن مغترف نے دعوی کیا تھا اور وہ کہتا تھا کہ یہ بنی شماخ بن محارب بن فہر سے ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ فاکہ بن حرول بن حذیم بن عوف بن غضب بن شماخ بن محارب بن فہر ہے۔

(4) وہب بن عمیر بن وہب بن خلف بن وہب بن حذافہ بن جمح۔

(5) ربیعہ بن دراج بن عنبس بن اہبان بن وہب بن حذافہ بن جمح۔

بنی عامر

بنی عامر بن لوی سے تین آدمی:

(1) سہیل بن عمرو بن عبد شمس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر۔ اسے حضرت مالک بن دخشم رضی اللہ عنہ نے قید کیا جن کا تعلق بنی سالم بن عوف سے ہے۔

(2) عبد بن زمعہ بن قیس بن عبد شمس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر۔

فلاں فلاں اچھی صفات موجود تھیں۔ پھر جب حضرت حکم کو افاقہ ہوا تو آپ نے فرمایا: یہ بات کہنے والا کون تھا؟ اس شخص نے کہا: میں نے یہ بات کہی۔ آپ نے فرمایا: تجھ سے ملک الموت فرما رہے ہیں میں ہر سخی پر نرمی کرتا ہوں۔ اس کے بعد آپ کی زندگی کا چراغ گل ہو گیا۔ یہ واقعہ حضرت زبیر بن ابی بکر نے بھی ذکر کیا ہے۔ جب حضرت حکم کو کسی مقدمہ میں قید کیا گیا تو ان کے بارے میں کسی شاعر نے کہا:

خَلِیْلَیَّ اِنَّ الْجُوْدَ فِی السِّجْنِ فَابْکِیَا عَلَی الْجُوْدِ اِذْ سُدَّتْ عَلَیْهِ مَرَافِقُهٗ

"اے میرے دونوں دوستو! بے شک سخاوت قید خانے میں بند ہے، اس لئے تم اس سخاوت پر آنسو بہاؤ کیونکہ اس کے ہاتھوں کو باندھ دیا گیا ہے"۔

یہ اس کے چند اشعار میں سے ایک ہے۔ اس شعر پر شاعر کو تین ہزار درہم بطور انعام دیے گئے۔

مزید اسلام لانے والے اسیرانِ بدر

حضرت ابووداعہ حارث بن صبیرہ

مسلمان ہونے والے اسیرانِ بدر میں سے ایک حضرت ابووداعہ حارث بن صبیرہ بن سعید بن سعد بن سہم ہیں۔ آپ نے اور آپ کے بیٹے حضرت مطلب بن ابی وداعہ نے فتح مکہ کے روز اکٹھے اسلام قبول کیا۔

(3) عبدالرحمٰن بن مشنوء بن وقدان بن قیس بن عبدشمس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر۔

بنی حارث بن فہر

بنی حارث بن فہر سے دو آدمی:

(1) طفیل بن ابی قنیع۔

(2) عتبہ بن عمرو بن جحدم۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: یہ تینتالیس قیدی ہیں جن کے نام ہمیں یاد رہے ہیں۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: ان تینتالیس قیدیوں میں ایک ایسا شخص بھی تھا جس کا نام ہم بیان نہیں کر سکے۔

دیگر اسیرانِ بدر

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: جن اسیرانِ بر کا ذکر حضرت ابن اسحاق نے نہیں کیا وہ یہ ہیں:

حضرت حجاج بن حارث

ان میں سے ایک حضرت حجاج بن حارث بن قیس بن عدی بن سعید بن سہم ہیں۔ واقدی اور دیگر علماء نے حضرت ابن اسحاق کے اس قول کے ساتھ اتفاق نہیں کیا کہ ان کے جد اعلیٰ کا نام سعید بن سہم ہے۔ انہوں نے کہا اس کا نام تو سعد بن سہم ہے۔ یہ بات پہلے گزر چکی ہے۔ میرا خیال ہے اس مقام پر حضرت حجاج کو غلطی سے ذکر کر دیا گیا ہے کیونکہ آپ مہاجرین حبشہ میں سے ہیں اور آپ غزوۂ احد کے بعد مدینہ طیبہ میں حاضر ہوئے اس لئے آپ کو اسیرانِ بدر میں کیسے شمار کیا جا سکتا ہے؟

حضرت عبداللہ بن ابی

ان میں سے ایک حضرت عبداللہ بن ابی بن خلف جمحی ہیں۔ آپ نے فتح مکہ کے دن اسلام قبول کیا اور جنگ جمل میں کام آئے۔

حضرت وہب بن عمیر جمحی

ان میں سے ایک حضرت وہب بن عمیر جمحی ہیں۔ پہلے حضرت ابو عمیر آپ کا فدیہ ادا کرنے کے بہانے آئے تھے لیکن بعد میں دونوں نے اسلام قبول کر لیا۔ حضرت ابن اسحاق نے آپ کے اسلام لانے کا واقعہ پہلے ذکر کر دیا ہے۔

بنی ہاشم

بنی عبد ہاشم بن عبد مناف سے ایک شخص عتبہ۔ یہ بنی فہر سے ان کا حلیف تھا۔

بنی مطلب

بنی مطلب بن عبد مناف سے تین آدمی:

(1) ان کا حلیف عقیل بن عمرو۔

(2) اس کا بھائی تمیم بن عمرو۔

حضرت سہیل بن عمرو

ان میں سے ایک حضرت سہیل بن عمرو ہیں۔ آپ نے اسلام قبول کیا اور شام میں جامِ شہادت نوش کیا۔ آپ قریش کے خطیب تھے۔ سیرت وغیرہ میں آپ کے واقعات مشہور ہیں۔

حضرت عبد بن زمعہ

ان میں سے ایک حضرت عبد بن زمعہ ہیں۔ آپ حضرت سودہ بنت زمعہ کے بھائی ہیں۔ آپ نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ آپ ہی وہ شخص ہیں جن کے ساتھ حضرت سعد نے زمعہ کی لونڈی کے بیٹے کے متعلق جھگڑا کیا تھا۔ اس بیٹے کا نام عبدالرحمٰن تھا۔ آپ ہی کے متعلق نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے عبد بن زمعہ! اس بیٹے کا حقدار تو ہے۔

حضرت قیس بن سائب مخزومی

ان میں سے ایک حضرت قیس بن سائب بن عویمر بن عائذ بن عمران بن مخزوم ہیں۔ حضرت مجاہد بن جبیر القاری کی ولاء آپ ہی کو حاصل تھی۔ انہیں مجاہد بن جبر بھی کہا جاتا ہے۔ یہ حضرت ابن اسحاق کا قول ہے۔ حضرت مجاہد فرماتے تھے: میرے مولیٰ حضرت قیس بن سائب ہی کے بارے میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ (بقرہ: 184) ''اور جو لوگ اسے بہت مشکل سے ادا کر سکیں ان کے ذمہ فدیہ ہے ایک مسکین کا کھانا''۔ اس کے بعد آپ نے روزہ ترک کر دیا اور ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلانے لگے۔ انہی کا قول ہے کہ دورِ جاہلیت میں رسول اللہ ﷺ میرے شریک تجارت تھے اور آپ اچھے شریک تھے جو نہ جھگڑتے اور نہ شک کرتے تھے۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ بات ان کے باپ نے کہی تھی۔ اس بارے میں اضطراب اور اختلاف پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔

(3) اس کا بیٹا۔

بنی عبد شمس

بنی عبد شمس بن عبد مناف سے دو آدمی:

(1) خالد بن اسید بن ابی العیص۔

(2) ابوالعریض یسار مولی عاص بن امیہ۔

حضرت نسطاس

ان میں سے ایک امیہ بن خلف کے آزاد کردہ غلام حضرت نسطاس ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ آپ نے غزوۂ احد کے بعد اسلام قبول کیا۔ آپ اس روز مشرکین کی شکست، ایک قبہ میں آپ کے پاس مسلمانوں کے داخلے اور صفوان کے فرار کا عجیب وغریب واقعہ بیان کرتے تھے جو حضرت ابن اسحاق نے ذکر نہیں کیا۔

یہ وہ تمام خوش نصیب ہیں جو اسیرانِ بدر میں سے اسلام لائے۔

اسلام قبول نہ کرنے والے اسیرانِ بدر

اسیرانِ بدر میں سے جن لوگوں نے اسلام قبول نہ کیا وہ یہ ہیں:

(1) عبداللہ بن حمید بن زہیر اسدی۔ اس کا مشہور نام عبید اللہ بن حمید ہے۔ ابن قتیبہ اور ابوعمر نے اسی طرح ذکر کیا ہے۔

(2) ابونصر الکلاباذی۔ یہ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کا آزاد کردہ غلام تھا۔

حضرت ابن اسحاق نے ایک نسب میں جو بلی بن فاران بن عمرو ذکر کیا ہے۔ یہ اکثر اہل نسب کے نزدیک بغیر الف کے فران ہے۔ البتہ ابن درید نے اسے راء کی تشدید کے ساتھ فرّان کہا ہے۔ انہوں نے کہا یہ فرار مصدر سے فَعلَان کا وزن ہے۔

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی تاریخ وفات

سیرت ابن ہشام میں ذکر ہوا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اپنی زوجہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی علالت کی وجہ سے غزوۂ بدر میں شریک نہ ہو سکے اور ان کی تیمارداری کی خاطر مدینہ طیبہ میں ٹھہر گئے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے آپ کو مالِ غنیمت سے حصہ عطا فرمایا اور جہاد کے ثواب کی بھی خوشخبری دی۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات اس روز ہوئی جس روز حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ غزوۂ

بنی نوفل

بنی نوفل بن عبد مناف سے ایک آدمی نبہان جوان کا آزاد کردہ غلام تھا۔

بنی اسد

بنی اسد بن عبد العزی سے بھی ایک آدمی عبد اللہ بن حمید بن زہیر بن حارث۔

بنی عبد الدار

بنی عبد الدار بن قصی سے بھی ایک آدمی عقیل جو یمن سے ان کا حلیف تھا۔

بدر کی فتح کی خوشخبری لے کر آئے۔ آپ کی یوم وفات کے متعلق یہی صحیح قول ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ "رسول اللہ ﷺ اپنی صاحبزادی کی تدفین کے وقت وہاں موجود تھے۔ آپ ﷺ ان کی قبر انور کے پاس تشریف فرما ہوئے درآں حالیکہ آپ کی آنکھیں اشکبار تھیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا: آج رات کس نے حقوقِ زوجیت ادا نہیں کیے۔ حضرت ابوطلحہ نے عرض کی: میں نے۔ آپ ﷺ نے انہیں قبر میں اترنے کا حکم فرمایا۔ پھر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کا انکار کیا ہے اور کتاب الجامع میں اس کی تخریج کرتے ہوئے ذکر کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت یوں مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: ہم رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی کے دفن کے وقت حاضر تھے۔ الحدیث۔ آپ نے اس روایت میں حضرت رقیہ وغیرہ کا نام ذکر نہیں کیا۔ علامہ طبری نے اس روایت کو یوں ذکر کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے دفن کے وقت حاضر تھے۔ الحدیث۔ یہ سب ایک ہی حدیث ہے اور جس نے اس حدیث میں حضرت رقیہ کا نام ذکر کیا ہے اسے بلاشبہ وہم ہوا ہے اور اس حدیث میں جو یہ مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: اَيُّكُمْ لَمْ يُقَارِفِ اللَّيْلَةَ؟ حدیث کے راوی حضرت فلیح بن سلیمان نے اس کا یہ معنی کیا ہے کہ آج رات کس نے گناہ نہیں کیا۔ یہ معنی غلط ہے کیونکہ اس معنی کے لحاظ سے رسول اللہ ﷺ قبر میں اترنے کے زیادہ لائق تھے بلکہ آپ کی مراد یہ تھی: اَيُّكُمْ لَمْ يُقَارِفْ اَهْلَهٗ؟ کہ آج رات کون اپنی زوجہ کے قریب نہیں گیا؟ دیگر رواۃ نے انہی الفاظ کے ساتھ یہ حدیث روایت کی ہے۔ حضرت ابن بطال نے کہا: اس سوال سے نبی کریم ﷺ کا ارادہ یہ تھا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اپنی زوجہ کی قبر انور میں اتریں اور آپ اس بات کے سب سے زیادہ حقدار بھی تھے کیونکہ آپ ان کے خاوند تھے اور دوسرے لوگوں میں وہ قلبی محبت

بنی تیم

بنی تیم بن مرہ سے دو آدمی:

(1) مسافع بن عیاض بن صخر بن عامر بن کعب بن سعد بن تیم۔

(2) ان کا حلیف جابر بن زبیر۔

بنی مخزوم

بنی مخزوم بن یقظہ سے ایک آدمی قیس بن سائب۔

بنی جمح

بنی جمح بن عمرو سے چھ آدمی:

(1) عمرو بن ابی بن خلف۔

(2) ان کا حلیف ابورہم بن عبداللہ۔

(3) ان کا ایک اور حلیف جس کا نام مجھے بھول گیا۔

(4) امیہ بن خلف کا آزادہ کردہ غلام سطاس

(5) اس کا دوسرا آزاد کردہ غلام۔

(6) امیہ بن خلف کا ایک غلام ابورافع۔

نہ تھی جس کا کوئی عوض نہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کہ آج رات کس نے حقوقِ زوجیت ادا نہیں کیے تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خاموش رہے کیونکہ آپ نے اسی رات حقوقِ زوجیت ادا کئے تھے جس رات آپ کی زوجہ کی وفات ہوئی تھی اور اس مصیبت کا غم اور نبی کریم ﷺ سے رشتہ مصاہرت کا انقطاع آپ کو حقوقِ زوجیت ادا کرنے سے غافل نہ کر سکا۔ اس بناء پر آپ اپنے اس حق سے محروم ہو گئے حالانکہ آپ حضرت ابوطلحہ وغیرہ سے اس بات کے زیادہ حقدار تھے۔ اس حدیث کا یہی معنی واضح ہے اور شاید نبی کریم ﷺ کو بذریعہ وحی اس بات کا علم تھا لیکن آپ نے اس کا اظہار نہ فرمایا کیونکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ایک حلال کام کیا تھا۔ البتہ مصیبت نے آپ پر اس حد تک اثر نہ کیا کہ آپ حقوقِ زوجیت سے غافل ہو جاتے یہاں تک کہ آپ کو اشارۃً اس حق سے محروم کر دیا گیا۔ واللہ اعلم

بنی سہم

بنی سہم بن عمرو سے ایک شخص اسلم مولیٰ نبیہ بن حجاج۔

بنی عامر

بنی عامر بن لوی سے دو آدمی:

(1) حبیب بن جابر۔

(2) سائب بن مالک۔

بنی حارث

بنی حارث بن فہر سے بھی دو آدمی:

(1) شافع۔

(2) شفیع۔ یہ دونوں سرزمین یمن سے ان کے حلیف تھے۔

غزوۂ بدر کے متعلق اشعار

قصیدۂ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ

علامہ ابن اسحاق نے فرمایا: غزوۂ بدر کے متعلق جو اشعار کہے گئے اور جن کے ذریعے لوگوں نے ایک دوسرے کے جواب دیئے ان میں سے حضرت حمزہ بن عبد المطلب رحمہ اللہ کا یہ کلام ہے۔ علامہ ابن ہشام نے فرمایا اکثر علمائے شعر ان اشعار اور ان کے جوابی اشعار کا انکار کرتے ہیں:

اَلَمْ تَرَ اَمْرًا كَانَ مِنْ عَجَبِ الدَّهْرِ وَ لِلْحَيْنِ اَسْبَابٌ مُّبَيِّنَةُ الْاَمْرِ

"(اے مخاطب!) کیا تو نے اس واقعہ میں غور نہیں کیا جو زمانے کے عجائبات میں سے تھا اور موت کے لئے کچھ اسباب ایسے ہوتے ہیں جن کا معاملہ ظاہر ہوتا ہے"۔

غزوۂ بدر کے متعلق اشعار

ہم واقعہ ہجرت کے آخر میں ذکر کر چکے ہیں کہ ہم ان اشعار کی کوئی شرح پیش نہیں کریں گے جن میں مسلمانوں کی ہجو کی گئی ہو اور جن میں مشرکین نے رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخانہ کلمات کہے ہوں بجز ان اشعار کے جن کے شاعر نے اسلام قبول کر لیا ہو۔ اور ہم نے وہاں ان اشعار کے بارے میں کی جانے والی بحث پر بھی گفتگو کی ہے اور وہاں اس شخص کا قول بھی ذکر کیا ہے جس نے ان اشعار کے باعث ابن اسحاق پر طعن کیا ہے اور ہم نے حق کو بیان کیا۔ والحمد للہ۔

وَ مَا ذَاكَ اِلَّا اَنَّ قَوۡمًا اَفَادَهُمۡ فَحَانُوۡا تَوَاصٍ بِالۡعُقُوۡقِ وَ بِالۡكُفۡرِ

"اور وہ واقعہ بجز اس کے اور کچھ نہ تھا کہ ایک قوم کو نافرمانی اور کفر کی باہمی نصیحت نے ہلاک کر دیا پس وہ ہلاک ہو گئے"۔

عَشِيَّةَ رَاحُوۡ نَحۡوَ بَدۡرٍ بِجَمۡعِهِمۡ فَكَانُوۡا رُهُوۡنًا لِلرَّكِيَّةِ مِنۡ بَدۡرِ

اس شام کو جب وہ اپنا لشکر لے کر بدر کی طرف چلے پس وہ بدر کے کنویں میں ہمیشہ رہ گئے۔

وَ كُنَّا طَلَبۡنَا الۡعِيۡرَ لَمۡ نَبۡغِ غَيۡرَهَا فَسَارُوۡا اِلَيۡنَا فَالۡتَقَيۡنَا عَلٰى قَدۡرِ

"اور ہم تو قافلے کی تلاش میں نکلے تھے، اس کے سوا ہمارا کوئی مقصد نہ تھا، وہ ہماری طرف چلے، اس طرح ہم تقدیر کے ٹھہرائے ہوئے مقام پر ایک دوسرے کے مقابل آ گئے"۔

فَلَمَّا الۡتَقَيۡنَا لَمۡ تَكُنۡ مَثۡنَوِيَّةٌ لَنَا غَيۡرَ طَعۡنٍ بِالۡمُثَقَّفَةِ السُّمۡرِ

"پھر جب ہم ایک دوسرے کے مقابل ہو گئے تو ہمارے لئے واپسی کی کوئی صورت نہ تھی بجز سیدھے کئے ہوئے گندم گوں نیزوں کے ساتھ نیزہ زنی کے"۔

وَ ضَرۡبٍ بِبِيۡضٍ يَخۡتَلِي الۡهَامَ حَدُّهَا مُشَهَّرَةِ الۡاَلۡوَانِ بَيِّنَةِ الۡاَثۡرِ

"اور بجز چمکتی ہوئی تلواروں کے ساتھ وار کرنے کے جن کی دھاریں کھوپڑیوں کو کاٹ دیتی ہیں اور جن کے رنگ سفید اور جن کے جوہر خوب نمایاں ہیں"۔

وَ نَحۡنُ تَرَكۡنَا عُتۡبَةَ الۡغَيِّ ثَاوِيًا وَ شَيۡبَةَ فِي قَتۡلٰى تَجَرۡجَمُ فِي الۡجَفۡرِ

"اور ہم نے گمراہی کی دہلیز (عتبہ) کو پیوند خاک کر کے چھوڑا اور شیبہ کو ان مقتولوں کے درمیان چھوڑا جو کنویں میں بکھرے پڑے تھے"۔

حضرت حمزہ کی طرف منسوب اشعار

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب اشعار میں ہے: وَ مَا ذَاكَ اِلَّا اَنَّ قَوۡمًا اَفَادَهُمۡ۔ اَفَادَ کا معنی ہے ہلاک کر دیا۔ جب کوئی شخص ہلاک ہو جائے تو یہ الفاظ کہے جاتے: فَادَ، فَاظَ، فَطَسَ، فَازَ اور فَوَّزَ اور ضاد کے ساتھ فَاضَ نہیں کہا جاتا اور فَاظَتۡ نَفۡسُهٗ صرف بنی ضبہ بن اد کی لغت میں کہا جاتا ہے۔ تَوَاصِ الوصیۃ سے باب تفاعل ہے اور یہ اَفَادَهُمۡ کا فاعل ہے۔ ان اشعار میں ہے تَجَرۡجَمُ فِي الۡجَفۡرِ۔ الجفر ہر اس کنویں کو کہتے ہیں جس میں پتھر نہ لگائے گئے ہوں۔ اسی کی مثل اَلۡجَفۡرَةُ ہے اور تجرجم کا معنی ہے ایک دوسرے کے اوپر گرا دینا۔

وَ عَمْرٌو ثَوٰى فِیْمَنْ ثَوٰى مِنْ حُمَاتِهِمْ فَشُقَّتْ جُیُوْبُ النَّائِحَاتِ عَلٰى عَمْرٍو

اور عمرو بھی ان لوگوں میں پیوند خاک ہو گیا جوان کے حمایتیوں میں سے پیوند خاک ہو گئے۔
اس لئے عمرو پر نوحہ خواں عورتوں کے گریبان تار تار ہو گئے۔

جُیُوْبُ نِسَاءٍ مِّنْ لُؤَیِّ بْنِ غَالِبٍ کِرَامٍ تَفَرَّعْنَ الذَّوَائِبَ مِنْ فِهْرِ

''بنی لوی بن غالب کی ان شریف عورتوں کے گریبان (تار تار ہو گئے) جو بنی فہر کی بلند مرتبہ عورتوں پر بھی فائق تھیں''۔

اُوْلٰئِكَ قَوْمٌ قُتِّلُوْا فِیْ ضَلَالِهِمْ وَ خَلَّوْا لِوَاءً غَیْرَ مُحْتَضَرِ النَّصْرِ

''یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی گمراہی میں مار ڈالے گئے اور وہ پرچم کو اس حالت میں چھوڑ گئے کہ مرتے دم تک اس کے پاس مدد نہ پہنچ سکے''۔

لِوَاءَ ضَلَالٍ قَادَ اِبْلِیْسُ اَهْلَهٗ فَخَاسَ بِهِمْ اِنَّ الْخَبِیْثَ اِلٰى غَدْرِ

''گمراہی کے اس پرچم کو جس پرچم والوں کی قیادت ابلیس نے کی پس اس نے ان کے ساتھ دھوکہ کیا، بے شک خبیث دھوکے کی طرف ہی جانے والا ہے''۔

وَ قَالَ لَهُمْ اِذْ عَایَنَ الْاَمْرَ وَاضِحًا بَرِئْتُ اِلَیْكُمْ مَابِیَ الْیَوْمَ مِنْ صَبْرِ

''اور جب اس نے معاملے (مسلمانوں کی نصرت) کو واضح طور پر دیکھ لیا تو اس نے انہیں کہا میں تم سے بری الذمہ ہوں، آج مجھ میں صبر کی ہمت نہیں''۔

فَاِنِّیْ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ وَ اِنَّنِیْ اَخَافُ عِقَابَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ ذُوْ قَسْرِ

''کیونکہ میں وہ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ رہے اور میں سزائے الٰہی سے ڈرتا ہوں اور اللہ قہر و غلبہ والا ہے''۔

فَقَدَّمَهُمْ لِلْحَیْنِ حَتّٰى تَوَرَّطُوْا وَ كَانَ بِمَا لَمْ یَخْبُرِ الْقَوْمُ ذَا خُبْرِ

''پس وہ انہیں موت کے لئے بڑھا لایا یہاں تک کہ وہ ہلاکت میں پھنس گئے اور وہ اس بات سے خوب آگاہ تھا جس کی قوم کو خبر تک نہ تھی''۔

فَكَانُوْا غَدَاةَ الْبِئْرِ اَلْفًا وَ جَمْعُنَا ثَلَاثُ مِئِیْنٍ كَالْمُسَدَّمَةِ الزُّهْرِ

''اور وہ کنویں پر پہنچنے کی صبح کو ایک ہزار تھے اور ہمارے لشکر والے سفید نر اونٹوں کی مثل تین سو تھے۔

وَ فِیْنَا جُنُوْدُ اللّٰهِ حِیْنَ یُمِدُّنَا بِهِمْ فِیْ مَقَامٍ ثَمَّ مُسْتَوْضِحِ الذِّكْرِ

''اور ہم میں اللہ کے لشکر تھے جب وہ کسی مقام پر ان کے خلاف ہماری مدد کرتے تو وہاں اس کے بیان کی وضاحت پوچھی جاتی (کہ یہ کون لوگ ہیں)''۔

فَشَدَّ بِهِمْ جِبْرِيْلُ تَحْتَ لِوَائِنَا لَدٰى مَأْزِقٍ فِيْهِ مَنَايَاهُمْ تَجْرِيْ

''پس حضرت جبرئیل نے ہمارے پرچم کے نیچے رہ کر انہیں ایسی تنگ جگہ پر جکڑ دیا جہاں ان پر لگاتار موتیں چلی آرہی تھیں''۔

حارث بن ہشام کا جواب

اس کا جواب حارث بن ہشام بن مغیرہ نے دیا اور کہا:

اَلَا يَا لَقَوْمِيْ لِلصَّبَابَةِ وَالْهَجْرِ وَ لِلْحُزْنِ مِنِّيْ وَالْحَرَارَةِ فِي الصَّدْرِ

''اے میری قوم! سن عشق اور فراق اور میرے غم اور سینے کی جلن کا حال''۔

وَلِلدَّمْعِ مِنْ عَيْنَيَّ جَوْدًا كَاَنَّهُ فَرِيْدٌ هَوٰى مِنْ سِلْكِ نَاظِمِهٖ يَجْرِيْ

''اور سن میری آنکھوں سے موسلا دھار بہنے والے آنسوؤں کا حال گویا وہ ایسا ہار ہیں جو لڑی پرونے والے کی لڑی سے نکل کر تیزی سے گر رہے ہیں''۔

عَلَى الْبَطَلِ الْحُلْوِ الشَّمَائِلِ اِذْ ثَوٰى رَهِيْنَ مَقَامٍ لِلرَّكِيَّةِ مِنْ بَدْرِ

''(یہ آنسو) خوش اخلاق بہادر پر (بہہ رہے ہیں) کیونکہ وہ بدر کے کنویں کے مقام پر ہمیشہ کے لئے پیوند خاک ہو کر رہ گیا''۔

فَلَا تَبْعُدَنْ يَا عَمْرُو مِنْ ذِيْ قَرَابَةٍ وَ مِنْ ذِيْ نِدَامٍ كَانَ ذَا خُلُقٍ غَمْرِ

''اے عمرو! جو بڑا وسیع اخلاق والا تھا تو قرابت داروں اور ہم نشینوں (کے دلوں) سے ہرگز دور نہ ہو''۔

فَاِنْ يَكُ قَوْمٌ صَادَفُوْا مِنْكَ دَوْلَةً فَلَا بُدَّ لِلْاَيَّامِ مِنْ دُوَلِ الدَّهْرِ

اگر کسی قوم نے اتفاقی طور پر تجھ پر غلبہ پالیا ہے تو زمانے میں انقلابات زمانہ تو ضروری ہیں۔

فَقَدْ كُنْتَ فِيْ صَرْفِ الزَّمَانِ الَّذِيْ مَضٰى تُرِيْهِمْ هَوَانًا مِنْكَ ذَا سُبُلٍ وَعْرِ

''کیونکہ گزشتہ زمانے کی گردش میں تو اپنی بہادری سے انہیں سخت راہیں دکھاتا تھا''۔

فَاِلَّا اَمُتْ يَا عَمْرُو اَتْرُكْكَ ثَائِرًا وَ لَا اُبْقِ بُقْيَا فِيْ اِخَاءٍ وَّ لَا صِهْرِ

''اے عمرو! اگر میں نہ مرا تو تیرا انتقام لے کر چھوڑوں گا اور کسی طرح کے بھائی چارے اور سسرالی رشتہ کو باقی نہیں رکھوں گا''۔

وَ اَقطعُ ظَهْرًا مِّنْ رِّجَالٍ بِمَعْشَرٍ كِرَامٍ عَلَيْهِمْ مِثْلَ مَا قَطَعُوْا ظَهْرِیْ

''اوران کے عزیز ترین رشتہ داروں کی کمر اسی طرح توڑ دوں گا جس طرح انہوں نے میری کمر توڑ دی ہے''۔

اَغَرَّهُمْ مَا جَمَّعُوْا مِنْ وَشِيْظَةٍ وَ نَحْنُ الصَّمِيْمُ فِي الْقَبَائِلِ مِنْ فِهْرِ

''ان کو اس بات نے مغرور بنا دیا ہے جو انہوں نے مختلف النسل لوگ جمع کر لیے ہیں اور ہم تو بنی فہر کے قبائل میں خالص لوگ ہیں''۔

فَيَالَ لُؤَيٍّ ذَبِّبُوْا عَنْ حَرِيْمِكُمْ وَآلِهَةٍ لَا تَتْرُكُوْهَا لِذِيْ الْفَخْرِ

''پس اے آلِ لوی! اپنی عزت اور معبودوں کی حفاظت کرو، انہیں فخر کرنے والے کے لئے نہ چھوڑ دو''۔

تَوَارَثَهَا آبَائُكُمْ وَوَرِثْتُمْ اَوَاسِيَّهَا وَالْبَيْتَ ذَالسَّقْفِ وَالسِّتْرِ

''تمہارے آباء و اجداد نے انہیں وراثت میں پایا اور پھر تم نے ان کی بنیادوں اور اس چھت اور پردوں والے گھر کو وراثت میں پایا ہے''۔

فَمَا لِحَلِيْمٍ قَدْ اَرَادَ هَلَاكَكُمْ فَلَا تَعْذِرُوْهُ آلَ غَالِبَ مِنْ عُذْرِ

''ایک حلیم شخص کو کیا ہو گیا ہے کہ اس نے تمہاری ہلاکت کا ارادہ کر لیا ہے پس اے آلِ غالب! تم اس کا کوئی عذر قبول نہ کرو''۔

وَ جِدُّوْا لِمَنْ عَادَيْتُمْ وَ تَوَازَرُوْا وَ كُوْنُوْا جَمِيْعًا فِي التَّاَسِّيْ وَ فِي الصَّبْرِ

''اور ان لوگوں کے مقابلے میں خوب کوشش کرو جن سے تمہاری دشمنی ہے اور ایک دوسرے سے تعاون کرو اور ایک دوسرے کی بات ماننے اور صبر میں متفق رہو''۔

لَعَلَّكُمْ اَنْ تَثْاَرُوْا بِاَخِيْكُمْ وَ لَا شَيْءَ اِنْ لَّمْ تَثْاَرُوْا بِذَوِيْ عَمْرٍو

''تاکہ تم اپنے بھائی کا بدلہ لے سکو اور اگر تم نے بدلہ نہ لیا تو عمرو تم سے کسی قسم کا تعلق رکھنے والا نہیں''۔

بِمُطَّرِدَاتٍ فِي الْاَكُفِّ كَاَنَّهَا وَمِيْضٌ تُطِيْرُ الْهَامَ بَيِّنَةَ الْاَثْرِ

''ہاتھوں میں لچکنے والی تلواروں کے ساتھ جو بجلی کی چمک کی طرح ہیں جو گردن اڑا دیتی ہیں نمایاں جوہر والی ہیں''۔

كَاَنَّ مَدَبَّ الذَّرِّ فَوْقَ مُتُوْنِهَا اِذَا جُرِّدَتْ يَوْمًا لِاَعْدَائِهَا الْخُزْرِ

"جب وہ کسی دن اپنے بھینگی آنکھوں والے دشمن کے لئے برہنہ کی جاتی ہیں تو ان کی پیٹھوں پر (ایسے جوہر نمایاں ہوتے ہیں) گویا چیونٹیوں کے رینگنے کے نشانات ہیں"۔

علامہ ابن ہشام نے فرمایا: ہم نے علامہ ابن اسحاق کی روایت میں اس قصیدہ کے دو کلموں کو تبدیل کر دیا ہے۔ وہ ایک شعر کے آخر میں الفخر کا کلمہ اور ایک شعر کے شروع میں فما لحليم کا کلمہ ہے کیونکہ ان میں اس نے نبی کریم ﷺ کو (نعوذ باللہ) گالی دی تھی۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا قصیدہ

علامہ ابن اسحاق نے فرمایا: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے غزوۂ بدر کے بارے میں قصیدہ کہا۔ علامہ ابن ہشام نے فرمایا: میں نے علمائے شعر میں سے کسی کو نہیں دیکھا جو اس قصیدہ کے اور اس کے جواب سے واقف ہو۔ ہم نے یہ اشعار یہاں اس لئے لکھ دیے ہیں کہ کہا جاتا ہے کہ عمرو بن عبداللہ بن جدعان بدر کے روز قتل ہوا اور علامہ ابن اسحاق نے مقتولین بدر میں اس کا ذکر نہیں کیا اور ان اشعار میں اس کا ذکر کر دیا ہے:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَبْلٰى رَسُوْلَهٗ بَلَاءَ عَزِيْزٍ ذِى اقْتِدَارٍ وَّذِىْ فَضْلِ

"کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کا ایسا امتحان لیا جیسا صاحب اقتدار اور صاحب فضل عزت والے کا (اس کے اقتدار و عزت کو بڑھانے کے لئے) لیا جاتا ہے"۔

بِمَا اَنْزَلَ الْكُفَّارَ دَارَ مَذَلَّةٍ فَلَاقَوْا هَوَانًا مِّنْ اَسَارٍ وَّ مِنْ قَتْلِ

"جس امتحان کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے کفار کو ذلت کے گھر اتار دیا جہاں انہوں نے اسیری اور قتل کی ذلت سے ملاقات کی"۔

فَاَمْسٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ قَدْ عَزَّ نَصْرُهٗ وَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اُرْسِلَ بِالْعَدْلِ

"تو رسول اللہ ﷺ کی مدد (کرنے والوں) کو بھی عزت حاصل ہو گئی ہے اور رسول اللہ تو انصاف ہی کے ساتھ مبعوث فرمائے گئے"۔

فَجَاءَ بِفُرْقَانٍ مِّنَ اللّٰهِ مُنْزَلٍ مُبَيَّنَةٍ اٰيَاتُهٗ لِذَوِى الْعَقْلِ

"اور آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتاری گئی، حق و باطل میں فرق کرنے والی (کتاب) لے کر تشریف لائے جس کی آیات عقل والوں کے لئے واضح ہیں"۔

فَاٰمَنَ اَقْوَامٌ بِذَاكَ وَاَيْقَنُوْا فَاَمْسَوْا بِحَمْدِ اللّٰهِ مُجْتَمِعِى الشَّمْلِ

"تو کچھ لوگ اس پر ایمان لے آئے اور یقین کر لیا پس وہ بحمد اللہ تمام بکھری ہوئی قوتوں کو

جمع کرنے والے ہو گئے"۔

وَاَنْكَرَ اَقْوَامٌ فَزَاغَتْ قُلُوْبُهُمْ فَزَادَهُمْ ذُوْالْعَرْشِ خَبْلًا عَلٰى خَبْلِ

"اور کچھ لوگوں نے انکار کیا تو ان کے دل ٹیڑھے ہو گئے اور عرش کے مالک نے ان کے فساد پر اور فساد کا اضافہ کر دیا"۔

وَ اَمْكَنَ مِنْهُمْ يَوْمَ بَدْرٍ رَسُوْلَهٗ وَ قَوْمًا غِضَابًا فِعْلُهُمْ اَحْسَنُ الْفِعْلِ

"اور اس نے بدر کے روز ان پر اپنے رسول کو اور اس غضبناک قوم کو قدرت دے دی جن کا کام ہی بہترین کام تھا (کہ ان کا غصہ بھی اللہ کے لئے تھا)"۔

بِاَيْدِيْهِمْ بِيْضٌ خِفَافٌ عَصَوْا بِهَا وَ قَدْ حَادَثُوْهَا بِالْجِلَاءِ وَ بِالصَّقْلِ

"ان کے ہاتھوں میں ہلکی پھلکی سفید تلواریں تھیں جن کے ساتھ انہوں نے وار کیے جبکہ انہوں نے ان تلواروں کو چمکانے اور صیقل کرنے میں بہت وقت صرف کیا تھا"۔

فَكَمْ تَرَكُوْا مِنْ نَاشِیءٍ ذِیْ حَمِيَّةٍ صَرِيْعًا وَ مِنْ ذِیْ نَجْدَةٍ مِنْهُمْ كَهْلِ

"پس انہوں نے ان میں سے کتنے حمیت والے نوجوانوں اور طاقتور ادھیڑ عمروں (تجربہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب اشعار میں مذکور ہے: بِاَيْدِيْهِمْ بِيْضٌ خِفَافٌ عَصَوْا بِهَا۔ کہا جاتا ہے: عَصَيْتُ بِالسَّيْفِ (میں نے تلوار کے ساتھ وار کیا) اور عَصَوْتُ بِالْعَصَا (میں نے لاٹھی کے ساتھ وار کیا) تو جب آپ کسی جماعت کے متعلق خبر دیں تو کہتے ہیں عَصَوْا (انہوں نے وار کیے) صاد کے ضمہ کے ساتھ جیسا کہ کہا جاتا ہے عَمُوْا (وہ اندھے ہو گئے) اور اَلْعَصَا سے مشتق ہونے کی صورت میں آپ کہتے ہیں: عَصَوْا جیسا کہ کہتے ہیں غَزَوْا (انہوں نے حملہ کیا) اور آپ کے قول مُسَلِّبَة کا معنی ہے قَدْ لَبِسَتِ السِّلَابَ اور سلاب ایک سیاہ چادر ہوتی ہے جسے رونے والی عورتیں پہنتی ہیں۔ لبید کا قول ہے:

وَ اِنَّنِیْ مُلَاعِبُ الرِّمَاحِ وَ مِدْرَهُ الْكَتِيْبَةِ الرَّدَاحِ

"اور بے شک میں نیزوں سے کھیلنے والا اور لشکر جرار کا سردار ہوں"۔

يَضْرِبْنَ حُرَّ اَوْجُهٍ صِحَاحِ فِی السُّلُبِ السُّوْدِ وَ فِی الْاَمْسَاحِ

"وہ عورتیں سیاہ ماتمی چادروں اور کھردری چادروں میں (لپٹے ہوئے اپنے) عیب سے پاک چہروں کے رخساروں کو پیٹ رہی ہیں"۔ السلب سلاب کی جمع ہے۔

کاروں) کو پچھاڑ ڈالا"۔

تَبِيتُ عُيُونُ النَّائِحَاتِ عَلَيْهِمُ تَجُودُ بِإِسْبَالِ الرَّشَاشِ وَبِالْوَبْلِ

"ان پر نوحہ کرنے والی عورتوں کی آنکھیں رات بھر جھڑی اور موسلا دھار بارش کی سخاوت کرتی ہیں"۔

نَوَائِحَ تَنْعَى عُتْبَةَ الْغَيِّ وَابْنَهُ وَ شَيْبَةَ تَنْعَاهُ وَ تَنْعَى اَبَا جَهْلِ

"نوحہ کرتے ہوئے وہ گمراہی کی دہلیز (عتبہ) اور اس کے بیٹے کی موت کی خبر دیتی ہیں اور شیبہ اور ابوجہل کی موت کی خبر دیتی ہیں"۔

وَ ذَا الرِّجْلِ تَنْعَى وَابْنَ جُدْعَانَ فِيهِمُ مُسَلِّبَةً حَرَّى مُبَيِّنَةَ الثُّكْلِ

"اور ایک پاؤں والے (لنگڑے اسود بن عبدالاسد مخزومی) کی موت کی خبر دیتی ہیں اور ان میں ابن جدعان بھی ہے درآں حالیکہ وہ عورتیں ماتمی لباس پہنے ہوئے ہیں، ان کے پیٹوں میں آگ لگی ہوئی ہے اور عزیزوں کی جدائی ان (کے چہروں) سے عیاں ہے"۔

ثَوَى مِنْهُمْ فِي بِئْرِ بَدْرٍ عِصَابَةٌ ذَوُوْ نَجَدَاتٍ فِي الْحُرُوْبِ وَ فِي الْمَحْلِ

"ان کی ایک ایسی جماعت بدر کے کنویں میں پیوند خاک ہوگئی جو جنگوں اور قحط سالیوں میں طاقتور ہوتی تھی"۔

دَعَا الْغَيُّ مِنْهُمْ مَنْ دَعَا فَاَجَابَهُ وَ لِلْغَيِّ اَسْبَابٌ مُرَمَّقَةُ الْوَصْلِ

"ان میں سے بہت سے لوگوں کو گمراہی نے دعوت دی تو انہوں نے اس کی دعوت قبول کر لی اور گمراہی کے بہت سے اسباب ایسے ہیں جن میں اتصال کی قوت کمزور ہے"۔

فَاَضْحَوْ لَدَى دَارِ الْجَحِيْمِ بِمَعْزِلٍ عَنِ الشَّغْبِ وَالْعُدْوَانِ فِيْ اَشْغَلِ الشُّغْلِ

"آخر وہ بھڑکتی ہوئی آگ کے گھر کے پاس چیخ و پکار اور ظلم و زیادتی سے الگ تھلگ زیادہ مصروف رکھنے والے شغل میں دن چڑھے پہنچ گئے"۔

حارث بن ہشام کا جواب

اس کا جواب حارث بن ہشام بن مغیرہ نے دیا اور کہا:

عَجِبْتُ لِاَقْوَامٍ تَغَنّٰى سَفِيْهُهُمْ بِاَمْرِ سَفَاهٍ ذِى اعْتِرَاضٍ وَ ذِىْ بُطْلِ

"مجھے کچھ لوگوں پر حیرت ہوئی جن کے نادان نے اپنی قابل اعتراض اور جھوٹ سے بھری ہوئی نادانی والی باتوں کے قصیدے گائے"۔

تَغَنَّى بِقَتْلَى يَوْمَ بَدْرٍ تَتَابَعُوا كِرَامَ الْمَسَاعِيْ مِنْ غُلَامٍ وَّ مِنْ كَهْلِ

"بدر کے روز مقتولین کے متعلق اشعار کہے جن کے کم عمروں اور بوڑھوں نے لگاتار شریفانہ کوششیں کیں"۔

مَصَالِيْتَ بِيْضٍ مِّنْ لُؤَيِّ بْنِ غَالِبٍ مَطَاعِيْنَ فِي الْهَيْجَا مَطَاعِيْمَ فِي الْمَحْلِ

"جو بہادر، روشن چہروں والے، لؤی بن غالب کی نسل سے تعلق رکھنے والے، جنگوں میں نیزہ باز اور قحط میں کھانا کھلانے والے تھے"۔

اُصِيْبُوْا كِرَامًا لَّمْ يَبِيْعُوْا عَشِيْرَةً بِقَوْمٍ سِوَاهُمْ نَازِحِي الدَّارِ وَالْاَصْلِ

"وہ عزت کی موت مرے، انہوں نے اپنوں کو چھوڑ کر وطن اور نسب کے لحاظ سے دور قوم کے بدلے اپنا خاندان فروخت نہ کیا"۔

كَمَا اَصْبَحَتْ غَسَّانُ فِيْكُمْ بِطَانَةً لَكُمْ بَدَلًا مِّنَّا فَيَالَكَ مِنْ فِعْلِ

"جس طرح تم میں بنی غسان ہمارے بجائے تمہارے راز دار اور گہرے دوست بن گئے، تعجب ہے ایسے کاموں پر"۔

عُقُوْقًا وَّ اِثْمًا بَيِّنًا وَّ قَطِيْعَةً يَرٰى جَوْرَكُمْ فِيْهَا ذَوُوالرَّاْيِ وَالْعَقْلِ

"(تم نے یہ سب کچھ) نافرمانی، صریح گناہ اور قطع رحمی کی وجہ سے کیا، صاحبانِ عقل ورائے ان کاموں میں تمہارے ظلم کو دیکھ رہے ہیں"۔

فَاِنْ يَّكُ قَوْمٌ قَدْ مَضَوْا لِسَبِيْلِهِمْ وَ خَيْرُ الْمَنَايَا مَا يَكُوْنُ مِنَ الْقَتْلِ

"اگر ایسا ہوا ہے کہ کچھ لوگ اپنی راہ پر چل دیے ہیں حالانکہ سب سے بہترین موت قتل ہی کی موت ہے

فَلَا تَفْرَحُوْا اَنْ تَقْتُلُوْهُمْ فَقَتْلُهُمْ لَكُمْ كَائِنٌ خَبْلًا مُّقِيْمًا عَلٰى خَبْلِ

تو انکے قتل کرنے پر خوش نہ ہونا کیونکہ ان کا قتل تمہارے لئے فساد پر دائمی فساد کا باعث ہوگا"۔

فَاِنَّكُمْ لَنْ تَبْرَحُوْا بَعْدَ قَتْلِهِمْ شَتِيْتًا هَوَاكُمْ غَيْرَ مُجْتَمِعِ الشَّمْلِ

"کیونکہ ان کے قتل کے بعد تمہاری خواہشات بکھری رہیں گی اور تم اپنی بکھری ہوئی قوتوں کو یکجا نہ کر سکو گے"۔

بِفَقْدِ ابْنِ جُدْعَانَ الْحَمِيْدِ فَعَالُهٗ وَ عُتْبَةَ وَالْمَدْعُوِّ فِيْكُمْ اَبَا جَهْلِ

"قابل ستائش کاموں والے ابن جدعان، عتبہ اور تم میں مشہور شخص ابوجہل کے کھو دینے

کے ساتھ (مذکورہ کام تم نہیں کرسکو گے)"۔

وَ شَيْبَةُ فِيهِمْ وَالْوَلِيْدُ وَ فِيهِمْ　　أُمَيَّةُ مَأْوَى الْمُعْتَرِيْنَ وَ ذُوالرِّجْلِ

"اوران میں شیبہ اور ولید بھی ہے اوران میں سائلوں کی پناہ گاہ امیہ اور ایک پاؤں والا بھی ہے"۔

أُولٰئِكَ فَابْكِ ثُمَّ لَا تَبْكِ غَيْرَهُمْ　　نَوَائِحُ تَدْعُوْ بِالرَّزِيَّةِ وَالثُّكْلِ

"مصیبت اور عزیزوں کی جدائی کو پکار پکار کر نوحہ کرنے والیاں صرف انہی لوگوں پر روئیں اوران کے بعد ان کے سوا کسی پر نہ روئیں"۔

وَ قُوْلُوْا لِاَهْلِ الْمَكَّتَيْنِ تَحَاشَدُوْا　　وَ سِيْرُوْا اِلٰى اٰطَامِ يَثْرِبَ ذِي النَّخْلِ

"مکہ اور طائف کے رہنے والے لوگوں سے کہہ دو کہ لشکر جمع کر و اور کھجوروں والے یثرب کے قلعوں کی طرف چلو"۔

جَمِيْعًا وَ حَامُوْا اٰلَ كَعْبٍ وَ ذَبِّبُوْا　　بِخَالِصَةِ الْاَلْوَانِ مُحْدَثَةِ الصَّقْلِ

"سب کے سب (چلو) اور بنی کعب کو گھیر لو اور خالص رنگوں والی اور نئی صیقل کی ہوئی (تلواروں) کے ساتھ دفاع کرو"۔

وَاِلَّا فَبِيْتُوْا خَائِفِيْنَ وَاَصْبِحُوْا　　اَذَلَّ لِوَطْءِ الْوَاطِئِيْنَ مِنَ النَّعْلِ

"ورنہ ڈرتے ہوئے رات گزار دو اور جوتوں سے پامال کرنے والوں کی پامالی کی وجہ سے ذلیل ہو کر صبح کرو"۔

عَلٰى اَنَّنِيْ وَاللَّاتِ يَا قَوْمِ فَاعْلَمُوْا　　بِكُمْ وَاثِقٌ اَنْ لَّا تُقِيْمُوْا عَلٰى تَبْلِ

"اے میری قوم! لات کی قسم! اس کے باوجود کہ مجھے تم پر بھروسہ ہے لیکن یاد رکھو دشمن سے بدلہ لینے کے لئے ہرگز کھڑا نہ ہونا"۔

سِوَى جَمْعِكُمْ لِلسَّابِغَاتِ وَ لِلْقَنَا　　وَلِلْبِيْضِ وَالْبِيْضِ الْقَوَاطِعِ وَالنَّبْلِ

"بجز اس کے کہ تم بڑی زرہیں، نیزے، خود، کاٹنے والی سفید تلواریں اور تیر جمع کر لو"۔

ضرار بن خطاب کا قصیدہ

بنی فہر کے فرد ضرار بن خطاب نے غزوۂ بدر کے بارے میں کہا:

عَجِبْتُ لِفَخْرِ الْاَوْسِ وَالْحَيْنُ دَائِرٌ　　عَلَيْهِمْ غَدًا وَالدَّهْرُ فِيْهِ بَصَائِرُ

"مجھے اوس کے فخر کرنے پر تعجب ہے حالانکہ کل موت ان پر بھی چکر لگانے والی ہے اور

زمانے میں عبرت ناک واقعات موجود ہیں"۔

وَ فَخْرِ بَنِي النَّجَّارِ وَ إِنْ كَانَ مَعْشَرٌ أُصِيبُوا بِبَدْرٍ كُلُّهُمْ ثَمَّ صَابِرُ

"اور بنی نجار کے فخر کرنے پر (تعجب ہے) اگرچہ بدر میں ایک پورا خاندان وہاں بند ہو کر قتل ہوا"۔

فَإِنْ تَكُ قَتْلَى غُودِرَتْ مِنْ رِّجَالِنَا فَإِنَّا رِجَالًا بَعْدَهُمْ سَنُغَادِرُ

"اگر ہمارے مردوں کی لاشوں کو وہاں چھوڑ دیا گیا ہے تو (کیا ہوا) ان کے بعد ہم لوگ بھی تو ہیں جو بربادی لائیں گے"۔

وَ تَرْدِيْ بِنَا الْجُرْدُ الْعَنَاجِيْجُ وَسْطَكُمْ بَنِي الْأَوْسِ حَتّٰى يَشْفِي النَّفْسَ ثَائِرُ

"اور اے بنی اوس! کم مو بلند قامت تیز گھوڑے بڑی سرعت سے ہمیں تمہارے وسط تک لے جائیں گے یہاں تک کہ بدلہ لینے والا اپنے دل کو تسکین دے لے گا"۔

وَ وَسْطَ بَنِي النَّجَّارِ سَوْفَ نَكُرُّهَا لَهَا بِالْقَنَا وَالدَّارِعِيْنَ زَوَافِرُ

"اور عنقریب ہم ان گھوڑوں کے ذریعے بنی نجار کے درمیانی حصے پر حملہ کریں گے جس کے لئے نیزوں اور زرہ پوشوں کے بار بردار بھی ہوں گے"۔

فَنَتْرُكُ صَرْعٰى تَعْصِبُ الطَّيْرُ حَوْلَهُمْ وَ لَيْسَ لَهُمْ إِلَّا الْأَمَانِيَّ نَاصِرُ

"پھر ہم پچھاڑے ہوئے لوگوں کو اس حال میں چھوڑ دیں گے کہ ان کے اردگرد پرندے گروہ در گروہ جمع ہوں گے اور بجز جھوٹی امیدوں کے ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا"۔

وَ تَبْكِيْهِمُ مِنْ أَهْلِ يَثْرِبَ نِسْوَةٌ لَهُنَّ بِهَا لَيْلٌ عَلَى النَّوْمِ سَاهِرُ

"اور ان پر اہل یثرب کی عورتیں روتی ہوں گی جن کے لئے وہاں نیند سے بیدار رکھنے والی رات ہوگی"۔

وَ ذٰلِكَ أَنَّا لَا تَزَالُ سُيُوْفُنَا بِهِنَّ دَمٌ مِمَّنْ يُحَارِبْنَ مَائِرُ

"اور یہ سب کچھ اس لئے ہوگا کہ ہماری تلواروں کے ذریعے ان لوگوں کا خون بہتا رہے گا جن سے یہ تلواریں جنگ کریں گی"۔

فَإِنْ تَظْفَرُوْا فِيْ يَوْمِ بَدْرٍ فَإِنَّمَا بِأَحْمَدَ أَمْسٰى جَدُّكُمْ وَ هُوَ ظَاهِرُ

"اگر تم نے بدر کے دن فتح پائی ہے تو اس کا سبب یہ ہے کہ تمہارا نصیب (ہمارے ہی ایک فرد) احمد (ﷺ) کے ساتھ ہو گیا ہے اور یہ بات ظاہر ہے"۔

وَ بِالنَّفَرِ الْاَخْيَارِ هُمْ اَوْلِيَاءُهٗ ۔۔۔ يُحَامُوْنَ فِي اللَّاْوَاءِ وَ الْمَوْتُ حَاضِرُ

"اور ان منتخب لوگوں کے ساتھ ہو گیا ہے جو اس کے رشتہ دار ہیں جو شدت میں حفاظت کرتے ہیں جبکہ موت حاضر ہوتی ہے"۔

يُعَدُّ اَبُوْبَكْرٍ وَّ حَمْزَةُ فِيْهِمُ ۔۔۔ وَ يُدْعٰى عَلِيٌّ وَسْطَ مَنْ اَنْتَ ذَاكِرُ

"ابوبکر اور حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) انہی لوگوں میں شمار کیے جاتے ہیں اور علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو بھی ان لوگوں کے وسط میں شمار کیا جاتا ہے جن کا تو ذکر کر رہا ہے"۔

وَ يُدْعٰى اَبُوْ حَفْصٍ وَّ عُثْمَانُ مِنْهُمُ ۔۔۔ وَ سَعْدٌ اِذَا مَا كَانَ فِي الْحَرْبِ حَاضِرُ

"اور ابو حفص اور عثمان کو بھی انہی میں سے پکارا جاتا ہے اور سعد بھی (انہی کے ساتھ) جنگ میں موجود ہوتا ہے"۔

اُولٰئِكَ لَامَنْ نَتَّجَتْ فِيْ دِيَارِهَا ۔۔۔ بَنُوْ الْاَوْسِ وَالنَّجَّارِ حِيْنَ تُفَاخِرُ

"یہ لوگ ہیں (جن کے سبب فتح حاصل ہوئی) نہ کہ وہ لوگ جنہوں نے اپنے وطنوں میں اولاد پیدا کر لی ہے یعنی بنی اوس اور بنی نجار جب وہ فخر کر رہے ہیں"۔

وَ لٰكِنْ اَبُوْهُمْ مِنْ لُؤَيِّ بْنِ غَالِبٍ ۔۔۔ اِذَا عُدَّتِ الْاَنْسَابُ كَعْبٌ وَّ عَامِرُ

"بلکہ جب بنی کعب اور بنی عامر کے انساب شمار کیے جائیں گے تو ان کا جد اعلیٰ لوی بن غالب کی اولاد سے ہوگا"۔

هُمُ الطَّاعِنُوْنَ الْخَيْلَ فِيْ كُلِّ مَعْرَكٍ ۔۔۔ غَدَاةَ الْهِيَاجِ الْاَطْيَبُوْنَ الْاَكَاثِرُ

"یہی وہ لوگ ہیں جو ہر معرکہ میں شہسواروں پر نیزہ بازی کرنے والے اور اضطراب کے وقت بہترین اور بہت نیکیاں کرنے والے ہیں"۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا جواب

اس کا جواب بنی سلمہ کے فرد حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے دیا اور فرمایا:

عَجِبْتُ لِاَمْرِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ قَادِرٌ ۔۔۔ عَلٰى مَا اَرَادَ لَيْسَ لِلّٰهِ قَاهِرُ

"میں اللہ کے کام پر حیران ہو گیا اور اللہ تعالیٰ تو ان باتوں پر قادر ہے جن کا وہ ارادہ فرما لے، اللہ تعالیٰ کو کوئی مجبور کرنے والا نہیں"۔

قَضٰى يَوْمَ بَدْرٍ اَنْ نُلَاقِيَ مَعْشَرًا ۔۔۔ بَغَوْا وَ سَبِيْلُ الْبَغْيِ بِالنَّاسِ جَائِرُ

"اس نے بدر کے روز فیصلہ فرما دیا کہ ہم ایسے گروہ کے مقابل آئیں گے جنہوں نے

بغاوت کی اور بغاوت کا راستہ لوگوں کو ٹیڑھا لے جانے والا ہے"۔

وَ قَدْ حَشَدُوْا وَاسْتَنْفَرُوْا مَنْ يَلِيْهِمُ مِنَ النَّاسِ حَتّٰى جَمْعُهُمْ مُتَكَاثِرُ

"حالانکہ انہوں نے لشکر جمع کر لیا تھا اور اپنے آس پاس کے لوگوں سے بھی مدد چاہی تھی یہاں تک کہ ان کی جماعت کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی تھی"۔

وَ سَارَتْ اِلَيْنَا لَا تُحَاوِلُ غَيْرَنَا بِاَجْمَعِهَا كَعْبٌ جَمِيْعًا وَّ عَامِرُ

"اور وہ سب کے سب بنی کعب اور بنی عامر ہماری طرف چل پڑے اور ان کا قصد ہمارے سوا کسی اور طرف نہ تھا"۔

وَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ وَالْاَوْسُ حَوْلَهٗ لَهٗ مَعْقِلٌ مِّنْهُمْ عَزِيْزٌ وَّ نَاصِرُ

"جبکہ ہمارے درمیان اللہ کے رسول ﷺ ہیں اور آپ کے ارد گرد بنی اوس ہیں جو آپ کے لئے قلعہ ہیں جن میں کچھ غلبہ رکھنے والے ہیں تو کچھ مدد کرنے والے ہیں"۔

وَ جَمْعُ بَنِي النَّجَّارِ تَحْتَ لِوَائِهٖ يُمَشُّوْنَ فِي الْمَاذِيِّ وَالنَّقْعُ ثَائِرُ

"اور بنی نجار کی جماعت آپ کے جھنڈے تلے ہے جو سفید نرم زرہوں میں چل رہے ہیں درآں حالیکہ گرد و غبار اڑا جا رہا ہے"۔

فَلَمَّا لَقِيْنَاهُمْ وَ كُلٌّ مُجَاهِدٌ لِّاَصْحَابِهٖ مُسْتَبْسِلُ النَّفْسِ صَابِرُ

"پھر جب ہم ان کے مقابل ہوئے درآں حالیکہ ہر ایک اپنے ساتھیوں کے لئے جہاد کرنے والا، اپنے نفس کو قربانی کے لئے پیش کرنے والا اور ثابت قدم تھا"۔

شَهِدْنَا بِاَنَّ اللّٰهَ لَا رَبَّ غَيْرُهٗ وَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ بِالْحَقِّ ظَاهِرُ

"تو ہم نے اس بات کی گواہی دی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی پروردگار نہیں اور یہ کہ اللہ کا رسول حق کے ساتھ غلبہ پانے والا ہے"۔

وَ قَدْ عُرِّيَتْ بِيْضٌ خِفَافٌ كَاَنَّهَا مَقَابِيْسُ يُزْهِيْهَا لِعَيْنَيْكَ شَاهِرُ

"اور سفید چمکتی ہوئی ہلکی تلواریں سونت لی گئیں گویا وہ آگ کے شعلے ہیں جنہیں تلوار سونتنے والا تیری آنکھوں کے سامنے حرکت دے رہا ہو"۔

بِهِنَّ اَبَدْنَا جَمْعَهُمْ فَتَبَدَّدُوْا وَ كَانَ يُلَاقِي الْحَيْنَ مَنْ هُوَ فَاجِرُ

"ان تلواروں کے ذریعے ہم نے ان کی جماعت کو برباد کیا تو وہ پریشان ہو گئے اور جو فاجر تھا وہ موت سے ملاقات کر رہا تھا"۔

فَكَبَّ اَبُوْ جَهْلٍ صَرِيْعًا لِّوَجْهِهٖ   وَ عُتْبَةُ قَدْ غَادَرْنَهٗ وَ هُوَ عَاثِرُ

"آخر ابوجہل منہ کے بل دھڑام سے گر پڑا اور عتبہ کو تلواروں نے ایسی حالت میں چھوڑا کہ وہ گر پڑا تھا"۔

وَ شَيْبَةَ وَالتَّيْمِيَّ غَادَرْنَ فِي الْوَغٰى   وَ مَا مِنْهُمُ اِلَّا بِذِي الْعَرْشِ كَافِرُ

"اور شیبہ اور تیمی کو انہوں نے لڑائی کے درمیان چھوڑ دیا اور یہ سب کے سب مالک عرش کے منکر تھے"۔

فَاَمْسَوْا وَ قُوْدَ النَّارِ فِيْ مُسْتَقَرِّهَا   وَ كُلُّ كَفُوْرٍ فِيْ جَهَنَّمَ صَائِرُ

"پس وہ آگ کی قرارگاہ میں آگ کا ایندھن بن گئے اور ہر بڑا کافر جہنم میں ہی جانے والا ہے"۔

تَلَظّٰى عَلَيْهِمْ وَهِيَ قَدْ شَبَّ حَمْيُهَا   بِزُبَرِ الْحَدِيْدِ وَالْحِجَارَةِ سَاجِرُ

"وہ جہنم ان پر بھڑک رہی ہے درآں حالیکہ اس کی گرمی کو آگ جلانے والے نے لوہے اور پتھر کے ٹکڑوں کے ساتھ شباب پر کر دیا ہے"۔

وَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ قَدْ قَالَ اَقْبِلُوْا   فَوَلَّوْا وَ قَالُوْا اِنَّمَا اَنْتَ سَاحِرُ

"اور رسول اللہ ﷺ نے تو انہیں فرمایا تھا کہ میری جانب آ جاؤ لیکن انہوں نے روگردانی کی اور کہا کہ تو تو ایک جادوگر ہے"۔

لِاَمْرٍ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّهْلِكُوْا بِهٖ   وَ لَيْسَ لِاَمْرٍ حَمَّهُ اللّٰهُ زَاجِرُ

"(ان کی یہ حالت) اس سبب سے ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرما لیا کہ وہ اس میں ہلاک ہو جائیں اور جس بات کا اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمالے اسے کوئی رد کرنے والا نہیں"۔

قصیدۂ عبداللہ بن زبعری

عبداللہ بن زبعری سہمی نے بدر کے مقتولوں پر روتے ہوئے کہا:

علامہ ابن ہشام نے فرمایا: ایک روایت یہ بھی ہے کہ یہ اشعار بنی اسد بن عمرو بن تمیم کے ایک فرد اعشی بن زرارہ بن نباش کے ہیں جو بنی نوفل بن عبد مناف کا حلیف تھا۔ علامہ ابن اسحاق نے فرمایا وہ بنی عبدالدار کا حلیف تھا۔

مَا ذَا عَلٰى بَدْرٍ وَّ مَا ذَا حَوْلَهٗ   مِنْ فِتْيَةٍ بِيْضِ الْوُجُوْهِ كِرَامِ

"بدر اور اس کے ماحول پر کیا (آفت آ گئی) ہے کہ کچھ سفید چہروں والے شریف نوجوانوں

نے

تَرَكُوا نُبَيْهًا خَلْفَهُمْ وَ مُنَبِّهًا وَابْنَي رَبِيْعَةَ خَيْرَ خَصْمٍ فِئَامِ

نبیہ، منبہ اور ربیعہ کے دونوں بیٹوں کو پیچھے چھوڑ دیا جو لوگوں کی ان جماعتوں کے بڑے مخالف تھے"۔

وَالْحَارِثَ الْفَيَّاضَ يَبْرُقُ وَجْهُهُ كَالْبَدْرِ جَلَّى لَيْلَةَ الْاِظْلَامِ

''اور فیاض حارث کو بھی (پیچھے چھوڑ دیا) جس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمکتا تھا جس نے تاریک رات کو روشن کر دیا ہو"۔

وَالْعَاصِيَ بْنَ مُنَبِّهٍ ذَا مِرَّةٍ رُمْحًا تَمِيْمًا غَيْرَ ذِيْ اَوْصَامِ

اور منبہ کے بیٹے عاصی کو (چھوڑ دیا) جو طاقتور، (لمبا گویا) پورا نیزہ تھا اور عیبوں والا نہ تھا۔

تَنْمِيْ بِهٖ اَعْرَاقُهٗ وَ جُدُوْدُهٗ وَ مَاثِرُ الْاَخْوَالِ وَالْاَعْمَامِ

''اس (عاصی) کے ذریعے اس (منبہ) کی اصلی اور آبائی صفات اور ماموں اور چچاؤں کی صفاتِ حمیدہ پرورش پاتی تھیں"۔

وَ اِذَا بَكٰى بَاكٍ فَاَعْوَلَ شَجْوَهٗ فَعَلَى الرَّئِيْسِ الْمَاجِدِ ابْنِ هِشَامِ

''اور جب کوئی رونے والا روتا ہے اور اپنے غم کی آواز بلند کرتا ہے تو (سمجھ لو کہ) وہ عزت والے سردار ابن ہشام پر ہی رو رہا ہے"۔

حَيَّا الْاِلٰهُ اَبَا الْوَلِيْدِ وَ رَهْطَهٗ رَبُّ الْاَنَامِ وَ خَصَّهُمْ بِسَلَامِ

''ابو الولید اور اس کی قوم کو خداوند پروردگار عالم زندہ رکھے اور انہیں سلامتی سے مخصوص فرمائے"۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا جواب

اس کا جواب حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ نے دیا اور فرمایا:

اِبْكِ بَكَتْ عَيْنَاكَ ثُمَّ تَبَادَرَتْ بِدَمٍ تُعَلُّ غُرُوْبُهَا سَجَامِ

''تو رو، تیری آنکھیں روتی رہیں پھر ایسا خون بہائیں کہ اس سے گوشہ ہائے چشم لگاتار سیراب ہوتے رہیں"۔

وَ مَا ذَا بَكَيْتَ بِهِ الَّذِيْنَ تَتَابَعُوْا هَلَّا ذَكَرْتَ مَكَارِمَ الْاَقْوَامِ

''اس (مرثیے) کے ذریعے تو ان لوگوں پر رو دیا جو یکے بعد دیگرے چل بسے تو تو نے کیا کام

کیا؟ تو نے ان لوگوں کے قابل تعریف کاموں کا ذکر کیوں نہ کیا''۔

وَ ذَكَرْتَ مِنَّا مَاجِدًا ذَا هِمَّةٍ سَمْحَ الْخَلَائِقِ صَادِقَ الْاَقْدَامِ

''اور تو نے ہم میں سے بزرگ، باہمت، وسیع الاخلاق اور سچی پیش قدمی والی ہستی کا ذکر کیوں نہ کیا''۔

اَعْنِي النَّبِيَّ اَخَا الْمَكَارِمِ وَالنَّدٰى وَ اَبَرَّ مَنْ يُّوْلِي عَلَى الْاَقْسَامِ

''میری مراد نبی کریم ﷺ ہیں جو بلند اخلاق اور سخی ہیں اور قسمیں کھانے والوں میں سب سے زیادہ قسمیں پوری کرنے والے ہیں''۔

فَلِمِثْلِهٖ وَ لِمِثْلِ مَا يَدْعُوْ لَهٗ كَانَ الْمُمَدَّحَ ثَمَّ غَيْرَ كَهَامِ

''پس بے شک آپ جیسا شخص اور آپ کی دعوت جیسی دعوت قابل تعریف ہے پھر ہر قسم کی کمزوری سے بھی پاک ہے''۔

غزوۂ بدر کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے مزید اشعار

حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار بھی فرمائے:

تَبَلَتْ فُؤَادَكَ فِي الْمَنَامِ خَرِيْدَةٌ تَشْفِي الضَّجِيْعَ بِبَارِدٍ بَسَّامِ

''ایک ایسی دوشیزہ نے خواب میں تیرے دل کو بیمار بنا دیا ہے جو اپنے مسکرانے والے ٹھنڈے رخسار کے ساتھ ہم بستر کو صحت یاب کر دیتی ہے''۔

كَالْمِسْكِ تَخْلِطُهٗ بِمَاءِ سَحَابَةٍ اَوْ عَاتِقٍ كَدَمِ الذَّبِيْحِ مُدَامِ

''اس کستوری کی طرح جس کو تو بارش کے پانی کے ساتھ ملا لے یا مذبوحہ جانور کے خون کی طرح سرخ مدام نامی پرانی شراب کی طرح (شفا دیتی ہے)''۔

کچھ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار کے بارے میں

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار میں ہے: فُؤَادَكَ فِي الْمَنَامِ خَرِيْدَةٌ۔ جائز ہے کہ المنام کے لفظ سے آپ کی مراد نیند، بستر یا نیند کا وقت ہو کیونکہ اجوف واوی میں مَفْعَل کا وزن ان تمام معانی کی صلاحیت رکھتا ہے اور کبھی آنکھ کو بھی منام کہا جاتا ہے کیونکہ وہ بھی نیند کا مقام ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں منام سے یہی مراد ہے: اِذْ يُرِيْكَهُمُ اللّٰهُ فِيْ مَنَامِكَ قَلِيْلًا (الانفال: 43) ''یاد کرو جب دکھایا اللہ نے آپ کو لشکر کفار آپ کی آنکھ میں قلیل''۔ اس کی تائید اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے ہوتی ہے: وَّيُقَلِّلُكُمْ فِيْۤ اَعْيُنِهِمْ (الانفال: 44) ''اور قلیل کر دیا تمہیں ان کی نظروں میں''۔

نُفُجُ الْحَقِيْبَةِ بَوْصُهَا مُتَنَضِّدٌ بَلْهَاءُ غَيْرُ وَ شِيْكَةِ الْاَقْسَامِ

''ابھری ہوئی گٹھڑی والی (بڑے کولہے والی) گویا اس کے کولہے تہ بہ تہ ہیں، بھولی بھالی، قسموں کی طرف تیزی نہ کرنے والی''۔

بُنِيَتْ عَلٰى قَطَنٍ اَجَمَّ كَاَنَّهٗ فُضُلًا اِذَا قَعَدَتْ مَدَاكُ رُخَامِ

''اس کی بنیاد پر گوشت کو کھ (یا کمر) پر قائم ہے، جب وہ مکلّف لباس سے الگ ہو کر (نیم برہنہ) بیٹھتی ہے تو گویا وہ سنگ مرمر کی سل ہے''۔

مَفْعَلٌ اور فَعْلٌ میں فرق

نحویوں کے نزدیک اس باب میں مَفْعَلٌ اور فَعْلٌ کے اوزان میں کوئی فرق نہیں جیسے مَضْرَبٌ اور ضَرْبٌ، مَنَامٌ اور نَوْمٌ۔ اسی طرح یہ دونوں وزن تعدیہ میں بھی برابر ہیں جیسے ضَرْبُ زَيْدٍ عَمْرًا اور مَضْرَبُ زَيْدٍ عَمْرًا۔ البتہ بلاغت اور جوہر کلام کے علم میں برابر نہیں ہیں کیونکہ جب مصدر بول کر فعل کی اکائی مراد لیں تو آپ ضَرْبَةٌ اور نَوْمَةٌ تو کہہ سکتے ہیں لیکن مَضْرَبَةٌ اور مَنَامَةٌ نہیں کہا جائے گا۔ یہ ایک فرق ہے۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ جب آپ کا مقصود تاکید ہو تو آپ یہ تو کہہ سکتے ہیں مَا اَنْتَ اِلَّا نَوْمٌ وَ اِلَّا سَيْرٌ لیکن یہ کہنا جائز نہیں مَا اَنْتَ اِلَّا مَنَامٌ وَ اِلَّا مَسِيْرٌ۔ نظر وفکر سے نتیجہ یہ نکلا کہ میم کا اضافہ صرف زائد معنی پیدا کرنے کے لئے ہوتا ہے جیسے فعل مضارع میں حروف اربع (حروف اتین) بقول نحویاں زائد معنی پیدا کرنے کے لئے زیادہ کیے جاتے ہیں۔

اگر آپ یہ کہیں پھر وہ معنی کیا ہے جو میم پیدا کرتا ہے؟ تو ہم کہیں گے وہ معنی کسی فعل کا حدوث ہے جو زمان، مکان اور حال کو متضمن ہوتا ہے، چنانچہ اَلْمَذْهَبُ سے مراد وہ زمان اور مکان ہے جس میں ذہاب وقوع پذیر ہوا۔ تو ایک ہی کلمہ فعل کے حدوث کا معنی بھی دے رہا ہے اور اس پر ایک زائد مفہوم بھی ادا کر رہا ہے۔ یہی صورتِ حال اس وقت ہوگی جب آپ یہ ارادہ کریں کہ کسی فعل کا حدوث اس حالت اور ہیئت کے ساتھ مل کر ہو جس پر فعل واقع ہو رہا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے: وَمِنْ اٰيٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ (الروم:23) ''اور اس کی نشانیوں میں سے ہے تمہارا سونا رات کے وقت اور دن کے وقت''۔ اللہ تعالیٰ نے تفکر کو اس حالت پر موقوف کیا جو انسان پر لگاتار برقرار رہتی ہے۔ پھر ایک اور آیت میں یہ فرمایا لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ (بقرہ:255) ''نہ تو اس کو اونگھ آتی ہے اور نہ نیند''۔ یہاں مَنَامٌ نہیں فرمایا: کیونکہ یہ مقام اس حالت سے خالی ہے اور اوپر والی آیت میں پائے جانے والے زائد معنی سے یہ آیت خالی ہے۔ جو شخص جوہر کلام کو نہیں جانتا وہ اعجازِ قرآن کو بھی پہچان نہیں سکتا۔

وَ تَكَادُ تَكْسَلُ اَنْ تَجِيءَ فِرَاشَهَا ۔۔۔ فِي جِسْمِ خَرْعَبَةٍ وَ حُسْنِ قَوَامِ

"نازک اندام جسم اور فطری حسن میں (اس کی حالت یہ ہے کہ) اسے اپنے بستر تک آنا بار ہے"۔

اَمَّا النَّهَارَ فَلَا اُفَتِّرُ ذِكْرَهَا ۔۔۔ وَاللَّيْلَ تُوْزِعُنِيْ بِهَا اَحْلَامِيْ

"دن میں تو میں اس کی یاد میں کوتاہی نہیں کرتا اور رات کو میرے خواب مجھے اس کی شیفتہ بنائے رکھتے ہیں"۔

اَقْسَمْتُ اَنْسَاهَا وَ اَتْرُكُ ذِكْرَهَا ۔۔۔ حَتّٰى تُغَيَّبَ فِي الضَّرِيْحِ عِظَامِيْ

"میں نے قسم کھائی کہ ایسی عورت کو (کبھی نہ) بھولوں گا اور اس کی یاد (کبھی نہ) چھوڑوں گا یہاں تک کہ میری ہڈیاں قبر میں غائب ہو جائیں"۔

يَا مَنْ لِعَاذِلَةٍ تَلُوْمُ سَفَاهَةً ۔۔۔ وَ لَقَدْ عَصَيْتُ عَلَى الْهَوٰى لُوَّامِيْ

"کوئی ہے جو اس ملامت کرنے والی کو رد کرے جو نادانی سے ملامت کر رہی ہے حالانکہ محبت کے متعلق میں نے اپنے ملامت کرنے والوں کی (کوئی بات کبھی) نہیں مانی"۔

بَكَرَتْ عَلَيَّ بِسُحْرَةٍ بَعْدَ الْكَرٰى ۔۔۔ وَ تَقَارُبٍ مِّنْ حَادِثِ الْاَيَّامِ

"(ایک رات) زمانے کے اس انقلاب (واقعہ بدر) کے قریب (میری ذرا سی) نیند کے بعد صبح سے پہلے وہ عورت میرے پاس آئی"۔

زَعَمَتْ بِاَنَّ الْمَرْءَ يُكْرِبُ عُمْرَهُ ۔۔۔ عَدَمٌ لِّمُعْتَكِرٍ مِّنَ الْاَصْرَامِ

"اس نے دعوے سے کہا کہ اونٹوں کے گلوں کے ہجوم کا نہ ہونا انسان کی زندگی کو غمزدہ کر دیتا ہے"۔

اِنْ كُنْتِ كَاذِبَةَ الَّذِيْ حَدَّثْتِنِيْ ۔۔۔ فَنَجَوْتِ مَنْجَى الْحَارِثِ بْنِ هِشَامِ

"(میں نے اسے کہا) جو بات تو نے مجھے بتائی ہے اگر تو اس میں جھوٹی ہے تو تو (مجھ سے)

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار کی مزید وضاحت

ان اشعار میں ہے: بُنِيَتْ عَلٰى قَطَنٍ اَجَمَّ كَاَنَّهٗ۔ قَطَن کا معنی ہے کندھے اور پیٹھ کا درمیانی حصہ اور اَجَمّ کا معنی ہے ہڈی سے خالی۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قول ہے كَاَنَّهٗ فُضُلًا۔ فضلًا حال کی بنا پر منصوب ہے اَیْ كَاَنَّ قَطَنَهَا اِذَا كَانَتْ فُضُلًا گویا اس کی کمر جبکہ وہ گوشت سے پر ہو۔ پس یہ كَاَنَّهٗ کی ضمیر سے حال ہے، اگرچہ الفضل عورت کی صفت ہے نہ کہ القطن کی لیکن جب

اس طرح بچ کر نکل جائے جس طرح حارث بن ہشام (بچ کر نکل گیا)۔

تَرَكَ الْاَحِبَّةَ اَنْ يُّقَاتِلَ دُوْنَهُمْ وَ نَجَا بِرَأْسِ طِمِرَّةٍ وَّ لِجَامِ

''کہ اپنے دوستوں کے لیے جنگ کرنے کے بجائے اس نے انہیں چھوڑ دیا اور دراز قد گھوڑے کے سر (کے بال) اور لگام تھامے ہوئے بھاگ نکلا''۔

تَذَرُ الْعَنَاجِيْجُ الْجِيَادُ بِقَفْرِهٖ مَرَّ الدَّمُوْكِ بِمُحْصَدٍ وَّ رِجَامِ

''بہترین اور عمدہ گھوڑے اس کے چٹیل میدان کو اس طرح پیچھے چھوڑے جا رہے تھے جس طرح پتھر سے بندھی ہوئی مضبوط رسی کو تیز رفتار چرخی چھوڑتی چلی جاتی ہے''۔

مَلَاَتْ بِهِ الْفَرْجَيْنِ فَارْمَدَّتْ بِهٖ وَ ثَوٰى اَحِبَّتُهٗ بِشَرِّ مَقَامِ

ان گھوڑوں نے اس دوڑ سے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیانی شگاف بھر لیے تھے اور اس سے ان میں ہیجان پیدا ہو گیا تھا حالانکہ اس کے دوست بڑی بڑی جگہ پیوند خاک ہوئے پڑے تھے۔

وَ بَنُوْا اَبِيْهِ وَ رَهْطُهٗ فِيْ مَعْرَكٍ نَصَرَ الْاِلٰهُ بِهٖ ذَوِي الْاِسْلَامِ

''اور اس کے بھائی اور اس کی قوم ایک ایسے معرکے میں (پھنسی ہوئی) تھی جس میں خدا نے اہل اسلام کو فتح یاب فرمایا''۔

طَحَنَتْهُمْ، وَاللّٰهُ يُنْفِذُ اَمْرَهٗ حَرْبٌ يُّشَبُّ سَعِيْرُهَا بِضِرَامِ

''ایک ایسی جنگ نے انہیں پیس ڈالا جس کے شعلوں کو ایندھن سے بھڑکایا جا رہا تھا اور اللہ تعالیٰ تو اپنا حکم جاری ہی فرماتا ہے''۔

القطن عورت کا جزء ہے تو گویا یہ عورت ہی سے حال ہے اور اس کا قَعَدَتْ کی ضمیر مستتر سے حال ہونا جائز نہیں کیونکہ اذا کے مابعد کا ماقبل میں عمل کرنا محال ہے اور مردوں اور عورتوں میں سے اَلْفُضُل اس کو کہتے ہیں جو ایک ہی چادر اس طرح پہنے کہ اسے دائیں بغل سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈال دے اور اَلْمَدَاك کا معنی ہے پتھر کی وہ سل جس پر خوشبو کوٹی جاتی ہے۔ یہ دَاكَ يَدُوْكُ (کوٹنا) سے مَفْعَلٌ کا وزن ہے۔ اسی سے اَلدَّوْكَةُ اور اَلدُّوْكَةُ مشتق ہیں (جن کا معنی شر ہے)۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قول ہے مَرَّ الدَّمُوْكَ جب کسی چیز کو تیزی سے پیسا جائے تو کہا جاتا ہے دَمَكَهٗ دمكًا اور بَكَرَةٌ دَمُوْكٌ تیز رفتار چرخی کو کہتے ہیں۔ اسی طرح تیز رفتار چکی کو رَحيً دَمُوْكٌ بھی کہتے ہیں اور المُحصَد کا معنی ہے مضبوط بٹی ہوئی رسی اور اَلرِّجَامُ اَلرِّجَامَيْنِ کا واحد ہے۔ یہ وہ لکڑیاں ہیں جن پر چرخی ڈالی جاتی ہے اور اَلرِّجَامُ رُجْمَةٌ کی جمع بھی ہے اور رُجْمَةٌ جمع شدہ پتھروں کو

لَوْ لَا الْاِلٰهُ وَجَرْيُهَا لَتَرَكْنَهُ   جَزَرَ السِّبَاعِ وَدُسْنَهُ بِحَوَامِيْ

''اگر اللہ تعالیٰ (کو اس کا بچانا مقصود) نہ ہوتا اور ان گھوڑوں کی دوڑ نہ ہوتی تو وہ گھوڑے اس (حارث بن ہشام) کو درندوں کا نوالہ کر چھوڑتے اور ٹاپوں سے پامال کر دیتے''۔

مِنْ بَيْنِ مَأْسُوْرٍ يُشَدُّ وَثَاقُهُ   صَقْرٍ اِذَا لَاقَى الْاَسِنَّةَ حَامِيْ

''(وہ دونوں حالتوں کے) درمیان ہوتا تو یا تو قیدی ہوتا جس کی مشکیں ایک ایسا بہادر کس دیتا جو نیزوں کے مقابلے میں بھی حمایت کرنے والا ہو''۔

وَ مُجَدَّلٍ لَا يَسْتَجِيْبُ لِدَعْوَةٍ   حَتّٰى تَزُوْلَ شَوَامِخُ الْاَعْلَامِ

''اور (یا) زمین پر پڑا ہوا ہوتا جو کسی پکار کا جواب نہ دیتا یہاں تک کہ بلند و بالا پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں''۔

بِالْعَارِ وَالذُّلِّ الْمُبَيَّنِ اِذْ رَاٰى   بِيْضَ السُّيُوْفِ تَسُوْقُ كُلَّ هُمَامِ

''صریح ذلت و خواری کی حالت میں (پڑا رہتا) جب دیکھتا کہ سفید چمکتی تلواریں ہر بلند ہمت سردار کو ہانکتی لے جا رہی ہیں''۔

بِيَدَيْ اَغَرَّ اِذَا انْتَمٰى لَمْ يُخْزِهِ   نَسَبُ الْقِصَارِ سَمَيْدَعٍ مِقْدَامِ

''(جو تلواریں) ایسے روشن چہرے والے کے ہاتھوں میں ہوتیں جس کا نسب بیان ہو تو اسے کم ہمت لوگوں کے نسب کی ذلت نصیب نہ ہو اور جو سردار اور دشمن کی پرواہ کئے بغیر آگے بڑھنے والا ہو''۔

کہتے ہیں اور یہ رَجَمْ کی جمع ہے جس کا معنی قبر ہے۔ اسی سے ابوطیب کا شعر ہے:

تَمَتَّعْ مِنْ رُقَادٍ اَوْ سُهَادٍ   وَ لَا تَاَمَّلْ كَرًى تَحْتَ الرِّجَامِ

''تو سونے اور جاگنے سے لطف اندوز ہو اور قبر کے پتھروں کے نیچے نیند میں غور و فکر نہ کر''۔

فَاِنَّ لِثَالِثِ الْحَالَيْنِ مَعْنًى   سِوٰى مَعْنَى انْتِبَاهِكَ وَالْمَنَامِ

''کیونکہ تیرے جاگنے اور سونے کی دو حالتوں کے علاوہ تیسری حالت کا مفہوم اور ہے''۔

اور اِرْقَدَّتْ کا معنی ہے اس نے جلدی کی۔ اس کا مصدر اِرْقِدَادٌ ہے۔ یہی اِرْمَدَّتْ کا معنی ہے۔ رنگوں اور بوسیدہ ہونے والی چیزوں کے علاوہ دیگر اشیاء میں اِفْعَلَّ کا وزن کم یاب ہے اور اِنْقَضَّ (دیوار کا گرنا) کا اِفْعَلَّ کے وزن کے ساتھ کوئی تعلق نہیں کیونکہ آپ اس کے معنی میں کہتے ہیں تَقَضَّضَ الْبِنَاءُ (عمارت گر گئی)۔ پس اس کا فاء کلمہ قاف ہے (نہ کہ نون)۔ اسی

بِيضٌ اِذَا لَاقَتْ حَدِيْدًا صَمَّمَتْ　　كَالْبَرْقِ تَحْتَ ظِلَالِ كُلِّ غَمَامِ

"وہ ایسی سفید چمکتی ہوئی تلواریں ہیں کہ جب لوہے سے ٹکراتی ہیں تو اسے کاٹتی چلی جاتی ہیں اور بادل کے ٹکڑوں کے سائے میں بجلی کی مانند ہیں"۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے جواب میں حارث کے اشعار

علامہ ابن ہشام کے بیان کے مطابق حارث بن ہشام نے ان اشعار کے جواب میں یہ اشعار کہے:

اَللّٰهُ اَعْلَمُ مَا تَرَكْتُ قِتَالَهُمْ　　حَتّٰى حَبَوْا مُهْرِىْ بِاَشْقَرَ مُزْبِدِ

"اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں نے ان سے لڑنا ترک نہ کیا یہاں تک کہ انہوں نے میرے بچھیرے کو جھاگ والے سرخ (خون) سے آلودہ کر دیا"۔

وَ عَرَفْتُ اَنِّىْ اِنْ اُقَاتِلْ وَاحِدًا　　اُقْتَلْ وَ لَا يُنْكِىْ عَدُوِّىْ مَشْهَدِىْ

"اور میں نے جان لیا کہ اگر میں اکیلا جنگ کرتا رہوں گا تو مارا جاؤں گا اور میرا جنگ میں موجود رہنا میرے دشمن کو مغلوب نہ کر سکے گا"۔

طرح تَقَضَّي الْبَازِيُّ (باز گر پڑا) ہے کیونکہ اس کا فاء کلمہ بھی قاف ہے۔ علامہ فسوی نے الایضاح میں غلطی کی ہے۔ انہوں نے آیت کریمہ يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ (الکہف:۷۷) "جو گرنے کے قریب تھی"۔ میں ینقض کو احمر کے باب سے قرار دیا ہے حالانکہ یہ تو اِنْقَدَّ اور اِنْجَرَّ کے باب سے ہے اور اس میں نون زائد ہے اور اس کا وزن اِنْفَعَلَ ہے۔ اسی طرح القالی نے النوادر میں غلطی کی ہے اور جَرْيُهَا اِنْثِرَادٌ کے قول میں کہا ہے کہ یہ النثر سے افعلال کا وزن ہے جیسا کہ الفسوی نے الانقضاض کے بارے میں کہا۔ حالانکہ یہ عَيْنٌ ثَرَّةٌ (کثیر پانی والا چشمہ) سے باب انفعال ہے۔

وَدُسْنَهُ بِحَوَامٍ میں حوام سے مراد کھر اور ان کے ارد گرد کا حصہ ہے، اسے حامیہ بھی کہا جاتا ہے اور اس کی جمع حوام ہے۔

کچھ حارث بن ہشام کے اشعار کے بارے میں

حارث بن ہشام کا قول ہے: حَتّٰى عَلَوْا مُهْرِىْ بِاَشْقَرَ مُزْبِدِ۔ اس سے مراد خون ہے اور مزبد سے مراد یہ ہے کہ اس کے اوپر جھاگ ہو اور اس کا قول ہے: وَالَا جِنَّةَ فِيْهِمْ یعنی اس کے بھائی اور اس کی قوم کے وہ افراد جن کو قتل کر دیا گیا یا قیدی بنایا گیا۔

فَصَدَدْتُ عَنْهُمْ وَالْاَحِبَّةُ فِيهِمْ طَمَعًا لَهُمْ بِعِقَابِ يَوْمٍ مُفْسِدِ

''اس لئے میں نے ان سے منہ پھیر لیا حالانکہ دوست ان میں (پڑے ہوئے) تھے اس امید پر کہ کسی فساد کے دن ان سے بدلہ لیا جا سکے''۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: حارث نے یہ اشعار بدر کے روز اپنے بھاگنے کے عذر میں کہے۔

حضرت ہشام نے فرمایا: ہم نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے قصیدہ کے آخری تین اشعار فحش ہونے کی وجہ سے چھوڑ دیے ہیں۔

اس بارے میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے مزید اشعار

علامہ ابن اسحاق نے فرمایا: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار بھی فرمائے:

لَقَدْ عَلِمَتْ قُرَيْشٌ يَوْمَ بَدْرٍ غَدَاةَ الْاَسْرِ وَالْقَتْلِ الشَّدِيْدِ

''بدر کے روز قید کرنے اور خوب قتل کرنے کی صبح کو قریش نے جان لیا

بِاَنَّا حِيْنَ تَشْتَجِرُ الْعَوَالِيْ حُمَاةُ الْحَرْبِ يَوْمَ اَبِي الْوَلِيْدِ

کہ ابوالولید (کے قتل) کے دن جب نیزوں کے سر ایک دوسرے سے مل جاتے، ہم جنگ کے شیر تھے''۔

قَتَلْنَا ابْنَيْ رَبِيْعَةَ يَوْمَ سَارَا اِلَيْنَا فِيْ مُضَاعَفَةِ الْحَدِيْدِ

''جس روز ربیعہ کے دونوں بیٹے لوہے کی دوہری زرہوں میں ہماری طرف چلے تو ہم نے ان دونوں کو قتل کر دیا''۔

وَ فَرَّ بِهَا حَكِيْمٌ يَوْمَ جَالَتْ بَنُوْ النَّجَّارِ تَخْطِرُ كَالْاُسُوْدِ

اور حکیم وہاں سے اس روز بھاگ گیا جب بنونجار شیروں کی طرح جولانیاں دکھانے لگے۔

وَ وَلَّتْ عِنْدَ ذَاكَ جُمُوْعُ فِهْرٍ وَ اَسْلَمَهَا الْحُوَيْرِثُ مِنْ بَعِيْدِ

''اور اس وقت بنی فہر کے لشکر پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے اور حویرث نے تو دور ہی سے ان کو چھوڑ دیا''۔

لَقَدْ لَاقَيْتُمْ ذُلًّا وَ قَتْلًا جَهِيْزًا نَافِذًا تَحْتَ الْوَرِيْدِ

''تمہیں ذلت اور رگِ جان کے نیچے تک سرایت کرنے والے تیز قتل کا سامنا ہوا''۔

وَ كُلُّ الْقَوْمِ قَدْ وَ لَّوْا جَمِيْعًا وَ لَمْ يَلْوُوْا عَلَى الْحَسَبِ التَّلِيْدِ

اور ساری کی ساری قوم مل کر پیٹھ پھیر گئی اور باپ دادا کی عزت کی طرف مڑ کر بھی نہ دیکھا۔

اور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا:

يَا حَارِ قَدْ عَوَّلْتَ غَيْرَ مُعَوَّلٍ ۔۔۔ عِنْدَ الْهِيَاجِ وَ سَاعَةَ الْاَحْسَابِ

اے حارث! تو نے جنگ وفساد کے وقت ایک ناقابل اعتماد کام پر بھروسہ کیا۔

اِذْ تَمْتَطِي سُرُحَ الْيَدَيْنِ نَجِيْبَةً ۔۔۔ مَرْطَى الْجِرَاءِ طَوِيْلَةَ الْاَقْرَابِ

"(ایسے وقت میں) جب تو کشادہ قدم شریف تیز رفتار اور لمبی پیٹھ والی (گھوڑی) پر سواری کر رہا تھا"۔

وَالْقَوْمُ خَلْفَكَ قَدْ تَرَكْتَ قِتَالَهُمْ ۔۔۔ تَرْجُوْ النَّجَاءَ وَ لَيْسَ حِيْنَ ذِهَابِ

"اور بچ کر نکل جانے کی امید میں تو نے اپنے پیچھے آنے والے لوگوں سے جنگ و مقابلہ چھوڑ دیا حالانکہ وہ بھاگ جانے کا وقت نہ تھا"۔

اَلَّا عَطَفْتَ عَلَى ابْنِ اُمِّكَ اِذْ ثَوٰى ۔۔۔ قَعْصَ الْاَسِنَّةِ ضَائِعَ الْاَسْلَابِ

"کہ تو نے اپنے ماں جائے کی طرف مڑ کر بھی نہ دیکھا جب وہ نیزوں کے نیچے موت کے منہ میں اپنا لباس وہتھیار لٹا کر پیوند خاک ہو رہا تھا"۔

عَجِلَ الْمَلِيْكُ لَهُ فَاَهْلَكَ جَمْعَهُ ۔۔۔ بِشَنَارِ مُخْزِيَةٍ وَّ سُوْءِ عَذَابِ

"مالک الملک نے بڑی جلدی سے اسے بدنام کرنے والی رسوائی اور بدترین عذاب میں مبتلا کر دیا اور اس کے لشکر کو ہلاک کر دیا"۔

علامہ ابن ہشام نے فرمایا: ہم نے اس قصیدہ کا ایک شعر فحش ہونے کی وجہ سے چھوڑ دیا ہے۔

علامہ ابن اسحاق نے فرمایا: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار بھی فرمائے:

علامہ ابن ہشام نے فرمایا: یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ اشعار حضرت عبداللہ بن حارث سہمی رضی اللہ عنہ نے کہے۔

مُسْتَشْعِرِيْ حَلَقِ الْمَاذِيِّ يَقْدُمُهُمْ ۔۔۔ جَلْدُ النَّحِيْزَةِ مَاضٍ غَيْرُ رِعْدِيْدِ

"سفید نرم کڑیوں والی جسم سے لگی ہوئی زرہیں پہنے ہوئے لوگوں کے آگے آگے ایک قوی مزاج، پختہ ارادے والا، غیر بزدل شخص چل رہا تھا"۔

اَعْنِيْ رَسُوْلَ اِلٰهِ الْخَلْقِ فَضَّلَهُ ۔۔۔ عَلَى الْبَرِيَّةِ بِالتَّقْوٰى وَ بِالْجُوْدِ

"یعنی معبودِ خلق کے رسول ﷺ جنہیں اس نے تقویٰ اور جود و کرم کی صفات میں تمام

مخلوق پر فضیلت دی ہے"۔

وَ قَدْ زَعَمْتُمْ بِاَنْ تَحْمُوْا ذِمَارَكُمْ وَ مَاءُ بَدْرٍ زَعَمْتُمْ غَيْرُ مَوْرُوْدِ

"اس وقت تم نے دعویٰ کیا کہ تم اپنی ذمہ داری کی چیزوں کی حفاظت کرو گے اور بدر کے چشمے کے متعلق تم نے دعویٰ کیا کہ وہ ناقابل نزول ہے"۔

ثُمَّ وَرَدْنَا وَ لَمْ نَسْمَعْ لِقَوْلِكُمْ حَتّٰى شَرِبْنَا رِوَاءً غَيْرَ تَصْرِيْدِ

"پھر بھی ہم اس چشمے پر پہنچ گئے اور ہم نے تمہاری بات نہ سنی یہاں تک کہ ہم اس قدر سیراب ہو گئے کہ پینے کی کوئی کمی نہ رہی"۔

مُسْتَعْصِمِيْنَ بِحَبْلٍ غَيْرِ مُنْجَذِمٍ مُسْتَحْكِمٍ مِّنْ حِبَالِ اللّٰهِ مَمْدُوْدِ

"درآں حالیکہ ہم اللہ کی رسیوں میں سے ایک دراز کی ہوئی نہ ٹوٹنے والی مضبوط رسی کو تھامے ہوئے تھے"۔

فِيْنَا الرَّسُوْلُ وَ فِيْنَا الْحَقُّ نَتْبَعُهٗ حَتّٰى الْمَمَاتِ وَ نَصْرٌ غَيْرُ مَحْدُوْدِ

"ہم میں رسول کریم ﷺ ہیں اور ہم میں حق ہے جس کی پیروی ہم مرتے دم تک کرتے رہیں گے اور (ہم میں) لامحدود مدد ہے"۔

وَافٍ وَّ مَاضٍ شِهَابٌ يُسْتَضَاءُ بِهٖ بَدْرٌ اَنَارَ عَلٰى كُلِّ الْاَمَاجِيْدِ

"جو کمل، تیز اور ایسا شہاب ہے جس سے روشنی حاصل کی جاتی ہے، چودھویں رات کا چاند ہے جس نے تمام عزت وشان والوں کو روشن کر دیا ہے"۔

علامہ ابن ہشام نے فرمایا: ان کا یہ شعر مُسْتَعْصِمِيْنَ بِحَبْلٍ غَيْرِ مُنْجَذِمٍ حضرت ابوزید انصاری سے مروی ہے۔

علامہ ابن اسحاق نے فرمایا: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار بھی فرمائے:

خَابَتْ بَنُوْ اَسَدٍ وَّ اٰبَ غَزِيُّهُمْ يَوْمَ الْقَلِيْبِ بِسَوْءَةٍ وَّ فُضُوْحِ

"بنی اسد ناکام ہوئے اور ان کی جنگجو جماعت کنوئیں کے روز (بدر کے روز) بے حیائی اور رسوائی کے ساتھ واپس ہوگئی"۔

مِنْهُمْ اَبُو الْعَاصِيْ تَجَدَّلَ مُقْعَصًا عَنْ ظَهْرِ صَادِقَةِ النَّجَاءِ سَبُوْحِ

"ان میں سے ایک ابوالعاصی ہے جو تیز رفتار تیراک (گھوڑے) کی پیٹھ سے دھڑام سے گر کر ہلاک ہو گیا"۔

حَيْنًا لَهٗ مِنْ مَّانِعٍ بِسِلَاحِهٖ لَمَّا ثَوٰى بِمُقَامَةِ الْمَذْبُوْحِ

''جب وہ ذبح کے لئے جانے کی جگہ پیوند خاک ہوا تو اس کے ہتھیار سے اس کی حفاظت کرنے والی صرف اس کی موت تھی''۔

وَالْمَرْءَ زَمْعَةَ قَدْ تَرَكْنَ وَ نَحْرُهٗ يَدْمٰى بِعَانِدٍ مُعْبَطٍ مَّسْفُوْحٍ

''اور زمعہ جیسے شخص کو انہوں نے ایسی حالت میں چھوڑ دیا کہ اس کے حلق سے نہ رکنے والا تازہ بہنے والا خون بہہ رہا تھا''۔

مُتَوَسِّدًا حُرَّ الْجَبِيْنِ مُعَفَّرًا قَدْ عُزَّ مَارِنُ اَنْفِهٖ بِقُبُوْحٍ

''جبین ناز خاک آلود ہو کر زمین پر ٹکی ہوئی تھی اور اس کی ناک کی بنی گندگی سے آلودہ تھی''۔

وَ نَجَا ابْنُ قَيْسٍ فِيْ بَقِيَّةِ رَهْطِهٖ بِشَفَا الرَّمَاقِ مُوَلِّيًا بِجُرُوْحٍ

''اور ابن قیس اپنی باقی ماندہ جماعت کے ساتھ زخم خوردہ زندگی کے آخری کنارے میں پیٹھ پھیر کر بھاگ گیا اور بچ نکلا''۔

اور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار بھی فرمائے:

اَلَا لَيْتَ شِعْرِيْ هَلْ اَتٰى اَهْلَ مَكَّةَ اِبَارَتُنَا الْكُفَّارَ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرِ

''کاش مجھے معلوم ہوتا کہ کیا دگرگوں حالت میں کافروں کو ہمارے ہلاک کرنے کی خبر اہل مکہ تک پہنچی (یا نہیں)؟''

قَتَلْنَا سَرَاةَ الْقَوْمِ عِنْدَ مَجَالِنَا فَلَمْ يَرْجِعُوْا اِلَّا بِقَاصِمَةِ الظَّهْرِ

''ہم نے اپنے حملے کے وقت اس قوم کے سرداروں کو قتل کر دیا تو وہ ٹوٹی ہوئی کمریں لے کر ہی واپس لوٹے''۔

قَتَلْنَا اَبَا جَهْلٍ وَّ عُتْبَةَ قَبْلَهٗ وَ شَيْبَةَ يَكْبُوْ لِلْيَدَيْنِ وَلِلنَّحْرِ

''ہم نے ابوجہل کو اور اس سے پہلے عتبہ اور شیبہ کو بھی اس حالت میں قتل کر دیا کہ وہ ہاتھوں اور سینے کے بل اوندھا پڑا تھا''۔

قَتَلْنَا سُوَيْدًا ثُمَّ عُتْبَةَ بَعْدَهٗ وَ طُعْمَةَ اَيْضًا عِنْدَ ثَائِرَةِ الْقَتْرِ

ہم نے سوید کو پھر اس کے بعد عتبہ کو قتل کر دیا اور گرد و غبار اڑتے وقت طعمہ کو بھی قتل کر دیا۔

فَكَمْ قَدْ قَتَلْنَا مِنْ كَرِيْمٍ مُرَزَّاٍ لَهٗ حَسَبٌ فِيْ قَوْمِهٖ نَابِهُ الذِّكْرِ

''غرض ہم نے کتنے ہی مصیبت کے مارے بلند مرتبہ لوگوں کو قتل کر دیا جن کے کارناموں کی

ان کی قوم میں بڑی شہرت تھی"۔

تَرَكْنَاهُمُ لِلْعَاوِيَاتِ يَنُبْنَهُمْ وَ يَصْلَوْنَ نَارًا بَعْدُ حَامِيَةَ الْقَعْرِ

"ہم نے انہیں بھونکنے والوں (بھیڑیوں) کے لئے چھوڑ دیا جو بار بار ان کے پاس آتے ہیں اور اس کے بعد وہ ایسی آگ میں داخل ہوں گے جس کی گہرائی میں سخت گرمی ہے"۔

لَعَمْرُكَ مَا حَامَتْ فَوَارِسُ مَالِكٍ وَ اَشْيَاعُهُمْ يَوْمَ الْتَقَيْنَا عَلَى بَدْرِ

"تیری زندگی کی قسم! جس روز میدانِ بدر میں ہمارا ان سے مقابلہ ہوا تو مالک کے شہسواروں اور ان کے ساتھیوں نے کچھ مدد نہ کی"۔

علامہ ابن ہشام نے فرمایا: آپ کا یہ شعر مجھے حضرت ابوزید انصاری نے سنایا:

قَتَلْنَا اَبَا جَهْلٍ وَّ عُتْبَةَ قَبْلَهٗ وَ شَيْبَةَ يَكْبُوْ لِلْيَدَيْنِ وَلِلنَّحْرِ

علامہ ابن اسحاق نے فرمایا حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار بھی فرمائے:

نَجّٰى حَكِيْمًا يَوْمَ بَدْرٍ شَدُّهٗ كَنَجَاءِ مُهْرٍ مِّنْ بَنَاتِ الْاَعْوَجِ

"بدر کے روز اعوج نامی گھوڑی کی بچھیریوں میں سے ایک بچھیرے کی تیزی کی طرح حکیم کو اس کی دوڑ نے بچا لیا"۔

لَمَّا رَاَى بَدْرًا تَسِيْلُ جِلَاهُهٗ بِكَتِيْبَةٍ خَضْرَاءَ مِنْ بَلْخَزْرَجِ

"جب اس نے دیکھا کہ بنی خزرج کا ایک بہت بڑا لشکر وادی بدر کے سامنے والے کنارے سے امنڈا چلا آ رہا ہے"۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار کی مزید وضاحت

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قول بِكَتِيْبَةٍ خَضْرَاءَ مِنْ بَلْخَزْرَجِ۔ اہل عرب اسود (سیاہ) کی جگہ اخضر (سبز) کا کلمہ رکھتے ہیں۔ کہتے ہیں لَيْلٌ اَخْضَرُ (تاریک رات) جیسا کہ ذوالرمہ نے کہا:

قَدْ اَعْسِفُ النَّازِحَ الْمَجْهُوْلَ مَعْسِفُهٗ فِيْ ظِلِّ اَخْضَرَ يَدْعُوْ هَامَةَ الْبُوْمِ

"رات کے وقت تاریک سائے میں نامعلوم راستے پر دور جانے والا الوؤں کی کھوپڑیوں کو پکارتا ہوا چل پڑا"۔

اخضر کو اسود اس وقت کہا جاتا ہے جب اس کی سبزی گھنی ہو۔ قرآن کریم میں ہے: مُدْهَآمَّتٰنِ (الرحمٰن) مفسرین نے اس کا معنی یہ کیا ہے سَوَادَانِ مِنْ شِدَّةِ الْخُضْرَةِ "نہایت سبز ہونے کی وجہ سے سیاہی مائل"۔

لَا يَنۡكَلُوۡنَ اِذَا لَقُوۡا اَعۡدَائَهُمۡ يَمۡشُوۡنَ عَائِذَةَ الطَّرِيۡقِ الۡمَنۡهَجِ

''وہ (بنی خزرج) جب اپنے دشمنوں کے مقابل ہوتے ہیں تو رعب زدہ نہیں ہوتے (اور شاہراہ (سے ہٹ کر اس) کے کنارے پر نہیں چلتے''۔

كَمۡ فِيۡهِمۡ مِنۡ مَاجِدٍ ذِيۡ مَنۡعَةٍ بَطَلٍ بِمَهۡلَكَةِ الۡجَبَانِ الۡمُحۡرَجِ

''اس میں کتنے ہی ایسے ہیں جو عظمت وشان والے، اپنی حفاظت کرنے والے، بہادر ہیں جو مضطرب بزدلوں کو ہلاک کرنے والے ہیں''۔

وَ مُسَوَّدٍ يُعۡطِي الۡجَزِيۡلَ بِكَفِّهٖ حَمَّالِ اَثۡقَالِ الدِّيَاتِ مُتَوَّجِ

''اور کتنے ہی سردار ہیں جو اپنے ہاتھوں بہت کچھ دینے والے ہیں، دیتوں کے بار اٹھانے والے تاجدار ہیں''۔

زَيۡنِ النَّدِيِّ مُعَاوِدٍ يَوۡمَ الۡوَغٰى ضَرۡبَ الۡكُمَاةِ بِكُلِّ اَبۡيَضَ سَلۡجَجِ

''مجلس کی زینت ہیں، جنگ کے روز ہر سفید (چمکتی ہوئی) گھائل کر دینے والی تلوار کے ساتھ پہلوانوں پر بار بار وار کرنے والے ہیں''۔

علامہ ابن ہشام نے فرمایا: آپ کا قول سلجج غیر ابن اسحاق سے مروی ہے۔

علامہ ابن اسحاق نے فرمایا: حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار بھی فرمائے:

فَمَا نَخۡشٰي بِحَوۡلِ اللّٰهِ قَوۡمًا وَ اِنۡ كَثُرُوۡا وَاجۡمَعَتِ الزُّحُوۡفُ

''اللہ کے فضل سے ہم کسی قوم سے نہیں ڈرتے اگرچہ وہ کتنے ہی زیادہ ہو جائیں اور لشکروں کے لشکر جمع کر لیں''۔

آپ کا قول ہے بَلۡخَزۡرَجِ۔ اس سے آپ کی مراد بنی خزرج ہیں۔ نون کو حذف کر دیا کیونکہ اس کا مخرج لام کے مخرج کے قریب ہے اور عرب اس طرح کے کلمات میں اجماع لامین کی کراہیت کی بنا پر ایک لام کو حذف کرتے ہیں جیسے عَلۡمَاءِ اور ظِلۡتُ۔ اسی طرح تشدید کی کراہیت کی بناء پر اَحَسۡتُ (میں) ایک سین کو حذف کر دیتے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک حدیث میں ہے: تَرِبَتۡ يَمِيۡنُكِ وَاُلَّتِ۔ اس سے آپ کی مراد اُلِلۡتِ ہے یعنی تو تنگدست ہوگئی اور تجھے نیزہ مارا گیا۔ یہ عربوں کے اس قول سے ماخوذ ہے: مَالَهٗ اَلٌّ وَّ غَلٌّ۔ ''اس کے لئے کوئی دشمنی اور طوق نہیں ہے''۔ اور یہ کلمہ اُلَّتۡ بھی مروی ہے۔ اس صورت میں تاء علامت تانیث ہوگی یعنی اُلَّتۡ يَدُكِ ''تیرے ہاتھ کو نیزہ مارا گیا''۔

اِذَا مَا اَلَبُوا جَمْعًا عَلَيْنَا　كَفَانَا جَدُّهُمْ رَبٌّ رَؤُوْفُ

"جب وہ ہمارے مقابلے کے لئے لشکر جمع کرتے ہیں تو ان کی قوت کے مقابلے میں ہمارے لئے مہربان پروردگار کافی ہو جاتا ہے"۔

سَمَوْنَا يَوْمَ بَدْرٍ بِالْعَوَالِيْ　سِرَاعًا مَا تُضَعْضِعُنَا الْحُتُوْفُ

"ہم بدر کے روز اونچے اونچے نیزے لے کر تیزی سے اس طرح چھا گئے کہ ہماری موتیں ہمارے حوصلے پست نہیں کر سکتی تھیں"۔

فَلَمْ تَرَ عُصْبَةً فِي النَّاسِ اَنْكٰى　لِمَنْ عَادَوْا اِذَا لَقِحَتْ كَشُوْفُ

"پھر جب نہ خواہش کرنے والی اونٹنی گابھن ہوگئی (کام ختم ہوگیا) تو تو لوگوں میں کوئی ایسا گروہ نہیں دیکھے گا جو ان لوگوں سے زیادہ اپنے دشمنوں سے مقہور ہو"۔

وَ لٰكِنَّا تَوَكَّلْنَا وَ قُلْنَا　مَاٰثِرُنَا وَ مَعْقِلُنَا السُّيُوْفُ

"لیکن ہم نے (اللہ پر) توکل کیا اور کہا ہمارے قابل ستائش کام اور ہماری پناہ گاہ تلواریں ہیں"۔

لَقِيْنَاهُمْ بِهَا لَمَّا سَمَوْنَا　وَ نَحْنُ عِصَابَةٌ وَ هُمْ اُلُوْفُ

"جب وہ ہمیں دور سے دکھائی دیئے تو ہم نے ان تلواروں کے ساتھ ان سے مقابلہ کیا

اس کے متعلق ہمارے پاس کتاب مسلم کی ایک تیسری روایت بھی ہے، اس میں ہے: تَرِبَتْ يَدَاكِ وَ اَلِّتِ۔ تاء کے کسرہ اور لام کی تشدید کے ساتھ۔ یہ ان لوگوں کی لغت ہے جو رَدَدْتِ کو رَدَّتِ بولتے ہیں، یعنی ضمیر فاعل کے ساتھ ادغام کر دیتے ہیں۔ یہ ایک لغت ہے جسے سیبویہ نے اس عنوان سے بیان کیا: "مِنْ اَحْكَامِ الْاَفْعَلِ الْمَبْنِيَّةِ عَلٰى صِيْغَةِ الْمَبْنِيِّ لِلْمَجْهُوْلِ"۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قول ہے: بِكُلِّ اَبْيَضَ سَلْجَجٍ۔ سلجج وہ تیز تلوار ہوتی ہے جس کا وار بڑی آسانی سے کاٹتا چلا جاتا ہے۔ اسی سے ایک ضرب المثل ہے: اَلْاَخْذُ سَلْجَانٌ وَالْقَضَاءُ لِيَّانٌ۔ یعنی قرض لینا آسان ہے اور واپس کرنا مشکل یعنی لینا آسان ہے جو بغیر کسی تنگدستی کے حلق میں چلا جاتا ہے جس طرح کہا جاتا ہے: اَلْاَخْذُ سُرَّيْطٌ وَ الْقَضَاءُ ضُرَّيْطٌ۔ یعنی کسی چیز کو حاصل کرنا آسان ہے لیکن اسے لوٹانا بہت مشکل ہے۔ پس سلجج بھی اسی سے ہے مگر اہل عرب جیم کو مضاعف کرتے ہیں جس طرح مَهْدَدٌ کی دال کو مضاعف کرتے ہیں۔ وہ اسے جعفر کے ساتھ الحاق کر کے ادغام کرتے ہیں۔

حالانکہ ہم ایک چھوٹی سی جماعت تھے اور وہ ہزاروں تھے"۔

اور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بنی جمح اور ان کے مقتولوں کی ہجو کرتے ہوئے یہ اشعار بھی فرمائے:

جَمَحَتْ بَنُوْ جُمَحٍ لِشِقْوَةِ جَدِّهِمْ اِنَّ الذَّلِيْلَ مُوَكَّلٌ بِذَلِيْلِ

"بنی جمح نے اپنی بدبختی کی وجہ سے سرکشی کی، بے شک ذلیل شخص کو ذلیل ہی کے حوالے کر دیا جاتا ہے"۔

قُتِلَتْ بَنُوْ جُمَحٍ بِبَدْرٍ عَنْوَةً وَ تَخَاذَلُوْا سَعْيًا بِكُلِّ سَبِيْلِ

"بنی جمح کو بدر کے روز غلبہ پا کر قتل کر دیا گیا اور انہوں نے ہر راستے کی کوشش میں ایک دوسرے کو رسوا کیا"۔

جَحَدُوْا الْكِتَابَ وَ كَذَّبُوْا بِمُحَمَّدٍ وَاللّٰهُ يُظْهِرُ دِيْنَ كُلِّ رَسُوْلِ

"انہوں نے کتاب (الٰہی) کا انکار کیا اور محمد (رسول اللہ ﷺ) کو جھٹلایا حالانکہ اللہ تعالیٰ ہر رسول کے دین کو غلبہ ہی دیا کرتا ہے"۔

لَعَنَ الْاِلٰهُ اَبَا خُزَيْمَةَ وَابْنَهٗ وَالْخَالِدَيْنِ وَ صَاعِدَ بْنَ عَقِيْلِ

"معبود حقیقی نے ابوخزیمہ، اس کے بیٹے، دونوں خالدوں اور صاعد بن عقیل کو ذلیل و رسوا کر دیا"۔

پاؤں کٹ جانے کے متعلق حضرت عبیدہ بن حارث کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے فرمایا حضرت عبیدہ بن حارث بن مطلب نے غزوۂ بدر اور اپنا پاؤں

علامہ ابن اسحاق نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار ذکر کئے۔ ان میں ایک شعر یہ ہے:

لَعَمْرُ اَبِيْكُمَا يَا ابْنَيْ لُؤَيٍّ عَلٰى زَهْوٍ لَدَيْكُمْ وَانْتِخَاءِ

اَلْاِنْتِخَاءُ اَلنَّخْوَةُ سے باب افتعال ہے۔ کہا جاتا ہے نُخِيَ الرَّجُلُ وَانْتَخٰى۔ (آدمی نے تکبر کیا) اور اَلزَّهْوُ سے کہا جاتا ہے زُهِيَ وَازْدَهٰى (تکبر کیا)۔ اس طرح کے افعال سے امر کا صیغہ صرف لام کے ساتھ ہی آتا ہے کیونکہ اس میں فعل غیر مخاطب کے لئے ہوتا ہے اور جب غیر مخاطب کو کوئی حکم دیا جائے تو صیغہ امر لام کے ساتھ ہی لایا جاتا ہے جیسے آپ کا قول ہے لِتُزْهِ يَا فُلَانُ (اے فلاں! تو تکبر کر) اور لِتُعْنَ بِحَاجَتِيْ (چاہیے کہ آپ میری حاجت میں مشغول ہوں) اور قیاس یہ بھی تقاضا کرتا ہے کہ اس فعل سے فعل تعجب اور اسم تفضیل

کٹنے کے متعلق یہ اشعار کہے جس پاؤں پر اس وقت ضرب لگی تھی جب آپ حضرت حمزہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے ساتھ مل کر دشمن کی دعوتِ مبارزت کے جواب میں نکلے۔ علامہ ابن ہشام نے فرمایا: بعض علمائے شعر حضرت عبیدہ کے ان اشعار کا انکار کرتے ہیں:

سَتَبْلُغُ عَنَّا اَهْلَ مَكَّةَ وَقْعَةٌ   يَهُبُّ لَهَا مَنْ كَانَ عَنْ ذَاكَ نَائِيَا

"عنقریب مکہ والوں کو ہماری طرف سے ایک ایسے واقعہ کی خبر پہنچے گی جس کو سن کر وہ شخص بھی بے چین ہو جائے گا جو اس سے بہت دور ہے"۔

بِعُتْبَةَ اِذْ وَلّٰى وَ شَيْبَةَ بَعْدَهٗ   وَ مَا كَانَ فِيهَا بِكْرُ عُتْبَةَ رَاضِيَا

"عتبہ کی خبر جب اس نے پیٹھ پھیری اور اس کے بعد شیبہ کی اور اس حالت کی جس میں رہنے پر عتبہ کا پہلوٹھی کا لڑکا راضی ہو گیا"۔

فَاِنْ تَقْطَعُوْا رِجْلِيْ فَاِنِّيْ مُسْلِمٌ   اُرَجِّيْ بِهَا عَيْشًا مِّنَ اللّٰهِ دَانِيَا

"پھر اگر تم نے میرا پاؤں کاٹ دیا ہے تو (کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ) میں تو مسلمان ہوں، اس کے عوض میں اللہ تعالیٰ سے ایک آسودہ زندگی کا امیدوار ہوں"۔

مَعَ الْحُوْرِ اَمْثَالَ التَّمَاثِيْلِ اُخْلِصَتْ   مَعَ الْجَنَّةِ الْعُلْيَا لِمَنْ كَانَ عَالِيَا

"(جو زندگی) مجسموں کی مانند حوروں کے ساتھ (ہوگی) جو بلند درجہ جنت میں بلند درجہ لوگوں کے لئے مخصوص ہوں گی"۔

وَ بِعْتُ بِهَا عَيْشًا تَعَرَّقْتُ صَفْوَهٗ   وَ عَالَجْتُهٗ حَتّٰى فَقَدْتُ الْاَدَانِيَا

"اور میں نے اس جنت کے بدلے ایسی زندگی بیچ ڈالی جس کی صفائی کو میں نے ملا دیا اور اس بارے اس قدر کوشش کی حتی کہ قریبی رشتہ داروں کو کھو دیا"۔

کے صیغے نہ بولے جائیں جیسا کہ مرکوب کے بارے میں مَا اَرْكَبَهٗ اور مضروب کے بارے میں مَا اَضْرَبَهٗ نہیں کہا جاتا لیکن ان جیسے افعال سے یہ صیغے آئے ہیں: مَا اَزْهَاهُ، مَا اَعْنَاهُ بِحَاجَتِيْ اور عربوں نے یہ بھی کہا ہے: هُوَ اَشْغَلُ مِنْ ذَاتِ النِّحْيَيْنِ (وہ ذات النحیین سے بھی زیادہ مشغول ہے) وَ هُوَ اَزْهٰى مِنْ غُرَابٍ (وہ کوے سے بھی زیادہ متکبر ہے) حالانکہ ان سب افعال کے صیغے مجہول آتے ہیں یعنی زُهِيَ، شُغِلَ، مَشْغُوْلٌ، مَزْهُوٌّ اور مجنون کے بارے میں کہا گیا ہے: مَا اَجَنَّهٗ۔ اسے ابو عمر صالح بن اسحاق الجرمی نے بیان کیا ہے اور سیبویہ نے کہا: یاد رکھیئے اہل عرب جس چیز کا قصد کرتے ہیں تو اسے اپنے کلام میں کہتے ہیں اَهَمَّ

فَاَكْرَمَنِی الرَّحْمٰنُ مِنْ فَضْلِ مَنِّهٖ بِثَوْبٍ مِّنَ الْاِسْلَامِ غَطّٰی الْمَسَاوِيَا

''اور رحمٰن نے اپنے فضل واحسان سے مجھے ایسی خلعت اسلام سے سرفراز فرمایا جس نے میرے تمام عیبوں کو ڈھانپ لیا''۔

وَ مَا كَانَ مَكْرُوْهًا اِلَیَّ قِتَالُهُمْ غَدَاةَ دَعَا الْاَكْفَاءَ مَنْ كَانَ دَاعِيَا

''اور ان لوگوں سے جنگ کرنا مجھے کچھ برا نہ لگا جس روز بلانے والوں نے (اپنے) ہمسروں کو (مقابلہ کے لئے) بلایا''۔

وَ لَمْ يَبْغِ اِذْ سَالُوْا النَّبِیَّ سَوَائَنَا ثَلَاثَتَنَا حَتّٰی حَضَرْنَا الْمُنَادِيَا

''اور جب انہوں نے نبی کریم ﷺ سے مطالبہ کیا تو آپ نے ہم تینوں کے سوا اور کسی کو طلب نہ فرمایا یہاں تک کہ ہم پکارنے والے کے پاس حاضر ہو گئے''۔

لَقِيْنَاهُمْ كَالْاَسْدِ تَخْطِرُ بِالْقَنَا نُقَاتِلُ فِی الرَّحْمٰنِ مَنْ كَانَ عَاصِيَا

''ہم نیزے لے کر شیروں کی طرح اکڑ کر چلتے ہوئے ان سے جا ملے اور رحمٰن کی راہ میں اس سے جنگ کرنے لگے جو نافرمان تھا''۔

فَمَا بَرِحَتْ اَقْدَامُنَا مِنْ مَقَامِنَا ثَلَاثَتِنَا حَتّٰی اُزِيْرُوا الْمَنَائِيَا

''غرض ہم تینوں کے قدم اپنے اپنے مقام سے نہ ڈگمگائے یہاں تک کہ موتوں سے ان کی ملاقات کرا دی گئی''۔

علامہ ابن ہشام نے فرمایا: جب حضرت عبیدہ کے پاؤں پر ضرب لگی تو آپ نے فرمایا سنو! بخدا! اگر ابو طالب آج کے دن موجود ہوتے تو جان لیتے کہ میں یہ اشعار کہنے کا زیادہ حقدار ہوں جو انہوں نے کہے:

اور جس چیز کے بیان کا ارادہ کرتے ہیں تو اسے کہتے ہیں اَعْنٰی۔ حالانکہ اس چیز اور اس بیان کا وہ قصد کر رہے ہوتے ہیں (لیکن اسم تفضیل کی نسبت مفعول بہ کی طرف کرتے ہوئے) کہتے ہیں اَهَمُّ وَ اَعْنٰی حالانکہ وہ چیز ان کے ارادہ اور بیان سے تعلق رکھتی ہے۔ اس طرح وہ اس بیان کے ساتھ مَعْنِيُّوْنَ (ارادہ کئے گئے) ہیں جیسا کہ مُضْرُوْبُوْنَ تو ان افعال میں وہ صورت جائز ہے جو آپ دیکھ رہے ہیں۔ اس کے جواز کا سبب یہ ہے کہ ان افعال میں مفعول معنی کے لحاظ سے فاعل ہوتا ہے چنانچہ مَزْهُوٌّ حقیقت میں تکبر کرنے والا ہے اور مَنْخُوٌّ بھی اسی طرح ہے اور مشغول حقیقت میں کام سرانجام دینے والا ہے اور اَلْمَعْنِیُّ بِالْاَمْرِ حقیقت میں کام کا ارادہ کرنے والا ہے اور المجنون الاحمق کی

كَذَبْتُمْ وَ بَيْتِ اللهِ يُبْزَى مُحَمَّدٌ　　وَ لَمَّا نُطَاعِنْ دُوْنَهُ وَ نُنَاضِلِ

"بیت اللہ کی قسم! تم نے جھوٹ کہا کہ محمد (ﷺ) کو چھوڑ دیا جائے گا حالانکہ ابھی تو ہم نے ان کے دفاع کے لئے نہ نیزہ بازی کی ہے اور نہ تیر اندازی"۔

وَ نُسْلِمُهُ حَتّٰى نُصَرَّعَ حَوْلَهُ　　وَ نُذْهَلَ عَنْ اَبْنَائِنَا وَالْحَلَائِلِ

"اور (تم نے جھوٹ کہا کہ) ہم انہیں (تمہارے) حوالے کر دیں گے جب تک ہماری لاشیں ان کے ارد گرد پڑی ہوئی نہ ہوں۔ ہم اپنے بچوں اور بیویوں سے بھی ان کے لئے بے پرواہو جائیں گے"۔

یہ دونوں شعر حضرت ابو طالب کے ایک قصیدہ میں ہیں جس کا کتاب کے گزشتہ صفحات میں ہم نے ذکر کیا ہے۔

حضرت عبیدہ بن حارث کے متعلق حضرت کعب کا مرثیہ

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: جب حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ بدر کے روز اپنے پاؤں کے زخم کی تاب نہ لا کر شہید ہو گئے تو حضرت کعب بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ نے ان کے مرثیے میں یہ اشعار کہے:

اَيَا عَيْنُ جُوْدِيْ وَ لَا تَبْخَلِيْ　　بِدَمْعِكِ حَقًّا وَ لَا تَنْزُرِيْ

اے آنکھ! اپنے آنسو کی سخاوت کر اور نہ بخل کر اور نہ کوتاہی کر کہ ان کے لئے یہی زیبا ہے۔

عَلٰى سَيِّدٍ هَدَّنَا هُلْكُهٗ　　كَرِيْمِ الْمَشَاهِدِ وَالْعُنْصُرِ

"ایسے سردار پر جس کی وفات نے ہمیں ڈھیر کر دیا جو جنگی کارناموں اور نسب کے لحاظ سے نہایت شریف تھا"۔

طرح ہے۔ کہا جاتا ہے مَا اَجَنَّهٗ جیسے کہا جاتا ہے مَا اَحْمَقَهٗ لیکن مضروب، مرکوب، مشتوم اور ممدوح کے صیغے اس طرح نہیں ہیں اور ان میں سے کسی کے بارے میں ما افعلہ اور ھو افعل من غیرہ نہیں کہا جاتا ہے۔

اگر آپ یہ کہیں کہ اس قیاس کا تقاضا بھی تو یہی ہے کہ مفعول کے بارے میں فعل امر بغیر لام کے لایا جائے جس طرح فاعل کے لئے بغیر لام کے فعل امر لایا جاتا ہے حالانکہ آپ نے یہ کہا ہے کہ مفعول معنی کے لحاظ سے فاعل ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے امر فعل مضارع سے مشتق ہوتا ہے اور وہ تضرب تخرج ہے۔ جب آپ فعل امر بنانا چاہتے ہیں تو حرف مضارع کو حذف کر دیتے ہیں اور فعل کے

جَرِیْءِ الْمُقَدَّمِ شَاکِی السَّلَاحِ کَرِیْمِ الثَّنَا طَیِّبِ الْمَکْسِرِ

''پیش قدمی کرنے میں جرأت مند، تیز ہتھیار والا، بہترین تعریف والا اور تجربے کے بعد بھی بہترین ثابت ہونے والا تھا''۔

عُبَیْدَۃَ اَمْسٰی وَ لَا تَرْتَجِیْہِ لِعُرْفٍ عَرَانَا وَ لَا مُنْکَرِ

''عبیدہ پر جو شام کے وقت ایسی حالت میں ہو گیا کہ ہم کسی خوشحالی اور بدحالی کے لئے جو ہم پر نازل ہو اس سے امید نہیں کر سکتے''۔

وَ قَدْ کَانَ یَحْمِی غَدَاۃَ الْقِتَالِ حَامِیَۃَ الْجَیْشِ بِالْمِبْتَرِ

''حالانکہ جنگ کی صبح وہ اپنی تلوار کے ساتھ لشکر کے آخری حصے کی حفاظت کر رہا تھا''۔

غزوۂ بدر کے متعلق حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے غزوۂ بدر کے بارے میں یہ اشعار بھی فرمائے:

اَلَا ھَلْ اَتٰی غَسَّانَ فِیْ نَأیِ دَارِھَا وَ اَخْبَرُ شَیْءٍ بِالْاُمُوْرِ عَلِیْمُھَا

''ذرا سنو تو! کیا بنی غسان کو اپنے گھروں سے دوری کی حالت میں یہ خبر پہنچی ہے؟ اور امور کے متعلق سب سے زیادہ باخبر وہی ہوتا ہے جو ان کو خوب جانتا ہو''۔

بِاَنْ قَدْ رَمَتْنَا عَنْ قِسِیِّ عَدَاوَۃٍ مَعَدٌّ مَعًا جُھَّالُھَا وَ حَلِیْمُھَا

''کہ بنی معد کے جاہلوں اور عقلمندوں دونوں قسم کے لوگوں نے سخت دشمنی کی وجہ سے ہمیں اپنے تیروں کا نشانہ بنایا''۔

لِاَنَّا عَبَدْنَا اللہَ لَمْ نَرْجُ غَیْرَہٗ رَجَاءَ الْجِنَانِ اِذْ اَتَانَا زَعِیْمُھَا

''اس لئے کہ جب ہمارے پاس جنتوں کا ضامن (رسول) تشریف لایا تو ہم نے ان جنتوں کی امید میں اللہ کی عبادت کی اور کسی غیر سے امید نہ رکھی''۔

نَبِیٌّ لَّہٗ فِیْ قَوْمِہٖ اِرْثُ عِزَّۃٍ وَ اَعْرَاقُ صِدْقٍ ھَذَّبَتْھَا اُرُوْمُھَا

''وہ نبی (تشریف لایا) جسے اپنی قوم میں موروثی عزت اور سچائی کی ایسی صفات حاصل ہیں

حروف اصلی اپنے اصلی وزن پر باقی رہتے ہیں لیکن تُزْھٰی اور تُشْغَلُ میں ایسا نہیں ہوتا کیونکہ ان سے اگر آپ حرف مضارع کو حذف کر دیں تو فعل کا وزن ایسا بن جاتا ہے جو نہ غائب کے لئے آتا ہے اور نہ مخاطب کے لئے، کیونکہ فعل امر مخاطب کا وزن اِفْعَلْ ہے اور فعل امر غائب کا وزن لِیَفْعَلْ ہے اور جو وزن ہم نے فرض کیا ہے وہ ان دونوں کے موافق نہیں کیونکہ زُھِیْتُ کے مضارع میں آپ کہتے

جن کے اصول نے انہیں مہذب بنا دیا ہے"۔

فَسَارُوْا وَ سِرْنَا فَالْتَقَيْنَا كَأَنَّنَا أُسُوْدُ لِقَاءٍ لَا يُرَجّٰى كَلِيْمُهَا

"پس وہ بھی چلے اور ہم بھی چلے اور ہم ان کے مقابلے میں اس طرح آئے گویا ہم مقابلے کے ایسے شیر ہیں جن کے زخم خوردہ (کے بچنے) کی امید نہیں کی جاتی"۔

ضَرَبْنَاهُمْ حَتّٰى هَوٰى فِيْ مَكَرِّنَا لِمَنْخِرِ سَوْءٍ مِّنْ لُؤَيٍّ عَظِيْمُهَا

"ہم نے ان پر شمشیر زنی کی یہاں تک کہ ہمارے حملے میں بنی لؤی کا بڑا سردار اوندھے منہ بری طرح گڑھے میں جا گرا"۔

فَوَلَّوْا وَ دُسْنَاهُمْ بِبِيْضٍ صَوَارِمٍ سَوَاءٌ عَلَيْنَا حِلْفُهَا وَ صَمِيْمُهَا

"پس انہوں نے پیٹھ پھیری اور ہم نے تیز کاٹنے والی چمکتی تلواروں کے ساتھ انہیں پامال کر دیا، ہمارے لئے ان کے حلیف اور ان کے اصلی افراد دونوں برابر تھے (ہم نے سب کو پامال کر دیا)"۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار بھی فرمائے:

لَعَمْرُ اَبِيْكُمَا يَا ابْنَيْ لُؤَيٍّ عَلٰى زَهْوٍ لَدَيْكُمْ وَانْتِخَاءِ

"اے بنی لؤی کے دو بیٹو! تمہارے باپ کی زندگی کی قسم! تمہارے اندر (اپنی قوتوں پر) تکبر اور نخوت کے باوجود

لَمَا حَامَتْ فَوَارِسُكُمْ بِبَدْرٍ وَ لَا صَبَرُوْا بِهٖ عِنْدَ اللِّقَاءِ

تمہارے سواروں نے بدر میں تمہاری کوئی حفاظت نہ کی اور نہ وہ مقابلے کے وقت ثابت قدم رہ سکے"۔

وَرَدْنَاهُ بِنُوْرِ اللّٰهِ يَجْلُوْ دُجَى الظَّلْمَاءِ عَنَّا وَالْغِطَاءِ

"ہم اس مقام پر اللہ کا نور لے کر پہنچے جو ہم سے اندھیری رات کی تاریکیاں اور حجابات دور کر رہا تھا"۔

رَسُوْلُ اللّٰهِ يَقْدُمُنَا بِاَمْرٍ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اُحْكِمَ بِالْقَضَاءِ

ہیں اُزْھِی اور شُغِلْتَ کے مضارع میں کہتے ہیں اُشْغَلُ۔ اس طرح یہ وزن شُغِلْتَ فَاَنْتَ مَشْغُوْلٌ کے باب سے نکل کر شَغَلْتَ غَيْرَكَ فَاَنْتَ شَاغِلٌ کے باب کی طرف چلا جاتا ہے اور اس میں امر لام کے ساتھ ہی آتا ہے۔

"(وہ نور) اللہ کا رسول تھا جو اللہ تعالیٰ کے احکام میں سے کسی حکم کے تحت ہمارے آگے چل رہا تھا جسے قضاء وقدر سے مستحکم کیا گیا تھا"۔

فَمَا ظَفِرَتْ فَوَارِسُكُمْ بِبَدْرٍ وَ مَا رَجَعُوْا اِلَيْكُمْ بِالسَّوَاءِ

"تمہارے گھڑ سواروں نے میدانِ بدر میں نہ فتح حاصل کی اور نہ تمہاری طرح صحیح وسالم واپس لوٹے"۔

فَلَا تَعْجَلْ اَبَا سُفْيَانَ وَارْقُبْ جِيَادَ الْخَيْلِ تَطْلُعُ مِنْ كَدَاءِ

"پس اے ابوسفیان! جلدی نہ کر بلکہ ان عمدہ گھوڑوں کا انتظار کر جو مقام کداء سے چڑھ آئیں گے"۔

بِنَصْرِ اللّٰهِ رُوْحُ الْقُدُسْ فِيْهَا وَ مِيْكَالٌ، فَيَاطِيْبَ الْمَلَاءِ

"اللہ کی نصرت کے ساتھ (چڑھ آئیں گے) جس میں روح القدس اور میکائیل بھی ہوں گے۔ پس یہ کیسی بہترین جماعت ہے"۔

رسول کریم ﷺ اور اصحابِ قلیب بدر کے مرثیے میں طالب کے اشعار

طالب بن ابی طالب نے رسول اللہ ﷺ کی تعریف کرتے ہوئے اور بدر کے روز کنویں میں پھینکے جانے والے قریش کا مرثیہ کہتے ہوئے کہا:

اَلَا اِنَّ عَيْنِيْ اَنْفَدَتْ دَمْعَهَا سَكْبًا تُبَكِّيْ عَلٰى كَعْبٍ وَّ مَا اِنْ تَرٰى كَعْبًا

"سنو! بے شک میری آنکھ نے بنی کعب پر رورو کر بہتے ہوئے آنسو ختم کر دیے ہیں لیکن اسے بنی کعب کا کوئی فرد نظر نہیں آتا"۔

اَلَا اِنَّ كَعْبًا فِي الْحُرُوْبِ تَخَاذَلُوْا وَ اَرْدَاهُمُ ذَا الدَّهْرُ وَاجْتَرَحُوْا ذَنْبًا

"سنو! بنی کعب نے جنگوں میں ایک دوسرے کو رسوا کر دیا اور گناہ کا ارتکاب کیا تو اس زمانے نے انہیں ہلاک کر دیا"۔

وَ عَامِرُ تَبْكِيْ لِلْمُلِمَّاتِ غُدْوَةً فَيَالَيْتَ شِعْرِيْ هَلْ اَرٰى لَهُمَا قُرْبًا

"اور بنی عامر صبح سویرے آفتوں کے نزول پر رورہے ہیں۔ کاش مجھے معلوم ہوتا کہ کیا میں

شاعر کا قول ہے: وَمِيْكَالٌ فَيَاطِيْبَ الْمَلَاءِ۔ اس سے مراد الملاء ہے اور یہ مقصور کو ممدود پڑھنے کے قبیل سے نہیں کیونکہ نظم ونثر دونوں میں عصی کو عصا اور رحی کو رحاء کہنا جائز ہے۔ اگرچہ عرب لوگ ضرورت کی بنا پر حرکات میں اشباع کرتے ہیں اور اَلْكَلْكَلُ کو اَلْكَلْكَالُ اور اَلصَّيَارِفُ کو

ان دونوں (قبیلوں) کو قریب سے دیکھ سکوں گا؟"

هُمَا اَخَوَایَ لَنْ يُّعَدَّا لِغَيَّةٍ تُعَدُّ وَ لَنْ يُّسْتَامَ جَارُهُمَا غَصْبًا

وہ دونوں (قبیلے) میرے ایسے بھائی ہیں جن کو کسی غیر باپ کی طرف نسبت میں شمار نہیں کیا جاتا جب وہ شمار کی جارہی ہو اور نہ ان کے پڑوسی سے مال کے چھن جانے کا سوال کیا جاتا ہے۔

فَيَا اَخَوَيْنَا عَبْدَ شَمْسٍ وَّ نَوْفَلًا فِدًا لَّكُمَا لَا تَبْعَثُوْا بَيْنَنَا حَرْبًا

"پس! اے ہمارے دونوں برادر (قبیلو!) عبد شمس اور نوفل! میں تم دونوں پر فدا ہوں، ہمارے درمیان جنگ برپا نہ کرو"۔

وَ لَا تُصْحِبُوْا مِنْ بَعْدِ وُدٍّ وَّ اُلْفَةٍ اَحَادِيْثَ فِيْهَا كُلُّكُمْ يَشْتَكِي النَّكْبَا

"اور محبت والفت کے بعد ایسے (عبرت ناک) واقعات کی صورت اختیار نہ کرلو جن میں تمہارا ہر شخص مصیبت کی شکایت کرتا رہے"۔

اَلَمْ تَعْلَمُوْا مَا كَانَ فِيْ حَرْبِ دَاحِسٍ وَ جَيْشِ اَبِيْ يَكْسُوْمَ اِذْ مَلَا الشِّعْبَا

"کیا تمہیں جنگ داحس کے انجام اور ابو یکسوم کے لشکر کے واقعات کا علم نہیں جب انہوں نے پہاڑوں کے درمیانی راستے بھر دیے تھے؟"

فَلَوْ لَا دِفَاعُ اللّٰهِ لَا شَيْءَ غَيْرُهٗ لَاَصْبَحْتُمْ لَا تَمْنَعُوْنَ لَكُمْ سِرْبًا

"پس اگر اللہ تعالیٰ کی جانب سے مدافعت نہ ہوتی جس کا غیر کوئی ہے ہی نہیں تو تمہاری حالت یہ ہوجاتی کہ تم اپنی بیویوں تک کی حفاظت نہ کرسکتے"۔

فَمَا اِنْ جَنَيْنَا فِيْ قُرَيْشٍ عَظِيْمَةً سِوٰى اَنْ حَمَيْنَا خَيْرَ مَنْ وَطِيءَ التُّرْبَا

"ہم نے قریش کا کوئی بڑا جرم نہیں کیا بجز اس کے کہ ہم نے روئے زمین پر چلنے والوں میں سے بہترین شخص کی حمایت کی"۔

اَخَا ثِقَةٍ فِي النَّائِبَاتِ مُرَزَّاً كَرِيْمًا ثَنَاهُ لَا بَخِيْلًا وَّ لَا ذَرِبًا

"جو آفتوں کے موقعوں پر قابل اعتماد، فیاض اور اعلیٰ تعریف کے لائق ہے نہ بخیل ہے اور نہ فسادی"۔

الصَّيَارِيْفُ کہتے ہیں۔ لیکن مقصور کو ممدود بولنا اس سے بعید ہے کیونکہ صرف الف کا اضافہ تو ایک تبدیلی ہے لیکن مقصور کو مد کے ساتھ بولنا دو تغیر ہیں: ایک الف کا اضافہ اور دوسرا غیر مہموز کو ہمزہ دینا۔ یہ طرفہ کے شعروں میں مذکور ہے وَ كَشْحَانِ لَمْ يَنْقُصْ طَوَاءَ هُمَا الْحَبَلُ لیکن طرفہ کے اس

يُطِيْفُ بِهِ الْعَافُوْنَ يَغْشَوْنَ بَابَهٗ   يَؤُمُّوْنَ بَحْرًا لَا نَزُوْرًا وَ لَا صَرُبَا

''اس کے دروازے پر مانگنے والوں کی بھیڑ لگی رہتی ہے وہ ایسے سمندر کا قصد کرتے ہیں جو نہ کم ہوتا ہے اور نہ ختم''۔

فَوَاللّٰهِ لَا تَنْفَكُّ نَفْسِيْ حَزِيْنَةً   تَمَلْمَلُ حَتّٰى تَصْدُقُوا الْخَزْرَجَ الضَّرْبَا

''بخدا! میرا نفس غمزدہ اور بے قرار رہے گا یہاں تک کہ تم لوگ خزرج پر ایک کاری ضرب لگاؤ''۔

ابوجہل کے مرثیے میں ضرار کے اشعار

ضرار بن خطاب فہری نے ابوجہل کے مرثیے میں کہا:

اَلَا مَنْ لِعَيْنٍ بَاتَتِ اللَّيْلَ لَمْ تَنَمْ   تُرَاقِبُ نَجْمًا فِيْ سَوَادٍ مِّنَ الظُّلَمْ

''ہے کوئی اس آنکھ کو تسلی دینے والا جو رات بھر نہ سوئی، وہ اندھیروں کی سیاہی میں ستاروں کو تاڑتی رہی''۔

كَاَنَّ قَذًى فِيْهَا وَ لَيْسَ بِهَا قَذًى   سِوٰى عَبْرَةٍ مِّنْ جَائِلِ الدَّمْعِ تَنْسَجِمْ

''یوں لگتا ہے گویا اس میں کوئی تنکا پڑ گیا ہے حالانکہ اس میں اس جلن کے سوا کوئی تنکا نہیں جو آنسوؤں کو ابھار کر بہا رہی ہے''۔

فَبَلِّغْ قُرَيْشًا اَنَّ خَيْرَ نَدِيِّهَا   وَ اَكْرَمَ مَنْ يَّمْشِيْ بِسَاقٍ عَلٰى قَدَمْ

''تو قریش کو یہ خبر پہنچا دے کہ ان کا امیر مجلس اور پنڈلی سے قدموں پر چلنے والوں میں سے سب سے بلند مرتبہ شخص

ثَوٰى يَوْمَ بَدْرٍ رَهْنَ خَوْصَاءَ رَهْنُهَا   كَرِيْمُ الْمَسَاعِيْ غَيْرُ وَغْلٍ وَّ لَا بَرَمْ

بدر کے روز تنگ کنویں میں رہن ہو گیا جو شریفانہ دوڑ دھوپ والا تھا، نہ کمینہ تھا اور نہ بخیل۔

فَاٰلَيْتُ لَا تَنْهَلُّ عَيْنِيْ بِعَبْرَةٍ   عَلٰى هَالِكٍ بَعْدَ الرَّئِيْسِ اَبِي الْحَكَمْ

''پس میں نے قسم کھائی ہے کہ سردار ابوالحکم (کی ہلاکت) کے بعد میری آنکھ کسی ہلاک ہونے والے پر ایک آنسو بھی نہیں بہائے گی''۔

شعر میں یہ اس لئے بہتر ہے کہ اس نے وہ الطوی مراد نہیں لیا جو طوی یطوی فعل کا مصدر ہے۔ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب کسی کو بھوک لگے اور اس کا پیٹ خالی ہو جائے۔ بلکہ اس کی مراد کمر کی باریکی ہے جو عورت میں اور رفاقت میں کمال کا باعث ہے۔ چنانچہ وہ اس لفظ کو جمال اور کمال کے وزن پر لایا

عَلٰی هَالِكٍ اَشْجٰی لُؤَیَّ بْنَ غَالِبٍ ‏ اَتَتْهُ الْمَنَایَا یَوْمَ بَدْرٍ فَلَمْ یَرِمْ

"(صرف) اس ہلاک ہونے والے پر (آنسو بہائے گی) جس نے بنی لؤی بن غالب کو غمزدہ کر دیا، بدر کے روز اس کے پاس موتیں آئیں تو وہ وہاں سے جدا نہ ہوا"۔

تَرٰی كِسَرَ الْخَطِّیِّ فِیْ نَحْرِ مُهْرِهٖ ‏ لَدٰی بَائِنٍ مِّنْ لَّحْمِهٖ بَیْنَهَا خِذَمْ

"تو اس کے بچھیرے کے حلق میں نیزے کے ٹکڑے اس مقام پر دیکھے گا جہاں سے اس کا گوشت جدا ہوتا ہے جس کے درمیان گوشت کے ٹکڑے ہیں"۔

وَ مَا كَانَ لَیْثٌ سَاكِنٌ بَطْنَ بِیْشَةٍ ‏ لَدٰی غَلَلٍ یَجْرِیْ بِبَطْحَاءَ فِیْ اَجَمْ

"درختوں کے جھنڈ میں بطحاء سے بہہ کر آنے والے نالے کے پاس شیروں کے جنگل میں رہنے والا کوئی ایسا شیر نہ تھا"۔

بِاَجْرَاَمِنْهُ حِیْنَ تَخْتَلِفُ الْقَنَا ‏ وَ تُدْعٰی نَزَالِ فِی الْقَمَاقِمَةِ الْبُهَمْ

"جو اس سے زیادہ جرأت مند ہو جب نیزے دونوں جانب سے چل رہے ہوں اور بہادر سرداروں کے درمیان "جنگ کے لئے اترو" کی آواز بلند ہو رہی ہو"۔

فَلَا تَجْزَعُوْا آلَ الْمُغِیْرَةِ وَاصْبِرُوْا ‏ عَلَیْهِ وَ مَنْ یَّجْزَعْ عَلَیْهِ فَلَمْ یُلَمْ

"اس لئے اے آلِ مغیرہ! آہ و فغاں نہ کرو اور اس پر صبر کرو اور جو اس پر آہ و فغاں کرے تو اسے بھی کوئی ملامت نہیں"۔

وَ جِدُّوْا فَاِنَّ الْمَوْتَ مَكْرُمَةٌ لَّكُمْ ‏ وَ مَا بَعْدَهٗ فِیْ آخِرِ الْعَیْشِ مِنْ نَّدَمْ

"اور کوشش کرتے رہو کیونکہ موت تمہارے لئے باعث عزت ہے اور موت کے بعد دوسری زندگی میں بھی کوئی ندامت نہیں"۔

وَ قَدْ قُلْتُ اِنَّ الرِّیْحَ طَیِّبَةٌ لَّكُمْ ‏ وَ عِزَّ الْمَقَامِ غَیْرَ شَكٍّ لِّذِیْ فَهَمْ

"اور میں نے کہہ دیا ہے کہ ہوا کا رخ تمہارے حق میں بہتر ہے اور عزت کا مقام (تمہارے ہی لئے ہے)، اس بات میں عقلمندوں کو کوئی شبہ نہیں"۔

علامہ ابن ہشام نے فرمایا: بعض علمائے شعر انکار کرتے ہیں کہ یہ اشعار ضرار کے ہیں۔

ہے اور اس بات کو لفظوں میں ظاہر کر دیا جو اس کے دل میں تھی اور عربوں کا یہ طریقہ ہے کہ وہ کلمہ کو اس وزن کی طرف موڑ دیتے ہیں جو اس کے معنی کی طرف اشارہ کر رہا ہو۔ اس طرح کی مثالیں پہلے بھی بہت گزر چکی ہیں اور آئندہ بھی بہت سی مثالیں پیش ہوں گی۔

ابوجہل کے مرثیے میں حارث بن ہشام کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے فرمایا: حارث بن ہشام نے اپنے بھائی ابوجہل کے مرثیے میں کہا:

اَلَا یَا لَهْفَ نَفْسِیْ بَعْدَ عَمْرٍو ۔ وَ هَلْ یُغْنِیْ التَّلَهُّفُ مِنْ قَتِیْلِ

''اے نفس! عمرو کے بعد تیرے رہ جانے پر افسوس، لیکن مرنے والے پر افسوس اسے کیا فائدہ دیتا ہے؟''

یُخَبِّرُنِیْ الْمُخَبِّرُ اَنَّ عَمْرًا ۔ اَمَامَ الْقَوْمِ فِیْ جَفْرٍ مُحِیْلِ

''خبر دینے والا مجھے خبر دیتا ہے کہ عمرو قوم کے سامنے ایک منہدم کنویں میں تھا''۔

فَقِدْمًا کُنْتُ اَحْسِبُ ذَاكَ حَقًّا ۔ وَ اَنْتَ لِمَا تَقَدَّمَ غَیْرُ فِیْلِ

''میں پہلے ہی اس بات کو حق سمجھتا تھا اور تو پہلے ہی فاسد رائے رکھنے والا نہ تھا''۔

وَ کُنْتُ بِنِعْمَةٍ مَا دُمْتَ حَیًّا ۔ فَقَدْ خُلِّفْتَ فِیْ دَرَجِ الْمَسِیْلِ

اور جب تک تو زندہ تھا تو ناز و نعمت میں تھا لیکن اب تو ذلت کے مقام پر چھوڑ دیا گیا ہے۔

کَاَنِّیْ حِیْنَ اُمْسِیْ لَا اَرَاهُ ۔ ضَعِیْفُ الْعَقْدِ ذُوْهَمٍّ طَوِیْلِ

''میں تجھے نہیں دیکھ رہا تو اب میری حالت یہ ہوگئی ہے کہ کمزور ارادے والا اور بڑی فکر والا ہوگیا ہوں''۔

عَلٰی عَمْرٍو اِذَا اَمْسَیْتُ یَوْمًا ۔ وَ طَرْفِیْ مِنْ تَذَکُّرِهٖ کَلِیْلِ

''جب میں کسی روز عمرو کو یاد کرتا ہوں تو میری یہ حالت ہو جاتی ہے کہ اس کی یاد میں میری آنکھیں تھکی ہوئی معلوم ہوتی ہیں (اور یوں لگتا ہے کہ کچھ اور نظر ہی نہیں آرہا)''۔

علامہ ابن ہشام نے فرمایا: بعض علمائے شعر انکار کرتے ہیں کہ یہ اشعار حارث بن ہشام کے ہیں اور فِیْ جَفْرٍ کا قول غیر ابن اسحاق سے مروی ہے۔

جہاں تک الملاء، الخطاء، الرشاء (طاقتور ہرن) اور الفراء (وحشی گدھا) اور اس طرح کے دوسرے الفاظ کا تعلق ہے تو یہ الفاظ جب نعم کے ساتھ جمع ہوتے ہیں تو ان کا ہمزہ وقف میں اور بعض لغات میں وصل میں بھی الف سے بدل جاتا ہے چنانچہ وہ الف ہمزہ کا عوض ہوتا ہے اور کبھی کبھی عوض اور معوض منہ (یعنی ہمزہ اور الف) دونوں کو بھی جمع کر دیتے ہیں، جیسا کہ کہتے ہیں ھَرَاقَ الْمَاءَ (اس نے پانی گرایا) اس میں ہاء ہمزہ کا بدل تھی لیکن دونوں کو جمع کر دیا اور فم کی طرف نسبت میں فَمَوِیٌّ اور یمن کی طرف نسبت میں یَمَنِیٌّ کہتے ہیں لیکن پھر یہ بھی کہا یَمَانٍ تو اس میں الف دو یاؤں میں سے ایک

مقتولین بدر کے مرثیے میں ابن اسود کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے فرمایا ابوبکر شداد بن اسود بن شعوب اللیثی نے کہا:

تُحَيِّي بِالسَّلَامَةِ أُمُّ بَكْرٍ وَ هَلْ لِي بَعْدَ قَوْمِي مِنْ سَلَامِ

"ام بکر کو سلامتی کا سلام ہو اور کیا میری قوم کے بعد میرے لئے کوئی سلامتی ہے؟"

فَمَا ذَا بِالْقَلِيبِ قَلِيبِ بَدْرٍ مِنَ الْقَيْنَاتِ وَالشَّرْبِ الْكِرَامِ؟

"بدر کے کنویں کے پاس کیسی کیسی گانے والی لونڈیاں اور کیسے کیسے معزز شراب پینے والے لوگ تھے؟"

وَ مَا ذَا بِالْقَلِيبِ قَلِيبِ بَدْرٍ مِنَ الشِّيزَى تُكَلَّلُ بِالسَّنَامِ؟

"اور بدر کے کنویں کے پاس کوہانوں کے گوشت سے بھرے ہوئے کیسے کیسے آبنوس کی لکڑی کے بنے ہوئے پیالے تھے؟"

وَ كَمْ لَكَ بِالطَّوِيِّ طَوِيِّ بَدْرٍ مِنَ الْحَوْمَاتِ وَالنَّعَمِ الْمُسَامِ؟

"اور تیرے لئے بدر کے پختہ کنویں کے پاس کتنے اونٹوں کے گلے اور آزاد چرنے والے دوسرے جانور تھے؟"

وَ كَمْ لَكَ بِالطَّوِيِّ طَوِيِّ بَدْرٍ مِنَ الْغَايَاتِ وَالدُّسُعِ الْعِظَامِ؟

"اور تیرے لئے بدر کے پختہ کنویں کے پاس کتنی انتہائی توتیں اور بڑے عطیات تھے؟"

وَ أَصْحَابِ الْكَرِيمِ أَبِي عَلِيٍّ أَخِي الْكَأْسِ الْكَرِيمَةِ وَالنِّدَامِ

"اور شریف ابوعلی کے کتنے ساتھی تھے جو بہترین پیالے اور شراب کا ساتھی ہے"۔

وَ إِنَّكَ لَوْ رَأَيْتَ أَبَا عَقِيلٍ وَ أَصْحَابَ الثَّنِيَّةِ مِنْ نَعَامِ

اور اگر تو نے ابوعقیل اور مقام نعام کے دو پہاڑوں کی درمیانی وادی میں رہنے والوں کو دیکھا

یاء کا بدل ہے پھر کہا یَمَانِيٌّ تشدید کے ساتھ تو عوض اور معوض منہ (یعنی الف اور یاء) دونوں کو جمع کر دیا چنانچہ یَاطِيبَ الْمَلَاءِ اسی قبیل سے ہے۔ اسی طرح الخط میں ان کا قول الخطاء ہے۔ شاعر کا قول ہے:

فَكُلُّهُمْ مُسْتَقْبِحٌ لِصَوَابِ مَنْ يُخَالِفُهُ مُسْتَحْسِنٌ لِخَطَائِهِ

"وہ سب کے سب اس شخص کی درست بات کو بھی برا سمجھنے والے ہیں جس کی مخالفت کوئی ایسا شخص کر دے جو اپنی غلطی کو بھی اچھا سمجھنے والا ہو"۔

ہوتا

اِذَنْ لَظِلْتَ مِنْ وَجْدٍ عَلَيْهِمْ كَاُمِّ السَّقْبِ جَائِلَةَ الْمَرَامِ

تو اس وقت تو اونٹ کے بچے کی اس ماں کی طرح ان پر وجد کرنے لگتا جو اپنا مقصد پا لیتی ہے"۔

يُخَبِّرُنَا الرَّسُوْلُ لَسَوْفَ نَحْيَا وَ كَيْفَ لِقَاءُ اَصْدَاءٍ وَّ هَامٍ؟

"وہ رسول (ﷺ) ہمیں خبر دیتا ہے کہ ہم (پھر) زندہ ہوں گے حالانکہ میت کی گلی سڑی ہڈیوں کی کھوپڑیوں سے نکلے ہوئے پرندے سے ملاقات کیونکر ہوگی"۔

علامہ ابن ہشام نے فرمایا: میرے سامنے ابوعبیدہ النحوی نے آخری شعر یوں پڑھا:

يُخَبِّرُنَا الرَّسُوْلُ بِاَنْ سَنَحْيَا وَ كَيْفَ حَيَاةُ اَصْدَاءٍ وَّ هَامٍ؟

فرمایا اس نے اسلام قبول کیا تھا لیکن پھر مرتد ہو گیا۔

مقتولین بدر کے مرثیے میں امیہ بن ابی الصلت کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے فرمایا: امیہ بن ابی الصلت نے بدر کے روز ہلاک ہونے والے قریش کے مرثیہ میں کہا:

اَلَا بَكَيْتَ عَلَى الْكِرَا مِ بَنِى الْكِرَامِ اُولِى الْمَمَادِحْ

"شریفوں کی اولاد اور مدح وستائش والے لوگوں پر تو اس طرح کیوں نہ رویا

كَبُكَا الْحَمَامِ عَلَى فُرُوْ عِ الْاَيْكِ فِى الْغُصُنِ الْجَوَانِحْ

جس طرح گھنے درختوں کی شاخوں پر جھکی ہوئی ٹہنیوں میں کبوتریاں آہ وزاری کرتی ہیں"۔

يَبْكِيْنَ حَرّٰى مُسْتَكِيْنَاتٍ يَّرُحْنَ مَعَ الرَّوَائِحْ

"وہ اندرونی سوزش کی وجہ سے بے بسی و بے کسی کے عالم میں روتی ہیں اور شام کو واپس جانے والیوں کے ساتھ لوٹتی ہیں"۔

اور ورقہ نے کہا ہے: اِلَّا مَا غَفَرْتَ خَطَايَا۔ اگر یہ کہا جائے کہ ابوعلی نے اپنے اس شعر میں مقصور کو مد کے ساتھ پڑھا ہے:

يَالَكَ مِنْ تَمْرٍ وَّ مِنْ شِيْشَاءٍ يَنْشَبُ فِى الْمَسْعَلِ وَاللَّهَاءِ

"تعجب ہے اس خشک اور نرم گٹھلی والی کھجور پر جو گلے اور حلق کے کوے میں چمٹ جاتی ہے"۔

اللهاء سے اس کی مراد لہاۃ کی جمع ہے، تو ہم کہتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ یہ نیا کلام ہو۔ اگرچہ یہ عربی

أَمْثَالُهُنَّ الْبَاكِيَاتُ الْمُعْوِلَاتُ مِنَ النَّوَائِحُ

''انہی کی مثل نوحہ کرنے والی عورتوں میں سے چیخ چیخ کر رونے والی عورتیں ہیں''۔

مَنْ يَبْكِهِمْ يَبْكِ عَلَى حُزْنٍ وَ يَصْدُقُ كُلَّ مَادِحْ

''جو شخص بھی ان پر روتا ہے وہ غم کی وجہ سے ہی روتا ہے اور (ان کا) ہر تعریف کرنے والا سچ کہتا ہے''۔

مَا ذَا بِبَدْرٍ فَالْعَقَنْقَلِ مِنْ مَرَازِبَةٍ جَحَاجِحْ

''میدانِ بدر میں گھر ریت کے ٹیلے پر رئیسوں اور سرداروں کی کیا حالت ہو گی''۔

فَمَدَافِعِ الْبَرْقَيْنِ فَالْحَنَّانِ مِنْ طَرَفِ الْأَوَاشِحْ

پھر برقین کی نشیبی جگہوں اور مقام اواشح کے کنارے ریت کے ٹیلوں پر (کیا حال ہو گا؟)

شُمْطٍ وَ شُبَّانٍ بِهَا لِيْلٍ مَغَاوِيرٍ وَ حَاوِحْ

آہنی دل والے طاقتور، غارت گر، ادھیڑ عمر اور نو جوان سرداروں (کی کیا حالت ہو گی)۔

أَلَا تَرَوْنَ لِمَا أَرَى وَ لَقَدْ أَبَانَ لِكُلِّ لَامِحْ

''کیا تم نہیں دیکھ رہے جو چیز میں دیکھ رہا ہوں حالانکہ وہ چیز ہر دیکھنے والے پر ظاہر ہے:

أَنْ قَدْ تَغَيَّرَ بَطْنُ مَكَّةَ فَهِيَ مُوحِشَةُ الْأَبَاطِحْ

کہ وادی مکہ کی صورت ہی بدل گئی اور اس کے کنکریلے نشیبی علاقے وحشتناک بن گئے ہیں''۔

مِنْ كُلِّ بِطْرِيقٍ لِبِطْرِيقٍ نَقِيِّ اللَّوْنِ وَاضِحْ

''پاک صاف گورے رنگ والے ہر اکڑ کر چلنے والے سردار (کی کیا حالت ہو گی)''۔

دُعْمُوصِ أَبْوَابِ الْمُلُوكِ وَ جَائِبِ لِلْخَرْقِ فَاتِحْ

''جو بادشاہوں کے دروازوں کے کیڑے اور وسیع میدانوں کا سفر کرنے والے، فتح کرنے والے تھے''۔

مِنَ السَّرَاطِمَةِ الْخَلَاجِمَةِ الْمَلَاوِثَةِ الْمَنَاجِحْ

''جو کڑک کر باتیں کرنے والے، بھاری لمبے ڈیل ڈول والے، کامیاب سردار تھے''۔

ہے لیکن اس لفظ میں ایک روایت لام کے کسرہ کے ساتھ اللِّهاء بھی ہے لہٰذا یہ أَكَمَة وَ إِكَام کے باب سے ہے۔ اور ابو عبید نے الغریب المصنف میں اسے کسرہ اور فتحہ دونوں کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

اَلْقَائِلِيْنَ الْفَاعِلِيْنَ الْآمِرِيْنَ بِكُلِّ صَالِحْ

"جو مقرر، کام کرنے والے، ہر نیک کام کا حکم دینے والے تھے"۔

اَلْمُطْعِمِيْنَ الشَّحْمَ فَوْ قَ الْخُبْزِ شَحْمًا كَالْأَنَافِحْ

"جو روٹیوں پر شکنبوں جیسا چکنا گوشت رکھ کر (مہمانوں کو) کھلانے والے تھے"۔

نُقُلِ الْجِفَانِ مَعَ الْجِفَانِ اِلٰى جِفَانٍ كَالْمَنَاضِحْ

"جو بڑے بڑے پیالوں کے ساتھ اور پیالے ملا کر حوضوں کی مانند دوسرے بڑے پیالوں میں منتقل کرنے والے تھے"۔

لَيْسَتْ بِاَصْفَارٍ لِمَنْ يَعْفُوْ وَ لَا رُحٍّ رَحَارِحْ

"وہ پیالے مانگنے والوں کے لئے نہ خالی ہوتے تھے اور نہ کم گہرے کشادہ تھے (بلکہ گہرے کشادہ تھے)"۔

لِلضَّيْفِ ثُمَّ الضَّيْفِ بَعْدَ الضَّيْفِ وَالْبُسُطِ السَّلَاطِحْ

"(یہ سب سامان) یکے بعد دیگرے لگاتار آنے والے مہمانوں کے لئے ہوتا اور ان کے لئے لمبی چوڑی قالینیں بھی ہوتیں"۔

وُهُبِ الْمِئِيْنَ مِنَ الْمِئِيْنَ اِلَى الْمِئِيْنَ مِنَ اللَّوَاقِحْ

"وہ سینکڑوں کا بھن اونٹنیوں میں سے سینکڑوں اونٹنیاں سینکڑوں لوگوں کو اس طرح دے ڈالتے تھے

سَوْقَ الْمُؤَبَّلِ لِلْمُؤَبَّلِ صَادِرَاتٍ عَنْ بَلَادِحْ

جیسے مقام بلادح سے واپس آنے والے بہت سے اونٹوں کو دیگر بہت سے اونٹوں کی طرف ہانک دیا جائے"۔

لِكِرَامِهِمْ فَوْقَ الْكِرَا مِ مَزِيَّةٌ وَزْنَ الرَّوَاجِحْ

ان کے شرفاء کو دیگر شرفاء پر جھک جانے والے پلڑوں کے وزن جیسی فضیلت حاصل ہے۔

كَتَثَاقُلِ الْاَرْطَالِ بِالْقِسْطَاسِ فِي الْاَيْدِي الْمَوَائِحْ

"جس طرح بڑے ترازو میں رکھے ہوئے باٹ سخی ہاتھوں پر بوجھل ہو جاتے ہیں"۔

خَذَلَتْهُمْ فِئَةٌ وَ هُمْ يَحْمُوْنَ عَوْرَاتِ الْفَضَائِحْ

ایک گروہ نے ان کی امداد چھوڑ دی حالانکہ وہ پوشیدہ رسوائیوں سے مدافعت کر رہے تھے۔

اَلضَّارِبِيْنَ التَّقَدُّمِيَّةَ بِالْمُهَنَّدَةِ الصَّفَائِحْ

"درآں حالیکہ وہ چوڑی ہندی تلواروں کے ساتھ مقدمۃ الجیش پر وار کر رہے تھے"۔

وَ لَقَدْ عَنَانِیْ صَوْتُهُمْ مِنْ بَیْنِ مُسْتَسْقٍ وَّ صَائِحْ

"مجھے ان کی آوازوں نے بہت تکالیف دی جن میں کوئی تو پانی مانگنے والا اور کوئی چیخنے والا تھا"۔

لِلّٰهِ دَرُّ بَنِیْ عَلِیٍّ اَیِّمٍ مِّنْهُمْ وَ نَاكِحْ

"بنی علی کا اللہ ہی حافظ ہے جن میں کنوارے بھی ہیں اور بیاہے بھی"۔

اِنْ لَّمْ یُغِیْرُوْا غَارَةً شَعْوَاءَ تُجْحِرُ كُلَّ نَابِحْ

اگر انہوں نے کوئی ایسا متفرق حملہ نہ کیا جو ہر بھونکنے والے کو بل میں چھپنے پر مجبور کر دے۔

بِالْمُقْرَبَاتِ الْمُبْعِدَاتِ الطَّامِحَاتِ مَعَ الطَّوَامِحْ

"ان (گھوڑوں) کے ذریعے جنہیں شرافت کی وجہ سے گھروں کے قریب رکھا جاتا ہے، جو دور دور تک سفر کرنے والے اور سر بلند رکھنے والیوں کے ساتھ سر بلند رکھنے والے ہیں"۔

مُرْدًا عَلٰی جُرْدٍ اِلٰی اُسْدٍ مُكَالِبَةٍ كَوَالِحْ

"ایسے جوانمردوں کے ذریعے جو کتوں جیسے ترش رو شیروں کی طرف کم مو گھوڑوں پر سوار ہو کر حملہ کریں"۔

وَ یُلَاقِ قِرْنٌ قِرْنَهٗ مَشْیَ الْمُصَافِحِ لِلْمُصَافِحْ

"اور ہمسر اپنے ہمسر کے اس طرح مقابل آئے جس طرح ایک مصافحہ کرنے والا دوسرے مصافحہ کرنے والے کی طرف چلتا ہے"۔

بِزُهَاءِ اَلْفٍ ثُمَّ اَلْفٍ بَیْنَ ذِیْ بَدَنٍ وَّ رَامِحْ

"جن کی تعداد کا اندازہ دو ہزار ہو جو زرہ پوش اور نیزہ باز ہوں"۔

علامہ ابن ہشام نے فرمایا ہم نے اس مرثیہ کے دو شعر چھوڑ دیے ہیں جن میں اس نے اصحابِ رسول اللہ ﷺ کو (نعوذ باللہ) گالی دی۔ اور اس کا یہ شعر میرے سامنے ایک سے زائد علمائے شعر نے پڑھا ہے:

وَ یُلَاقِ قِرْنٌ قِرْنَهٗ مَشْیَ الْمُصَافِحِ لِلْمُصَافِحْ

نیز یہ اشعار بھی سنائے ہیں:

وُهُب الْبِنِيْنَ مِنَ الْبِنِيْنَ اِلٰى الْبِنِيْنَ مِنَ اللَّوَاقِحْ
سَوْقَ الْمُوَبَّلِ لِلْمُوَبَّلِ صَادِرَاتٍ عَنْ بَلَادِحْ

علامہ ابن اسحاق نے فرمایا امیہ بن ابی الصلت نے زمعہ بن اسود اور بنی اسد کے مقتولوں کے مرثیہ میں کہا:

عَيْنُ بَكِّى بِالْمُسْبَلَاتِ اَبَا الْحَارِثِ لَا تَذْخَرِىْ عَلٰى زَمْعَهْ

''اے آنکھ! بہنے والے آنسوؤں کے ساتھ ابوالحارث پر رو اور زمعہ پر (بھی رو اور) کوئی آنسو بچا کر نہ رکھ''۔

وَابْكِىْ عَقِيْلَ بْنَ اَسْوَدِ اَسَدِ الْبَاسِ لِيَوْمِ الْهِيَاجِ وَالدَّفْعَهْ

''اور جنگ اور دفاع کے روز میدانِ جنگ کے شیر عقیل بن اسود پر بھی رو''۔

تِلْكَ بَنُوْ اَسَدٍ اِخْوَةُ الْجَوْزَاءِ لَا خَانَةٌ وَّ لَا خَدَعَهْ

''وہ جوزاء کے بھائی بنی اسد تھے جو نہ خیانت کرنے والے تھے اور نہ دھوکہ باز''۔

هُمُ الْاَسْرَةُ الْوَسِيْطَةُ مِنْ كَعْبٍ وَ هُمْ ذِرْوَةُ السَّنَامِ وَالْقَمَعَهْ

''وہ بنی کعب کا نہایت شریف خاندان تھے اور کوہان اور بلند مقام کی چوٹی کی مانند تھے''۔

اَنْبَتُوْا مِنْ مَعَاشِرٍ شَعَرَ الرَّاْسِ وَ هُمْ اَلْحَقُوْهُمُ الْمَنَعَهْ

''انہوں نے گروہوں میں رہ کر سر کے بال اگائے اور انہوں نے انہیں مزید عزت سے ملا دیا''۔

اَمْسٰى بَنُوْ عَمِّهِمْ اِذَا حَضَرَ الْبَاْسُ وَاَكْبَادُهُمْ عَلَيْهِمْ وَجِعَهْ

''ان کے چچا زاد بھائیوں کی حالت یہ ہوگئی کہ جب جنگ کا موقع آتا تو ان کے جگر ان پر دردناک ہو جاتے''۔

وَ هُمُ الْمُطْعِمُوْنَ اِذْ قَحِطَ الْقَطْرُ وَ حَالَتْ فَلَا تَرٰى قَزَعَهْ

''اور وہ (ان لوگوں کو) ایسے وقت میں کھلانے والے تھے جب بارش کا قحط ہوتا اور حالت ایسی دگرگوں ہو جاتی کہ تو بکھرے ہوئے بادل بھی نہ دیکھے''۔

علامہ ابن ہشام نے فرمایا: ان اشعار کی روایت میں اختلاط ہے اور ان کی بناء صحیح نہیں لیکن یہ اشعار مجھے ابومحرز خلف الاحمر وغیرہ نے بھی سنائے ہیں۔ بعض نے وہ اشعار روایت کیے ہیں جو دوسروں نے روایت نہیں کیے۔

عَيْنُ بَكِّيْ بِالْمُسْبِلَاتِ اَبَا الْحَارِثِ لَا تَذْخَرِيْ عَلٰی زَمْعَةَ

''اے آنکھ! بہنے والے آنسوؤں کے ساتھ ابو حارث پر رو اور زمعہ پر (بھی رو اور) کوئی آنسو بچا کر نہ رکھ''۔

وَ عَقِيْلَ بْنَ اَسْوَدٍ اَسَدَ الْبَاْسِ لِيَوْمِ الْهِيَاجِ وَالدَّفْعَةِ

''اور جنگ اور دفاع کے روز میدانِ جنگ کے شیر عقیل بن اسود (پر بھی رو)''۔

فَعَلٰی مِثْلِ هُلْكِهِمْ خَوَتِ الْجَوْ زَاءُ لَا خَانَةٌ وَّ لَا خَدَعَةٌ

''پس ان جیسوں کی ہلاکت پر (اگر) جوزاء برباد ہو جائے (تو کوئی حرج نہیں) جو نہ خیانت کرنے والے تھے اور نہ دھوکہ باز''۔

وَ هُمُ الْاَسْرَةُ الْوَسِيْطَةُ مِنْ كَعْبٍ وَّ فِيْهِمْ كَذِرْوَةِ الْقَمَعَةِ

اور وہ بنی کعب کا نہایت شریف خاندان تھے اور ان میں بلند مقام کی چوٹی جیسے لوگ بھی تھے۔

اَنْبَتُوْا مِنْ مَّعَاشِرِ شَعَرَ الرَّاْسِ وَ هُمْ اَلْحَقُوْهُمُ الْمَنَعَهْ

''انہوں نے گروہوں میں رہ کر سر کے بال اگائے اور انہوں نے انہیں مزید عزت عطا کر دی''۔

فَبَنُوْ عَمِّهِمْ اِذَا حَضَرَ الْبَاْسُ عَلَيْهِمْ اَكْبَادُهُمْ وَجِعَهْ

''پس جب جنگ کا موقع آتا تو ان کے چچازاد بھائیوں کے جگر ان پر دردناک ہو جاتے''۔

وَ هُمُ الْمُطْعِمُوْنَ اِذْ قَحِطَ الْقَطْرُ وَ حَالَتْ فَلَا تَرٰی قَزَعَهْ

''اور وہ (ان لوگوں کو) ایسے وقت میں کھلانے والے تھے جب بارش کا قحط ہوتا اور حالت ایسی دگرگوں ہو جاتی کہ تو متفرق بادل بھی نہ دیکھے''۔

ابو اسامہ کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے فرمایا: بنی مخزوم کے حلیف ابو اسامہ معاویہ بن زہیر بن قیس بن حارث بن سعد بن ضبیعہ بن مازن بن عدی بن جشم بن معاویہ نے یہ اشعار کہے۔ علامہ ابن ہشام کا قول ہے کہ وہ مشرک تھا۔ وہ ہبیرہ بن ابی وہب کے پاس سے گزرا جبکہ وہ لوگ بدر کے روز شکست کھا رہے تھے اور ہبیرہ تھک چکا تھا تو ابو اسامہ اٹھا اور زرہ اتار پھینکی، اسے اٹھایا اور لے کر چلا گیا۔ علامہ ابن ہشام نے فرمایا: یہ اہل بدر کے متعلق صحیح ترین اشعار ہیں:

وَ لَمَّا اَنْ رَاَيْتُ الْقَوْمَ خَفُّوْا وَ قَدْ شَالَتْ نَعَامَتُهُمْ لِنَفْرِ

اور جب میں نے دیکھا کہ یہ لوگ بھاگ کر کم ہو چکے ہیں اور بھاگنے کے لئے ان کے

ابو اسامہ کے اشعار کی وضاحت

ابو اسامہ بن زہیر جشمی کے اشعار ذکر کیے۔ ان میں ایک شعر یہ ہے: وَ قَدْ زَالَتْ نَعَامَتُهُمْ لِنَفْرِ۔ اہل عرب بھاگنے میں زوال نعامہ کی مثال بیان کرتے ہیں۔ جب کوئی قوم بھاگ جائے اور ہلاک ہو جائے تو آپ کہتے ہیں شَالَتْ نَعَامَةُ الْقَوْمِ۔ شاعر کا قول ہے:

يَالَيْتَ مَا اُمُّنَا شَالَتْ نَعَامَتُهَا اِمَّا اِلٰى جَنَّةٍ اِمَّا اِلٰى نَارِ

''کاش! ہماری ماں کا تلوا جنت کی طرف یا دوزخ کی طرف نہ اٹھتا''۔

اور امیہ نے کہا: اِشْرَبْ هَنِيْئًا فَقَدْ شَالَتْ نَعَامَتُهُمْ۔ ''آرام سے پی لو، ان کا تلوا اٹھ چکا ہے''۔

لغت میں النعامۃ کا معنی ہے پاؤں کا تلوا۔ جو شخص مر جائے تو کہتے ہیں قَدْ شَالَتْ رِجْلُهٗ یعنی اس کا پاؤں اٹھ گیا اور اس کا تلوا ظاہر ہو گیا۔ اور النعامۃ کا ایک اور معنی تاریکی بھی ہے اور ابن النعامۃ پاؤں کے تلوے میں ایک رگ کا نام ہے۔ ممکن ہے شاعر کا قول زَالَتْ نَعَامَتُهُمْ اس طرح ہو جیسے کہا جاتا ہے زَالَ سَوَادُهٗ وَ ضَحَا ظِلُّهٗ (اس کی سیاہ رنگت زائل ہو گئی اور اس کا سایہ روشن ہو گیا) یہ اس وقت کہا جاتا ہے جب کوئی شخص مر جائے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ النعامۃ کا لفظ بطورِ ضرب المثل ذکر کیا گیا ہو۔ اور یہی بات ابو اسامہ کے شعر میں ظاہر ہو رہی ہے کیونکہ اس نے کہا: زَالَتْ نَعَامَتُهُمْ لِنَفْرِ ''ان کے تلوے بھاگنے کے لئے اٹھ چکے تھے''۔ اور عرب کہتے ہیں اَشْرَدُ مِنْ نَعَامَةٍ وَ اَنْفَرُ مِنْ نَعَامَةٍ (شتر مرغ سے زیادہ بدکنے والا) شاعر کا قول ہے:

هُمْ تَرَكُوْكَ اَسْلَحَ مِنْ حُبَارٰى رَاَتْ صَقْرًا وَ اَشْرَدَ مِنْ نَعَامِ

''ان لوگوں نے تیری ایسی حالت بنا چھوڑی کہ تو ان سرخابوں سے زیادہ بیٹ کرنے والا ہے جنہوں نے کوئی شکرہ دیکھ لیا اور شتر مرغ سے بھی زیادہ بدکنے والا ہے''۔

ایک اور شاعر نے کہا: وَ كُنْتَ نَعَامًا عِنْدَ ذَاكَ مُنَفَّرًا۔ ''اس وقت تیری حالت بھگائے ہوئے شتر مرغ کی مانند تھی''۔ تو جب آپ کہتے ہیں زَالَتْ نَعَامَتُهٗ تو اس کا معنی یہ ہوتا ہے کہ اس کا وہ نفس بھاگ گیا جو بدکنے میں شتر مرغ کی مانند تھا۔

ابو اسامہ کا قول ہے: وَ اَنْ تُرِكَتْ سَرَاةُ الْقَوْمِ صَرْعٰى۔ ہر چیز کا سراۃ اس کا بلند حصہ ہوتا

تلوے اٹھ چکے ہیں''۔

ہے۔گھوڑے کی سراۃ اس کی پیٹھ ہے کیونکہ وہ اس کا بلند حصہ ہے۔ایک شاعر نے ایک گدھے کے وصف میں کہا: بِسَرَاتِهٖ نَدَبٌ لَّهَا وَ كُلُوْمٌ۔ ''اس کی پیٹھ میں پرانے زخموں کا نشان اور کچھ نئے زخم تھے''۔

اور اہل عرب کا قول سَرَاةُ الْقَوْمِ آپ کے اس قول کی مانند ہے: كَاهِلُ الْقَوْمِ (قوم کا کندھا)، ذِرْوَةُ الْقَوْمِ (قوم کی چوٹی)۔حضرت معاویہ نے فرمایا: اِنَّ مُضَرَ كَاهِلُ الْعَرَبِ وَ تَمِيْمَ كَاهِلُ مُضَرَ وَ بَنِيْ سَعْدٍ كَاهِلُ تَمِيْمٍ (مضر عرب کے کندھے، تمیم مضر کے کندھے اور بنو سعد تمیم کے کندھے ہیں)۔اور بنی تمیم کے کسی خطیب نے کہا: لَنَا الْعِزُّ الْاَقْعَسُ وَالْعَدَدُ الْهَيْضَلُ وَ نَحْنُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ الْقُدَّامُ وَ نَحْنُ الذِّرْوَةُ وَالسَّنَامُ (ہمارے پاس مستقل عزت اور مسلح فوج ہے اور ہم زمانہ جاہلیت میں مقدمۃ الجیش ہیں اور ہم چوٹی اور کوہان ہیں)۔یہ صحیح اور واضح معنی ہے اور کسی کا یہ کہنا روا نہیں کہ الذروۃ السنام اور الکاھل جمع کے اوزان پر ہیں یا اسم جمع ہیں۔اسی طرح یہ بھی نہیں کہنا چاہیے کہ سراۃ القوم سری کی جمع قیاسی یا غیر قیاسی ہے جس طرح یہ بات کاھل القوم اور سنام القوم میں نہیں کہی جاسکتی لیکن تعجب ہے کہ یہ بات علمائے نحو پر کیونکر مخفی ہے یہاں تک کہ ان کے متاخرین نے متقدمین کا ہی قلادہ پہنتے ہوئے یہ کہہ دیا کہ سراۃ سری کی جمع ہے سبحان اللہ! یہ اس کی جمع کیسے ہوسکتی ہے حالانکہ وہ خود ہی کہتے ہیں کہ سراۃ کی جمع سروات ہے جیسا کہ قطاۃ کی جمع قطوات ہے۔کہا جاتا ہے هٰؤُلَاءِ مِنْ سَرَوَاتِ النَّاسِ (یہ افراد لوگوں کے سرداروں میں سے ہیں) جیسا کہ آپ کہتے ہیں رُؤُوْسُ النَّاسِ۔قیس بن خطیم نے کہا:

وَ عَمْرَةُ مِنْ سَرَوَاتِ النِّسَاءِ تَنَفَّحُ بِالْمِسْكِ اَرْدَانُهَا

''اور عمرہ ان سردار عورتوں میں سے ہے جن کی آستینوں سے کستوری کی مہک آتی ہے''۔

اگر سراۃ جمع ہوتا تو اس کی آگے جمع نہ آتی کیونکہ یہ فَعَلَةٌ کے وزن پر ہے اور جموع میں اس جیسے وزن کی جمع نہیں آتی اور سَرِیّ تو السَّرْو بمعنی شرف سے فَعِيْلٌ کا وزن ہے، اگر اس کی جمع اس کے تلفظ پر بنائی جائے تو سُرّی اور اَسْرِيَاء کہا جائے گا جیسے غَنِيٌّ کی جمع اَغْنِيَاء ہے لیکن اس کا وجود قلیل ہے اور اس کی قلت وجود کی بناء پر اس میں قیاس جاری نہیں ہوسکتا، اسے سیبویہ نے بیان کیا ہے۔

شاعر کا قول ہے اَذْبَاحُ عِتْرٍ۔ یہ ذبح کی جمع ہے اور عتر عین کے کسرہ کے ساتھ ہو تو اس کا معنی ہے وہ بت جس کے لئے زمانہ جاہلیت میں عتائر (بکریاں) ذبح کی جاتی ہیں اور عتائر عتیرۃ کی

وَ اَنْ تُرِکَتْ سَرَاۃُ الْقَوْمِ صَرْعٰی کَاَنَّ خِیَارَھُمْ اَذْبَاحُ عِتْرٍ

''اور قوم کے سردار پچھاڑے ہوئے اس طرح چھوڑ دیے گئے ہیں گویا ان کے بہترین لوگ بتوں کے لئے ذبح کیے ہوئے جانور ہیں''۔

وَ کَانَتْ جُمَّۃٌ وَافَتْ حِمَامًا وَ لُقِّیْنَا الْمَنَایَا یَوْمَ بَدْرٍ

''اور لوگوں کی ایک جماعت نے موت سے موافقت کر لی اور موتوں کو بدر کے روز ہمارے مقابل لایا گیا''۔

نَصُدُّ عَنِ الطَّرِیْقِ وَ اَدْرَکُوْنَا کَاَنَّ زُھَاءَ ھُمْ غَطْیَانُ بَحْرٍ

''ہم راستے سے پلٹے جا رہے تھے اور ان لوگوں نے ہمیں پیچھے سے آ لیا تھا گویا ان لوگوں کی کثرت سمندر کا سیلاب تھی''۔

وَ قَالَ الْقَائِلُوْنَ مَنِ ابْنُ قَیْسٍ فَقُلْتُ اَبُوْ اُسَامَۃَ غَیْرَ فَخْرٍ

''اور کہنے والوں نے کہا ابن قیس کون ہے؟ میں نے بغیر کسی فخر کے کہا ابو اسامہ''۔

اَنَا الْجُشَمِیُّ کَیْمَا تَعْرِفُوْنِیْ اُبَیِّنُ نِسْبَتِیْ نَقْرًا بِنَقْرٍ

میں جشمی ہوں تا کہ تم مجھے پہچان لو، میں اپنا نسب نکتہ چینی کے بدلے نکتہ چینی کے ساتھ بیان

جمع ہے اور عتیرۃ رجبیہ بکری کو کہتے ہیں (یعنی وہ بکری جس کو زمانہ جاہلیت میں ماہِ رجب میں بتوں کے نام پر ذبح کیا جاتا)۔ ہم نے نبی کریم ﷺ کے نسب مبارک میں اس شخص کا ذکر کیا ہے جس نے سب سے پہلے عتیرہ کا طریقہ ایجاد کیا اور وہ بور بن صحورا تھا اور اس کے باپ نے عربوں کے لئے ماہِ رجب میں جانور ذبح کرنے کا طریقہ ایجاد کیا، اس وجہ سے اسے سعد رجب کہا جاتا تھا۔ اگر عین کے فتحہ کے ساتھ اَذْبَاحُ عَتْرٍ کہا جائے تو بھی جائز ہے کیونکہ یہ مصدر ہے۔

شاعر کا قول ہے: وَ کَانَتْ جُمَّۃٌ۔ اَلْجُمَّۃ کا معنی سواد اور گروہ ہے۔ اگر جمہ سے پوری قوم کی سواد اور ان کی کثرت مراد ہو تو یہ بھی صحیح ہے اور اگر ان میں ایک گروہ مراد ہو تو یہ اس سے بھی زیادہ صحیح ہے۔ اسے صاحب العین نے ذکر کیا ہے۔

غَطْیَانُ بَحْرٍ سے مراد سمندر کی طغیانی ہے۔

شاعر کا قول ہے اُبَیِّنُ نِسْبَتِیْ نَقْرًا بِنَقْرٍ۔ نقر کا معنی ہے نسب وغیرہ میں نکتہ چینی کرنا۔ شاعر کہتا ہے کہ اگر تم نے میرے نسب میں نکتہ چینی کی ہے اور اس میں عیب نکالے ہیں تو میں نے حق کو واضح طور پر بیان کر دیا ہے اور میں نے تمہارے انساب میں عیب نکالے ہیں۔ اس طرح میں نے تمہیں نکتہ

کر رہا تھا''۔

فَاِنْ تَكُ فِي الْغَلَاصِمِ مِنْ قُرَيْشٍ فَاِنِّيْ مِنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ بَكْرِ

''اگر تو قریش کے اعلیٰ نسب میں سے ہے تو میں بھی معاویہ بن بکر میں سے ہوں''۔

فَاَبْلِغْ مَالِكًا لَمَّا غَشِيْنَا وَ عِنْدَكَ مَالِ اِنْ نَبَاتَ خُبْرِیْ

''مالک کو یہ پیغام پہنچادو کہ جب دشمن ہم پر چھا گیا تو اے مالک! تیرے پاس میری خبر نہ تھی (کہ ہمارا کیا ہو گیا تھا)''۔

وَ اَبْلِغْ اِنْ بَلَغْتَ الْمَرْءَ عَنَّا هُبَيْرَةَ وَ هُوَ ذُوْ عِلْمٍ وَ قَدْرِ

''اور اگر تم ہمارے ہبیرہ نامی شخص کے پاس پہنچے جو صاحب علم اور صاحب قدر و منزلت ہے تو اسے ہماری طرف سے یہ پیغام پہنچادو:

بِاَنِّيْ اِذْ دُعِيْتُ اِلَى اُفَيْدٍ كَرَرْتُ وَ لَمْ يَضِقْ بِالْكَرِّ صَدْرِيْ

کہ جب مجھے افید (نامی شخص) کی طرف بلایا گیا تو میں نے حملہ کر دیا اور اس حملے کے ساتھ میرے سینے میں کوئی تنگی محسوس نہ ہوئی''۔

عَشِيَّةَ لَا يُكَرُّ عَلَى مُضَافٍ وَ لَا ذِيْ نِعْمَةٍ مِّنْهُمْ وَ صِهْرِ

''شام کو (حملہ کیا) جب کسی مجبور پناہ گزین پر حملہ کیا جاتا ہے نہ ان میں سے کسی نعمت والے

چینی کا بدلہ نکتہ چینی سے دیا ہے۔ کسی عرب لونڈی نے کہا: مُرُّوْا بِیْ عَلٰی بَنِیْ نَظَرِیْ وَ لَا تَمُرُّوْا بِیْ عَلٰی بَنَاتِ نَقَرِیْ۔ یعنی مجھے ان نوجوانوں کے پاس لے چلو جو میری طرف دیکھتے ہیں اور ان عورتوں کے پاس نہ لے جاؤ جو مجھ پر عیب لگاتی ہیں۔

شاعر کا قول ہے: دُعِيْتُ اِلَى اُفَيْدٍ۔ افید وفد کی تصغیر ہے اور یہ ہر چیز کا ہراول دستہ ہوتا ہے خواہ وہ انسان ہوں، گھوڑے ہوں یا اونٹ ہوں اور رَکْبٌ کی طرح یہ بھی اسم جمع ہے۔ اسی وجہ سے اس کی تصغیر جائز ہے اور ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ افید ایک جگہ کا نام ہے۔

شاعر کا قول ہے: عَلَى مُضَافٍ مضاف کا معنی ہے خوفزدہ مجبور آدمی۔

شاعر کا قول ہے: فَدُوْنَكُمْ بَنِيْ لَأْيٍ اَخَاكُمْ۔ یہ شعر اس بات کا شاہد ہے جو ہم نے نبی کریم ﷺ کے نسب پاک اور ان کے اسماء کے اشتقاق میں ذکر کی۔ ہم نے لؤی کے بارے میں کہا کہ یہ لأی کی تصغیر ہے۔ ہم نے یہ قول ابن انباری اور قطرب کے قول کی بناء پر اختیار کیا۔ ہم نے اس کا قول اور اس کا شاہد بھی بیان کیا ہے اور یہاں تو بنی لأی سے شاعر کی مراد بنی لؤی ہی ہیں۔ تو شاعر

پر اور نہ کسی سسرال کے رشتہ دار پر۔

فَدُوْنَكُمْ بَنِىْ لَأْيٍ اَخَاكُمْ وَ دُوْنَكِ مَالِكًا يَا اُمَّ عَمْرٍو

''پس اے بنی لوی جاؤ اپنے بھائیوں کی خبر لو اور اے ام عمرو! جا تو مالک کی خبر لے''۔

فَلَوْلَا مَشْهَدِىْ قَامَتْ عَلَيْهِ مُوَقَّفَةُ الْقَوَائِمِ اُمُّ اَجْرِىْ

''پس اگر میں نہ ہوتا تو کالی دھاریوں والے پاؤں والی (بجو کے) بچوں کی ماں (اس کا گوشت کھانے کے لئے) اس پر کھڑی ہو جاتی''۔

نے ہمارے قول کے مطابق اسم مکبر ذکر کیا ہے۔

شاعر کا قول ہے: مُوَقَّفَةُ الْقَوَائِمِ اُمُّ اَجْرِ۔ اس سے مراد بجو ہے اور موقفه اَلْوَقْفُ سے مشتق ہے اور الوقف کا معنی پازیب ہے کیونکہ اس کے پاؤں میں سیاہ دھاریاں ہوتی ہیں۔ شاعر ابو وجزہ سعدی کا قول ہے:

وَ خَائِفِ لَحِمٍ شَاكًا بَرَاشَتُهٗ كَاَنَّهٗ قَاطِمٌ وَقْفَيْنِ مِنْ عَاجٍ

''اور کتنے ہی شیر سے ڈرنے والے ہیں جنہیں اس کا داغ شک میں ڈال دیتا ہے، گویا وہ ہاتھی دانت کے بنے ہوئے پازیب چبانے والا ہے''۔

اور اجر جر کی جمع ہے جیسے دلو کی جمع ادل آتی ہے۔ یہ شعر ہذلی کے اس شعر کی مانند ہے:

وَ غُوْدِرَ ثَاوِيًا وَّ تَاَوَّبَتْهُ مُوَقَّفَةٌ اُمَيْمُ لَهَا فَلِيْلُ

''اور اسے دھوکے سے پیوند خاک کر دیا گیا اور اس کی طرف پازیبوں والی عورت یعنی امیم لوٹ کر آئی جس کے سر پر کلغی تھی''۔

فلیل سے مراد اس کی کلغی ہے۔ ایک اور شاعر کہتا ہے:

يَا لَهْفَ مِنْ عَرْفَاءَ ذَاتِ فَلِيْلَةٍ جَاءَ تْ اِلَىَّ عَلٰى ثَلَاثٍ تَخْمَعُ

''ہائے افسوس! اس کلغی والے بجو پر جو میری طرف تین ٹانگوں پر لنگڑاتا ہوا آیا''۔

وَ تَظَلَّ تَنْشِطُنِىْ وَ تَلْحَمُ اَجْرِيًا وَسْطَ الْعَرِيْنِ وَ لَيْسَ حَىٌّ يَدْفَعُ

''اور وہ مجھے کاٹتا رہا اور جھاڑی کے درمیان اپنے بچوں کو گوشت کھلاتا رہا اور کوئی ذی روح نہیں تھا جو میرا دفاع کرتا''۔

لَوْ كَانَ سَيْفِىْ بِالْيَمِيْنِ دَفَعْتُهَا عَنِّىْ وَ لَمْ اُوْكَلْ وَ جَنْبِىَ الْاَضْبَعُ

''اگر میری تلوار میرے دائیں ہاتھ میں ہوتی تو میں اسے اپنے آپ سے دور کر دیتا اور بجوؤں کے

دَفُوْعٌ لِّلْقُبُوْرِ بِمَنْكِبَيْهَا كَأَنَّ بِوَجْهِهَا تَحْمِيْمَ قِدْرِ

''جو اپنے کندھوں سے قبروں (کی مٹی) ہٹانے والی ہے اور اس کے چہرہ پر دیگ کی کالک لگی ہوئی ہے''۔

فَأُقْسِمُ بِالَّذِیْ قَدْ كَانَ رَبِّیْ وَ اَنْصَابٍ لَدَى الْجَمَرَاتِ مُغْرِ

''پس میں اس ذات کی قسم کھاتا ہوں جو میرا پروردگار ہے اور جمرات کے پاس (ذبح کے

ہاتھوں میرے پہلو کا گوشت نہ کھایا جاتا''۔

تو شاعر نے بیان کیا ہے کہ وہ لنگڑا کر چل رہا تھا جیسا کہ ابن المہلب نے کہا اَلضَّبُعَةُ الْعَرْجَاءُ۔ (لنگڑا بجو) اس نے الضبعة کے اعراب میں خطا کی ہے۔ایک اور شاعر نے کہا:

فَلَوْ مَاتَ مِنْهُمْ مَنْ جَرَحْنَا لَاَصْبَحَتْ ضِبَاعٌ بِاَكْنَافِ الشَّرِيْفِ عَرَائِسَا

''اگر ان کا کوئی ایسا شخص مرجاتا جسے ہم نے زخمی کیا ہوتا تو مقام شریف کے اطراف میں بجو دلہنیں بن جاتے (اور خوشی سے پھولے نہ سماتے)''۔

بیان کیا جاتا ہے کہ بجو مقتول کو اس کی گدی کے بل لٹا دیتا ہے اور اس کی کمر کا گوشت کھاتا ہے کیونکہ یہ گوشت جانوروں کو سب سے زیادہ لذیذ ہوتا ہے۔اسی وجہ سے جب اس کا شکار کیا جائے تو اسے کہا جاتا ہے: اَبْشِرِیْ اُمَّ عَامِرٍ بِجَرَادٍ عِضَابٍ وَ كَمَرِ رِجَالٍ۔ ''اے ام عامر تجھے سخت ٹڈی اور لوگوں کی کمر کے گوشت کی بشارت ہو''۔ان الفاظ سے لوگ اسے دھوکا دیتے ہیں۔بجو کی کنیت ام عامر، ام عمرو، ام ہنبر، ام عتاب، ام طریق، ام نوفل، ام خنوز (نون مشدد کے ساتھ)، ام خنور کے سب ناموں سے بیان کی جاتی ہے اور اسے حضاجر، جعار، عثواء، ذیخہ، عیلم، جیعر، ام جعور، قثام، جیأل اور عیثوم کا نام دیا جاتا ہے اور کثیر مالِ غنیمت کا نام بھی قثام ہے۔کہا جاتا ہے اَصَابَ الْقَوْمُ قَثَامًا (قوم نے کثیر مالِ غنیمت حاصل کیا)۔یہ زبیر کا قول ہے اور حیئل اور عیثوم بھی بجو کے نام ہیں۔البتہ نر بجو کو عیلام، عثیان، ذیخ، ابوکلدہ، نوفل اور اعثی کہتے ہیں۔

شیر کے وصف میں شاعر کا قول ہے فِی الْغِيْلِ مُجْرٍ يعنی ذُوْ اَجْرَاءٍ بچوں والا شیر۔اور الاباءۃ سے مراد وہ کچھار ہے جس میں شیر رہتا ہے۔اسی طرح الغیل، الخدر، العرین اور العریسۃ شیر کی کچھار کے نام ہیں۔

شاعر کا قول ہے: اَحْمَى الْاَبَاءَةَ يعنی حَمَاهَا (اس کی حفاظت کی)۔حَمٰی کی جگہ اَحْمٰی لانا ایک لغت ہے لیکن یہ ضعیف ہے۔شاید اَحْمَى الْاَبَاءَةَ سے مراد یہ ہو کہ جَعَلَهَا كَالنَّارِ الْحَامِيَةِ

خون سے) سرخ پتھروں کی قسم کھاتا ہوں"۔

لَسَوْفَ تَرَوْنَ مَا حَسَبِیْ اِذَا مَا تَبَدَّلَتِ الْجُلُوْدُ جُلُوْدَ نِمْرِ

"عنقریب جب لوگوں کی کھالیں چیتوں کی کھالوں سے بدل جائیں گی (وہ بھیس بدل لیں گے) تو تم دیکھ لو گے کہ میرا کردار کیسا ہے"۔

فَمَا اِنْ خَادِرٌ مِّنْ اُسْدِ تَرْجٍ مُدِلٌّ عَنْبَسٌ فِی الْغِیْلِ مُجْرِیْ

"ترج کے مقام پر گھنے درختوں کے درمیان کچھار میں بیٹھنے والا کوئی جری ترش رو شیر اولاد رکھنے والا نہیں"۔

فَقَدْ اَحْمَی الْاَبَاءَةَ مِنْ کُلَافٍ فَمَا یَدْنُوْ لَهٗ اَحَدٌ بِنَقْرِ

"اس نے مقام کلاف کی کچھار کو اپنی اس طرح حفاظت گاہ بنایا کہ کوئی شخص جستجو میں اس کے قریب نہیں جا سکتا"۔

بِخِلٍّ تَعْجِزُ الْحُلَفَاءُ عَنْهُ یُوَاثِبُ کُلَّ هَجْهَجَةٍ وَّ زَجْرِ

"ایسے ریتلے راستے میں (کچھار بنائی) جس سے باہم عہد و پیمان باندھنے والے لوگ بھی عاجز ہو جاتے ہیں جو ہر قسم کی ڈانٹ ڈپٹ کے باوجود حملہ کرتا ہو"۔

(اس نے اسے تیز گرم آگ کی طرح بنا دیا)۔ کہا جاتا ہے اَحْمَیْتُ الْحَدِیْدَةَ فِی النَّارِ "میں نے آگ میں لوہا گرم کیا: تو شعر کا معنی یہ بنے گا کہ اس نے اپنی کچھار کو اس طرح گرم کر دیا کہ اس کے قریب جانا مشکل تھا۔

شاعر کا قول ہے مِنْ کُلَافٍ۔ شاید اس سے مراد سخت مشقت ہو یعنی شیر نے اس کچھار کی پوری مشقت سے حفاظت کی۔ یہ فُعَالٌ کے وزن پر ہے کیونکہ جب مشقت شدید ہو جائے تو اس کا یہی وزن ہوتا ہے جیسے اَلْهُیَامُ وَالْعُطَاشُ (سخت پیاس) اور کُلَاف کا ایک معنی گھنے درختوں والی جگہ ہے اور شاید کلاف کسی جگہ کا نام ہو اور حضرت ابو حنیفہ نے کہا کلاف ایک درخت کا نام ہے۔ واللہ اعلم

شاعر کا قول ہے: بِخِلٍّ۔ یہ ریتلا راستہ ہے اور الهجهجة آپ کے اس قول سے مشتق ہے: هَجْهَجْتُ بِالذِّئْبِ "میں نے بھیڑیئے کو ڈانٹا"۔ شاعر کہتا ہے: لِمَ یُنْجِهٖ مِنْهَا صِیَاحُ الْهَجْهَجِ "ڈانٹ ڈپٹ کی چیخ نے اسے اس سے دور کیوں نہ ہٹایا"۔

بِاَوْشَكَ سَوْرَةً مِنِّي اِذَا مَا … حَبَوْتُ لَهٗ بِقَرْقَرَةٍ وَ هَدْرِ

"جو مجھ سے زیادہ تیز حملہ کرنے والا ہو جب میں بلبلانے والے نر اونٹوں کے ذریعے اس کے قریب پہنچوں"۔

بِبِيْضٍ كَالْاَسِنَّةِ مُرْهَفَاتٍ … كَاَنَّ ظُبَاتِهِنَّ جَحِيْمُ جَمْرِ

"برچھیوں جیسے تیز دھار چمکیلے (تیروں) کے ذریعے سے (حملہ کرنے والا ہو) گویا ان کے پھل آگ کے شعلے ہیں"۔

وَ اَكْلَفَ مُجْنَاءٍ مِنْ جِلْدِ ثَوْرٍ … وَ صَفْرَاءِ الْبَرَايَةِ ذَاتِ اَزْرِ

"اور بیل کی کھال سے بنی ہوئی سیاہ پشت والی اور (تیر لگنے پر) زرد رنگ کے تراشے (نکالنے) والی سخت ڈھالوں کے ذریعے"۔

وَ اَبْيَضَ كَالْغَدِيْرِ ثَوٰى عَلَيْهِ … عُمَيْرٌ بِالْمَدَاوِسِ نِصْفَ شَهْرِ

"اور تالاب کی طرح سفید تلواروں کے ذریعے جن پر عمیر (صیقل گر) نے آلاتِ صیقل کے ساتھ نصف ماہ کام کیا تھا"۔

اُرَفِّلُ فِيْ حَمَائِلِهٖ وَ اَمْشِيْ … كَمِشْيَةِ خَادِرٍ لَيْثٍ سِبَطْرِ

"میں اس تلوار کو اس کے حمائل میں لمبائی میں رکھ کر اس طرح چلتا ہوں جس طرح ایک شیر

شاعر کا قول ہے: بِقَرْقَرَةٍ وَ هَدْرٍ۔ قرقرہ ایسی شدید آواز کو کہتے ہیں جس میں انقطاع ہو۔ عامر الحداء کی صفات میں آیا ہے کَانَ قَرَاقِرِيَّ الصَّوْتِ۔ "وہ بھاری بھرکم آواز والا تھا"۔ جب وہ بوڑھا ہوا تو اس کی آواز کمزور ہو گئی۔ اس نے کہا:

وَ اَصْبَحَ صَوْتُ عَامِرٍ صَئِيْلًا … اَبْكَمَ لَا يُكَلِّمُ الْمَطِيَّا

"اور عامر کی آواز (چوزوں کی چوں چوں کی طرح) اتنی باریک اور گونگی ہو گئی کہ وہ اپنی سواری کے جانور سے بھی بات نہیں کر سکتا"۔

یہ عامر بن ربیعہ الحداء تغلبی ہے۔ یہ حداء اسی کی طرف منسوب ہیں۔ اہل لغت نے ذکر کیا ہے کہ اونٹ کے بلبلانے کی پہلی آواز کو الکشیش کہتے ہیں پھر الهدیت پھر الهدریہ پھر القرقرۃ اور پھر الزغد کا درجہ ہے۔ کہا جاتا ہے زَغَدَ يَزْغَدُ (اونٹ کا بہت بلبلانا) پھر القلاخ یا القلیخ یا التلیغ کا درجہ ہے۔ آخری لہجہ سیبویہ سے مروی ہے۔ یہ اس وقت کہا جاتا ہے جب وہ اتنا بلبلائے گویا وہ اپنی جگہ سے اکھڑ رہا ہو۔

شاعر کا قول ہے: مُجْنَا اس سے مراد ڈھال ہے۔ یہ اَجْنَأْتُ الشَّيْءَ فَهُوَ مُجْنَأٌ سے مشتق

جست لگاتا ہوا کچھار میں داخل ہوتا ہے''۔

یَقُوْلُ لِیَ الْفَتٰی سَعْدٌ هَدِیًّا فَقُلْتُ لَعَلَّهٗ تَقْرِیْبُ غَدْرِ

''مجھ سے نوجوان سعد کہتا ہے قربانی کا جانور (یعنی قیدی) بھیجو۔ میں نے کہا شاید یہ کسی بے وفائی کی تمہید ہے''۔

وَ قُلْتُ اَبَا عَدِیٍّ لَا تَطُرْهُمْ وَ ذٰلِكَ اِنْ اَطَعْتَ الْیَوْمَ اَمْرِیْ

''اور میں نے کہا اے ابوعدی تو ان لوگوں کے قریب نہ جا اور آج میرا تجھ پر یہی حکم ہے اگر تو میری اطاعت کرے''۔

کَدَاْبِهِمْ بِفَرْوَةَ اِذْ اَتَاهُمْ فَظَلَّ یُقَادُ مَكْتُوْفًا بِضَفْرِ

''ان کا برتاؤ ان کے فروہ کے ساتھ برتاؤ جیسا ہے جب وہ ان کے پاس آیا تو بٹی ہوئی رسی کے ساتھ اس کی مشکیں کس کر اسے لے جایا گیا''۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: ابومحرز خلف الاحمر نے مجھے یہ شعر بھی سنایا:

نَصُدُّ عَنِ الطَّرِیْقِ وَ اَدْرَكُوْنَا كَاَنَّ سِرَاعَهُمْ تَیَّارُ بَحْرِ

''ہم راستے سے پلٹے جا رہے تھے کہ انہوں نے ہمیں پا لیا گویا ان کی تیزی سمندر کے سیلاب کا ریلا تھی''۔

اور شاعر کا قول مُدِلٌّ عَنْبَسٌ فِی الْغِیْلِ مُجْرِیْ غیر ابن اسحاق سے مروی ہے۔

ہے۔ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب آپ کسی چیز پر اوندھے ہو جائیں اور صفراء البرایۃ سے مراد تیر کمان ہے اور برایہ سے مراد اس سے دکھائی دینے والی چمک ہے۔ اس کی زردی اس کی جدت اور قوت کی علامت ہے۔

شاعر کا قول ہے: وابیض کالغدیر اس سے مراد تلوار ہے اور عمیر ایک کاریگر کا نام ہے اور المداوس مدوس کی جمع ہے، یہ وہ آلہ ہے جس کے ساتھ لوہار اور صیقل گر تلوار کو صیقل کرتا ہے اور پتھر کا وصف مغر کے ساتھ بیان کیا۔ مغر امغر کی جمع ہے جس کا معنی ہے سرخ۔ اور الخادر کا معنی ہے جھاڑی میں داخل ہونے والا۔ اور مُسْبَطِر کا معنی ہے غیر منقبض یعنی لمبی جست لگانے والا۔

شاعر کا قول ہے: یَقُوْلُ لِیَ الْفَتٰی سَعْدٌ هَدِیًّا۔ ہدی اس جانور کو کہتے ہیں جو بیت اللہ شریف کی طرف لے جایا جائے اور دلہن کو بھی ہدی کہتے ہیں کیونکہ اسے بھی اس کے خاوند کی طرف لے جایا جاتا ہے اور یہاں ھدیًا فعل کے اضمار پر منصوب ہے گویا مراد اِهْدِ هَدِیًّا ہے۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا ابو اسامہ نے یہ اشعار بھی کہے:

اَلَامَنْ مُبَلِّغٌ عَنِّیْ رَسُوْلًا مُغَلْغَلَةً يُثَبِّتُهَا لَطِيْفُ

ارے کون ہے جو قاصد بن کر میرا یہ پیغام پہنچا دے جس کی تحقیق ایک محتاط آدمی کرتا ہے۔

اَلَمْ تَعْلَمْ مَرَدِّیْ يَوْمَ بَدْرٍ وَ قَدْ بَرَقَتْ بِجَنْبَيْكَ الْكُفُوْفُ

"کیا بدر کے روز میری مدافعت کا تجھے علم نہیں جبکہ تیرے دونوں جانب ہتھیلیاں (تلواریں) چمک رہی تھیں"۔

وَ قَدْ تُرِكَتْ سَرَاةُ الْقَوْمِ صَرْعٰی كَاَنَّ رُءُوْسَهُمْ حَدَجٌ نَقِيْفُ

"اور قوم کے سردار اس حالت میں بچھاڑے پڑے تھے گویا ان کے سر ایسے حنظل کے پھل ہیں جن کا بیج نکال دیا گیا ہو"۔

وَ قَدْ مَالَتْ عَلَيْكَ بِبَطْنِ بَدْرٍ خِلَافَ الْقَوْمِ دَاهِيَةٌ خَصِيْفُ

"اور قوم کی مخالفت کی وجہ سے وادی بدر میں تجھ پر مختلف قسم کی آفتیں آ پڑی تھیں"۔

فَنَجَّاهُ مِنَ الْغَمَرَاتِ عَزْمِیْ وَ عَوْنُ اللّٰهِ وَالْاَمْرُ الْحَصِيْفُ

"پھر میرے عزم، اللہ تعالیٰ کی امداد اور مستحکم تدبیر نے اسے ان آفتوں سے نجات بخشی"۔

وَ مُنْقَلَبِیْ مِنَ الْاَبْوَاءِ وَحْدِیْ وَ دُوْنَكَ جَمْعُ اَعْدَاءٍ وُقُوْفُ

"اور اس بات نے (نجات بخشی) کہ میں مقام ابواء سے اکیلا واپس آ گیا جبکہ تیرے سامنے دشمنوں کی جماعت کھڑی تھی"۔

ابو اسامہ کے قصیدہ فاویہ کی تشریح

فاء کے قافیہ والے اشعار میں ابو اسامہ کا قول ہے:

كَاَنَّ رُءُوْسَهُمْ حَدَجٌ نَقِيْفُ۔ حدج حدجة کی جمع ہے اور اس کا معنی حنظل ہے اور النقیف بمعنی المنقوف ہے جیسا کہ امرؤ القیس نے کہا:

كَاَنِّیْ غَدَاةَ الْبَيْنِ۔ يَوْمَ تَحَمَّلُوْا لَدٰی سَمُرَاتِ الْحَیِّ نَاقِفُ حَنْظَلِ

"جس روز وہ لوگ سوار ہو کر چلے گئے تو اس فراق کی صبح کو محلے کی گندم گوں عورتوں کے پاس گویا میں حنظل کے بیج نکالنے والا تھا"۔

نَاقِفُ حَنْظَلِ حنظل کے بیج نکالنے والے کو کہتے ہیں۔

شاعر کا قول ہے: دَاهِيَةٌ خَصِيْفٌ یعنی پے در پے مصائب۔ یہ خَصَفْتُ النَّعْلَ یا خَصَفْتُ

وَ اَنْتَ لِمَنْ اَرَادَكَ مُسْتَكِينٌ بِجَنْبِ كُرَاشَ مَكْلُوْمٌ نَزِيْفُ

''اور جس نے تجھ (پر حملہ کرنے) کا ارادہ کیا تھا تو اس کے سامنے عاجز تھا اور مقام کراش کے کنارے زخمی اور خون بہتا پڑا تھا''۔

وَ كُنْتُ اِذَا دَعَانِيْ يَوْمَ كَرْبٍ مِنَ الْاَصْحَابِ دَاعٍ مُسْتَضِيْفُ

''اور میری شان یہ تھی کہ جب کسی مصیبت کے دن میرے دوستوں میں سے کوئی مجبور دوست مجھے پکارتا

فَاَسْمَعَنِيْ وَ لَوْ اَحْبَبْتُ نَفْسِيْ اَخٌ فِيْ مِثْلِ ذٰلِكَ اَوْ حَلِيْفُ

اور ایسے وقت میں کوئی بھائی یا حلیف مجھے اپنی آواز سناتا تو اگر چہ مجھے اپنی جان پیاری ہے

اللِّيْفَ سے مشتق ہے۔ یعنی میں نے جوتے کو یا کھجور کی چھال کو سیا اور کبھی کہا جاتا ہے كَتِيْبَةٌ خَصِيْفٌ یعنی ایسا لشکر جس کا بعض بعض کے ساتھ بٹا ہوا ہو اور وہ کثیف ہو اور کتاب سیبویہ میں ہے کہ کتیبة خصیف کا معنی سیاہ لشکر ہے۔

شاعر کا قول ہے وَ مُنْقَلَبِيْ مِنَ الْاَبْوَاءِ۔ الابواء وہ جگہ ہے جہاں رسول اللہ ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی قبر مبارک ہے۔ اس جگہ کو ابواء کہنے کی وجہ یہ ہے کہ سیلاب کے ریلے یہاں آ کر ٹھہرتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مقام ابواء میں ایسے ہزار آدمیوں کی معیت میں اپنی والدہ ماجدہ کی قبر مبارک کی زیارت کی جنہوں نے اپنے سر ڈھانپے ہوئے تھے۔ حضور ﷺ خود بھی رو پڑے اور دوسروں کو بھی رلا دیا اور سابقہ جس شعر میں حَدَجٌ نَقِيْفٌ کا لفظ آیا ہے اس پر میں نے شیخ کے حاشیہ میں یہ وضاحت دیکھی ہے کہ حضرت ابوحنیفہ نے کہا حنظل ان پھلوں میں سے ہے جو بغیر چباؤ اور عادت کے کھائے جاتے ہیں۔ یہ اندرائن کے اوپر لگتا ہے، جیسے ککڑی کا پھل لگتا ہے اور اندرائن اس کا درخت ہے۔ پھر اس میں ایک پھول نکلتا ہے پھر پھول میں سے تربوز کے خوشوں کی مانند خوشے نکلتے ہیں پھر جب وہ بڑا ہو جاتا ہے اور اس کے بیج موٹے ہو جاتے ہیں تو اسے حدج کہتے ہیں اس کا واحد حدجۃ ہے، پھر جب اس میں زردی آ جاتی ہے تو اسے خطبان کہتے ہیں۔ حضرت ابوحنیفہ نے مزید کہا کہ حنظل جب سبزی کے بعد سیاہ ہو جاتا ہے تو اسے قہقرہ کہتے ہیں اور انہوں نے حنظل کی طرح ککڑی میں بھی حدج اور جراء کے نام ذکر کئے ہیں۔ اسی طرح ان دونوں درختوں کا نام شریہ ہے اور ککڑی کا نام تربوز کی طرح موٹا ہونے سے پہلے اقّ ہے اور فخ سے پہلے اسے نضف کہتے ہیں اور اس سے بھی جب چھوٹی ہو تو اسے قشعر، شعرورا اور ضغبوس کہتے ہیں۔

اَرُدُّ فَاَكْشِفُ الْغُمّٰی وَ اَرْمِیْ اِذَا كَلَحَ الْمُشَافِرُ وَالْاُنُوْفُ

"لیکن میں (اس کی آواز کا) جواب دیتا ہوں اور سختی کا حل نکالتا ہوں اور (خود کو اس میں) اس وقت ڈال دیتا ہوں جب (دوسرے لوگوں کے) ہونٹ اور ناک سکڑ جاتے ہیں"۔

وَ قِرْنٍ قَدْ تَرَكْتُ عَلٰی یَدَیْهِ یَنُوْءُ كَاَنَّهٗ غُصْنٌ قَصِیْفُ

"اور کتنے ہی مد مقابل ہیں جنہیں میں نے اپنے سامنے اس طرح کر دیا کہ وہ بمشکل اٹھ سکتے ہیں گویا وہ ٹوٹی ہوئی ٹہنی ہیں"۔

دَلَفْتُ لَهٗ اِذَا اخْتَلَطُوْا بِحَرّٰی مُسَحْسَحَةٍ لِعَانِدِهَا حَفِیْفُ

"جب لوگ باہم مل گئے تو میں نیزے کے ایک ایسے خون بہا دینے والے وار کے ساتھ اس کے قریب ہوا کہ اس کی رگ سے خراٹے کے ساتھ خون بہہ رہا تھا"۔

فَذٰلِكَ كَانَ صُنْعِیْ یَوْمَ بَدْرٍ وَ قَبْلُ اَخُوْ مُدَارَاةٍ عَزُوْفُ

"تو بدر کے روز میرا یہ کارنامہ تھا اور اس سے پہلے (میں ہر ایک سے) مدارات کرنے والا

اور نقیف کا معنی ہے ٹوٹا ہوا کیونکہ کہا جاتا ہے نَقَفْتُ رَاْسَهٗ عَنْ دِمَاغِهٖ۔ یعنی میں نے اس کا سر دماغ تک توڑ دیا۔

شاعر کا قول ہے: اَخُوْضُ الصَّرَّةَ الْجَمَّاءَ۔ الصرۃ کا معنی جماعت، چیخ و پکار اور سخت سردی ہے اور یہاں سخت سردی مراد ہے کیونکہ شاعر نے شعر کے آخر میں الشفیف کا لفظ ذکر کیا ہے جس کا معنی ٹھنڈک اور ہوا ہے۔ اسے الشفان بھی کہا جاتا ہے۔ ابن انباری نے یہ اشعار کہے:

قُلْ لِلشَّمَالِ الَّتِیْ هَبَّتْ مُزَعْزِعَةً تَذْرِیْ مَعَ اللَّیْلِ شَفَّانًا بِصُرَّادِ

"اس باد شمالی کو کہہ دو جو رات کو تیز بادلوں کے ساتھ ٹھنڈی تیز بارش اڑاتے ہوئے طوفانی صورت میں چلی

اِقْرِیِ السَّلَامَ عَلٰی نَجْدٍ وَ سَاكِنِهٖ وَ حَاضِرٍ بِاللِّوٰی اِنْ كَانَ اَوْ بَادِ

کہ نجد اور اس کے رہنے والے اور اس شخص کو سلام کہنا جو وادی کے موڑ پر حاضر ہے یا کسی ویرانے میں نکل گیا ہے"۔

سَلَامَ مُغْتَرِبٍ فِقْدَانِ مَنْزِلِهٖ اِنْ اَنْجَدَ النَّاسُ لَا یَهْمُمْ بِاِنْجَادِ

"ایک غریب الوطن مسافر کا سلام (کہنا) جو اپنے گھر کو کھو چکا ہے اگر لوگ نجد جائیں تو وہ نجد جانے کا ارادہ نہیں کرے گا"۔

اور گھٹیا کاموں سے اعراض کرنے والا تھا"۔

اَخُوكُمْ فِي السِّنِينَ كَمَا عَلِمْتُمْ وَ حَرْبٌ لَا يَزَالُ لَهَا صَرِيفُ

"(میں) قحط سالیوں میں تو تمہارا بھائی ہوں جیسا کہ تمہیں معلوم ہے اور ایسا (سراپا) جنگ ہوں جس کی (حرکت کی) آواز ہمیشہ آتی رہتی ہے"۔

وَ مِقْدَامٌ لَكُمْ لَا يَزْدَهِينِي جَنَانُ اللَّيْلِ وَالْاَنَسُ اللَّفِيفُ

"اور تمہاری خاطر ہر ایک پر سبقت لے جانے والا ہوں۔ رات کے اندھیرے اور لوگوں کی بھیڑ بھاڑ مجھے خوفزدہ نہیں کرتی"۔

اَخُوضُ الصَّرَّةَ الْحَمَّاءَ خَوْضًا اِذَا مَا الْكَلْبُ اَلْجَاهُ الشَّفِيفُ

"میں انتہائی سخت سردی میں اس وقت غوطے لگاتا ہوں جب کتے کو بارش کی سردی پناہ لینے پر مجبور کر دیتی ہے"۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: میں نے طوالت کے خوف سے ابو اسامہ کا قصیدہ لامیہ چھوڑ دیا ہے جس میں پہلے اور دوسرے شعر کے سوا بدر کا کچھ ذکر نہیں۔

ہند بنت عتبہ کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے کہا: ہند بنت عتبہ بن ربیعہ نے بدر کے روز اپنے باپ کا یہ مرثیہ کہا:

اَعَيْنَيَّ جُوْدَا بِدَمْعٍ سَرِبٍ عَلَى خَيْرِ خِنْدِفَ لَمْ يَنْقَلِبْ

"اے میری آنکھ! بنی خندف کے بہترین شخص پر بہتے ہوئے آنسوؤں سے سخاوت کر جو پلٹا نہیں"۔

تَدَاعَى لَهُ رَهْطُهُ غُدْوَةً بَنُوْ هَاشِمٍ وَ بَنُوْ الْمُطَّلِبْ

"اس کی جماعت بنی ہاشم اور بنی مطلب نے اسے صبح کے وقت بلایا"۔

يُذِيقُوْنَهُ حَدَّ اَسْيَافِهِمْ يَعُلُّوْنَهُ بَعْدَ مَا قَدْ عَطِبْ

"تاکہ اسے اپنی تلواروں کی دھار کا مزہ چکھائیں اور اس کے ہلاک ہونے کے بعد دوبارہ

ہند کے اشعار

ہند کے اشعار میں ہے: جَبِيْلَ الْمَرَاةِ۔ اَلْمَرَاۃ سے مراد مَرْآةُ الْعَيْنِ (آنکھوں دیکھا منظر) ہے۔ ہمزہ کی حرکت ماقبل ساکن کی طرف منتقل کر کے ہمزہ کو حذف کر دیا گیا۔ جب ہمزہ کی حرکت

اسے اس کا گھونٹ پلائیں"۔

يَجُرُّوْنَهٗ وَ عَفِيْرُ التُّرَابِ عَلٰى وَجْهِهٖ عَارِيًا قَدْ سُلِبْ

"وہ اسے اس حالت میں کھینچ رہے تھے کہ مٹی کا غبار اس کے ننگے چہرے پر تھا (جس کا سارا سامان) چھین لیا گیا تھا"۔

وَ كَانَ لَنَا جَبَلًا رَاسِيًا جَمِيْلَ الْمَرَاةِ كَثِيْرَ الْعُشُبْ

"حالانکہ وہ ہمارے لئے ایک مضبوط، خوش منظر اور سبزہ زار پہاڑ تھا"۔

وَ اَمَّا بُرَيٌّ فَلَمْ اُعْنِهٖ فَاُوْتِيَ مِنْ خَيْرٍ مَا يَحْتَسِبْ

"البتہ بری (نامی شخص) کا کیا حال ہے مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں۔ اسے اس قدر بھلائی حاصل ہوگئی جو حساب کے لئے کافی ہے"۔

ہند نے یہ اشعار بھی کہے:

يَرِيْبُ عَلَيْنَا دَهْرُنَا فَيَسُوْؤُنَا وَ يَاْبٰى فَمَا نَاْتِيْ بِشَيْءٍ يُغَالِبُهٗ

"ہمارا زمانہ ہم پر ناگفتہ بہ حالات ڈالتا ہے تو ہمیں برا معلوم ہوتا ہے اور وہ (اچھے حالات کا) انکار کرتا ہے تو ہم کوئی ایسا اقدام نہیں کر سکتے جو اس پر غالب آجائے"۔

اَبَعْدَ قَتِيْلٍ مِّنْ لُؤَيِّ بْنِ غَالِبٍ يُرَاعُ امْرُؤٌ اَنْ مَاتَ اَوْ مَاتَ صَاحِبُهٗ

"کیا بنی لوی بن غالب کے اس مقتول کے بعد بھی کسی شخص کو ڈرایا جائے گا کہ وہ مرجائے گا یا اس کا ساتھی مرجائے گا"۔

اَلَا رُبَّ يَوْمٍ قَدْ رُزِئْتُ مُرَزَّاً تَرُوْحُ وَ تَغْدُوْ بِالْجَزِيْلِ مَوَاهِبُهٗ

"خبردار! ایک دن ایسا بھی آیا کہ ایک ایسا سخی میرے پاس سے گم کردیا گیا جس کی بخششیں صبح وشام کثرت سے جاری تھیں"۔

فَاَبْلِغْ اَبَا سُفْيَانَ عَنِّيْ مَاْلُكًا فَاِنْ اَلْقَهٗ يَوْمًا فَسَوْفَ اُعَاتِبُهٗ

"ابوسفیان کو میری طرف سے یہ پیغام پہنچا دو اور اگر کسی دن میری اس سے ملاقات ہوئی تو میں خود بھی اس سے شکایت کروں گی"۔

منتقل ہو جائے تو وہ حذف ہو جاتا ہے کیونکہ وہ الف ساکن کی تقدیر پر باقی رہتا ہے اور اس کا ماقبل ساکن حرف سکون کے حکم پر باقی رہتا ہے کیونکہ اس کی طرف منتقل ہونے والی حرکت عارضی ہوتی ہے تو یہاں دو ساکن جمع ہو گئے اس لئے الف کو حذف کر دیا گیا۔ ابن جنی کے کلام کا یہی مفہوم ہے۔

فَقَدْ كَانَ حَرْبٌ يَسْعَرُ الْحَرْبَ اِنَّهٗ لِكُلِّ امْرِیءٍ فِی النَّاسِ مَوْلًی یُطَالِبُهٗ

''کیونکہ حرب ایسا شخص تھا جو جنگ کو بھڑکاتا تھا۔ بے شک لوگوں میں ہر شخص کا کوئی نہ کوئی سرپرست ہوتا ہے جس کے پاس وہ شخص مطالبے پیش کرتا ہے''۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: بعض علمائے شعر انکار کرتے ہیں کہ یہ اشعار ہند کے ہیں۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: ہند نے یہ اشعار بھی کہے:

لِلّٰهِ عَيْنَا مَنْ رَاٰی هُلْكًا كَهُلْكِ رِجَالِيَهْ

''اللہ ہی کے لئے ہے اس شخص کی دونوں آنکھوں کی خوبی جس نے میرے لوگوں کی ہلاکت کی طرح ہلاکت دیکھی''۔

يَا رُبَّ بَالٍ لِیْ غَدًا فِی النَّائِبَاتِ وَ بَاكِيَهْ

''اے وہ مرد اور عورت جو کل آفتوں میں پھنس کر میرے لئے روؤ گے''۔

كَمْ غَادَرُوْا يَوْمَ الْقَلِيْبِ غَدَاةَ تِلْكَ الْوَاعِيَهْ

''اس چیخ و پکار کی صبح کنویں (کے بھرنے) کے دن کتنے لوگوں نے (مجھ سے) جدائی اختیار کی''۔

مِنْ كُلِّ غَيْثٍ فِی السِّنِيْنَ اِذَا الْكَوَاكِبُ خَاوِيَهْ

''جو قحط سالیوں میں ابر باراں ہوتے تھے جب ستارے بغیر بارش کے ڈوب جاتے''۔

قَدْ كُنْتُ اَحْذَرُ مَا اَرٰی فَالْيَوْمَ حُقَّ حِذَارِيَهْ

مجھے اسی واقعہ کا خوف رہتا تھا جو میں دیکھ رہی ہوں تو آج میرا خوف حقیقت بن گیا ہے۔

قَدْ كُنْتُ اَحْذَرُ مَا اَرٰی فَ[illegible] الْغَدَاةَ مُوَامِيَهْ

''مجھے اسی واقعہ کا خوف رہتا تھا جو میں دیکھ رہی ہوں تو [illegible] صبح میں دیوانی ہو گئی ہوں''۔

يَا رُبَّ قَائِلَةٍ غَدًا يَا وَيْحَ اُمِّ مُعَاوِيَهْ

''اے وہ بہت سی عورتو! جو کل یہ کہنے والی ہو جاؤ گی افسوس معاویہ کی ماں پر (سن لو)''۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: بعض علمائے شعر انکار کرتے ہیں کہ یہ اشعار ہند کے ہیں۔

ہند کا قول ہے: فامّا بُرَیّ فلم اعنه۔ بُرَیّ اَلْبَرَاء کی تصغیر ہے۔ یہ ایک آدمی کا نام ہے۔

ہند کا قول ہے: فانا الغداة مُوامِیَه۔ موامیة کا معنی ہے ذلیل اور یہ ہمزہ کے ساتھ مؤامیة ہے لیکن اسے تخفیف کے طور پر واؤ سے بدل دیا گیا۔ یہ لفظ الأمة سے ماخوذ ہے۔ آپ کا قول ہے

علامہ ابن اسحاق نے کہا: ہند نے یہ اشعار بھی کہے:

يَا عَيْنُ بَكِّي عُتْبَهْ شَيْخًا شَدِيدَ الرَّقَبَهْ

"اے آنکھ! مضبوط گردن والے بوڑھے عتبہ پر رو"۔

يُطْعِمُ يَوْمَ الْمَسْغَبَهْ يَدْفَعُ يَوْمَ الْمَغْلَبَهْ

"جو بھوک اور قحط سالی کے دن کھانا کھلاتا تھا اور غلبے کے دن مدافعت کرتا تھا"۔

إِنِّي عَلَيْهِ حَرِبَهْ مَلْهُوفَةٌ مُسْتَلَبَهْ

"میں اس پر بہت غمگین، رنجیدہ اور دیوانی ہوگئی ہوں"۔

لَنَهْبِطَنَّ يَثْرِبَهْ بِغَارَةٍ مُنْثَعِبَهْ

"ہم یثرب پر ضرور ایک بہہ پڑنے والے حملے کے ساتھ اتریں گے"۔

فِيهَا الْخُيُولُ مُقْرَبَهْ كُلُّ جَوَادٍ سَلْهَبَهْ

"جس حملہ میں گھروں کے قریب رکھ کر پالے ہوئے گھوڑے ہوں گے (جن میں سے) ہر گھوڑا طویل القامت ہوگا"۔

صفیہ کے اشعار

صفیہ بنت مسافر بن ابوعمرو بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف نے بدر کے روز کنویں میں

تَأَمَّيْتُ أَمَةً۔ میں نے لونڈی بنائی۔ یہ بھی جائز ہے کہ یہ لفظ اَلْمُوَاءَمَة سے مقلوب کیا گیا ہو جس کا معنی موافقت ہے۔ اس بناء پر اس کی اصل مُوَائِمَة ہوگی پھر اس میں قلب کیا گیا تو یہ مُفَاعِلَة کے وزن پر مُوَامِيَة بن گیا۔ ہند کی مراد یہ ہے کہ وہ ذلیل ہوگئی ہے۔ وہ اپنی ذلت کا انکار نہیں کرتی بلکہ چار وناچار اپنے دشمن کی موافقت کرتی ہے۔ اسی سے اَلتَّوْأَمُ کا لفظ مشتق ہے کیونکہ اس کا وزن فَوْعَل ہے جیسے اَلتَّوْلَجُ ان دونوں میں تاء واؤ کا بدل ہے۔ یہ صاحب العین کا قول ہے۔

ہند کا قول ہے: مَلْهُوفَةٌ مُسْتَلَبَة۔ مُسْتَلَبَة میں عمدہ ترین قول یہ ہے کہ یہ السلاب سے ماخوذ ہے اور لام کے کسرہ کے ساتھ ہے اور السلاب وہ سیاہ کپڑا ہے جو نوحہ کرنے والی عورت اوڑھتی ہے۔ اسی سے نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد ہے جو آپ نے حضرت اسماء بنت عمیس کو اس وقت فرمایا جب ان کے خاوند حضرت جعفر کی وفات ہوئی کہ تَسَلَّبِي ثَلَاثًا ثُمَّ اصْنَعِي مَا شِئْتِ "تم تین دن سیاہ لباس پہنو پھر جو چاہو کرو"۔ یہ حدیث احداد کے ساتھ منسوخ ہے اور قابل تاویل ہے۔ اسے طبری نے ذکر کیا ہے۔

ڈالے جانے والے قریش کے مقتولوں کا یہ مرثیہ کہا جس میں وہ ان کی مصیبت کو یاد کرتی ہے:

يَا مَنْ لِعَيْنٍ قَذَاهَا عَائِرُ الرَّمَدِ حَدَّ النَّهَارِ وَ قَرْنُ الشَّمْسِ لَمْ يَقِدِ

''ہے کوئی فریادرس اس آنکھ کا جس کا خاشاک دن کے آخری حصے میں بھی آشوب بن گیا ہے اور وہ سورج کے آخری کنارے کی بھی تاب نہیں لاسکتی''۔

أُخْبِرْتُ أَنَّ سَرَاةَ الْاَكْرَمِيْنَ مَعًا قَدْ أَحْرَزَتْهُمْ مَنَايَا هُمْ إِلٰى أَمَدِ

''مجھے خبر دی گئی ہے کہ شرفاء کے سب سرداروں کو ان کی موتوں نے ایک خاص وقت پر ایک ساتھ جمع کر دیا ہے''۔

وَ فَرَّ بِالْقَوْمِ أَصْحَابُ الرِّكَابِ وَ لَمْ تَعْطِفْ غَدَاتَئِذٍ أُمٌّ عَلٰى وَلَدِ

''اور سواریوں والے لوگ قوم کو لے کر بھاگ گئے اور اس صبح کو کسی ماں نے بچے کی طرف مڑ کر بھی نہ دیکھا''۔

قُوْمِيْ صَفِيَّ وَ لَا تَنْسَى قَرَابَتَهُمْ وَ إِنْ بَكَيْتِ فَمَا تَبْكِيْنَ مِنْ بُعُدِ

''اے صفیہ! اٹھ اور اس کی رشتہ داری کو نہ بھلا اور اگر تو رونا چاہے تو دور سے نہ رو''۔

كَانُوْا سُقُوْبَ سَمَاءِ الْبَيْتِ فَانْقَصَفَتْ فَأَصْبَحَ السَّمْكُ مِنْهَا غَيْرَ ذِيْ عَمَدِ

وہ گھر کی چھت کے ستون تھے، وہ ٹوٹ گئے تو گھر کا اوپر کا حصہ بغیر ستونوں کے ہو کر رہ گیا۔

علامہ ابن ہشام نے کہا اس کا شعر كَانُوْا سُقُوْبَ مجھے بعض علمائے شعر نے سنایا ہے۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: صفیہ بنت مسافر نے یہ اشعار بھی کہے:

أَلَا يَا مَنْ لِعَيْنٍ لِلتَّبَكِّيْ دَمْعُهَا فَانْ

ارے ہے کوئی اس آنکھ کا فریادرس جس کے آنسو رونے کی وجہ سے ختم ہوتے جارہے ہیں۔

كَغَرْبَيْ دَالِجٍ يَسْقِيْ خِلَالَ الْغَيْثِ الدَّانْ

''(اس آنکھ کی حالت) کنویں سے حوض تک پانی لے جانے والے ان دو ڈولوں کی طرح ہے جو بارش سے اگی ہوئی قریبی گھاس کے درمیان بھی پانی بہار ہے ہیں''۔

وَ مَا لَيْثُ غَرِيْفٍ ذُوْ أَظَافِيْرَ وَ أَسْنَانْ

''اور پنجوں اور دانتوں والے جھاڑی کے شیر کی کیا شان ہے؟''

أَبُوْ شِبْلَيْنِ وَثَّابٌ شَدِيْدُ الْبَطْشِ غَرْثَانْ

''جو دو کم سن شیروں کا باپ ہے، خوب حملہ کرنے والا، مضبوط گرفت والا اور بھوکا ہے''۔

كَحَبِيْبِىْ اِذْ تَوَلّٰى وَ وُجُوْهُ الْقَوْمِ اَلْوَانُ

"(وہ شیر) میرے دوست کی مانند ہے جس کے لوٹنے سے لوگوں کے چہروں کے رنگ اڑنے لگے"۔

وَ بِالْكَفِّ حُسَامٌ صَارِمٌ اَبْيَضُ ذُكْرَانُ

"اور (اس کے) ہاتھ میں سفید فولاد کی تیز کاٹنے والی تلوار ہے"۔

وَ اَنْتَ الطَّاعِنُ النَّجْلَا ءَ مِنْهَا مُزْبِدٌ آنٍ

"(اے میرے دوست!) تو نیزے سے کشادہ زخم لگانے والا ہے جس سے جھاگ والا گرم خون (بہہ پڑتا ہے)"۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: لوگ اس کے اشعار "و ما ليث غريف تا آخر" سابقہ دونوں اشعار سے علیحدہ کر کے بھی روایت کرتے ہیں۔

ہند بنت اثاثہ کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے کہا: ہند بنت اثاثہ بن عباد بن مطلب نے عبید بن حارث بن مطلب کا یہ مرثیہ کہا:

لَقَدْ ضُمِّنَ الصَّفْرَاءُ مَجْدًا وَ سُوْدَدًا وَ حِلْمًا اَصِيْلًا وَّافِرَ اللُّبِّ وَالْعَقْلِ

"مقام صفراء میں بزرگی، سرداری، پختہ عقل اور ذہانت و دانش کی بڑی مقدار رکھ دی گئی"۔

عُبَيْدَةَ فَابْكِيْهِ لِاَضْيَافِ غُرْبَةٍ وَ اَرْمَلَةٍ تَهْوِىْ لِاَشْعَثَ كَالْجِذْلِ

"یعنی عبیدہ (کو وہاں رکھ دیا گیا) اس لئے اس پر سفر کے مہمانوں اور ان بیواؤں کے لئے رو جو پریشانی میں اس کے پاس آیا کرتی تھیں۔ وہ شخص درخت کے تنے کی طرح تھا"۔

وَ بَكِّيْهِ لِلْاَقْوَامِ فِىْ كُلِّ شَتْوَةٍ اِذَا احْمَرَّ آفَاقُ السَّمَاءِ مِنَ الْمَحْلِ

"اور اس پر ان لوگوں کے لئے رو جو ہر موسم سرما میں اس وقت (اس کے پاس آیا کرتے) جب قحط سالی کی وجہ سے آسمان کے کنارے سرخ ہو جاتے"۔

وَ بَكِّيْهِ لِلْاَيْتَامِ وَالرِّيْحُ زَفْزَفٌ وَ تَشْبِيْبِ قِدْرٍ طَالَمَا اَزْبَدَتْ تَغْلِىْ

"اور اس پر یتیموں کے لئے رو (جنہیں اس کے پاس اس وقت پناہ ملتی) جب سخت ہوا کے تیز جھونکے آتے اور ان دیگوں کے نیچے آگ روشن کرنے کے لئے رو جو لمبی مدت تک ابلتے ہوئے جھاگ چھوڑتی رہتی تھیں"۔

فَاِنْ تُصْبِحِ النِّيْرَانُ قَدْ مَاتَ ضَوْءُهَا فَقَدْ كَانَ يُذْكِيهِنَّ بِالْحَطَبِ الْجَزْلِ

''پھر اگر آگوں کی روشنی بجھ جاتی تو وہ انہیں موٹی لکڑیوں کے ایندھن سے سلگایا کرتا تھا''۔

لِطَارِقِ لَيْلٍ اَوْ لِمُلْتَمِسِ الْقِرٰى وَ مُسْتَنْبِحٍ اَضْحٰى لَدَيْهِ عَلٰى رِسْلِ

''(وہ دیگیں) رات کو کسی آنے والے مہمان کے لئے یا ضیافت کے طالب اور اس گم کردہ راہ مسافر کے لئے (پکائی جاتیں) جو کتے کی آواز سن کر آہستہ آہستہ اس کے قریب آتا''۔

علامہ ابن ہشام نے کہا اکثر علمائے شعر انکار کرتے ہیں کہ یہ اشعار ہند کے ہیں۔

قتیلہ بنت حارث کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے کہا: قتیلہ بنت حارث نے اپنے بھائی نضر بن حارث کا یہ مرثیہ کہا:

يَا رَاكِبًا اِنَّ الْاُثَيْلَ مَظِنَّةٌ مِنْ صُبْحِ خَامِسَةٍ وَّ اَنْتَ مُوَفَّقٌ

''اے سوار! مقام اثیل کے متعلق مجھے پانچویں روز کی صبح سے بدگمانی ہے اور تو بڑے ٹھیک وقت پر آیا ہے (جب تیری ضرورت تھی)''۔

اَبْلِغْ بِهَا مَيْتًا بِاَنَّ تَحِيَّةً مَا اِنْ تَزَالُ بِهَا النَّجَائِبُ تَخْفِقُ

''وہاں کی ایک میت کو پیغام پہنچا دینا کہ اسے سلام ہو جب تک شریف اونٹنیاں وہاں تیزی سے آتی جاتی رہیں''۔

هَلْ يَسْمَعَنِّي النَّضْرُ اِنْ نَادَيْتُهُ اَمْ كَيْفَ يَسْمَعُ مَيِّتٌ لَّا يَنْطِقُ

''اگر میں پکاروں تو کیا نضر میری پکار سنے گا یا وہ مردہ کیسے سن سکتا ہے جو بول نہیں سکتا؟''

اَ مُحَمَّدٌ يَا خَيْرَ ضِنْءِ كَرِيمَةٍ فِيْ قَوْمِهَا وَالْفَحْلُ فَحْلٌ مُعْرِقُ

قتیلہ کے اشعار

علامہ ابن ہشام نے قتیلہ بنت حارث کے اشعار کا ذکر کیا ہے کہ وہ اپنے بھائی نضر بن حارث کا مرثیہ کہتی ہے حالانکہ صحیح یہ ہے کہ وہ نضر کی بیٹی ہے بہن نہیں۔ زہیر وغیرہ نے اسی طرح کہا ہے اور کتاب الدلائل میں بھی اسی طرح مذکور ہے۔ یہ قتیلہ ابو امیہ کے چھوٹے بیٹے حارث کی بیوی تھی اور یہ ثریا بنت عبداللہ بن حارث کی دادی ہے جس کے متعلق عمر بن ابی ربیعہ نے درج ذیل اشعار اس وقت کہے جب سہیل بن عبدالرحمٰن بن عوف نے اس کا رشتہ طلب کیا:

اَيُّهَا الْمُنْكِحُ الثُّرَيَّا سُهَيْلًا عَمْرَكَ اللّٰهُ كَيْفَ يَلْتَقِيَانِ

اے ثریا کا نکاح سہیل سے کرنے والے! اللہ تیری عمر دراز کرے، یہ ایک دوسرے سے کیسے ملیں گے؟

"اے محمد (ﷺ) اے اپنی قوم کی شریف عورت کی بہترین اولاد! اور شریف تو وہی ہوتا ہے جو نسلاً شریف ہو"۔

مَا كَانَ ضَرَّكَ لَوْ مَنَنْتَ وَ رُبَّمَا مَنَّ الْفَتٰى وَ هُوَ الْمَغِيظُ الْمُحْنَقُ

"اگر آپ احسان کرتے (اور اسے چھوڑ دیتے) تو آپ کا کیا نقصان ہوتا اور ایسا بہت کم ہوا ہے کہ نوجوان ایسی حالت میں احسان کرے جبکہ وہ غصہ سے بھرا کینہ ور ہو"۔

اَوْ كُنْتَ قَابِلَ فِدْيَةٍ فَلْيُنْفِقَنْ بِاَعَزِّ مَا يَغْلُوْبِهٖ مَا يُنْفِقُ

"یا آپ فدیہ قبول کر لیتے تو مصارف جتنے زیادہ سے زیادہ دشوارترین ہوتے وہ ضرور خرچ کیے جاتے"۔

فَالنَّضْرُ اَقْرَبُ مَنْ اَسَرْتَ قَرَابَةً وَ اَحَقُّهُمْ اِنْ كَانَ عِتْقٌ يُعْتَقُ

"کیونکہ نضر ان تمام لوگوں میں زیادہ قریبی رشتہ دار ہے جن کو آپ نے اسیر کیا اور ان سب سے زیادہ اس بات کا حقدار ہے کہ اگر آزادی ممکن ہو تو آزاد کر دیا جائے"۔

ظَلَّتْ سُيُوْفُ بَنِيْ اَبِيْهِ تَنُوْشُهٗ لِلّٰهِ اَرْحَامٌ هُنَاكَ تُشَقَّقُ

"اس کے بھائیوں کی تلواریں اسے ٹکڑے ٹکڑے کرتی رہیں۔ ہائے خدایا وہاں قرابتوں کے ٹکڑے ٹکڑے ہوتے رہے"۔

صَبْرًا يُقَادُ اِلَى الْمَنِيَّةِ مُتْعَبًا رَسْفَ الْمُقَيَّدِ وَهُوَ عَانٍ مُوْثَقُ

"اسے موت کی جانب اس حالت میں کھینچا جاتا ہے کہ اس کے ہاتھ پاؤں بندھے ہیں، تھکا ماندہ ہے، بیڑیوں میں بمشکل پاؤں اٹھا رہا ہے اور زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے"۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: اللہ ہی بہتر جانتا ہے، کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جب ان اشعار کی خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا: لَوْ بَلَغَنِيْ هٰذَا قَبْلَ قَتْلِهٖ لَمَنَنْتُ عَلَيْهِ "اگر اس کے قتل سے پہلے میرے پاس یہ خبر پہنچتی تو میں ضرور اس پر احسان کرتا"۔

غزوۂ بدر سے فراغت کی تاریخ

علامہ ابن اسحاق نے کہا: رسول اللہ ﷺ غزوۂ بدر سے ماہِ رمضان کے آخر میں یا شوال میں فارغ ہوئے۔

هِيَ شَامِيَّةٌ اِذَا مَا اسْتَقَلَّتْ وَ سُهَيْلٌ اِذَا اسْتَقَلَّ يَمَانٍ

"جب ثریا منفرد ہو تو وہ ملک شام سے تعلق رکھتی ہے اور جب سہیل منفرد ہو تو وہ یمنی ہے"۔

چشمہ کدر پر غزوۂ بنی سلیم

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ غزوۂ بدر سے واپس مدینہ منورہ تشریف لائے تو ابھی ایک ہفتہ ہی گزرا تھا کہ آپ ﷺ بنی سلیم کی سرکوبی کے لئے روانہ ہو گئے۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: اس دفعہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سباع بن عرفطہ غفاری یا حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہما کو مدینہ طیبہ کا عامل مقرر فرمایا۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: نبی کریم ﷺ ان کے چشموں میں سے ایک کدر نامی چشمے پر جلوہ افروز ہوئے۔ تین راتیں وہاں قیام فرمانے کے بعد مدینہ طیبہ کی طرف مراجعت فرما ہوئے۔ اس سفر میں کوئی جنگ درپیش نہ ہوئی۔ اس کے بعد شوال کے بقیہ ایام اور ذی قعدہ کا پورا مہینہ آپ ﷺ مدینہ منورہ میں رونق افروز رہے۔ اس عرصہ میں قریش کے جنگی قیدیوں کی طرف سے فدیہ ادا کرنے اور انہیں رہا کرنے کا سلسلہ جاری رہا۔

غزوۂ قرقرۃ الکدر

غزوۂ بنی سلیم کا دوسرا نام غزوۂ قرقرۃ الکدر ہے۔ قرقرہ نرم اور نشیبی زمین کو کہتے ہیں اور کدر سے مراد مٹیالے دھبوں والے پرندوں کو کہتے ہیں جن کی وجہ سے وہ زمین مشہور تھی۔ ایک دفعہ حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اس غزوہ میں رسول اللہ ﷺ کی معیت میں کئے جانے والے سفر کا حال بیان کر رہے تھے کہ حضرت عمران بن سوادہ نے آپ سے کہا: آپ کی رعایا آپ کی سختی اور جبر و تشدد کی شکایت کرتی ہے۔ آپ نے فوراً اپنا درہ تھاما اور اس کی رسیوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے فرمایا: میں غزوۂ قرقرہ الکدر میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھا، میں خوش حال زندگی بسر کرتا اور سیر ہو کر کھاتا، لوگوں کو بھی پلاتا اور خود بھی سیراب ہوتا تھا۔ اب میں لوگوں کو ڈانٹتا زیادہ ہوں، مارتا کم ہوں، سرکشوں کا مقابلہ کرتا ہوں اور بے قابو ہو جانے والے لوگوں کو جھڑکتا ہوں اور سخت مزاج لوگوں کو اپنی طرف کھینچتا ہوں۔ میں اپنی لاٹھی سونت کر بلند تو کرتا ہوں لیکن مارتا ہاتھ کے ساتھ ہوں۔ اگر میں ایسا بھی نہ کرتا تو سب کچھ ضائع کر دیتا۔ اس طرح آپ نے اپنے حسن سیاست کا تذکرہ فرمایا۔

غزوۂ سویق

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: جب ابوسفیان بھاگ کر مکہ پہنچا اور لشکر قریش بدر سے واپس لوٹا تو اس نے قسم کھائی کہ جب تک وہ محمد (ﷺ) سے جنگ کر کے انتقام نہیں لے گا اس وقت تک وہ غسل جنابت نہیں کرے گا۔ اپنی اس قسم کو پورا کرنے کے لئے ماہِ ذوالحجہ میں وہ قریش کے دوسو سواروں کے ہمراہ روانہ ہوا، اس نے عام راستہ کے بجائے نجد کا لمبا راستہ اختیار کیا۔ حتیٰ کہ وہ وادئ قناۃ سے گزرتا ہوا ثیب نامی پہاڑ کے دامن میں پہنچ گیا۔ یہ پہاڑ مدینہ طیبہ سے تقریباً ایک برید (بارہ میل) کی مسافت پر واقع ہے۔ پھر رات کی تاریکی میں چھپتا چھپاتا بنی نضیر کے محلہ میں آیا اور ان کے ایک رئیس حیی بن اخطب کے دروازے پر آ کر دستک دی لیکن اس نے دروازہ کھولنے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گیا پھر وہ وہاں سے لوٹ کر سلام بن مشکم کے دروازے پر آیا۔ یہ سلام اپنے زمانے میں یہودیوں کا سردار اور ان کے خزانے کا نگران تھا۔ ابوسفیان نے اس سے ملاقات کا اذن طلب کیا۔ اس نے اسے اندر آنے کی اجازت دی اور اس کی پر تکلف ضیافت کا اہتمام کیا۔ اس نے ابوسفیان کو مسلمانوں کے خفیہ حالات سے آگاہ کیا۔ نصف شب کے بعد ابوسفیان وہاں سے نکلا اور اپنے سپاہیوں کے پاس واپس آ گیا اور قریش کے چند آدمیوں کو مدینہ منورہ کی طرف بھیج دیا۔ یہ لوگ مدینہ کے ایک علاقہ میں آئے جس کا نام عریض تھا یہاں کھجور کے چھوٹے پودوں کا ایک بڑا ذخیرہ تھا۔ انہوں نے اسے نذرِ آتش کیا۔ وہاں ایک انصاری اور اس کے ایک ساتھی کو اپنی کھیتی میں تنہا پایا اور انہیں شہید کر دیا پھر وہ سب وہاں سے بھاگ گئے، لوگ ان سے باخبر ہو کر چوکنے ہو گئے، رسول اللہ ﷺ ان کے تعاقب

حضرت ابن اسحاق نے ذکر کیا کہ ابوسفیان نے قسم کھائی تھی کہ جب تک وہ محمد (ﷺ) سے جنگ کر کے انتقام نہ لے لے گا اس وقت تک غسل جنابت نہ کرے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ دورِ جاہلیت میں بھی دین ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کے مطابق غسل جنابت کیا جاتا تھا جیسا کہ ان لوگوں میں حج اور نکاح کے افعال باقی تھے۔ جب کا معنی ہے ایک طرف ہونا، دور ہونا، چونکہ ناپاکی کی حالت میں اہل عرب مسجد حرام اور دیگر مقدس مقامات سے پہلوتہی کرتے اور ان سے دور رہتے تھے، اس لئے وہ اسے غسل جنابت کا نام دیتے تھے اور کہتے تھے رَجُلٌ جُنُبٌ وَ قَوْمٌ جُنُبٌ (یعنی جنبی آدمی اور جنبی قوم)۔ اسی وجہ سے اس کلمہ کا یہی معنی قرآن کریم میں معروف ہوا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ؕ (المائدہ:٦) (اور اگر ہو تم جنبی تو (سارا بدن) پاک کرلو)۔ پس حدث اکبر اسی نام

میں نکلے، مدینہ طیبہ میں حضرت ابولبابہ بشیر بن عبدالمنذر رکو اپنا نائب مقرر فرمایا اور بڑھتے ہوئے قرقرۃ الکدر تک جا پہنچے پھر حضور ﷺ واپس تشریف لے آئے۔ ابوسفیان اور اس کے لشکر سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ گئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ستو کی کثیر التعداد بوریاں راستے میں گری ہوئی دیکھیں جو انہوں نے کھیتوں میں پھینک دی تھیں تاکہ اپنے بوجھ کو ہلکا کر کے تیزی سے بھاگ سکیں۔ جب رسول اللہ ﷺ واپس تشریف لائے تو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! کیا حضور ﷺ امید کرتے ہیں کہ ہمارا یہ سفر جہاد شمار ہوگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا بے شک۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ غزوہ غزوۂ سویق اس لئے کہلاتا ہے کہ کفار نے بھاگتے ہوئے ستو کی بہت سی بوریاں پھینک دی تھیں جن پر مسلمانوں نے قبضہ کرلیا۔ چونکہ عرب میں ستو کو سویق کہتے ہیں اس لئے یہ غزوہ بھی اسی نام سے مشہور ہے۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: جب سلام بن مشکم یہودی نے ابوسفیان کو اپنے پاس ٹھہرایا اور اس کی ضیافت کی تو واپس لوٹتے ہوئے اس نے یہ اشعار کہے:

وَ اِنِّی تَخَیَّرْتُ الْمَدِیْنَۃَ وَاحِدًا   لِحِلْفٍ فَلَمْ اَنْدَمْ وَ لَمْ اَتَلَوَّمِ

"اور میں نے مدینہ میں ایک شخص کو عہد و پیمان کے لئے منتخب کیا تو نہ میں پچھتایا اور نہ قابل ملامت ہوا"۔

سَقَانِیْ فَرَوَّانِیْ کُمَیْتًا مُدَامَۃً   عَلٰی عَجَلٍ مِّنِّیْ سَلَامُ بْنُ مُشْکَمِ

"سلام بن مشکم نے میری جلدی کے باوجود مجھے ایسی شراب پلا کر سیراب کیا جو سر کو چکرا

سے معروف تھا اس لئے انہیں اس کی تفسیر کی ضرورت نہ تھی۔ البتہ حدث اصغر جو کہ وضو کا موجب ہے، اسلام سے قبل معروف نہ تھا۔ اسی وجہ سے اس کے متعلق یہ نہ فرمایا: وَ اِنْ کُنْتُمْ مُحْدِثِیْنَ فَتَوَضَّؤُوْا کہ اگر تمہیں حدث لاحق ہو تو وضو کرلو جس طرح یہ فرمایا تھا وَ اِنْ کُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا[1] بلکہ فرمایا: فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَ اَیْدِیَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَ امْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَیْنِ[2]۔ (تو (پہلے) دھلوا اپنے چہرے اور اپنے بازو کہنیوں تک اور مسح کرو اپنے سروں پر اور دھلوا اپنے پاؤں ٹخنوں تک)۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے وضو، اس کے اعضاء، اس کا طریقہ اور وہ اسباب بیان فرمائے جو وضو کو لازم کرتے ہیں۔ جیسے نیند سے بیدار ہونا، قضائے حاجت کے بعد آنا اور عورتوں سے صحبت کرنا لیکن جنابت کے معاملہ میں نماز و وجوب طہارت کے ذکر سے زیادہ کسی بیان کی محتاج نہیں۔

دینے والی تھی''۔

وَ لَمَّا تَوَلَّی الْجَحْشُ قُلْتُ وَ لَمْ اَكُنْ لِاُفْرِحَهٗ اَبْشِرْ بِعِزٍّ وَّ مَغْنَمِ

''اور جب لشکر واپس ہوا تو میں نے ان سے کہا تمہیں غلبہ اور غنیمت کی بشارت ہو اور میں ان پر بوجھ نہیں ڈالنا چاہتا تھا''۔

تَاَمَّلْ فَاِنَّ الْقَوْمَ سِرٌّ وَ اِنَّهُمْ صَرِيْحُ لُؤَيٍّ لَا شَمَاطِيْطُ جُرْهُمِ

''دیکھو یہ قوم خالص نسب والے ہیں اور یہ لوئی کی خالص اولاد ہیں نہ کہ جرہم کے ملے جلے لوگ''۔

وَ مَا كَانَ اِلَّا بَعْضَ لَيْلَةٍ رَاكِبٍ اَتٰى سَاعِيًا مِّنْ غَيْرِ خَلَّةِ مُعْدِمِ

''اور یہ ملاقات صرف اتنی دیر تھی جتنی دیر ایک سوار رات کے تھوڑے سے حصے میں ٹھہرتا ہے جو ناداری کی احتیاج کے بغیر صرف کھانے کے لئے آیا ہو''۔

سلام بن مشکم

حضرت ابن اسحاق نے سلام بن مشکم کا ذکر کیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ شعثاء نامی عورت کا بیٹا ہے جس کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لِشَعْثَاءَ الَّتِيْ قَدْ تَيَمَّتْهُ فَلَيْسَ لِعَقْلِهٖ مِنْهَا شِفَاءُ

''اس شعثاء کے لئے جس نے اس کا ارادہ کر لیا تھا لیکن شعثاء سے اس کی عقل کے لئے کوئی تسکین نہ تھی''۔

ابوسفیان کا قول ہے: شَمَاطِيْطُ جُرْهُمِ۔ شماطیط مختلف قسم کے گھوڑوں کو کہتے ہیں اور مختلف نسلوں کے ملے جلے لوگوں کو بھی شماطیط کہا جاتا ہے۔ یہ اصل میں شمیط سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے روشنی کے ساتھ تاریکی کا اختلاط۔ اسی سے ایک لفظ شَمَط مشتق ہے جو سر کے سیاہ و سفید بالوں کو کہتے ہیں۔

ابوسفیان کا قول ہے: وَ لَمْ اَكُنْ لِاُفْرِحَهٗ۔ اَلْمُفْرَح اس شخص کو کہتے ہیں جسے قرض نے بوجھل کر دیا ہو۔ اس کی تشریح پہلے ہو چکی ہے۔

حضرت ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ حجاز میں فرع گاؤں کے کنارے پر واقع ایک مقام بحران میں تشریف لائے اور ربیع الثانی اور جمادی الاولیٰ کے دو مہینے وہاں قیام پذیر رہے۔ فرع گاؤں کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ وہ پہلا گاؤں ہے جس کے لوگوں نے حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ کے لئے مکہ مکرمہ میں کھجوریں مہیا کیں۔ یہ گاؤں مدینہ طیبہ کے قریب واقع ہے۔ اس

غزوۂ ذی امر

جب رسول اللہ ﷺ غزوۂ سویق سے مراجعت فرما ہوئے تو ذوالحجہ کا بقیہ مہینہ مدینہ طیبہ میں قیام فرمایا پھر نجد کی طرف بنی غطفان کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوئے۔ اس غزوہ کا نام غزوۂ ذی امر ہے۔ اس غزوہ کے موقع پر بقول ابن ہشام آپ ﷺ نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ کا عامل مقرر فرمایا۔ حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: حضور ﷺ نے صفر کا پورا مہینہ نجد میں قیام فرمایا پھر مدینہ طیبہ واپس تشریف لے آئے۔ اس سفر میں بھی کوئی جنگ درپیش نہ ہوئی پھر آپ ﷺ ربیع الاول کا پورا مہینہ یا اس سے کچھ کم دن مدینہ منورہ میں قیام پذیر رہے۔

میں دو چشمے ہیں جنہیں ربض اور نجف کہا جاتا ہے۔ یہ دونوں چشمے حضرت حمزہ بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم کے بیس ہزار کھجور کے درختوں کو سیراب کرتے تھے۔ ربض ریت میں پیلو کے درختوں کے اگنے کے مقام کو کہتے ہیں اور فرع جب دو فتحوں کے ساتھ ہو تو یہ کوفہ اور بصرہ کے درمیان ایک مقام کا نام ہے۔ سوید بن ابی کاہل نے کہا:

حَلَّ اَهْلِیْ حَیْثُ لَا اَطْلُبُهَا جَانِبَ الْحَضْرِ وَ حَلَّتْ بِالْفَرَعِ

''میرے اہل خانہ حضر کے پہلو میں وہاں اترے جہاں میں نہیں چاہتا تھا اور وہ فرع کے مقام پر اترے''۔

پھر حضور ﷺ مدینہ طیبہ واپس تشریف لے آئے۔ حضرت ابن اسحاق کا قول ہے اَقَامَ شَهْرَ رَبِیْعٍ وَ جُمَادٰی (حضرت ابن اسحاق نے اس قول میں ربیع سے پہلے لفظ شہر ذکر کیا ہے لیکن جمادی سے پہلے ذکر نہیں کیا) کیونکہ لفظ ربیع مہینہ کے نام اور موسم بہار کے نام کے درمیان مشترک ہے اس لئے انہوں نے ربیع سے پہلے شہر کا لفظ ذکر کر کے واضح کر دیا ہے کہ یہاں ربیع سے مراد مہینہ ہے نہ کہ موسم بہار اور جمادی صرف مہینہ کا علم ہے جس میں کوئی اشتراک نہیں۔ اس لئے اس سے پہلے لفظ شہر ذکر نہیں کیا۔ اس سے قبل ہم نے سیبویہ کا قول بھی ذکر کیا ہے کہ لفظ شہر صرف ربیع الاول سے پہلے ہی ذکر کیا جاتا ہے باقی مہینوں کے صرف نام ذکر کئے جاتے ہیں۔ محرم، صفر وغیرہ اور جن صورتوں میں کوئی کام ان کے اندر ہوتا ہے یعنی محرم و صفر کے تمام مہینوں میں اور تمام ایام میں تو ان میں اس طرح نہیں کہا جاتا: سِرْتُ الْخَمِیْسَ وَ مَشَیْتُ الْاَرْبِعَاءَ بلکہ یوں کہا جاتا ہے یوم الاربعاء، یوم الخمیس اور مہینوں میں کہا جاتا ہے شہر کذا۔ پس اس صورت میں لفظ یوم ظرف ہوگا جو ان تمام میں عمل کے وقوع پر دلالت نہیں کرتا۔

غزوۂ بحران

پھر رسول اللہ ﷺ نے قریش کی سرکوبی کا ارادہ فرمایا اور بقول ابن ہشام حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ کا عامل مقرر فرمایا۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: حتیٰ کہ آپ ﷺ بحران کے مقام پر پہنچے جو حجاز میں فرع کے کنارے پر ایک کان ہے۔ وہاں آپ ﷺ ربیع الثانی اور جمادی الاولیٰ دو مہینے قیام پذیر رہے پھر مدینہ طیبہ واپس تشریف لے آئے اور کوئی جنگ نہ ہوئی۔

غزوۂ بنی قینقاع

بنی قینقاع کو حضور ﷺ کی نصیحت اور ان کا جواب

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: غزوۂ بدر اور غزوۂ احد کے درمیانی غزوات میں سے ایک غزوۂ بنی قینقاع ہے۔ اس کا واقعہ یوں ہے کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ یہود کے قبیلہ بنی قینقاع کے بازار میں تشریف لے گئے اور انہیں اکٹھا کر کے ارشاد فرمایا: اے گروہِ یہود! اللہ تعالیٰ کے غضب سے ڈرو، کہیں تم پر بھی وہ ایسا عذاب نازل نہ کر دے جیسا عذاب اس نے قریش مکہ پر

واقعۂ بنی قینقاع

بنی قینقاع کا کچھ واقعہ غزوۂ بدر سے پہلے ذکر ہو چکا ہے۔

اس واقعہ میں مذکور ہے کہ عبداللہ بن ابی نے نبی کریم ﷺ سے عرض کی میرے موالی کے ساتھ احسان کیجئے اور رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ اقدس پر غصہ کے آثار ظاہر ہوئے۔ غصہ کے آثار کے لئے شیخ کے نسخہ میں ظِلَالًا کا لفظ مذکور ہے جبکہ دیگر نسخوں میں ظُلَلًا مذکور ہے جو کہ ظُلَّة کی جمع ہے لیکن فُعْلَة کے وزن کی جمع فِعَال کے وزن پر بھی آتی ہے جیسے رُمَّة سے رِمَام اور جُفْرَة سے جِفَار۔ لہٰذا ان دونوں روایتوں کا ایک ہی معنی ہے۔ ظُلَّة ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو سورج کی روشنی اور آسمان کی صفائی کے سامنے حجاب بن جائے۔ رسول کریم ﷺ کا چہرۂ اقدس روشن اور دلربا تھا جس پر ہر وقت مسکراہٹ کے آثار عیاں رہتے تھے لیکن جب حضور ﷺ غضبناک ہوتے تو آپ ﷺ کے چہرۂ اقدس کی رنگت بدل جاتی۔ اس طرح وہ رنگت چہرۂ مبارک کی چمک، کشادگی اور مسکراہٹ کی نورانیت کے سامنے حجاب بن جاتی۔ روایت ہے کہ جب رسول اکرم ﷺ مسکراتے یا کلام فرماتے تو آپ ﷺ کے دانتوں سے ظاہر ہونے والا نور در و دیوار پر پھیل جاتا۔ یہ بات شمائل ترمذی میں دیکھی جا سکتی ہے۔

نازل کیا ہے۔ اسلام قبول کر لو، تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کا فرستادہ نبی ہوں۔ یہ بات تم اپنی کتاب تورات میں لکھی ہوئی پاتے ہو اور اللہ تعالیٰ نے تم سے مجھ پر ایمان لانے کا عہد لیا ہے۔ ان یہودیوں نے حضور ﷺ کے اس محبت آمیز اور جذبہ خیر اندیشی سے معمور گفتگو کا بڑا کرخت جواب دیا۔ کہنے لگے "اے محمد (ﷺ) تم ہمیں بھی اپنی قوم کی طرح خیال کرتے ہو۔ اس قوم کو شکست دے کر جنہیں فن حرب کا کوئی علم نہ تھا، آپ مغرور نہ ہو جائیں، اگر ہم نے تم سے جنگ کی تو تمہیں پتہ چل جائے گا کہ ہم کس قسم کے لوگ ہیں"۔

بنی قینقاع کے متعلق نازل کردہ آیات

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے آلِ زید بن ثابت کے مولیٰ نے بیان کیا۔ انہوں نے حضرت سعید بن جبیر سے یا حضرت عکرمہ سے انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: یہ آیات ان بنی قینقاع کے متعلق ہی نازل ہوئیں:

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۲﴾ قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ؕ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ ؕ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ﴿۱۳﴾ (آل عمران)

"(اے میرے رسول) فرما دو ان لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا کہ عنقریب تم مغلوب کیے جاؤ گے اور ہانکے جاؤ گے جہنم کی طرف اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔ بے شک تھا تمہارے لئے (عبرت کا) نشان (ان) دو گروہوں میں [۱] جو ملے تھے (میدانِ بدر میں)۔ ایک گروہ لڑتا تھا اللہ کی راہ میں اور دوسرا کافر تھا۔ دیکھ رہے تھے (مسلمان) انہیں اپنے سے دو چند (اپنی) آنکھوں سے اور اللہ مدد کرتا ہے اپنی نصرت سے جس کی چاہتا ہے۔ یقیناً اس واقعہ (بدر) میں بہت بڑا سبق ہے آنکھ والوں کے لئے"۔

۱۔ یعنی اصحابِ رسول اللہ ﷺ میں سے اصحابِ بدر اور قریش۔

حضرت ابن اسحاق نے ذکر کیا کہ یہ آیت کریمہ بنی قینقاع کے متعلق نازل ہوئی: قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ؕ...... (آل عمران: ۱۳) فئة کا لفظ فعةٌ کے وزن پر ہے۔ یہ فَاَوْتُ بِرَاْسِهٖ بِالْعَصَا (میں نے لاٹھی سے اس کا سر پھوڑ دیا) سے ماخوذ ہے یا اَلْفَاْوُ (گھنے بادلوں کے درمیان شگاف) سے مشتق ہے۔ پس فئة کا حقیقی معنی فرقت اور جدائی ہے یعنی پہلے دو چیزیں باہم مجتمع تھیں پھر ایک دوسرے سے جدا ہو گئیں۔

اولین عہد شکن لوگ

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ نے بیان کیا کہ بنی قینقاع سب سے پہلے یہود تھے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کیے ہوئے عہد کو توڑا اور غزوۂ بدر اور غزوۂ احد کے درمیان جنگ لڑی۔

بنی قینقاع اور مسلمانوں کے درمیان جنگ کا سبب

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: غزوۂ بنی قینقاع کی ابتدا یوں ہوئی کہ ایک نواحی گاؤں کی ایک مسلم خاتون اپنی کچھ چیزیں فروخت کرنے کے لئے بنی قینقاع کے بازار میں آئی۔ اس نے اپنا سامان بیچا اور ایک زرگر کی دکان پر آ کر بیٹھ گئی۔ یہود نے باتوں باتوں میں بڑی کوشش کی کہ وہ اپنے چہرہ سے نقاب الٹ دے لیکن اس خاتون نے انکار کر دیا۔ وہ زرگر چپکے سے اٹھا اور اس کی تہبند کا ایک گوشہ پکڑ کر اس کی پیٹھ کے ساتھ گرہ لگا دی۔ جب وہ اٹھی تو اس کا ستر ننگا ہو گیا۔ یہ دیکھ کر وہ یہودی قہقہہ لگانے لگے۔ اس خاتون نے بلند آواز سے فریاد کی۔ ایک مسلمان اس یہودی زرگر پر جھپٹا اور چشم زدن میں اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس بازار کے سارے یہودی جمع ہو گئے اور اس مسلمان کو شہید کر دیا۔ اس پر اس مسلمان کے اقرباء نے یہودیوں کے خلاف فریاد کی اور سب مسلمان غضبناک ہو گئے اور بنی قینقاع کے ساتھ جنگ کا بازار گرم ہو گیا۔

رسول کریم ﷺ کے ساتھ ابن ابی کی گستاخی

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے یہودیوں کا محاصرہ کر لیا یہاں تک کہ انہوں نے اپنے متعلق فیصلہ کے لئے حضور کریم ﷺ کو اپنا حکم تسلیم کر لیا۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول ﷺ کو ان پر قادر و غالب فرما دیا تو اس وقت عبداللہ بن ابی بن سلول رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور کہنے لگا: اے محمد (ﷺ) میرے موالی کے ساتھ احسان کیجئے، یہ سب قبیلہ خزرج کے حلفاء تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ پھر کہنے لگا: اے محمد (ﷺ) میرے موالی کے ساتھ احسان کیجئے لیکن آپ ﷺ نے پھر چہرۂ اقدس دوسری طرف پھیر لیا۔ اس نے آپ کی زرہ کا دامن پکڑ لیا۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: اس زرہ کا نام ذات الفضول تھا۔ حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے اسے فرمایا مجھے چھوڑ دو اور اس کے ساتھ ہی

آپ ﷺ کے چہرۂ اقدس پر غصہ کے آثار ظاہر ہوئے۔ آپ نے پھر فرمایا: تیرا برا ہو مجھے چھوڑ دے۔ وہ کہنے لگا: نہیں قسم بخدا! میں آپ کو نہیں چھوڑوں گا، یہاں تک کہ آپ میرے موالی پر احسان کریں، ان میں سے چار سو غیر زرہ پوش اور تین سو زرہ پوش ایسے ہیں جنہوں نے ہر سرخ اور سیاہ انسان سے میرا دفاع کیا مگر آپ ایک دن میں ہی ان سب کی گردنیں اڑا دیں گے۔ قسم بخدا! میں ایسا انسان ہوں جو حوادثِ زمانہ سے ڈرتا ہوں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جا میں نے ان کو تیری خاطر بخش دیا۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے بنی قینقاع کے اس محاصرے کے دوران حضرت بشیر بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ کا عامل مقرر فرمایا تھا اور یہ محاصرہ پندرہ روز تک جاری رہا۔

بنی قینقاع کے حلف سے حضرت ابن الصامت کی براءت اور اس کے متعلق نزولِ آیات

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے میرے والد حضرت اسحاق بن یسار نے بیان کیا، انہوں نے حضرت عبادہ بن ولید بن عبادہ بن الصامت سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا جب بنی قینقاع نے رسول اللہ ﷺ سے جنگ کی تو عبداللہ بن ابی بن سلول ان کی چارہ جوئی کے لئے کھڑا ہو گیا جبکہ حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو گئے۔ آپ بھی عبداللہ بن ابی کی طرح بنی قینقاع کے حلیف تھے لیکن آپ نے انہیں چھوڑ کر رسول اللہ ﷺ کا ساتھ دیا اور ان سے دیرینہ تعلقات منقطع کر کے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی حمایت میں کھڑے ہو گئے۔ آپ نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! میں اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور مؤمنین کو اپنا دوست بنانے کا اعلان کرتا ہوں اور ان کفار کے معاہدہ اور دوستی سے براءت کا اظہار کرتا ہوں۔ راوی فرماتے ہیں سورۂ مائدہ کی مندرجہ ذیل آیات حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن ابی کے بارے میں نازل ہوئیں:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰۤى اَوْلِيَآءَ ۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۱﴾ فَتَرَى الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰۤى اَنْ تُصِيْبَنَا دَآىِٕرَةٌ ؕ فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَيُصْبِحُوْا عَلٰى مَاۤ اَسَرُّوْا فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ ﴿۵۲﴾ وَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَهٰۤؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ اِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ ؕ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۵۳﴾ (المائدہ)

"اے ایمان والو! نہ بناؤ یہود اور نصاریٰ کو (اپنا) دوست (اور مددگار) وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور جس نے دوست بنالیا انہیں تم میں سے سو وہ انہیں میں سے ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا ظالم قوم کو۔ سو آپ دیکھتے ہیں ان لوگوں کو جن کے دلوں میں (نفاق کا) مرض ہے (یعنی عبداللہ بن ابی اور اس کا یہ قول کہ میں گردشِ زمانہ سے ڈرتا ہوں۔ ابن اسحاق) کہ وہ دوڑ دوڑ کر جاتے ہیں یہود و نصاریٰ کی طرف، کہتے ہیں ہم ڈرتے ہیں کہیں ہم پر کوئی گردش نہ آجائے، وہ وقت دور نہیں جب اللہ تعالیٰ (تمہیں) دے دے فتح کامل یا (ظاہر کر دے کامیابی کی) کوئی بات اپنی طرف سے تو پھر ہو جائیں گے اس پر جو انہوں نے چھپا رکھا تھا اپنے دلوں میں نادم، اور (اس وقت) کہیں گے ایمان والے کہ کیا یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے قسمیں اٹھائی تھیں اللہ کی سخت سے سخت کہ وہ یقیناً تمہارے ساتھ ہیں، اکارت گئے ان کے اعمال اور ہو گئے وہ (سراسر) نقصان اٹھانے والے"۔

پھر یہ واقعہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد تک چلتا ہے:

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ اٰمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُونَ ﴿٥٥﴾ (المائدہ)

"تمہارا مددگار تو صرف اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول (پاک) ہے اور ایمان والے ہیں جو صحیح صحیح نماز ادا کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیا کرتے ہیں اور (ہر حال میں) وہ بارگاہِ الٰہی میں جھکنے والے ہیں"۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کے اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور مؤمنین کو دوست بنانے اور بنی قینقاع کے معاہدہ اور دوستی سے براءت کا اظہار کرنے کا ذکر فرمایا:

وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ وَالَّذِينَ اٰمَنُوا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُونَ ﴿٥٦﴾ (المائدہ)

"اور (یاد رکھو) جس نے مددگار بنایا اللہ کو اور رسول کریم ﷺ کو اور ایمان والوں کو (تو وہ اللہ کے گروہ سے ہیں اور) بلاشبہ اللہ کا گروہ ہی غالب آنے والا ہے"۔

چشمہ قردہ کی طرف سریہ زید بن حارثہ

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا سریہ زید بن حارثہ وہ ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو قافلہ قریش کی سرکوبی کے لئے بھیجا۔ اس قافلہ میں ابوسفیان بن حرب تھا۔ آپ نے اس قافلہ کو نجد کے ایک قردہ نامی چشمے کے قریب گھیرے میں لے لیا۔ اس سریہ کا واقعہ یوں ہے کہ جب غزوۂ بدر کے بعد قریش کے لئے شام کی طرف جانے والی تجارتی شاہراہ خطرناک ہوگئی تو انہوں نے عراق کا راستہ اختیار کیا۔ چنانچہ قریش کے بہت سے تاجر جن میں ابوسفیان بن حرب بھی تھا بہت سا مالِ تجارت جس میں بہت سی چاندی تھی، لے کر عراق کے راستہ پر روانہ ہوئے۔ انہوں نے راستے کی رہنمائی کے لئے بنی بکر بن وائل کے ایک

سریہ زید بن حارثہ

حضرت ابن اسحاق نے اس غزوہ میں فرات بن حیان عجلی کا ذکر کیا ہے جو عجل بن لجیم بن صعب بن علی بن بکر بن وائل کی طرف منسوب ہے۔ لُجیم لجم کی تصغیر ہے اور یہ ایک منحوس جانور ہے جس سے اہل عرب فال بد پکڑتے تھے۔ ان کا شعر ہے:

لَهَا ذَنَبٌ مِثْلُ ذَيْلِ الْعَرُوْ سِ اِلٰی سَبَّةٍ مِثْلِ حُجْرِ اللَّجَمْ

''اس کی دلہن کے دامن کی مانند دم ہے جو ایسی مقعد پر لگی ہوئی ہے جو لجم کے بل کی طرح ہے''۔

فرات قریش کا جاسوس اور ابوسفیان کا رہنما تھا۔ یہ بعد میں اسلام لے آیا اور بحسن وخوبی اس پر کاربند رہا۔ اسی کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک تم میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جنہیں ہم ان کے اسلام کے سپرد کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک فرات ہیں'' رسول اللہ ﷺ نے انہیں مسیلمہ کذاب کے ارتداد کے معاملہ میں ثمامہ بن اثال کے پاس بھیجا تھا۔ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ ان کے پاس سے گزرے درآں حالیکہ وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور رجال بن عنفوہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''تم تینوں میں سے ایک شخص جہنم میں احد کی مثل ایک پہاڑ پر چڑھے گا''۔ اس کے بعد حضرت فرات اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما بہت زیادہ خوفزدہ رہتے تھے یہاں تک کہ جب فتنہ ارتداد رونما ہوا اور انہیں رجال بن عنفوہ کے مرتد ہو کر مسیلمہ کذاب پر ایمان لانے کا علم ہوا تو وہ دونوں بارگاہِ الٰہی میں سجدۂ شکر بجالائے۔ رجال کا نام نہار بن عنفوہ تھا۔ عنفوہ ایک پودے کا نام ہے جسے صلیان کہا جاتا ہے۔

فرات بن حیان نامی شخص کو اجرت پر لیا۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: فرات بن حیان کا تعلق بنی عجل سے تھا اور یہ بنی سہم کا حلیف تھا۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو اس قافلہ کا راستہ روکنے کے لئے روانہ کیا۔ آپ نے اس قافلہ کو قردہ چشمہ کے قریب گھیرے میں لے لیا۔ قافلہ والے سب بھاگ گئے۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے قافلہ کے سارے سامان پر قبضہ کر لیا اور اسے لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں بخیر و عافیت پہنچ گئے۔

قریش کی ملامت میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے غزوۂ احد کے بعد غزوۂ بدر ثانی کے بارے میں چند اشعار کہے جن میں آپ عراق کا راستہ اختیار کرنے پر قریش کو ملامت کرتے ہیں:

دَعُوا فَلَجَاتِ الشَّامِ قَدْ حَالَ دُوْنَهَا ‏ ‏ جِلَادٌ كَاَفْوَاهِ الْمَخَاضِ الْاَوَارِكِ

"(اے قریش) شام کے جاری چشموں کو چھوڑ دو، ان کے سامنے ایسی تیز تلواریں حائل ہو چکی ہیں جو پیلو کے درخت کھانے والی حاملہ اونٹنیوں کی طرح (خوفناک) ہیں"۔

بِاَيْدِیْ رِجَالٍ هَاجَرُوْا نَحْوَ رَبِّهِمْ ‏ ‏ وَ اَنْصَارِهٖ حَقًّا وَ اَيْدِی الْمَلَائِكِ

"(یہ تلواریں) ان لوگوں کے ہاتھوں میں ہیں جنہوں نے اپنے رب کی طرف ہجرت کی

حضرت حسان رضی اللہ عنہ اپنے اشعار میں فرماتے ہیں:

دَعُوا فَلَجَاتِ الشَّامِ قَدْ حَالَ دُوْنَهَا

فلجات فلج کی جمع ہے۔ یہ جاری چشمے کو کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے مَاءٌ فَلَجٌ، عَيْنٌ فَلَجٌ (جاری پانی، جاری چشمہ) اسے حضرت ابو حنیفہ نے حاء مہملہ کے ساتھ فَلَحَات ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ فَلَحَةٌ کھیتی کو کہتے ہیں۔

مخاض اور اوارک

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

جِلَادٌ كَاَفْوَاهِ الْمَخَاضِ الْاَوَارِكِ

یعنی وہ اونٹنیاں جو پیلو کے درخت کھاتی ہیں جس سے ان کے منہ خون کی طرح سرخ ہو جاتے ہیں اور مَخَاض جمع ہے اس کا واحد خَلِفَةٌ ہے جو جمع کے الفاظ پر نہیں۔ اس کا معنی ہے حاملہ اونٹنی۔ ایک

اور اس کے حقیقی انصار کے ہاتھوں میں اور فرشتوں کے ہاتھوں میں ہیں"۔

إِذَا سَلَكْتَ لِلْغَوْرِ مِنْ بَطْنِ عَالِجٍ فَقُوْلَا لَهَا لَيْسَ الطَّرِيْقُ هُنَالِكَ

بطن صالح کے نشیب کی طرف جب کوئی (قافلہ) چلے تو اسے کہہ دینا کہ ادھر راستہ نہیں۔

قول یہ ہے کہ اس کا واحد مَاخِضٌ ہے۔ اسی سے طائی کا قول ہے:

وَ اَخَّرْتَهَا عَنْ وَقْتِهَا وَ هِيَ مَاخِضٌ

میرے نزدیک مخاض درحقیقت جمع نہیں بلکہ مصدر ہے۔ اسی وجہ سے یہ تمام اسماء کی صفت بن سکتا ہے۔ قرآن کریم میں ہے فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ (مریم:23) "پس لے آیا انہیں دردِ زِہ"۔ اور اہل عرب کا قول ہے: نَاقَةٌ مَاخِضٌ جس طرح ان کا قول ہے: نَاقَةٌ حَامِلٌ اَیْ ذَاتُ مَخَاضٍ وَ ذَاتُ حَمْلٍ۔ یعنی حاملہ اونٹنی۔ کبھی کبھی مرد اپنی عورتوں کو کہتا ہے اَنْتُنَّ الطَّلَاقُ (تم سب کو طلاق) اس جملہ میں لفظ طلاق جمع نہیں بلکہ مصدر ہے جس کا معنی ہے ذَوَاتُ طَلَاقٍ۔ اسی طرح مخاض کا معنی ہے ذَاتُ مَخَاضٍ۔ البتہ واحد کے لئے ماخض آتا ہے اور نَاقَةٌ مَخَاضٌ نہیں کہا جاتا بلکہ نَاقَةٌ مَاخِضٌ کہا جاتا ہے، جیسے کہا جاتا ہے اِمْرَاَةٌ زَوْرٌ یا اِمْرَاَةٌ صَوْمٌ کیونکہ جب مصدر کو کسی اسم کی صفت بنایا جائے تو اس سے مراد کثیر افراد ہوتے ہیں لیکن ایک کے حمل میں تکثیر نہیں ہوسکتی۔ غور کریں کہ کہا جاتا ہے هِيَ اَصْوَمُ النَّاسِ وَ مَا اَصْوَمَهَا (یعنی وہ عورت سب لوگوں سے زیادہ روزہ دار ہے اور وہ کیسی ہی روزہ دار ہے) لیکن حاملہ عورت کے متعلق یہ نہیں کہا جاتا کہ مَا اَحْبَلَهَا (وہ کیسی ہی حاملہ ہے) کیونکہ حمل ایک ہی چیز ہے اس میں کثرت نہیں۔ اسی طرح موت کے متعلق یہ نہیں کہا جاتا مَا اَمْوَتَهَا۔ لہٰذا جب کثرت اور مبالغہ کا مفہوم موجود نہ ہو تو مصدر کو صفت نہیں بنایا جاسکتا۔ لہٰذا جب اونٹنیاں کثیر ہوں جن سے کثرت کا مفہوم حاصل ہو جائے تو ان کی صفت مخاض آسکتی ہے۔ اس اصول کی وجہ سے مخاض مصدر ہے۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اَنْتِ الطَّلَاقُ اور اَنْتِ الْفِرَاقُ کیوں کہا جاتا ہے حالانکہ اس جملہ میں طلاق مصدر ہے اور واحد کی صفت بن رہا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں کثرت اور مبالغہ کا مفہوم موجود ہے کیونکہ طلاق ایسی چیز ہے جس میں تعداد اور دوام پایا جاتا ہے خصوصاً جب طلاق سے اَلطَّلَاقُ كُلُّهٗ (یعنی پوری تین طلاقیں) مراد لیا جائے نہ کہ ایک طلاق۔ لیکن مخاض اور حمل میں ایسا نہیں کیونکہ اس کی مدت اور مقدار دونوں معلوم ہوتی ہیں۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قول ہے بِاَيْدِي الْمَلَائِكِ۔ یہ مَلَكٌ کی جمع غیر لفظی ہے کیونکہ اگر یہ جمع لفظی ہوتی تو اَمْلَاكٌ ہوتی لیکن مَلَكٌ میں میم زائد ہے اور یہ اصل میں مَاْلَكٌ ہے اور اَلْاَلُوْكُ سے

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے ان اشعار کا ابو سفیان بن حرث بن عبدالمطلب نے جواب دیا۔ ہم ان شاء اللہ ان اشعار کو اور ان کے جوابی

مشتق ہے جس کا معنی ہے پیغام رسانی۔ اگر مَلَكٌ کی اصل مَأْلِكٌ ہو تو اس کی تعلیل یوں ہوگی کہ پہلے ہمزہ اور لام میں قلب کیا گیا تو مَلْئَكٌ ہوا پھر تخفیف کے لئے ہمزہ کو حذف کر کے اسکی حرکت ماقبل لام کو دے دی گئی تو مَلَكٌ بن گیا۔ اگر ہم قلب کیے بغیر مَأْلَكٌ میں تخفیف کرنا چاہیں تو ہمزہ ساقط نہیں ہوگا کیونکہ ہمزہ اس وقت ساقط ہوتا ہے جب اس کا ماقبل ساکن ہو پھر جب مَلَكٌ کی جمع بنائی گئی تو ہمزہ واپس لوٹ آیا لیکن وہ اپنے اصلی مقام پر واپس نہیں لوٹا بلکہ لام کے بعد آیا۔ اس مادۂ اشتقاق کی بنا پر مَلَكٌ کا معنی پیغام رساں ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ لفظ مَلَك مَلَكُوت سے ماخوذ ہے اسی وجہ سے اس میں ہمزہ نہیں کیونکہ اکثر فرشتے پیغام رساں نہیں۔ اگر پیغام رسانی کا معنی مراد ہوتا تو اہل عرب مُؤْلِكٌ کہتے جس طرح وہ مُؤْسِلٌ کہتے ہیں اور واحد میں میم کو ضمہ دیا جاتا، اس صورت میں اس کی جمع میں ہمزہ زائد ہوگا، جس طرح شَمْأَلٌ میں ہمزہ زائد ہے حالانکہ یہ شَمَلَتِ الرِّيْحُ (باد شمالی چلی) سے مشتق ہے، تو یہ اچھی توجیہ ہوگی اور شَمْأَلٌ میں ہمزہ کی زیادتی میں بھی یہی راز مخفی ہے حالانکہ یہ شَمَلَتِ الرِّيْحُ سے مشتق ہے۔ اسی وجہ سے الف کے اوپر ہمزہ (ء) لکھا گیا ہے کیونکہ کبھی کبھی اس کے ساتھ یہ گمان بھی پیدا ہو جاتا ہے کہ یہ عَنْ شِمَالِ الْبَيْتِ سے مشتق ہے اور اس سے مراد بیت اللہ کی وہ سمت ہے جو ملک شام کی جانب ہے۔ اسی طرح ملائکہ بھی اللہ تعالیٰ کے ملکوت میں سے ہیں جن میں کچھ پیغام رساں ہیں اور ان میں سے کچھ فرشتے صرف ملکوت اللہ میں سے ہیں کیونکہ وہ اپنے مقام سے جدا نہیں ہوتے جس طرح کہ ان میں سے بعض اپنے مقام سے جدا ہو جاتے ہیں۔ جہاں تک شاعر کے اس قول کا تعلق ہے:

فَلَسْتُ لِاِنْسِيٍّ وَ لٰكِنْ لِمَأْلَكٍ تَنَزَّلَ مِنْ جَوِّ السَّمَاءِ يَصُوْبُ

"میں کسی انسان کے لئے نہیں ہوں بلکہ ایک ایسے فرشتے کے لئے ہوں جو آسمان کی فضا سے نیچے اترے"۔

تو اس شعر میں شاعر نے مَأْلَك کو ہمزہ کے ساتھ لکھا ہے حالانکہ یہ واحد ہے۔ اس شعر کا شاعر مجہول ہے۔ ابن سیدہ نے اسے علقمہ کی طرف منسوب کیا ہے لیکن اس بات کا انکار کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں شاعر نے مَأْلَك کو رسالت کے وصف سے موصوف کیا ہے کیونکہ اس نے کہا ہے: تَنَزَّلَ مِنْ جَوِّ السَّمَاءِ يَصُوْبُ۔ یہاں ہمزہ لگانا بہتر ہے کیونکہ اس میں الوك کے معنی پائے جاتے ہیں جس طرح

اشعار کو اپنے مقام پر ذکر کریں گے۔

کعب بن اشرف کا قتل

حضور علیہ وآلہ وسلم صلی اللہ کے قاصدوں کی خبر پر کعب بن اشرف کا انکار

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: کعب بن اشرف کا واقعہ یوں ہے کہ جب غزوۂ بدر میں مسلمانوں کو فتح اور کفار کو شکست ہوئی اور رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہما کو مدینہ طیبہ میں فتح و نصرتِ الٰہی کی خوشخبری دینے کے لئے روانہ کیا اور انہوں نے اہل مدینہ کو خوشخبری سنائی تو کعب بن اشرف جس کا تعلق بنی طی کی شاخ بنی نبہان سے تھا اور اس کی ماں بنی نضیر سے تھی، کے پاس جب یہ خبر پہنچی تو وہ کہنے لگا کیا یہ خبر سچ ہے کہ محمد (ﷺ) نے فلاں فلاں لوگوں کو قتل کر دیا ہے جن کے نام یہ دونوں شخص (حضرت زید اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہما) لے رہے ہیں۔ وہ لوگ تو عرب کے اشراف اور لوگوں

تمام ملائکہ میں اس کا استعمال بہتر ہے کیونکہ ان میں کچھ پیغام رساں بھی ہیں اور تمام کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ملکوت سے بھی ہے۔ واحد میں صرف ملکوتیت کا معنی ہی پایا جائے گا۔ حتیٰ کہ وہ پیغام رسانی کے ساتھ مختص ہو جائے، جس طرح کہ اس شعر میں مذکور ہے۔ اس وقت وہ دونوں معنوں کا متحمل ہوگا اور ہمزہ کو لفظاً لکھا جائے گا کیونکہ اس کے ضمن میں الوک کا معنی ہوگا اور اس کا معنی پیغام رسانی ہے۔

کعب بن اشرف کا قتل

اس واقعہ میں حضرت ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ کعب بن اشرف صحابہ کرام کی عصمت شعار بیویوں کے نام لے کر اپنے اشعار میں ان کا ذکر کیا کرتا تھا اور اس طرح مسلمانوں کو تکلیف پہنچاتا تھا۔ اس نے حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی زوجہ حضرت ام فضل رضی اللہ عنہا کا نام لے کر یہ شعر کہا تھا:

اَرَاحِلٌ اَنْتَ لَمْ تَحْلَ لِمَنْعَبَتِهٖ　　وَ تَارِكٌ اَنْتَ اُمَّ الْفَضْلِ بِالْحَرَمِ

"کیا تو کوچ کرنے والا ہے اور تو نے پہاڑی راستے کی طرف کوچ نہ کیا اور تو ام فضل کو حرم میں چھوڑنے والا ہے"۔

یہ شعر اس کے چند اشعار میں سے ایک ہے جنہیں حضرت یونس نے حضرت ابن اسحاق سے روایت کیا ہے۔

کے سردار تھے۔ قسم بخدا! اگر محمد (ﷺ) نے ان لوگوں کو قتل کر دیا ہے تو روئے زمین پر زندہ رہنے سے تو یہ بہتر ہے کہ ہمیں زمین کے بطن میں دفن کر دیا جائے۔ حضرت ابن اسحاق نے فرمایا مجھ سے یہ واقعہ حضرت عبداللہ بن مغیث بن ابی بردہ ظفری، حضرت عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم، حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ اور حضرت صالح بن ابی امامہ بن سہل نے بیان کیا۔ ان سب نے اس واقعہ کا کچھ حصہ بیان کیا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف انگیخت میں اس کے اشعار

جب اس دشمن خدا کو اس واقعہ کا پورا یقین ہو گیا تو وہ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ آیا اور عبدالمطلب بن ابی وداعہ بن ضبیرہ سہمی کے ہاں ٹھہرا۔ اس کی بیوی عاتکہ بنت ابی العیص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بھی اپنے خاوند کے پاس موجود تھی۔ اس نے کعب کی بڑی خاطر تواضع کی۔ وہاں اثنائے قیام اس نے قریش کو رسول اللہ ﷺ کے خلاف برانگیختہ کرنا اور ہجویہ اشعار سنانا شروع کر دیے۔ وہ اصحاب قلیب بدر پر روتا تھا جو بدر میں قتل ہوئے تھے اور کہتا تھا:

طَحَنَتْ رَحَی بَدْرٍ لِمُهْلَكِ اَهْلِهٖ   وَ لِمِثْلِ بَدْرٍ تَسْتَهِلُّ وَ تَدْمَعُ

"بدر کی چکی اپنے ہی لوگوں کو ہلاک کرنے کے لئے چلی اور بدر کے سے واقعات پر ہی (آنکھیں) روتی اور آنسو بہاتی ہیں"۔

قُتِلَتْ سَرَاةُ النَّاسِ حَوْلَ حِيَاضِهِمْ   لَا تَبْعَدُوْا اِنَّ الْمُلُوْكَ تُصَرَّعُ

"لوگوں کے سردار اپنے ہی حوضوں کے ارد گرد قتل کر دیے گئے، اسے بعید از حقیقت نہ سمجھو کیونکہ بادشاہ بھی بچھاڑ دیے جاتے ہیں"۔

كَمْ قَدْ اُصِيْبَ بِهٖ مِنَ اَبْيَضَ مَاجِدٍ   ذِيْ بَهْجَةٍ تَاْوِيْ اِلَيْهِ الضُّيَّعُ

"کتنے ہی ایسے لوگ مصیبت میں مبتلا ہوئے جو گورے چہرے والے، رونق والے اور بزرگ تھے جن کے پاس نادار لوگ پناہ لیتے تھے"۔

اس واقعہ میں حضرت ابن اسحاق نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فرمان ذکر کیا: مَنْ لِكَعْبِ بْنِ الْاَشْرَفِ فَقَدْ اٰذَى اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ "ہمیں کعب بن اشرف کے شر سے کون بچائے گا، بے شک اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو ایذا دی ہے"۔ اس سے ایک فقہی مسئلہ معلوم ہوتا ہے کہ گستاخ رسول واجب القتل ہے۔ اگرچہ اس کے ساتھ مسلمانوں کا کوئی معاہدہ ہو لیکن امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس کے خلاف ہیں۔ ان کی رائے یہ ہے کہ اس قسم کے مسئلہ میں

طَلْقِ الْیَدَیْنِ اِذَا الْكَوَاكِبُ اَخْلَفَتْ حَمَّالِ اَثْقَالٍ یَسُوْدُ وَ یُرْبِعُ

''جو اس وقت بھی دونوں ہاتھوں سے خرچ کرنے والے تھے جب ستارے اپنی بارش روک لیتے۔ جو دوسروں کے بوجھ اٹھانے والے تھے، سردار اور شفقت و مہربانی کرنے والے تھے''۔

وَ یَقُوْلُ اَقْوَامٌ اُسَرُّ بِسُخْطِهِمْ اِنَّ ابْنَ الْاَشْرَفِ ظَلَّ كَعْبًا یَجْزَعُ

''اور کچھ لوگ کہتے ہیں میں ان کی ناراضگی سے خوش ہوتا ہوں (یہ غلط ہے بلکہ) کعب بن اشرف تو جزع فزع کر رہا ہے''۔

صَدَقُوْا فَلَیْتَ الْاَرْضَ سَاعَةَ قُتِّلُوْا ظَلَّتْ تَسُوْخُ بِاَهْلِهَا وَ تَصَدَّعُ

''انہوں نے تو سچ کہا لیکن کاش جس وقت وہ قتل کیے گئے زمین اپنے لوگوں کو دھنسا لیتی اور پھٹ جاتی''۔

صَارَ الَّذِیْ اَثَرَ الْحَدِیْثَ بِطَعْنَةٍ اَوْ عَاشَ اَعْمٰی مُرْعَشًا لَّا یَسْمَعُ

''جس نے اس بات کا چرچا کیا کاش وہ اپنے نیزے کا نشانہ بن گیا ہوتا یا اندھا ہو کر زندہ رہتا اور کانپتا رہتا اور اسے کچھ سنائی نہ دیتا''۔

نُبِّئْتُ اَنَّ بَنِیْ الْمُغِیْرَةِ كُلَّهُمْ خَشَعُوْا لِقَتْلِ اَبِی الْحَكِیْمِ وَ جُدِّعُوْا

''مجھے خبر ملی ہے کہ ابوالحکم (ابوجہل) کے قتل کی وجہ سے تمام بنی مغیرہ کی ناک کٹ گئی اور وہ ذلیل و خوار ہو گئے''۔

وَابْنَا رَبِیْعَةَ عِنْدَهٗ وَ مُنَبِّهٌ مَا نَالَ مِثْلَ الْمُهْلَكِیْنَ وَ تُبَّعُ

''اور ربیعہ کے دونوں بیٹے بھی اسی کے پاس (چلے گئے) اور منبہ بھی۔ یہ لوگ ایسے تھے کہ کسی نے بھی ان مقتولین جیسے رتبے حاصل نہ کیے اور نہ تبع نے''۔

نُبِّئْتُ اَنَّ الْحَارِثَ بْنَ هِشَامِهِمْ فِی النَّاسِ یَبْنِی الصَّالِحَاتِ وَ یَجْمَعُ

''مجھے خبر ملی ہے کہ ان کا ایک فرد حارث بن ہشام لوگوں میں نیک کام کر رہا ہے اور ان کو جمع

ذمی کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ کتاب شرف المصطفیٰ میں مذکور ہے کہ جن اصحاب نے کعب بن اشرف کو قتل کیا وہ اس کے سر کو ایک توبرے میں ڈال کر مدینہ منورہ لے گئے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ پہلا سر تھا جو دورِ اسلام میں اٹھایا گیا جس کے متعلق نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا: مومن ایک بل سے دو بار نہیں ڈسا جاتا۔ اسے قتل کر دیا گیا اور اس کا سر نیزے پر اٹھا کر مدینہ طیبہ کی طرف لایا گیا۔ البتہ وہ پہلا مسلمان جس کا سر دورِ اسلام میں اٹھایا گیا وہ حضرت عمرو بن حمق ہیں۔ انہیں صحابیت کا شرف حاصل ہے۔

کررہا ہے"۔

لِيَزُوْرَ يَثْرِبَ بِالْجُمُوْعِ وَ إِنَّمَا يَحْمِىْ عَلَى الْحَسَبِ الْكَرِيْمَ الْاَرْوَعُ

"تاکہ وہ لشکر لے کر یثرب والوں سے مقابلہ کرے اور آبائی شرافت کی حفاظت ایک شریف اور شان وشوکت والا شخص ہی کرتا ہے"۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا اس کا قول تُبَّعُ اور اُسَرُّ بِسُخْطِهِمْ غیر ابن اسحاق سے مروی ہے۔

اس کے جواب میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: ان اشعار کا جواب حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ نے دیا، فرمایا:

اَبْكَاهُ كَعْبٌ ثُمَّ عُلَّ بِعَبْرَةٍ مِنْهُ وَ عَاشَ مُجَدَّعًا لَّا يَسْمَعُ

"کعب نے اس کا مرثیہ کہا پھر اسے آنسوؤں کے گھونٹ دوبارہ پلائے گئے اور اس نے ذلت میں ایسی زندگی بسر کی کہ وہ سنتا ہی نہیں"۔

وَ لَقَدْ رَاَيْتُ بِبَطْنِ بَدْرٍ مِّنْهُمُ قَتْلٰى تَسُحُّ لَهَا الْعُيُوْنُ وَ تَدْمَعُ

"اور میں نے وادیٔ بدر میں ان کے ایسے مقتول دیکھے جن کے لئے آنکھیں رو رہی ہیں اور آنسو بہا رہی ہیں"۔

اس واقعہ میں کعب کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

اَبْكَاهُ كَعْبٌ ثُمَّ عُلَّ بِعَبْرَةٍ

اس میں ایک زحاف پر دوسرے زحاف کا دخول ہے۔ وہ اس طرح کہ پہلا جزء سبب ثقیل اور سبب خفیف ہے۔ جب اس میں وہ زحاف داخل ہو جسے اضمار (دوسرے حرف کا اسکان) کہا جاتا ہے تو دو سبب خفیف بن جاتے ہیں اور مُتَفَاعِلُنْ کا وزن مُسْتَفْعِلُنْ کے وزن کی طرف لوٹ جاتا ہے اور مُسْتَفْعِلُنْ پر خبن اور طی داخل ہوتے ہیں اور اس سے مراد اس کے چوتھے حرف کا حذف ہے۔ پس حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے کامل میں مُتَفَاعِلَان کو مُسْتَفْعِلُنْ کے مشابہ کیا ہے کیونکہ اس کا یہی وزن بن گیا ہے۔ اس طرح چوتھا حرف حذف کر دیا گیا جو کہ مُتَفَاعِلُنْ سے چوتھا حرف ہے تو مُفْتَعِلُنْ بن گیا۔ یہ زحاف کی ایک نادر صورت ہے کیونکہ یہ ایسا زحاف ہے جس نے ایک اور زحاف کی تسہیل کر دی۔ اگر وہ زحاف جو اضمار کہلاتا ہے نہ ہوتا تو مُتَفَاعِلُنْ سے چوتھے حرف کو حذف کرنا بہر حال جائز نہ

فَابْکِی فَقَدْ اَبْکَیْتَ عَبْدًا رَاضِعًا　　شِبْهَ الْکُلَیْبِ اِلَی الْکُلَیْبَۃِ یَتْبَعُ

"تو نے کمینے غلام کو بہت رلایا۔ اب تو اس طرح رو جس طرح کم عمر کتا کم عمر کتیا کے بعد آواز نکالتا ہے"۔

وَ لَقَدْ شَفَی الرَّحْمٰنُ مِنَّا سَیِّدًا　　وَ اَھَانَ قَوْمًا قَاتَلُوْہُ وَ صُرِّعُوْا

"اور خداوند رحمٰن نے ہمارے آقا کے دل کو مطمئن کر دیا اور ان لوگوں کو ذلیل و رسوا کر دیا جنہوں نے اس کے ساتھ جنگ کی اور وہ پچھاڑے گئے"۔

وَ نَجَا وَ اَفْلَتَ مِنْھُمْ مَنْ قَلْبُہٗ　　شَغَفٌ یَظَلُّ لِخَوْفِہٖ یَتَصَدَّعُ

اور ان میں سے جو شخص بھاگ کر بچ نکلا اس کے دل میں آگ بھڑک رہی ہے اور اس (ہمارے آقا) کے خوف سے پھٹا جا رہا ہے۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: اکثر علمائے شعر انکار کرتے ہیں کہ یہ اشعار حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے ہیں اور آپ کا قول اَبْکَاہُ کَعْبٌ غیر ابن اسحاق سے مروی ہے۔

کعب کے جواب میں حضرت میمونہ کے اشعار

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: کعب کے جواب میں مسلمانوں کی ایک عورت نے جو قبیلہ بلی کی شاخ بنی مرید سے تھی، یہ اشعار کہے۔ یہ لوگ بنی امیہ بن زید کے حلفاء تھے جنہیں جعادرہ کہا جاتا تھا۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: اس عورت کا نام میمونہ بنت عبداللہ ہے اور اکثر علمائے شعر اس کی طرف ان اشعار کی نسبت کا انکار کرتے ہیں۔ نیز ان کے جواب میں کعب بن اشرف کی طرف منسوب اشعار کا بھی انکار کرتے ہیں:

تَحَنَّنَ ھٰذَا الْعَبْدُ کُلَّ تَحَنُّنٍ　　یُبَکِّی عَلٰی قَتْلٰی وَ لَیْسَ بِنَاصِبِ

"اس غلام نے مقتولوں پر بتکلف بہت زیادہ آہ و زاری کی تاکہ وہ دوسروں کو رلائے حالانکہ وہ حقیقت میں غمزدہ نہیں ہے"۔

بَکَتْ عَیْنُ مَنْ یُبَکِّی لِبَدْرٍ وَ اَھْلِہٖ　　وَ عُلَّتْ بِمِثْلَیْھَا لُؤَیُّ بْنُ غَالِبٍ

"بدر اور اہل بدر پر ان لوگوں کی آنکھیں تو روئیں جنہیں اس نے رلایا اور لوی بن غالب کو

ہوتا۔

جن لوگوں نے کعب کو قتل کیا ان میں حضرت ابن اسحاق نے حضرت ابوعبس بن جبر کا ذکر کیا ہے۔ ان کا نام عبدالرحمٰن ہے اور حضرت سلکان بن سلامہ کا ذکر کیا ہے۔ ان کا نام سعد ہے۔

اس کے آنسوؤں کے دوہرے گھونٹ پلائے گئے"۔

فَلَيْتَ الَّذِيْنَ ضُرِّجُوْا بِدِمَائِهِمْ   يَرٰى مَا بِهِمْ مَنْ كَانَ بَيْنَ الْاَخَاشِبِ

"کاش جولوگ اپنے خونوں میں لتھڑ گئے، ان لوگوں کی حالت دیکھتے جو مکہ کے پہاڑوں کے درمیان ہیں"۔

فَيَعْلَمَ حَقًّا عَنْ يَقِيْنٍ وَّ يُبْصِرُوْا   مَجَرَّهُمْ فَوْقَ اللِّحٰى وَالْحَوَاجِبِ

"تو انہیں حقیقی اور یقینی علم ہوتا اور ان کی ڈاڑھیوں اور بھوؤں کے بال گھسیٹے جانے کو دیکھ لیتے"۔

حضرت میمونہ کے جواب میں کعب کے اشعار

حضرت میمونہ کا جواب کعب بن اشرف نے یہ دیا:

اَلَا فَازْجُرُوْا مِنْكُمْ سَفِيْهًا لِتَسْلَمُوْا   عَنِ الْقَوْلِ يَأْتِيْ مِنْهُ غَيْرَ مُقَارِبِ

سنو اپنے نادان کو ڈانٹو تاکہ ایسی بات سے محفوظ رہو جو نامناسب حالات پیدا کرتی ہے۔

اَتَشْتُمُنِيْ اَنْ كُنْتُ اَبْكِيْ بِعَبْرَةٍ   لِقَوْمٍ اَتَانِيْ وُدُّهُمْ غَيْرَ كَاذِبِ

"کیا وہ عورت مجھے اس بات پر برا بھلا کہتی ہے کہ میں اس قوم کے لئے آنسو بہا رہا ہوں جن کی سچی محبت مجھے حاصل ہوئی"۔

فَاِنِّيْ لَبَاكٍ مَا بَقِيْتُ وَ ذَاكِرٌ   مَآثِرَ قَوْمٍ مَجْدُهُمْ بِالْجَبَاجِبِ

"میں تو جب تک زندہ رہوں گا روتا رہوں گا اور اس قوم کے اچھے آثار کو یاد کرتا رہوں گا جن کی شان وشوکت منازل مکہ میں ظاہر ہیں"۔

لَعَمْرِيْ لَقَدْ كَانَتْ مُرَيْدٌ بِمَعْزِلٍ   عَنِ الشَّرِّ فَاحْتَالَتْ وُجُوْهُ الثَّعَالِبِ

"مجھے اپنی عمر کی قسم! قبیلہ مرید برائی سے الگ تھلگ تھا لیکن اب ان کے چہرے لومڑیوں کے چہروں میں تبدیل ہو گئے ہیں"۔

فَحَقَّ مُرَيْدٌ اَنْ تُجَدَّ اُنُوْفُهُمْ   بِشَتْمِهِمُ حَيَّيْ لُؤَيِّ بْنِ غَالِبِ

"قبیلہ لؤی بن غالب کو برا بھلا کہنے کے سبب قبیلہ مرید اس بات کا حقدار ہے کہ ان کی ناکیں کٹ جائیں (اور وہ ذلیل وخوار ہو جائیں)"۔

وَ هَبْتُ نَصِيْبِيْ مِنْ مُرَيْدٍ لِجَعْدَرٍ   وَ فَاءً وَّ بَيْتِ اللّٰهِ بَيْنَ الْاَخَاشِبِ

"اللہ کے گھر کی قسم جو مکہ کے پہاڑوں کے درمیان ہے: میں نے قبیلہ مرید سے اپنی

وفاداری کا حق بنی جعدر کو دے دیا ہے''۔

کعب کا مسلمانوں کی دل آزاری کرنا اور اس کے قتل کی تدبیر

اس کے بعد کعب بن اشرف مدینہ واپس لوٹ آیا یہاں آ کر اس نے مسلمان عورتوں کے نام لے کر اپنے اشعار میں ان کا ذکر شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ اس سے مسلمانوں کو بہت تکلیف ہوئی۔ جب صبر کا پیمانہ چھلک گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہمیں اشرف کے بیٹے کعب کے شر سے کون بچائے گا''۔ حضرت محمد بن مسلمہ اشہلی رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! اس خبیث کو موت کے گھاٹ اتارنے کی ذمہ داری میں قبول کرتا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''پھر کر گزرو اگر تم اس پر قدرت رکھتے ہو''۔ چنانچہ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ گھر آئے اور تین دن تک آپ نے نہ کچھ کھایا نہ پیا سوائے اتنی غذا کے جس سے آپ کی زندگی برقرار رہے۔ رسول اللہ ﷺ کو اس کی خبر ملی تو آپ نے انہیں بلا بھیجا اور فرمایا تم نے کھانا پینا کیوں چھوڑ دیا ہے؟ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! میں نے آپ سے ایسی بات کا اقرار کیا ہے جس کے متعلق مجھے معلوم نہیں کہ میں اسے پورا کر سکوں گا یا نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارے ذمہ صرف کوشش کرنا ہے۔ انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! ہمارے لئے اس معاملہ میں مشورہ کرنا ضروری ہے۔ آپ نے فرمایا تم جو چاہو مشورہ کر لو، تمہیں اس بات کی اجازت ہے۔ چنانچہ حضرات محمد بن مسلمہ، ابو نائلہ سلکان بن سلامہ بن وقش اشہلی جو کعب بن اشرف کے رضاعی بھائی تھے، عباد بن بشر بن وقش اشہلی، حارث بن اوس بن معاذ اشہلی اور ابو عبس بن جبر حارثی رضی اللہ عنہم کعب بن اشرف کے قتل پر متفق ہو گئے۔ پھر ان چاروں نے پہلے حضرت ابو نائلہ سلکان بن سلامہ رضی اللہ عنہ کو کعب بن اشرف کے پاس بھیجا۔ حضرت ابو نائلہ نے اس کے پاس جا کر پہلے تو ادھر ادھر کی باتیں کیں اور کچھ اشعار بھی سنائے کیونکہ حضرت ابو نائلہ شاعر بھی تھے۔ پھر اسے کہا اے ابن اشرف! سدا خوش رہو، میں ایک ضرورت کے لئے تمہارے پاس آیا ہوں اور میں اس شرط پر اس ضرورت کا ذکر تم سے کروں گا کہ تم وعدہ کرو کہ یہ راز افشا نہیں کرو گے۔ اس نے کہا میں یہ راز افشا نہیں کروں گا۔ پھر حضرت ابو نائلہ یوں گویا ہوئے کہ اس شخص (حضور ﷺ) کی آمد ہمارے لئے وبالِ جان ثابت ہوئی ہے۔ سارا عرب ہمارا دشمن ہو گیا ہے اور سب ہمارے خلاف متحد ہو گئے ہیں۔ ہمارے تجارتی قافلوں کے لئے سارے راستے بند ہو گئے ہیں، حتیٰ کہ ہمارے اہل و عیال بھوکوں مر رہے ہیں

اور فاقوں کے مارے ہم میں بھی دم نہیں رہا اور ہماری حالت بڑی قابل رحم ہوگئی ہے۔ یہ بات سن کر کعب نے کہا: میں اشرف کا بیٹا ہوں، اے ابن سلامہ! قسم بخدا! میں تو تمہیں پہلے بھی بتایا کرتا تھا کہ تمہارا یہ حال ہونے والا ہے۔ حضرت سلکان نے کہا میں آج اس لئے تمہارے پاس آیا ہوں کہ تم کچھ غلہ ہمیں قیمتاً دے دو اور اس کے بدلے ہماری کچھ چیزیں بطور رہن اپنے پاس رکھ لو۔ اس نیکی پر ہم تمہارے بہت احسان مند ہوں گے۔ ان کی بات سن کر کعب نے کہا کیا تم اپنی اولاد میرے پاس رہن رکھنے کے لئے تیار ہو؟ انہوں نے کہا: اس سے تو ہماری بڑی رسوائی ہوگی، میرے کئی اور ساتھی بھی اس مقصد کے لئے تمہارے پاس آنے والے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ ان کو بھی اپنے ہمراہ تمہارے پاس لے آؤں تا کہ تم ان کو بھی اپنا غلہ بیچ کر ان پر احسان کرو۔ ہم اپنا اسلحہ تمہارے پاس بطور رہن رکھ سکتے ہیں۔ حضرت سلکان نے یہ وعدہ اس لئے کیا تا کہ جب وہ مسلح ہو کر آئیں تو وہ ان پر اعتراض نہ کر سکے۔ کعب نے یہ تجویز منظور کر لی اور کہا کہ اسلحہ رہن رکھنے میں وفاداری کا ثبوت ہے۔ پھر حضرت سلکان نے اپنے ساتھیوں کے پاس جا کر انہیں اس کارروائی سے آگاہ کیا اور انہیں کہا کہ وہ اسلحہ لے کر میرے پاس آئیں۔ پھر سب اکٹھے ہو کر رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کعب نے کہا تھا کیا تم اپنی عورتیں میرے پاس گروی رکھ سکتے ہو؟ حضرت سلکان نے کہا: ہمارے لئے یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم اپنی عورتیں تیرے پاس رہن رکھیں جبکہ تم اہل یثرب میں سب سے زیادہ جوان اور بلا کے حسین ہو۔ اس پر اس نے کہا تھا: کیا تم اپنے بیٹوں کو میرے پاس گروی رکھ سکتے ہو؟

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے حضرت ثور بن زید نے بیان کیا، انہوں نے حضرت عکرمہ سے انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ ان چاروں صحابہ کو الوداع کہنے کے لئے بقیع الغرقد تک ان کے ساتھ تشریف لائے۔ پھر انہیں روانہ کرتے ہوئے فرمایا: اللہ کے نام پر روانہ ہو جاؤ۔ اے اللہ! ان کی مدد فرمانا۔ پھر آپ ﷺ اپنے کاشانہ اقدس پر واپس تشریف لے آئے۔ چاندنی رات تھی، وہ چاروں کعب کے قلعہ پر پہنچے، سب سے پہلے حضرت ابونائلہ نے آواز دی۔ کعب کی نئی نئی شادی ہوئی تھی، لحاف پرے پھینک کر وہ اٹھ کھڑا ہوا، اس کی دلہن نے اس کا دامن پکڑ لیا اور کہا تم ایسے شخص ہو جو لوگوں سے جنگ آزما رہتے ہیں، ایسے آدمی کو اس وقت باہر نہیں جانا چاہیے۔ اس نے

اسے کہا یہ ابو نائلہ ہے، اگر وہ مجھے سویا ہوا پاتا تو نہ جگاتا۔ دلہن نے کہا: قسم بخدا! مجھے اس آواز سے شر کی بو آرہی ہے۔ کعب نے کہا: نہیں، فکر نہ کرو، وہ ایسا شخص ہے کہ اگر کوئی آدمی مجھے طعنہ دے تو یہ شخص میری طرف سے اس کا جواب دے گا۔ چنانچہ وہ نیچے چلا آیا۔ کچھ دیر آپس میں گپ شپ ہوتی رہی۔ آخر میں انہوں نے کہا اے ابن اشرف! کیا تم پسند کرو گے کہ ہم شعب العجوز (ایک جگہ کا نام) تک چلیں اور بقیہ رات وہاں بیٹھ کر باتیں کریں؟ اس نے کہا: اگر تمہاری یہ مرضی ہے تو میں تیار ہوں۔ پھر یہ لوگ کچھ دیر چلتے رہے، راستہ میں حضرت ابو نائلہ نے اس کے سر کے بالوں میں ہاتھ ڈالا، پھر نکال کر سونگھا اور کہا میں نے آج تک ایسا خوشبودار عطر نہیں دیکھا۔ انہوں نے راستہ میں چلتے ہوئے دو تین بار ایسا ہی کیا یہاں تک کہ کعب کو اطمینان ہو گیا کہ خطرے کی کوئی بات نہیں۔ آخر میں انہوں نے پھر کعب کے بالوں میں ہاتھ ڈالا تو انہیں مضبوطی سے پکڑ لیا اور اپنے ساتھیوں سے کہا دشمن خدا کو پرزے پرزے کر دو۔ سب نے یکبارگی اپنی تلواروں سے اس پر حملہ کر دیا لیکن تلواریں ایک دوسرے پر پڑیں اور اس پر پورا اثر نہ کیا۔ اللہ کے دشمن نے بڑی خوفناک چیخ ماری، چشم زدن میں ان کے اردگرد سب قلعوں پر آگ روشن کر دی گئی۔ حضرت محمد بن مسلمہ فرماتے ہیں: جب میں نے دیکھا کہ ہماری تلواریں اس پر کام نہیں کر رہیں تو میں نے اپنی تلوار کو لمبائی کے رخ کیا اور اس کے پیٹ پر رکھ کر ایسا زور لگایا کہ وہ اس کی پشت سے نکل گئی اور دشمن خدا ہلاک ہو گیا۔ ہم میں سے کسی کی تلوار حضرت حارث بن اوس بن معاذ کو لگی تھی جس سے ان کا سر یا پاؤں زخمی ہو گیا تھا پھر ہم وہاں سے نکلے اور بنی امیہ بن زید، بنی قریظہ اور بعاث کی بستیوں سے گزرتے ہوئے حرۃ العریض کے مقام پر پہنچ گئے۔ ہمارے ساتھی حضرت حارث بن اوس زخمی ہونے کی وجہ سے پیچھے رہ گئے تھے، وہاں ہم ان کو ساتھ ملانے کے لئے رک گئے، تھوڑی دیر کے بعد وہ بھی ہمارے نقش قدم پر چلتے ہوئے ہم سے آملے، ہم نے انہیں اپنے اوپر اٹھا لیا اور لے کر رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہو گئے۔ آخر شب کا وقت تھا، رسول اللہ ﷺ کھڑے نماز ادا فرما رہے تھے۔ ہم نے سلام عرض کیا، آپ باہر تشریف لائے۔ ہم نے آپ ﷺ کو دشمن خدا کے قتل اور اپنے ساتھی کے زخمی ہونے کی خبر دی پھر آپ گھر تشریف لے گئے اور ہم نے بھی اپنے اپنے گھروں کا رخ کیا۔ اس روز دشمن خدا کے اس عبرت ناک انجام کو دیکھ کر تمام یہودی خوفزدہ ہو گئے اور اس کے بعد ہر یہودی کے دل میں مسلمانوں کا خوف رہتا۔

ابن اشرف کے قتل کے متعلق حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا اس بارے میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار کہے:

فَغُودِرَ مِنْهُمْ كَعْبٌ صَرِيْعًا فَذَلَّتْ بَعْدَ مَصْرَعِهِ النَّضِيْرُ

"پس ان میں سے کعب کو بچھاڑ کر رکھ دیا گیا اور اسکے بچھڑنے کے بعد بنی نضیر ذلیل وخوار ہو گئے"۔

عَلَى الْكَفَّيْنِ ثَمَّ وَ قَدْ عَلَتْهُ بِاَيْدِيْنَا مُشَهَّرَةٌ ذُكُوْرُ

"وہ وہاں ہتھیلیوں کے بل گرا پڑا تھا درآں حالیکہ ہمارے ہاتھوں میں پکڑی ہوئی برہنہ تیز تلواریں اس پر چھائی ہوئی تھیں"۔

بِاَمْرِ مُحَمَّدٍ اِذْ دَسَّ لَيْلًا اِلٰى كَعْبٍ اَخَا كَعْبٍ يَسِيْرُ

"(یاد کرو) جب محمد (رسول اللہ ﷺ) کے حکم سے بنی کعب کا ایک شخص رات کے وقت خفیہ طور پر کعب (بن اشرف) کی طرف چلا جا رہا تھا"۔

فَمَاكَرَهٗ فَاَنْزَلَهٗ بِمَكْرٍ وَ مَحْمُوْدٌ اَخُوْثِقَةٍ جَسُوْرُ

"پس اس نے اس کے ساتھ خفیہ چال چلی اور خفیہ تدبیر سے اسے اتارا اور اپنی ذلت پر بھروسہ کرنے والا جرأت مند شخص قابل تعریف ہوتا ہے"۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ اشعار ان اشعار کا حصہ ہیں جو آپ نے غزوۂ بنی نضیر کے متعلق کہے۔ ہم ان شاء اللہ اس غزوہ کے واقعات میں ان اشعار کا ذکر کریں گے۔

ابن اشرف اور ابن ابی الحقیق کے قتل کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کعب بن اشرف اور سلام بن ابی الحقیق کے قتل کا ذکر کرتے ہوئے یہ اشعار کہے:

لِلّٰهِ دَرُّ عِصَابَةٍ لَاقَيْتَهُمْ يَا ابْنَ الْحُقَيْقِ وَ اَنْتَ يَا ابْنَ الْاَشْرَفِ

"اس جماعت کا کیا کہنا جس سے اے ابن ابی الحقیق تم دوچار ہوئے اور اے ابن اشرف تم بھی"۔

يَسْرُوْنَ بِالْبِيْضِ الْخِفَافِ اِلَيْكُمْ مَرَحًا كَاُسْدٍ فِيْ عَرِيْنٍ مُغْرِفِ

"جبکہ وہ لوگ ہلکی پھلکی تلواریں لے کر تمہاری طرف اس طرح اکڑتے ہوئے چلے جس طرح جھاڑیوں والے کچھار میں شیر چلتا ہے"۔

حَتّٰی اَتَوْکُمْ فِیْ مَحَلِّ بِلَادِکُمْ فَسَقَوْکُمْ حَتْفًا بِبِیْضٍ ذُفَّفِ

"یہاں تک کہ وہ تمہارے شہر میں تمہاری قیام گاہ میں تمہارے پاس پہنچے اور تیز چمکدار تلواروں سے تمہیں موت کا جام پلا دیا"۔

حضرت ابن اسحاق نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے قصیدہ فاویہ کے چند اشعار ذکر کیے، ان اشعار میں ہے: بِبِیْضٍ ذُفَّفِ، ذُفَّف ذَفِیف کی جمع ہے جس کا معنی ہے ہلکا اور تیز۔ یہ جمع خلافِ قیاس ہے کیونکہ فُعَّل تو فَاعِل کی جمع ہے لیکن ذفیف جب تلوار کی صفت ہو تو یہ تیز کاٹنے والی تلوار کے معنی میں ہوتا ہے۔

ان اشعار میں ہے فِی عَرِیْنٍ مُغْرَفِ۔ عَرِیْن شیر کی جھاڑی کو کہتے ہیں، اسے غریف بھی کہتے ہیں اور غریف کا معنی کثیر بھی ہے۔ لہٰذا یہاں یہ بھی احتمال ہے کہ مغرف سے مراد شیروں کی کثرت ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہاں غریف کے معنی کی تاکید مراد ہو، جیسے کہا جاتا ہے: خَبِیْثٌ مُخْبِثٌ (پرلے درجے کا خبیث)۔

حضرت ابن اسحاق نے کعب کی دلہن کا یہ قول ذکر کیا: وَاللّٰہِ اِنِّیْ لَاَعْرِفُ فِیْ صَوْتِہٖ الشَّرَّ۔ صحیح بخاری میں یہ قول اس طرح مذکور ہے: اِنِّیْ لَاَسْمَعُ صَوْتًا یَقْطُرُ مِنْہُ الدَّمُ۔ "بے شک میں ایسی آواز سن رہی ہوں جس سے خون کی بوندیں ٹپک رہی ہیں"۔

اس واقعہ میں مذکور ہے: مَا رَاَیْتُ عَطْرًا کَالْیَوْمِ۔ سیبویہ کے نزدیک اس کا معنی یہ ہے کہ مَا رَاَیْتُ کَعَطْرٍ اَرَاہُ الْیَوْمَ عَطْرًا۔ یعنی میں نے ایسا خوشبودار عطر نہیں دیکھا جیسا آج دیکھ رہا ہوں۔ اسی طرح اہل عرب کا محاورہ ہے: لَمْ اَرَ کَالْیَوْمِ رَجُلًا۔ اس کا معنی ہے لَمْ اَرَ کَرَجُلٍ اَرَاہُ الْیَوْمَ رَجُلًا۔ یعنی میں نے ایسا آدمی نہیں دیکھا جیسا آج دیکھ رہا ہوں۔ اس محاورہ میں کاف کے مجرور (رجل) فعل اَرٰی اور اس کے فاعل اور مفعول کو حذف کر دیا گیا ہے۔ یہ حذف کثیر ہے بلکہ کبھی صرف اتنا کہا جاتا ہے مَا رَاَیْتُ کَالْیَوْمِ اور اظہارِ تعجب کے لئے اس کے بعد کچھ بھی ذکر نہیں کیا جاتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اہل عرب نے یہ حذف کثیر نہیں کیا بلکہ انہوں نے الیوم پر تعجب کو داخل کیا ہے کیونکہ ایام میں عجیب وغریب واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں جن کی اہل عرب اپنے کلام کی نظم ونثر میں تعریف یا مذمت کرتے ہیں اور مخاطب کو معلوم ہو جاتا ہے کہ بذاتِ خود یوم کی مذمت نہیں کی جا سکتی اور نہ ہی بذاتِ خود یوم کوئی قابل تعجب چیز ہے۔ لہٰذا وہ اس چیز کی تفسیر اور بیان طلب کرتا ہے جس پر اظہارِ تعجب مقصود ہوتا ہے۔ اس لئے بعد میں تمییز ذکر کی جاتی ہے تاکہ باعث تعجب چیز واضح ہو جائے۔ پس عطرًا

مُسْتَنْصِرِيْنَ لِنَصْرِ دِيْنِ نَبِيِّهِمْ مُسْتَصْغِرِيْنَ لِكُلِّ اَمْرٍ مُجْحِفِ

''درآں حالیکہ ان کے پیش نظر اپنے نبی کے دین کی نصرت تھی اور وہ ہر ہلاک کر دینے والی مصیبت کو حقیر سمجھ رہے تھے''۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: سلام بن ابی الحقیق کے قتل کا واقعہ میں ان شاء اللہ اپنے مقام

کا لفظ تمیز کے طور پر منصوب ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اسے مِنْ کے ساتھ مجرور ذکر کرنا زیادہ بہتر ہوتا ہے کیونکہ اس پر اظہار تعجب کیا گیا ہے جیسے لَمْ اَرَ كَالْيَوْمِ مِنْ رَجُلٍ۔

حضرت ابن اسحاق سے مروی حضرت ابراہیم بن سعد کی روایت میں مذکور ہے کہ جب حضرت ابو نائلہ اور ان کے ساتھی رات کے وقت کعب کو لے کر چل رہے تھے تو کعب یہ اشعار کہنے لگا:

رُبَّ خَالٍ لِّيْ لَوْ اَبْصَرْتَهٗ سَبِطِ الْمِشْيَةِ اَبَّاءٍ اَنِفْ

''میرے کتنے ہی ایسے دوست ہیں کہ اگر تم انہیں دیکھتے تو (تمہیں معلوم ہوتا کہ) وہ سیدھی چال والے، خوددار اور غیرت مند ہیں''۔

لَيِّنِ الْجَانِبِ فِيْ اَقْرَبِهٖ وَ عَلَى الْاَعْدَاءِ كَالسُّمِّ الذُّعُفْ

''جو اپنے اقرباء میں نرم پہلو ہیں اور اپنے دشمنوں پر سم قاتل کی مانند ہیں''۔

وَ كِرَامٍ لَمْ يَشِنْهُمْ حَسَبٌ اَهْلِ عِزٍّ وَ حِفَاظٍ وَّ شَرَفْ

''اور وہ ایسے شریف النسل ہیں کہ کوئی حسب انہیں عیب دار نہیں کر سکتا، وہ عزت، حفاظت اور شرف کے مالک ہیں''۔

يَبْذُلُوْنَ الْمَالَ فِيْمَا نَابَهُمْ لِحُقُوْقٍ تَعْتَرِيْهِمْ وَ عُرَفْ

''وہ اپنے اوپر عائد ہونے والے حقوق اور اپنی چودھراہٹ کی وجہ سے ان مصائب میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں جو ان پر آ پہنچیں''۔

وَ لُيُوْثٍ حِيْنَ يَشْتَدُّ الْوَغٰى غَيْرَ اَنْكَاسٍ وَّ لَا مِيْلٍ كُشُفْ

''اور جب جنگ کا بازار گرم ہو جاتا ہے تو اس وقت وہ شیروں کی مانند ہوتے ہیں جو نہ سر جھکاتے ہیں اور نہ شکست خوردہ ہو کر جھکتے ہیں''۔

فَهُمْ اَهْلُ سَمَاحٍ وَّ قِرًى وَ حِفَاظٍ لَمْ يُعَانُوْا بِصَلَفْ

''پس وہ سخاوت، مہمان نوازی اور حفاظت کے مالک ہیں جنہوں نے کسی ڈینگ کو کبھی برداشت نہیں کیا''۔

پر ذکر کروں گا اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قول "دُقَفِ" غیر ابن اسحاق سے مروی ہے۔

محیصہ اور حویصہ کا واقعہ

حویصہ کا ایک یہودی کے قتل پر اپنے بھائی محیصہ کو ملامت کرنا پھر اسلام قبول کرنا

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے حکم دے دیا کہ جب کوئی یہودی

سَكَنُوا مِنْ يَثْرِبَ كُلَّ رُبَّي وَ سُهُوْلٍ حَيْثُ حَلُّوْا فِي أُنُفٍ

"انہوں نے یثرب کے ہر اس نشیب وفراز میں سکونت اختیار کی جہاں وہ سبزہ زار میں اترے"۔

وَهُمْ اَهْلُ مَشَارِيْبَ بِهَا وَ حُصُوْنٍ وَ نَخِيْلٍ وَ غُرَفٍ

"اور وہ اس مقام پر ہمیشہ سرسبز وشاداب رہنے والی زمینوں، قلعوں، نخلستانوں اور بالا خانوں کے مالک ہیں"۔

وَ لَهَا بِئْرٌ رَوَاءٌ جَمَّةٌ مَنْ يَرِدْهَا بِاِنَاءٍ يَغْتَرِفُ

"اور اس مقام پر ایک میٹھے اور کثیر پانی والا کنواں ہے جو بھی اس پر برتن لے کر وارد ہو تو وہ اپنا برتن بھر لیتا ہے"۔

وَ نَخِيْلٌ فِيْ تِلَاعٍ جَمَّةٌ تُخْرِجُ التَّمْرَ كَاَمْثَالِ الْاَكُفِّ

اور وہاں نشیبی زمین میں ایسا گھنا نخلستان ہے جو ہتھیلیوں کے برابر لمبی لمبی کھجوریں پیدا کرتا ہے۔

وَ صَرِيْرٌ مِنْ مَحَالٍ خِلْتَهٗ اٰخِرَ اللَّيْلِ مَهَارِيْجَ نُدُفٍ

"اور وہاں رہٹوں کی ایسی آواز ہے جسے سن کر یوں لگتا ہے جیسے آخر شب تیز دوڑنے والے گھوڑوں کو ہانکا جا رہا ہے"۔

تَدْلُجُ الْجُوْنُ عَلٰى اَكْتَافِهَا بِدِلَاءٍ ذَاتِ اَرْكَانٍ صُدُفٍ

"سیاہ اونٹ اپنے کندھوں پر ایسے ڈولوں کے ساتھ کنوؤں سے پانی نکالتے ہیں جو بہت سے کونوں اور کناروں والے ہیں"۔

كُلُّ حَاجَاتِيْ قَدْ قَضَّيْتُهَا غَيْرَ حَاجَاتِيْ فِيْ بَطْنِ الْجُرُفِ

"وادیٔ جرف کی حاجات کے علاوہ میں نے اپنی تمام حاجات پوری کر لی ہیں"۔

حضرت محیصہ اور یہودی کا قتل

حضرت محیصہ رضی اللہ عنہ اپنے بھائی حویصہ سے چھوٹے تھے لیکن ان سے پہلے اسلام لائے۔

تمہارے قابو میں آئے تو اسے زندہ نہ چھوڑنا۔ یہ فرمان سنتے ہی حضرت محیصہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک یہودی تاجر ابن شنینہ کو تہ تیغ کر دیا۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: کہا جاتا ہے کہ یہ محیصہ بن مسعود بن کعب بن عامر بن عدی بن مجدعہ بن حارثہ بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس ہیں اور اس یہودی کو ابن سبینہ بھی کہا جاتا ہے۔ (حضرت ابن اسحاق نے فرمایا) وہ یہودی تاجر کپڑے کا کاروبار کرتا تھا۔ حضرت محیصہ کا بڑا بھائی حویصہ ابھی تک اسلام نہیں لایا تھا۔ جب حضرت محیصہ نے اس یہودی تاجر کو قتل کیا تو حویصہ نے انہیں مارنا شروع کر دیا اور کہنے لگا اے دشمن خدا! تو نے اس شخص کو قتل کر دیا ہے حالانکہ تیرے پیٹ میں جو چربی ہے بخدا وہ اس کے رزق کی بدولت ہے۔ یہ سن کر حضرت محیصہ نے جواب دیا: قسم بخدا! اس کو قتل کرنے کا حکم مجھے اس ہستی نے دیا ہے جو اگر مجھے تمہیں بھی قتل کرنے کا حکم دیں تو میں اسی وقت تمہاری گردن اڑا دوں گا۔ حویصہ نے کہا اگر محمد (ﷺ) مجھے قتل کرنے کا تمہیں حکم دیں تو کیا واقعی تم مجھے قتل کر دو گے؟ انہوں نے کہا: بے شک ذرا تامل نہ کروں گا اور تمہاری گردن اڑا دوں گا۔ یہ سن کر حویصہ نے کہا: ''یہ دین تمہارے اندر اس حد تک سرایت کر چکا ہے، بڑی حیران کن بات ہے''۔ پھر حویصہ بھی مسلمان ہو گیا۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: میرے سامنے یہ واقعہ بنی حارثہ کے ایک آزاد کردہ غلام نے بیان کیا، اس نے حضرت محیصہ کی بیٹی سے اس نے اپنے باپ حضرت محیصہ سے روایت کیا۔

حضرت محیصہ نے اس واقعہ کے متعلق یہ اشعار کہے:

آپ نے غزوۂ احد اور غزوۂ خندق میں حصہ لیا اور آپ کو رسول اللہ ﷺ نے اہل فدک کی طرف دعوتِ اسلام کے لئے بھیجا۔ آپ ہی نے رسول اللہ ﷺ سے حجام کی اجرت کے متعلق سوال کیا تھا۔ جب آپ نے سوال میں اصرار کیا تو نبی کریم ﷺ نے جواب دیا: ''اس سے چارہ خرید کر اپنے پانی لانے والے اونٹ کو کھلا دو اور اسے اپنے تھیلے میں رکھ لو''۔ (جامع ترمذی: 1277، سنن ابن ماجہ 2166، مسند احمد 307/3، مؤطا امام مالک: 974)

حضرت محیصہ کا قول ہے: مَا بَيْنَ وَ مَأْرِبَ۔ بصری شام میں ہے اور مارب یمن میں ہے جہاں قوم سبا کا ڈیم تھا۔ مارب قوم سبا کے ایک محل کا نام ہے۔ حضرت مسعودی نے کہا مارب قوم سبا کے بادشاہوں کا لقب تھا جیسے ترکوں کے بادشاہ کا لقب خاقان، ایران کا کسریٰ، روم کا قیصر اور حبشہ کے بادشاہ کا لقب نجاشی تھا۔

يَلُوْمُ ابْنُ اُمِّيْ لَوْ اُمِرْتُ بِقَتْلِهٖ لَطَبَّقْتُ ذِفْرَاهُ بِاَبْيَضَ قَاضِبِ

''میری ماں کا بیٹا (میرا بھائی) مجھے (ابن سنینہ کے قتل پر) ملامت کرتا ہے حالانکہ اگر مجھے خود اس کے قتل کا بھی حکم دیا جاتا تو میں اس کے کانوں کی پچھلی دونوں ہڈیوں کو تیز کاٹنے والی تلوار کے ساتھ کاٹ دیتا''۔

حُسَامٍ كَلَوْنِ الْمِلْحِ اُخْلِصَ صَقْلُهٗ مَتٰى مَا اُصَوِّبْهُ فَلَيْسَ بِكَاذِبِ

''ایسی تلوار کے ساتھ جو نمک کے رنگ کی طرح ہوتی اور اسے اچھی طرح صیقل کیا گیا ہوتا، جب میں اس کے ساتھ وار کرتا تو وہ خطا نہ کرتی''۔

وَ مَا سَرَّنِیْ اَنِّیْ قَتَلْتُكَ طَائِعًا وَ اَنَّ لَنَا مَا بَيْنَ بُصْرٰى وَ مَأْرِبِ

''(اے میرے بھائی!) مجھے کیا خوشی ہوگی کہ میں تجھے رضا مندی سے قتل کر دوں اور ہم دونوں کے درمیان بصری اور مارب جتنی دوری ہو جائے''۔

حویصہ کے قبولِ اسلام کی دوسری روایت

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: میرے سامنے حضرت ابو عبیدہ نے بیان کیا انہوں نے حضرت ابو عمرو مدنی سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ بنی قریظہ پر فتح یاب ہوئے تو ان میں سے تقریباً چار سو یہودیوں کو گرفتار کر لیا جو قبیلہ خزرج کے خلاف قبیلہ اوس کے حلفاء تھے۔ آپ ﷺ نے ان سب کی گردنیں اڑا دینے کا حکم دیا۔ چنانچہ بنو خزرج ان کی گردنیں اڑا کر خوش ہونے لگے۔ رسول اللہ ﷺ نے دیکھا کہ بنی خزرج کے چہرے تو خوشی سے لبریز ہیں لیکن بنی اوس کی یہ صورت حال نہیں۔ آپ ﷺ نے خیال فرمایا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ قبیلہ اوس اور قریظہ کے درمیان معاہدۂ دوستی ہے اور بنی قریظہ کے صرف بارہ آدمی باقی رہ گئے ہیں۔ آپ نے ان بارہ آدمیوں کو اوس کے حوالے کر دیا اور قریظہ کا ایک آدمی اوس کے دو آدمیوں کے حوالے کر کے حکم دیا کہ ایک اس پر تلوار چلائے اور دوسرا اسے جان سے مار

حُوَیِّصہ حَوْصَة کی تصغیر ہے جو کہ حُصْتُ الثَّوْبَ سے مشتق ہے۔ اس کا معنی ہے میں نے کپڑا سیا۔

محیصہ اور حویصہ کے واقعہ میں ابن سنینہ کا ذکر آیا ہے جسے قتل کیا گیا۔ سنینہ گویا سن کی تصغیر ہے۔ حضرت ابن ہشام نے اس کا نام باء کے ساتھ سبینہ ذکر کیا ہے۔ یہ گویا سبنیة کی ترخیم کر کے اس سے تصغیر بنائی گئی ہے۔ صاحب العین نے کہا السبنیة ایک پودے کا نام ہے اور شنینة شین منقوطہ کے

ڈالے۔ان بارہ یہودیوں میں ایک بنی قریظہ کا سردار کعب بن یہوذا بھی تھا۔ اسے رسول اللہ ﷺ نے حضرت محیصہ بن مسعود اور حضرت ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہما کے حوالے کیا۔

یہ وہی ابو بردہ ہیں جنہیں رسول اللہ ﷺ عید الاضحیٰ میں چھ ماہ کا بکرا ذبح کرنے کی اجازت دی تھی۔آپ ﷺ نے حکم دیا پہلے محیصہ اس پر تلوار کا وار کرے پھر ابو بردہ اس زخمی کو جان سے مار ڈالے۔ چنانچہ حضرت محیصہ نے اس پر تلوار کا وار کیا اور حضرت ابو بردہ نے دوسرا وار کر کے اس کا کام تمام کر دیا۔حویصہ جو اس وقت کافر تھا، اس نے اپنے بھائی محیصہ سے کہا: کیا تم نے کعب بن یہوذا کو قتل کیا ہے؟ انہوں نے کہا بے شک۔ حویصہ کہنے لگا: بخدا تیرے پیٹ میں جو چربی ہے وہ اس کے رزق کی بدولت ہے۔اے محیصہ بے شک تو بڑا کمینہ شخص ہے۔ یہ سن کر حضرت محیصہ نے جواب دیا: اس کو قتل کرنے کا حکم مجھے اس ہستی نے دیا جو اگر مجھے تمہیں قتل کرنے کا حکم دیں تو میں تمہیں بھی فوراً قتل کر دوں گا۔حویصہ ان کی اس بات پر متعجب ہوا اور گھر جا کر رات بھر اسی فکر میں جاگتا رہا، یہاں تک کہ جب صبح ہوئی تو کہنے لگا قسم بخدا! بلا شبہ یہ سچا دین ہے۔ پھر نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گیا۔

حضور ﷺ کی بحران تشریف آوری اور غزوۂ احد کی درمیانی مدت

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ غزوۂ بحران سے واپس تشریف لا کر جمادی الاخریٰ، رجب، شعبان اور رمضان کے چار مہینے مدینہ طیبہ میں قیام پذیر رہے۔ اس کے بعد شوال 3ھ میں قریش کے ساتھ غزوۂ احد پیش آیا۔

ساتھ یہ صقلاب بن شنینہ کے والد کا نام ہے جنہوں نے حضرت نافع بن ابی نعیم کے پاس قراءت پڑھی۔ان کا کہنا ہے کہ مجھے حضرت نافع نے فرمایا: حاء، خاء، عین، غین، ھاء اور الف کے پاس نون میں اظہار کیا کرو۔

غزوۂ احد

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: غزوۂ احد کا واقعہ یوں ہے جیسا کہ میرے سامنے حضرت محمد بن مسلم زہری، حضرت محمد بن یحییٰ بن حبان، حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ، حضرت حصین بن عبدالرحمٰن بن عمرو بن سعد بن معاذ اور ہمارے دیگر علماء نے بیان کیا۔ ان سب نے غزوۂ احد کے واقعہ کا کچھ کچھ حصہ بیان کیا۔ غزوۂ احد کا جو واقعہ میں نے بیان کیا ہے یہ ان سب کے بیانات کا مجموعہ ہے، چنانچہ انہوں نے فرمایا:

حضور علیہ السلام سے جنگ کی انگیخت

جب کفار قریش کو غزوۂ بدر میں شکست فاش ہوئی اور وہ اس مصیبت سے دوچار ہوئے کہ ان کے کثیر لوگوں کو قتل کر کے کنویں میں پھینک دیا گیا اور ان کا لشکر مکہ کی طرف لوٹا۔ نیز ابوسفیان بن حرب بھی اپنا تجارتی قافلہ لے کر مکہ پہنچ گیا تو ایک روز عبداللہ بن ابی ربیعہ، عکرمہ بن ابی

غزوۂ احد

جبل احد کی فضیلت

احد مدینہ منورہ کا مشہور و معروف پہاڑ ہے، اسے احد کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ دوسرے پہاڑوں سے ہٹ کر ایک الگ تھلگ مقام پر واقع ہے۔ اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں (هٰذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَ نُحِبُّهٗ) اس حدیث کے معنی میں علماء کے متعدد اقوال ہیں: بعض کا قول ہے کہ پہاڑ سے مراد پہاڑ والے ہیں اور وہ انصار ہیں۔ بعض کا قول ہے آپ کی مراد یہ تھی کہ جب آپ ﷺ کسی سفر سے واپس تشریف لاتے تو یہ پہاڑ آپ کو اس بات کی خوشخبری دیتا کہ آپ اپنے گھر والوں کے قریب آ گئے ہیں اور عنقریب ان سے ملاقات کریں گے اور یہ ایک محبت کا فعل ہے۔ اس اعتبار سے آپ نے فرمایا کہ یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے یعنی اس میں محبت کا فعل پایا جاتا ہے۔ لیکن بعض علماء نے فرمایا جبل احد کی محبت سے مراد حقیقی محبت ہے اور ایک پہاڑ میں محبت کا وجود ایسے ہی ہے جیسے حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ تسبیح پڑھنے والے پہاڑوں میں تسبیح کا وجود تھا یا جیسے ان پتھروں میں خشیت الٰہی کا وجود ہے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے

جہل، صفوان بن امیہ اور قریش کے چند دیگر افراد جن کے باپ، بیٹے یا بھائی بدر میں قتل ہوئے تھے، ابوسفیان اور ان لوگوں کے پاس گئے جن کا اس تجارتی قافلہ میں حصہ تھا اور انہیں کہا: ''اے گروہِ قریش! بے شک محمد (ﷺ) نے تمہیں تباہ کر دیا ہے اور تمہارے چوٹی کے سرداروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے اس لئے اس (حضور ﷺ) کے ساتھ جنگ کے اخراجات کے لئے ہمارے ساتھ اس تجارتی قافلہ کے مال کے ذریعے تعاون کرو تا کہ ہم ان لوگوں سے اپنے خون کا بدلہ لے سکیں جنہوں نے ہمیں یہ ہزیمت دی''۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔

اس کے متعلق نازل کردہ آیت کریمہ

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: جیسا کہ میرے سامنے بعض اہل علم نے ذکر کیا ہے کہ انہی لوگوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوا عَن سَبِيلِ اللَّهِ ۚ فَسَيُنفِقُونَهَا ثُمَّ تَكُونُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُونَ ۗ وَالَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ يُحْشَرُونَ ۝ (الانفال)

''بے شک کافر خرچ کرتے ہیں اپنے مال تا کہ روکیں (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے اور یہ آئندہ بھی (اسی طرح) خرچ کریں گے۔ پھر ہو جائے گا یہ خرچ کرنا ان کے لئے باعث حسرت و افسوس۔ پھر وہ مغلوب کر دیے جائیں گے اور جنہوں نے کفر اختیار کیا وہ دوزخ کی طرف اکٹھے کیے جائیں گے''۔

فرمایا: وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ ۗ (بقرہ: 74) ''اور کئی پتھر ایسے بھی ہیں جو گر پڑتے ہیں خوف الٰہی سے''۔ اور آثار مسندہ میں ہے کہ قیامت کے دن جبل احد جنت کے دروازے کے پاس اندر کی جانب ہوگا۔ اور بعض روایات میں ہے کہ یہ باب جنت کا رکن ہوگا اسے حضرت ابن سلام نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے۔ اور المسند میں حضرت ابوعبس بن جبر کے طریق سے رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: أُحُدٌ يُحِبُّنَا وَ نُحِبُّهُ وَ هُوَ عَلَى بَابِ الْجَنَّةِ، قَالَ وَعَيْرٌ يُبْغِضُنَا وَ نُبْغِضُهُ وَ هُوَ عَلَى بَابٍ مِنْ أَبْوَابِ النَّارِ ''احد ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں اور وہ جنت کے دروازے کے پاس ہوگا اور فرمایا: عیر ہم سے بغض رکھتا ہے اور ہم اس سے بغض رکھتے ہیں اور وہ دوزخ کے دروازوں میں سے ایک دروازے کے پاس ہوگا''۔ جبل احد کے باب جنت کے پاس ہونے کی تائید حضور ﷺ کے اس ارشاد سے بھی ہوتی ہے: اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ ''انسان کا انجام اسی کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ اسے محبت ہوگی'' اور جبل احد کے بارے

قریش کا جنگ پر اتفاق

جب ابوسفیان بن حرب اور تجارتی قافلہ کے شرکاء نے مالِ تجارت کو جنگ کی تیاری میں خرچ کرنے پر آمادگی ظاہر کی تو سارے قریش قبائل کنانہ اور اہل تہامہ وغیرہ میں سے اپنے حلفاء سمیت رسول اللہ ﷺ سے جنگ کرنے کے معاملہ میں متفق ہو گئے۔ ابوعزہ عمرو بن عبداللہ جمحی وہ شخص تھا جس پر بدر کے روز رسول اللہ ﷺ نے احسان فرمایا تھا۔ وہ بہت غریب اور کئی بچوں کا باپ تھا۔ جب وہ بدر کے قیدیوں میں حضور ﷺ کے پاس حاضر ہوا تو کہنے لگا میں بہت تنگدست ہوں اور کئی بچوں کا باپ ہوں اور آپ جانتے ہیں کہ مجھے مال کی بہت سخت ضرورت ہے اس لئے آپ مجھ پر احسان فرمایئے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اسے فدیہ لیے بغیر رہا فرما دیا تھا۔ اس ابوعزہ کو صفوان بن امیہ نے کہا اے ابوعزہ! تم ایک شاعر آدمی ہو، اپنی زبان کے ساتھ لوگوں کو جنگ پر آمادہ کر کے ہماری مدد کرو۔ اس نے کہا مجھ پر محمد (ﷺ) نے احسان کیا تھا اس لئے میں ان کے خلاف کوئی کارروائی کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ صفوان کہنے لگا اچھا پھر اپنی جان کے ساتھ ہماری مدد کرو اور صرف خود جنگ میں شرکت کرو، میں وعدہ کرتا ہوں اگر تم صحیح وسلامت واپس آ گئے تو تمہیں غنی کر دوں گا اور اگر تم مارے گئے تو تمہاری اولاد کی اپنی اولاد کے ساتھ پرورش کروں گا، جو تنگی اور آسانی میری اولاد کو ہوگی وہی تیری اولاد کو ہوگی۔ یہ سن کر ابو عزہ آمادہ ہو گیا اور تہامہ میں جا کر بنی کنانہ کو جنگ پر برانگیختہ کرنے لگا اور ان کے سامنے یہ اشعار کہنے لگا:

إِيهًا بَنِيْ عَبْدِ مَنَاةَ الرُّزَّامْ أَنْتُمْ حُمَاةٌ وَ أَبُوْكُمْ حَامْ

میدانِ رزام میں جم کر لڑنے والے بنی عبد مناۃ! تم بڑے محافظ ہو اور تمہارا باپ بھی محافظ تھا۔

میں حضور ﷺ نے فرمایا یُحِبُّنَا وَ نُحِبُّہٗ۔ اس لئے اس کا جنت میں ہونا بعید از امکان نہیں۔ یہ سب آثار ایک دوسرے کی تائید کرتے ہیں۔

اسم جبل احد کی اغراضِ توحید کے ساتھ موافقت

حضور نبی کریم ﷺ کو ہر اچھا نام پسند تھا۔ جو نام احدیت سے مشتق ہو اس سے زیادہ خوبصورت کوئی نام نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس پہاڑ کا نام احد جو احدیت سے مشتق ہے اس لئے رکھا تا کہ اس کی اللہ تعالیٰ کے نام (اَحَد) کے ساتھ مشابہت ہو جائے کیونکہ اس پہاڑ پر رہنے والوں نے یعنی انصار مدینہ

لَا تَعِدُوْنِیْ نَصْرَکُمْ بَعْدَ الْعَامْ لَا تُسْلِمُوْنِیْ لَا یَحِلُّ اِسْلَامْ

"اس سال کے بعد تم میرے ساتھ اپنی مدد و نصرت کا وعدہ نہ کرنا، اب ہمیں دشمن کے حوالے مت کرو کیونکہ ایسا کرنا کسی طرح مناسب نہیں"۔

اور مسافع بن عبد مناف بن وہب بن حذافہ بن جمح نے بنی مالک بن کنانہ کے پاس جا کر انہیں رسول اللہ ﷺ کے خلاف جنگ پر برانگیختہ کیا اور اس کی دعوت دی۔ اس نے انہیں یہ اشعار کہے:

یَا مَالِ مَالِ الْحَسَبِ الْمُقَدَّمِ اَنْشُدُ ذَا الْقُرْبٰی وَ ذَا التَّذَمُّمِ

"اے بنی مالک! اس پہلی شرافت و غیرت کو کیا ہو گیا ہے کہ میں کبھی اس قرابتدار کو اور کبھی اس ذمہ دار آدمی کو تلاش کرتا ہوں"۔

مَنْ کَانَ ذَا رُحْمٍ وَّ مَنْ لَّمْ یَرْحُمِ الْحِلْفَ وَسْطَ الْبَلَدِ الْمُحَرَّمِ
عِنْدَ حَطِیْمِ الْکَعْبَۃِ الْمُعَظَّمِ

"(مجھے بتاؤ) رحم اور ہمدردی کرنے والے کون تھے؟ اور کعبہ معظمہ کے مقام حطیم کے نزدیک حرمت والے شہر (مکہ) کے درمیان کس نے ہمدردی نہیں کی تھی؟ (تمہیں لوگوں نے کی تھی، اب کیا ہو گیا ہے؟)"

جبیر بن مطعم کا ایک حبشی غلام تھا جس کا نام وحشی تھا۔ یہ چھوٹے نیزے سے وار کرنے میں بہت ماہر تھا، اس کا نشانہ خطا نہیں ہوتا تھا۔ جبیر نے اسے بلا کر کہا لوگوں کے ساتھ جنگ کی طرف نکل، اگر تو نے میرے چچا طعیمہ بن عدی کے بدلے محمد (ﷺ) کے چچا حمزہ (رضی اللہ عنہ) کو موت کے گھاٹ اتار دیا تو تو آزاد ہوگا۔

نے توحید اور رسولِ توحید کی مدد کرنی تھی جو رسول توحید اپنی ظاہری اور باطنی حیات میں اس پہاڑ کے قریب ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عادتِ مبارکہ تھی کہ آپ ہر چیز طاق استعمال فرماتے اور اپنے ہر معاملہ میں اسے پسند فرماتے تاکہ احدیت کا احساس اجاگر ہو۔ جبل احد کا نام بھی آپ ﷺ کے ان اغراض و مقاصد کے موافق تھا اور آپ ﷺ نے بہت سے مقامات اور بے شمار انسانوں کے نام ناپسند کرتے ہوئے ان کو بدل ڈالا اور جو نام آپ نے ان کے لئے پسند فرمائے ان کے ساتھ جبل احد کا نام بہت موافقت رکھتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ احدیت سے بھی مشتق ہے اور اُحُدْ کے حروف کی حرکات رفع کے ساتھ ہیں جو کہ دینِ توحید کی عظمت اور رفعت شان کا شعور دلاتی ہیں۔ لہٰذا جبل احد

لشکرِ قریش کی روانگی اور خواتین کی معیت

کفارِ قریش جنگ کی پوری تیاری کے ساتھ آہنی اسلحہ سے لیس ہو کر اپنے سورماؤں کے ہمراہ مسلمانوں کے خلاف جنگ کے لئے روانہ ہوئے۔ ان کے ساتھ بنی کنانہ اور اہل تہامہ سے ان کے حلیف بھی شریک تھے۔ وہ اپنی بیویوں کو بھی ہمراہ لے گئے تاکہ ان کی حفاظت کی خاطر میدانِ جنگ سے بھاگنے کا کوئی تصور بھی نہ کر سکے۔ چنانچہ قائد الجیش ابوسفیان بن حرب اپنی بیوی ہند بنت عتبہ کو، عکرمہ بن ابی جہل، ام حکیم بنت حارث بن ہشام بن مغیرہ کو، حارث بن ہشام بن مغیرہ، فاطمہ بنت ولید بن مغیرہ کو، صفوان بن امیہ، برزہ بنت مسعود بن عمرو بن عمیر ثقفیہ کو جو عبداللہ بن صفوان بن امیہ کی ماں تھی، عمرو بن عاص ریطہ بنت منبہ بن حجاج کو جو عبداللہ بن عمرو کی ماں تھی اور طلحہ بن ابی طلحہ عبداللہ بن عبدالعزی بن عثمان بن عبدالدار، سلافہ بنت سعد بن شہید انصاریہ کو جو طلحہ کے تین بیٹوں مسافع، جلاس اور کلاب کی ماں تھی جو اپنے باپ کے ساتھ کٹ کر مر گئے تھے، اپنے ہمراہ لے کر جنگ کے لئے روانہ ہوئے۔ بنی مالک بن حسل کی ایک عورت خناس بنت مالک بن مضرب اپنے بیٹے ابوعزیز بن عمیر کے ہمراہ نکلی۔ یہی حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی ماں تھی اور بنی حارث بن عبدمناۃ بن کنانہ کی ایک عورت عمرہ بنت علقمہ بھی جنگ کی طرف نکلی۔ ہند بنت عتبہ جب بھی وحشی کے پاس سے گزرتی یا وہ اس کے پاس سے گزرتا تو وہ اسے یہ کہہ کر شہ دیتی: ”واہ واہ، اے ابودسمہ! ہمیں بھی شفا دو اور خود بھی شفا

کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی محبت اسم اور مسمیٰ دونوں کے لحاظ سے ہے، اس لئے آپ ﷺ نے تمام پہاڑوں میں سے اسی کو مخصوص فرمایا کہ وہ جنت میں آپ کے ساتھ ہوگا جبکہ دیگر پہاڑ ٹوٹ پھوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے پھر غبار بن کر بکھر جائیں گے۔ نیز جبل احد میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی قبر انور ہے۔ اسی پہاڑ پر آپ کا وصال ہوا اور اسی پر آپ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دفن کیا۔ یہ دونوں پیغمبر حج یا عمرہ کے سفر میں اس پہاڑ سے گزرے تھے۔ کتاب فضائل المدینۃ میں اسی معنی کی ایک حدیث بھی مذکور ہے جسے حضرت زبیر نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے۔

حضرت ابن اسحاق نے حفیظہ کی تلاش میں قریش کے ظعن میں چلنے کا ذکر کیا ہے۔ حفیظہ کا معنی ہے غیرت کی وجہ سے آنے والا غصہ۔ کہا جاتا ہے اُحْفِظَ الرَّجُلُ۔ یعنی آدمی کو غیرت کا غصہ دلایا گیا۔

پاؤ" سے ابوسمہ وحشی کی کنیت تھی۔ لشکر کفار مدینہ منورہ کی طرف بڑھتا چلا آیا یہاں تک کہ وہ مدینہ طیبہ کے سامنے وادیٔ قناۃ کے وسط میں ایک پہاڑ کے قریب دو چشموں کے پاس خیمہ زن ہوا۔

رسول اللہ ﷺ کا خواب

جب رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کو لشکر کفار کی چڑھائی کی خبر پہنچی تو آپ ﷺ نے مسلمانوں سے فرمایا: "میں نے ایک خواب دیکھا ہے اور اللہ تعالیٰ بہتر کرے گا، میں نے ایک گائے دیکھی ہے اور اپنی تلوار کے دندانے دیکھے ہیں، میں نے دیکھا کہ میں نے اپنا ہاتھ ایک مضبوط زرہ میں ڈالا ہے، میرے نزدیک زرہ سے مراد شہر مدینہ ہے۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: بعض اہل علم نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میں نے ایک گائے کو دیکھا جس کو ذبح کیا گیا۔ گائے سے مراد تو میرے وہ اصحاب ہیں جو شہید ہوں گے اور جو دندانے میں نے اپنی تلوار کی دھار میں دیکھے ہیں ان سے مراد یہ ہے کہ میرے اہل بیت سے ایک شخص قتل کیا جائے گا"۔

رسول اللہ ﷺ کا خواب

حضرت ابن اسحاق نے رسول اللہ ﷺ کے خواب کا ذکر کیا ہے جب آپ ﷺ نے ایک گائے دیکھی جسے آپ ﷺ کے پاس ذبح کیا گیا اور آپ نے اپنی تلوار کی دھار میں دندانے دیکھے۔ سیرت ابن ہشام میں مذکور ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا اِنِّیْ قَدْ رَاَیْتُ وَاللّٰهُ خَیْرًا رَاَیْتُ بَقَرًا۔ جبکہ دیگر کتب میں یوں مذکور ہے: رَاَیْتُ بَقَرًا تُنْحَرُ وَاللّٰهُ خَیْرٌ۔ اس میں خیر کی وضاحت یوں کی گئی ہے: مَا جَاءَ اللّٰهُ بِهٖ مِنَ الْخَیْرِ یَوْمَ بَدْرٍ۔ یعنی وہ خیر جو اللہ تعالیٰ نے بدر کے روز عطا فرمائی، اگرچہ غزوۂ بدر غزوۂ احد سے پہلے تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اسی خیر کے ساتھ مسلمانوں کو نفع پہنچایا جو بدر کے روز عطا فرمائی کیونکہ اس میں مسلمانوں کے لئے تسلی اور حوصلہ افزائی کا سامان تھا۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس خواب کے ساتھ ساتھ یہ بھی ارشاد فرمایا: اَوَلَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِیْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَیْهَا (آل عمران:165) "کیا جب پہنچی تمہیں کچھ مصیبت حالانکہ تم پہنچا چکے ہو (دشمن کو) اس سے دگنی"۔ صحیح بخاری میں اس خیر کا یہ مفہوم مذکور ہے مَا جَاءَ اللّٰهُ بِهٖ مِنَ الْخَیْرِ بَعْدَ بَدْرٍ۔ یعنی وہ خیر جو اللہ تعالیٰ نے غزوۂ بدر کے بعد عطا فرمائی۔ اور صحیح مسلم میں ہے وَاِذَا الْخَیْرُ مَا جَاءَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْدَ وَ ثَوَابُ الصِّدْقِ الَّذِیْ اٰتَانَا اللّٰهُ بِهٖ یَوْمَ بَدْرٍ۔ یعنی وہ خیر جو اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے عطا فرمائی اور سچائی کا اجر جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں بدر کے روز عطا فرمایا۔ اس روایت میں سب سے کم اشکال ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی صحابہ کرام سے مشاورت

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اگر تم مناسب سمجھو تو شہر کے اندر ٹھہرو اور کفار کو اسی جگہ رہنے دو جہاں انہوں نے پڑاؤ ڈالا ہے۔ اگر وہ باہر ٹھہرے رہیں گے تو ان کا یہ ٹھہرنا ان کے لئے بہت تکلیف دہ ہوگا اور اگر انہوں نے شہر کے اندر داخل ہونے کی جرأت کی تو ہم شہر کے اندر ہی ان سے لڑائی کریں گے"۔ عبداللہ بن ابی بن سلول کی رائے بھی رسول اللہ ﷺ کی رائے کے موافق تھی اور یہی چاہتا تھا کہ مسلمان باہر نکل کر نہ لڑیں اور رسول اللہ ﷺ بھی شہر سے باہر نکلنے کو ناپسند فرما رہے تھے لیکن مسلمانوں کی ایک جماعت جو کسی وجہ سے بدر میں شریک نہیں ہو سکی تھی اور جنہیں غزوۂ احد وغیرہ میں اللہ تعالیٰ نے شرف شہادت بخشا تھا، انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ ﷺ! ہمیں لے کر دشمنانِ حق کے سامنے چلئے، وہ یہ نہ خیال کریں کہ ہم بزدل اور کمزور ہیں"۔ عبداللہ بن ابی بولا یا رسول اللہ ﷺ! شہر ہی میں ٹھہریئے باہر نہ نکلئے، قسم بخدا! جب بھی شہر سے باہر نکل کر ہم نے دشمن کا مقابلہ کیا ہے ہمیں نقصان اٹھانا پڑا ہے اور جب بھی دشمن نے شہر میں داخل ہو کر ہم سے جنگ کی ہے تو انہیں شکست سے دوچار ہونا پڑا ہے۔ اس لئے یا رسول اللہ ﷺ ان لوگوں کو چھوڑ دیئے، اگر کفار باہر ٹھہرے رہیں گے تو ان کا یہ ٹھہرنا ان کے لئے بہت تکلیف دہ ہوگا اور اگر انہوں نے شہر کے اندر داخل ہونے کی کوشش کی تو ہمارے مرد نوجوان اپنی تلواروں کے ساتھ ان کے چہروں کو زخمی کر دیں گے اور ہماری عورتیں اور بچے ان پر چھتوں سے پتھر برسائیں گے اور اگر وہ پیٹھ پھیر گئے تو ویسے ہی

مؤلف کتاب حضرت ابو القاسم سہیلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جہاں تک گائے کا تعلق ہے تو اس سے مراد وہ اصحاب ہیں جو مسلح ہو کر دشمن سے باہر نکل کر مقابلہ کے خواہش مند تھے۔ اس طرح کا خواب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بھی دیکھا تھا۔ اس کی تاویل یہ تھی کہ جنگ جمل میں آپ کے ساتھ بہت سے اصحاب قتل ہوئے۔

حضور کریم ﷺ کا ارشاد ہے: وَاللّٰهُ خَيْرٌ۔ اس کا معنی ہے رَاَيْتُ بَقَرًا تُنْحَرُ وَ رَاَيْتُ هٰذَا الْكَلَامَ۔ یعنی میں نے ایک گائے دیکھی جسے ذبح کیا جا رہا ہے اور اس کلام وَاللّٰهُ خَيْرٌ کو دیکھا، کیونکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ دیکھنے والے کے دل میں کلام کا ایک نمونہ آتا ہے جسے وہ اپنی قوت وہمیہ کے ساتھ اس طرح دیکھتا ہے جیسے اشیاء کی صورت دیکھی جاتی ہے۔ قوتِ بصارت کے ذریعے تو چیزیں ذہن اور خارج دونوں میں پہچانی جا سکتی ہیں لیکن نیند میں دکھائی دینے والی اشیاء اکثر خیالی اور

ناکام و نامراد واپس لوٹیں گے جیسے آئے تھے۔ مگر وہ لوگ جنہیں باہر نکل کر دشمن سے مقابلہ کرنے کا شوق تھا، اسی بات پر رسول اللہ ﷺ سے اصرار کرتے رہے حتیٰ کہ آپ ﷺ گھر تشریف لے گئے اور اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشورہ کے مطابق جنگی لباس زیب تن فرمایا۔ یہ جمعہ کا دن تھا، آپ ﷺ نے نمازِ جمعہ ادا فرمائی، اس روز انصار کے قبیلہ بنی نجار کے ایک شخص کا وصال ہو گیا جس کا نام مالک بن عمرو تھا۔ آپ ﷺ نے اس کی نمازِ جنازہ ادا فرمائی پھر مسلمانوں کے پاس تشریف لے گئے۔ لوگ اپنی رائے دینے پر شرمندہ تھے، انہوں نے کہا ہم نے رسول اللہ ﷺ کو باہر نکلنے پر مجبور کیا ہے، ہمیں ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! ہم نے آپ کو باہر نکلنے پر مجبور کیا ہے حالانکہ ہمیں ایسا مناسب نہیں تھا۔ اس لئے اگر آپ چاہیں تو شہر کے اندر ہی تشریف فرما رہیں۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کسی نبی کو یہ زیبا نہیں کہ ہتھیار پہننے کے بعد پھر اتار دے جب تک دشمن کے ساتھ جنگ آزمانہ ہو جائے''۔ پھر رسول اللہ ﷺ ایک ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ مدینہ طیبہ سے باہر تشریف لے گئے۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: اس روز رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو نماز باجماعت پڑھانے کے لئے مدینہ طیبہ کا عامل مقرر فرمایا۔

منافقین کی واپسی

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا جب لشکر اسلام مدینہ منورہ اور احد کے درمیان شوط کے مقام پر پہنچا تو عبداللہ بن ابی بن سلول اپنے ایک تہائی حواریوں کے ساتھ لشکر اسلام سے الگ ہو کر واپس جانے لگا۔ اس وقت وہ بڑبڑایا تھا کہ ''انہوں نے نادان لوگوں کا کہنا مانا ہے اور میرے

مثالی ہوتی ہیں اور کبھی کبھی اپنے ظاہر پر بھی ہوتی ہیں لیکن دل میں کھٹکنے والا کلام جسے انسان قوتِ وہمیہ کی سماعت کے ساتھ سنتا ہے وہ اپنے ظاہر پر ہی ہوتا ہے، مثلاً کوئی شخص یہ سنے اَنْتَ سَالِمٌ اَوِ اللّٰہُ غَفَرَ لَکَ یا اس کے مشابہ کلام تو اس کے ظاہری معنی کے سوا اس کا اور کوئی معنی نہیں۔

حضرت ابن اسحاق نے ذکر کیا: اَنَّ فَرَسًا ذَبَّ بِذَیْلِهٖ فَاَصَابَ کُلَّابَ سَیْفٍ فَاسْتَلَّهٗ (ایک گھوڑے نے اپنی دم زور سے ہلائی، وہ ایک تلوار کے کلاب پر لگی تو اسے برہنہ کر دیا)۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: کلاب السیف اس لوہے کو کہتے ہیں جس کا کنارہ مڑا ہوا ہو اور یہ وہ لوہا ہوتا ہے جو نیام کے ساتھ ملا ہوتا ہے اور کتاب العین میں ہے کہ کلاب تلوار کے دستے کے کیل کو کہتے ہیں۔

مشورے کو مسترد کر دیا ہے۔ اے لوگو! ہم بلا وجہ اپنے آپ کو ہلاکت کے گڑھے میں کیوں پھینکیں''۔ چنانچہ وہ اپنے منافق حواریوں کو لے کر واپس چلا گیا۔ بنی سلمہ کے ایک شخص حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام ان کے پیچھے آئے اور کہا ''اے میری قوم! میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں کہ اپنی قوم اور اپنے نبی کو ایسے نازک وقت میں نہ چھوڑو جبکہ ان کا دشمن میدان میں آ موجود ہوا ہے''۔ انہوں نے کہا: ''اگر جنگ ہونے کا امکان ہوتا تو ہم ہرگز واپس نہ جاتے لیکن ہمارا خیال ہے کہ جنگ نہیں ہوگی''۔ جب منافقین نے آپ کی بات نہ مانی اور واپس جانے پر مصر رہے تو آپ نے فرمایا: ''اے اللہ کے دشمنو! جاؤ خدا تمہیں برباد کرے۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو تم سے بے نیاز کر دے گا''۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: زیاد نے ذکر کیا کہ حضرت محمد بن اسحاق نے امام زہری سے روایت کیا ہے کہ انصار نے احد کے روز رسول اللہ ﷺ سے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ اگر اجازت ہو تو ہم اپنے یہود حلفاء سے مدد طلب کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہمیں ان کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا ایک واقعہ سے نیک شگون لینا

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ قبیلہ بنی حارثہ کے پتھریلے میدان میں چل رہے تھے تو ایک گھوڑے نے اپنی دم ہلائی جو ایک تلوار کے قبضے کی میخ کو لگی، اس تلوار کا تسمہ کھل گیا جس سے تلوار برہنہ ہوگئی۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا کُلَابَ سَیْفٍ کے بجائے کُلَابَ سیف بھی کہا گیا ہے۔

الفأل والطیرۃ

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ الْفَالَ وَلَا يَعْتَافُ (رسول اللہ ﷺ فالِ نیک کو پسند فرمائے اور فالِ بد کو ناپسند فرماتے)۔ يَعْتَافُ اَلْعِيَافَةُ (فال پکڑنا) سے مشتق ہے۔ مذکورہ کلام کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ لفظ العیافہ صرف فالِ بد کے لئے بولا جاتا ہے اور اَلْفَال فالِ نیک کے لئے، لیکن کبھی کبھی فالِ بد کے لئے بھی الفأل کا لفظ آتا ہے اور الطیرۃ کا لفظ پسندیدہ اور ناپسندیدہ دونوں فالوں کے لئے آتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے طیرہ سے منع فرمایا اور فرمایا بہتر طیرہ فال ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ طیرہ کی کئی

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اور آپ ﷺ فالِ نیک لینے کو پسند فرماتے اور فالِ بد کو ناپسند فرماتے تھے: ''اپنی تلوار کو نیام میں رکھ لو، میرا خیال ہے آج تلواریں ضرور سونتی جائیں گی''۔

مسلمانوں کا مربع کے مکان سے گزر اور اس کی بدسلوکی

پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: ''کون شخص ہے جو ہمیں ٹیلے کی ایسی جانب سے لے جائے کہ ہمیں کافر نہ دیکھ سکیں''۔ حضرت ابوحیثمہ جن کا تعلق بنی حارث بن حارث سے تھا، نے عرض کی: ''یا رسول اللہ ﷺ! میں اس خدمت کے لئے حاضر ہوں''۔ چنانچہ وہ آپ ﷺ کو بنی حارثہ کے پتھریلے میدان اور ان کے کھیتوں کے درمیان سے لے کر گزرے یہاں تک کہ مربع بن قیظی کے چشمہ پر پہنچے۔ یہ بد باطن منافق تھا۔ اسے جب رسول اللہ ﷺ کے مسلمانوں کی معیت میں وہاں سے گزرنے کا پتہ چلا تو زمین سے مٹی اٹھا کر مسلمانوں کے چہروں پر پھینکنے لگا اور بولا: ''اگر آپ اللہ کے رسول ہیں تو میں آپ کو اجازت نہیں دیتا کہ آپ میرے مکانوں کے درمیان سے گزریں''۔ اور یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ اس نے اپنے ہاتھ میں مٹھی بھر مٹی اٹھائی اور کہا: ''اے محمد (ﷺ) قسم بخدا! اگر مجھے علم ہوتا کہ یہ مٹی آپ کے سوا کسی دوسرے شخص پر نہیں پڑے گی تو میں اسے آپ کے چہرے پر پھینک دیتا''۔ اس پر لوگ دوڑے کہ اس گستاخ کو قتل کر دیں لیکن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اسے قتل نہ کرو (یہ معذور

صورتیں ہیں اور سب سے بہترین صورت فال ہے اور لفظ طیرہ نیک شگونی اور بدشگونی دونوں کا حامل ہے کیونکہ یہ الطیر سے مشتق ہے اور اہل عرب کا قول ہے: جَرٰی لَهُ الطَّائِرُ بِخَیْرٍ وَ جَرٰی لَهُ بِشَرٍّ یعنی فلاں کی نیک فال نکلی اور فلاں کی بد۔ اسی قرآن کریم میں ہے: وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِیْ عُنُقِهٖ (اسراء:13) ''اور ہر انسان کی (قسمت کا) نوشتہ اس کے گلے میں ہم نے لٹکا رکھا ہے''۔

اس واقعہ میں حضور کریم ﷺ کا یہ ارشاد مذکور ہے فَاِنِّیْ اَرَی السُّیُوْفَ سَتُسَلُّ الْیَوْمَ۔ (میرا خیال ہے کہ آج تلواریں ضرور سونتی جائیں گی)۔ یہ ارشاد اس بات کی تائید کرتا ہے کہ فراست سے کوئی چیز معلوم کرنا اور فال پکڑنا ایک جائز امر ہے مکروہ نہیں ہے، لیکن فال سے حاصل ہونے والا علم قطعی نہیں سوائے اس کے کہ جب وہ نبی کریم ﷺ کا کلام ہو۔ اس کے متعلق ہم نے چاہِ زمزم اور سفید کوے کے چونچیں مارنے کے واقعہ میں بحث کی ہے۔ ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کی کوئی نہ کوئی حکمت ہوتی ہے اور اس حکمت کی پہچان کے لئے غور و فکر کرنا عبادت ہے۔

ہے) اس کی صرف آنکھیں ہی اندھی نہیں، اس کا دل بھی اندھا ہے"۔ لیکن رسول اللہ ﷺ کے منع فرمانے سے پہلے حضرت سعد بن زید اشہلی رضی اللہ عنہ اس کے قریب پہنچ چکے تھے۔ آپ نے اپنی کمان مار کر اس کا سر پھوڑ دیا۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: وہاں سے گزر کر رسول اللہ ﷺ نے جبل احد کے قریب وادی کے کنارے ایک گھاٹی میں پڑاؤ کیا اور اپنے لشکر کی پشت احد کی طرف کر کے ارشاد فرمایا: "تم میں سے کوئی بھی لڑائی کا آغاز نہ کرے جب تک میں حکم نہ دوں"۔ قریش نے مسلمانوں کے لشکر کے قریب صمغہ کے مقام پر موجود کھیتوں میں اپنے اونٹ اور گائیں چرانے کے لئے چھوڑ دیے تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے جنگ کا آغاز کرنے سے منع فرمایا تو قریش کی اس

غزوۂ احد کے روز کم سن مجاہدین

حضرت ابن ہشام نے غزوۂ احد میں شرکت کے خواہش مند کم عمر مجاہدین کا ذکر کیا ہے جن میں سے بعض کو رسول اللہ ﷺ نے واپس لوٹا دیا، مثلاً حضرات براء بن عازب، اسید بن ظہیر اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم وغیرہ۔ لیکن ان میں سے حضرت عرابہ بن اوس بن قیظی کا ذکر نہیں کیا جبکہ ایک طائفہ نے انہیں بھی ان میں شامل کیا ہے جیسے قتیبی نے کتاب المعارف میں انہی عرابہ کے متعلق شماخ کا یہ شعر ذکر کیا ہے:

إِذَا مَا رَايَةٌ رُفِعَتْ لِمَجْدٍ تَلَقَّاهَا عَرَابَةُ بِالْيَمِيْنِ

جب بھی بزرگی کا کوئی جھنڈا بلند کیا جاتا ہے تو عرابہ اسے اپنے دائیں ہاتھ میں تھام لیتا ہے"۔

"حضرت عرابہ کا ایک بھائی ہے جن کا نام کباثہ ہے۔ انہیں بھی صحابیت کا شرف حاصل ہے۔

غزوۂ احد کے روز واپس بھیجے جانے والے کم سن مجاہدین میں سے ایک حضرت سعد بن حبتہ ہیں۔ یہ اپنی ماں کے نام سے مشہور ہیں جن کا پورا نام حبتہ بنت مالک انصاریہ ہے۔ اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے باپ کا نام بجیر ہے جن کا تعلق قبیلہ بجیلہ سے ہے۔ حضرت سعد کو بھی رسول اللہ ﷺ نے صغر سنی کی وجہ سے واپس بھیج دیا لیکن خندق کے روز آپ ﷺ نے انہیں خوب داد شجاعت دیتے ہوئے دیکھا تو اپنے پاس بلا کر ان کے سر پر اپنا دست شفقت پھیرا اور ان کے لئے ان کی اولاد اور نسل میں برکت کی دعا فرمائی۔ اس دعا کا اثر یہ ہوا کہ آپ چالیس بھتیجوں کے چچا، چالیس بھائیوں کے بھائی اور بیس بیٹوں کے باپ بنے۔ انہی کی اولاد سے حضرت امام قاضی ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم بن حبیب بن حبیش بن سعد بن حبتہ پیدا ہوئے۔

حرکت کو دیکھ کر ایک انصاری نوجوان نے عرض کی: ''قریش تو بنی قیلہ کی کھیتیاں چرا رہے ہیں اور ہم نے ابھی تک مدافعت نہیں کی''۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے جنگ کے لئے لشکر کی صف بندی کی۔ لشکر اسلام کی تعداد سات سو تھی جن میں سے پچاس تیرانداز نوجوان تھے، آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو تیراندازوں کا قائد مقرر فرمایا جو اس روز سفید لباس میں ملبوس تھے، آپ ﷺ نے انہیں یہ ہدایت فرمائی ''اگر گھڑ سوار ہم پر حملہ کریں تو ان پر تیروں کی بوچھاڑ کرنا تاکہ ہمارے پیچھے سے وہ ہم پر حملہ نہ کر سکیں اور ہم خواہ فتح یاب ہوں یا شکست سے دوچار ہوں تم اپنے مورچے پر ڈٹے رہنا،

کچھ ہند بنت عتبہ کے اشعار کے بارے میں

حضرت ابن اسحاق نے ہند بنت عتبہ کا یہ قول ذکر کیا ہے:

وَيْهًا بَنِيْ عَبْدِ الدَّارِ

ویھا کا کلمہ کسی کام پر برانگیختہ کرنے کے لئے بولا جاتا ہے۔ کسی راجز کا قول ہے:

وَ هُوَ اِذَا قِيْلَ لَهٗ وَيْهًا فُلْ فَاِنَّهٗ مُوَاشِكٌ مُسْتَعْجِلُ

''اور جب اسے کہا جائے واہ وا! دشمن کو شکست سے دوچار کر دو تو وہ بہت تیزی اور جلدی سے دشمن پر ٹوٹ پڑتا ہے''۔

اور رہا وَاهًا کا کلمہ تو اس کا مفہوم تعجب ہے اور اِيْهًا کا معنی ہے معاملہ اپنے ہاتھ میں ہونا۔

ہند کا قول ہے اِنْ تَقْبَلُوْا نُعَانِقِ۔ کہا جاتا ہے کہ ہند نے یہ رجز بطور مثال ذکر کیا تھا۔ اصل میں یہ رجز ہند بنت طارق بن بیاضہ ایادیہ کا ہے۔ اس نے یہ رجز ایاد کے لئے حرب فرس میں کہا تھا۔ اسی بناء پر اس نے کہا تھا بَنَاتِ طَارِقْ۔ یہ اختصاص کے طریقے پر منصوب ہے جیسے کسی شاعر نے کہا:

نَحْنُ بَنِيْ ضَبَّةَ اَصْحَابُ الْجَمَلُ

''ہم خصوصاً بنی ضبہ اونٹوں والے ہیں''۔

اور اگر طارق سے اس کی مراد ستارہ ہو تو بنات مرفوع ہوگا کیونکہ وہ مبتدا کی خبر ہے۔ اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ ہم ستاروں کی مانند بلند مرتبہ اور شریف زادیاں ہیں۔ میرے نزدیک یہ تاویل بعید از حقیقت ہے کیونکہ ستارے کو طارق اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ رات کو طلوع ہوتا ہے اور اس معنی میں بلندی اور علو کا کوئی مفہوم نہیں۔ نیز اگر اس کی مراد ستارہ ہی ہوتا تو وہ بنات الطارق معرف باللام ذکر کرتی۔ میں نے کتاب زبیر بن ابی بکر میں ملاحظہ کیا ہے کہ ہند نے احد کے روز پہلے یہ رجز پڑھا:

تمہاری طرف سے دشمن ہم پر حملہ نہ کرنے پائے"۔ نبی کریم ﷺ نے اس روز دو زرہیں زیب تن فرمائیں اور حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو جن کا تعلق بنی عبدالدار سے تھا، پرچم اسلام عطا فرمایا۔

کم سن مجاہدین میں سے پندرہ سالہ مجاہدین کو جہاد کی اجازت

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: غزوۂ احد کے روز رسول اللہ ﷺ نے حضرت سمرہ بن جندب فزاری اور حضرت رافع بن خدیج حارثی رضی اللہ عنہما کو جہاد کی اجازت مرحمت فرمائی حالانکہ ان دونوں کی عمر پندرہ پندرہ سال تھی۔ پہلے آپ ﷺ نے ان کو واپس لوٹا دیا تھا لیکن آپ ﷺ سے عرض کی گئی یا رسول اللہ ﷺ! رافع ماہر تیرانداز ہے۔ چنانچہ حضور ﷺ نے انہیں اجازت مرحمت فرما دی۔ جب حضرت رافع رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ نے اجازت مرحمت فرما دی تو آپ سے عرض کی گئی یا رسول اللہ ﷺ! کشتی کے مقابلہ میں سمرہ رافع کو بچھاڑ سکتا ہے۔ چنانچہ آپ نے ان کو بھی اجازت فرما دی، لیکن رسول اللہ ﷺ نے حضرات اسامہ بن زید، عبداللہ بن عمر بن خطاب، زید بن ثابت، براء بن عازب، عمرو بن حزم اور اسید بن ظہیر رضی اللہ عنہم کو واپس بھیج دیا حالانکہ ان کی عمریں پندرہ پندرہ سال تھیں۔ پھر غزوۂ خندق میں ان سب کو جہاد کی اجازت مرحمت فرما دی۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: قریش نے بھی اپنی صفیں درست کر لیں۔ ان کا لشکر تین ہزار

نَحْنُ بَنَاتُ طَارِقْ تَمْشِیْ عَلَی النَّمَارِقْ مَشْیَ الْقَطَا النَّوَازِقْ

ہم طارق کی بیٹیاں ہیں، ہم نرم اور گداز قالینوں پر موٹے تازے بھٹ تیتروں کی مانند چلتی ہیں۔

الی آخر الرجز۔ انہوں نے کہا میرے سامنے یحییٰ بن عبدالملک ہدیری نے بیان کیا کہ میں ایک رات مسجد نبوی میں حضرت ضحاک بن عثمان جذامی کے پیچھے چادر اوڑھ کر بیٹھا تھا۔ حضرت ضحاک اور ان کے ساتھیوں نے احد کے روز کہے جانے والے ہند کے اس رجز کا ذکر کیا نَحْنُ بَنَاتُ طَارِقْ۔ انہوں نے کہا طارق سے کیا مراد ہے؟ میں نے کہا ستارہ۔ حضرت ضحاک میری طرف متوجہ ہوئے اور کہا اے ابو زکریا! یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ میں نے کہا: اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَ السَّمَآءِ وَ الطَّارِقِ ۙ وَ مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ۙ النَّجْمُ الثَّاقِبُ ۙ (الطارق) "قسم ہے آسمان کی اور رات کو نمودار ہونے والے کی اور آپ کو کیا معلوم یہ رات کو آنے والا کیا ہے؟ ایک تارا نہایت نمایاں"۔ گویا ہند نے کہا ہم ستارے کی بیٹیاں ہیں۔ حضرت ضحاک کہنے لگے: اس نے اچھی تمثیل دی۔

جنگجوؤں پر مشتمل تھا، ان کے ساتھ دو سو گھڑ سوار تھے جنہیں انہوں نے ایک طرف ٹھہرایا ہوا تھا۔ انہوں نے سواروں کے میمنہ کی کمان خالد بن ولید کے سپرد کی اور میسرہ کی قیادت عکرمہ بن ابی جہل کے حوالے کی۔

حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ کی دادِ شجاعت

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا: کون آدمی اس تلوار کو اس شرط پر لے گا کہ وہ اس کا حق ادا کرے؟ یہ سن کر کئی صحابہ کرام اٹھ کھڑے ہوئے لیکن آپ ﷺ نے تلوار پیچھے کھینچ لی۔ آخر کار بنی ساعدہ کے ایک نوجوان حضرت ابو دجانہ سماک بن خرشہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ! اس کا حق کیا ہے؟ فرمایا ''اس کا حق یہ ہے کہ اس سے تو دشمن پر پے در پے وار کرے یہاں تک کہ ٹیڑھی ہو جائے''۔ حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ''یارسول اللہ ﷺ! میں اس شرط پر یہ تلوار لینے کے لئے تیار ہوں''۔ حضور انور ﷺ نے وہ تلوار انہیں عطا فرمادی حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ بہت بہادر شخص تھے، جب جنگ کا موقع آتا

حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ

حضرت ابن اسحاق نے حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ اور ان کے نمایاں کر کے باندھے جانے والے دوپٹے کا ذکر کیا ہے۔ حضرت ابو دجانہ ساعدی رضی اللہ عنہ ان صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے احد کے روز نبی کریم ﷺ کا دفاع کیا، آپ پر جھک گئے اور اپنے آقا کے سامنے ڈھال بن کر کھڑے رہے حتیٰ کہ آپ کی ساری پیٹھ تیروں سے بھر گئی۔ آپ نے جنگ یمامہ میں جام شہادت نوش کیا جبکہ آپ نے پہلے مسیلمہ کذاب کے قتل میں شرکت کی تھی۔ اسے آپ نے، وحشی اور عبداللہ بن زید تینوں نے مل کر قتل کیا تھا۔ سیف بن عمر نے مسیلمہ کے قاتل کے متعلق جو اشعار کہے ان کا ذکر ہم ان شاء اللہ باب کے آخر میں کریں گے۔

حضرت ابن اسحاق نے حضرت ابو دجانہ کا یہ قول ذکر کیا:

اِنِّی اَمْرُؤٌ عَاهَدَنِیْ خَلِیْلِیْ

خلیلی سے حضرت ابو دجانہ کی مراد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی جب کوئی حدیث بیان کرتے تو فرماتے حَدَّثَنِیْ خَلِیْلِیْ یعنی میرے خلیل نے مجھ سے فرمایا۔

تو آپ اتراتے تھے، آپ کا ایک سرخ دوپٹہ تھا، جب آپ اس کو سر پر باندھ لیتے تھے تو لوگوں کو یقین ہو جاتا تھا کہ اب دشمن کی خیر نہیں۔ چنانچہ جب آپ نے رسول اللہ ﷺ کے دست اقدس سے تلوار پکڑی تو اپنا وہ سرخ دوپٹہ نکالا، اسے سر پر باندھا اور دو صفوں کے درمیان بڑے فخریہ انداز میں اترا اترا کر ٹہلنے لگے۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: میرے سامنے حضرت جعفر بن عبید اللہ بن اسلم مولیٰ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا۔ انہوں نے بنی سلمہ کے ایک انصاری سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے جب حضرت ابو دجانہ کو اس طرح اترا اترا کر ٹہلتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: یہ ایسی چال ہے جو اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے سوائے اس قسم کے موقع پر۔

ابو عامر فاسق کا حال

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا میرے سامنے حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ نے بیان کیا کہ ابو عامر عبد عمرو بن صیفی بن مالک بن نعمان بنی ضبیعہ کا ایک شخص تھا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر

بعض صحابہ کرام نے آپ کے اس قول کو ناپسند کرتے ہوئے آپ سے کہا: حضور ﷺ تمہارے خلیل کیسے ہو گئے؟ ناپسند کرنے والے صحابی نے آپ کے اس قول کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد کی وجہ سے ناپسند کیا کہ ''اگر میں کسی کو اپنا خلیل بناتا تو ابو بکر کو بناتا لیکن اسلام میں اخوت ہے''۔ لیکن اس حدیث میں آپ ﷺ کو خلیل کہنے کے عدمِ جواز کی کوئی دلیل نہیں کیونکہ صحابہ کرام خلیل کے لفظ سے حبیب کا معنی مراد لیتے تھے، بلکہ اس حدیث میں تو صرف یہ مذکور ہے کہ نبی کریم ﷺ نے نہ کسی صحابی کو خلیل کہا اور نہ کسی صحابی کے لئے خاص فرمایا کہ فلاں تو مجھے خلیل کہہ سکتا ہے کوئی اور نہیں کہہ سکتا۔ پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں میں حضور ﷺ کی محبت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ وہ آپ ﷺ کو خلیل یا اس سے بھی کسی اعلیٰ وارفع لقب سے پکاریں، جب تک اس میں غلو یا کوئی ناپسندیدہ بات نہ ہو۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''میری تعریف میں اس قدر غلو نہ کرو جس قدر عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعریف میں کہا (کہ انہیں خدا کا بیٹا بنا دیا) بلکہ میں تو اللہ کا بلندہ اور اس کا رسول ہوں'' ایک شخص نے آپ ﷺ سے عرض کی: ''آپ ہمارے سردار اور ہم میں سب سے اعلیٰ مرتبہ والے ہیں، آپ کی مثال ایک خوبصورت بڑے پیالے کی مانند ہے''۔ آپ ﷺ نے اسے فرمایا ''اپنی بات کہو اور شیطان تمہیں اپنا ضامن اور وکیل ہرگز نہ بنا لے'' اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اپنے اہل دین اور اہل ملت کی مثل میری تعریف کرو۔ خطابی نے ان کی یہی

مکہ چلا گیا تھا اور اس کے ساتھ قبیلہ اوس کے پچاس حواری بھی تھے۔ بعض لوگ کہتے تھے کہ وہ پندرہ آدمی تھے۔ یہ قریش سے کہا کرتا تھا کہ جب اس کی ملاقات اپنی قوم سے ہوگی تو ساری قوم اس کے ساتھ مل جائے گی۔ چنانچہ اب جس وقت لشکر کفار اور لشکر اسلام کا آمنا سامنا ہوا تو سب سے پہلے ابو عامر مختلف لوگوں کے گروہ اور اہل مکہ کے غلاموں کو ساتھ لے کر میدانِ جنگ میں نکلا اور بلند آواز سے کہا: اے گروہِ اوس! مجھے پہچانا؟ میں ابو عامر ہوں۔ غلامانِ مصطفیٰ ﷺ نے جواب دیا: ''اے فاسق! خدا تیری آنکھوں کو کبھی ٹھنڈا نہ کرے''۔ زمانہ جاہلیت میں ابو عامر کو راہب کہا جاتا تھا لیکن رسول اللہ ﷺ نے اسے فاسق کا نام دیا تھا۔ جب اس نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ جواب سنا تو کہنے لگا: ''میرے چلے جانے کے بعد میری قوم فتنہ و شر کا شکار ہوگئی ہے''۔ پھر اس نے مسلمانوں پر حملہ کر دیا اور خوب تیر برسائے، جب ترکش خالی ہوگیا تو اس نے پتھروں کی بارش شروع کر دی۔

قریش کی انگیخت کے لئے ابوسفیان کا اسلوب

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: ابوسفیان نے بنی عبدالدار کے علمبرداروں کو جنگ پر مشتعل کرتے ہوئے کہا: ''اے بنی عبدالدار! بدر کے روز ہمارا پرچم تمہارے سپرد کیا گیا لیکن اس روز ہمیں جو نقصان اٹھانا پڑا وہ تمہارے سامنے ہے، یاد رکھو! لشکر کی فتح و شکست کا دارو مدار اس کے جھنڈوں پر ہوتا ہے، جب جھنڈا گر جائے تو لشکر کے پاؤں بھی اکھڑ جاتے ہیں، لہٰذا یا تو اسے آج ثابت قدمی سے اٹھائے رکھنا یا ہمارے حوالے کر دو، ہم اسے خود سنبھال لیں گے''۔ ابو سفیان کی اس بات نے انہیں بے چین کر دیا اور انہوں نے اسے دھمکی خیال کیا اور کہا: ''ہم تمہارا جھنڈا تمہارے حوالے کرتے ہیں، کل مقابلہ کے وقت تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ ہم کس طرح مقابلہ کرتے ہیں''۔ ابوسفیان بھی یہی چاہتا تھا (کہ ان میں جوش اور ولولہ پیدا ہو)۔

وضاحت کی ہے اور میرے نزدیک اس کا معنی یہ ہے کہ اپنی بات کہو اور شیطان کی بات نہ کہو، کیونکہ شیطان تمہیں اپنا وکیل اور ضامن بنانا چاہتا ہے اور جب تم اس کے ضامن اور وکیل بن جاؤ گے اور گفتگو میں غلو سے کام لو گے جس پر شیطان خوش ہوگا تو گویا تم نے شیطان کی بات کہی۔ ایک اور شخص نے حضور ﷺ سے عرض کی: ''آپ ہم میں سب سے اچھے حسب والے اور سب سے زیادہ کریم ماں باپ والے ہیں''۔ آپ نے اس شخص سے فرمایا تیری زبان کے سامنے کتنے پردے ہیں؟ اس نے عرض کی: ''چار پردے ہیں''۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''کیا ان میں سے کوئی بھی ایسا پردہ نہیں جو تیری

ہند اور اس کے ساتھ دوسری عورتوں کی اشتعال انگیزی

پھر جب دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہوا اور وہ ایک دوسرے کے قریب ہوئے تو ہند بنت عتبہ اپنے ساتھ دوسری عورتوں کو لے کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ انہوں نے جنگجوؤں کے پیچھے دف بجانے شروع کر دیئے اور انہیں جنگ پر مشتعل کرنے لگیں۔ ہند اس طرح رجز پڑھ رہی تھی:

وَیْهًا بَنِیْ عَبْدِ الدَّارْ وَیْهًا حُمَاةَ الْاَدْبَارْ ضَرْبًا بِکُلِّ بَتَّارْ

واہ وا، اے عبد الدار کے بیٹو! واہ وا! اے پشتوں کی حفاظت کرنے والو، ہر کاٹنے والی تلوار کے ساتھ دشمن پر کاری ضرب لگاتے چلو۔

اور کبھی یوں کہتی تھی۔

اِنْ تُقْبِلُوْا نُعَانِقْ وَ نَفْرِشِ النَّمَارِقْ
اَوْ تُدْبِرُوْا نُفَارِقْ فِرَاقَ غَیْرِ وَامِقْ

''اگر تم آگے بڑھ کر حملہ کرو گے تو ہم تمہیں سینے سے لگائیں گی اور تمہارے لئے نرم و گداز قالینیں بچھائیں گی، اور اگر تم پیٹھ پھیرو گے تو ہم تم سے جدائی اختیار کر لیں گی، ایسی جدائی جس پر ہمیں کوئی افسوس نہیں ہوگا''۔

مسلمانوں کا شعار

بقول ابن ہشام احد کے روز رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کا شعار اَمِتْ اَمِتْ تھا یعنی اے اللہ! کفار و مشرکین کو ہلاک کر دے۔

حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ کا بقیہ واقعہ

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: پھر دونوں لشکروں کے درمیان گھمسان کا رن پڑا اور جنگ کی آگ خوب بھڑک اٹھی۔ حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ نے خوب دادِ شجاعت دی، حتیٰ کہ لڑتے لڑتے لشکر کفار کے قلب تک پہنچ گئے۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: میرے سامنے ایک سے زائد اہل علم نے بیان کیا کہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے اس بات کا بہت رنج تھا جب میں نے رسول اللہ ﷺ سے تلوار مانگی تھی تو آپ ﷺ نے میرے بجائے وہ تلوار حضرت ابو دجانہ کو مرحمت فرما دی تھی۔

زبان کی دھار کو مجھ سے روک سکے''۔ اسے حضرت ابن وہب نے اپنی جامع میں روایت کیا ہے۔

میں نے سوچا کہ میں حضور ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہ کا بیٹا ہوں اور میرا تعلق قریش سے ہے، یہ تلوار مجھے ملنی چاہیے اس لئے میں اٹھ کر گیا اور ابو دجانہ سے پہلے آپ ﷺ سے تلوار مانگی لیکن آپ ﷺ نے وہ تلوار ابو دجانہ کو عطا فرما دی اور مجھے نظر انداز کر دیا۔ میں نے سوچا اب میں دیکھتا ہوں کہ وہ اس جنگ میں کون سے کارنامے سرانجام دیتے ہیں۔ چنانچہ میں ان کے پیچھے ہو لیا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ نے اپنا سرخ دوپٹہ سر پر باندھا اور میدانِ کارزار میں گھس گئے۔ انصار کہنے لگے: ''ابو دجانہ عصابۃ الموت یعنی موت کا دوپٹہ لے کر میدانِ کارزار کی طرف نکل پڑے ہیں۔ جب بھی وہ سرخ دوپٹہ سر پر باندھ کر میدانِ جنگ میں نکلتے تھے تو انصار یہی کہتے تھے۔ چنانچہ ابو دجانہ یہ رجز پڑھتے ہوئے میدانِ کارزار میں گھس گئے:

أَنَا الَّذِيْ عَاهَدَنِيْ خَلِيْلِيْ ۔۔۔ وَ نَحْنُ بِالسَّفْحِ لَدَى النَّخِيْلِ
أَلَّا أَقُوْمَ الدَّهْرَ فِي الْكَيُّوْلِ ۔۔۔ أَضْرِبْ بِسَيْفِ اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ

''میں وہ شخص ہوں جس کے ساتھ میرے خلیل نے یہ اس وقت معاہدہ کیا جب ہم کھجوروں کے پاس دامانِ کوہ میں تھے کہ میں ساری عمر پچھلی صفوں میں کھڑا نہیں ہوں گا، اللہ اور اس کے

حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے: أَلَّا أَقُوْمَ الدَّهْرَ فِي الْكَيُّوْلِ۔

حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا کیول کا معنی ہے پچھلی صفیں اور یہ لفظ صرف اس واقعہ میں ہی آیا ہے۔ ہروی نے بھی ابو عبید کی مثل کہا اور اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے کہا: یہ کُیُوْلُ الزَّنْدِ (چقماق سے جھڑنے والی چنگاری) سے ماخوذ ہے۔ چقماق سے جب آگ نکالنے کا ارادہ کیا جائے لیکن اس سے آگ نہ نکلے بلکہ دھواں اور سیاہی گرے تو اس دھوئیں اور سیاہی کو کیول الزند کہتے ہیں۔ اس سیاہی کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ اسی سے کہا جاتا ہے کَالَ الزَّنْدُ یَکُوْلُ۔ یعنی چقماق سے آگ نہ نکلی۔ پس الکیول اسی سے فَیْعُوْل کے وزن پر ماخوذ ہے۔ جس طرح چقماق سے نکلنے والی سیاہی اور دھواں بے فائدہ ہوتے ہیں اسی طرح لشکر کی آخری صفوں میں نہ جنگ کی آگ بھڑکتی ہے اور نہ وہ صفیں زیادہ فائدہ مند ثابت ہوتی ہیں۔ اس لئے انہیں بھی کیول کہا جاتا ہے۔ حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ کے قول کا یہی معنی ہے۔ حضرت ابو حنیفہ نے بھی اس کی یہی تشریح کی ہے، البتہ انہوں نے کہا ہے کہ کَالَ الزَّنْدُ یَکِیْلُ کہا جاتا ہے یعنی یہ اجوف یائی ہے اور باب ضرب یضرب سے ہے۔

رسول کی تلوار کو چلاتا رہوں گا"۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: فِی الْکُبُوْل بھی مروی ہے۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: یہ کہہ کر وہ گھمسان میں گھس گئے، جو سامنے آتا اس کو ڈھیر کر دیتے۔ مشرکین میں ایک کافر تھا، اس کی راہ میں جو ہمارا زخمی مسلمان آتا وہ اس کا کام تمام کر دیتا۔ حضرت ابودجانہ اور وہ کافر ایک دوسرے کے قریب ہوتے جا رہے تھے۔ میں دل ہی دل میں دعا کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں کو جمع کر دے۔ چنانچہ کچھ دیر بعد وہ ایک دوسرے کے آمنے سامنے تھے اور ایک دوسرے پر وار کرنے لگے۔ آخر اس مشرک نے ایک بھرپور وار کیا جسے حضرت ابودجانہ نے اپنی ڈھال پر روک لیا۔ اس سے اس کی تلوار ٹوٹ گئی، پھر حضرت ابودجانہ نے اس پر تلوار کا وار کیا اور اس کو دولخت کر کے رکھ دیا۔ پھر میں نے حضرت ابودجانہ کو دیکھا کہ آپ نے ہند بنت عتبہ کے سر کی مانگ پر تلوار اٹھائی لیکن پھر تلوار پیچھے ہٹالی۔ میں نے کہا اللہ اور اس کا رسول ہی خوب جانتے ہیں کہ آپ نے ایسا کیوں کیا۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: حضرت ابودجانہ سماک بن خرشہ رضی اللہ عنہ نے اس کی وجہ یہ بتائی کہ میں نے ایک انسان کو دیکھا کہ وہ نہایت تیزی سے لوگوں کو جنگ پر مشتعل کر رہا ہے، میں نے اسے قتل کرنے کا ارادہ کیا لیکن جب میں نے اس پر تلوار اٹھائی تو دیکھا کہ وہ عورت ہے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کی تلوار کی شان کے خلاف سمجھا کہ میں اس کے ساتھ ایک عورت کو قتل کروں"۔

حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے رَأَیْتُ رَجُلًا یَحْمِشُ النَّاسَ حَمْشًا شَدِیْدًا۔ "میں نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ نہایت تیزی سے لوگوں کو جنگ پر مشتعل کر رہا ہے"۔ یَحْمِشُ سین اور شین دونوں کے ساتھ مروی ہے۔ سین غیر معجمہ کے ساتھ اس مقام پر اس کا معنی شدت ہے۔ گویا آپ نے فرمایا وہ شخص بڑی شدت سے لوگوں کو جنگ پر مشتعل کر رہا تھا کیونکہ کہا جاتا ہے رَجُلٌ اَحْمَسُ۔ یعنی انتہائی بہادر آدمی، اور شین معجمہ کے ساتھ اس کا معنی اِیْقَاد اور اِغْضَاب ہے یعنی جلانا اور غضبناک کرنا، کیونکہ کہا جاتا ہے اَحْمَشْتُ النَّارَ میں نے آگ جلائی۔ حَمَشْتُ الرَّجُلَ وَاَحْمَشْتُهٗ۔ میں نے آدمی کو غضبناک کیا۔ پس اس فعل کا باب افعال ایقاد اور اغضاب دونوں کے لئے اور مجرد صرف اغضاب کے لئے آتا ہے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت سیدنا حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ بڑی جوانمردی سے لڑ رہے تھے یہاں تک کہ آپ نے لشکر کفار کے ایک علمبردار ارطاۃ بن عبد بن شرحبیل بن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار کو تہ تیغ کر دیا۔ پھر آپ کا سامنا ایک اور مشرک ابو نیار سباع بن عبدالعزیٰ الغبشانی سے ہوا۔ آپ نے اسے للکارا اور فرمایا: اے لڑکیوں کا ختنہ کرنے والی کے بیٹے! آ اور میرا مقابلہ کر، اس کی ماں ام انمار تھی جو شریق بن عمرو بن وہب ثقفی کی آزاد کردہ لونڈی تھی۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ شریق بن اخنس بن شریق ہے اور ام انمار مکہ میں لڑکیوں کا ختنہ کرتی تھی۔ جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور سباع کا آمنا سامنا ہوا تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے ایک ہی وار میں اس کا کام تمام کر دیا۔

جبیر بن مطعم کے غلام وحشی کا بیان ہے کہ قسم بخدا! میں نے دیکھا کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اپنی تلوار اٹھائے مست اونٹ کی طرح لوگوں کے پیچھے دوڑ رہے تھے، جو سامنے آتا اس کو لتاڑتے ہوئے آگے نکل جاتے۔ اسی اثناء میں سباع بن عبدالعزیٰ سامنے آ نکلا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اسے للکارتے ہوئے کہا: اے ختنہ کرنے والی کے بیٹے! آ میری طرف، دو دو ہاتھ ہو جائیں۔ یہ کہہ کر آپ نے اس پر تلوار کا وار کیا جو سیدھا اس کے سر پر لگا اور وہ آنِ واحد میں موت کے گھاٹ اتر گیا۔ میں نے اپنے چھوٹے نیزے کو پوری قوت سے لہرایا۔ جب مجھے تسلی ہو گئی تو میں نے تاک کر وہ نیزہ آپ کی طرف پھینک دیا جو سیدھا آپ کے شکم پر ناف کے نیچے سے اندر گھس گیا اور دونوں ٹانگوں کے درمیان سے پار نکل گیا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے مجھ پر جھپٹنا چاہا لیکن زخم کاری تھا آپ اٹھ نہ سکے۔ میں نے آپ کو اسی حالت میں چھوڑ دیا۔ جب آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی تو میں پھر وہاں گیا اور اپنا نیزہ اٹھا لایا، پھر میں اپنے خیمہ میں آ کر بیٹھ گیا کیونکہ میری اور کچھ ضرورت نہ تھی۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے متعلق وحشی سے مروی ضمری اور ابن خیار کی روایت

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: میرے سامنے حضرت عبداللہ بن فضل بن عباس بن ربیعہ بن حارث نے بیان کیا انہوں نے حضرت سلیمان بن یسار سے انہوں نے حضرت جعفر بن عمرو بن امیہ ضمری سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: میں اور عبیداللہ بن عدی بن خیار جو بنی نوفل بن عبد مناف کے ایک فرد تھے، خلافت معاویہ بن ابی سفیان کے زمانہ میں گھر سے نکلے اور دیگر لوگوں کے ساتھ سفر پر روانہ ہوئے۔ سفر سے واپسی پر ہمارا گزر شہر حمص سے ہوا جہاں جبیر بن مطعم کا آزاد کردہ غلام وحشی رہتا تھا۔ مجھ سے عبیداللہ بن عدی نے کہا: چلو وحشی کے پاس چلتے ہیں اور اس سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ سنتے ہیں کہ اس نے آپ کو کیسے شہید کیا۔ میں نے ان سے کہا آؤ چلیں۔ ہم دونوں شہر حمص میں وحشی کے گھر کی تلاش میں نکلے اور لوگوں سے اس کا پتہ پوچھنا شروع کیا حتی کہ ایک شخص نے ہمیں کہا تم اسے اپنے گھر کے صحن میں پاؤ گے۔ وہ شراب بہت پیتا ہے، اگر تم اسے ہوش میں پاؤ تو تمہارا مقصد پورا ہو جائے گا اور اس سے جو بات کرنی ہو کر لینا لیکن اگر دیکھو کہ وہ نشے میں ہے تو واپس چلے آنا، اسے کچھ نہ کہنا۔ حضرت ضمری فرماتے ہیں ہم وحشی کے گھر پہنچے اور دیکھا کہ وہ اپنے گھر کے صحن میں ایک چٹائی پر بیٹھا ہے، وہ بغاث (گدھ) کی طرح ایک بوڑھا شخص معلوم ہو رہا تھا۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: بغاث سیاہ پرندوں کی ایک قسم ہے۔

ہم نے دیکھا کہ وہ ہوشیار ہے نشے میں نہیں ہے۔ ہم نے جا کر اسے سلام کیا، اس نے سر

وحشی کی روایت

وحشی نے اس روایت میں کہا: فَإِذَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ كَالْبُغَاثِ۔ حضرت ابو عبید نے کہا بغاث ان پرندوں کو کہتے ہیں جن کے ساتھ شکار نہیں کیا جاتا جیسے گدھ اور چیل وغیرہ۔ اس کا واحد بغاثۃ ہے اور بغاثی بھی کہا جاتا ہے اور اس کی جمع بغاث اور بغثان آتی ہے۔ یونس کی روایت میں بغاث کا ذکر کرتے ہوئے حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بغاث نر سیاہ گدھ کو کہتے ہیں جب وہ بوڑھی ہو جائے۔

اٹھا کر عبید اللہ بن عدی کی طرف دیکھا اور کہا کیا تو عدی بن خیار کا بیٹا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں۔ وحشی نے کہا میں نے تجھے اس وقت دیکھا تھا جب تیری ماں سعدیہ مقام ذی طوی میں تجھے دودھ پلا رہی تھیں۔ میں نے تجھے اور تیری ماں کو اونٹ پر سوار کیا تھا اور تجھے پہلوؤں سے پکڑ کر اونٹ پر بٹھایا تھا اور اس وقت تیرے پاؤں کو غور سے دیکھا تھا۔ آج انہی پاؤں کو دیکھ کر میں نے تجھے پہچان لیا ہے۔ ضمری کہتے ہیں پھر ہم اس کے پاس بیٹھ گئے اور اسے کہا کہ ہم تمہارے پاس اس لئے آئے ہیں کہ تم ہمیں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ سناؤ کہ تم نے انہیں کیسے قتل کیا؟ وحشی نے کہا ہاں یہ واقعہ میں تم سے اسی طرح بیان کروں گا جس طرح میں نے رسول اللہ ﷺ کے پوچھنے پر آپ سے بیان کیا تھا۔ میں جبیر بن مطعم کا غلام تھا۔ اس کے چچا طعیمہ بن عدی کو بدر کے روز قتل کر دیا گیا تھا۔ جب قریش جنگ احد کے لئے روانہ ہوئے تو جبیر نے مجھ سے کہا اگر تم میرے چچا کے عوض محمد (ﷺ) کے چچا حمزہ کو قتل کر دو تو تم آزاد ہو۔ چنانچہ میں بھی لشکر کفار میں شامل ہو کر روانہ ہوا۔ میں حبشی الاصل تھا اور حربہ (چھوٹا نیزہ) مارنے میں حبشیوں کی طرح کمال مہارت رکھتا تھا۔ شاذ و نادر ہی میرا وار خطا جاتا تھا۔ جب جنگ شروع ہوئی اور دونوں فریق ایک دوسرے سے برسرپیکار ہو گئے تو میں صرف حمزہ کی سرگرمیوں کو تاڑتا رہا۔ میں نے دیکھا کہ آپ اپنی تلوار اٹھائے مست خاکستری اونٹ کی طرح لوگوں کے پیچھے دندناتے پھرتے ہیں، آپ کے مقابلہ میں کھڑا ہونے کی کسی میں جرأت نہ تھی۔ یہ دیکھ کر میں ان پر ضرب لگانے کی تیاری کرنے لگا۔ میں درختوں اور پتھروں کی اوٹ میں چھپتا رہا تاکہ وہ

وحشی نے حضرت عبید اللہ سے کہا تھا میں نے تجھے تیری ماں سعدیہ کے ساتھ دیکھا تھا۔ اس نے ان کی ماں کی بنو سعد قبیلہ کی طرف نسبت تو ذکر کی لیکن اس کا نام ذکر نہ کیا۔ عبید اللہ بن عدی کی ماں کا نام ام قتال بنت ابی العیص بن امیہ ہے۔ اسے امام بخاری نے اس واقعہ کے ضمن میں ذکر کیا ہے لیکن انہوں نے سعدیہ نہیں کہا بلکہ روایت بخاری کے مطابق اس کا تعلق قریش کے قبیلہ بنی امیہ سے ہے نہ کہ بنی سعد سے۔ لیکن اگر وہ سعدیہ ہو تو وحشی کی مراد عبید اللہ کی رضاعی ماں ہوگی۔ عبید اللہ بن عدی رسول اللہ ﷺ کی ظاہری حیاتِ طیبہ میں پیدا ہوئے اور ولید بن عبد الملک کے دورِ خلافت میں وفات پائی۔ مدینہ طیبہ میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے گھر کے قریب ان کا گھر تھا۔ انہوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور دیگر اصحاب سے احادیث روایت کیں۔ مؤطا امام مالک کی کتاب الصلاۃ میں ان کی ایک روایت کردہ حدیث مذکور ہے۔

میرے نزدیک ہو جائیں۔ اسی اثناء میں سباع بن عبدالعزیٰ سامنے آنکلا۔ جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھا تو اسے للکارتے ہوئے کہا: اے ختنہ کرنے والی کے بیٹے! آ میری طرف دو دو ہاتھ ہو جائیں۔ یہ کہہ کر آپ نے تلوار سے اس کے سر پر وار کیا اور آنِ واحد میں اسے موت کی آغوش میں سلادیا۔ میں نے اپنے چھوٹے نیزے کو ہوا میں لہرایا، جب مجھے تسلی ہو گئی تو تاک کر اسے آپ کی طرف پھینکا، وہ ناف کے نیچے سے آپ کے اندر گھسا اور دونوں ٹانگوں کے درمیان سے باہر نکل گیا۔ آپ نے مجھ پر جھپٹنا چاہا لیکن زخم کاری تھا، آپ اٹھ نہ سکے پھر میں وہاں سے چلا آیا۔ جب آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی تو میں پھر وہاں گیا اور اپنا نیزہ اٹھالایا۔ پھر میں واپس آ کر اپنے خیمے میں بیٹھ گیا۔ مجھے اس سے زیادہ جنگ سے کوئی

وحشی کا قول ہے: بِذِیْ طُوٰی۔ یہ مکہ معظمہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے۔ ہم نے اس سے قبل ذی طویٰ، ذی طواء اور طویٰ میں فرق بیان کر دیا ہے۔ اس لئے اس کے اعادہ کی یہاں ضرورت نہیں۔

وحشی کا قول ہے: يَهُدُّ النَّاسَ بِسَيْفِهِ مَا يَلِيْقُ شَيْئًا مِثْلَ الْجَمَلِ الْاَوْرَقِ (میں نے دیکھا کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اپنی تلوار اٹھائے مست خاکستری اونٹ کی طرح لوگوں کے پیچھے دوڑ رہے تھے)۔ اَلْاَوْرَق سے وحشی کی مراد -- واللہ اعلم -- خاکستری رنگ کا گرد و غبار ہے۔ اس نے یہ لفظ اس لئے استعمال کیا کہ خاکستری اونٹ زیادہ طاقتور تو نہیں ہوتا لیکن اس کا گوشت بڑا پاکیزہ اور لذیذ ہوتا ہے جیسا کہ لوگوں کا بیان ہے۔

وحشی کا قول ہے يَهُدُّ النَّاسَ۔ يَهُدُّ ذال منقوطہ کے ساتھ ہے، اسے صاحب الدلائل نے ذکر کیا ہے اور اس کی تشریح یہ بیان کی ہے کہ یہ اَلْهَذّ سے مشتق ہے جس کا معنی سرعت ہے۔ جہاں تک میم کے ساتھ اَلْهَذْم کا تعلق ہے تو اس کا معنی ہے کاٹنے میں تیزی کرنا۔ کہا جاتا ہے سَيْفٌ مِهْذَمٌ (تیز کاٹنے والی تلوار) اور اَلْهَيْذَامُ پیٹو کو کہتے ہیں اور اس کا معنی بہادر آدمی بھی ہے۔

حدیث شریف میں ہے: اَكْثِرُوْا مِنْ ذِكْرِ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ۔ یہ ذال منقوطہ کے ساتھ مروی ہے کہ لذاتِ نفس کو کاٹنے والے کا کثرت سے ذکر کیا کرو۔ حضرت ابن اسحاق کے علاوہ دیگر سیرت نگاروں نے وحشی کے واقعہ میں ذکر کیا ہے کہ اس نے کہا: جب میرے سردار نے میرے ساتھ حمزہ کے قتل پر مجھے آزاد کر دینے کا وعدہ کیا تو میں جنگ کی طرف نکلا۔ میں نے ایک نوجوان دیکھا جس نے بہت تنگ حلقوں والی زرہ پہن رکھی تھی، وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تھے۔ میں نے سوچا یہ میرے مطلوب نہیں۔ پھر میں نے ایک بہت بہادر اور دلیر آدمی کو دیکھا جو مست خاکستری اونٹ کی طرح دندناتا پھر رہا

دلچسپی نہ تھی۔ میں نے اپنی آزادی کا راستہ ہموار کرنے کے لئے آپ کو قتل کیا تھا۔ جب جنگ ختم ہوئی تو میں مکہ واپس آیا، میرے مالک نے حسب وعدہ مجھے آزاد کر دیا۔ اس کے بعد میں مکہ ہی میں رہائش پذیر رہا یہاں تک کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ فتح کیا تو میں بھاگ کر طائف آ گیا اور وہاں اقامت پذیر رہا لیکن جب اہل طائف کا وفد قبول اسلام کے لئے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں جانے لگا تو مجھ پر سب راستے بند ہو گئے اور میں اپنی زندگی سے مایوس ہو گیا، پھر مجھے خیال آیا کہ میں کیوں نہ یمن، شام یا کسی اور ملک میں چلا جاؤں۔ قسم بخدا! میں اسی ادھیڑ بن میں تھا کہ ایک شخص نے مجھے کہا تیری خیر ہو، بخدا! نبی کریم ﷺ کسی ایسے شخص کو قتل نہیں کرتے جو دین اسلام قبول کر لے اور آپ کی رسالت کی گواہی دے دے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں وحشی کا قبولِ اسلام

اس شخص نے مجھے جب یہ بات کہی تو میں طائف سے روانہ ہوا اور مدینہ طیبہ میں رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو گیا اور آپ کے پس پشت بالکل قریب کھڑے ہو کر کلمہ شہادت پڑھنے لگا۔ جب آپ نے مجھے دیکھا تو پوچھا کیا تم وحشی ہو؟ میں نے عرض کی ہاں یا رسول

اور اس کے مقابلہ میں کھڑا ہونے کی کسی میں جرأت نہ تھی۔ میں اس پر حملہ کرنے کے لئے ایک خیمے کی مانند بنی ہوئی چٹان کے پیچھے چھپ گیا اور کہا یہی میرا مطلوب ہے۔ میں نے اپنا لچکدار چھوٹا نیزہ ہوا میں لہرایا اور تاک کر اس کی طرف پھینک دیا، وہ اس کی ناف کے نیچے لگا۔ باقی واقعہ اسی طرح ہے۔

اَلْعَبْعَبُ کا معنی ہے نوجوان، الدرع القضاء کا معنی ہے مضبوط حلقوں والی زرہ اور اَلْاَیْھَمُ اس شخص کو کہتے ہیں جسے کوئی چیز پیچھے نہ ہٹا سکتی ہو۔ حدیث شریف میں ہے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّ الْاَیْھَمَیْنِ۔ میں ایھمین یعنی سیلاب اور آگ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔ اور اَلْعَذَاصَۃُ اس چیز کو کہتے ہیں جو نرمی کے باعث لچکدار ہو۔

مسیلمہ کے قتل میں وحشی کا قول ہے: ایک انصاری اس پر حملہ کرنے میں مجھ پر سبقت لے گیا۔ مسیلمہ اور اس کے نسب کا ذکر اور اس کے واقعہ کا کچھ حصہ کتاب کے آخر میں آئے گا۔ جہاں تک اس انصاری کا تعلق ہے جس کا ذکر وحشی نے کیا اور حضرت ابن اسحاق نے اس کا نام ذکر نہیں کیا تو اس کے متعلق حضرت محمد بن عمر واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الردۃ میں بیان کیا ہے کہ مسیلمہ کے قتل میں جو شخص وحشی کے ساتھ شریک تھا وہ حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم مازنی انصاری ہیں جبکہ حضرت سیف بن عمر نے کتاب الفتوح میں ذکر کیا کہ وہ حضرت عدی بن سہل ہیں۔ انہوں نے ان کے یہ اشعار بھی

اللہ ﷺ! فرمایا بیٹھ جاؤ اور مجھے سناؤ کہ تم نے حمزہ کو کیسے قتل کیا؟ میں نے سارا واقعہ سنایا جیسے تم دونوں کو سنایا ہے۔ جب فارغ ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''تیری خیر ہو، اپنے چہرہ کو مجھ سے چھپائے رکھنا اور مجھے نظر نہ آنا''۔ اس کے بعد جب بھی میں رسول اللہ ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوتا تو کندھا موڑ کر بیٹھتا تا کہ حضور ﷺ مجھے نہ دیکھیں۔ رسول اللہ ﷺ کے وصال تک میری یہی حالت رہی۔

وحشی کے ہاتھوں مسیلمہ کا قتل

(وحشی کا بیان ہے) جب مسلمان مسیلمہ کذاب صاحب یمامہ کی سرکوبی کے لئے نکلے تو میں بھی ان کے ساتھ روانہ ہوا اور اپنا وہی چھوٹا نیزہ ساتھ لے گیا جس کے ساتھ میں نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا۔ جب جنگ میں گھمسان کا رن پڑا تو میں نے دیکھا کہ مسیلمہ ہاتھ میں تلوار لیے کھڑا ہے۔ میں اس پر حملہ کرنے کی تیاری کرنے لگا اور ایک انصاری دوسری جانب سے اس پر حملہ کرنے کی تیاری کرنے لگا۔ ہم دونوں اس کی تاڑ میں تھے، میں نے اپنا نیزہ ہوا میں لہرایا، جب میں مطمئن ہو گیا تو اپنا حربہ اس پر کھینچ مارا، وہ سیدھا عین نشانے پر لگا۔ اسی لمحہ میرے انصاری بھائی نے اس پر اپنی تلوار کا وار کر دیا۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ ہم دونوں میں سے کس نے اسے جہنم رسید کیا۔ اگر میں نے ہی اسے قتل کیا تھا تو اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کے بعد سب سے بہتر آدمی کو شہید کیا تھا تو میں نے ہی سب سے زیادہ شریر آدمی کو قتل کرنے کا بھی شرف

ذکر کیے ہیں:

اَلَمْ تَرَ اَنِّیْ وَ وَحْشِیُّهُمْ قَتَلْتُ مُسَیْلِمَةَ الْمُفْتَتَنْ

وَ یَسْاَلُنِی النَّاسُ عَنْ قَتْلِهٖ فَقُلْتُ ضَرَبْتُ وَ هٰذَا طَعَنْ

''کیا تم نے نہیں دیکھا کہ میں اور وحشی نے مل کر سب سے بڑے فتنہ باز مسیلمہ کو قتل کیا۔ لوگ مجھ سے اس کے قتل کے متعلق پوچھتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ میں نے اس پر تلوار کا وار کیا اور وحشی نے اسے نیزہ مارا''۔

یہ دونوں شعر ان کے ایک قصیدے کا حصہ ہیں۔ ہم نے اس بیان سے تھوڑا سا پہلے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ بھی مسیلمہ کے قتل میں شریک تھے۔ ان کا حضرت ابو عمر نمری نے ذکر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے،'' ان کی مراد یہ ہے کہ ان تینوں نے مل کر اسے جہنم رسید کیا۔ تیسرے شخص سے آپ کی مراد وحشی ہے''۔

حاصل کیا ہے۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے حضرت عبداللہ بن فضل نے بیان کیا انہوں نے حضرت سلیمان بن یسار سے انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما سے روایت کیا اور آپ جنگ یمامہ میں شریک ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا: میں نے اس روز ایک شخص کو چلاتے ہوئے سنا کہ مسیلمہ کذاب کو حبشی غلام نے قتل کیا ہے۔

دیوان سے وحشی کے نام کا خروج

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ وحشی پر اس قدر شراب کی حدیں جاری ہوئیں کہ آخر کار دیوان سے اس کا نام خارج کر دیا گیا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: ''میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اللہ تعالیٰ قاتل حمزہ رضی اللہ عنہ کو چھوڑ نا نہیں چاہتا''۔

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا غزوۂ احد میں حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مل کر جہاد کیا یہاں تک کہ آپ کو شہید کر دیا گیا اور جس مشرک نے آپ کو شہید کیا تھا اس کا نام ابن قمئہ تھا۔ وہ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ خیال کر رہا تھا۔ ان کو قتل کرنے کے بعد وہ لشکر قریش میں گیا اور کہا کہ میں نے محمد (ﷺ) کو شہید کر دیا ہے۔ جب حضرت مصعب رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو جھنڈا اعطا فرمایا پھر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کے ساتھ مل کر نہایت گرمجوشی سے قتال کرنا شروع کر دیا۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: مجھ سے حضرت مسلمہ بن علقمہ مازنی نے بیان کیا کہ جب احد کے روز گھمسان کا رن پڑا تو رسول اللہ ﷺ انصار کے جھنڈے تلے تشریف فرما ہوئے۔ آپ ﷺ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا کہ جھنڈا اٹھا لیں،

حضرت ابن اسحاق سے مروی حضرت یونس کی روایت میں وحشی کے اسلام لانے کے واقعہ میں یہ اضافہ بھی مذکور ہے کہ جب وحشی مدینہ طیبہ میں حاضر ہوا تو لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! یہ وحشی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''اسے رہنے دو، کچھ نہ کہو کیونکہ ایک آدمی کا مشرف باسلام ہونا مجھے اس بات سے زیادہ عزیز ہے کہ میں ایک ہزار کفار کو تہ تیغ کر دوں''۔

چنانچہ آپ نے آگے بڑھ کر جھنڈا اتھام لیا اور نعرہ لگایا اَنَا اَبُو الْقُصَمِ "میں باطل کی کمر توڑنے والا ہوں"۔ بقول ابن ہشام اَبُو الْقِصَمِ بھی کہا جاتا ہے۔ اسی اثناء میں کفار کے علمبردار ابوسعید بن طلحہ نے آپ کو للکار کر کہا: "اے ابوالقصم! کیا تم میں میرے ساتھ پنجہ آزمائی کی طاقت ہے"؟ آپ نے جواب دیا: ہاں۔ یہ کہہ کر آپ میدان میں نکل آئے لشکر اسلام اور لشکر کفار کی صفوں کے درمیان ان کا مقابلہ ہوا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بجلی کی تیزی سے اس پر وار کیا، دوسرے ہی لمحہ وہ زمین پر پڑا تڑپ رہا تھا، پھر آپ واپس لوٹ آئے اور اس پر دوسرا وار نہ کیا۔ صحابہ کرام نے آپ سے پوچھا آپ نے اس پر دوسرا وار کیوں نہیں کیا؟ آپ نے فرمایا

حضرت ابن اسحاق نے حضرت ابوسعد بن ابی طلحہ کا یہ قول ذکر کیا ہے: اَنَا قَاصِمُ مَنْ يُبَادِزُنِيْ (میں اس شخص کی کمر توڑنے والا ہوں جو میرے ساتھ پنجہ آزمائی کرے)۔ یہ سن کر حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم اس کے مقابلہ کے لئے میدان میں نکل آئے اور فرمایا اَنَا اَبُو الْقُصَمِ (میں کمر توڑنے والا ہوں)۔ یہ حضرت ابن ہشام کا قول ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اَنَا اَبُو الْقُصَمِ ابوسعد کے اس قول کی وجہ سے کہا تھا کہ اَنَا قَاصِمُ مَنْ يُبَادِزُنِيْ۔ پس اَلْقُصَم قُصْمَۃٌ کی جمع ہے۔ یہ اس پٹھے کو کہتے ہیں جس کے ٹوٹنے سے انسان ہلاک ہو جاتا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ قُصْمٰی کی جمع ہو اور قصمٰی اس سخت مصیبت کو کہتے ہیں جو انسان کی کمر توڑ کے رکھ دے۔ یہی معنی زیادہ صحیح ہے کیونکہ ایسا کوئی پٹھہ معروف نہیں جس کے ٹوٹنے سے انسان ہلاک ہو جاتا ہو لیکن جب ابوسعد نے کہا اَنَا قَاصِمٌ میں توڑنے والا ہوں تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے یوں نہ فرمایا اَنَا اَقْصَمُ مِنْكَ "میں تجھ سے بڑھ کر توڑنے والا ہوں"۔ بلکہ فرمایا اَنَا اَبُو الْقُصَمِ۔ یعنی مجھے انسان کو ہلاک کرنے والے تمام پٹھوں اور بڑی بڑی مصیبتوں پر گرفت حاصل ہے۔ اَلْقَصْم کا معنی ہے توڑ کر جدا کر دینا اور فاء کے ساتھ اَلْفَصْمُ کا معنی ہے ایسا توڑنا جس سے توڑا ہوا حصہ دوسرے حصے سے جدا نہ ہو جیسے ترٹہنی کو توڑا جائے تو وہ جدا نہیں ہوتی۔ قرآن کریم میں ہے وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ (الانبیاء: 11) "اور کتنی بستیاں ہم نے برباد کر دیں"۔ ایک اور آیت کریمہ میں ہے لَا انْفِصَامَ لَهَا (بقرہ: 256) "جو ٹوٹنے والا نہیں"۔ حضرت ابن اسحاق کا قول ہے کہ ابوسعد بن ابی طلحہ کو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔ الکشی نے اپنی تفسیر میں حضرت سعد سے اسی طرح روایت کیا ہے اور لکھا ہے کہ جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ اس کے حلق پر نیزہ مار کر پیچھے ہٹے تو اس نے کتے کی طرح اپنی زبان باہر نکال لی اور پھر ہلاک ہو گیا۔

اس بے شرم نے اپنی شرمگاہ ننگی کر دی تھی تو میں مروت کی وجہ سے اس سے دور ہٹ گیا اور مجھے یقین ہو گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ہی وار سے اسے جہنم رسید کر دیا ہے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ابو سعد بن ابی طلحہ فریقین کی صفوں کے درمیان نکلا اور للکار کر کہا: "میں اس شخص کی کمر توڑنے والا ہوں جو میرے ساتھ پنجہ آزمائی کرے"۔ لیکن کوئی شخص اس کے مقابلہ میں نہ نکلا۔ وہ کہنے لگا اے محمد (ﷺ) تمہارا خیال تو یہ ہے کہ تمہارے مقتول جنت میں اور ہمارے مقتول دوزخ میں ہیں۔ لات کی قسم! تم جھوٹ کہتے ہو، اگر تم اسے سچ یقین کرتے تو تم میں سے کوئی تو میرے مقابلہ کے لئے نکلتا۔ اس کافر کی اس ڈینگ پر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ میدان میں نکل آئے، ان دونوں کا مقابلہ ہوا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک ہی وار سے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ حضرت ابن اسحاق نے فرمایا ابو سعد بن ابی طلحہ کو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کا واقعہ

غزوۂ احد میں حضرت عاصم بن ثابت بن ابی اقلح رضی اللہ عنہ نے بھی قتال (۱) میں حصہ لیا۔

حضرت ابن ہشام کی روایت کے علاوہ ایک اور روایت میں بھی حضرت ابن اسحاق نے یہ واقعہ ذکر کیا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا قول ہے: "جب ابو سعد تلوار کا زخم کھا کر گرا تو اس نے اپنی شرمگاہ سے پردہ ہٹا دیا۔ میں مروت اور حیاء کی وجہ سے دور ہٹ گیا اور اس پر وار کرنے سے باز رہا لیکن پہلے وار نے ہی اس کا کام تمام کر دیا تھا"۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ جنگ صفین میں بھی ایسا ہی کیا تھا۔ آپ نے بشر بن ارطاۃ پر اپنی تلوار اٹھائی، جب اسے اپنی موت سامنے نظر آئی تو اس نے اپنی شرمگاہ سے پردہ ہٹا دیا۔ آپ نے اپنی تلوار نیچے کر لی اور اس سے رخِ انور پھیر لیا۔ یہ بھی روایت ہے کہ جنگ صفین میں عمرو بن عاصی اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے درمیان ایسا ہی معاملہ ہوا۔ اسی کے بارے میں حارث بن نضر سہمی نے یہ شعر کہے جنہیں کلبی وغیرہ نے روایت کیا:

اَفِيْ كُلِّ يَوْمٍ فَارِسٌ غَيْرُ مُنْتَهٍ ۔۔۔ وَ عَوْرَتُهٗ وَسْطَ الْعَجَاجَةِ بَادِيَةٌ

"کیا ہر روز جنگ کے غبار میں اس کی شرمگاہ ظاہر ہو جاتی ہے اور ایک تیز رفتار گھڑ سوار

يَكُفُّ لَهَا عَنْهُ عَلِيٌّ سِنَانَهٗ ۔۔۔ وَ يَضْحَكُ مِنْهُ فِي الْخَلَاءِ مُعَاوِيَةٌ

یعنی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس کو نیزہ مارنے سے ہاتھ کھینچ لیتے ہیں اور حضرت معاویہ تنہائی میں اس پر ہنستے ہیں"۔

انہوں نے مسافح بن طلحہ اور اس کے بھائی جلاس بن طلحہ دونوں کو اپنے تیر کا نشانہ بنایا اور موت کے گھاٹ اتار دیا۔ جلاس کی ماں سلافہ دوڑی ہوئی آئی اور جاں بلب بیٹے کا سر اپنی گود میں رکھ کر پوچھا: بیٹے! تمہیں کس نے نشانہ بنایا ہے؟ اس نے کہا مجھے اتنا یاد ہے کہ جس نے مجھے تیر مارا اس وقت اس کی زبان سے یہ فقرہ نکلا جو میں نے سنا: "اس تیر کو سنبھالو اور یاد رکھو میں ابن ابی قلح ہوں"۔ سلافہ نے نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے عاصم کا سر میرے قبضہ میں دے دیا تو میں اس میں شراب بھر کر پیوں گی۔ حضرت عاصم نے بھی اللہ تعالیٰ سے عہد کر رکھا تھا کہ نہ وہ کسی مشرک کو ہاتھ لگائیں گے اور نہ کوئی مشرک انہیں چھو سکے گا۔ مشرکین کے علمبردار عثمان بن ابی طلحہ نے احد کے روز یہ شعر پڑھا:

اِنَّ عَلٰى اَهْلِ اللِّوَاءِ حَقًّا ۔۔۔ اَنْ يَخْضِبُوْا الصَّعْدَةَ اَوْ تَنْدَقَّا

"بے شک علمبرداروں پر یہ فرض ہے کہ وہ اپنے تیروں کو دشمن کے خون سے رنگتے رہیں یہاں تک کہ وہ (تیر) ٹوٹ جائیں"۔

اس وقت حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر اس کا کام تمام کر دیا۔

غسیل الملائکہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ

احد کے روز غسیل الملائکہ حضرت حنظلہ بن ابی عامر رضی اللہ عنہ اور ابوسفیان کی مڈبھیڑ ہوئی۔ حضرت حنظلہ بن ابی عامر رضی اللہ عنہ اس پر غالب آنے ہی والے تھے کہ انہیں شداد بن اسود نے دیکھ لیا کہ آپ ابوسفیان کا کام تمام کرنے والے ہیں تو اس نے آپ پر حملہ کر دیا اور آپ کو شہید کر دیا۔ آپ کی شہادت کی خبر سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تمہارے ساتھی حنظلہ کو

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے متعلق

حضرت ابن اسحاق نے غسیل الملائکہ حضرت حنظلہ بن ابی عامر رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا ہے۔ ان کے باپ ابوعامر کا نام عمرو ہے اور عبد عمرو بن صیفی بھی کہا گیا ہے۔

حضرت ابن اسحاق نے شداد بن اسود بن شعوب کا بھی ذکر کیا ہے جس نے حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا اس کے بعد کہ آپ ابوسفیان کو قتل کرنے کے لئے اس پر غالب آنے والے تھے۔ حضرت حمیدی نے اپنی تفسیر میں شداد کے بجائے جعونہ بن شعوب لیثی کا ذکر کیا ہے۔ یہ نافع بن ابی نعیم القاری کا آزاد کردہ غلام ہے۔

فرشتے غسل دے رہے ہیں۔ ان کے بارے میں ان کے اہل خانہ سے پوچھو"۔ جب ان کی بیوہ سے اس کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے بتایا کہ "جب آپ جہاد کا اعلان سن کر گھر سے نکلے تو آپ جنابت کی حالت میں تھے"۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا اَلْهَاتِفَة (اعلان جنگ) کے بجائے اَلْهَائِعَة بھی کہا جاتا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے سب سے بہتر اور افضل وہ شخص ہے جو اپنے گھوڑے کی لگام کو راہِ خدا یعنی جہاد میں تھامے رکھتا ہے، جونہی جہاد کے لئے نکلنے کی آواز اس کے کانوں میں پڑتی ہے تو وہ اڑ کر اس کی طرف نکل پڑتا ہے۔ طرماح بن حکیم طائی کا یہ شعر ہے، طرماح دراز قد آدمی کو کہتے ہیں:

اَنَا ابْنُ حُمَاةِ الْمَجْدِ مِنِ اٰلِ مَالِكٍ اِذَا جَعَلَتْ خُوْرُ الرِّجَالِ تَهِيْعُ

"میں آلِ مالک سے بزرگی کی حفاظت کرنے والے لوگوں کا بیٹا ہوں جبکہ بزدل لوگ گھبرا کر چلانے لگتے ہیں"۔

الهیعة ایسی آواز کو کہتے ہیں جس میں جزع فزع ہو۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: حضرت حنظلہ کی بیوہ کی یہ بات سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اسی وجہ سے فرشتوں نے انہیں غسل دیا"۔

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے متعلق ابن اسود اور ابوسفیان کے اشعار

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے متعلق شداد بن اسود نے یہ شعر کہا:

حضرت ابن اسحاق نے نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد بھی ذکر کیا ہے کہ "بے شک تمہارے ساتھی یعنی حنظلہ کو فرشتے غسل دے رہے ہیں"۔ دیگر کتب میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا "میں نے دیکھا کہ فرشتے زمین و آسمان کے درمیان بارش کے تازہ پانی سے چاندی کے تھالوں میں انہیں غسل دے رہے ہیں"۔ حضرت ابن اسحاق نے فرمایا جب ان کی زوجہ سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا "جب انہوں نے جہاد کا اعلان سنا تو جنابت کی حالت میں ہی گھر سے نکل پڑے"۔ ان کی زوجہ کا نام جمیلہ بنت ابی بن سلول ہے۔ یہ عبداللہ بن ابی (منافق) کی بہن تھیں اور وہ رات حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کی شب زفاف تھی۔ اسی رات آپ کی زوجہ نے خواب دیکھا کہ آسمان میں ایک دروازہ کھل گیا ہے اور حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ اس دروازے میں داخل ہو گئے ہیں، پھر آسمان کا دروازہ بند کر دیا گیا ہے۔

لَاَحْمِیَنَّ صَاحِبِیْ وَ نَفْسِیْ　بِطَعْنَةٍ مِّثْلِ شُعَاعِ الشَّمْسِ

''بے شک میں ضرور ایک سورج کی شعاع کی طرح چمکتے ہوئے نیزے کے ساتھ اپنی اور اپنے ساتھی کی حفاظت کروں گا''۔

اور ابوسفیان بن حرب نے اس روز اپنی ثابت قدمی اور حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کے خلاف ابن شعوب کی معاونت کا ذکر کرتے ہوئے یہ اشعار کہے:

وَ لَوْ شِئْتُ نَجَّتْنِیْ كُمَیْتٌ طِمِرَّةٌ　وَ لَمْ اَحْمِلِ النَّعْمَاءَ لِابْنِ شَعُوْبِ

''اگر میں چاہتا تو میرا تیز رفتار کمیت گھوڑا مجھے بچا لے جاتا اور مجھے ابن شعوب کا احسان نہ اٹھانا پڑتا''۔

وَ مَا زَالَ مُهْرِیْ مَزْجَرَ الْكَلْبِ مِنْهُمْ　لَدُنْ غُدْوَةً حَتّٰی دَنَتْ لِغُرُوْبِ

''میرا یہ گھوڑا صبح سے غروبِ آفتاب تک ان سے (مسلمانوں سے) صرف اتنے فاصلے پر برابر جما رہا جتنے فاصلے سے کتوں کو دھتکارا جاتا ہے''۔

اس سے وہ سمجھ گئیں کہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کل شہید ہو جائیں گے۔ جب صبح ہوئی تو انہوں نے اپنے خاندان کے چار آدمیوں کو بلا کر اس بات کا گواہ بنا لیا کہ ان کے خاوند نے آج رات ان سے ہم بستری کی ہے تا کہ کل کوئی جھگڑا و فساد نہ ہو۔ جہاں تک میری معلومات ہیں یہ بات واقدی نے ذکر کی ہے۔ دیگر لوگوں نے ذکر کیا ہے کہ جب حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کو دوسرے شہداء کے درمیان تلاش کیا گیا تو لوگوں نے دیکھا کہ ان کے سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے، حالانکہ ان کے قریب کہیں بھی پانی نہ تھا۔ یہ رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کی تصدیق تھی۔ اس واقعہ سے بعض فقہاء یہ دلیل پکڑتے ہیں کہ شہید جب جنبی ہو تو اسے غسل دیا جائے گا، جبکہ دیگر فقہاء کہتے ہیں کہ اسے بھی عام شہداء کی طرح غسل نہیں دیا جائے گا کیونکہ موت کی وجہ سے وہ مکلف نہیں رہا اور اس سے غسل جنابت کا حکم ساقط ہو چکا ہے۔

ابوسفیان کے اشعار

ابوسفیان کا شعر ہے:

وَ مَا زَالَ مُهْرِیْ مَزْجَرَ الْكَلْبِ مِنْهُمْ　لَدُنْ غُدْوَةً حَتّٰی دَنَتْ لِغُرُوْبِ

اس شعر میں لفظ غدوۃ جر اور نصب دونوں کے ساتھ مروی ہے۔ جر کے ساتھ اس کا اعراب تو واضح ہے کیونکہ لَدُنْ عِنْدَ کے قائمقام ہے اور عند کا مابعد ہمیشہ مجرور ہوتا ہے۔ البتہ نصب کے ساتھ اس کا اعراب شاذ ہے اور اس طرح کا اعراب اہل عرب میں صرف لفظ غدوۃ کے ساتھ خاص ہے جو

أُقَاتِلُهُمْ وَ أَدَّعِيْ يَالَ غَالِبِ وَ أَدْفَعُهُمْ عَنِّيْ بِرُكْنٍ صَلِيْبِ

''میں ان سے مسلسل لڑتا رہا اور بنی غالب کو پکارتا رہا اور ایک محکم قوت سے اپنی مدافعت کرتا رہا''۔

فَبَكِّيْ وَ لَا تَرْعَيْ مَقَالَةَ عَاذِلٍ وَ لَا تَسْأَمِيْ مِنْ عَبْرَةٍ وَ نَحِيْبِ

''پس گریہ وزاری کرلو اور ملامت کرنے والے کی بات کا لحاظ نہ رکھو اور آنسو اور شدید آہ و بکا سے ہرگز نہ اکتانا''۔

أَبَاكِ وَ إِخْوَانًا لَهُ قَدْ تَتَابَعُوْا وَ حُقَّ لَهُمْ مِنْ عَبْرَةٍ بِنَصِيْبِ

''ارے اپنے باپ اور اس کے بھائیوں پر خوب روؤ جو یکے بعد دیگرے قتل ہوتے رہے اور یہ لوگ تمہارے آنسو کے کچھ نہ کچھ حقدار تھے ہی''۔

وَ سَلِّي الَّذِيْ قَدْ كَانَ فِي النَّفْسِ أَنَّنِيْ قَتَلْتُ مِنَ النَّجَّارِ كُلَّ نَجِيْبِ

''اور اس آدمی کو تسلی دو جس کے دل میں یہ بات ہے کہ میں نے بنی نجار کے ہر شریف آدمی کو قتل کر ڈالا ہے''۔

وَ مِنْ هَاشِمٍ قَرْمًا كَرِيْمًا وَ مُصْعَبًا وَ كَانَ لَدَى الْهَيْجَاءِ غَيْرَ هَيُوْبِ

''اور بنی ہاشم کے ایک باعزت سردار (حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ) کو قتل کر دیا گیا جو نہایت متشدد تھا اور میدانِ جنگ میں بے خوف ہو کر لڑنے والا تھا''۔

کہ خلافِ قیاس ہے۔ سیبویہ اس اعراب کو کثرت سے ذکر کرتے ہیں اور اس پر قیاس کرنے سے منع کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ لَدُنْ میں دو لغتیں ہیں۔ لَدُنْ اور لَدُ یعنی کبھی یہ منون ہوتا ہے اور کبھی غیر منون۔ جب یہ منون ہو تو اہل عرب اسے اسم فاعل کے مشابہ کرتے ہوئے اس کے بعد غدوۃ کو مفعول کے مشابہ ہونے کی بناء پر نصب دیتے ہیں اور اگر ایسا نہ ہوتا کہ غدوۃ نکرہ ہونے کی صورت میں منون ہے اور معرفہ ہونے کی صورت میں ضرورۃً منون ہے تو اس کی نصب معروف نہ ہوتی کیونکہ یہ ایسا اسم ہے جو علمیت اور تانیث کی بناء پر غیر منصرف ہے، اس لئے اس کی جر اور نصب دونوں برابر ہیں۔ پس جب یہ ضرورت کی بناء پر منون ہو جیسا کہ ابو سفیان کے شعر میں ہے یا اس طرح مذکور ہو غُدْوَةٌ مِنَ الْغُدْوَاتِ تو اس وقت واضح ہوگا کہ اہل عرب نے اس میں نصب اور مفعول کے ساتھ تشبیہ کا قصد کیا ہے۔ اس بیان کی ایک اور صورت بھی ہے، وہ یہ ہے کہ اہل عرب نے اسے رفع دیا ہے اور کہا ہے لَدُنْ غُدْوَةٌ اور رفع کے ساتھ ساتھ اسے غیر منصرف بھی رکھا ہے۔ جس طرح اسم فاعل کے

وَلَوْ اَنَّنِیْ لَمْ اَشْفِ نَفْسِیْ مِنْهُمْ لَكَانَتْ شَجًا فِی الْقَلْبِ ذَاتَ نُدُوْبِ

''اور اگر میں انہیں قتل کر کے اپنے دل کو تسکین نہ دیتا تو میرے دل میں ایسے زخم ہو جاتے جن کے نشانات مٹنے والے نہ تھے''۔

فَآبُوْا وَ قَدْ اَوْدَی الْجَلَابِیْبُ مِنْهُمْ بِهِمْ خَدَبٌ مِّنْ مُعْطَبٍ وَ كَئِیْبِ

''پس وہ (مسلمان) ایسی حالت میں واپس لوٹے کہ ان کے بڑے بڑے سخت جان لوگ ہلاک ہو چکے تھے، بعض کے جسموں سے خون بہہ رہا تھا اور بعض غم واندوہ کی تصویر بنے ہوئے تھے''۔

اَصَابَهُمْ مَنْ لَّمْ یَكُنْ لِدِمَائِهِمْ كِفَاءً وَّ لَا فِیْ خُطَّةٍ بِضَرِیْبِ

''مسلمانوں کو اس شخص (یعنی ابوسفیان) نے مصیبت میں مبتلا کر دیا جو ان سب کے خونوں کے برابر بھی نہیں ہو سکتا تھا اور نہ اس کے کردار میں اس کا کوئی ہم مثل تھا''۔

ابوسفیان کے جواب میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت ابن ہشام کے بیان کے مطابق ان اشعار کا جواب حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے دیا۔ آپ نے فرمایا:

ذَكَرْتَ الْقُرُوْمَ الصِّیْدَ مِنْ اٰلِ هَاشِمٍ وَ لَسْتَ لِزُوْرٍ قُلْتَهٗ بِمُصِیْبِ

''تو نے آلِ ہاشم کے سردار شکاریوں کا ذکر کیا ہے۔ تو نے یہ جھوٹ نہیں بولا (سچ بولا) لیکن

بعد آنے والے اسم کو رفع دیا جاتا ہے جب وہ فاعل بن رہا ہو اور نصب دی جاتی ہے جب وہ مفعول واقع ہو رہا ہو بشرطیکہ اسم فاعل منون ہو۔ یہی حالت لَدُنْ کے بعد غُدْوَۃ کی ہے، اس کی یہ حالت اس وقت ہوگی جب لَدُنْ منون ہو اور اگر آپ لَدُ غُدْوَۃ کہیں تو صرف جر جائز ہوگی اگر آپ غدوۃ کو تنوین دیں اور اگر معرفہ ہونے کی وجہ سے اس کو غیر منصرف رکھیں تو اس صورت میں فتحہ اس کی جر کی علامت ہوگی اور غُدْوَۃ علم صرف اس صورت میں ہوتا ہے جب آپ اس سے کسی معین دن کا وقت مراد لیں اور لفظ بُكْرَۃ بھی علمیت میں غُدْوَۃ کی مثل ہے لیکن لَدُنْ کے ساتھ صورت حال میں اس کی مثل نہیں۔ اور ضَحْوَۃٌ اور عَشِیَّۃٌ دونوں منصرف ہیں اگر آپ ان سے کسی معین دن کا وقت مراد لیں۔ ہم نے نتائج الفکر میں اس باب کے اسرار و رموز مکمل طور پر کھول کر بیان کر دیے ہیں اور وہاں ہم نے ایسے بدائع اور عجائب کی وضاحت کی ہے جنہیں کسی نے بھی بیان نہیں کیا سوائے سیبویہ کے کہ ان کے کلام کے ضمن میں اور ان کے مقرر کردہ قواعد سے یہ چیزیں عیاں ہوتی ہیں۔

تیری بات ٹھیک نہیں ہو سکتی"۔

اَتَعْجَبُ اَنْ اَقْصَدْتَ حَمْزَةَ مِنْهُمُ نَجِيْبًا وَ قَدْ سَمَّيْتَهُ بِنَجِيْبِ

"کیا تو اس بات پر خوش ہوتا ہے کہ تو نے آلِ ہاشم میں سے حمزہ رضی اللہ عنہ جیسے نجیب کو قتل کیا ہے حالانکہ تو نے خود انہیں نجیب کا نام دیا ہے"۔

اَلَمْ يَقْتُلُوْا عَمْرًا وَّ عُتْبَةَ وَابْنَهُ وَ شَيْبَةَ وَالْحَجَّاجَ وَابْنَ حَبِيْبِ

"کیا مسلمانوں نے عمرو، عتبہ، اس کے بیٹے شیبہ، حجاج اور ابن حبیب کو موت کے گھاٹ نہیں اتارا تھا؟"

غَدَاةَ دَعَا الْعَاصِيْ عَلِيًّا فَرَاعَهُ بِضَرْبَةِ عَضْبٍ بَلَّهُ بِخَضِيْبِ

"اس صبح کو جب عاصی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دعوتِ مبارزت دی تھی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے ایسی تلوار کی ضرب کے ساتھ مبہوت کر دیا تھا جسے اس نے رنگین خون کے ساتھ تر کر دیا تھا"۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: ابن شعوب نے ابوسفیان کا جو دفاع کیا تھا اس کے متعلق اس پر کیے گئے اپنے احسان کا ذکر کرتے ہوئے اس نے یہ اشعار کہے:

وَ لَوْ لَا دِفَاعِيْ يَا ابْنَ حَرْبٍ وَّ مَشْهَدِيْ لَاُلْفِيْتَ يَوْمَ النَّعْفِ غَيْرَ مُجِيْبِ

"اے ابن حرب! اگر میرا دفاع اور میری موجودگی نہ ہوتی تو جبل احد کے موقع پر تو ایسی حالت میں پایا جاتا کہ تیری آواز سننے والا بھی کوئی نہ ہوتا"۔

وَ لَوْ لَا مَكَرِّيْ الْمُهْرَ بِالنَّعْفِ قَرْقَرَتْ ضِبَاعٌ عَلَيْهِ اَوْ ضِرَاءُ كَلِيْبِ

"اور اگر جبل احد کے پاس میرا اپنے گھوڑے کے ساتھ حملہ نہ ہوتا تو اس (ابوسفیان) پر بجو

ان اشعار میں ابوسفیان کا قول ہے بِهِمْ خَدَبٌ۔ خَدَب کا معنی کشادگی ہے۔ جب پیٹ پر حملہ کیا جائے تو اس میں بہت بڑا کشادہ زخم ہو جاتا ہے۔ خَدَب سے ابوسفیان کی یہی مراد ہے۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا شعر ہے:

اِذَا عَضَلٌ سِيْقَتْ اِلَيْنَا كَاَنَّهَا جَدَايَةُ شُرْكٍ مُعْلَمَاتِ الْحَوَاجِبِ

شُرُك شراك کی جمع ہے اور جَدَايَة سے مراد زین کے نیچے کی گدی ہے، اس میں معروف لغت جَدِيَّةُ السَّرْجِ ہے نہ کہ جَدَايَةُ السَّرْجِ۔ اس سے بھی قریب تر معنی یہ ہے کہ جَدَايَة سے مراد ہرن کا بچہ ہے اور اَلشُّرْك سے مراد اسے شکار کرنے کے لئے لگائے جانے والے پھندے اور

اور شکاری باؤلے کتے ٹوٹے پڑتے اور اسے کھا جاتے"۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: اس کا یہ قول عَلَيْهِ اَوْ ضِرَاء غیر ابن اسحاق سے مروی ہے۔

ابوسفیان کے جواب میں حضرت حارث رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: ابوسفیان کا جواب دیتے ہوئے حضرت حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار کہے:

جَزَيْتُهُمْ يَوْمًا بِبَدْرٍ كَمِثْلِهِ عَلٰى سَابِحٍ ذِيْ مَيْعَةٍ وَّ شَبِيْبِ

"ایک سبک رفتار، خوش وخرم اور جوان گھوڑے پر سوار ہو کر میں نے کفار کو ایک ایسی جنگ کا بدلہ چکایا جیسی

لَدٰى صَحْنِ بَدْرٍ اَوْ اَقَمْتُ نَوَائِحًا عَلَيْكَ وَ لَمْ تَحْفِلْ مُصَابَ حَبِيْبِ

میدانِ بدر میں ہوئی یا (یوں سمجھ لو کہ) میں نے تجھ پر نوحہ کرنے والیوں کو مقرر کر دیا حالانکہ وہ کسی دوست کی مصیبت پر بھی جمع ہونے والی نہ تھیں"۔

وَ اِنَّكَ لَوْ عَايَنْتَ مَا كَانَ مِنْهُمْ لَاَبْتَ بِقَلْبٍ مَا بَقِيْتَ نَخِيْبِ

"اور اگر تو اپنی آنکھوں سے وہ حالت دیکھتا جو مسلمانوں نے برپا کی تھی تو تو ایسے دل کے ساتھ واپس آتا جو مرتے دم تک خوفزدہ اور بزدل رہتا"۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: حضرت حارث بن ہشام نے ابوسفیان کے جواب میں یہ اشعار اس لئے کہے تھے کہ انہیں گمان ہوا تھا کہ ابوسفیان نے اپنے درجِ ذیل شعر کے ساتھ بدر کے روز ان کے فرار ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے:

جال ہیں۔ اسی وجہ سے آپ نے فرمایا دَامِيَاتُ الْحَوَاجِبِ۔ یہ اس کے معنی میں صحیح ترین قول ہے۔
حضرت ابوعبید نے ذکر کیا ہے کہ لفظ جِدَايَة واحد، جمع، مذکر اور مؤنث ہرن کی سب اولاد کے لئے بولا جاتا ہے۔ اور یہ بات بعید از حقیقت ہے کہ جَدَايَة جَدِيَّة کی جمع ہو جس کا معنی زین اور پالان کے نیچے رکھی جانے والی گدی ہے اگرچہ جمع میں فِعَالٌ اور فِعَالَةٌ کہا جاتا ہے جیسے جِمَالٌ اور جِمَالَةٌ لیکن یہاں یہ بات معنی کے لحاظ سے بعید از حقیقت ہے۔ واللہ اعلم

لفظ شرك شین کے کسرہ کے ساتھ بھی مروی ہے۔ اس شعر کا جو قریب ترین معنی بیان کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے جدایة سے جنگلی جانور مراد لیے جو کہ ہرن اور اس طرح کے دوسرے جانوروں کے بچے ہیں۔ حضرت ابوعبید نے ذکر کیا ہے کہ لفظ جدایة واحد، جمع، مذکر اور

وَ مَا زَالَ مُغْرِیْ مَزْجَرَ الْکَلْبِ مِنْهُمْ

ہزیمت کے اسباب کے متعلق حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا بیان

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر اپنی فتح و نصرت نازل فرمائی اور اپنا وعدہ سچ کر دکھایا۔ مسلمانوں نے کفار کو تلواروں سے مار مار کر بھگانا شروع کر دیا یہاں تک کہ ان کے لشکر کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے اور انہیں ایسی ہزیمت اٹھانا پڑی جو شک و شبہ سے بالاتر تھی۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے حضرت یحییٰ بن عباد بن عبداللہ بن زبیر نے بیان کیا، انہوں نے اپنے باپ عباد سے انہوں نے حضرت عبداللہ بن زبیر سے انہوں نے حضرت زبیر سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: قسم بخدا! میں دیکھ رہا تھا کہ ہند بنت عتبہ اور اس کے ساتھ دیگر عورتیں پنڈلیاں ننگی کیے ہوئے بدحواسی کے عالم میں ادھر ادھر بھاگ رہی تھیں۔ اس شکست کو دیکھ کر تیر افگن دستہ جلد بازی کرتے ہوئے لشکر کی طرف چلا آیا اور ہماری پشتیں دشمن کے گھڑسواروں کے لئے خالی کر دیں۔ دشمن کے گھڑسوار دستہ نے ہماری پشت کی طرف سے ہم پر حملہ بول دیا۔ اسی وقت کسی نے با آواز بلند کہا خبردار! محمد (ﷺ) کو قتل کر دیا گیا ہے۔ یہ آواز سنتے ہی کفار ہم پر ٹوٹ پڑے اور مسلمان منتشر ہو گئے حتیٰ کہ کوئی مسلمان حضور ﷺ کے قریب نہ رہا۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: حضور ﷺ کی شہادت کی جھوٹی خبر کے ساتھ با آواز بلند پکارنے والا شخص ازب العقبہ یعنی شیطان تھا۔

مؤنث سب کے لئے بولا جاتا ہے۔ اس بنا پر لفظ الشرك ان پھندوں کے معنی میں ہوگا جو ہرن کے بچوں کو شکار کرنے کے لئے لگائے جاتے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ شرک ایک جگہ کا نام ہے۔ واللہ اعلم۔ اور عَضَلْ بنی خزیمہ کے ایک ذیلی قبیلے کا نام ہے جو غدار تھے۔ بنی عضل اور قارہ کی غداری کا ذکر آگے آئے گا۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قول ہے: مُعَلَّمَاتِ الْحَوَاجِب یعنی ان کے بھنوؤں پر خون کے نشانات لگے ہوئے تھے۔ یہ بھی جائز ہے کہ اس سے مراد بھنوؤں کی سیاہی ہو جو ہرنوں کی آنکھوں کے درمیان ہوتی ہے۔ جس طرح سیبویہ نے اعشیٰ کا یہ شعر پڑھا ہے:

کَأَنَّهُ لَهَقُ السَّرَاةِ کَأَنَّهُ مَا حَاجِبَيْهِ مُعَيَّنٌ بِسَوَادِ

"اور گویا وہ پہاڑ کی چوٹی کی سفیدی ہے اور گویا جو حصہ اس کے بھنوؤں کے درمیان ہے وہ سیاہی

صوٓاب کی شجاعت اور اس کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بعض اہل علم کا بیان ہے کہ مشرکین کا جھنڈا گرا پڑا تھا کہ اتنے میں ایک عورت عمرہ بنت علقمہ حارثیہ نے اسے اٹھالیا پھر اس کے ہاتھ سے قریش نے لے لیا یہاں تک کہ وہ جھنڈا ابی طلحہ کے حبشی غلام صوٓاب کے پاس پہنچ گیا۔ یہ ان کا آخری علمبردار تھا، اس نے بڑی شجاعت کا مظاہرہ کیا، وہ جھنڈے کو تھام کر لڑتا رہا یہاں تک کہ اس کے دونوں ہاتھ کٹ گئے پھر وہ نیچے بیٹھ گیا اور جھنڈے کو اپنے سینے اور گردن کے ذریعے دبوچ لیا تا کہ گرنے نہ پائے یہاں تک کہ اسے قتل کر دیا گیا۔ آخری وقت میں اس کی زبان پر یہ الفاظ تھے: ''اے اللہ! کیا میں نے اپنی قوم کی لاج رکھ لی ہے''؟ اس بارے میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار کہے:

فَخَرْتُمْ بِاللِّوَاءِ وَ شَرُّ فَخْرٍ لِوَاءٌ حِيْنَ رُدَّ اِلَى صُوَّابِ

''تم نے اپنے جھنڈے پر فخر کیا ہے حالانکہ اس جھنڈے پر فخر بدتر ہے جب اسے صوٓاب غلام کے پاس لوٹا دیا گیا ہے''۔

جَعَلْتُمْ فَخْرَكُمْ فِيْهِ لِعَبْدٍ وَالْاَمُ مَنْ يَطَاُ عَفَرَ التُّرَابِ

''جھنڈے کے بارے میں تم نے یہ فخر ایک غلام کے بل بوتے پر کیا ہے حالانکہ اس کی ماں ایسی عورت ہے جسے ایک بھورے رنگ والا شخص روندا کرتا ہے''۔

ظَنَنْتُمْ وَ السَّفِيْهُ لَهٗ ظُنُوْنٌ وَ مَا اِنْ ذَاكَ مِنْ اَمْرِ الصَّوَابِ

''تم نے گمان کر لیا اور احمق کا گزارا گمانوں پر ہی ہوتا ہے حالانکہ یہ گمان کوئی درست کام سے نہیں ہوتا:

کے ساتھ معین ہے۔

غزوۂ احد میں چلانے والا

حضرت ابن اسحاق نے احد کے روز رسول اللہ ﷺ کے قتل کی جھوٹی خبر کے ساتھ چلانے والے کا ذکر کیا ہے اور حضرت ابن ہشام کا قول ہے کہ چلانے والا شخص اِزْبُ الْعَقَبَۃِ تھا۔ اس مقام پر ازب کا لفظ اسی طرح ہمزہ کے کسرہ اور زاء کے سکون کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ ہم نے بیعت عقبہ کے ضمن میں ام کرز بنت اکرب بن عمرو بن بکیل کے بارے میں ابن ماکولا کا قول ذکر کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں: لغت عرب میں اَزب صرف اس نام میں اور اَزب العقبہ میں وارد ہوا ہے۔ اس کے علاوہ ہم نے

بِاَنَّ جِلَادَنَا يَوْمَ الْتَقَيْنَا بِمَكَّةَ بَيْعُكُمْ حُمْرَ الْعِيَابِ

کہ جس روز ہمارا اور تمہارا (غزوۂ احد میں) مقابلہ ہوا تو (تمہارا یہ گمان تھا کہ) تم ہماری کھالیں مکہ میں سرخ تھیلے بنا کر بیچ رہے ہو"۔

اَقَرَّ الْعَيْنَ اَنْ عُصِبَتْ يَدَاهُ وَ مَا اِنْ تُعْصَبَانِ عَلٰى خِضَابِ

"اس کے ہاتھ سرخ دیکھ کر میری آنکھیں ٹھنڈی ہو گئیں اور اس کے ہاتھ رنگ کی سرخی کے باعث سرخ نہ تھے (بلکہ خون کے باعث سرخ تھے)"۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: اس کا آخری شعر ابو خراش ہذلی سے مروی ہے اور یہ شعر مجھے خلف الاحمر نے سنایا:

اَقَرَّ الْعَيْنَ اَنْ عُصِبَتْ يَدَاهَا وَ مَا اِنْ تُعْصَبَانِ عَلٰى خِضَابِ

یہ اس کے چند اشعار میں سے ایک ہے جس میں وہ اپنی بیوی مراد لیتا ہے اور اس کا تعلق غزوۂ احد کے علاوہ کسی اور واقعہ کے ساتھ ہے۔ یہ بھی مروی ہے کہ یہ اشعار معقل بن خویلد ہذلی کے ہیں۔

عمرہ حارثیہ کے بارے میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: عمرہ بنت علقمہ حارثیہ کے واقعہ اور اس کے جھنڈا اٹھانے کے بارے میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار کہے:

اِذَا عَضَلٌ سِيقَتْ اِلَيْنَا كَاَنَّهَا جَدَايَةُ شِرْكٍ مُعْلَمَاتِ الْحَوَاجِبِ

"جب بنی عضل ہماری طرف مقام شرک کے ہرنیوں کے بچوں کی طرح بڑھ کر آئے جن کے ابروؤں پر نشان لگے ہوں

اَقَمْنَا لَهُمْ طَعْنًا مُبِيْرًا مُنَكِّلًا وَ حُزْنَاهُمْ بِالضَّرْبِ مِنْ كُلِّ جَانِبِ

ابن زبیر کا واقعہ بھی بیان کیا ہے جسے قتیبی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے کجاوے کے عرق گیر پر ایک آدمی کو دیکھا جس کا قد صرف دو بالشت تھا۔ آپ نے اسے نیچے گرا دیا لیکن وہ پھر وہیں لوٹ آیا۔ یہ دیکھ کر آپ نے پوچھا تو کیا ہے؟ اس نے کہا میں اَزب (پست قد) ہوں۔ آپ نے پوچھا اَزب کون ہے؟ اس نے کہا ایک جن۔ الخ۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ یہ لفظ اَزب ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ حضرت یعقوب کا قول ہے: اَلْاِزْبُ الرَّجُلُ الْقَصِيْرُ یعنی اِزب پست قد آدمی کو کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ آیا اِزب اور اَزب ایک ہی شیطان ہے یا دو۔

تو ہم نے ان کے لئے نہایت تباہ کن اور عبرتناک نیزہ بازی قائم کر دی اور اور ہر طرف سے ان پر شمشیر زنی کر کے ان کی لاشوں کا انبار لگا دیا“۔

فَلَوْ لَا لِوَاءُ الْحَارِثِيَّةِ اَصْبَحُوْا　يُبَاعُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ بَيْعَ الْجَلَائِبِ

”اگر عمرہ حارثیہ کا جھنڈا نہ ہوتا تو انہیں بازاروں میں سامانِ تجارت کی طرح فروخت کر دیا جاتا“۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ اشعار حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے چند دیگر اشعار کا حصہ ہیں۔

احد کے روز حضور ﷺ کو لگنے والے زخم

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مسلمانوں کا لشکر منتشر ہو گیا اور دشمن ان کی صفوں میں گھس آیا۔ وہ دن مسلمانوں کے لئے بڑی آزمائش اور امتحان کا دن تھا۔ اس روز بہت سے مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے شرفِ شہادت سے نوازا یہاں تک کہ دشمن نے رسول اللہ ﷺ پر حملہ بول دیا۔ آپ کے چہرۂ اقدس پر ایک پتھر کی چوٹ لگی جس سے آپ کے سامنے والے دو اوپر کے اور دو نیچے کے دانت مبارک شہید ہو گئے اور نیچے والا ہونٹ مبارک بھی زخمی ہو گیا۔ جس بد بخت نے آپ ﷺ کو پتھر مارا تھا وہ عتبہ بن ابی وقاص تھا۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے حضرت حمید الطویل نے بیان کیا انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: احد کے روز نبی کریم ﷺ کے سامنے والے دو اوپر کے اور دو نیچے کے دانت مبارک ٹوٹ گئے اور آپ کا چہرۂ مبارک زخمی ہو گیا، چہرۂ اقدس پر خون بہنے لگا۔ حضور ﷺ یہ فرماتے ہوئے خون صاف کرنے لگے: ”وہ قوم کیسے فلاح پائے گی جس نے اپنے نبی کے چہرہ کو خون سے رنگ دیا حالانکہ وہ انہیں ان کے رب کی طرف بلاتا ہے“۔ اس بارے میں اللہ تعالیٰ عزوجل نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۲۸﴾ (آل عمران) ”نہیں ہے آپ کا اس معاملہ میں کوئی دخل چاہے تو اللہ ان کی توبہ قبول فرمالے اور چاہے تو عذاب دے

کہا جاتا ہے کہ وہ جگہ جہاں سے شیطان نے آواز لگائی تھی وہ جبل عینین ہے۔ اسی وجہ سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا: کیا آپ عینین کے روز (غزوۂ احد کے روز) بھاگے تھے؟ عینین حمرہ کے ایک شہر کا نام بھی ہے۔ اسی شہر کا ایک شاعر خلید عینین کے نام سے مشہور ہے۔

انہیں، پس بے شک وہ ظالم ہیں"۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: حضرت ربیح بن عبدالرحمٰن بن ابی سعید خدری نے ذکر کیا، انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ عتبہ بن ابی وقاص نے رسول اللہ ﷺ کو پتھر مارا جس سے آپ کا سامنے والا دائیں طرف سے نیچے کا دانت مبارک ٹوٹ گیا اور نیچے والا ہونٹ مبارک زخمی ہو گیا اور عبداللہ بن شہاب زہری نے آپ ﷺ کے چہرۂ انور کو زخمی کیا اور ابن قمئہ نے آپ کے رخسار گلگوں کو زخمی کیا، خود کی دو کڑیاں رخسارِ مبارک میں گھس گئیں۔ حضور ﷺ ایک گڑھے میں بھی گرے۔ یہ گڑھا ان گڑھوں میں سے ایک تھا جو ابو عامر فاسق نے کھود رکھے تھے تاکہ مسلمان بے خبری سے ان میں

نبی کریم ﷺ پر حملہ کرنے والوں کا حال

حضرت ابن اسحاق نے نبی کریم ﷺ پر حملہ کرنے والوں میں ابن قمئہ کا ذکر کیا ہے۔ اس کا نام عبداللہ ہے۔ یہ وہی بد بخت ہے جس نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو شہید کیا اور رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ اقدس کو زخمی کیا۔ ان بدبختوں میں سے ایک عتبہ بن ابی وقاص ہے جو حضرت سعد (بن ابی وقاص) رضی اللہ عنہ کا بھائی ہے، اسی نے رسول اللہ ﷺ کے چار دانت مبارک شہید کئے تھے۔ اس کے بعد اس کی نسل سے جو بچہ بھی پیدا ہوتا ہے اور سن بلوغ کو پہنچتا ہے تو اس کے سامنے والے چار دانت ناپید ہوتے ہیں اور اس کے منہ سے سخت بدبو آتی ہے۔ یہ بات اس کی نسل میں مشہور و معروف ہے۔

جن لوگوں نے احد کے روز حضور ﷺ کو اپنے تیروں کا نشانہ بنایا ان میں سے ایک عبداللہ بن شہاب ہے۔ یہ امام مالک کے شیخ محمد بن مسلم بن عبداللہ بن شہاب کا دادا ہے۔ ابن شہاب سے پوچھا گیا کیا تمہارا دادا عبداللہ بن شہاب غزوۂ بدر میں شریک ہوا؟ انہوں نے کہا ہاں لیکن کفار کی طرف سے۔ یہ عبداللہ بن شہاب عبداللہ الاصغر ہے اور جو عبداللہ بن شہاب عبداللہ الاکبر کہلاتے ہیں وہ ان مہاجرین حبشہ میں سے ہیں جو ہجرتِ مدینہ سے قبل ہی مکہ مکرمہ میں وفات پا گئے تھے۔ ان دونوں میں اختلاف ہے کہ سرزمین حبشہ کی طرف کس نے ہجرت کی؟ ایک قول یہ ہے کہ عبداللہ الاکبر نے حبشہ کی طرف ہجرت کی جبکہ دوسرا قول یہ ہے کہ عبداللہ الاصغر نے کی۔ ان دونوں میں سے ایک امام زہری کا دادا ہے اور دوسرا نانا۔ جو عبداللہ بن شہاب غزوۂ احد میں کفار کے ساتھ شریک ہوا اور رسول اللہ ﷺ کو زخمی کیا وہ بعد میں مشرف باسلام ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ اس کے اسلام کو اس کے لئے نفع بخش بنائے۔

گر جائیں۔ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ بڑھا کر رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ مبارک پکڑ لیا اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے نیچے اتر کر سہارا دیا۔ اس طرح حضور ﷺ باہر تشریف لے آئے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے والد حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ اقدس سے خون چوس کر نگل لیا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس کے خون کو میرا خون چھوئے گا اسے آگ نہیں چھو سکے گی''۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: حضرت عبدالعزیز بن محمد دراوردی نے ذکر کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی شہید کو زمین پر چلتا پھرتا دیکھنا چاہے وہ طلحہ بن عبید اللہ کو دیکھ لے''۔

حضرت عبدالعزیز دراوردی نے ذکر کیا، انہوں نے حضرت اسحاق بن یحییٰ بن طلحہ سے انہوں نے حضرت عیسیٰ بن طلحہ سے انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ اقدس سے خود کا ایک حلقہ اپنے دانتوں سے کھینچ کر نکالا لیکن اس کوشش میں ان کے اپنے سامنے والے دو دانت گر گئے، پھر دوسرا حلقہ بھی اپنے دانتوں سے کھینچ کر نکالا تو آپ کے سامنے والے دو اور دانت بھی اکھڑ گئے۔ اس طرح آپ کے چار دانت نکل

رات کے اجزاء کے نام

حضرت ابن اسحاق نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے والد حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا ہے جن کا تعلق بنی خدرہ سے ہے۔ لغت عرب میں خدرہ رات کے پانچ اجزاء میں سے ایک جزء کا نام ہے۔ سب سے پہلے جزء کا نام ہزیع، دوسرے کا خدرہ، تیسرے کا یعفور، چوتھے کا جہمہ اور پانچویں جزء کا نام سدقہ ہے۔ یہ نام کتاب کراع سے نقل کیے گئے ہیں۔

حضور ﷺ کا خون مبارک اور بول مبارک

حضرت ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کا خون مبارک چوس کر نگل لیا۔ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے بھی ایک دفعہ ایسا ہی کیا تھا جب رسول اللہ ﷺ نے انہیں اپنے پچھنوں سے نکلنے والا خون دیا تھا تا کہ اسے دفن کر دیں لیکن آپ اس خون کو پی گئے۔ اس وقت آپ ایک طاقتور نوخیز لڑکے تھے، آپ کو بھی حضور ﷺ نے وہی خوشخبری سنائی جو حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ کو اپنے زخم کا خون پینے پر سنائی تھی کہ ''جس کا خون میرے خون کو

گئے اور آپ ساقط الثنیتین ہو گئے۔

عتبہ اور جو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو تکلیف پہنچی، کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے عتبہ بن ابی وقاص کو فرمایا:

اِذَا اللّٰهُ جَازٰی مَعْشَرًا بِفِعَالِهِمْ وَ ضَرَّهُمُ الرَّحْمٰنُ رَبُّ الْمَشَارِقِ

"جب اللہ تعالیٰ نے ایک گروہ کو ان کے کرتوتوں کا بدلہ دیا اور سارے مشرقوں کے رب رحمٰن نے انہیں عذاب دیا:

فَاَخْزَاكَ رَبِّی یَا عُتَیْبَ بْنَ مَالِكٍ وَ لَقَّاكَ قَبْلَ الْمَوْتِ اِحْدَی الصَّوَاعِقِ

تو اے عتیب بن مالک! تجھے بھی میرے رب نے ذلیل و رسوا کر دیا اور موت سے پہلے تجھے ایک کڑک نے آلیا"۔

بَسَطْتَ یَمِیْنًا لِلنَّبِیِّ تَعَمُّدًا فَاَدْمَیْتَ فَاهُ قُطِّعَتْ بِالْبَوَارِقِ

"تو نے جان بوجھ کر نبی کریم ﷺ کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا اور ان کے چہرۂ اقدس کو خون آلود کر دیا، تیرا ہاتھ تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے"۔

فَهَلَّا ذَكَرْتَ اللّٰهَ وَالْمَنْزِلَ الَّذِیْ تَصِیْرُ اِلَیْهِ عِنْدَ اِحْدَی الْبَوَائِقِ

"کیا تجھے اللہ تعالیٰ اور اس مقام کی یاد نہ آئی جس کی طرف تو ایک بڑی مصیبت (موت) کے وقت لوٹ کر جانے والا ہے"۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا ہم نے ان میں سے دو شعر چھوڑ دیے ہیں جن میں آپ نے اسے برا بھلا کہا۔

چھوئے گا اسے آگ نہیں چھو سکے گی"۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو یہ بھی فرمایا: "لوگوں کی طرف سے تیرے لئے ہلاکت ہے اور تیری طرف سے لوگوں کے لئے ہلاکت ہے"۔ اسے دار قطنی نے سنن میں ذکر کیا ہے۔ اس حدیث میں یہ فقہی مسئلہ ہے کہ حرمت میں رسول اللہ ﷺ کا خون مبارک دیگر لوگوں کے خون سے جدا ہے۔ اسی طرح ایک مرتبہ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کی چارپائی کے نیچے پڑے ہوئے لکڑی کے برتن میں آپ ﷺ کا بول مبارک دیکھا تو اسے پی لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے ناپسند نہ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے

حضرت ابن سکن اور غزوۂ احد میں ان کی آزمائش

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: جب دشمنوں نے اکٹھے ہو کر رسول اللہ ﷺ پر حملہ کر دیا اور آپ ﷺ کو اپنے گھیرے میں لے لیا تو حضور ﷺ نے فرمایا: "کون مرد ہے جو ہمارے لئے اپنی جان کا سودا کرے"۔ یہ سن کر حضرت زیاد بن سکن پانچ انصاری نوجوانوں کو لے کر اٹھ کھڑے ہوئے، بعض لوگوں نے کہا ہے کہ وہ حضرت عمار بن یزید بن سکن تھے۔ وہ سب ایک ایک کر کے رسول اللہ ﷺ کے سامنے لڑتے گئے اور شہید ہوتے گئے یہاں تک کہ آخر میں حضرت زیاد یا عمارہ رہ گئے۔ وہ دشمن سے لڑتے لڑتے زخموں سے چور ہو گئے، پھر مسلمانوں کا ایک گروہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آ گیا اور دشمن کے نرغے کو توڑ کر اسے بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ جب دشمن بھاگ گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "زیاد کو میرے قریب لاؤ"۔ صحابہ کرام انہیں اپنے آقا کے قریب لائے تو انہوں نے حضور ﷺ کے قدموں پر اپنے رخسار رکھ دیے اور اسی حالت میں اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی۔

غزوۂ احد میں حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہ کا جذبۂ جہاد

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: حضرت ام عمارہ نسیبہ بنت کعب مازنیہ نے بھی غزوۂ احد میں دشمن سے جنگ کی۔ چنانچہ حضرت سعید بن ابی زید انصاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت ام سعد بنت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں: میں حضرت ام عمارہ کے پاس گئی اور انہیں کہا خالہ جان! مجھے غزوۂ احد میں اپنی جنگ کا واقعہ سنائیے۔ انہوں نے فرمایا: میں صبح کے وقت یہ دیکھنے کے لئے نکلی کہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟ میرے پاس ایک پانی کی بھری ہوئی مشک تھی۔ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں پہنچی، اس وقت مسلمانوں کا غلبہ تھا اور جنگ کی ہوا کا رخ مسلمانوں کے حق میں تھا، پھر جب لشکر اسلام میں افراتفری پھیل گئی اور لوگ ادھر ادھر منتشر ہو

اس کی وجہ وہی ہے جو ہم نے اس حدیث میں بیان کی ہے جس میں مذکور ہے کہ آپ ﷺ پر دو فرشتے نازل ہوئے، انہوں نے آپ ﷺ کے سینہ مبارک کو چاک کر کے قلب اطہر کو ایک سونے کے طشت میں رکھا اور اسے برف کے پانی سے دھویا۔ اس طرح آپ مطہرین میں شامل ہو گئے اور آپ ﷺ کا جسم مبارک تمام آلائشوں سے پاک ہو گیا۔ ہم نے وہاں یہ بھی بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ صرف حقیقی نجاستوں سے ہی پاک نہیں بلکہ احداث (حکمی نجاستوں) سے بھی پاک اور منزہ ہیں۔ الحمد للہ۔

گئے تو میں رسول اللہ ﷺ کے قریب پہنچی اور شمشیر بکف دشمنانِ اسلام سے برسر پیکار ہوگئی۔ میں نے اپنی کمان سے ان پر تیروں کی بارش شروع کر دی، یہاں تک کہ زخموں نے مجھے نڈھال کر دیا۔ حضرت ام سعد فرماتی ہیں میں نے ام عمارہ کے شانے پر زخم کا نشان دیکھا جس کا گڑھا ابھی تک باقی تھا۔ میں نے ان سے پوچھا: یہ زخم تمہیں کس نے لگایا؟ انہوں نے فرمایا: ابن قمئہ نے، اللہ تعالیٰ اسے ذلیل وخوار کرے۔ جب رسول اللہ ﷺ کے پاس سے مسلمان منتشر ہو گئے تو وہ یہ کہتا ہوا آگے بڑھا مجھے بتاؤ محمد (ﷺ) کہاں ہیں؟ اگر وہ بچ گئے تو میرا بچنا محال ہے۔ اسے آگے بڑھتا دیکھ کر میں، حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہما اور چند دیگر مسلمانوں نے جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ثابت قدم تھے، آگے بڑھ کر اس کا راستہ روک لیا، اس نے مجھ پر تلوار کا وار کیا جس سے مجھے یہ گہرا زخم آیا۔ اس کے مقابلے میں میں نے اس بد بخت پر پے در پے کئی وار کیے مگر اس دشمن خدا نے دو زر ہیں پہن رکھی تھیں اس لئے میرے وار مؤثر ثابت نہ ہوئے۔

حضرت ابو دجانہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دفاع کرتے ہوئے

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے ڈھال بن کر کھڑے ہو گئے اور آنے والے سارے تیر آپ کی پشت میں پیوست ہوتے رہے یہاں تک کہ ساری پیٹھ تیروں سے بھر گئی لیکن آپ سر مو بھی آگے پیچھے نہ سرکے۔ اسی طرح حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو دشمن کے حملوں سے بچانے کے لئے تیروں کی بارش کر دی۔ آپ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ مجھے تیر پکڑاتے جاتے اور یہ فرماتے جاتے اسے پھینکو، میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں۔ یہاں تک کہ بعض دفعہ آپ مجھے ایسا تیر بھی دیتے جس میں پھل بھی نہ ہوتا اور فرماتے اسے بھی پھینک دو۔

لیکن ابو عمر نمری نے کتاب الاستیعاب میں جو یہ حدیث ذکر کی ہے کہ ایک صحابی نے جن کا نام سالم تھا، رسول اللہ ﷺ کو پچھنے لگائے پھر آپ کا خون پی لیا۔ یہ دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تجھے معلوم نہیں کہ ہر خون حرام ہے؟'' اس حدیث کی کوئی سند نہیں۔ واللہ اعلم۔ حضرت ابن زبیر کی وہ حدیث جس کا ذکر پہلے ہوا ہے اس کی مثل حضرت زبیر بن ابی بکر نے ایسی حدیث روایت کی ہے جس سے اس پہلی حدیث کی تائید ہوتی ہے اور اس کے مفہوم کی تکمیل ہوتی ہے۔ انہوں نے اپنی ایک سند

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی آزمائش اور ان کی آنکھ کا واقعہ

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ کا بیان ہے کہ اس روز رسول اللہ ﷺ خود بھی اپنی کمان سے دشمن پر تیر چلاتے رہے یہاں تک کہ کمان کا چلہ ٹوٹ گیا۔ حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ نے اسے حضور ﷺ سے مانگ لیا اور اپنے پاس بطورِ تبرک حفاظت سے رکھ لیا۔ اس روز حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کی آنکھ پر ایسی چوٹ لگی جس سے آنکھ نکل کر رخسار پر لٹکنے لگی۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے دست اقدس سے آنکھ کو پکڑ کر دوبارہ حلقہ میں رکھ دیا۔ اسی وقت آنکھ درست ہوگئی اور دوسری آنکھ سے زیادہ خوبصورت اور تیز نظر والی ہوگئی۔

حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ کا واقعہ

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: حضرت قاسم بن عبدالرحمٰن بن رافع جو بنی عدی بن نجار کے ایک فرد ہیں، کا بیان ہے کہ احد کے روز حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے چچا حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ کا گزر ایسی جگہ سے ہوا جہاں چند مہاجرین و انصار جن میں حضرت عمر بن خطاب اور طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہما بھی موجود تھے، مایوسی کے عالم میں بیٹھے تھے۔ انہوں نے پوچھا اس طرح کیوں بیٹھے ہو؟ انہوں نے کہا: حضور ﷺ شہید ہوگئے ہیں، اب ہم کیا کریں۔ آپ نے انہیں کہا: حضور ﷺ کے بعد زندہ رہ کر تم کیا کرو گے؟ اٹھو اور اس مقصد کے لئے جان دے دو جس مقصد کے لئے رسول اللہ ﷺ نے جان دی۔ یہ کہہ کر وہ آگے بڑھے اور دشمن سے مصروفِ پیکار ہوگئے یہاں تک کہ جامِ شہادت نوش کرلیا۔ انہی کے نام پر حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا نام رکھا گیا۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: حضرت حمید الطویل نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا کہ آپ نے فرمایا ہم نے اس روز حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ کے جسم پر ستر ضربیں دیکھیں، ان کی لاش پہچانی نہیں جاتی تھی۔ ان کی بہن نے ان کی انگلی کے ایک پورے سے ان کو بمشکل پہچانا۔

حدیث میں فرمایا جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف دیکھ کر فرمایا: یہ بچہ ایسا ایسا ہوگا۔ حضور ﷺ کا یہ فرمان سن کر آپ کی والدہ حضرت اسماء نے آپ کو دودھ پلانا چھوڑ دیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اس کی پرورش کرو خواہ اپنی آنکھوں کے

حضرت ابن عوف رضی اللہ عنہ کو لگنے والے زخم

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: بعض اہل علم کا بیان ہے کہ احد کے روز حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے منہ پر زخم آیا جس سے آپ کے سامنے والے دانت ٹوٹ گئے، آپ کو بیس سے زیادہ زخم لگے اور ٹانگ زخمی ہونے کی وجہ سے آپ لنگڑے ہو گئے۔

ہزیمت کے بعد حضور ﷺ کو سب سے پہلے پہچاننے والا شخص

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مسلمانوں کی ہزیمت اور رسول اللہ ﷺ کی شہادت کی افواہ پھیلنے کے بعد جس شخص نے سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ کو پہچانا وہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ تھے۔ جیسا کہ مجھے حضرت ابن شہاب زہری نے بتایا۔ حضرت کعب بن مالک فرماتے ہیں: میں نے حضور ﷺ کی آنکھوں سے آپ کو پہچانا جو خود کے نیچے چمک رہی تھیں، میں نے بلند آواز سے اعلان کیا ''اے گروہِ مسلمین! مبارک باد!! یہ ہیں اللہ کے پیارے رسول ﷺ''۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: جب مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ کو پہچان لیا تو آپ کی طرف اڑتے چلے آئے۔ آپ ﷺ انہیں ساتھ لے کر ایک گھاٹی میں تشریف لے گئے۔ اس وقت حضور ﷺ کے ہمراہ یہ حضرات تھے: ابو بکر صدیق، عمر بن خطاب، علی بن ابی طالب، طلحہ بن عبید اللہ، زبیر بن عوام، حارث بن الصمہ اور مسلمانوں کی ایک جماعت۔ رضی اللہ عنہم۔

بانی ہے۔ اس بچے کی مثال ایسے ہے جیسے بھیڑیوں کے درمیان مینڈھا ہو اور ان بھیڑیوں پر کپڑے ہوں۔ یہ بچہ بیت اللہ شریف کا دفاع کرے گا یا اس کی حفاظت کرتے کرتے قتل کر دیا جائے گا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھوں ابی بن خلف کا قتل

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا پھر جب رسول اللہ ﷺ گھاٹی میں تشریف فرما ہوئے تو اچانک ابی بن خلف ادھر آدھمکا۔ وہ یہ کہہ رہا تھا محمد (ﷺ) کہاں ہیں؟ اگر وہ بچ گئے تو میرا بچنا محال ہے"۔ مسلمان مجاہدین نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! ہم میں سے ایک مجاہد آگے بڑھ کر اسے سبق نہ سکھا دے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اسے آگے آنے دو"۔ جب وہ قریب ہوا تو آپ ﷺ نے حضرت حارث بن صمہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے چھوٹا نیزہ پکڑا اور بڑے جوش سے جھرجھری لی۔ ہم سب آپ کے پاس سے اس طرح دور ہٹ گئے جیسے اونٹ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھوں ابی بن خلف کا قتل

حضرت ابن اسحاق نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں ابی کے قتل کا ذکر کیا ہے۔ اس واقعہ میں مذکور ہے: تَطَايَرْنَا عَنْهُ تَطَايُرَ الشَّعْرَاءِ عَنْ ظَهْرِ الْبَعِيْرِ (ہم سب آپ کے پاس سے اس طرح دور ہٹ گئے جیسے اونٹ کی پشت سے مکھیاں اڑ جاتی ہیں)۔ شعراء ایک چھوٹی سی ڈنگ والی مکھی کو کہتے ہیں۔ اہل عرب اپنی امثال میں کہتے ہیں: بھیڑیے سے پوچھا گیا تو اس غنیمت کے بارے میں کیا کہتا ہے جو ایک لونڈی کی حفاظت میں ہو؟ اس نے کہا وہ میرے حلق میں ایک چربی کا ٹکڑا ہے، پھر اس سے پوچھا گیا تو اس غنیمت کے بارے میں کیا کہتا ہے جو ایک غلام کی حفاظت میں ہو؟ اس نے کہا شَعْرَاءُ فِيْ اِبِطِيْ اَخْشٰى خُطُوَاتِهٖ یعنی وہ میری بغل میں ایک مکھی کی مانند ہے جس کے ڈنگوں کا مجھے خوف ہے۔ خطوات نرم لکڑی کے تیروں کو کہتے ہیں جن کے ساتھ بچے تیراندازی سیکھتے ہیں اور بے پھل تیروں کو بھی خطوات کہتے ہیں۔ شاعر کا قول ہے:

اَصَابَتْ حَبَّةَ الْقَلْبِ بِسَهْمٍ غَمْرٍ جُنَاحِ

"اس نے دل کے سیاہ نکتے پر ایسا تیر مارا جس کا پھل نہیں ہوتا"۔

یہ شعر کتاب ابی حنیفہ سے ماخوذ ہے۔ قتبی نے تَطَايُرَ الشَّعْرَاءِ کے بجائے تَطَايُرَ الشُّعْرِ روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ شَعْرَاء کی جمع ہے اور یہ ایک مکھی ہوتی ہے جو قمع مکھی(1) سے چھوٹی ہوتی ہے۔

1۔ قمع قمعۃ کی جمع ہے۔ یہ وہ مکھی ہے جو سخت گرمی کے موسم میں اونٹ اور ہرن پر بیٹھتی ہے اور انہیں کاٹتی ہے۔

کی پشت سے مکھیاں اڑ جاتی ہیں، پھر حضور ﷺ اکیلے اس کی طرف بڑھے اور اس نیزے سے اس کی گردن پر ایسی ضرب لگائی کہ وہ گھوڑے کی پشت سے نیچے لڑھکنے لگا۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: جیسا کہ حضرت صالح بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف کا بیان ہے کہ ابی بن خلف جب مکہ میں رسول اللہ ﷺ سے ملتا تو کہا کرتا: اے محمد (ﷺ) میرے پاس ایک عود نامی گھوڑا ہے جسے میں روزانہ ایک فرق (تین صاع) مکئی کے دانے کھلاتا ہوں، میں اس پر سوار ہو کر تمہیں قتل کروں گا۔ اس کی یہ بڑ سن کر رسول اللہ ﷺ فرماتے تو نہیں بلکہ میں تجھے موت کے گھاٹ اتاروں گا ان شاء اللہ۔ چنانچہ اب یہ بد بخت زخمی ہو کر قریش کی طرف لوٹا تو بظاہر اس کی گردن پر ایک معمولی سی خراش آئی تھی جس کا خون بھی رک گیا تھا لیکن اس نے قریش سے کہا قسم بخدا! مجھے محمد (ﷺ) نے قتل کر دیا ہے۔ لوگ اسے کہنے لگے "بخدا! تم نے ہمت ہار دی ہے، تجھے کوئی زخم تو لگا نہیں، معمولی سی خراش آئی ہے"۔ وہ کہنے لگا: "انہوں نے مجھے مکہ میں کہا تھا، میں تجھے قتل کروں گا۔ اس لئے خدا کی قسم! اگر وہ مجھ پر تھوک بھی دیتے تو وہ تھوک ہی مجھے ہلاک کر دیتی"۔ چنانچہ جب کفار قریش کا لشکر مکہ واپس آ رہا تھا تو سرف کے مقام پر اس دشمن خدا نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

ابی بن خلف کے قتل کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں یہ اشعار کہے:

لَقَدْ وَرِثَ الضَّلَالَةَ عَنْ اَبِيْهِ اُبَيٌّ يَوْمَ بَارَزَهُ الرَّسُوْلُ

"ابی اس روز اپنے باپ سے ملی ہوئی گمراہی کا وارث بن گیا جس روز رسول اللہ ﷺ نے اس سے مقابلہ کیا"۔

اَتَيْتَ اِلَيْهِ تَحْمِلُ رِمَّ عَظْمٍ وَ تُوْعِدُهُ وَ اَنْتَ بِهٖ جَهُوْلُ

"تو ایک بوسیدہ ہڈی اٹھائے آپ کی طرف بڑھا اور آپ کو دھمکی دینے لگا حالانکہ تو آپ سے بالکل جاہل تھا"۔

وَ قَدْ قَتَلَتْ بَنُو النَّجَّارِ مِنْكُمْ اُمَيَّةَ اِذْ يُغَوِّثُ يَا عَقِيْلُ

"اور بنی نجار نے تم میں سے امیہ کو اس حالت میں قتل کیا تھا کہ وہ چلا رہا تھا اے عقیل! (میری مدد کے لئے آؤ)"۔

وَ تَبَّ ابْنَا رَبِيْعَةَ اِذْ اَطَاعَا اَبَا جَهْلٍ لِاُمِّهِمَا الْهَبُوْلُ

''اور ربیعہ کے دونوں بیٹے اس وقت ہلاک ہو گئے جب انہوں نے ابو جہل کی اطاعت کی، ان کی ماں ان دونوں سے محروم ہو گئی''۔

وَ اَفْلَتَ حَارِثٌ لَمَّا شُغِلْنَا بِاَسْرِ الْقَوْمِ اُسْرَتُهٗ فَلِيْلُ

''اور حارث بھی اس وقت روپوش ہو گیا جب ہم سب قیدی گرفتار کرنے میں مشغول تھے، اس کا قبیلہ زک اٹھا چکا تھا''۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: اُسْرَتُهٗ سے مراد اس کا قبیلہ ہے۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں یہ اشعار بھی کہے:

اَلَا مَنْ مُبْلِغٌ عَنِّیْ اُبَيًّا لَقَدْ اُلْقِيْتَ فِیْ سُحْقِ السَّعِيْرِ

''ارے کون ہے جو میری طرف سے ابی کو یہ خبر پہنچا دے کہ تو جہنم کی گہرائیوں میں پھینک دیا گیا ہے''۔

تَمَنّٰی بِالضَّلَالَةِ مِنْ بَعِيْدٍ وَ تُقْسِمُ اَنْ قَدَرْتَ مَعَ النُّذُوْرِ

''تو مدتِ دراز تک گمراہی کی تمنا کرتا رہا اور قسمیں اٹھاتا رہا کہ تو اپنی نذریں پوری کرنے پر قادر ہے''۔

تَمَنِّيْكَ الْاَمَانِیْ مِنْ بَعِيْدٍ وَ قَوْلُ الْكُفْرِ يَرْجِعُ فِیْ غُرُوْرِ

''تو جھوٹی آرزوئیں کرتا رہا حالانکہ کفریہ بات کا نتیجہ خود فریبی ہی ہوا کرتا ہے''۔

فَقَدْ لَاقَتْكَ طَعْنَةُ ذِیْ حِفَاظٍ كَرِيْمِ الْبَيْتِ لَيْسَ بِذِیْ فُجُوْرِ

''تجھے ایک انتہائی باحمیت ہستی کا نیزہ لگا جو شریف خاندان والی ہے اور فسق و فجور سے دور رہنے والی ہے''۔

لَهٗ فَضْلٌ عَلَی الْاَحْيَاءِ طُرًّا اِذَا نَابَتْ مُلِمَّاتُ الْاُمُوْرِ

''انہیں تمام قبیلوں پر اس وقت بھی فضیلت حاصل ہوتی ہے جب بڑے بڑے حوادثِ زمانہ یکے بعد دیگرے لگاتار پیش آتے ہیں''۔

پہاڑ کی گھاٹی میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ورود مسعود

پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احد کی گھاٹی کے دہانے پر تشریف لائے تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ مہراس کے چشمہ پر تشریف لے گئے اور اپنی ڈھال میں پانی بھر کر لے آئے تاکہ

رسول اللہ ﷺ نوشِ جان فرمائیں لیکن اس پانی سے ایک قسم کی بدبو آ رہی تھی جس سے آپ ﷺ نے کراہت محسوس کی اور اسے پینا گوارا نہ کیا۔ آپ ﷺ نے رخِ انور پر لگے ہوئے خون کو صاف کیا اور سر مبارک پر پانی ڈالا اور فرمایا: "اس شخص پر سخت غضب الٰہی نازل ہو گا جس نے اپنے نبی کے چہرے کو خون آلود کیا ہے"۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی عتبہ کو قتل کرنے کی خواہش

حضرت صالح بن کیسان نے بیان کیا انہوں نے اس شخص سے روایت کیا جس نے ان سے بیان کیا، اس شخص نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ فرمایا کرتے تھے: قسم بخدا! مجھے کبھی کسی آدمی کو قتل کرنے کی اتنی خواہش نہ ہوئی جتنی اپنے بھائی عتبہ بن ابی وقاص کو قتل کرنے کی خواہش تھی۔ اگر چہ میں نہیں جانتا کہ وہ اپنی قوم میں بداخلاق اور مبغوض شخص تھا لیکن میرے لئے اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان کافی تھا کہ "اس شخص پر سخت غضب الٰہی نازل ہوگا جس نے اپنے نبی کے چہرے کو خون آلود کیا"۔

قریش کا پہاڑ پر چڑھنا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ان سے جنگ کرنا

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ احد کی گھاٹی میں تشریف فرما تھے تو لشکر کفار کا ایک دستہ پہاڑ پر چڑھ آیا۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا ان میں

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی آنکھ

حضرت ابن اسحاق نے حضرت قتادہ بن نعمان بن زید کا ذکر کیا۔ یہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے اخیافی بھائی ہیں۔ آپ ہی وہ شخص ہیں جنہیں رسول اللہ ﷺ نے بار بار سورۂ اخلاص پڑھتے دیکھا تو فرمایا: واجب ہوگئی۔ آپ کا واقعہ مؤطا شریف میں مذکور ہے۔ آپ نے بیان فرمایا کہ احد کے روز ان کی آنکھ زخمی ہوگئی تھی۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا احد کے روز ہمارے ایک ساتھی حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کی آنکھ زخمی ہوگئی حتی کہ آنکھ کا ڈھیلا آپ کے رخسار پر لٹکنے لگا۔ ہم آپ کو رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں لے آئے۔ آپ نے عرض کی مجھے اپنی زوجہ سے محبت ہے لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ جب وہ مجھے ایک آنکھ کے بغیر دیکھے گی تو نفرت کرے گی۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے آنکھ کا ڈھیلا اپنے دست اقدس سے پکڑ کر دوبارہ اپنے مقام پر رکھا اور دعا فرمائی: اے اللہ! اسے حسن و جمال عطا فرما۔ (آپ کی اس دعا کی برکت سے) وہ آنکھ

خالد بن ولید بھی تھے۔ حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے انہیں دیکھ کر دعا کی اے اللہ! یہ لوگ ہمارے پاس نہ پہنچ سکیں چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ چند مہاجرین کے ہمراہ ان کے مقابلہ میں نکلے اور انہیں مار مار کر پہاڑ سے نیچے اتار بھگایا۔

حضور ﷺ کی اٹھنے سے کمزوری اور حضرت طلحہ کی معاونت

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا پھر رسول اللہ ﷺ پہاڑ کی ایک چٹان پر چڑھنے کے لئے اٹھے۔ رسول اللہ ﷺ نے دو زرہیں پہن رکھی تھیں۔ اس وجہ سے آپ ﷺ کا جسم مبارک

دوسری آنکھ سے زیادہ خوبصورت اور زیادہ روشن تھی۔ جب دوسری آنکھ کو آشوب چشم ہوتا تو یہ تندرست رہتی آپ کی اولاد سے ایک شخص چند لوگوں کی معیت میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے جواباً یہ شعر کہے:

أَنَا ابْنُ الَّذِيْ سَالَتْ عَلَى الْخَدِّ عَيْنُهُ فَرُدَّتْ بِكَفِّ الْمُصْطَفٰى أَيَّمَا رَدِّ

''میں اس شخص کا بیٹا ہوں جس کی آنکھ اس کے رخسار پر بہہ گئی پھر محمد مصطفیٰ ﷺ کے دست اقدس کے ذریعے اسے اپنے اصلی مقام پر لوٹا دیا گیا''۔

فَعَادَتْ كَمَا كَانَتْ لِاَوَّلِ اَمْرِهَا فَيَا حُسْنَ مَا عَيْنٍ وَ يَا حُسْنَ مَا خَدِّ

''جب وہ آنکھ اپنے مقام پر واپس آئی تو پہلے کی طرح صحیح وسالم تھی اور کیا ہی اس حسن و جمال کی شان تھی جو آپ کی آنکھ اور رخسار پر ظاہر ہو گیا''۔

یہ شعر سن کر حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے یہ شعر کہا:

تِلْكَ الْمَكَارِمُ لَا قَعْبَانِ مِنْ لَبَنٍ شِيْبَا بِمَاءٍ فَعَادَا بَعْدُ اَبْوَالَا

''وہ خوبیاں کوئی ایسی نہ تھیں کہ دودھ کے دو بڑے پیالے ہوں جن میں پانی ملا ہوا ہو پھر وہ بعد میں پیشابوں کی شکل اختیار کر جائیں''۔

پھر حضرت عمر رحمۃ اللہ علیہ نے اس شخص کو اپنے پاس بلایا اور گراں قدر انعام سے نوازا۔ یہ بھی روایت ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی دونوں آنکھیں باہر نکل آئی تھیں اور نبی کریم ﷺ نے دونوں کو واپس اپنی جگہ پر رکھ کر درست فرما دیا تھا۔ اسے حضرت محمد بن ابی عثمان (ابو مروان الاموی) نے حضرت مالک بن انس سے، انہوں نے حضرت محمد بن عبداللہ بن ابی صعصعہ سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے حضرت ابوسعید سے انہوں نے اپنے بھائی حضرت قتادہ بن نعمان سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا احد کے روز میری دونوں آنکھیں زخمی ہو گئیں اور میرے رخسار پر لٹکنے لگیں، میں اسی

بھاری ہو گیا تھا اس لئے آپ چڑھ نہ سکے۔ یہ دیکھ کر حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ اس چٹان کے نیچے بیٹھ گئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا قدم مبارک ان کی پیٹھ پر رکھا پھر بلندی پر چڑھ گئے۔ جیسا کہ مجھ سے حضرت یحییٰ بن عباد بن عبداللہ بن زبیر نے بیان کیا انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے انہوں نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: میں نے اس روز رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا: ''طلحہ نے یہ خدمت بجالا کر اپنے آپ کو جنت کا مستحق ٹھہرالیا ہے''۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: مجھے حضرت عکرمہ کی یہ روایت پہنچی، انہوں نے اسے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ احد کی گھاٹی کے بنے ہوئے پائیوں پر نہ چڑھ سکے۔

حضور ﷺ کا بیٹھ کر نماز پڑھنا

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: نبی کریم ﷺ نے احد کے روز لگنے والے زخموں کی وجہ سے ظہر کی نماز بیٹھ کر ادا فرمائی اور آپ کی اقتدا میں مسلمانوں نے بھی بیٹھ کر نماز ادا کی۔

حضرت یمان اور حضرت ابن وقش رضی اللہ عنہما کی شہادت

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بعض مسلمان بھاگ کر اعوص گاؤں کے قریب منقیٰ پہاڑ کے پاس جا پہنچے۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا مجھ سے حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ نے بیان کیا انہوں نے

حالت میں نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے ان دونوں کو اپنے مقام پر رکھا اور ان پر لعابِ دہن لگایا تو دونوں آنکھیں روشن ہو گئیں۔ دار قطنی نے فرمایا امام مالک سے مروی یہ حدیث غریب ہے، اسے حضرت عمار بن نصر نے اکیلے روایت کیا ہے اور وہ ثقہ راوی ہے اور دار قطنی نے اس حدیث کو عن ابراہیم حربی عن عمار بن نصر (سعدی ابو یاسر مروزی) روایت کیا ہے۔

حضرت حذیفہ یمانی کا نسب

حضرت ابن اسحاق نے حضرت ثابت بن وقش کا ذکر کیا ہے۔ وقش کا معنی حرکت ہے اور حسیل بن جابر حذیفہ بن یمان کے والد ہیں اور انہیں حسیل بن جابر یمانی بھی کہا گیا ہے کیونکہ یہ جروہ بن مازن بن قطیعہ بن عبسی کی اولاد سے ہیں اور جروہ طویل عرصہ تک اپنے اہل خانہ سے دور یمن میں رہائش

حضرت محمود بن لبید سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا حضرت حسیل بن جابر جن کا نام یمان تھا اور جو حضرت حذیفہ بن یمان کے باپ تھے اور حضرت ثابت بن وقش رضی اللہ عنہم دونوں کافی عمر رسیدہ تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ احد کی طرف روانہ ہوئے تو آپ نے ان دونوں حضرات کو مسلم خواتین اور بچوں کے ہمراہ چند گڑھیوں میں منتقل کر دیا تھا۔ ایک روز دونوں بیٹھے ہوئے آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ ایک نے اپنے ساتھی سے کہا ارے تم کس چیز کا انتظار کر رہے ہو؟ ہماری زندگی سے گنتی کے چند دن باقی رہ گئے ہیں، کیوں نہ ہم اپنی تلواریں بے نیام کر کے نکلیں اور میدانِ جنگ میں رسول اللہ ﷺ کے قدموں میں حاضر ہو جائیں۔ ممکن ہے اللہ تعالیٰ ہمیں رسول اللہ ﷺ کی معیت میں جنگ کرتے ہوئے شرفِ شہادت سے بہرہ ور فرما دے۔ چنانچہ دونوں تلواریں لہراتے ہوئے احد روانہ ہو گئے اور لشکر کفار میں گھس گئے۔ لشکر اسلام کو ان کی آمد کا قطعاً علم نہ ہوا۔ حضرت ثابت بن وقش رضی اللہ عنہ کو تو مشرکین نے قتل کر دیا لیکن حضرت حسیل بن جابر رضی اللہ عنہ پر ناواقفیت میں مسلمانوں کی تلواریں ٹوٹ پڑیں۔ یہ دیکھ کر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ چیخ اٹھے: میرا باپ! مسلمانوں نے کہا قسم بخدا! ہم نے نہیں پہچانا۔ مسلمان سچ کہہ رہے تھے۔ حضرت حذیفہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہاری اس غلطی کو معاف فرما دے جو سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی دیت دینا چاہی، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ کی دیت بھی مسلمانوں کے لئے صدقہ کر دی۔ اس سے ان کی قدر و منزلت رسول اللہ ﷺ کی نگاہ میں بہت بلند ہو گئی۔

حضرت ابن حاطب کی شہادت اور ان کے باپ کی گفتگو

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ کا بیان ہے کہ مسلمانوں میں

پذیر رہا۔ جب وہ اپنے گھر لوٹا تو لوگوں نے اسے یمانی کہنا شروع کر دیا۔ حضرت حذیفہ بن یمان کی کنیت ابو عبداللہ ہے، یہ بنی عبدالاشہل کے حلیف تھے اور ان کی ماں رباب بنت کعب تھی۔ حضرت ابن اسحاق نے فرمایا فَاخْتَلَفَتْ عَلَيْهِ: یعنی حضرت حسیل بن جابر یمانی پر مسلمانوں کی تلواریں ٹوٹ پڑیں۔ تفسیر ابن عباس میں ہے کہ انہیں غلطی سے قتل کرنے والے حضرت عتبہ بن مسعود تھے جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بھائی اور حضرت عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود الفقیہ کے دادا تھے۔ اسے حضرت عبد بن حمید نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے۔ الجامع میں ابن وہب کی روایت کے مطابق یہ عتبہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے قرآن کریم کو مصحف کا نام دیا۔

ایک حاطب بن امیہ بن رافع نامی شخص تھا۔ اس کا ایک بیٹا تھا جس کا نام یزید بن حاطب تھا۔ وہ غزوۂ احد میں سخت زخمی ہوا، اسے نزع کی حالت میں اس کے گھر پہنچا دیا گیا۔ سب اہل خانہ اس کے پاس جمع ہو گئے، مسلمان مرد اور عورتیں اسے کہنے لگے: اے ابن حاطب! تجھے جنت کی بشارت ہو۔ اس کا باپ حاطب منافق تھا جو گمراہی اور ضلالت میں بوڑھا ہو گیا تھا۔ اس روز اس کا نفاق ظاہر ہو گیا۔ وہ کہنے لگا تم اسے کس چیز کی خوشخبری دے رہے ہو، کیا ایسی جنت کی جس میں حرمل(1) کے پودے ہیں؟ قسم بخدا! تم نے اس لڑکے کو اس کی جان کے بارے میں دھوکا دیا ہے۔

قزمان منافق کی ہلاکت

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ کا بیان ہے کہ ہمارے درمیان ایک اجنبی شخص رہتا تھا جس کی اصلیت کے بارے میں کسی کو کچھ علم نہ تھا، اس کا نام قزمان تھا۔

اَلْهَامَةُ وَالظَّمَأُ

حضرت ثابت بن وقش اور حضرت حسیل رضی اللہ عنہما کا قول ہے: اِنَّمَا نَحْنُ هَامَةُ الْيَوْمِ اَوْ غَدٍ (ہم آج یا کل کے الو ہیں)۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ہماری موت کا وقت قریب آ چکا ہے۔ میت کے بارے میں اہل عرب کا عقیدہ تھا کہ اس کی روح الو بن جاتی ہے، اسی وجہ سے کسی شاعر نے کہا:

وَ كَيْفَ حَيَاةُ اَصْدَاءٍ وَ هَامِ

"کمزور جسم والے آدمی اور الوؤں کی کیا زندگی ہے"۔

ان کا قول ہے: لَمْ يَبْقَ مِنْ عُمْرِنَا اِلَّا ظَمْءُ حِمَارٍ یعنی ہماری زندگیاں صرف گدھے کے ایک گھونٹ کے برابر باقی رہ گئی ہیں۔ انہوں نے یہ اس لئے کہا کہ گدھے کا گھونٹ سب جانوروں سے چھوٹا اور اونٹ کا گھونٹ سب سے بڑا ہوتا ہے (مراد یہ ہے کہ زندگی بہت کم رہ گئی ہے)۔

بعض اصحابِ احد کے متعلق

حضرت ابن اسحاق نے قزمان کا ذکر کیا ہے۔ یہ اسم اَلْقَزَم سے ماخوذ ہے اور قزم ردی مال کو کہتے ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے ہر ردی چیز کو قزمان کہتے ہیں۔

حضرت ابن اسحاق نے اصیرم کا ذکر کیا ہے، اس کا نام عمرو بن ثابت بن وقش ہے اور قاف کی

1۔ حرمل ایک جنگلی پودا ہے جسے اسپند یا کالا دانہ کہتے ہیں۔ اس سے نہایت بدبو آتی ہے۔ اس سے اس منافق کا مقصود جنت کی تحقیر کرنا تھا۔ مترجم

جب رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں اس کا تذکرہ کیا جاتا تو حضور ﷺ فرماتے "وہ جہنمی ہے"۔ جب احد کی جنگ ہوئی تو اس نے اس جنگ میں اپنی شجاعت اور بہادری کے جوہر دکھائے، اس نے اکیلے سات یا آٹھ مشرکین کو قتل کر ڈالا۔ اس اثناء میں وہ زخموں سے چور چور ہو کر گر پڑا، اسے اٹھا کر بنی ظفر کے محلہ میں لایا گیا۔ مسلمان اسے کہنے لگے اے قزمان! تو نے آج بہت کارنامے سرانجام دیے ہیں، تجھے مبارک ہو۔ وہ کہنے لگا: "مجھے کس چیز کی مبارک دیتے ہو، قسم بخدا! میں نے تو صرف قومی غیرت وحمیت کے باعث یہ جنگ لڑی ہے، اگر یہ غرض نہ ہوتی تو میں جنگ میں حصہ نہ لیتا"۔ چنانچہ جب زخموں کی تکلیف اس کے لئے ناقابل برداشت ہوگئی تو اس نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکالا اور خودکشی کرلی۔

مخیریق کا قتل

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: غزوۂ احد کے مقتولوں میں سے ایک مخیریق تھا، یہ بنی ثعلبہ بن فطیون کا ایک فرد تھا۔ جس روز معرکہ احد وقوع پذیر ہوا اس نے اپنی قوم کو کہا اے گروہِ یہود! بخدا تم جانتے ہو کہ محمد (ﷺ) کی امداد تم پر لازم ہے۔ وہ کہنے لگے آج تو ہفتہ کا دن ہے۔ اس نے کہا تمہارے لئے کوئی ہفتہ کا دن نہیں (یہ سب تمہاری من گھڑت باتیں ہیں)۔ پھر اس نے تلوار اٹھائی اور جنگ کی تیاری کی، اس نے وصیت کی کہ اگر میں اس لڑائی میں مارا جاؤں تو میرا سارا مال حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کر دینا، حضور ﷺ جیسے چاہیں اسے خرچ کریں، پھر وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف روانہ ہوگیا اور آپ کے ساتھ مل کر لڑتا رہا یہاں تک کہ قتل کر دیا گیا۔ ہماری معلومات کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے اس کے متعلق فرمایا مخیریق سب سے بہتر یہودی ہے۔

حارث بن سوید کا حال

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: حارث بن سوید بن صامت منافق تھا، وہ احد کے روز مسلمانوں کے لشکر میں شامل ہوگیا، جب جنگ کا آغاز ہوا تو اس نے حضرت مجذر بن زیاد بلوی اور حضرت قیس بن زید ضبیعی پر اچانک حملہ کر کے انہیں شہید کر دیا، پھر مکہ میں قریش سے جاملا۔ رسول

حرکت کے ساتھ وَقَش بھی کہا جاتا ہے۔

حاطب منافق کا قول ہے: اَلْجَنَّةُ مِنْ حَرْمَلٍ یعنی وہ جنت جس میں حرمل کے پودے ہیں۔ اس سے اس کی مراد وہ سرزمین تھی جہاں اس کے بیٹے کو دفن کیا گیا۔ وہاں حرمل کے پودے اگتے تھے، اس لئے اس نے کہا کہ اس کے لئے تو حرمل کے پودوں کی جنت ہے۔

اللہ ﷺ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو حکم دے رکھا تھا کہ اگر تمہیں حارث مل جائے تو اسے قتل کر دینا لیکن وہ آپ کو نہ ملا، وہ مکہ میں تھا۔ کچھ مدت کے بعد اس نے اپنے بھائی جلاس بن سوید کے ہاتھ توبہ کا پیغام بھیجا تا کہ وہ اپنی قوم میں واپس آ جائے۔ مجھے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ خبر پہنچی ہے کہ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:

كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّ جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٨٦﴾ (آل عمران)

"کیسے ہو سکتا ہے کہ ہدایت دے اللہ تعالیٰ ایسی قوم کو جنہوں نے کفر اختیار کر لیا ایمان لے آنے کے بعد اور وہ (پہلے خود) گواہی دے چکے تھے کہ رسول سچا ہے اور آ چکی تھیں ان کے پاس کھلی نشانیاں اور اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا ظالم لوگوں کو"۔

حضرت مجذر کے قاتل کے متعلق ابن ہشام کی تحقیق

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: اہل علم میں سے ایک باوثوق شخص کا بیان ہے کہ حارث بن سوید نے صرف حضرت مجذر بن زیاد کو شہید کیا تھا، حضرت قیس بن زید کو شہید نہیں کیا تھا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن اسحاق نے شہدائے احد میں حضرت قیس بن زید کا ذکر نہیں کیا۔

حضرت مجذر کو حارث نے اس عداوت کی وجہ سے قتل کیا تھا کہ حضرت مجذر بن زیاد نے اس کے باپ سوید کو کسی جنگ میں قتل کیا تھا جو دور اسلام سے پہلے اوس وخزرج کے درمیان ہوئی تھی۔ اس کتاب میں اس کا ذکر پہلے بھی ہو چکا ہے۔

پھر ایک روز رسول اللہ ﷺ چند صحابہ کرام کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ حارث بن سوید مدینہ طیبہ کے ایک باغ سے نکلا، اس نے دو پرانی چادروں میں اپنے آپ کو چھپا رکھا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو حکم دیا۔ آپ نے اس کی گردن اڑا دی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسے کسی انصاری نے قتل کیا تھا۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: سوید بن صامت کو حضرت معاذ بن عفراء نے جنگ بعاث سے پہلے کسی موقع پر دھوکے سے قتل کیا تھا۔ آپ نے اسے اپنے تیر کا نشانہ بنایا اور اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

حضرت اصیرم کا حال

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا مجھ سے حضرت حصین بن عبدالرحمٰن بن عمرو بن سعد بن معاذ

نے بیان کیا، انہوں نے حضرت ابوسفیان مولیٰ ابن ابی احمد سے انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ لوگوں سے پوچھا کرتے تھے کہ مجھے ایسے جنتی کا نام بتاؤ جس نے ایک نماز بھی نہ پڑھی۔ جب لوگ نہ بتا سکتے تو وہ آپ سے پوچھتے وہ کون ہے؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے وہ اصیرم عمرو بن ثابت بن وقش ہے جو بنی عبدالاشہل کا فرد ہے۔ حضرت حصین (راوی) کہتے ہیں میں نے حضرت محمود بن اسد سے پوچھا اصیرم کا واقعہ کیونکر ہوا؟ انہوں نے بتایا کہ اصیرم اپنی قوم کے اسلام لانے کے سخت مخالف تھا۔ جس روز رسول اللہ ﷺ غزوہ احد کے لیے تشریف لے گئے تو اس کا دل قبولِ اسلام کے لئے کشادہ ہو گیا، چنانچہ اس نے اسلام قبول کیا اور اپنی تلوار اٹھا کر جلدی سے میدانِ احد کی طرف روانہ ہو گیا اور وہاں مجاہدین کے گروہ میں شامل ہو گیا۔ اس نے اپنی بہادری کے خوب جوہر دکھائے یہاں تک کہ زخموں سے چور چور ہو کر گر پڑا۔ بنی عبدالاشہل کے چند آدمی میدانِ جنگ میں اپنے مقتولوں کو تلاش کرنے کے لئے آئے تو انہوں نے اصیرم کو ایک جگہ گرا ہوا پایا۔ وہ کہنے لگے: بخدا! یہ تو اصیرم ہے، یہ یہاں کیسے آیا؟ ہم نے تو اسے اس حالت میں چھوڑا تھا کہ وہ منکر اسلام تھا۔ انہوں نے اس سے پوچھا اے عمرو! تم یہاں کیسے آئے ہو؟ کیا اپنی قومی غیرت تمہیں یہاں لائی ہے یا اسلام کی محبت؟ اس نے کہا محض اسلام کی محبت۔ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لایا اور اسلام قبول کیا، پھر اپنی تلوار تھامی اور رسول اللہ ﷺ کی معیت میں جہاد کے لئے روانہ ہو گیا، پھر میں نے دشمن سے جنگ کی یہاں تک کہ زخموں سے چور چور ہو گیا۔ یہ کہنے کے بعد تھوڑی ہی دیر گزری کہ ان کا انتقال ہو گیا۔ جب ان لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اس کی اطلاع دی تو آپ ﷺ نے فرمایا: اِنَّهٗ لَمِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ بے شک اصیرم اہل جنت سے ہے۔

حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے میرے باپ حضرت اسحاق بن یسار نے بیان کیا انہوں نے بنی سلمہ کے چند شیوخ سے روایت کیا کہ حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ بہت زیادہ

حضرت ابن جموح

حضرت ابن اسحاق نے حضرت عمرو بن جموح کا واقعہ ذکر کیا ہے جب ان کے بیٹوں نے آپ کو جہاد پر روانہ ہونے سے روکنا چاہا۔ الخ۔ حضرت ابن اسحاق کے علاوہ ایک روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ جب حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ سفر جہاد پر روانہ ہونے لگے تو یہ دعا کی اَللّٰهُمَّ لَا تَرُدَّنِيْ۔

لنگڑے تھے۔ آپ کے چار بیٹے تھے اور چاروں شیروں کی طرح بہادر تھے اور ہر جنگ میں رسول اللہ ﷺ کے ہمرکاب رہا کرتے تھے۔ جب غزوۂ احد کا موقع آیا تو ان کے بیٹوں نے آپ کو جہاد میں شرکت کرنے سے روکا اور کہا: "بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کو معذور قرار دیا ہے"۔ آپ رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی: "میرے بیٹے اس جہاد میں مجھے حضور ﷺ کے ساتھ جانے سے روک رہے ہیں اور میری تمنا یہ ہے کہ میں جنت کی سرزمین کو اپنے اس لنگڑے پاؤں سے روندوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ نے تمہیں معذور قرار دیا ہے، جہاد میں شمولیت تم پر لازم نہیں"۔ آپ نے اپنے بیٹوں سے کہا "اگر تم مجھے نہ روکو تو تمہیں کیا تکلیف ہے، ممکن ہے اللہ تعالیٰ مجھے نعمت شہادت سے نواز دے"۔ چنانچہ آپ حضور ﷺ کے ساتھ مل کر جہاد پر روانہ ہو گئے اور غزوۂ احد میں جامِ شہادت نوش کیا۔

ہند اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا مثلہ

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا حضرت صالح بن کیسان کا بیان ہے کہ ہند بنت عتبہ چند عورتوں کو ساتھ لے کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی لاشوں کے پاس آئی اور ان کے ناک اور کان کاٹنے شروع کر دیے۔ یہاں تک کہ ہند نے ان اعضاء کی پازیب اور ہار بنا لیے۔ اس نے اپنے سارے پازیب، ہار اور بالیاں اتار کر جبیر بن مطعم کے غلام وحشی کو بطورِ انعام دے دیے۔ پھر اس نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا پیٹ چاک کر کے آپ کا کلیجہ نکالا اور اسے چبا کر نگلنے لگی لیکن تھوک دیا اور نگل نہ سکی، پھر وہ ایک بلند ٹیلے پر چڑھ گئی اور بلند آواز سے یہ شعر کہے:

نَحْنُ جَزَيْنَاكُمْ بِيَوْمِ بَدْرِ ۔۔۔ وَالْحَرْبُ بَعْدَ الْحَرْبِ ذَاتُ سُعُرِ

"(اے مسلمانو!) ہم نے یوم بدر کا بدلہ چکا دیا اور جنگ کے بعد جنگ آگ کے شعلوں کی طرح بھڑکتی ہے"۔

مَا كَانَ عَنْ عُتْبَةَ لِيْ مِنْ صَبْرٍ ۔۔۔ وَ لَا اَخِيْ وَ عَمِّهٖ وَ بِكْرِيْ

"اے اللہ! مجھے واپس نہ لوٹانا"۔ چنانچہ آپ شہید ہو گئے۔ آپ کے بیٹوں نے جب آپ کی لاش کو اونٹ پر سوار کیا تاکہ مدینہ طیبہ لے جائیں تو ان کے لئے اونٹ کو چلانا دشوار ہو گیا۔ جب وہ اس کا رخ کسی اور طرف کرتے تو وہ بھاگ اٹھتا لیکن مدینہ طیبہ کی طرف جانے کا نام بھی نہ لیتا تھا۔ کوشش بسیار کے باوجود جب وہ اس پر قابو نہ پا سکے تو انہیں آپ کی دعا یاد آئی کہ اے اللہ! مجھے مدینہ واپس نہ لوٹانا، چنانچہ انہوں نے آپ کو آپ کے مقتل ہی میں دفن کر دیا۔

"مجھے (اپنے باپ) عتبہ، اپنے بھائی (ولید بن عتبہ)، اس کے چچا (شیبہ بن ربیعہ) اور اپنے پہلے بیٹے (حنظلہ بن ابی سفیان) سے صبر نہیں آتا تھا"۔

شَفَیْتُ نَفْسِیْ وَ قَضَیْتُ نَذْرِیْ شَفَیْتَ وَحْشِیُّ غَلِیْلَ صَدْرِیْ

"میں نے اپنا دل ٹھنڈا کر لیا اور اپنی نذر پور کر لی۔ اے وحشی! تو نے میرے سینے کی جلن کو ٹھنڈا کر دیا ہے"۔

فَشُکْرُ وَحْشِیٍّ عَلَیَّ عُمْرِیْ حَتّٰی تَرِمَّ اَعْظُمِیْ فِیْ قَبْرِیْ

"پس مجھ پر ساری زندگی وحشی کا شکریہ ادا کرنا لازم ہے یہاں تک کہ میری ہڈیاں میری قبر میں بوسیدہ ہو جائیں"۔

ہند بنت عتبہ کے جواب میں ہند بنت اثاثہ کے اشعار

ہند بنت عتبہ کے ان اشعار کے جواب میں ہند بنت اثاثہ بن عباد بن مطلب نے یہ اشعار کہے:

خَزِیْتِ فِیْ بَدْرٍ وَّ بَعْدَ بَدْرٍ یَا بِنْتَ وَقَّاعٍ عَظِیْمِ الْکُفْرِ

"اے انتہائی گھٹیا اور پرلے درجے کے کافر کی بیٹی! تو بدر میں بھی رسوا ہوئی اور بدر کے بعد بھی"۔

صَبَّحَکِ اللّٰہُ غَدَاۃَ الْفَجْرِ مِلْھَا شِمِیِّیْنَ الطِّوَالِ الزُّھْرِ

"اللہ تعالیٰ علی الصبح دراز قد اور خوش اخلاق ہاشمیوں کو تیرے پاس لے آیا"۔

بِکُلِّ قَطَّاعٍ حُسَامٍ یَفْرِیْ حَمْزَۃُ لَیْثِیْ وَ عَلِیٌّ صَقْرِیْ

"میرے شیر حضرت حمزہ اور میرے شاہین حضرت علی رضی اللہ عنہم ہر تیز کاٹنے والی تلوار کے ساتھ تمہارے سر قلم کر رہے تھے"۔

مِن اور اس کے بعد ساکن کا حکم

ہند بنت اثاثہ کا قول ہے:

مِلْھَاشِمِیِّیْنَ الطِّوَالِ الزُّھْرِ

یہ اصل میں مِنَ الْھَاشِمِیِّیْنَ ہے۔ اجتماع ساکنین (مِن کا نون اور لام تعریف) کی وجہ سے من کے نون کو حذف کر دیا گیا۔ یہ حذف صرف حرف من میں اس کی کثرتِ استعمال کی وجہ سے جائز ہے جس طرح اس کا نون فتحہ کے ساتھ خاص ہے جب اس کے ساتھ لام تعریف مل جائے۔ کسی اور حرف

إِذَا رَامَ شَيْبَةُ وَ أَبُوكِ غَدْرِيْ فَخَضَّبَا مِنْهُ ضَوَاحِي النَّحْرِ
وَ نَذْرُكِ السَّوْءَ فَشَرُّ نَذْرِ

"جب شیبہ اور تیرے باپ (عتبہ) نے میرے ساتھ بدعہدی کا ارادہ کیا تو ان دونوں نے (حضرت حمزہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے) اس کے سینے کے کھلے اطراف کو لہولہان کر دیا اور تیرا بدی کی نذر ماننا بہت بری نذر ہے"۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: ہم نے ان میں سے تین اشعار چھوڑ دیے ہیں جن میں ہند بنت اثاثہ نے ہند بنت عتبہ کو گالی دی۔

ہند بنت عتبہ کے مزید اشعار

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: ہند بنت عتبہ نے یہ اشعار بھی کہے:

شَفَيْتُ مِنْ حَمْزَةَ نَفْسِيْ بِأُحُدْ حَتّٰى بَقَرْتُ بَطْنَهُ عَنِ الْكَبَدْ

"میں نے میدانِ احد میں حمزہ سے اپنے دل کو ٹھنڈا کیا یہاں تک کہ میں نے اس کا پیٹ چاک کر کے اس کا کلیجہ نکالا"۔

أَذْهَبَ عَنِّيْ ذَاكَ مَا كُنْتُ أَجِدْ مِنْ لَذْعَةِ الْحُزْنِ الشَّدِيْدِ الْمُعْتَمِدْ

"اس عمل نے مجھ سے انتہائی تکلیف دہ اور شدید غم واندوہ کی جلن کو دور کر دیا جو میں اپنے دل میں محسوس کرتی تھی"۔

وَالْحَرْبُ تَعْلُوْكُمْ بِشُؤْبُوْبٍ بَرِدْ تُقْدِمُ إِقْدَامًا عَلَيْكُمْ كَالْأَسَدْ

"جنگ تم پر سخت ژالہ باری کی بوچھاڑ کے ساتھ چھا جاتی ہے جو شیروں کی طرح دلیری کرتے ہوئے تمہاری طرف بڑھتی ہے"۔

ہند بنت عتبہ کی ہجو پر حضرت عمر کی حضرت حسان رضی اللہ عنہما کو انگیخت

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: حضرت صالح بن کیسان کا بیان ہے کہ انہیں یہ واقعہ سنایا گیا

ساکن کو فتحہ دینا جائز نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل عرب نے اس کی کثرتِ استعمال کی وجہ سے اس پر دو کسروں کو ناپسند کیا ہے، لیکن اگر یہ لام تعریف کے علاوہ کسی اور ساکن کے ساتھ مل جائے جیسے مِنِ ابْنِكَ اور مِنِ اسْمِكَ تو اسے اصل اور صحیح قیاس کے مطابق کسرہ دیا جاتا ہے لیکن سیبویہ کا کہنا ہے کہ فصحاء کی ایک قوم نے غیر لام تعریف کی صورت میں بھی اس کے نون کو فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔

کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''اے فریعہ کے بیٹے -- حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ فریعہ بنت خالد بن خنیس بن حارثہ بن کوذان بن عبدود بن زید بن ثعلبہ بن خزرج بن ساعدہ بن کعب بن خزرج ہے -- تم سن رہے ہو کہ ہند چٹان پر چڑھ کر غرور و تکبر کے ساتھ کیا کہہ رہی ہے؟ وہ ہماری ہجو کر رہی ہے اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش کے ساتھ کی گئی بے حرمتیوں کے گیت گا رہی ہے''۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''بخدا! میں ایک بلند ٹیلے کی چوٹی پر کھڑا وحشی کے چھوٹے نیزے کو اوپر سے نیچے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی طرف آتے دیکھ رہا تھا اور کہہ رہا تھا بخدا! یہ ایسا ہتھیار ہے جو عربوں کے ہتھیاروں سے نہیں۔ میں تو ہند کے ہجو یہ اشعار کو نہیں جانتا لیکن تم مجھے اس کا کوئی شعر سناؤ، میں تمہاری طرف سے اس کا جواب دینے کے لئے کافی ہوں''۔ پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے آپ کو ہند کا ایک شعر سنایا جس کے جواب میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ شعر کہا:

اَشِرَتْ لَكَاعِ وَ كَانَ عَادَتُهَا لُؤْمًا اِذَا اَشِرَتْ مَعَ الْكُفْرِ

''ایک کمینی عورت نے غرور و تکبر کیا اور جب وہ کفر کے ساتھ تکبر کرتی ہے تو یہ کمینگی اس کی عادت ہے''۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ شعر حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے چند اشعار میں سے ایک ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے اس کے جواب میں دال اور ذال کے قافیہ پر بھی اشعار کہے جنہیں ہم نے چھوڑ دیا ہے کیونکہ ان میں آپ نے اسے گالیاں دیں۔

لکاع اور لکع

ہند کے بارے میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قول ہے اَشِرَتْ لَكَاعِ۔ لَكَاعِ عموماً حرف ندا کے بعد استعمال ہوتا ہے لیکن اس شعر میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے اسے غیر نداء میں بطور اسم استعمال کیا ہے اور یہ جائز ہے۔ اگرچہ اس کا اکثر استعمال نداء میں ہی ہوتا ہے جیسے يَا غَدَارِ، يَا فَسَاقِ۔ اسی طرح لُكَعْ (لکاع کا مذکر) بھی کبھی کبھی غیر نداء میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت حسن یا حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے ساتھ خوش طبعی فرماتے ہوئے ان کے متعلق فرمایا اَيْنَ لُكَعْ اگر یہ کہا جائے کہ نبی کریم ﷺ خوش طبعی کرتے ہوئے بھی حق بات فرماتے تھے تو آپ نے یہ کیونکر فرمایا اَيْنَ لُكَعْ (کمینہ کہاں ہے) حالانکہ ایک اور موقع پر آپ ﷺ نے

ابوسفیان کے حضرت حمزہ کا مثلہ کرنے پر حلیس کا اظہار ناپسندیدگی

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: حلیس بن زبان بنی حارث بن عبد مناۃ کا ایک فرد تھا جو کہ احد کے روز قریش کے حامی قبائل کا سردار تھا۔ وہ ابوسفیان کے پاس سے گزرا، اس نے دیکھا کہ ابوسفیان حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے جبڑے میں نیزے کی اَنی کے ساتھ کچو کے لگا رہا ہے اور کہہ رہا ہے: ''اے نافرمان! اب مزہ چکھو''۔ یہ منظر دیکھ کر حلیس پکار اٹھا: ''اے بنی کنانہ! یہ دیکھو قریش کا سردار اپنے چچا زاد کی لاش کی بے حرمتی کر رہا ہے''۔ ابوسفیان نے اسے کہا: ''تیرا برا ہو! اس بات کو ظاہر نہ کر، یہ مجھ سے ایک غلطی ہوگئی ہے۔

احد کے بعد ابوسفیان کا مسلمانوں کی مصیبت پر اظہارِ مسرت اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس کی گفتگو

پھر جب ابوسفیان نے واپسی کا ارادہ کیا تو اس نے ایک پہاڑ پر چڑھ کر با آواز بلند پکارا: اَنْعَمْتَ فَعَالِ: ''تم نے ہمیں نعمت سے نوازا، تم ہماری ملامت سے دور رہو۔ بے شک جنگ

انہیں سید فرمایا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضور ﷺ نے انہیں لُکَع بمعنی بچھیرا کے ساتھ تشبیہ دیتے ہوئے اَیْنَ لُکَعْ فرمایا کیونکہ آپ اس وقت بچے تھے اور جب کلام میں تشبیہ کا ارادہ کیا جائے تو وہ کذب نہیں ہوتا۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی یَکُوْنَ اَسْعَدَ النَّاسِ فِي الدُّنْیَا لُکَعُ بْنُ لُکَعٍ یعنی قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ دنیا میں سب لوگوں سے بڑھ کر سعادت مند شخص کمینے کا بیٹا کمینہ ہوگا''۔ لغت میں لُکَع ختنہ کے وقت کاٹی گئی کھال سے نکلنے والی میل کچیل کو کہتے ہیں اور چھوٹے بچھیرے کو بھی لُکَع کہا جاتا ہے۔ یہ حدیث شریف بھی اس بات کی دلیل ہے کہ لفظ لُکَع کو غیر نداء میں استعمال کرنا جائز ہے کیونکہ اس صورت پر یہ معدول نہیں ہے جس طرح خبیث سے خبث اور فاسق سے فسق معدول ہے۔ ابن انباری نے الزاہر میں کہا لُکَع اَلْمَلَاکِع سے مشتق ہے اور مَلَاکِع بچے کی ولادت کے وقت رحم سے نکلنے والے پانی اور خون وغیرہ کو کہتے ہیں۔ انہوں نے یہ شعر بطور استشہاد پیش کیا:

رَمَتِ الْفَلَاۃَ بِمُعْجَلٍ مُتَسَرْبِلٍ غِرْسَ السَّلٰی وَ مَلَاکِعَ الْاَمْشَاجِ

''اونٹنی نے وسیع بیابان میں قبل از وقت بچہ جن دیا جو جیلی اور رحم سے نکلنے والے مخلوط پانی اور خون کی قمیص پہنے ہوئے تھا''۔

کنویں کے ڈول کی مانند ہے۔ یہ دن بدر کے دن کا بدلہ ہے۔ اَعْلِ هُبَلُ یعنی اے ہبل! اپنے دین کو بلند کر"۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عمر! اٹھو اس کے جواب میں نعرہ لگاؤ: اَللّٰهُ اَعْلٰى وَ اَجَلُّ لَا سَوَاءٌ قَتْلَانَا فِي الْجَنَّةِ وَ قَتْلَاكُمْ فِي النَّارِ اللہ تعالیٰ سب سے اعلیٰ اور بزرگ و برتر ہے، معاملہ برابر نہیں، ہمارے مقتول جنت میں ہیں اور تمہارے مقتول دوزخ کا ایندھن ہیں"۔ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان کو جواب دیا تو ابوسفیان نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو کہا: "اے عمر! ذرا میری طرف آؤ"۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "جاؤ سنو کیا کہتا ہے"۔ آپ گئے تو ابوسفیان نے آپ سے کہا: اے عمر! میں تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں، کیا ہم نے محمد (ﷺ) کو قتل کر دیا ہے؟ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بخدا! ہرگز نہیں، حضور ﷺ اب بھی تمہاری باتیں سن رہے ہیں"۔ پھر اس نے کہا: "ابن قمئہ کا تو کہنا ہے کہ میں نے محمد (ﷺ) کو قتل کر دیا ہے لیکن میرے نزدیک تم اس سے زیادہ سچے اور حق گو ہو"۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: ابن قمئہ کا نام عبداللہ ہے۔

مسلمانوں کو ابوسفیان کی دھمکی

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: پھر ابوسفیان نے بلند آواز سے پکارا: "تمہارے مقتولوں کا مثلہ کیا گیا ہے، بخدا نہ میں اس حرکت پر خوش ہوں اور نہ ناراض، میں نے ایسا کرنے سے نہ منع کیا ہے اور نہ اس کا حکم دیا ہے۔

ابن انباری نے کہا واحد میں یَا لُكَعُ، تثنیہ میں یَا ذَوِیْ لَكِيْعَةَ وَ لَكَاعَةٍ کہا جاتا ہے۔ لَكِيْعَة غیر منصرف اور لَكَاعَة منصرف ہے کیونکہ یہ مصدر ہے اور جمع میں یَا ذَوِیْ لَكِيْعَةَ وَ لَكَاعَةٍ کہا جاتا ہے اور مؤنث میں بھی یہ لفظ اسی قیاس پر آتا ہے۔

حضرت مؤلف نے کہا یَا لَكَاعَانِ اور یَا فُسَقَانِ نہیں کہا جاتا۔ اس کی وجہ ہم نے کسی اور کتاب میں بیان کر دی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اہل عرب جب نداء میں ایسا لفظ استعمال کرتے ہیں تو اس سے عَلَم مراد ہوتا ہے کیونکہ عَلَم مسمّی کو اس وصف کی بہ نسبت زیادہ لازم ہوتا ہے جو فعل سے مشتق ہوتا ہے مثلاً فَاسِق اور غَادِر۔ جیسا کہ انہوں نے عَامِرٌ سے عدول کر کے عمر کہا ہے کیونکہ عامر کی بہ نسبت عمر میں زیادہ علیت ہے، پھر علم ہونے کی حالت میں علم سے تثنیہ اور جمع نہیں بنائے جاتے کیونکہ جب اس کا تثنیہ بنایا جائے تو اس سے علیت کی خصوصیت زائل ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل عرب یَا فَاسِقُ اور یَا غُدَرُ کے الفاظ سے تثنیہ نہیں بناتے کیونکہ اس طرح ان الفاظ کو عَلَم کے قائم مقام

پھر جب ابوسفیان اپنے لشکر کو لے کر واپس جانے لگا تو اس نے بلند آواز سے پکارا: "آئندہ ہمارا تمہارا مقابلہ پورے ایک سال بعد بدر کے مقام پر ہوگا"۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ایک صحابی سے فرمایا: "اسے جواب دو ہمیں تمہارا چیلنج منظور ہے، وہ ہمارے اور تمہارے درمیان پختہ وعدہ ہے"۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ مشرکین کے تعاقب میں

پھر رسول اللہ ﷺ نے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور فرمایا: "کفار کے تعاقب میں نکلو اور دیکھو وہ کیا کرتے ہیں اور کس سمت کا قصد کرتے ہیں؟ اگر وہ گھوڑوں کو کوتل میں لے کر چلے اور اونٹوں پر سوار ہوئے تو اس سے معلوم ہوگا کہ وہ واپس مکہ جانے کا ارادہ کر رہے ہیں اور اگر وہ گھوڑوں پر سوار ہوئے اور اونٹوں کو یوں ہی ساتھ لے لیا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ مدینہ پر چڑھائی کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں، اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! اگر انہوں نے ایسا ارادہ کیا تو میں فوراً ان کے تعاقب میں جاؤں گا اور انہیں جنگ کا چیلنج دوں گا"۔ سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں: میں ان کے تعاقب میں نکلا تاکہ ان کی نقل و حرکت دیکھوں۔ میں نے دیکھا کہ وہ گھوڑوں کو کوتل میں لے کر چلے اور اونٹوں پر سوار ہو کر مکہ کا رخ کر لیا۔

رکھنے کا مقصد فوت ہو جاتا ہے، وہ مقصد یہ ہے کہ فلاں شخص اس بات کا مستحق ہے کہ اسے اس نام سے پکارا جائے۔ پس یَا فَاسِقُ کی بنسبت یَا فُسَقُ زیادہ بلیغ ہے کیونکہ وصف فعل کے قائم مقام ہوتا ہے اور فعل غیر لازم ہوتا ہے جبکہ علم اس سے زیادہ مسمّٰی کو لازم ہوتا ہے اور تثنیہ اور جمع علمیت کو باطل کر دیتے ہیں جیسا کہ ہم نے اوپر ذکر کیا ہے فافہم۔ موطا امام مالک میں حضرت یحییٰ سے مروی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں مذکور ہے کہ انہوں نے اپنی ایک آزاد کردہ لونڈی سے فرمایا: اُقْعُدِیْ یَا لُکَعُ (اے لکع بیٹھ جا)۔ حضرت یحییٰ پر اس روایت کی بنا پر اعتراض کیا گیا ہے کیونکہ عورت کے لئے لِکَاعِ بولتے ہیں۔ میں نے حضرت یحییٰ سے مروی اس حدیث کی مثل کو کتاب الدارقطنی میں بھی دیکھا ہے۔ لغت عربی میں اس کی توجیہ یہ ہے کہ یہ منقول ہے معدول نہیں اس لئے لونڈی کو یَا لُکَعُ کہنا جائز ہے جس طرح لونڈی کو گالی دیتے ہوئے کہا جاتا ہے: یَا ذُبَلُ، یَا وُسَخُ (اے میل کچیل) اور چونکہ لکع بھی ایک قسم کی میل کچیل کو کہتے ہیں اس لئے اس میں بھی یہ صورت جائز ہے جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے اور یہ کتاب العین میں مذکور ہے۔

میدانِ احد میں مقتولین کا حال

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: قبیلہ بنی نجار کے فرد حضرت محمد بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی صعصعہ المازنی کا بیان ہے کہ جب مسلمان اپنے شہداء کی خبر گیری سے فارغ ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کون سعد بن ربیع کی خبر لائے گا کہ وہ زندہ ہیں یا وفات پا چکے ہیں؟ ایک انصاری نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! میں دیکھ کر آتا ہوں کہ سعد کا کیا بنا؟ چنانچہ وہ شخص ان کی تلاش میں پھرتا رہا۔ آخر کار اس نے دیکھا کہ وہ شہداء کے درمیان زخمی حالت میں پڑے ہیں اور ان پر نزع کی کیفیت طاری ہے۔ انصاری کہتے ہیں: میں نے حضرت سعد سے کہا رسول اللہ ﷺ نے مجھے تمہاری خبر گیری کا حکم دیا ہے کہ تم زندہ ہو یا وفات پا چکے ہو؟ حضرت سعد نے فرمایا: میں آخری سانس لے رہا ہوں، میری طرف سے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں سلام پیش کرنا اور عرض کرنا: سعد بن ربیع آپ سے عرض کرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری طرف سے بہترین جزاء عطا فرمائے جو جزاء اس نے کسی نبی کو اس کی امت کی طرف سے دی ہے اور اپنی قوم کو میری طرف سے سلام پہنچانا اور انہیں کہنا سعد بن ربیع تمہیں یہ کہتا تھا کہ اگر کوئی دشمن تمہارے پیارے نبی ﷺ تک رسائی حاصل کر لے اور تم میں سے ایک آدمی بھی زندہ ہو، آنکھیں جھپک رہا ہو تو تم اللہ تعالیٰ کی جناب میں کوئی عذر پیش نہیں کر سکو گے''۔ یہ الفاظ کہنے کے

حضرت ابن ربیع کے متعلق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا استفسار

حضرت ابن اسحاق نے نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان ذکر کیا کہ تم میں سے کون سعد بن ربیع کی خبر لائے گا؟ ایک انصاری نے عرض کی میں حاضر ہوں آگے سارے واقعہ ذکر کیا۔ یہ انصاری حضرت محمد بن مسلمہ ہیں۔ واقدی نے ان کا نام ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ انہوں نے شہداء کے درمیان کھڑے ہو کر بار بار بلند آواز سے پکارا: اے سعد بن ربیع! لیکن کسی نے جواب نہ دیا یہاں تک کہ آپ نے یوں کہا: ''اے سعد! رسول اللہ ﷺ نے مجھے تیری خبر گیری کے لئے بھیجا ہے''۔ اس وقت حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے دھیمی سی آواز میں انہیں جواب دیا۔ اس کے بعد واقدی نے سارا واقعہ بیان کیا ہے۔ واقدی کا یہ قول اس قول کے خلاف ہے جو حضرت ابو عمر رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الصحابۃ میں ذکر کیا ہے۔ انہوں نے ربیع بن عبدالرحمٰن بن ابی سعید الخدری عن ابیہ عن جدہ کی سند سے بیان کیا ہے کہ شہداء کے درمیان سے حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کو تلاش کرنے والے شخص حضرت ابی بن کعب تھے۔

بعد انہوں نے اپنی جان جانِ آفرین کے حوالے کر دی۔ انصاری فرماتے ہیں پھر میں رسول اللہ ﷺ کے خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے سارا ماجرا عرض کیا۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: حضرت ابوبکر زبیری کا بیان ہے کہ ایک روز ایک شخص سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا اور دیکھا کہ حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کی ایک کم سن بیٹی آپ کے سینہ پر بیٹھی ہے اور آپ اس سے پیار کر رہے ہیں۔ اس شخص نے آپ سے پوچھا یہ بچی کون ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ ایسے شخص کی بیٹی ہے جو مجھ سے بہتر ہے یعنی حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ، آپ بیعت عقبہ کے دن رسول اللہ ﷺ کے نقباء میں شامل تھے، غزوۂ بدر میں شریک ہوئے اور غزوۂ احد میں جامِ شہادت نوش کیا۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پر حضور ﷺ کا غم واندوہ اور مشرکین کو مثلہ کی دھمکی

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: پھر رسول اللہ ﷺ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی تلاش میں نکلے، کچھ دیر بعد آپ ﷺ نے وادی کے وسط میں آپ کا جسد اطہر دیکھا کہ آپ کا پیٹ چاک ہے، جگر باہر نکلا پڑا ہے اور ناک اور کان پھوڑ دیے گئے ہیں۔

حضرت محمد بن جعفر بن زبیر کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب آپ کی یہ حالت دیکھی تو فرمایا: ''اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ صفیہ غمزدہ ہوگی اور میرے بعد یہ معاملہ سنت بن

حمید الطویل اور طلحۃ الطلحات

حضرت ابن اسحاق نے حمید الطویل از حسن از سمرہ از نبی کریم ﷺ کے واسطہ سے مثلہ کی ممانعت کے بارے میں ایک حدیث ذکر کی ہے۔ حمید الطویل یہ حمید بن تیر دیہ ہے اور آپ کو ابن تیری بھی کہا جاتا ہے۔ آپ کی کنیت ابوحمیدہ ہے اور آپ طلحۃ الطلحات کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ مثلہ کی ممانعت کے بارے میں یہ حدیث صحیح ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی تو قبیلہ عرینہ کے لوگوں کا مثلہ کیا تھا، آپ نے ان کے ہاتھ پاؤں کٹوا دیے، ان کی آنکھیں پھوڑ دیں اور انہیں سخت گرمی میں چھوڑ دیا گیا۔ ہم کہیں گے کہ اس کے دو جواب ہیں: (1) آپ ﷺ نے بطورِ قصاص ان کے ساتھ یہ سلوک کیا کیونکہ انہوں نے مسلمان چرواہوں کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیے تھے اور ان کی آنکھیں پھوڑ دی تھیں۔ یہ بات حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مروی ہے۔ (2) دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ قبیلہ عرینہ کے لوگوں کے ساتھ یہ سلوک تحریم مثلہ سے پہلے کا واقعہ ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں پیاسا چھوڑ دیا، وہ پانی مانگتے رہے لیکن انہیں پانی نہ

جائے گا تو میں ان کی لاش کو یوں ہی چھوڑ دیتا تا کہ وہ درندوں کے شکموں اور پرندوں کی پوٹوں میں چلے جاتے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے کسی جنگ میں کفار قریش پر فتح عطا فرمائی تو میں اس کے عوض ان کے تیس آدمیوں کا مثلہ کروں گا"۔ جب مسلمانوں نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بے حرمتی پر رسول اللہ ﷺ کا اس قدر غم واندوہ دیکھا تو کہنے لگے: "قسم بخدا! اگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں کسی دن ان پر غلبہ عطا فرمایا تو ہم ان کے مقتولوں کا ایسا مثلہ کریں گے کہ اہل عرب میں کسی نے ایسا مثلہ نہ کیا ہوگا۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ ان کی لاش کے پاس کھڑے ہوئے تو آپ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: "تمہارے وصال کا سا دکھ مجھے کبھی نہ پہنچے گا، میں کبھی کسی جگہ کھڑا نہیں ہوا جہاں مجھے اس سے زیادہ غیظ وغضب ہوا ہو"۔ پھر فرمایا: "حضرت جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے ہیں اور مجھے خبر دی ہے کہ حمزہ بن عبدالمطلب کا نام ساتوں آسمانوں کے رہنے والوں میں یوں لکھا گیا ہے: حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اَسَدُ اللّٰهِ وَ اَسَدُ رَسُوْلِهٖ۔ "حضرت حمزہ بن عبدالمطلب اللہ کے شیر اور رسول اللہ کے شیر"۔

رسول اللہ ﷺ، حضرت حمزہ اور حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد رضی اللہ عنہما تینوں آپس میں رضاعی بھائی تھے، انہیں ابولہب کی آزاد کردہ لونڈی نے دودھ پلایا تھا۔

مثلہ کی ممانعت کے متعلق نازل کردہ آیات

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا مجھ سے حضرت بریدہ بن سفیان بن فروہ اسلمی نے بیان کیا، انہوں نے حضرت محمد بن کعب قرظی سے روایت کیا اور مجھ سے ایک غیر متہم شخص نے بیان کیا، اس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے اس غم و غصہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے غیظ وغضب کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:

دیا گیا یہاں تک کہ وہ پیاس کی شدت سے ہلاک ہو گئے۔ ہم کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے انہیں اس لئے پیاسا رکھا تھا کہ ان بدبختوں نے اس رات آپ ﷺ کے اہل بیت کو پیاسا رکھا تھا۔ حدیث مرفوع میں مروی ہے کہ اس رات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے اہل بیت کے پاس تھوڑے سے دودھ کے سوا پینے کے لئے کچھ بھی نہ تھا۔ آپ ﷺ نے دعا مانگی اَللّٰهُمَّ عَطِّشْ مَنْ عَطَّشَ اَهْلَ بَيْتِ نَبِيِّكَ۔ "اے اللہ! ایسے شخص کو پیاسا رکھ جس نے تیرے نبی کے اہل بیت کو پیاسا رکھا"۔ یہ روایت شرح ابن بطال میں مذکور ہے اور علامہ نسوی نے اس کی تخریج کی ہے۔

وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ؕ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۲۶﴾ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ (النحل)

"اور اگر تم (انہیں) سزا دینا چاہو تو انہیں سزا دو لیکن اس قدر جتنی تمہیں تکلیف پہنچائی گئی ہے اور اگر تم (ان کی ستم رانیوں پر) صبر کرو تو یہ صبر ہی بہتر ہے صبر کرنے والوں کے لئے۔ اور آپ صبر فرمائیے اور نہیں ہے آپ کا صبر مگر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اور رنجیدہ نہ ہوا کریں ان (کی ہٹ دھرمی) پر اور نہ غمزدہ ہوا کریں ان کی فریب کاریوں سے"۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے معاف فرما دیا، صبر اختیار فرمایا اور مثلہ کرنے سے منع فرما دیا۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے حضرت حمید الطویل نے بیان کیا، انہوں نے حضرت حسن سے انہوں نے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: "رسول اللہ ﷺ نے ہمیں جس مقام پر بھی وعظ فرمایا تو آپ اس مقام سے اس وقت تک جدا نہ ہوتے جب تک ہمیں صدقہ کرنے کا حکم نہ دے لیتے اور مثلہ کرنے سے منع نہ فرما لیتے"۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور دیگر شہداء کی نمازِ جنازہ

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا مجھ سے ایک غیر متہم شخص نے بیان کیا، اس نے حضرت مقسم مولیٰ عبداللہ بن حارث سے، انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو ایک چادر میں لپیٹنے کا حکم دیا، پھر آپ کی نمازِ جنازہ ادا فرمائی اور سات تکبیریں کہیں، پھر دوسرے شہداء یکے بعد دیگرے لائے گئے اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے پاس رکھے گئے۔ آپ ﷺ نے ان سب کی نمازِ جنازہ پڑھائی

شہداء کی نمازِ جنازہ

حضرت ابن اسحاق نے ایک غیر متہم شخص سے عن مقسم عن ابن عباس روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے احد کے روز حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور دیگر شہداء کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ فقہائے حجاز اور امام اوزاعی رحمہم اللہ نے دو وجہوں سے اس حدیث کو لائقِ استدلال نہیں سمجھا:

(1) اس حدیث کی سند میں ضعف ہے کیونکہ حضرت ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: مجھ سے یہ حدیث ایک غیر متہم شخص نے بیان کی۔ اب وہ شخص یا تو حسن بن عمارہ ہے اور محدثین کے نزدیک حسن بن عمارہ کے ضعف میں کوئی اختلاف نہیں، اکثر محدثین اس سے روایت نہیں لیتے اور اگر حسن بن عمارہ کے علاوہ کوئی اور شخص مراد ہے تو وہ مجہول ہے اور یہ جہالت اسے غیر مقبول بنا دیتی ہے۔

اوران کے ساتھ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی نمازِ جنازہ بھی ادا فرماتے رہے یہاں تک کہ آپ پر بہتر مرتبہ نمازِ جنازہ پڑھی گئی۔

حضرت صفیہ اوران کا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہما پر غم واندوہ

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھے جو خبر پہنچی ہے اس کے مطابق حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی سگی بہن حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا اپنے بھائی کی نعش دیکھنے کے لئے آئیں تو رسول اللہ ﷺ نے آپ کے بیٹے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو حکم دیا: اٹھو، اپنی والدہ سے ملو اور انہیں واپس لے جاؤ تا کہ وہ اپنے بھائی کی یہ حالت نہ دیکھیں۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ سے عرض کی: امی جان! رسول اللہ ﷺ آپ کو حکم دے رہے ہیں کہ آپ واپس چلی جائیں، انہوں نے پوچھا: ''کیوں؟ حالانکہ مجھے علم ہوا ہے کہ میرے بھائی کا مثلہ کیا

---

(2) اس حدیث پر کسی نے بھی عمل نہیں کیا اور غزوۂ احد کی اس روایت کے علاوہ کہیں بھی مروی نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی غزوہ میں یا حضرات ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما نے اپنے دورِ خلافت میں کسی شہید کی نمازِ جنازہ پڑھی ہو سوائے اس شہید کے جو میدانِ جنگ میں مرتث ہو گیا ہو(1)۔

جہاں تک شہید کو غسل نہ دینے کا تعلق ہے تو اس پر سب فقہاء کا اتفاق ہے سوائے ایک شاذ روایت کے جو بعض تابعین سے مروی ہے، اگرچہ انہوں نے نمازِ جنازہ میں اختلاف کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے اس کی حکمت یہ ہے کہ شہداء کی حیات برحق ہے، اس کی تصدیق اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اس ارشاد سے ہوتی ہے: وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ (آل عمران: 169) ''اور ہرگز یہ خیال نہ کرو کہ وہ جو قتل کیے گئے ہیں اللہ کی راہ میں وہ مردہ ہیں''۔ اس کے علاوہ شہید کو غسل نہ دینے میں ایک اور حکمت بھی ہے۔ وہ یہ کہ اس کا خون ایک عبادت کی علامت ہے، شہید قیامت کے روز اس حال میں آئے گا کہ اس کے زخموں سے خون بہہ رہا ہوگا جس کی خوشبو کستوری کی خوشبو جیسی ہوگی۔ لہٰذا اسے خون سے پاک کرنے کا کیا معنی ہو سکتا ہے حالانکہ اس کا خون پہلے ہی پاک اور عبادت کی علامت ہے۔ اسی اصل سے بعض علماء نے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ چہرے سے وضو کا پانی خشک کرنا مکروہ ہے۔

1۔ احناف کے نزدیک شہید کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ ان کی دلیل یہ حدیث شریف ہے: عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمًا فَصَلّٰى عَلٰى اَهْلِ اُحُدٍ صَلٰوتَهٗ عَلَى الْمَيِّتِ۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ایک دن باہر تشریف لے گئے اور شہدائے احد کی نماز جنازہ پڑھی (صحیح بخاری 179/1، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)۔ مترجم

گیا ہے لیکن یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہوا ہے، جو کچھ ہوا ہے اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس پر راضی رہنے کی توفیق بخشی، میں ان شاء اللہ ضبط سے کام لوں گی اور صبر کروں گی"۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کے جواب کی خبر دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "انہیں آنے دو"۔ چنانچہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا آئیں، ان کی نعش کو دیکھا، نمازِ جنازہ پڑھی، اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ پڑھا اور ان کے لئے مغفرت کی دعا مانگی پھر رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو سپردِ خاک کر دیا گیا۔

حضرت حمزہ کی معیت میں حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہما کی تدفین

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ امیمہ بنت عبدالمطلب کے بیٹے تھے اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ماموں تھے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی طرح ان کا بھی مثلہ کیا گیا۔ البتہ ان کا پیٹ چاک کر کے کلیجہ نہیں نکالا گیا تھا۔ آلِ عبداللہ بن جحش کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک ہی قبر میں دفن کیا۔ یہ

یہی امام زہری کا قول ہے۔ آپ فرماتے ہیں میرے پاس یہ خبر پہنچی ہے کہ میزانِ عمل میں وضو کے پانی کا بھی وزن کیا جائے گا۔ نیز اسی اصل سے یہ مسئلہ بھی اخذ کیا گیا ہے کہ روزہ دار کے لئے دن کے پچھلے حصے میں مسواک کرنا مکروہ ہے تا کہ اس کے منہ کی بو ختم نہ ہو جائے کیونکہ وہ بھی عبادت کا اثر ہے اور شہید کے خون کی طرح اس کے متعلق بھی مروی ہے کہ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے ہاں کستوری کی خوشبو سے زیادہ محبوب ہے اور ایک روایت میں ہے کہ وہ قیامت کے روز کستوری کی خوشبو سے زیادہ خوشبودار ہوگی۔ ان دونوں روایتوں کو امام مسلم نے نقل کیا ہے۔ ان کا معنی ایک ہی ہے۔ امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ روزہ دار کے لئے دن کے پچھلے حصہ میں مسواک کرنا مکروہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن جحش المجدع رضی اللہ عنہ

حضرت ابن اسحاق نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے بھانجے حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی طرح ان کا بھی مثلہ کیا گیا۔ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ المجدع فی اللہ (اللہ کی راہ میں ناک کان کٹوانے والا) کے نام سے مشہور ہیں کیونکہ احد کے روز ان کی ناک اور دونوں کان کاٹ دیے گئے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان فرمایا کرتے تھے

روایت میں نے صرف آپ کے اہل خانہ سے سنی ہے۔

شہداء کی تدفین

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بعض مسلمانوں نے اپنے شہداء کو مدینہ طیبہ لا کر دفن کر دیا تھا لیکن پھر رسول اللہ نے اس سے منع فرما دیا اور حکم دیا کہ انہیں وہاں دفن کرو جہاں انہوں نے جامِ شہادت نوش کیا ہے۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے حضرت محمد بن مسلم زہری نے بیان کیا، انہوں نے حضرت عبداللہ بن ثعلبہ بن صعیر العذری حلیف بنی زہرہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ جب شہدائے احد کے پاس تشریف لائے تو فرمایا: ''میں ان لوگوں پر گواہ ہوں، بے شک جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں زخمی ہوگا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے اس حال میں اٹھائے گا کہ اس کے زخم سے خون بہہ رہا ہوگا، اس کا رنگ خون جیسا ہوگا لیکن اس کی خوشبو کستوری جیسی ہوگی، دیکھو ان لوگوں میں سے جو شخص زیادہ حافظ قرآن ہو اسے دفن میں اپنے ساتھیوں سے مقدم رکھنا''۔ مسلمان اس روز دو دو تین تین شہداء کو ایک ہی قبر میں دفن کرتے تھے۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے میرے چچا حضرت موسیٰ بن یسار نے بیان کیا کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے سنا کہ ابو القاسم سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ نے

کہ احد کے روز صبح کے وقت حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ تنہائی میں ان سے ملے۔ حضرت عبداللہ نے انہیں کہا: اے سعد! آؤ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا مانگیں، ہم میں سے ایک دعا میں اپنی حاجت کا ذکر کرے اور دوسرا اس پر آمین کہے۔ حضرت سعد فرماتے ہیں: میں نے یہ دعا مانگی کہ میں مشرکین کے ایک طاقتور اور ماہر جنگجو گھڑ سوار سے جنگ کروں، اسے قتل کروں اور اس کا جنگی سامان چھین لوں۔ حضرت عبداللہ نے کہا آمین۔ پھر حضرت عبداللہ نے قبلہ شریف کی طرف رخ کیا اور آسمان کی طرف دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور عرض کی اے اللہ! میرے مقابلہ میں ایک ایسا کافر بھیج جو طاقتور اور تنومند ہو اور فن حرب کا ماہر ہو، وہ مجھے قتل کرے اور میری ناک اور میرے کان کاٹ دے اور جب میں کل (بروزِ قیامت) تجھ سے ملاقات کروں تو تو فرمائے: يَا عَبْدِيْ فِيْمَ جُدِعَ اَنْفُكَ وَ اُذُنَاكَ ''اے میرے بندے! کس جرم میں تیری ناک اور تیرے کان کاٹے گئے''۔ تو میں عرض کروں فِيْكَ يَا رَبِّ وَ فِيْ رَسُوْلِكَ ''اے میرے پروردگار! تیری محبت اور تیرے رسول ﷺ کے عشق کے جرم میں۔ تو تو فرمائے تم سچ کہہ رہے ہو۔ اے سعد! کہو آمین۔ حضرت سعد فرماتے ہیں میں نے

فرمایا جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں زخمی ہوگا اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اسے اس حال میں اٹھائے گا کہ اس کے زخم سے خون بہہ رہا ہوگا جس کا رنگ تو خون جیسا ہوگا لیکن اس کی خوشبو کستوری کی خوشبو جیسی ہوگی۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے میرے باپ حضرت اسحاق بن یسار نے بیان کیا انہوں نے بنی سلمہ کے چند شیوخ سے روایت کیا کہ احد کے روز جب رسول اللہ ﷺ نے شہداء کی تدفین کا حکم دیا تو فرمایا: عمرو بن جموح اور عبداللہ بن عمرو بن حرام کو دیکھو، وہ دونوں دنیا میں ایک دوسرے کے مخلص دوست تھے اس لئے انہیں ایک قبر میں دفن کرنا۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پر حمنہ کا غم واندوہ

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: پھر رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ کی طرف مراجعت فرما ہوئے، راستے میں آپ کی ملاقات حضرت حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا سے ہوئی۔ جب وہ لوگوں سے ملیں تو انہیں ان کے بھائی حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر دی گئی۔ انہوں نے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا اور ان کے لئے دعائے مغفرت کی، پھر انہیں ان کے ماموں حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر دی گئی تو انہوں نے

آمین کہا، پھر میں پچھلے پہر ان کے پاس سے گزرا تو دیکھا کہ انہیں شہید کر دیا گیا ہے اور ان کی ناک اور کان کاٹے جا چکے ہیں، ان کی ناک اور کان ایک رسی کے ساتھ لٹکے ہوئے تھے۔ میرا مقابلہ بھی ایک مشرک سے ہوا، میں نے اسے قتل کیا اور اس کا جنگی سامان چھین لیا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ احد کے روز حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی تلوار ٹوٹ گئی تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں کھجور کی ایک شاخ عطا فرمائی۔ وہ آپ کے ہاتھ میں آتے ہی تلوار میں تبدیل ہوگئی، پھر آپ نے اسی کے ذریعے جنگ کی۔ اس تلوار کو ''العرجون'' کہا جاتا تھا۔ یہ تلوار نسل در نسل منتقل ہوتی آئی یہاں تک کہ بغا ترکی (خلیفہ معتصم باللہ کا ایک امیر سلطنت) کے ہاتھ دو سو دینار کے بدلے بیچ دی گئی۔

حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی اسی قسم کا واقعہ پیش آیا تھا جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے لیکن ان کی تلوار ''العون'' کے نام سے مشہور ہوئی۔ یہ واقعہ بدر کے روز پیش آیا۔ جس مشرک نے حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو قتل کیا تھا وہ ابوالحکم بن اخنس بن شریق تھا۔ شہادت کے وقت حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی عمر چالیس سال سے کچھ زائد تھی۔ آپ کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا اور ان کے لئے دعائے مغفرت کی، پھر انہیں ان کے خاوند حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر دی گئی تو وہ چیخ اٹھیں اور واویلا کرنے لگیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عورت کے دل میں اپنے خاوند کا ایک خاص مقام ہوتا ہے کیونکہ آپ ﷺ نے حضرت حمنہ کو دیکھا کہ بھائی اور ماموں کی شہادت کی خبر پر حوصلے میں رہیں اور اپنے خاوند کی شہادت کی خبر پر چیخ اٹھیں۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پر خواتین انصار کی آہ و بکا

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: پھر رسول اللہ ﷺ انصارِ بنی عبد الاشہل اور بنی ظفر کے ایک گھر کے پاس سے گزرے، آپ نے انہیں اپنے شہداء پر آہ و بکا اور نوحہ خوانی کرتے ہوئے سنا تو آپ ﷺ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، کچھ دیر آپ ﷺ روتے رہے پھر فرمایا: لیکن حمزہ رضی اللہ عنہ پر رونے والیاں نہیں ہیں، چنانچہ جب حضرت سعد بن معاذ اور حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہما بنی عبد الاشہل کے گھروں میں پہنچے تو اپنی عورتوں کو حکم دیا کہ وہ اپنی کمریں کس لیں اور جا کر رسول اللہ ﷺ کے چچا پر روئیں۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے حضرت حکیم بن حکیم بن عباد بن حنیف نے بیان کیا انہوں نے بنی عبد الاشہل کے کسی شخص سے روایت کیا کہ اس نے کہا: جب رسول اللہ ﷺ نے

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور ابوسفیان کی باہمی گفتگو

اس غزوہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور ابوسفیان کی باہمی گفتگو کا ذکر آیا ہے کہ ابوسفیان نے کہا: اُعْلُ ھُبَلُ اس کا معنی ہے اے ہبل تیری شان اور اونچی ہو، پھر اس نے کہا اَنْعَمَتْ فَعَالِ۔ یعنی تم نے ہمیں نعمت سے نوازا، تم ہماری ملامت سے دور رہو۔ لوگوں نے کہا ہے کہ اس قول میں اَنْعَمَتْ سے اس کی مراد ازلام یعنی وہ تیر ہیں جن کے ساتھ فال نکالی جاتی تھی۔ ابوسفیان جب احد کی طرف روانہ ہونے لگا تو اس نے ان تیروں سے فال نکالی تھی جو اس کی مرضی کے مطابق نکلی تھی۔ اس کا قول فَعَالِ فعل امر ہے یعنی تو ان تیروں سے دور رہ اور ان کی ملامت کو چھوڑ دے۔ اہل عرب کہتے ہیں اَعْلِ عَنِّیْ وَ عَالِ عَنِّیْ یعنی مجھ سے دور رہ اور مجھے چھوڑ دے۔ مروی ہے کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے فتح مکہ کے روز ابوسفیان سے کہا: تمہاری وہ بات کہاں ہے اَنْعَمَتْ فَعَالِ؟ اس نے کہا اللہ تعالیٰ نے بہتر کیا اور امورِ جاہلیت کو ختم کر دیا۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پر ان عورتوں کے رونے کی آواز سنی تو آپ ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے، وہ مسجد نبوی کے دروازے کے پاس رو رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اِرْجِعْنَ يَرْحَمُكُنَّ اللّٰهُ فَقَدْ اٰسَيْتُنَّ بِاَنْفُسِكُنَّ "واپس چلی جاؤ، اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے، تم نے اپنی طرف سے تسلی کا حق ادا کر دیا ہے"۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا اس روز نوحہ کرنے سے منع کر دیا گیا۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: حضرت ابو عبیدہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب ان عورتوں کے رونے کی آواز سنی تو فرمایا: "اللہ تعالیٰ انصار پر رحم فرمائے، یہ غمگساری کا اظہار ان میں زمانہ قدیم سے چلا آرہا ہے، ان عورتوں سے کہو کہ واپس چلی جائیں"۔

بنی دینار کی ایک عورت کا حال

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے حضرت عبداللہ بن ابی عون نے بیان کیا انہوں نے حضرت اسماعیل بن محمد سے انہوں نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ بنی دینار کی ایک عورت کے پاس سے گزرے جس کے غزوہ احد میں خاوند، بھائی اور باپ تینوں رسول اللہ ﷺ کی معیت میں شہید ہو گئے تھے۔ جب لوگوں نے اسے ان کی شہادت سے آگاہ کیا تو اس نے کہا مجھے بتاؤ رسول اللہ ﷺ کا کیا حال

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قول ہے لَا سَوَاءٌ اَیْ لَا نَحْنُ سَوَاءٌ یعنی ہم اس معاملہ میں برابر نہیں۔ ابتدائے کلام میں معرفہ پر لا کا دخول صرف اس صورت میں جائز ہے جب لا کا تکرار ہو جیسے لَا زَيْدٌ قَائِمٌ وَّ لَا عَمْرٌو خَارِجٌ۔ لیکن اس مقام پر تکرار کے بغیر بھی لا کا دخول جائز ہے کیونکہ کلام میں مقصود فعل کی نفی ہے یعنی لَا يَسْتَوِیْ جیسے یوں کہنا جائز ہے لَا نَوْلُكَ یعنی لَا يَنْبَغِیْ لَكَ۔ کتاب کے آغاز میں ہم نے اس کا بیان کر دیا ہے جہاں ہم نے شاعر کے اس قول پر گفتگو کی ہے:

فَشُقَّتْنَا سَعْدٌ فَلَا نَحْنُ مِنْ سَعْدٍ

مخیریق کا واقعہ اور دور اسلام میں پہلی وقف

اس غزوہ کے جو امور قابل ذکر ہیں ان میں سے ایک مخیریق کا واقعہ ہے۔ یہ بنی نضیر کا ایک فرد ہے، اس نے کہا تھا اگر میں مارا جاؤں تو میرا مال محمد (ﷺ) کی خدمت میں پیش کر دینا، حضور ﷺ جیسے چاہیں اسے خرچ کریں۔ چنانچہ وہ احد کے روز قتل کر دیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ جب واپس تشریف لائے تو آپ ﷺ نے اس کا مال اوقاف بنا دیا۔ یہ پہلی وقف ہے جو دور اسلام میں مقرر کی گئی۔ یہ

ہے؟ لوگوں نے بتایا خیرًا یَا اُمَّ فُلَانٍ ھُوَ بِحَمْدِ اللّٰهِ کَمَا تُحِبِّیْنَ ''الحمدللہ حضور بالکل خیرو عافیت سے ہیں جیسے تو چاہتی ہے''۔ وہ کہنے لگی میرے آقا کہاں ہیں تاکہ میں روئے زیبا دیکھ لوں۔ اشارہ کر کے بتایا گیا کہ حضور ﷺ وہ کھڑے ہیں۔ حضور ﷺ کو بخیریت دیکھ کر اس کی زبان سے نکلا کُلُّ مُصِیْبَةٍ بَعْدَكَ جَلَلٌ ''حضور سلامت ہیں تو پھر ہر مصیبت ہیچ ہے''۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: لفظ جلل قلیل وکثیر دونوں کے لئے آتا ہے۔ یہاں یہ قلیل کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ قلیل کے معنی میں امرؤالقیس نے اس شعر میں استعمال کیا ہے:

لِقَتْلِ بَنِیْ اَسَدٍ رَبَّهُمْ اَلَا كُلُّ شَیْءٍ سِوَاهُ جَلَلٌ

''بنی اسد کا اپنے رب کو قتل کرنا خبردار اس کے بعد ہر چیز قلیل ہے''۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: شاعر کے اس قول میں لفظ جلل کثیر کے معنی میں ہے۔ یہ شاعر حارث بن وعلہ جرمی ہے:

وَ لَئِنْ عَفَوْتُ لَاَعْفُوَنْ جَلَلًا وَ لَئِنْ سَطَوْتُ لَاُوْهِنَنْ عَظْمِی

''اگر میں نے معاف کر دیا تو کثرت سے معاف کروں گا اور اگر میں ناراض ہو گیا تو اپنی ہڈیاں بھی کمزور کر دوں گا''۔

تلواروں کی صفائی

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا پھر جب رسول اللہ ﷺ اپنے کاشانہ اقدس میں تشریف لائے تو اپنی تلوار اپنی صاحبزادی حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دی اور فرمایا بیٹی! اس سے خون دھو ڈالو۔ پھر فرمایا وَاللّٰهِ لَقَدْ صَدَقَنِی الْیَوْمَ ''بخدا آج اس تلوار نے اپنا حق ادا کر دیا ہے''۔ پھر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی تلوار حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالٰی عنہا کو دی اور فرمایا: اس سے بھی خون دھو ڈالو۔ پھر آپ نے بھی فرمایا: فَوَاللّٰهِ لَقَدْ صَدَقَنِی الْیَوْمَ ''بخدا! آج اس تلوار نے اپنا حق ادا کر دیا ہے''۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لَئِنْ كُنْتَ صَدَقْتَ الْقِتَالَ لَقَدْ صَدَقَ مَعَكَ سَهْلُ بْنُ حُنَيْفٍ وَّ اَبُوْ دُجَانَةَ

بات حضرت محمد بن کعب قرظی سے مروی ہے۔ امام زہری نے فرمایا: وہ سات باغات تھے جن کے اسماء یہ ہیں: اعراف، اعواف، صافیہ، دلال، برقہ، حسنی اور مشربہ ام ابراہیم۔ مؤخر الذکر کا نام مشربہ ام ابراہیم اس لئے تھا کہ ام ابراہیم اس میں رہتی تھی۔ حضرت ابن اسحاق نے مخیریق کا واقعہ ذکر کیا ہے اور ہم نے مذکورہ امور اس کے تکملہ اور مزید افادیت کے طور پر ذکر کر دیے ہیں۔

"(اے علی!) اگر آج تم نے دشمن سے جنگ کرنے کا حق ادا کیا ہے تو تمہارے ساتھ سہل بن حنیف اور ابودجانہ نے بھی حق ادا کر دیا ہے"۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کی تلوار کو ذوالفقار کہا جاتا تھا۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: بعض اہل علم کا بیان ہے کہ حضرت ابن ابی نجیح نے کہا احد کے روز کسی نے با آواز بلند یہ شعر پڑھا:

لَا سَیْفَ اِلَّا ذُوالْفَقَارِ وَ لَا فَتٰی اِلَّا عَلِیٌّ

"تلوار تو صرف ذوالفقار ہے اور نوجوان تو صرف علی ہے"۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: بعض اہل علم کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اب مشرکین ہم کو اس طرح کی مصیبت نہیں پہنچائیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہم کو فتح عطا فرما دے گا۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: غزوۂ احد پندرہ شوال بروز ہفتہ پیش آیا۔

دشمن کو بھگانے کے لئے اس کا تعاقب

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: سولہ شوال بروز اتوار رسول اللہ ﷺ کے ایک منادی نے دشمن کا تعاقب کرنے کا اعلان کیا اور یہ بھی اعلان کر دیا کہ ہمارے ساتھ صرف وہ لوگ نکلیں گے جو کل کی جنگ میں ہمارے ساتھ شریک تھے۔ حضرت جابر بن عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! میرے باپ نے مجھے میری سات بہنوں کی حفاظت کے لئے پیچھے چھوڑا تھا اور کہا تھا میرے اور تیرے لئے یہ مناسب نہیں کہ ہم ان خواتین کو اس حالت میں چھوڑ دیں کہ ان کے پاس کوئی مرد نہ ہو اور تیری حیثیت اتنی بھی نہیں ہے کہ میں تجھے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مل کر جہاد کرنے کے معاملہ میں اپنی ذات پر ترجیح دے سکوں۔ اس لئے تو اپنی بہنوں کے پاس ٹھہر جا۔ چنانچہ میں ان کے پاس ٹھہر گیا (اس لئے غزوۂ احد میں شریک نہ ہو سکا)"۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں اجازت دے دی اور وہ آپ ﷺ کے ہمراہ جہاد پر روانہ ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ کی روانگی کا مقصد دشمن کو خوفزدہ کرنا تھا تاکہ ان تک یہ خبر پہنچ

حضرت ابن ہشام نے یہ شعر ذکر کیا ہے لَا سَیْفَ اِلَّا ذُوالْفَقَارِ۔ یہ فاء کے فتحہ کے ساتھ ہے فَقَارَۃ کی جمع ہے اور اگر کسرہ کے ساتھ ذُوالْفِقَارِ کہا جائے تو اس صورت میں یہ فِقْرَۃ کی جمع ہے۔ اس کی وضاحت پہلے گزر چکی ہے۔ اس روایت کے علاوہ ایک اور روایت میں مذکور ہے کہ احد کے روز

جائے کہ آپ ﷺ ان کے تعاقب میں نکل پڑے ہیں اور مسلمانوں میں اب بھی مقابلہ کی قوت موجود ہے اور غزوۂ احد میں انہیں جن ناگفتہ بہ حالات کا سامنا کرنا پڑا ہے ان کی وجہ سے وہ دشمن سے غافل نہیں ہو گئے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مدد کے لئے مسلمانوں کے جذبۂ جہاد کی ایک مثال

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے حضرت عبداللہ بن خارجہ بن زید بن ثابت نے بیان کیا، انہوں نے حضرت ابو سائب مولیٰ عائشہ بنت عثمان سے روایت کیا کہ بنی عبدالاشہل کے ایک صحابی جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوۂ احد میں شریک ہوئے تھے، فرماتے ہیں کہ میں اور میرا ایک بھائی دونوں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوۂ احد میں شریک ہوئے۔ ہم زخمی حالت میں واپس آئے۔ جب رسول اللہ ﷺ کے منادی نے دشمن کے تعاقب میں نکلنے کا اعلان کیا تو میں نے اپنے بھائی سے یا اس نے مجھے کہا: "کیا ہم اس غزوہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک نہیں ہو سکیں گے؟ قسم بخدا! ہمارے پاس کوئی سواری بھی نہیں جس پر ہم سوار ہو سکیں اور ہم شدید زخمی بھی ہیں"۔ آخر ہم دونوں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکل پڑے، میں قدرے کم زخمی تھا، جب میرا بھائی نڈھال ہو جاتا تو میں اسے اپنی پیٹھ پر اٹھا لیتا یہاں تک کہ ہم بھی اس مقام تک پہنچے جہاں تک مسلمان گئے تھے۔

حضرت عبداللہ بن ام مکتوم کا تقرر بطورِ عامل مدینہ

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: پھر رسول اللہ ﷺ نے حمراء الاسد تک کفار کا تعاقب کیا۔ یہ مدینہ طیبہ سے آٹھ میل کے فاصلے پر ایک مقام ہے۔ بقول ابن ہشام اس روز رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ کا عامل مقرر فرمایا۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: آپ ﷺ نے پیر، منگل اور بدھ تین دن وہاں قیام فرمایا پھر مدینہ طیبہ کی طرف مراجعت فرما ہوئے۔

ایک ہوا چلی تو لوگوں نے کسی کہنے والے کو یہ کہتے ہوئے سنا:

لَا سَيْفَ اِلَّا ذُوالْفَقَارِ وَ لَا فَتَى اِلَّا عَلِىٌّ

یہ شعر ان اشعار میں سے ایک ہے جو اس نے ذکر کیے۔ حضرت ابن اسحاق نے بکائی کی روایت کے علاوہ ایک اور روایت میں ذکر کیا ہے کہ جب حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت علی المرتضیٰ

معبدالخزاعی کا واقعہ

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: حضرت عبداللہ بن ابی بکر کا بیان ہے کہ معبد بن ابی معبد الخزاعی رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گزرا۔ بنی خزاعہ کے مسلمان اور مشرک تہامہ کے علاقہ میں رسول اللہ ﷺ کے راز دان تھے۔ ان کا آپ ﷺ کے ساتھ اتفاق و اتحاد تھا، وہ آپ ﷺ سے کوئی واقعہ بھی چھپاتے نہیں تھے جو ان کے ہاں پیش آتا، معبد ابھی تک مشرک تھا۔ اس نے عرض کی اے محمد (ﷺ) قسم بخدا! آپ کے جو صحابہ شہید ہوئے ہیں ہمیں اس پر بہت دکھ ہوا ہے۔ ہماری خواہش ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے صحابہ کے درمیان بخیر و عافیت رکھے۔ رسول اللہ ﷺ ابھی حمراء الاسد کے مقام پر ہی تھے کہ معبد نے واپس جا کر روحاء کے مقام پر ابوسفیان سے ملاقات کی۔ مشرکین واپس پلٹ کر رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ پر حملہ کرنے کا فیصلہ کر رہے تھے اور یہ کہہ رہے تھے کہ ہم نے چند طاقتور اور ذی اثر اصحاب کو قتل کر دیا ہے۔ ہم پھر ان کی طرف لوٹیں گے تا کہ ان کو جڑ سے اکھاڑ دیں۔ ہم ان کے باقی ماندہ افراد پر حملہ کر کے ان کا قصہ تمام کر دیں گے۔ اسی اثناء میں ابوسفیان نے معبد کو دیکھا۔ اس نے پوچھا مَا وَرَاءَكَ يَا مَعْبَدُ ''اے معبد! سناؤ کیا خبر لائے ہو''؟ معبد نے کہا ''محمد (ﷺ) اپنے صحابہ کا اتنا بڑا لشکر لے کر تمہارے تعاقب میں دوڑے چلے آرہے ہیں کہ ایسا لشکر میں نے آج تک نہیں دیکھا، وہ غصے سے تم پر پل پڑیں گے جو مسلمان جنگ میں شریک نہیں ہو سکے تھے وہ بھی آپ (ﷺ) کے ساتھ اکٹھے ہو گئے ہیں۔ وہ سخت نادم ہیں کہ انہوں نے پہلا موقع ضائع کر دیا۔ وہ تم پر اس قدر غضبناک ہیں کہ ایسا غصہ میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا''۔ ابوسفیان نے کہا تم پر ہلاکت ہو، بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے؟ معبد نے کہا ''قسم بخدا! میری رائے تو یہی ہے کہ اس سے بیشتر کہ تم ان کے گھوڑوں کی پیشانیاں دیکھو، تم کوچ کر جاؤ''۔ ابوسفیان نے کہا ''قسم بخدا! ہم نے تو یہ ارادہ کیا تھا کہ پلٹ کر ان پر حملہ کریں اور ان کے باقی ماندہ افراد کی جڑ بھی کاٹ دیں''۔ معبد نے کہا: ''اس غلطی سے میں تمہیں روکتا ہوں، قسم بخدا! مسلمانوں کا عزم و ارادہ دیکھ کر میں ان کے متعلق چند اشعار کہنے پر مجبور ہو گیا''۔ ابوسفیان نے کہا ''تو نے کیا اشعار

رضی اللہ عنہ کی تلوار سے خون دھونے لگیں تو آپ نے یہ شعر کہا:

أَفَاطِمُ هَاتِي السَّيْفَ غَيْرَ ذَمِيمِ فَلَسْتُ بِرِعْدِيدٍ وَ لَا بِلَئِيمِ

''اے فاطمہ! اس بے عیب تلوار کو لے لے اور میں بھی نہ بزدل ہوں اور نہ لئیم''۔

کہے": اس نے کہا میں نے یہ اشعار کہے:

كَادَتْ تُهَدُّ مِنَ الْاَصْوَاتِ رَاحِلَتِيْ إِذْ سَالَتِ الْاَرْضُ بِالْجُرْدِ الْاَبَابِيْلِ

" قریب تھا کہ میری سواری کا جانور لشکروں کے شوروغل کی ہولناکی کی وجہ سے گر پڑتا جب زمین پر جوق در جوق کم مو گھوڑوں کا سیلاب آ گیا"۔

تَرْدِيْ بِأُسْدٍ كِرَامٍ لَا تَنَابِلَةٍ عِنْدَ اللِّقَاءِ وَ لَا مِيْلٍ مَعَازِيْلِ

" جو ایسے ذی شان شیروں کو اٹھائے دوڑ رہے تھے جو مقابلہ کے وقت نہ سست اور بزدل ہوں گے اور نہ ہتھیاروں سے خالی ہوں گے"۔

فَظَلْتُ عَدْوًا اَظُنُّ الْاَرْضَ مَائِلَةً لَمَّا سَمَوْا بِرَئِيْسٍ غَيْرِ مَخْذُوْلٍ

" جب وہ گھوڑے ایک ایسے سردار کے ساتھ بلند ہوئے جو بے یارومددگار نہیں چھوڑا گیا تھا تو میں تیز دوڑنے لگا، مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے زمین جھکی جا رہی ہے"۔

فَقُلْتُ وَيْلَ ابْنِ حَرْبٍ مِّنْ لِقَائِكُمْ إِذَا تَغَطْمَطَتِ الْبَطْحَاءُ بِالْخَيْلِ

" میں نے کہا تمہاری ملاقات سے ابوسفیان بن حرب کے لئے ہلاکت ہے جب وادی

غزوہ حمراء الاسد

شرح قصیدہ معبد الخزاعی

حضرت ابن اسحاق نے معبد الخزاعی کے اشعار ذکر کیے ہیں۔ ان اشعار میں ہے:

إِذَا تَغَطْمَطَتِ الْبَطْحَاءُ بِالْخَيْلِ

لفظ تَغَطْمَطَتْ غِطْمَة سے مستعار ہے اور غطمة ہنڈیا کے ابلنے کی آواز کو کہتے ہیں۔ معبد کا قول ہے بِالْخَيْلِ۔ یہاں اس نے حرف لین کو ردیف بنایا ہے حالانکہ بقیہ تمام اشعار میں روی (قافیہ کے حرف) سے پہلے حرف مدولین کو ردیف بنایا گیا ہے۔ یہ وہی سناد (روی سے پہلے ردیف کا عیب) ہے جسے ہم نے کتاب کے آغاز میں حضرت ابن اسحاق کے اس قول فَسُوْنِدَ بَيْنَ الْقَبَائِلِ کے ضمن میں بیان کیا ہے۔ اس کی مثال عمرو بن کلثوم کا یہ شعر ہے:

اَلَا هُبِّيْ بِصَحْنِكِ فَاصْبِحِيْنَا

پھر اس نے کہا:

تُصَفِّقُهَا الرِّيَاحُ إِذَا جَرَيْنَا

اس سناد کا نام سنادِ عربی ہے نہ کہ سنادِ صناعی۔ عدی بن رقاع نے کہا:

بطحاء گھوڑوں سے تھر تھرا اٹھے گی"۔

اِنِّیْ نَذِیْرٌ لِّاَهْلِ الْبَسْلِ ضَاحِیَةً ۔۔۔ لِکُلِّ ذِیْ اِرْبَةٍ مِّنْهُمْ وَ مَعْقُوْلِ

"بے شک میں سورج کی دھوپ میں چمکنے والی سرزمین کے رہنے والوں (یعنی قریش مکہ) میں سے ہر صاحب عقل و دانش کو ڈرانے والا ہوں"۔

مِنْ جَحْشِ اَحْمَدَ لَا وَخْشٍ تَنَابِلَةٍ ۔۔۔ وَ لَيْسَ يُوْصَفُ مَا اَنْذَرْتُ بِالْقِیْلِ

"(سیدنا) احمد (مجتبیٰ ﷺ) کے لشکر سے جو سست اور کوتاہ قد نہیں ہیں اور جس بات سے میں نے ڈرایا ہے اسے الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا"۔

اس طرح اس نے ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کو واپس لوٹا دیا۔

حضور ﷺ کا ابوسفیان کا پیغام

پھر ابوسفیان کے پاس سے قبیلہ عبدالقیس کے سواروں کا ایک قافلہ گزرا۔ اس نے ان سے پوچھا تم کہاں جا رہے ہو؟ انہوں نے کہا ہم مدینہ جا رہے ہیں۔ اس نے پوچھا کس لئے؟ انہوں نے کہا ہمیں کچھ غلہ خریدنا ہے۔ اس نے کہا کیا تم محمد (ﷺ) کو میرا پیغام پہنچا دو گے جو میں تمہارے ہاتھوں ان کی طرف بھیج رہا ہوں۔ اگر تم ایسا کرو گے تو میں تمہیں عکاظ کی منڈی میں زبیب (کشمش) کا لدا ہوا ایک اونٹ دوں گا۔ انہوں نے کہا ہم تیرا پیغام پہنچا دیں گے۔ اس نے کہا "پھر تم انہیں بتانا کہ ہم نے دوبارہ ان پر اور ان کے اصحاب پر حملہ کرنے کا عزم کر لیا ہے تا کہ ہم ان کے باقی ماندہ لوگوں کی جڑیں بھی کاٹ کر رکھ دیں"۔ اس قافلہ کی ملاقات حمراء الاسد میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہوئی۔ قافلہ والوں نے آپ ﷺ کو ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کے ارادوں سے آگاہ کیا۔ پیغام سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ

وَ قَصِیْدَةٍ قَدْ بِتُّ اَجْمَعُ بَیْنَهَا ۔۔۔ حَتّٰی اُقَوِّمَ مَیْلَهَا وَ سِنَادَهَا

نَظَرَ الْمُثَقِّفِ فِیْ کُعُوْبِ قَنَاتِهِ ۔۔۔ کَیْمَا یُقِیْمَ ثِقَافُهٗ مُنْآدَهَا

"کتنے ہی ایسے قصیدے ہیں جنہیں جمع کرتے ہوئے میں نے راتیں بسر کیں یہاں تک کہ میں نے ان کی کجی اور سناد کو اس شخص کی مانند سیدھا کر دیا جو اپنے نیزے کی گرہوں کو اس طرح سیدھا کرتا ہے کہ اس کا ثقاف (نیزہ سیدھا کرنے والا ہتھیار) کہیں نیزے کے جھکاؤ کو بھی سیدھا نہ کر دے"۔

معبد کا قول ہے لَا تَنَابِلَةٍ یعنی وہ کوتاہ قد نہیں ہیں۔ تنابلہ تِنْبَال کی جمع ہے جو اَلنَّبَل سے تِفْعَال کا وزن ہے اور تنبال چھوٹی کنکریوں کو کہتے ہیں۔

الْوَكِيْلُ ''ہمیں اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے''۔

صفوان کا ابوسفیان کو دوبارہ حملہ کرنے سے روکنا

حضرت ابن ہشام نے فرمایا'' حضرت ابوعبیدہ کا بیان ہے کہ ابوسفیان بن حرب جب احد کے روز واپس لوٹا تو اس نے دوبارہ مدینہ طیبہ کی طرف پلٹنے کا ارادہ کیا تا کہ باقی ماندہ اصحاب رسول ﷺ کو جڑ سے اکھاڑ دے۔ اس پر صفوان بن امیہ بن خلف نے انہیں کہا: ایسا نہ کرنا کیونکہ وہ لوگ ابھی ایک جنگ کر چکے ہیں، ہمیں اندیشہ ہے کہ کہیں دوسری جنگ کا نتیجہ برعکس نہ نکلے، اس لئے واپس چلو۔ چنانچہ وہ سب واپس چلے گئے۔ ادھر جب حمراء الاسد میں رسول اللہ ﷺ کو ابوسفیان کے واپس پلٹ کر مدینہ طیبہ پر حملہ آور ہونے کے پروگرام کی خبر پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَقَدْ سُوِّمَتْ لَھُمْ حِجَارَۃٌ لَوْ صُبِّحُوْا بِھَا لَکَانُوْا کَاَمْسِ الذَّاھِبِ ''اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! ان کے لئے پتھروں کو نشان زدہ کر دیا گیا ہے۔ اگر انہوں نے پلٹ کر ہم پر حملہ کرنے کا قصد کیا تو وہ پتھر ان پر برسائے جائیں گے اور صفحہ ہستی سے ان کا نام ونشان تک مٹ جائے گا''۔

ابوعزہ اور معاویہ بن مغیرہ کا قتل

حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے مدینہ طیبہ کی طرف مراجعت فرما ہونے سے پہلے معاویہ بن مغیرہ بن العاص بن امیہ بن عبد شمس اور ابوعزہ جمحی کو گرفتار کر لیا تھا۔ معاویہ عبدالملک بن مروان کا نانا اور ان کی ماں عائشہ بنت معاویہ کا باپ تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ بدر میں بھی اسے قید کر لیا تھا لیکن پھر اس پر احسان کرتے ہوئے اسے رہا کر دیا تھا۔ اب پھر اس نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! میری غلطی سے درگزر فرمایئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا وَاللّٰہِ لَا تَمْسَحُ عَارِضَیْكَ بِمَكَّۃَ بَعْدَھَا وَ تَقُوْلُ خَدَعْتُ مُحَمَّدًا مَرَّتَیْنِ اِضْرِبْ

ابوعزہ جمحی

حضرت ابن ہشام نے ابوعزہ کا ذکر کیا ہے اسے حضرت عمیر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے گرفتار کیا تھا۔ بعض علماء نے اسی طرح ذکر کیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ وہ بنی خدارہ کے فرد عبداللہ بن عمیر تھے یا عبداللہ بن عمیر خطمی تھے۔ حضرت زبیر نے ابن جعدیہ اور ضحاک بن عثمان سے روایت کرتے ہوئے ابو عزہ کا ایک واقعہ ذکر کیا ہے۔ جعدہ لغت میں جَعَادِبُ کا واحد ہے اور جَعَادِبُ پانی میں اٹھنے والے

عُنُقَهُ يَا زُبَيْرُ ''قسم بخدا! (اب تمہیں معافی نہیں مل سکتی تاکہ) مکہ جا کر اپنے منہ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے ازراہِ تعلّی تم یہ نہ کہو کہ میں نے محمد (ﷺ) کو دوبارہ دھوکہ دیا ہے۔ اے زبیر! اٹھو اس کی گردن اڑادو''۔ چنانچہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اس کی گردن اڑادی۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا مجھے حضرت سعد بن مسیّب سے یہ خبر پہنچی ہے کہ آپ نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اِنَّ الْمُؤْمِنَ لَا يُلْدَغُ مِنْ جُحْرٍ مَرَّتَيْنِ، اِضْرِبْ عُنُقَهُ يَا عَاصِمُ بْنَ ثَابِتٍ ''بے شک مومن ایک سوراخ سے دوبار ڈسا نہیں جاتا، اے عاصم بن ثابت! اٹھو اس کی گردن اڑادو''۔ چنانچہ حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اس کی گردن اڑادی۔

معاویہ بن مغیرہ کا قتل

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: کہا جاتا ہے کہ غزوۂ حمراء الاسد کے بعد حضرت زید بن حارثہ اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما نے معاویہ بن مغیرہ کو قتل کر دیا۔ اس نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے پناہ طلب کی تھی۔ آپ نے رسول اللہ ﷺ سے اس کے لئے پناہ کی

بلبلوں کو کہتے ہیں۔ ان دونوں کا بیان ہے کہ ابوعزہ جمحی برص کا مریض تھا۔ قریش نہ اس کے ساتھ مل کر کھاتے اور نہ اس کے ساتھ بیٹھتے تھے۔ اس نے کہا اس تکلیف سے تو موت بہتر ہے۔ چنانچہ اس نے لوہے کا ایک ٹکڑا اٹھایا اور مکہ کی کسی گھاٹی میں داخل ہو گیا۔ وہاں اس نے وہ لوہے کا ٹکڑا اپنے پہلو میں مارا۔ ابن جعدہ کہتے ہیں کہ اس سے خون بہنے لگا اور ضحاک کا بیان ہے کہ اسے صرف چمڑے اور اس کے نیچے والی جھلی کے درمیان زخم آیا جس سے پیپ بہنے لگی۔ اس طرح اسے برص کے مرض سے نجات مل گئی۔ اس پر اس نے یہ اشعار کہے:

اَللّٰهُمَّ رَبَّ وَائِلٍ وَّ نَهْدِ ... وَالتَّهَمَاتِ وَالْجِبَالِ الْجُرْدِ

''اے اللہ! اے گھاٹیوں، ٹیلوں، وادیوں اور بے آب و گیاہ پہاڑوں کے رب!''

وَ رَبَّ مَنْ يَّرْعٰى بِاَرْضِ نَجْدِ ... اَصْبَحْتُ عَبْدًا لَّكَ وَابْنَ عَبْدِ

''اور ان جانوروں کے رب جو سرزمین نجد میں چرتے ہیں، میں تیرا بندہ اور تیرے بندے کا بیٹا بن گیا ہوں''۔

اَبْرَأْتَنِيْ مِنْ وَضَحٍ بِجِلْدِيْ ... مِنْ بَعْدِ مَا طَعَنْتُ فِيْ مَعَدِّيْ

''تو نے مجھے جلد پر پڑے ہوئے برص کے داغوں سے نجات بخشی ہے بعد اس کے کہ میں نے اپنے پہلو میں نیزہ گھونپ دیا تھا''۔

درخواست کی تو آپ ﷺ نے اسے اس شرط پر پناہ دی کہ وہ تین دن کے بعد یہاں پایا گیا تو اسے قتل کر دیا جائے گا لیکن تین دن کے بعد بھی وہ وہیں قیام پذیر رہا اور چھپا رہا۔ نبی کریم ﷺ نے دو صحابیوں کو بھیجا اور فرمایا: وہ فلاں جگہ چھپا ہوا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اسے وہاں سے گرفتار کر کے اس کا سر قلم کر دیا۔

غزوۂ احد کے بعد عبداللہ بن ابی کا کردار

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: حضرت ابن شہاب زہری کا بیان ہے کہ عبداللہ بن ابی بن سلول کو اپنی قوم میں ایک مقام اور شرف حاصل تھا جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اس کا طریقہ کار یہ تھا کہ جمعہ کے روز جب رسول اللہ ﷺ خطبہ پڑھنے کے بعد منبر شریف پر تشریف فرما ہوتے تو وہ کھڑا ہوتا اور کہتا لوگو! یہ تمہارے درمیان اللہ کے رسول ﷺ موجود ہیں، اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان کے ذریعے عزت و اکرام سے نوازا ہے لہٰذا ان کی امداد اور تعظیم کرو اور ان کے ارشادات سنو اور ان کی اطاعت کرو، پھر وہ بیٹھ جاتا لیکن جب اس نے احد کے روز غلط روش اختیار کی اور اپنے منافقین کو لے کر واپس لوٹ آیا تو اس دفعہ جب وہ کھڑا ہو کر وہی کچھ کہنے لگا جو پہلے کہا کرتا تھا تو مسلمانوں نے چاروں طرف سے اسے کپڑوں سے پکڑ لیا اور کہا اے دشمن خدا! بیٹھ جا تو اس کام کا اہل نہیں ہے جبکہ تو نے ایسا غلط اقدام کیا۔ اس پر وہ لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہوا اور یہ کہتا ہوا باہر نکل گیا: قسم بخدا! "میں نے کوئی بری بات تو نہیں کہی، میں تو انہی کے کام کی پختگی کے لئے کھڑا ہوا تھا"۔ مسجد کے دروازے پر اس کی ملاقات ایک انصاری سے ہوئی،

ابوسفیان کا پیغام پہنچانے والا قافلہ

حضرت ابن اسحاق نے ایک قافلہ کے ذریعے ابوسفیان کی دھمکی کا پیغام پہنچانے کا ذکر کیا ہے۔ جس شخص نے اس کا پیغام مسلمانوں تک پہنچایا تھا وہ نعیم بن مسعود ہے۔ اس دھمکی آمیز پیغام کو سن کر مسلمانوں نے کہا: حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ "ہمیں اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے"۔ تفسیر میں اسی طرح آیا ہے۔

عبداللہ بن ابی کی گفتگو

حضرت ابن اسحاق نے عبداللہ بن ابی کا یہ قول ذکر کیا ہے جو اس نے مسجد سے نکلتے وقت کہا تھا: لَكَاَنَّمَا قُلْتُ بَجْرًا (گویا میں نے کوئی بری بات کہہ دی ہو) بجر امر عظیم کو کہتے ہیں اور ہجاری

انہوں نے پوچھا بد بخت تجھے کیا ہوا ہے؟ اس نے کہا" میں تو کھڑا ہو کر انہی کے کام کی پختگی چاہتا تھا لیکن ان کے چند اصحاب مجھ پر جھپٹ پڑے، میرے کپڑے کھینچنے لگے اور مجھے جھڑکنے لگے، گویا میں نے ان کے کام کی پختگی کا ارادہ کر کے کوئی برا کام کیا ہو"۔ انصاری کہنے لگے" بد بخت! واپس چلا جا، رسول اللہ ﷺ تیرے لئے بخشش کی دعا کریں گے۔ اس نے کہا قسم بخدا! مجھے ان کی دعائے مغفرت کی ضرورت نہیں۔

یوم احد مسلمانوں کی آزمائش کا دن

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: یوم احد آزمائش، مصیبت اور امتحان کا دن تھا، اس روز اللہ تعالیٰ نے مومنین کو آزمایا اور ان منافقین کا پردہ چاک کر دیا جو زبان سے تو ایمان کا اظہار کرتے تھے لیکن اپنے دلوں میں کفر چھپائے رکھتے تھے۔ اس روز اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو شہادت و کرامت کے ساتھ سرفراز فرمایا۔

مصائب کو کہتے ہیں۔ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وصیت میں مذکور ہے یَا هَادِیَ الطَّرِیْقِ جُرْتَ اِنَّمَا هُوَ الْفَجْرُ وَالْبَجْرُ " اے رہنما! تو راستے سے ہٹ گیا ہے، وہ فجر ہے یا بجر ہے"۔ خطابی نے کہا: اس کا معنی مصیبت ہے۔

اس روایت کے علاوہ حضرت ابن اسحاق نے ایک اور روایت میں شہدائے احد کے متعلق نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان ذکر کیا ہے: یَالَیْتَنِیْ غُوْدِرْتُ مَعَ اَصْحَابِ نُحْصِ الْجَبَلِ " کاش مجھے پہاڑ کے دامن میں تیر افگن دستے کے ساتھ چھوڑ دیا جاتا"۔ نُحْصُ الْجَبَلِ پہاڑ کے سب سے نچلے حصے کو کہتے ہیں۔ یہ صاحب العین کا قول ہے۔

غزوۂ احد کے متعلق نازل کردہ آیات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: ہم سے حضرت ابو محمد عبدالملک بن ہشام نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے حضرت زیاد بن عبداللہ بکائی نے بیان کیا انہوں نے حضرت محمد بن اسحاق مطلبی سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ نے غزوۂ احد کے متعلق سورۂ آل عمران کی ساٹھ آیات نازل فرمائیں جن میں اس غزوہ کے واقعات کا بیان اور بعض مسلمانوں پر عتاب کا ذکر ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے ارشاد فرمایا:

وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۲۱﴾ (آل عمران)

''اور یاد کرو (اے محبوب ﷺ) جب صبح سویرے رخصت ہوئے آپ اپنے گھروں سے (اور میدانِ احد میں) بٹھا رہے تھے مومنوں کو مورچوں پر جنگ کے لئے [1] اور اللہ سب کچھ سننے والا جاننے والا ہے'' [2]

۱۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ کا معنی ہے آپ مومنوں کو جنگ کے لئے مورچوں اور منازل میں بٹھا رہے تھے۔ کمیت بن زید کا شعر ہے:

لَيْتَنِيْ كُنْتُ قَبْلَهُ قَدْ تَبَوَّأْتُ مَضْجَعَا

''کاش میں اس سے پہلے کسی بستر پر بیٹھ چکا ہوتا''۔

۲۔ یعنی اللہ تعالیٰ سننے والا ہے جو تم کہہ رہے تھے اور جاننے والا ہے جو تم چھپا رہے تھے۔

اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا ۙ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ (آل عمران)

غزوۂ احد کے متعلق نازل کردہ آیات کی تفسیر

حضرت ابن اسحاق نے ان آیات کی صرف وہ تفسیر ذکر کی ہے جس کی ایک قاریٔ سیرت کو ضرورت پڑتی ہے۔ انہوں نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا یہ ارشاد ذکر کیا ہے: لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ (آل عمران:128)

"جب ارادہ کیا دو جماعتوں نے تم میں سے کہ ہمت ہار دیں ۱ حالانکہ اللہ تعالیٰ دونوں کا مددگار تھا ۲ (اس لئے اس نے اس لغزش سے بچالیا) اور صرف اللہ پر توکل کرنا چاہیے مومنوں کو ۳"۔

۱۔ یعنی ایک دوسرے کی مدد چھوڑ دیں۔ طائفتان سے مراد بنی سلمہ بن جشم بن خزرج اور بنی حارثہ بن النبیت بن اوس ہیں۔ یہ دونوں قبیلے لشکر اسلام کے میمنہ اور میسرہ پر تھے۔

۲۔ یعنی حالانکہ اللہ تعالیٰ ان سے دور کرنے والا تھا جو انہوں نے بزدلی اور ہمت ہارنے کا ارادہ کیا تھا۔ ان کی یہ کم ہمتی محض جسمانی کمزوری کی وجہ سے تھی ورنہ ان کے دین اور ایمان میں کوئی شک نہ تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت اور مہربانی سے ان کی بشری کمزوری کو دور فرما دیا یہاں تک کہ وہ قوی القلب ہو کر اپنے پیارے نبی ﷺ کے ساتھ جنگ میں شریک ہو گئے۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا بنی اسد کے ایک عالم کا بیان ہے کہ ان دونوں جماعتوں نے کہا: ہم یہ پسند نہیں کرتے کہ ہم اس ارادے کا انکار کر دیں جو ہم نے کیا تھا کیونکہ اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے ہماری مدد فرمائی۔

۳۔ حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ یعنی جس مومن کو بھی کوئی کمزوری لاحق ہو اسے صرف مجھ پر توکل کرنا چاہیے اور مجھی سے مدد مانگنی چاہیے، میں اس کے معاملہ میں اس کی مدد کروں گا اور اس سے وہ کمزوری دور کر دوں گا یہاں تک کہ اسے اس کے مقصد تک پہنچا دوں گا، اس کا دفاع کروں گا اور اس کے ارادے کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں اسے قوت و طاقت عطا فرماؤں گا۔

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ (آل عمران)

"اور بے شک مدد کی تھی تمہاری اللہ تعالیٰ نے (میدانِ) بدر میں حالانکہ تم بالکل کمزور تھے ۱ پس ڈرتے رہا کرو اللہ سے تاکہ تم (اس بروقت امداد کا) شکر ادا کر سکو ۲"

۱۔ یعنی تمہاری تعداد بھی کم تھی اور تم قوت و طاقت کے لحاظ سے بھی کمزور تھے۔

حضرت ابن اسحاق نے اس کی اتنی ہی تفسیر ذکر کی ہے جو ان کی کتاب میں موجود ہے، جبکہ تفسیر ترمذی میں ایک مرفوع حدیث مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ ابوسفیان، حارث بن ہشام، عمرو بن العاصی کے حق میں بددعا فرماتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ (آل عمران: 128) چنانچہ انہوں نے توبہ کی اور اسلام لے آئے

۲۔ یعنی مجھ سے ڈرتے رہا کرو کیونکہ یہی میری نعمتوں کا شکر ہے۔

اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِیْنَ اَلَنْ یَّكْفِیَكُمْ اَنْ یُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓىٕكَةِ مُنْزَلِیْنَ ﴿۱۲۴﴾ بَلٰۤى ۙ اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا وَ یَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا یُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓىٕكَةِ مُسَوِّمِیْنَ ﴿۱۲۵﴾ (آل عمران)

"(عجب سہانی گھڑی تھی) جب آپ فرما رہے تھے مومنوں سے کیا تمہیں یہ کافی نہیں کہ تمہاری مدد فرمائے تمہارا پروردگار تین ہزار فرشتوں سے جو اتارے گئے ہیں۔ ہاں کافی ہے بشرطیکہ تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو اور (اگر) آدھمکیں کفار تم پر تیزی سے اسی وقت تو مدد کرے گا تمہاری تمہارا رب پانچ ہزار فرشتوں سے جو نشان والے ہیں"۔

یعنی اگر تم میرے دشمنوں کے سامنے ڈٹ جاؤ اور میرے حکم کی پیروی کرو اور کفار تیزی سے اسی وقت تم پر آدھمکیں تو میں پانچ ہزار نشان والے فرشتوں سے تمہاری مدد کروں گا۔

بعض مشکل الفاظ کی تفسیر از ابن ہشام

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: مُسَوِّمِیْنَ کا معنی ہے نشان لگائے گئے۔ حضرت حسن بن ابی الحسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ فرشتوں نے اپنے گھوڑوں کی دموں اور گردن کے بالوں پر سفید اون کے نشان لگا رکھے تھے۔ البتہ حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بدر کے روز فرشتوں کے نشان سے مراد ان کے سفید عمامے ہیں۔ اس کا ذکر واقعہ بدر میں گزر چکا ہے۔ اَلسِّیْمَا کا معنی علامت ہے۔ کتاب اللہ عزوجل میں ہے: سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ (الفتح:۲۹) "ان (کے ایمان وعبادت) کی علامت ان کے چہروں پر سجدوں کے اثر سے نمایاں ہے"۔ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّیْلٍ ۙ مَّنْضُوْدٍ ﴿۸۲﴾ مُّسَوَّمَةً (ھود) "پتھر آگ میں پکے ہوئے پے درپے جو نشان زدہ تھے"۔ ہمیں حضرت حسن بن ابی الحسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی یہ روایت پہنچی ہے کہ انہوں نے فرمایا: "(اس آیت کا معنی یہ ہے کہ) ان پر ایسا نشان تھا کہ وہ دنیا کے پتھر نہیں بلکہ عذاب کے پتھر ہیں"۔

اور اچھے مسلمان ثابت ہوئے۔ ابو سفیان کے حسن اسلام کے متعلق یہی حدیث ثابت ہے بخلاف ان لوگوں کے جنہوں نے کوئی اور دعویٰ کیا ہے اور حارث بن ہشام کے حسن اسلام اور شام میں شہادت پانے کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں اور عمرو بن العاصی کے متعلق نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اَسْلَمَ النَّاسُ وَ اٰمَنَ عَمْرٌو "دیگر لوگ اسلام لائے اور عمرو ایمان لایا"۔ ایک روایت میں ان کا اپنا

روبہ بن عجاج نے کہا:

فَالْآنَ تُبْلَى بِيَ الْجِيَادُ السُّهَمُ ۔ وَ لَا تُجَارِينِي إِذَا مَا سُوِّمُوا
وَ شَخَصَتْ أَبْصَارُهُمْ وَ أَجْذَمُوا

"پس اب میرے ساتھ تیز رفتار دو غلے گھوڑے ظاہر کیے جائیں گے اور تو میرے ساتھ اس وقت نہ چلنا جب گھوڑوں کو نشان زدہ کیا جائے اور ان لوگوں کی آنکھیں خیرہ ہو جائیں اور وہ تیزی سے بھاگ جائیں"۔

ذال معجمہ کے ساتھ اَجْذَمُوا کا معنی ہے انہوں نے جلدی کی اور دال مہملہ کے ساتھ اَجْدَمُوا کا معنی ہے انہوں نے کاٹا۔

یہ ان کے ایک ارجوزہ کے اشعار ہیں۔ مُسَوَّمَۃ چرائے جانے والے گھوڑوں کو بھی کہتے ہیں۔ کتاب اللہ تعالیٰ میں ہے: وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ (آل عمران: ۱۴) (اور گھوڑے چرائے ہوئے) شَجَرٌ فِيهِ تُسِيمُونَ (النحل) (اور اس سے سبزہ اگتا ہے جس میں تم مویشی چراتے ہو)۔ اہل عرب کا قول ہے: سَوَّمَ خَيْلَهُ وَ إِبِلَهُ وَ أَسَامَهَا "اس نے اپنے گھوڑے اور اونٹ چرائے۔ کمیت بن زید نے کہا:

دَاعِيًا كَانَ مُسْجِحًا فَفَقَدْنَاهُ ۔ وَ فَقْدُ الْمُسِيمِ هُلْكُ السَّوَامِ

"وہ شخص چرانے والا اور نرم اخلاق تھا، ہم نے اسے کھو دیا اور چرواہے کی عدم موجودگی مویشیوں کی ہلاکت کا باعث ہوتی ہے"۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: مُسْجِحًا کا معنی ہے نرمی سے سرداری کرنے والا اور بکریوں پر احسان کرنے والا۔ یہ اس کے ایک قصیدے کا شعر ہے۔

وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بُشْرَىٰ لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوبُكُمْ بِهِ ۗ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِندِ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ۝ (آل عمران)

"اور نہیں بنایا فرشتوں کے اترنے کو اللہ نے مگر خوشخبری تمہارے لئے اور تاکہ مطمئن ہو

فرمان ہے: میری ہجرت کا مقصد مال و دولت کا حصول نہ تھا بلکہ میری ہجرت اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول ﷺ کی رضا کے لئے تھی۔ یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے آپ سے فرمایا: نِعِمَّا بِالْمَالِ الصَّالِحِ لِلرَّجُلِ الصَّالِحِ "مرد صالح کے لئے اچھا مال کیا ہی خوب ہے"۔ اس حدیث میں آپ ﷺ نے انہیں مرد صالح فرمایا ہے۔ ایک اور حدیث میں حضور ﷺ نے انہیں فرمایا: إِنِّي

جائیں تمہارے دل اس سے اور (حقیقت تو یہ ہے) کہ نہیں ہے فتح و نصرت مگر اللہ کی طرف سے جو سب پر غالب (اور) حکمت والا ہے"۔

یعنی میں نے اپنے فرشتوں کے لشکروں کو صرف تمہاری خوشخبری کے لئے نشان زدہ کیا اور تا کہ اس سے تمہارے دل مطمئن ہو جائیں کیونکہ میں تمہاری بشری کمزوری کو جانتا ہوں اور فتح و نصرت میری بادشاہت اور قدرت کی وجہ سے صرف میری طرف سے ہے کیونکہ حقیقی غلبہ اور حکمت مجھے ہی حاصل ہے، میری مخلوق میں کسی کو حاصل نہیں۔ پھر فرمایا:

لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوْا خَآىِٕبِيْنَ﴿۱۲۷﴾ (آل عمران)

" (یہ مدد اس لئے تھی) تا کہ کاٹ دے ایک حصہ کافروں سے یا ذلیل کر دے ان کو۔ پس لوٹ جائیں نامراد ہو کر"۔

یعنی تا کہ قتل کے ذریعے انتقام لے کر مشرکین سے ایک حصہ کاٹ دے یا انہیں ناکام و نامراد واپس لوٹا دے یعنی ان کے باقی ماندہ لوگ ناکام اور ذلیل و خوار ہو کر واپس لوٹ جائیں اور ان کی کوئی امید پوری نہ ہونے پائے۔

بعض مشکل الفاظ کی تشریح از ابن ہشام

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یکبتھم کا معنی ہے انہیں شدید غم میں مبتلا کر لے اور انہیں اپنے ارادوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے سے روک دے۔ ذوالرمہ نے کہا:

مَا اَنْسَ مِنْ شَجَنٍ لَا اَنْسَ مَوْقِفَنَا فِیْ حَیْرَۃٍ بَیْنَ مَسْرُوْرٍ وَّ مَکْبُوْتٍ

" میں اس غم کو نہیں بھول سکتا اور میں اپنی قوم کی خوشی اور غم کے درمیان حیرانگی کی حالت میں کھڑا ہونے کے مقام کو نہیں بھول سکتا"۔

اور یکبتھم کا معنی یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں منہ کے بل گرا کر ہلاک کر دے۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ سے فرمایا:

اُرِيْدُ اَنْ اَبْعَثَكَ وَجْهًا يُسَلِّمُكَ اللّٰهُ فِيْهِ وَ يُغَنِّمُكَ وَ اَرْغَبَ لَكَ رَغْبَةً مِّنَ الْمَالِ: " بے شک میں چاہتا ہوں کہ تمہیں ایسے چہرے کے ساتھ آگے بھیجوں جسے دیکھ کر اللہ تعالیٰ تم پر سلامتی نازل فرمائے اور تجھے تیرے حصہ سے زائد اجر و ثواب عطا فرمائے اور (میں چاہتا ہوں کہ) تجھے مال کا ایک بڑا حصہ عطا کروں"۔ آئندہ صفحات میں ان شاء اللہ حارث اور ابوسفیان کی اخبار کے متعلق چند نکات اور خاص امور کا ذکر آئے گا۔

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۲۸﴾ (آل عمران)

''نہیں ہے آپ کا اس معاملہ میں کوئی دخل، چاہے تو اللہ ان کی توبہ قبول فرمائے اور چاہے تو عذاب دے انہیں ۱۔پس بے شک وہ ظالم ہیں'' ۲۔

۱۔یعنی میرے بندوں کے معاملہ میں آپ کا کوئی دخل نہیں ہے سوائے اس کے کہ ان کے بارے میں میں آپ کو کوئی حکم دوں یا اپنی رحمت کے صدقے ان کی توبہ قبول کرلوں۔اگر میں چاہوں تو ایسا کرسکتا ہوں یا ان کے گناہوں کے باعث انہیں عذاب دوں تو یہ بھی میرا حق ہے۔

۲۔یعنی وہ میری حکم عدولی کرکے اس عذاب کے حق دار بن گئے ہیں۔

وَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۹﴾ (آل عمران)

''اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، بخش دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور سزا دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور اللہ بہت بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے''۔

یعنی اللہ تعالیٰ گناہوں کو بخش دیتا ہے اور بندوں پر رحم فرماتا ہے۔

سود کی ممانعت

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۳۰﴾ وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْٓ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۳۱﴾ (آل عمران)

''اے ایمان والو! نہ کھاؤ سود دوگنا چوگنا کرکے ۱ اور ڈرتے رہو اللہ سے تاکہ تم فلاح پا جاؤ ۲ اور بچو اس آگ سے جو تیار کی گئی ہے کافروں کے لئے ۳''۔

۱۔یعنی جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں ہدایت اسلام عطا فرمائی تو اسلام میں وہ سود نہ کھاؤ جو تم اس وقت کھاتے تھے جب تم غیر مسلم تھے، جس کا کھانا تمہارے لئے تمہارے دین میں حلال نہیں۔

اِتَّخَذَ کا معنی

حضرت ابن اسحاق نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا یہ ارشاد ذکر کیا ہے: وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَاۗءَ (اور بنا لے تم میں سے کچھ شہید)۔اس آیت کریمہ میں شہداء کی فضیلت اور ان سے اللہ تعالیٰ کی محبت کا اظہار ہے کیونکہ اِتَّخَذْتُ یا اَتَّخِذُ صرف اس شخص کے بارے میں کہا جاتا ہے جو چنا ہوا اور محبوب ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

۲۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے رہو تاکہ تم اس عذاب سے نجات پا جاؤ جس سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں ڈرایا ہے اور وہ ثواب پا لو جس کی اللہ تعالیٰ نے تمہیں ترغیب دی ہے۔

۳۔ یعنی جو آگ ان لوگوں کا گھر بنائی گئی ہے جنہوں نے میرے احکام کا انکار کیا۔

اطاعت کی ترغیب

پھر فرمایا:

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ (آل عمران)

"اور اطاعت کرو اللہ کی اور رسول (کریم ﷺ) کی تاکہ تم پر رحم کیا جائے"۔

یہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو عتاب فرمایا جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے حکم کی نافرمانی کی جو آپ ﷺ نے انہیں غزوۂ احد وغیرہ میں فرمایا تھا۔ اس کے بعد فرمایا:

وَسَارِعُوْۤا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ (آل عمران)

"اور دوڑو بخشش کی طرف جو تمہارے رب کی طرف سے ہے اور (دوڑو) جنت کی طرف جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین جتنی ہے جو تیار کی گئی ہے پرہیزگاروں کے لئے"۔

یعنی جو گھر ہے ان خوش نصیبوں کا جنہوں نے میری اطاعت کی اور میرے رسول ﷺ کی اطاعت کی۔

الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳۴﴾ (آل عمران)

"وہ (پرہیزگار) جو خرچ کرتے ہیں خوشحالی اور تنگدستی میں اور ضبط کرنے والے ہیں غصہ کو اور درگزر کرنے والے ہیں لوگوں سے اور اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے احسان کرنے والوں سے"۔

یہی اعمال احسان ہیں اور میں ان اعمال پر عمل کرنے والوں سے محبت کرتا ہوں۔

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۪ وَمَنْ

مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ (المومنون: ۹۱) "نہیں بنایا اللہ نے کسی کو اپنا بیٹا" اور فرمایا: وَلَمْ يَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا "اور نہ اس نے کسی کو اپنی بیوی بنایا ہے اور نہ بیٹا"۔ پس اتخاذ کا معنی ہے اپنے لئے خاص کر لینا اور چن لینا۔ یہ اَلْاَخْذُ سے باب افتعال ہے۔ جب کوئی کہے اِتَّخَذْتُ كَذَا تو اس کا معنی یہ ہوتا ہے کہ میں نے اسے اپنی ذات کے لئے خاص کر لیا ہے اور اختیار کر لیا ہے۔ اس لفظ

يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۟ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾ (آل عمران)

''اور یہ وہ لوگ ہیں کہ جب کر بیٹھیں کوئی برا کام یا ظلم کریں اپنے آپ پر (تو فوراً) ذکر کرنے لگتے ہیں اللہ کا اور معافی مانگنے لگتے ہیں اپنے گناہوں کی اور کون بخشتا ہے گناہوں کو اللہ کے سوا۔ ۱؎ اور نہیں اصرار کرتے اس پر جو ان سے سرزد ہو، اس حال میں کہ وہ جانتے ہیں'' ۲؎

۱۔ یعنی اگر وہ کوئی برا کام کر بیٹھیں یا کسی معصیت کا ارتکاب کر کے اپنے آپ پر ظلم کریں تو فوراً یاد کرنے لگتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس سے روکا تھا اور ان پر یہ کام حرام فرمایا تھا اور اپنے گناہوں کی معافی مانگنے لگتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی گناہ نہیں بخش سکتا۔

۲۔ یعنی وہ میری نافرمانی پر مشرکین کی طرح قائم نہیں رہتے جو اپنے کفر میں حد سے بڑھ گئے ہیں، درآں حالیکہ وہ جانتے ہیں کہ میں نے ان پر اپنے سوا سب کی عبادت حرام کر دی ہے۔

اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ (آل عمران)

''یہ وہ (نیک بخت) ہیں جن کا بدلہ بخشش ہے اپنے رب کی طرف سے اور جنات رواں ہیں جن کے نیچے ندیاں ہمیشہ رہیں گے، ان میں کیا ہی اچھا بدلہ ہے کام کرنے والوں کا''۔

یعنی اطاعت کرنے والوں کا ثواب کیا ہی اچھا ہے۔

مسلمانوں کی مصیبت کا ذکر اور ان کی دلجوئی

پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر نازل ہونے والی مصیبت اور بلاء، انہیں نکھارنے اور ان میں سے کچھ کو شہید بنانے کا ذکر فرمایا۔ چنانچہ ان کی دلجوئی کرتے ہوئے اور ان کے کارناموں کی اور اپنی شانِ بندہ نوازی کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ ۙ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۳۷﴾ (آل عمران)

''گزر چکے تم سے پہلے (قوموں کے عروج وزوال کے) قاعدے پس سیر کرو زمین میں

کی پہلی تاء یاء کا بدل ہے اور وہ یاء آخذ کے ہمزہ کا بدل ہے۔ پس وہ یاء تاء میں بدل گئی کیونکہ ایسے مقام پر واؤ بھی تاء میں بدل جاتی ہے جیسے اِتَّعَدَ اور اِتَّزَرَ اور یاء بھی واؤ کی مثل ہے لہٰذا ایسے مقام پر یاء بھی تاء میں بدل جائے گی۔ لغت عرب میں یہ کلمہ کثرت سے استعمال ہوتا ہے کہ اہل عرب نے اس کی ایک تاء پر ہی اکتفا کرتے ہوئے اسے تَخِذْتُ بنا دیا ہے لیکن تاء کا یہ حذف صرف صیغہ ماضی

اور (اپنی آنکھوں سے) دیکھو کہ کیسا انجام ہوا (دعوتِ حق کو) جھٹلانے والوں کا"۔

یعنی ان لوگوں سے میرے انتقام لینے کے واقعات گزر چکے ہیں جنہوں نے میرے رسول ﷺ کی تکذیب کی اور میرے شریک بنائے جیسے عاد، ثمود، قوم لوط اور اصحاب مدین۔ پس تم وہ عبرتناک انجام دیکھو جو میری طرف سے ان میں گزر چکے ہیں۔ ان انجاموں میں ان لوگوں کے لئے درسِ عبرت ہے جو انہی کی مثل معاملہ کر رہے ہیں۔ میں نے انہیں اس لئے مہلت نہیں دے رکھی کہ وہ یہ خیال کریں کہ چونکہ میں نے انہیں تم پر غلبہ دے رکھا ہے اس لئے میں تمہارے اور اپنے دشمنوں سے انتقام نہیں لوں گا بلکہ اس مہلت کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں آزمائے اور تمہاری اعلیٰ صفات کا اظہار فرمائے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

هٰذَا بَیَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِیْنَ (آل عمران)

"یہ ایک بیان ہے لوگوں (کے سمجھانے) کے لئے اور ہدایت اور نصیحت ہے پرہیزگاروں کے واسطے"۔

یعنی اگر لوگ ہدایت کو قبول کریں تو یہ ان کے سمجھانے کے لئے ایک تفسیر ہے اور ان لوگوں کے لئے نورِ ہدایت اور نصیحت ہے جو میری اطاعت کریں اور میرے حکم کو پہچانیں۔

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ (۱۳۹) (آل عمران)

"اور نہ (تو) ہمت ہارو اور نہ غم کرو اور تمہیں سر بلند ہو گے اگر تم سچے مومن ہو"۔

یعنی نہ تو کمزور بنو اور نہ اس مصیبت پر غم کرو جو تمہیں پہنچی ہے اور تمہارے لئے ہی اچھا انجام اور غلبہ ہے بشرطیکہ تم نے میرے نبی ﷺ کی ان باتوں میں تصدیق کی جو وہ میری طرف سے تمہارے پاس لے کر تشریف لائے ہیں۔

اِنْ یَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ ؕ وَتِلْكَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُهَا بَیْنَ النَّاسِ ۚ وَلِیَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَیَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ ؕ وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ (۱۴۰) (آل عمران)

کے ساتھ خاص ہے اور تَتَخِذُ نہیں بولا جاتا جس طرح تَخِذَ بولا جاتا ہے کیونکہ فعل مضارع میں ہمزہ وصلی نہیں آتا جبکہ انہوں نے فعل ماضی کے شروع میں ہمزہ ثقیل ہونے کی وجہ سے حذف کر دیا ہے کیونکہ تاء کی حرکت کی وجہ سے اس کی ضرورت نہ رہی اور تَخِذْتُ کی خاء کو کسرہ دے دیا کیونکہ تاء کے حذف کے ساتھ اس کا مضارع نہیں آتا لہٰذا عین کلمہ کو وہی حرکت دی جو فعل مضارع میں عین کی

"(احد میں) اگر لگی ہے تمہیں چوٹ تو (بدر میں) لگ چکی ہے (تمہاری دشمن) قوم کو بھی چوٹ ایسی ہی ۱؎ اور یہ (ہار جیت کے) دن ہم پھراتے رہتے ہیں انہیں لوگوں میں ۲؎ اور یہ اس لئے کہ دیکھ لے اللہ تعالیٰ ان کو جو ایمان لائے اور بنالے تم میں سے کچھ شہید ۳؎ اور اللہ تعالیٰ دوست نہیں رکھتا ظالموں کو"۴؎

۱۔ یعنی (تمہاری دشمن) قوم کو ایسا ہی زخم لگ چکا ہے۔

۲۔ یعنی ہم ابتلاء و آزمائش کے لئے ان دنوں کو لوگوں میں پھراتے رہتے ہیں۔

۳۔ تا کہ اللہ تعالیٰ مومنوں اور منافقوں کو ممتاز کر دے اور اہل ایمان میں سے جن کو چاہے شرف شہادت عطا فرمائے۔

۴۔ یعنی اللہ تعالیٰ ان منافقین کو دوست نہیں رکھتا جو اپنی زبانوں سے تو اطاعت کا اظہار کرتے ہیں لیکن ان کے دل معصیت پر مصر ہیں۔

وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۴۱﴾ (آل عمران)

"اور اس لئے کہ نکھار دے اللہ تعالیٰ انہیں جو ایمان لائے ۱؎ اور مٹا دے کافروں کو" ۲؎

۱۔ یعنی اللہ تعالیٰ مومنوں کو آزمائے یہاں تک کہ انہیں اس نازل کردہ آزمائش کے ذریعے نکھار دے کہ ان کا صبر و یقین کتنا بلند ہے۔

۲۔ یعنی منافقین اپنی زبانوں سے جو ایمان کا ایسا اظہار کرتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے اس کو باطل کر دے یہاں تک کہ ان کے اس کفر کو ظاہر کر دے جو وہ چھپاتے ہیں۔

مجاہدین کو جنت کی دعوت

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَ لَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَ يَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۴۲﴾ (آل عمران)

"کیا تم گمان رکھتے ہو کہ (یونہی) داخل ہو جاؤ گے جنت میں حالانکہ ابھی دیکھا ہی نہیں اللہ نے ان لوگوں کو جنہوں نے جہاد کیا تم میں سے اور دیکھا ہی نہیں (آزمائش میں) صبر کرنے والوں کو"۔

حرکت تھی۔ ہمارا یہ کلام اس کلمہ کی مشہور لغت پر ہے ورنہ ایک ضعیف لغت میں يَتَخِذُ بھی بیان کیا گیا ہے۔ اسے حضرت ابو عبید نے اور نحاس نے اعراب القرآن میں ذکر کیا ہے۔

یعنی کیا تم گمان رکھتے ہو کہ (یونہی) جنت میں داخل ہو جاؤ گے اور میرے ثواب کے اعلیٰ درجات کو پالو گے، حالانکہ میں نے ابھی تمہیں شدت اور مصائب کے ساتھ آزمایا ہی نہیں تا کہ اپنی ذات کے اوپر تمہارے ایمان کی سچائی کو اور میری راہ میں پیش آنے والے مصائب پر تمہارے صبر کو دیکھ لوں اور تم تو اسی دین حق پر شہادت کی تمنا کرتے تھے جس پر تم قائم ہو، اس سے پہلے کہ تم اپنے دشمنوں سے ملاقات کرو۔ یہاں ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خطاب ہے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی تھی کہ آپ انہیں ساتھ لے کر دشمن کی طرف نکلیں تا کہ اس سے پہلے غزوہ بدر میں ان کی غیر حاضری کا تدارک ہو سکے اور انہیں شرف شہادت حاصل ہو سکے جو وہ پہلے حاصل نہیں کر سکے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ ۖ فَقَدْ رَاَيْتُمُوْهُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۝ (آل عمران)

"اور تم آرزو کرتے تھے موت کی اس سے پہلے کہ تم اس سے ملاقات کرو، سو اب دیکھ لیا تم نے اس کو اور تم (آنکھوں سے) مشاہدہ کر رہے ہو"۔

یعنی اب تم نے لوگوں کے ہاتھوں میں موجود تلواروں کے سائے میں موت کو دیکھ لیا ہے۔ اب تمہارے اور دشمن کے درمیان تمام رکاوٹیں دور ہو چکی ہیں اور تم (اپنی آنکھوں سے) دشمن کا مشاہدہ کر رہے ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے تم سے دشمن کو دور کر دیا۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَا۟ئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْــًٔا ؕ وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ۝ (آل عمران)

اور نہیں محمد (مصطفیٰ ﷺ) مگر (اللہ کے) رسول گزر چکے ہیں آپ سے پہلے کئی رسول ۱ تو کیا اگر وہ انتقال فرمائیں یا شہید کر دیے جائیں پھر جاؤ گے تم الٹے پاؤں (دین اسلام سے) ۲ اور جو پھرتا ہے الٹے پاؤں تو نہیں بگاڑ سکے گا اللہ کا کچھ بھی ۳ اور جلدی اجر دے گا اللہ تعالیٰ شکر

خلافت صدیق اکبر کے دلائل

حضرت ابن اسحاق نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا یہ ارشاد ذکر کیا ہے: اَفَا۟ئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْــًٔا ؕ وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ۝ (آل عمران) اس آیت کریمہ کی تفسیر اس وقت ظاہر ہوئی جب مرتدین الٹے پاؤں پھر گئے اور اللہ تعالیٰ کے

کرنے والوں کو" ہے!

۱۔ جب لوگوں میں یہ افواہ پھیلی کہ سید الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ کو شہید کر دیا گیا ہے تو مسلمان شکست سے دوچار ہوئے اور دشمن کے سامنے سے پسپا ہو گئے، اس پر اللہ تعالیٰ نے اس ارشاد کے ساتھ انہیں تنبیہ فرمائی۔

۲۔ یعنی تم پہلے کی طرح پھر کافر ہو کر اپنے دین سے پھر جاؤ گے اور اپنے دشمن کے خلاف جہاد اور کتاب اللہ اور اس دین کو ترک کر دو گے جو اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی ﷺ نے تمہارے پاس چھوڑا ہے، حالانکہ جو قرآن وہ تمہارے پاس لے کر آئے ہیں اس میں تمہارے لئے بیان کر دیا گیا ہے کہ آپ ﷺ ایک روز اس جہانِ فانی سے پردہ فرمانے والے ہیں اور تم سے جدا ہونے والے ہیں؟

۳۔ یعنی جو اپنے دین سے پھرتا ہے تو اس سے اللہ تعالیٰ کی عزت، عظمت، بادشاہت اور قدرت میں کچھ کمی نہیں آئے گی۔

دین اور اس کے پیارے نبی ﷺ کا کچھ بگاڑ نہ سکے۔ اسی وجہ سے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو "امیر الشاکرین" کہا جاتا ہے۔ اس آیت کریمہ میں آپ کی خلافت کے برحق ہونے کی دلیل ہے کیونکہ آپ ہی وہ عظیم شخصیت ہیں جنہوں نے دین سے الٹے پاؤں پھر جانے والوں کے ساتھ جہاد کیا اور انہیں ایک دفعہ پھر اسی دین کی طرف لوٹا دیا جس سے وہ نکل گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ۝ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ مرتدین پر غالب آئیں گے اور ان پر اللہ تعالیٰ کی نعمت مکمل ہوگی جس کا وہ شکر ادا کریں گے اور چونکہ شکر نعمت ملنے پر ہی ہوتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کا انہیں شکر کی ترغیب دلانا اس بات کی دلیل ہے کہ فتنہ ارتداد طول نہیں پکڑے گا اور مسلمانوں کو ان پر جلد غلبہ حاصل ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

اسی طرح اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ (الفتح:۱۶) (فرما دیجئے ان پیچھے چھوڑے جانے والے بدوی عربوں کو) اس آیت کریمہ میں بھی حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے برحق ہونے کی دلیل ہے کیونکہ آپ ہی وہ شخصیت ہیں جنہوں نے بدوی عربوں کو بنی حنیفہ کے خلاف جہاد کی دعوت دی جو کہ بڑے سخت جنگجو تھے۔ مسلمانوں نے ان کے ساتھ جزیہ کے حصول کے لئے لڑائی نہیں کی تھی بلکہ اس لئے ان سے جنگ کی گئی تا کہ وہ مسلمان ہو جائیں اور ان کے ساتھ یہ جنگ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حکم پر اور آپ کے دور اقتدار میں ہوئی، پھر

۴۔ یعنی اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جلدی اجر دے گا جنہوں نے اس کی اطاعت کی اور اس کے حکم کی تعمیل کی۔

اس حقیقت کا بیان کہ موت اللہ کے اذن سے آتی ہے

پھر فرمایا:

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ؕ وَمَنْ یُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْیَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ وَمَنْ یُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا ؕ وَسَنَجْزِی الشّٰكِرِیْنَ۝ (آل عمران)

''اور نہیں ممکن کہ کوئی شخص مرے بغیر اللہ تعالیٰ کی اجازت کے، لکھا ہوا ہے (موت کا) مقررہ وقت ۱ اور جو شخص چاہتا ہے دنیا کا فائدہ ہم دیتے ہیں اس کو اس سے اور جو شخص چاہتا ہے آخرت کا فائدہ ہم دیتے ہیں اسے اس میں سے اور ہم جلدی اجر دیں گے (اپنے) شکر گزار بندوں کو'' ۲

۱۔ یعنی سید الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ کے وصال کا مقررہ وقت لکھا ہوا ہے جس تک آپ ﷺ پہنچیں گے۔ جب اللہ تعالیٰ عزوجل اس کے بارے میں اجازت دے گا تب آپ کا وصال ہوگا۔

۲۔ یعنی تم میں سے جو شخص صرف دنیا کا طالب ہے اور آخرت میں اس کی کوئی رغبت نہیں،

فرمایا: فَاِنْ تُطِیْعُوْا یُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا (الفتح:۱۶) (پس اگر تم نے اس وقت اطاعت کی تو اللہ تعالیٰ تمہیں بہت اچھا اجر دے گا)۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان بدوی عربوں پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اطاعت لازم کردی۔ گویا یہ آیت کریمہ آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت پر نص ہے۔

اسی طرح ارشادِ باری تعالیٰ ہے: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ۝ (التوبہ) ''اے ایمان والو! ڈرتے رہا کرو اللہ سے اور ہو جاؤ سچے لوگوں کے ساتھ''۔ اور اللہ تعالیٰ نے سورۂ حشر میں کھول کر بیان کر دیا ہے کہ صادقین کون ہیں۔ فرمایا: اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ۝ (الحشر) ''یہی راست باز لوگ ہیں''۔ یہاں صادقون سے مراد مہاجرین ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان صحابہ کرام کو جو دارِ ہجرت میں مقیم تھے اور ایمان میں ثابت قدم تھے (یعنی انصار کو)، حکم دیا کہ وہ مہاجرین کے ساتھ ہو جائیں، یعنی ان کے تابع ہو جائیں۔ لہٰذا اس آیت کریمہ کی رو سے خلافت صادقین میں ثابت ہو گئی اور اس نام کے ساتھ وہ اس کے مستحق ٹھہرے اور صادقین میں سے صرف حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی کو اللہ تعالیٰ نے صدیق فرمایا۔ لہٰذا خلافت آپ کے ساتھ ہی خاص ہو گئی، پھر دیگر صادقین کے لئے آپ کے بعد ثابت ہوئی۔

ہم اس کو اس دنیا سے اتنا ہی رزق دیتے ہیں جو اس کے مقدر میں ہو، وہ اس میں اضافہ نہیں کر سکتا اور آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں اور جو شخص آخرت کا فائدہ چاہتا ہے تو ہم اسے دنیا کے مقررہ رزق کے ساتھ ساتھ آخرت کا حصہ بھی دیتے ہیں جس کا اس کے ساتھ وعدہ کیا گیا ہے۔ یہی شاکرین یعنی پرہیزگاروں کی جزاء ہے۔

سابقہ انبیاء کی معیت میں جہاد کرنے والوں کی شجاعت کا بیان

پھر فرمایا:

وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوْا لِمَاۤ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ۗ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۴۶﴾ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْۤ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۴۷﴾ (آل عمران)

"اور کتنے ہی گزرے ہیں کہ جہاد کیا ان کے ہمراہ بہت سے اللہ والوں نے سو نہ ہمت ہاری انہوں نے بوجہ ان تکلیفوں کے جو پہنچیں انہیں اللہ کی راہ میں اور نہ کمزور ہوئے اور نہ انہوں نے ہار مانی اور اللہ تعالیٰ پیار کرتا ہے (تکلیفوں میں) صبر کرنے والوں سے [1] اور نہیں تھی ان کی گفتگو بغیر اس کے کہ کہا انہوں نے اے ہمارے رب! بخش دے ہمارے گناہ اور جو زیادتیاں کیں ہم نے اپنے کام میں، اور ثابت قدم رکھ ہمیں اور فتح دے ہم کو قوم کفار پر [2]

ا۔ یعنی کتنے ہی نبی گزرے ہیں کہ انہیں قتل کر دیا گیا اور ان کے ہمراہ اللہ والوں کی کثیر

رِبِّیُّوْنَ اور آیت کریمہ میں اس کی حالت رفعی

حضرت ابن اسحاق نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ذکر کیا ہے: وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قُتِلَ (1) مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ۔ تفسیر ابن اسحاق کے مطابق رِبِّیُّوْنَ مبتدا ہونے کی بناء پر مرفوع ہے اور یہ جملہ قُتِلَ میں ضمیر مستتر سے حال واقع ہو رہا ہے۔ یہ صحیح ترین تفسیر ہے کیونکہ انہوں نے کہا اللہ والوں نے ان تکلیفوں کی وجہ سے ہمت نہ ہاری جو انہیں اللہ کی راہ میں پہنچیں۔ اگر چہ قتل ہونے والے وہی رِبِّیُّوْنَ ہی تھے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَمَا وَهَنُوْا لِمَاۤ اَصَابَهُمْ (آل عمران: ۱۴۶) ایک اور مفسر کی یہ تفسیر بھی بیان کی جاتی ہے کہ رِبِّیُّوْنَ قُتِلَ کا نائب فاعل ہے۔ اس بناء پر معنی یہ ہوگا کہ ان میں سے باقی ماندہ لوگوں نے اپنے بھائیوں کے قتل کی مصیبت پر ہمت نہ ہاری۔ یہ بھی ایک توجیہ ہے لیکن آیت کا شانِ نزول پہلی تفسیر کی صحت پر دلالت کرتا ہے۔

1۔ یہ قرأت شاذ ہے۔ مصحف عثمانی میں قٰتَلَ ہے۔

جماعت تھی لیکن انہوں نے اپنے نبی کے وصال کی وجہ سے ہمت نہ ہاری، نہ اپنے دشمن کے سامنے کمزور ہوئے اور نہ ان تکلیفوں کی وجہ سے ہار مانی جو انہیں اللہ تعالیٰ اور اپنے دین کی راہ میں پہنچیں۔ یہی صبر ہے اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں سے پیار کرتا ہے۔

بعض مشکل الفاظ کی تفسیر از ابن ہشام

حضرت ابن ہشام نے فرمایا رِبِّیُّوْنَ کا واحد رِبِّیٌّ ہے اور رباب کا معنی ہے بہت سے گروہ۔ اہل عرب عبد مناۃ بن اد بن طابخہ بن الیاس کی اولاد کو اور بنی ضبہ کو رباب کہتے ہیں کیونکہ وہ سب یکجا ہو گئے تھے اور انہوں نے باہم حلف اٹھا لیے تھے۔ رباب کا واحد ربۃ اور ربابۃ ہے۔ اس کا معنی جوئے کے تیروں یا لاٹھیوں کا گٹھا ہے۔ گروہ کو اس گٹھے کے ساتھ تشبیہ دیتے ہوئے اسے رِبَّۃ کہا جاتا ہے۔ ابوذویب ہذلی نے کہا:

وَ كَاَنَّهُنَّ رِبَابَةٌ وَ كَاَنَّهُ يَسَرٌ يَفِيضُ عَلَى الْقِدَاحِ وَ يَصْدَعُ

"گویا کہ وہ عورتیں جوئے کے تیروں کا گٹھا ہیں اور وہ شخص گویا جوا کھیلنے والا ہے جو ان تیروں کے ساتھ ضربیں لگا رہا ہے اور انہیں منتشر کر رہا ہے"۔

یہ اس کے چند اشعار میں سے ایک ہے اور امیہ بن ابی الصلت نے کہا:

حَوْلَ شَيَاطِينِهِمْ آبَابِيلُ رِبِّيُّوْنَ شَدُّوا سَنَوَّرًا مَدْسُوْرَا

"ان کے شیطانوں کے ارد گرد اللہ والوں کے گروہ ہیں جنہوں نے میخوں والی زرہیں پہن رکھی ہیں"۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: رِبَابَۃ اس کپڑے کو بھی کہتے ہیں جس میں جوئے کے تیر باندھے جاتے ہیں۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: سَنَوَّر سے مراد زرہیں ہیں اور اَلدُّسُر ان میخوں کو کہتے ہیں جو زرہ کے حلقوں میں لگائی جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: وَحَمَلْنٰهُ عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّ دُسُرٍ ﴿۱۳﴾ (القمر) "اور ہم نے سوار کر دیا نوح کو تختوں اور میخوں والی (کشتی) پر"۔ بنی تمیم کے ایک شاعر نے جس کا نام ابوالاخزر حمانی ہے، کہا:

دُسْرًا بِاَطْرَافِ الْقَنَا الْمُقَوَّمِ

اہل لغت کے قول میں رِبِّیُّوْنَ کا معنی جماعات ہے۔ حضرت ابن مسعود نے فرمایا: رِبِّیُّوْنَ کا معنی ہے ہزاروں لوگ۔ اور ابان بن تغلب نے کہا: رِبِّیٌّ دس ہزار کی جماعت کو کہتے ہیں۔

"مضبوط نیزوں کی اطراف میں نیزے"۔

۲۔ حضرت ابن اسحاق نے فرمایا اس آیت کریمہ کا معنی یہ ہے کہ تم بھی اسی کی مثل گفتگو کرو جیسی انہوں نے کی اور یقین رکھو کہ یہ سب کچھ تمہارے اپنے گناہوں کا نتیجہ ہے اور اسی طرح مغفرت طلب کرو جیسے انہوں نے طلب کی اور اپنے دین پر قائم رہو جیسے وہ قائم رہے اور الٹے پاؤں نہ پھر جانا اور اللہ تعالیٰ سے وہی کچھ مانگو جو انہوں نے مانگا کہ وہ تمہیں ثابت قدم رکھے اور اسی سے قوم کفار کے مقابلہ میں مدد طلب کرو جیسے انہوں نے مدد طلب کی۔ ان کے نبی کو بھی شہید کر دیا گیا، انہوں نے یہی کچھ کیا اور ایسا نہیں کیا جیسے تم نے کیا۔

فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۴۸﴾ (آل عمران)

"تو دے دیا ان کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کا ثواب (یعنی کامیابی)۱ اور عمدہ ثواب آخرت کا (یعنی نعیم جنت اور لذت وصل)۲ اور اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے نیکوں کاروں سے"۔

۱۔ ان کو ان کے دشمن پر فتح و غلبہ دے کر دنیا کی کامیابی دے دی۔

۲۔ اور جن چیزوں کا اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ جنت میں وعدہ فرمایا تھا وہ بھی دے دیں۔

اہل ایمان کو کفار کی اطاعت کی ممانعت

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَرُدُّوْكُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۱۴۹﴾ بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ ﴿۱۵۰﴾ (آل عمران)

"اے ایمان والو! اگر پیروی کرو گے تم کافروں کی تو وہ پھیر دیں گے تمہیں الٹے پاؤں (کفر کی طرف) تو تم لوٹو گے نقصان اٹھاتے ہوئے۱ بلکہ اللہ حامی ہے تمہارا اور وہ سب سے بہتر مدد فرمانے والا ہے"۲

چند آیاتِ احد کی کچھ تفسیر

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فَاَثَابَكُمْ غَمًّۢا بِغَمٍّ (آل عمران)، (پس اللہ نے پہنچایا تمہیں غم کے بدلے غم)۔ تفسیر ابن اسحاق کے مطابق باء محذوف شبہ فعل کے متعلق ہے۔ تقدیر کلام یوں ہوگی: غَمٌّ مَقْرُوْنٌ بِغَمٍّ (غم کے ساتھ ملا ہوا غم)۔ ایک اور تفسیر کے مطابق باء حرف جار اَثَابَكُمْ کے متعلق ہے۔ اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس غم کے بدلے غم پہنچایا جو تم نے اپنے نبی ﷺ کی حکم عدولی کر کے آپ ﷺ کو پہنچایا۔

ا۔یعنی وہ تمہیں تمہارے دشمن سے الٹے پاؤں پھیر دیں گے تو تمہاری دنیا اور آخرت دونوں برباد ہو جائیں گی۔

۲۔پس اگر تمہارے دل تمہاری زبان سے نکلی ہوئی بات کے سچا ہونے کی گواہی دے رہے ہیں تو اسی بات کو مضبوطی سے تھامے رکھو اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے مدد طلب نہ کرو اور اس کے دین سے مرتد ہو کر الٹے پاؤں (کفر کی طرف) نہ لوٹ جانا۔

سَنُلْقِىْ فِىْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَآ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا ۚ وَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ وَبِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۵۱﴾ (آل عمران)

''ابھی ہم ڈال دیں گے کافروں کے دلوں میں رعب ا اس لئے کہ انہوں نے شریک بنالیا اللہ کے ساتھ اس کو جس کے لئے نہیں اتاری اللہ نے کوئی دلیل اور ان کا ٹھکانا آتش (جہنم) ہے اور بہت بری جگہ ہے ظالموں کی''۔

ا۔جس رعب کے ذریعے میں تمہیں ان پر غلبہ دوں گا اس لئے کہ انہوں نے میرے ساتھ اس کو شریک بنالیا جس کے لئے میں نے کوئی دلیل نہیں بنائی۔اس لئے تم یہ خیال نہ کرو کہ انہیں تم پر فتح اور غلبہ حاصل ہوگا بشرطیکہ تم نے میرے ساتھ اپنا تعلق قائم رکھا اور میرے حکم کی پیروی کی۔ جو مصیبت تمہیں پہنچی ہے یہ تو تمہاری ان غلطیوں کی وجہ سے تھی جو تم نے اپنے لئے آگے بھیجیں کہ تم نے میرے حکم کی مخالفت کی اور نبی کریم ﷺ کی نافرمانی کی۔

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِى الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ؕ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ؕ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵۲﴾ (آل عمران)

''اور بے شک سچ کر دکھایا تم سے اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ جبکہ تم قتل کر رہے تھے کافروں کو اس کے حکم سے ا یہاں تک کہ جب تم بزدل ہو گئے اور جھگڑنے لگے (رسول ﷺ کے) حکم کے

ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ (آل عمران:152) (اور بعض تم میں سے طلبگار ہیں آخرت کے)۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ ہیں جو تیر افگن دستہ کے امیر تھے۔آپ نے انہیں حکم دیا تھا کہ اپنی جگہوں پر ثابت قدم رہیں اور اپنے نبی کی حکم عدولی نہ کریں۔چنانچہ آپ کے ساتھ ایک گروہ ثابت قدم رہا۔آپ خود بھی شہید ہو گئے اور آپ کے ساتھی بھی۔یہی وہ خوش نصیب تھے جنہوں نے آخرت کو طلب کیا، لیکن ایک گروہ مال

بارے میں اور نافرمانی کی تم نے اس کے بعد کہ اللہ نے دکھایا تھا تمہیں جو تم پسند کرتے تھے ۲
بعض تم میں سے طلبگار ہیں دنیا کے ۳ اور بعض تم میں سے طلبگار ہیں آخرت کے ۴ پھر پیچھے ہٹا دیا تمہیں ان کے تعاقب سے تاکہ آزمائے تمہیں اور بے شک اس نے معاف فرما دیا تم کو اور اللہ تعالیٰ بہت فضل و کرم فرمانے والا ہے مومنوں پر'' ۵

ا۔ یعنی میں نے تم سے تمہارے دشمن پر غلبہ اور نصرت کا وعدہ اس وقت پورا کر دیا جب تم میرے اذن، میرے عطا کردہ تسلط اور طاقت کے ساتھ ان کو تلواروں سے قتل کر رہے تھے۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: الحس کا معنی ہے جڑ سے اکھاڑنا۔ کہا جاتا ہے حَسَسْتُ الشَّیْءَ یعنی میں نے تلوار وغیرہ سے اس چیز کو جڑ سے اکھاڑ دیا۔ جریر نے کہا:

تَحُسُّهُمُ السُّیُوْفُ کَمَا تَسَامٰی حَرِیْقُ النَّارِ فِی الْاٰجَمِ الْحَصِیْدِ

''تلواریں انہیں جڑوں سے اکھاڑ پھینک رہی ہیں جس طرح کٹے ہوئے گھنے درختوں میں آگ کا شعلہ بلند ہوتا ہے''۔

یہ اس کے ایک قصیدے کا شعر ہے اور رؤبہ بن عجاج نے کہا:

اِذَا شَکَوْنَا سَنَۃً حَسُوْسًا تَاْکُلُ بَعْدَ الْاَخْضَرِ الْیَبِیْسَا

''جب ہم اموال کو جڑوں سے اکھاڑ دینے والے ایسے سال کی شکایت کرتے ہیں جو سبزے کے بعد خشک گھاس کو بھی کھا رہا ہے''۔

یہ اس کے ایک ارجوزہ کا شعر ہے۔

۲۔ حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: یعنی جب تم نے ایک دوسرے کی مدد چھوڑ دی اور میرے حکم کے بارے میں اختلاف کیا یعنی اپنے نبی کے حکم کو پس پشت ڈال دیا اور جو تم سے عہد لیا گیا تھا یعنی تیر اندازوں سے، اس کو ترک کر دیا اور نافرمانی کی اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں دکھا

غنیمت کی طرف لپکا اور دشمن نے ان پر حملہ کر دیا۔ غزوۂ احد میں یہی مصیبت تھی۔ ایک روایت میں ہے: لَقَدْ رَاَیْتُ خَدَمَ هِنْدٍ وَّ صَوَاحِبِهَا وَ هُنَّ مُشَمِّرَاتٌ فِی الْحَرْبِ ''بے شک میں نے ہند کے پازیب دیکھے اور اس کی سہیلیوں کو دیکھا کہ وہ جنگ میں اپنی پنڈلیوں سے کپڑے اٹھائے ہوئے تھیں'' خَدَم کا معنی پازیب ہے۔ حضرت ابن اسحاق نے اس موقع پر اسی طرح کہا ہے جب انہوں نے ہند کا ذکر کیا اور اس بات کا ذکر کیا کہ اس نے شہداء کے کانوں اور ناکوں کے پازیب اور ہار بنائے اور اپنے پازیب، ہار اور بالیاں وحشی کو دے دیں۔

دیا تھا جو تم پسند کرتے تھے یعنی فتح و نصرت جس میں کوئی شک نہ تھا اور کفار کا اپنی عورتوں اور اموال کو چھوڑ کر بھاگنا۔

۳۔ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے دنیا کے مال غنیمت کا ارادہ کیا اور اطاعت کے اس حکم کو ترک کرنے کا ارادہ کیا جس پر آخرت کے ثواب کی بنیاد تھی۔

۴۔ یعنی وہ لوگ جنہوں نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور دنیا میں رغبت کرتے ہوئے اس نہی کی مخالفت نہ کی جو انہیں کی گئی تھی بلکہ آخرت میں اس عمدہ ثواب کی امید کی جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور جنہوں نے دین کی خاطر جہاد کیا اور دنیاوی لالچ میں اللہ تعالیٰ کی نہی کی مخالفت نہ کی۔

۵۔ پھر اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان کے تعاقب سے پیچھے ہٹا دیا تا کہ وہ تمہیں آزمائے اور یہ آزمائش تمہاری غلطیوں کی وجہ سے تھی اور بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے اس جرم عظیم کو معاف فرما دیا تا کہ تمہیں تمہارے نبی کی نافرمانی کی پاداش میں ہلاکت میں نہ ڈال دے، بلکہ اس نے تم پر اپنے فضل کا وعدہ کیا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر بڑا احسان فرمایا کہ ادب و نصیحت کے طور پر بعض گناہوں کے بدلے دنیا کی عارضی سزا دے دی اور انہیں مکمل طور پر نیست و نابود نہ کیا۔ یہ مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مہربانی اس لئے تھی کہ ان میں ایمان موجود تھا۔

نبی کریم ﷺ کو تنہا چھوڑ کر فرار ہونے پر زجر و توبیخ

پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اپنے نبی کریم ﷺ کو تنہا چھوڑ کر فرار ہونے پر زجر و توبیخ فرمائی کہ انہیں پکارا جا رہا تھا لیکن انہوں نے حضور ﷺ کی پکار کی طرف توجہ نہ دی۔ فرمایا:

إِذْ تُصْعِدُونَ وَلَا تَلْوُونَ عَلَىٰ أَحَدٍ وَالرَّسُولُ يَدْعُوكُمْ فِي أُخْرَاكُمْ فَأَثَابَكُمْ غَمًّا بِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَا أَصَابَكُمْ ۗ وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿﴾ (آل عمران)

"یاد کرو جب تم دور بھاگے جا رہے تھے اور مڑ کر دیکھتے بھی نہ تھے اور رسول (کریم ﷺ) بلا رہے تھے تمہیں پیچھے سے پس اللہ نے پہنچایا تمہیں غم کے بدلے غم تا کہ تم نہ غمگین ہو اس چیز پر جو کھو گئی ہے تم سے اور نہ اس مصیبت پر جو پہنچی ہے تمہیں اور اللہ تعالیٰ خبردار ہے جو کچھ تم کر رہے ہو"۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس طرح رنج کے بعد رنج پہنچایا کہ تمہارے بھائی قتل ہو گئے، تم پر

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے: لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هَاهُنَا (آل عمران) (اگر ہوتا ہمارا اس کام میں کچھ دخل تو نہ مارے جاتے ہم یہاں (اس بے دردی سے)۔ صحیح التفسیر میں ہے کہ یہ بات عتاب بن قشیر نے کہی تھی۔ وہ انتہائی کٹر منافق تھا۔

دشمن غالب آ گیا اور تمہارے دلوں میں اس شخص کی بات اثر کر گئی جس نے کہا کہ تمہارے نبی کو شہید کر دیا گیا ہے۔ یہ لگا تار غم پر غم تمہیں اس لئے پہنچایا تا کہ تم نہ اس چیز پر غمگین ہو جو تم سے کھو گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ تم اپنے دشمن پر فتح اور غلبہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے بعد اسے کھو بیٹھے اور نہ تم اپنے بھائیوں کے قتل کی مصیبت پر غمگین ہو یہاں تک کہ میں نے تم سے اس رنج و غم کو دور کر دیا۔ اور اللہ تعالیٰ خبردار ہے جو کچھ تم کر رہے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے رنج و غم اس طرح دور کیا کہ نبی کریم ﷺ کی شہادت کی جھوٹی افواہ جو شیطان نے پھیلائی تھی اسے ختم کر دیا، چنانچہ جب مسلمانوں نے اپنے درمیان رسول اللہ ﷺ کو زندہ دیکھا تو ان کے لئے اپنے دشمن سے شکست کھانے اور اپنے بھائیوں کے قتل ہونے کی مصیبت آسان ہو گئی۔

ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآئِفَةً مِّنْكُمْ ۙ وَطَآئِفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ ؕ يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ ؕ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ ؕ يُخْفُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ ؕ يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا ؕ قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ ۚ وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ (آل عمران)

"پھر اتاری اللہ تعالیٰ نے تم پر غم واندوہ کے بعد راحت (یعنی) غنودگی جو چھا رہی تھی ایک گروہ پر تم میں سے اور ایک جماعت ایسی تھی جسے فکر پڑا ہوا تھا (صرف) اپنی جانوں کا، بدگمانی کر رہے تھے اللہ کے ساتھ بلاوجہ عہد جاہلیت کی بدگمانی۔ کہتے کیا ہمارا بھی اس کام میں کچھ دخل ہے۔ آپ فرمائیے اختیار تو سارا اللہ کا ہے، چھپائے ہوئے ہیں اپنے دلوں میں جو ظاہر نہیں کرتے آپ پر، کہتے ہیں (اپنے دلوں میں) اگر ہوتا ہمارا اس کام میں کچھ دخل تو نہ مارے جاتے ہم یہاں (اس بے دردی سے)! آپ فرمائیے کہ اگر تم (بیٹھے) ہوتے اپنے گھروں میں تو ضرور نکل آتے (وہاں سے) وہ لوگ لکھا جا چکا تھا جن کا قتل ہونا اپنی قتل گاہوں کی طرف ۲(یہ سارے مصائب اس لئے تھے) تا کہ آزمالے اللہ تعالیٰ جو کچھ تمہارے سینوں میں (چھپا) تھا اور صاف کر دے جو (میل کچیل) تمہارے دلوں میں تھا اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے سینوں کے

ارشاد باری تعالیٰ ہے: يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ (آل عمران:154) یعنی وہ گمان کر رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین اور اپنے نبی کو ذلیل و رسوا کرنے والا ہے۔

رازوں کا[3]''۔

۱۔ جب اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے قتل کی افواہ کو ختم کر دیا تو اہل یقین پر اپنی طرف سے راحت نازل فرمائی، پس وہ بلا خوف وخطر سو گئے جبکہ منافقین کو اپنی جانوں کا فکر پڑا ہوا تھا۔ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بلا وجہ عہد جاہلیت کی بدگمانی کر رہے تھے کہ ان پر قتل کا خوف طاری تھا کیونکہ وہ حسن عاقبت کی امید نہیں رکھتے تھے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان کی ایک دوسرے کو ملامت اور مصیبت پر حسرت کے اظہار کا ذکر فرمایا۔

۲۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی ﷺ سے فرمایا: آپ فرمایئے اگر تم اپنے گھروں میں بیٹھے ہوتے اور اس مقام پر حاضر نہ ہوتے جہاں اللہ تعالیٰ نے تمہارے پوشیدہ راز ظاہر کر دیئے تو اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جن کا قتل ہونا لکھا جا چکا تھا اس مقام کی طرف ضرور نکال دیتا جہاں انہوں نے قتل ہونا تھا۔

۳۔ (یہ سارے مصائب اس لئے تھے) تاکہ اللہ تعالیٰ آزما لے جو کچھ تمہارے سینوں میں چھپا تھا اور صاف کر دے جو میل کچیل تمہارے دلوں میں تھا اور اللہ تعالیٰ سینوں کے رازوں کو خوب جاننے والا ہے۔ اس پر منافقین کے وہ راز مخفی نہیں جو انہوں نے تم سے چھپا رکھے تھے۔

مسلمانوں کو تنبیہ کہ اللہ کی راہ میں موت سے نہ ڈریں

پھر فرمایا:

يَاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ كَفَرُوا وَقَالُوا لِاِخْوَانِهِمْ اِذَا ضَرَبُوا فِي الْاَرْضِ اَوْ كَانُوا غُزًّى لَّوْ كَانُوا عِنْدَنَا مَا مَاتُوا وَمَا قُتِلُوا ۚ لِيَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ حَسْرَةً فِي قُلُوبِهِمْ ۗ وَاللّٰهُ يُحْيٖ وَيُمِيتُ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿۱۵۶﴾ (آل عمران)

''اے ایمان والو! نہ ہو جاؤ ان لوگوں کی طرح جنہوں نے کفر اختیار کیا اور جو کہتے تھے اپنے بھائیوں کو جب وہ سفر کرتے تھے کسی علاقہ میں یا ہوتے تھے جہاد کرنے والے کہ اگر وہ ہوتے ہمارے پاس تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے[1] تاکہ بنائے اللہ تعالیٰ اس (خیالِ باطل) کو حسرت (کا باعث) ان کے دلوں میں[2] اور درحقیقت اللہ ہی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے[3] اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کرتے ہو دیکھ رہا ہے''۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ (آل عمران: 154) یعنی اہل جاہلیت کی بدگمانی جیسے ابوسفیان اور اس کے ساتھی۔

۱۔ یعنی ان منافقین کی طرح نہ ہو جاؤ جو اپنے بھائیوں کو جہاد فی سبیل اللہ اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے پیارے رسول ﷺ کی اطاعت میں سفر کرنے سے روکتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کے یہ اطاعت گزار فوت ہو جاتے ہیں یا مارے جاتے ہیں تو کہتے ہیں اگر وہ ہماری اطاعت کرتے تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے۔

۲۔ کیونکہ وہ اپنے رب پر بہت کم یقین رکھتے ہیں۔

۳۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کے ساتھ ان میں سے جسے چاہتا ہے جلدی موت دے دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے تاخیر کر دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللَّهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ ﴿۱۵۷﴾

(آل عمران)

"اور واقعی اگر تم قتل کیے جاؤ راہِ خدا میں یا تم مر جاؤ تو اللہ کی بخشش اور رحمت (جو تمہیں نصیب ہوگی) بہت بہتر ہے اس سے جو وہ جمع کرتے ہیں"۔

یعنی موت تو ہر حال میں آنی ہے، اس کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں لیکن اگر ان کے پاس یقین کی دولت ہوتی تو راہِ خدا میں موت یا قتل اس دنیا سے بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں اور جس کی خاطر جہاد سے پیچھے رہ جاتے ہیں۔ انہیں موت اور قتل کا خوف اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے دنیا کی زیب و زینت کو جمع کیا اور آخرت کی طرف رغبت نہ کی۔

وَلَئِنْ مُّتُّمْ أَوْ قُتِلْتُمْ لَإِلَى اللَّهِ تُحْشَرُونَ ﴿۱۵۸﴾ (آل عمران)

"اور اگر تم مر گئے یا مارے گئے تو اللہ کے حضور جمع کیے جاؤ گے"۔

یعنی موت یا قتل جو بھی ہو تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف ہی لوٹایا جائے گا۔ اس لئے نہ دنیا تمہیں دھوکے میں ڈالے اور نہ تم خود اس سے دھوکہ کھاؤ بلکہ جہاد اور ہر وہ چیز جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے تمہیں ثواب کی امید دلائی ہے وہی تمہارے نزدیک اہمیت کی حامل ہونی چاہیے۔

مسلمانوں پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مہربانی اور شفقت کا ذکر

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

حضرت ابن اسحاق نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ذکر کیا: وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ (آل عمران: 159) (اور صلاح مشورہ کیجئے ان سے اس کام میں) اور اس کی تفسیر بیان کی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ﴿۱۵۹﴾ (آل عمران)

''پس (صرف) اللہ کی رحمت سے آپ نرم ہو گئے ہیں ان کے لئے اور اگر ہوتے آپ تند مزاج، سخت دل تو یہ لوگ منتشر ہو جاتے آپ کے آس پاس سے تو آپ درگزر فرمائیے ان سے اور بخشش طلب کیجئے ان کے لئے اور صلاح مشورہ کیجئے ان سے اس کام میں [۱] اور جب آپ ارادہ کر لیں (کسی بات کا) تو پھر توکل کرو اللہ پر، بے شک اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے توکل کرنے والوں سے [۲]۔''

۱۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لئے اپنے پیارے رسول ﷺ کی نرمی اور ان کی کمزوری پر آپ ﷺ کے صبر کا ذکر فرمایا ہے اور یہ بیان فرمایا ہے کہ اگر آپ ﷺ اپنے ہر اس حکم کی مخالفت پر مسلمانوں کے ساتھ تند مزاجی سے پیش آتے جس کی اطاعت اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر فرض کی تو یہ مسلمان بہت کم صبر کرتے اور آپ ﷺ کو چھوڑ دیتے۔ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: تو آپ ان سے درگزر فرمائیے اور اہل ایمان میں سے جو بھی کسی گناہ میں آلودہ ہو اس کے لئے اس کے گناہ کی بخشش طلب کیجئے اور ان سے اس کام میں صلاح مشورہ کیجئے تاکہ آپ انہیں یہ باور کرا سکیں کہ آپ ان کی بات سنتے ہیں اور ان سے مدد چاہتے ہیں اگرچہ آپ ان سے مستغنی ہیں۔ اس اقدام سے ان کے دین کے معاملہ میں ان کی دلجوئی ہو گی۔

۲۔ اور جب آپ اس حکم کا ارادہ کر لیں جو میری طرف سے آپ کے پاس آئے یا اپنے دشمن کے خلاف جہاد کے معاملہ میں کسی بات کا ارادہ کر لیں جس کے بغیر آپ کے درمیان اور آپ کے دشمن کے درمیان اصلاح ممکن نہ ہو تو وہ کام کر گزریئے جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہو اور اس شخص کی مخالفت کیجئے جو آپ کی مخالفت کرے اور اس شخص کی موافقت کیجئے جو آپ کے ساتھ اتفاق کرے اور اللہ تعالیٰ پر توکل کیجئے یعنی تمام بندوں کو چھوڑ کر صرف اسی پر انحصار کیجئے، بے شک اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَعَلَى

سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: یہ آیت کریمہ حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے بارے میں نازل ہوئی۔ حضور ﷺ کو ان دونوں حضرات سے مشاورت کرنے کا حکم دیا گیا۔

اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ (آل عمران)

"اگر مدد فرمائے تمہاری اللہ تعالیٰ تو کوئی غالب نہیں آ سکتا تم پر اور اگر وہ (ساتھ) چھوڑ دے تمہارا تو کون ہے جو مدد کرے گا تمہاری اس کے بعد اور صرف اللہ پر بھروسہ کرنا چاہیے ایمان والوں کو"۔

اس لئے آپ لوگوں کی خاطر میرا حکم نہ چھوڑیں بلکہ میرے حکم کی طرف لوگوں کی بات کو چھوڑ دیں اور ایمان والوں کو صرف اللہ پر بھروسہ کرنا چاہیے نہ کہ لوگوں پر۔

خیانت کے متعلق نازہ کردہ آیات

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ ؕ وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ (آل عمران)

"اور نہیں ہے کسی نبی کی یہ شان کہ خیانت کرے اور جو کوئی خیانت کرے گا تو لے آئے گا (اپنے ہمراہ) خیانت کی ہوئی چیز کو قیامت کے دن پھر پورا پورا بدلہ دیا جائے گا ہر نفس کو جو اس نے کمایا اور ان پر ظلم نہ کیا جائے گا"۔

یعنی کسی نبی کی یہ شان نہیں ہے کہ لوگوں سے ڈر کر یا ان میں رغبت کی وجہ سے ان سے وہ حکم چھپائے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اسے ان کی طرف بھیجا اور جو کوئی ایسا کرے گا تو وہ قیامت کے دن اس خیانت کو ساتھ لائے گا پھر اسے اس کی کمائی کا بدلہ دیا جائے گا، نہ اس پر ظلم کیا جائے گا اور نہ زیادتی۔

اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْۢ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ (آل عمران)

خیانت کا حکم

حضرت ابن اسحاق نے یہ ارشاد باری تعالیٰ ذکر کیا ہے: وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ ؕ (آل عمران: 161) (اور نہیں ہے کسی نبی کی یہ شان کہ خیانت کرے)۔ اور اس کی یہ تفسیر بیان کی ہے کہ کسی نبی کی یہ شان نہیں کہ وہ اس حکم کو چھپائے جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا۔ اکثر مفسرین کا قول ہے کہ یہ آیت خیانت کے بارے میں نازل ہوئی۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ مسلمانوں کو مال غنیمت میں سے ایک چادر نہ ملی۔ کسی نے کہہ دیا شاید نبی کریم ﷺ نے وہ چادر لے لی ہو۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ

''تو کیا جس نے پیروی کی رضائے الٰہی کی اس کی طرح ہوسکتا ہے جو حقدار بن گیا ہے اللہ کی ناراضگی کا اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور یہ بہت بری پلٹنے کی جگہ ہے''۔

یعنی کیا جس نے رضائے الٰہی کی ہر حال میں پیروی کی خواہ لوگ اس سے محبت کریں یا اس پر ناراض ہوں، اس کی طرح ہوسکتا ہے جو لوگوں کی رضا یا ان کی ناراضگی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا حقدار بن گیا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا جو شخص میری اطاعت پر ثابت قدم ہو اور اس کا ثواب جنت اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہو وہ اس کی طرح ہوسکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا حقدار بن گیا ہے اور اس کے غضب کا مستحق ٹھہرا اور اس کا ٹھکانہ جہنم بن گیا اور یہ بہت بری پلٹنے کی جگہ ہے؟ غور کرو کیا یہ دونوں مثالیں برابر ہیں؟

هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶۳﴾ (آل عمران)

''لوگ درجہ بدرجہ ہیں اللہ کے ہاں اور اللہ تعالیٰ دیکھنے والا ہے جو وہ کرتے ہیں''۔

جنت اور دوزخ میں تمام لوگوں کے لئے ان کے اعمال کے مطابق درجات موجود ہیں یعنی اللہ تعالیٰ پر اہل طاعت اور اہل معصیت مخفی نہیں ہیں۔

رسولوں کی بعثت لوگوں پر اللہ کا فضل ہے

پھر فرمایا:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۶۴﴾ (آل عمران)

''یقیناً بڑا احسان فرمایا اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر جب اس نے بھیجا ان میں ایک رسول، انہیں میں سے پڑھتا ہے ان پر اللہ کی آیتیں اور پاک کرتا ہے انہیں اور سکھاتا ہے انہیں قرآن اور سنت اگرچہ وہ اس سے پہلے یقیناً کھلی گمراہی میں تھے''۔

یعنی اے اہل ایمان! یقیناً اللہ تعالیٰ نے تم پر بڑا احسان فرمایا جب اس نے تم میں تمہی میں سے ایک رسول بھیجا جو تمہارے درمیان رونما ہونے والے واقعات اور تمہارے اعمال کے متعلق

نازل فرمائی۔ جس شخص نے اسے یُغَلَّ یاء کے ضمہ اور غین کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے تو اس کی قراءت کی صورت میں یہ معنی ہوگا کہ کسی نبی کی یہ شان نہیں کہ اسے خیانت کرنے والا پایا جائے۔ کہا جاتا ہے اَجْبَنْتُ الرَّجُلَ یعنی میں نے اس شخص کو بزدل پایا۔ اسی طرح کہا جاتا ہے اَغْلَلْتُهٗ یعنی میں نے اسے خیانت کرنے والا پایا۔ عمرو بن معدیکرب نے بنی سلیم سے کہا: قَاتَلْنَا كُمْ فَمَا اَجْبَنَّاكُمْ وَ سَاَلْنَاكُمْ فَمَا

اللہ تعالیٰ کی آیتیں تم پر پڑھتا ہے جن کے ذریعے تمہیں خیر اور شر سکھاتا ہے تا کہ تم خیر کو پہچان کر اس پر عمل کرو اور شر کو پہچان کر اس سے بچو، وہ تمہیں آگاہ کرتا ہے کہ جب تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو گے تو وہ تم پر راضی ہوگا تا کہ تم کثرت سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور گناہوں سے اجتناب کرو جن میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہے تا کہ تم اس کے انتقام سے نجات پا جاؤ اور اس کی اطاعت کے باعث اس کی جنت کی ابدی نعمتوں کے مستحق بن جاؤ۔ اگر چہ تم اس سے پہلے جاہلیت کے اندھے پن میں مبتلا تھے، تم نہ اچھائی کو جانتے تھے اور نہ برائی سے مغفرت مانگتے تھے بلکہ تم خیر سے بہرے، حق سے گونگے اور ہدایت سے اندھے تھے۔

مسلمانوں کو پہنچنے والی مصیبت کا بیان

پھر اللہ تعالیٰ نے اس مصیبت کا ذکر فرمایا جو مسلمانوں کو پہنچی۔ فرمایا:

اَوَلَمَّآ اَصَابَتۡكُمۡ مُّصِيۡبَةٌ قَدۡ اَصَبۡتُمۡ مِّثۡلَيۡهَا ۙ قُلۡتُمۡ اَنّٰى هٰذَا ؕ قُلۡ هُوَ مِنۡ عِنۡدِ اَنۡفُسِكُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ﴿۱۶۵﴾ (آل عمران)

”کیا جب پہنچی تمہیں کچھ مصیبت حالانکہ تم پہنچا چکے ہو (دشمن کو) اس سے دگنی تو تم کہہ اٹھے کہاں سے آپڑی مصیبت؟ فرمائیے! یہ تمہاری طرف سے ہی آئی ہے، بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے“۔

یعنی اگر تمہارے گناہوں کے بدلے تمہارے بھائیوں کو کچھ مصیبت پہنچی ہے تو تم اس سے پہلے میدانِ بدر میں اپنے دشمن کو اس سے دگنی مصیبت پہنچا چکے ہو، تم نے ان کے بہت سے آدمیوں کو قتل کیا اور بہت سے لوگوں کو قیدی بنایا۔ تم اپنی مصیبت کو اور اپنے نبی ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی کو بھول گئے ہو۔ یہ مصیبت تم نے خود ہی اپنے آپ پر ڈالی ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ اس ارادے پر قادر ہے کہ اپنے بندوں سے انتقام لے یا انہیں معاف فرمادے۔

وَمَآ اَصَابَكُمۡ يَوۡمَ الۡتَقَى الۡجَمۡعٰنِ فَبِاِذۡنِ اللّٰهِ وَلِيَعۡلَمَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۱۶۶﴾ (آل عمران)

”اور وہ مصیبت جو پہنچی تھی تمہیں اس روز جب مقابلہ کو نکلے تھے دونوں لشکر تو وہ اللہ کے حکم

اَبۡخَلۡنَاکُمۡ یعنی ہم نے تم سے لڑائی کی تو تمہیں بزدل نہ پایا اور تم سے مانگا تو تمہیں بخیل نہ پایا۔ حضرت ابن اسحاق کی تفسیر بھی لغوی معنی سے خارج نہیں کیونکہ جس نے کسی بات کو چھپایا تو اس نے خیانت ہی کی۔ اسی طرح جس نے کسی چیز میں خیانت کی اور اسے چپکے سے لے لیا تو گویا اس نے اسے چھپایا اور پوشیدہ رکھا۔

سے پہنچی تھی اور (مقصد یہ تھا کہ) دیکھ لے اللہ تعالیٰ مومنوں کو"۔

یعنی وہ مصیبت جو تمہیں اس روز پہنچی تھی جب تم اور تمہارے دشمن مقابلہ کو نکلے تھے تو وہ میرے حکم سے پہنچی تھی۔ یہ مصیبت اس وقت پہنچی جب تم نے کیا جو کیا اس کے بعد کہ تمہارے پاس میری نصرت پہنچ گئی اور میں نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا۔ اس مصیبت کا مقصد یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ مومنین اور منافقین کو ممتاز کر دے۔

وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ نَافَقُوا ۚ وَقِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوِ ادْفَعُوا ۖ قَالُوا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّاتَّبَعْنَاكُمْ ۗ هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ أَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْإِيمَانِ ۚ يَقُولُونَ بِأَفْوَاهِهِم مَّا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ ۗ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُونَ ﴿١٦٧﴾ (آل عمران)

"اور دیکھ لے جو نفاق کرتے تھے ۱ اور کہا گیا ان سے آؤ لڑو اللہ کی راہ میں یا بچاؤ کرو (اپنے شہر کا) بولے اگر ہم جانتے کہ جنگ ہوگی تو ہم ضرور تمہاری پیروی کرتے ۲ وہ کفر سے اس روز زیادہ قریب تھے بنسبت ایمان کے، کہتے ہیں اپنے منہ سے (ایسی باتیں) جو نہیں ہیں ان کے دلوں میں ۳ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جسے وہ چھپاتے ہیں"۔

۱۔ تم میں سے یعنی ظاہر کر دے جو کچھ ان کے اندر چھپا ہے۔

۲۔ اس سے مراد عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھی ہیں جو رسول اللہ ﷺ سے اس وقت جدا ہو کر واپس چلے گئے جب آپ ﷺ اپنے مشرک دشمنوں کی طرف میدانِ احد میں نکلے۔ وہ کہنے لگے کہ اگر ہم جانتے کہ تم جنگ کرو گے تو ہم ضرور تمہارے ساتھ چلتے اور ضرور تمہارا دفاع کرتے لیکن ہمارا خیال ہے کہ جنگ نہیں ہوگی۔ ان کے اس قول کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان کے نفاق کو ظاہر کر دیا جو انہوں نے اپنے دلوں میں چھپا رکھا تھا۔

۳۔ یعنی آپ کے سامنے ایمان ظاہر کرتے ہیں حالانکہ ان کے دل اس سے خالی ہیں۔

الَّذِينَ قَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوا لَوْ أَطَاعُونَا مَا قُتِلُوا ۗ قُلْ فَادْرَءُوا عَنْ أَنفُسِكُمُ الْمَوْتَ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿١٦٨﴾ (آل عمران)

اس لفظ کا اصل معنی ستر اور خفاء ہے۔ اسی سے اَلْغِلَالَةُ اور اَلْغَلَلُ ماخوذ ہے۔ یہ اس پانی کو کہتے ہیں جسے درختوں اور نباتات نے ڈھانپ رکھا ہو۔ نبی کریم ﷺ نے کسی غزوہ میں خائن کے مال کو جلا دینے کا حکم فرمایا تھا۔ فقہاء کے ایک طائفہ نے اس سے استدلال کیا ہے۔ انہی میں سے امام احمد اور حضرت اسحاق ہیں۔

"جنہوں نے کہا اپنے بھائیوں کے بارے میں[1] حالانکہ وہ خود (گھر) بیٹھے تھے کہ اگر وہ ہمارا کہا مانتے تو نہ مارے جاتے۔ آپ فرمائیے ذرا دور تو کر دکھاؤ اپنے آپ سے موت کو اگر تم سچے ہو[2]"۔

۱۔ یعنی اپنے قریبی رشتہ داروں اور اپنی قوم کے ان لوگوں کے بارے میں جن کو تمہارے ساتھ مصیبت پہنچی۔

۲۔ یعنی موت سے تو کسی کو مفر نہیں، البتہ اگر تم میں طاقت ہے تو اپنے آپ سے موت کو دور کر کے تو دکھاؤ۔ ان کے اس قول کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے نفاق کیا اور دنیا میں بقاء کے لالچ میں اور موت سے فرار کے لئے جہاد فی سبیل اللہ کو ترک کر دیا۔

جہاد کی ترغیب

پھر اللہ تعالیٰ نے مومنین کو جہاد کی ترغیب دلاتے ہوئے اور ان کے لئے قتل کو آسان بناتے ہوئے اپنے پیارے نبی ﷺ سے فرمایا:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۷۰﴾ (آل عمران)

"اور ہرگز یہ خیال نہ کرو کہ وہ جو قتل کئے گئے ہیں اللہ کی راہ میں وہ مردہ ہیں، بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس (اور) رزق دیے جاتے ہیں، شاد ہیں ان (نعمتوں) سے جو عنایت فرمائی ہیں انہیں اللہ نے اپنے فضل و کرم سے اور خوش ہو رہے ہیں بسبب ان لوگوں کے جو ابھی تک

شہادت اور شہداء

حضرت ابن اسحاق نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا یہ ارشاد ذکر کیا: وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (آل عمران:169) الآیات (اور ہرگز یہ خیال نہ کرو کہ وہ جو قتل کیے گئے ہیں اللہ کی راہ میں الخ) یہی وہ خوش نصیب ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد میں شہداء کا نام دیا: وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ ؕ (آل عمران:140) "اور بنا لیے تم میں سے کچھ شہداء"۔ یہ اسم شہادت یا مشاہدہ سے ماخوذ ہے۔ اگر یہ شہادت سے ماخوذ ہو تو شہید بمعنی مشہود ہو گا یعنی مشہود علیہ (وہ شخص جس پر گواہی دی گئی ہو) اور مشهود له بالجنة (وہ شخص جس کے لئے جنت کی گواہی دی گئی ہو)۔ اس کا معنی مشہود علیہ اس لئے ہے کہ نبی کریم ﷺ جب شہدائے احد کے پاس کھڑے ہوئے تو فرمایا هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ اَشْهَدُ

نہیں آ ملے ان سے ان کے پیچھے رہ جانے والوں سے کہ نہیں ہے کوئی خوف ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے"۔

یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کیے گئے ہیں انہیں مردہ ہرگز خیال نہ کرو بلکہ میں نے ان کو زندہ کر دیا ہے۔ وہ میرے پاس ہیں اور جنت کے آرام اور اس کے فضل میں رزق دیے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جہاد کے بدلے اپنے فضل وکرم سے انہیں جو نعمتیں عطا فرمائی ہیں ان سے وہ شاد ہیں اور ان پیچھے رہ جانے والے لوگوں کے سبب خوش ہو رہے ہیں جو ابھی تک ان سے نہیں آ ملے، یعنی وہ اس بات سے خوش ہوتے ہیں کہ ان سے بعد والے لوگ انہی کے نقش

عَلَیۡھِمۡ یعنی یہ وہ لوگ ہیں جن کی وفاداری کی میں گواہی دیتا ہوں۔ آپ ﷺ نے عَلَیۡھِمۡ فرمایا لَھُمۡ نہ فرمایا کیونکہ معنی یہ ہے کہ میں قیامت کے روز ان پر شہید بن کر آؤں یعنی ان کا والی اور قائد بن کر آؤں گا۔ اسی لئے اس کا صلہ علیٰ آیا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ شہادت سے ماخوذ ہو اور فعیل بمعنی فاعل ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ (البقرۃ: 143) "تا کہ تم گواہ بنو لوگوں پر" اگرچہ یہ آیت کریمہ تمام امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں ہے لیکن شہداء اس اسم کے زیادہ حقدار ہیں کیونکہ وہ انبیاء اور صدیقین کے مابعد ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا: فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ (النساء: 69) "تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین"۔ لفظ شہید کے یہ دو معانی اس صورت میں ہوں گے جب یہ شہادت سے مشتق ہو اور اگر یہ مشاہدہ سے ماخوذ ہو تو پھر بھی فعیل بمعنی فاعل ہوگا کیونکہ شہید ملکوت الٰہیہ کا مشاہدہ کرتا ہے اور ان فرشتوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے جنہیں اور کوئی نہیں دیکھتا۔ مشاہدہ سے ماخوذ ہونے کی صورت میں یہ فعیل بمعنی مفعول بھی ہو سکتا ہے۔ معنی یہ ہوگا کہ فرشتے اس کی روح کے قبض ہونے اور اس کے عروج وغیرہ کا مشاہدہ کرتے ہیں لہٰذا یہ فعیل بمعنی مفعول ہوگا۔ ان تمام معانی میں صحیح ترین معنی یہ ہے کہ یہ فعیل بمعنی مفعول ہو اور اس کا مفہوم یہ ہو کہ جس کے لئے جنت کی گواہی دی گئی ہے یا جس پر نبی کریم ﷺ گواہی دیتے ہیں۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: هٰؤُلَاءِ أَنَا شَهِيدٌ عَلَيْهِمْ أَيْ قَيِّمٌ عَلَيْهِمْ بِالشَّهَادَةِ لَهُمْ یعنی میں ان لوگوں کے لئے گواہی دینے کا با اختیار متولی ہوں۔ جب شہداء آپ ﷺ کے لوائے حمد کے نیچے جمع ہوں گے تو آپ ﷺ ان پر والی ہوں گے اور ان کے لئے گواہ ہوں گے۔ اسی وجہ سے اس فعل کا صلہ علیٰ آتا ہے پس یہ معنی حدیث کے اعتبار سے بھی قوی ہے اور

قدم پر چلتے ہوئے جہاد کا راستہ اختیار کر کے ان کے ساتھ مل جائیں تا کہ وہ بھی اسی ثواب میں ان کے ساتھ شریک ہو جائیں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے خوف اور غم کو دور کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۱﴾

(آل عمران)

"خوش ہو رہے ہیں اللہ کی نعمت اور اس کے فضل پر اور (اس پر) کہ اللہ تعالیٰ ضائع نہیں کرتا

عربی کے ایک معنی کے اعتبار سے بھی صحیح ہے۔ وہ یہ کہ نبی کریم ﷺ نے جب شہداء کا ذکر کیا تو فرمایا: وَالْمَرْاَةُ تَمُوْتُ بِجُمْعٍ شَهِيْدٌ۔ یعنی جو عورت مدتِ حمل کے دوران مر جائے وہ شہید ہے۔ آپ ﷺ نے شَهِيْدَةٌ نہیں فرمایا اور ایک روایت میں فرمایا: وَالنُّفَسَاءُ شَهِيْدٌ يَجُرُّهَا جَنِيْنُهَا بِسَرَدِهٖ اِلَى الْجَنَّةِ "نفاس والی عورت شہید ہے، اس کا بچہ اسے اپنی ناڑ کے ساتھ کھینچ کر جنت میں لے جائے گا"۔ یہاں بھی آپ ﷺ نے شَهِيْدَةٌ نہیں فرمایا اور جب فعیل بمعنی مفعول ہو اور مؤنث کی صفت بن رہا ہو تو تاء تانیث کے بغیر آتا ہے جیسے اِمْرَاَةٌ قَتِيْلٌ اور اِمْرَاَةٌ جَرِيْحٌ۔ اور اگر فعیل بمعنی فاعل ہو تو تاء تانیث کے ساتھ آتا ہے جیسے اہل عرب کا قول ہے: اِمْرَاَةٌ عَلِيْمَةٌ وَ رَحِيْمَةٌ وغیرہ۔ اس اصول کے مطابق یہ دونوں روایتیں اس بات کی دلیل ہیں کہ شہید بمعنی مشہود لہ اور مشہود علیہ ہے۔ یہ لغت عرب سے صحیح استقراء اور حدیث شریف سے ایک عمدہ استنباط ہے۔

حضرت ابن اسحاق نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مرفوع حدیث ذکر کی ہے۔ اس میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شہداء کی روحوں کو سبز پرندوں کے قالب میں رکھ دیا ہے۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہمارے سامنے ذکر کیا گیا کہ ہم شہداء کی ارواح سفید پرندوں کے قالب میں سدرۃ المنتہیٰ کے پاس باہم تعارف کرتی ہیں۔ ایک قوم نے اس روایت کا انکار کیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ ایک جسم میں دو روحیں نہیں ہو سکتیں۔ یہ امر محال ہے، یہ حقائق سے جہالت ہے۔ کلام کا معنی تو واضح ہے کیونکہ شہید کی وہ روح جو دنیا میں اس کے جسم میں تھی اسی روح کو دوسرے جسم میں رکھ دیا جاتا ہے جو کہ پرندے کی شکل میں ہوتا ہے۔ لہٰذا وہ روح اس دوسرے جسم میں اس طرح ہوتی ہے جس طرح پہلے جسم میں تھی۔ حتیٰ کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اسے پھر اسی حالت میں لوٹا دے گا جس پر تخلیق کیا تھا۔ یہ روایت اس روایت کے متعارض نہیں ہے جسے محدثین نے ان الفاظ میں روایت کیا ہے: فِيْ صُوَرِ طَيْرٍ خُضْرٍ وَالشُّهَدَاءُ طَيْرٌ خُضْرٌ۔ بلکہ ان تمام روایات کا ایک ہی معنی ہے۔ عقلاً جو چیز

اجر ایمان والوں کا"۔

وہ اس وجہ سے خوش ہو رہے ہیں کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے وفائے عہد کو اور جنت کے عظیم ثواب کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے۔

شہدائے احد کا بہترین ٹھکانہ

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے حضرت اسماعیل بن امیہ نے بیان کیا، انہوں نے حضرت ابوزبیر سے انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آپ نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تمہارے بھائی میدانِ احد میں شہید ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان

محال ہے وہ یہ ہے کہ جو ہر واحد میں دو زندگیاں قائم ہوں اور ایک جو ہر ان دو زندگیوں کے ساتھ زندہ رہے لیکن ایک جسم میں دو روحوں کا موجود ہونا محال نہیں کیونکہ ہم تداخل اجسام کے قائل ہی نہیں۔ یہ بچہ جو اپنی ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے اس کی روح ماں کی روح کا غیر ہے حالانکہ ایک ہی جسم ان دونوں روحوں کو شامل ہے۔ یہ بات تو اس صورت میں ہوتی جب انہیں کہا جاتا کہ پرندے کی روح اور ہے اور شہید کی روح اور ہے اور وہ دونوں ایک جسم میں ہیں حالانکہ ایسا نہیں کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا: فِيْ اَجْوَافِ طَيْرٍ خُضْرٍ یعنی سبز پرندوں کے پیٹوں میں۔ جیسے اہل عرب کہتے ہیں رَاَیْتُ مَلَكًا فِيْ صُوْرَةِ اِنْسَانٍ یعنی میں نے انسانی شکل میں ایک فرشتہ دیکھا۔ اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے: اِنَّمَا نَسَمَةُ الْمُؤْمِنِ طَائِرٌ يَعْلَقُ فِيْ ثَمَرِ الْجَنَّةِ "بے شک مومن کی روح پرندے کی شکل میں جنت کے میووں کے ساتھ چمٹی رہتی ہے"۔ بعض نے اس حدیث کی یہ تاویل کی ہے کہ یہ شہید کے ساتھ خاص ہے۔ بعض نے کہا شہید جنت میں سے جہاں سے چاہتا ہے کھاتا ہے پھر ان قندیلوں میں چلا جاتا ہے جو عرشِ الٰہی کے ساتھ آویزاں ہیں اور غیر شہید مومن کی روح پرندہ ہوتی ہے نہ یہ کہ اس کی روح کو پرندے کے قالب میں رکھا جاتا ہے تاکہ وہ کھائے پیئے جیسا کہ شہید کے ساتھ کیا جاتا ہے بلکہ روح بذاتِ خود ایک پرندہ ہوتی ہے جو جنت کے درختوں کے ساتھ معلق رہتی ہے۔ يَعْلَقُ جب لام کے فتحہ کے ساتھ ہو تو اس کا معنی ہوتا ہے چمٹنا اور کسی جگہ پر اپنے بیٹھنے کی جگہ دیکھنا اور جس نے يَعْلُقُ لام کے ضمہ کے ساتھ روایت کیا ہے تو اس صورت میں معنی ہوگا يُصِيْبُ الْعُلْقَةَ یعنی غیر شہید مومن کی روح درخت کے اس مقام کے نیچے سے کھاتی ہے جہاں سے شہید کھاتا ہے۔ علقہ کو بطور مثال ذکر کیا کیونکہ جو شخص کھانے یا پانی سے علقہ کو پائے تو وہ اس شخص سے کم پاتا ہے جس نے کھانے کی کثیر مقدار حاصل کر لی ہو لہٰذا یہ ایک مثال ہے جس سے یہی معنی سمجھ میں آتا ہے۔

کی ارواح کو سبز پرندوں کے قالب میں رکھ دیا، وہ جنت کی نہروں پر سیر کرتے پھرتے ہیں، اس کے میوے کھاتے ہیں، عرش کے سائے میں معلق طلائی قندیلوں میں رہتے ہیں۔ جب انہوں نے کھانے پینے اور رہنے کے پاکیزہ عیش پائے تو کہا: کاش ہمارے بھائی جان لیں جو اللہ تعالیٰ نے ہم پر کرم فرمایا تاکہ وہ جہاد سے بے رغبتی نہ کریں اور جنگ سے بیٹھ نہ جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں انہیں تمہاری خبر پہنچاؤں گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول ﷺ پر یہ آیات نازل فرمائیں: وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ .... الخ

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے حضرت حارث بن فضیل نے بیان کیا، انہوں نے حضرت محمود بن لبید انصاری سے انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ

اور اگر یَعْلُقُ سے مراد یہ ہو کہ وہ بذاتِ خود کھاتا ہے تو یہ شہید کے ساتھ خاص ہے اور ضمہ والی روایت شہداء کے لئے ہو گی اور فتحہ والی روایت ان سے کم مرتبہ لوگوں کے لئے ہو گی اور اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس کے پیارے رسول ﷺ کی اس لفظ سے کیا مراد ہے؟

رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ثُمَّ تَاْوِیْ اِلٰی قَنَادِیْلَ (پھر وہ قندیلوں میں چلے جاتے ہیں) اس کی تصدیق اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے ہوتی ہے: وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَ نُوْرُهُمْ ؕ (الحدید: 19) ''وہ شہید ہیں اپنے رب کی جناب میں ان کے (خصوصی) اجر اور ان کا (مخصوص) نور ہے''۔ وہ رات کو ان قندیلوں کی طرف جاتے ہیں اور دن کو سیر کے لئے نکل آتے ہیں انہی قندیلوں کے ذریعے انہیں رات اور دن کی پہچان ہوتی ہے۔ آخرت میں جنت میں داخل ہونے کے بعد وہ ان قندیلوں کی طرف نہیں جائیں گے۔ واللہ اعلم۔ ان کا یہ معمول برزخ کی مدت میں ہے جیسا کہ حدیث کا ظاہر اس پر دلالت کرتا ہے۔ مجاہد نے کہا: شہداء جنت کے پھل تو کھاتے ہیں لیکن وہ جنت میں نہیں ہیں۔

ابو عمر نے مجاہد کے اس قول کا انکار کیا اور اس کو رد کیا۔ میرے نزدیک یہ بات قابل انکار نہیں کیونکہ اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جسے حضرت ابن ابی شیبہ وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اَلشُّهَدَاءُ بِنَهْرٍ اَوْ عَلٰی نَهْرٍ یُقَالُ لَهٗ بَارِقٌ عِنْدَ بَابِ الْجَنَّةِ فِیْ قِبَابٍ خُضْرٍ یَاْتِیْهِمْ رِزْقُهُمْ مِنْهَا بُكْرَةً وَّ عَشِیًّا ''شہداء سبز گنبدوں میں جنت کے دروازوں پر ایک نہر میں یا ایک نہر پر ہیں جسے بارق کہا جاتا ہے، جنت سے ان کا رزق ان کے پاس صبح وشام آتا ہے''۔ یہ حدیث مجاہد کے قول کو واضح کرتی ہے۔ واللہ اعلم۔

آپ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اَلشُّهَدَاءُ عَلٰى بَارِقٍ نَهْرٍ بِبَابِ الْجَنَّةِ فِي قُبَّةٍ خَضْرَاءَ يَخْرُجُ عَلَيْهِمْ رِزْقُهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ بُكْرَةً وَّ عَشِيًّا "شہداء سبز گنبدوں میں جنت کے دروازے پر موجود نہر بارق پر رہتے ہیں۔ ان کا رزق صبح و شام جنت سے ان کے پاس لایا جاتا ہے"۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے ایک غیر متہم شخص نے بیان کیا، اس نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ سے ان آیات کے متعلق پوچھا گیا: وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ (آل عمران) آپ نے فرمایا ہم نے بھی ان کے بارے میں سوال کیا تھا۔ ہمیں بتایا گیا کہ جب تمہارے بھائیوں نے میدانِ احد میں شہادت پائی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی روحوں کو سبز پرندوں کے اندر رکھ دیا جو جنت کی نہروں پر سیاحت کے لئے آتے ہیں اور جنت کے باغات سے پھل کھاتے ہیں، پھر سونے کی قندیلوں میں چلے جاتے ہیں جو عرشِ الٰہی کے سائے میں آویزاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ عزوجل (اپنی شایانِ شان) ان پر جھانکتا ہے اور ان سے پوچھتا ہے: اے

جو روایات سیرت میں واقع ہوئی ہیں لیکن حضرت ابن ہشام نے ان کا ذکر نہیں کیا ان میں سے ایک وہ حدیث ہے جسے حضرت ابن اسحاق نے روایت کیا، آپ نے فرمایا مجھ سے حضرت اسحاق بن عبداللہ بن ابی فروہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھ سے بعض اہل علم نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شہداء کی تین قسمیں ہیں: اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے کم مرتبہ شہید وہ شخص ہے جو اپنا جانور لے کر نکلا۔ اس کا ارادہ یہ نہ تھا کہ کسی کو قتل کرے یا اسے قتل کیا جائے لیکن اچانک تیز تیر اسے آلگا جس نے اس کا کام تمام کر دیا لیکن جونہی اس کے خون کا پہلا قطرہ زمین پر گرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اس کے پچھلے سارے گناہ معاف فرما دیتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ آسمان سے اس کے لئے ایک جسم اتارتا ہے اور اس کی روح کو اس میں رکھ دیتا ہے۔ پھر وہ جسم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کی طرف بلند ہو جاتا ہے۔ جب وہ آسمانوں سے گزرتا ہے تو فرشتے اسے سلام کہتے ہیں، یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پہنچ جاتا ہے۔ جب وہ وہاں پہنچتا ہے تو سجدہ میں گر جاتا ہے پھر اس کے لئے حکم دیا جاتا ہے کہ اسے استبرق (موٹے ریشمی کپڑے) کے ستر جوڑے پہنا دیے جائیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ فرماتے: اس گل لالہ سے بھی زیادہ حسین جسے تم نے دیکھا ہو۔ حضرت کعب الاحبار نے رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد کو بیان کیا اور فرمایا: ہاں اس گل لالہ سے بھی زیادہ حسین جو تم نے دیکھا ہو، پھر اللہ تعالیٰ (فرشتوں سے)

میرے بندو! تم کیا پسند کرتے ہو تا کہ میں اور اضافہ کر دوں؟ وہ عرض کرتے ہیں: اے ہمارے رب! جو نعمتیں تو نے ہمیں عطا فرمائی ہیں ان سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں، اس جنت سے ہم جہاں سے چاہتے ہیں کھاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پھر ان پر (اپنی شایانِ شان) جھانکتا ہے اور پوچھتا ہے: اے میرے بندو! تم کیا چاہتے ہو تا کہ میں اور اضافہ کر دوں؟ وہ عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب! جو نعمتیں تو نے ہمیں عطا فرمائی ہیں ان سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں، اس جنت سے ہم جہاں سے چاہتے ہیں کھاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پھر ان پر (اپنی شایانِ شان) جھانکتا ہے اور پوچھتا ہے: اے میرے بندو! تم کیا خواہش رکھتے ہو تا کہ میں اور زیادہ کر دوں؟ وہ عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب! جو نعمتیں تو نے ہمیں عطا کیں ان سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں، اس جنت سے ہم جہاں سے چاہتے ہیں کھاتے ہیں مگر ہم چاہتے ہیں کہ ہماری روحیں ہمارے اجسام میں دوبارہ لوٹا دی جائیں، ہم پھر دنیا میں لوٹ جائیں اور تیری راہ میں جہاد کریں، حتیٰ کہ ہمیں ایک مرتبہ پھر شہید کر دیا جائے۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھ سے ہمارے بعض اصحاب نے بیان کیا، انہوں نے حضرت عبداللہ بن محمد بن عقیل سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے سنا کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے جابر! کیا میں تمہیں خوشخبری نہ سناؤں؟ میں نے عرض کی: اے اللہ کے پیارے نبی ﷺ! ضرور ارشاد فرمایئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: "بے شک تیرا باپ جب میدانِ احد میں شہید ہوا تو اللہ عزوجل نے

فرماتا ہے اسے اس کے دوسرے شہید بھائیوں کے پاس لے جاؤ اور اسے بھی ان کے ساتھ ملا دو۔ چنانچہ اسے بھی جنت کے دروازے کے پاس سبز باغ میں موجود سبز گنبد میں دوسرے شہداء کے پاس لایا جاتا ہے۔ صبح کے وقت ان شہداء کے پاس جنت سے ایک مچھلی اور ایک بیل نکلتے ہیں۔ وہ ان کے سامنے کھیلتے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب یہ کھیل دیکھ کر وہ خوشی سے لبریز ہو جاتے ہیں تو بیل مچھلی کو اپنا سینگ مارتا ہے اور اسے ان کے سامنے پھاڑ کر رکھ دیتا ہے۔ اس طرح وہ کھیل ختم ہو جاتا ہے، پھر ایک مچھلی اور بیل شام کے وقت نکلتے ہیں، وہ شہداء کے سامنے کھیلتے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب وہ خوشی سے لبریز ہو جاتے ہیں تو مچھلی بیل کو اپنی دم مارتی ہے اور اسے پھاڑ کر رکھ دیتی ہے، اس طرح وہ کھیل ختم ہو جاتا ہے، جب وہ شہید اپنے بھائیوں کے پاس پہنچتا ہے تو وہ کہتے ہیں اس سوار سے سوال کرو جو تمہارے وطن سے تمہارے پاس آیا ہے۔ وہ پوچھتے ہیں فلاں کا کیا حال ہے؟ وہ انہیں بتاتا ہے کہ وہ

اسے زندہ فرما دیا۔ پھر اس سے پوچھا اے عبداللہ بن عمر تو کیا چاہتا ہے کہ میں تیرے ساتھ کیا سلوک کروں؟ اس نے عرض کی اے میرے رب! میں چاہتا ہوں کہ تو مجھے دنیا میں واپس بھیج دے تا کہ میں تیری راہ میں پھر جہاد کروں اور دوبارہ شہید کر دیا جاؤں۔

حضرت ابن اسحاق علیہ الرحمۃ نے فرمایا: مجھ سے حضرت عمرو بن عبید نے بیان کیا، انہوں نے حضرت حسن سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے کوئی ایسا مومن نہیں جو دنیا سے جدا ہو اور پسند کرے کہ وہ دن کے کسی لمحے دنیا کی طرف لوٹ جائے اور دنیا و مافیہا اس کے لئے ہو جائے مگر شہید یہ پسند کرتا ہے کہ اسے دنیا میں واپس بھیج دیا جائے تا کہ وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرے اور دوبارہ شہید کر دیا جائے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معیت میں حمراء الاسد کی طرف نکلنے والوں کا ذکر

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۛؕ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَ اتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِیْمٌ ﴿۱۷۲﴾ (آل عمران)

"جنہوں نے لبیک کہا اللہ اور رسول کی دعوت پر اس کے بعد کہ لگ چکا تھا انہیں (گہرا) زخم ان کے لئے جنہوں نے نیکی کی ان میں سے اور تقویٰ اختیار کیا اجر عظیم ہے"۔

یہ وہ مومنین ہیں جو غزوۂ احد سے اگلے روز زخموں کی تکلیف کے باوجود رسول اللہ ﷺ

مفلس ہو گیا ہے۔ شہداء پوچھتے ہیں اس کا مال کیسے ضائع ہوا؟ قسم بخدا! وہ تو بڑا سلیقہ مند، دولت مند اور تاجر تھا۔ انہیں کہا جاتا ہے ہم اس چیز کو مفلسی شمار نہیں کرتے جیسے تم شمار کر رہے ہو بلکہ ہم اعمال کی مفلسی شمار کرتے ہیں، پھر وہ پوچھتے ہیں فلاں اور اس کی فلاں بیوی کا کیا حال ہے؟ وہ انہیں بتاتا ہے کہ اس نے اسے طلاق دے دی۔ وہ پوچھتے ہیں ان کے درمیان کیا جھگڑا ہوا جس کے باعث اس نے اسے طلاق دی؟ قسم بخدا! اس عورت پر بہت تعجب ہے۔ پھر وہ پوچھتے ہیں فلاں کا کیا حال ہے؟ وہ کہتا ہے وہ تو کچھ عرصہ پہلے کا مر چکا ہے۔ وہ کہتے ہیں تعجب ہے وہ مرا لیکن ہم نے اس کا کوئی ذکر نہ سنا۔ بے شک اللہ تعالیٰ کے دو راستے ہیں: ایک ہمارے اوپر سے گزرتا ہے اور دوسرا ہم سے دور رکھا جاتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے لئے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے ہمارے پاس سے گزارتا ہے، ہم اسے پہچان لیتے ہیں اور یہ بھی جان لیتے ہیں کہ وہ کب مرا۔ اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے لئے شر کا ارادہ

کے ہمراہ حمراء الاسد کی طرف چل پڑے۔

اَلَّذِیْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِیْمَانًا ۖ وَّ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِیْلُ (آل عمران)

"یہ وہ لوگ ہیں کہ جب کہا انہیں لوگوں نے کہ بلا شبہ کافروں نے جمع کر رکھا ہے تمہارے لئے (بڑا سامان اور لشکر) سو ڈرو ان سے تو (اس دھمکی نے) بڑھا دیا ان کے (جوش) ایمان کو اور انہوں نے کہا کافی ہے ہمیں اللہ تعالیٰ اور وہ بہترین کارساز ہے"۔

جن لوگوں نے صحابہ کرام کو یہ بات کہی تھی وہ بنی عبدالقیس کا ایک وفد تھا، انہیں ابوسفیان نے یہ بات کہنے کو کہا تھا۔ انہوں نے کہا کہ ابوسفیان اور اس کے ساتھی تمہاری طرف پلٹنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضْلٍ لَّمْ یَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ ۙ وَّ اتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِیْمٍ (آل عمران)

"(ان کے عزم و توکل کا نتیجہ یہ نکلا کہ) واپس آئے یہ لوگ اللہ کے انعام اور فضل کے ساتھ، نہ چھوا ان کو کسی برائی نے اور پیروی کرتے رہے رضائے الٰہی کی اور اللہ تعالیٰ صاحب فضل عظیم ہے"۔

ان پر اللہ تعالیٰ کا فضل یہ ہوا کہ اس نے انہیں دشمن کا سامنا کرنے سے بچا لیا۔

اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّیْطٰنُ یُخَوِّفُ اَوْلِیَآءَهٗ ۪ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَ خَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ

(آل عمران)

"یہ تو شیطان ہے جو ڈراتا ہے (تمہیں) اپنے دوستوں سے پس نہ ڈرو ان سے بلکہ مجھ سے ہی ڈرا کرو اگر تم مومن ہو"۔

فرماتا ہے، اسے ہم سے دور رکھا جاتا ہے، ہم اس کا ذکر نہیں سنتے، قسم بخدا! فلاں تو ہلاک ہو گیا۔ یہ اس شہید کا مقام ہے جو اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے کم مرتبہ ہے۔

دوسرا شہید وہ ہے کہ ایک شخص اپنا جانور لے کر نکلتا ہے، وہ یہ تو چاہتا ہے کہ دشمن کو قتل کرے لیکن خود قتل نہیں ہونا چاہتا۔ اچانک اس کی طرف ایک تیز تیر آتا ہے جو اس کا کام تمام کر دیتا ہے۔ یہ شہید قیامت کے روز حضرت سیدنا ابراہیم خلیل الرحمٰن علیہ السلام کا ساتھی ہوگا۔ وہ اپنے گھٹنے آپ کے گھٹنوں کے ساتھ ملا کر بیٹھے گا۔

ذلکم کا اشارہ اس گروہِ (صحابہ) کی طرف اور اس بات کی طرف ہے جو شیطان نے ان کے مونہوں میں ڈال دی تھی۔

وَ لَا یَحْزُنْكَ الَّذِیْنَ یُسَارِعُوْنَ فِی الْكُفْرِ ۚ اِنَّهُمْ لَنْ یَّضُرُّوا اللّٰهَ شَیْــٴًـا ؕ یُرِیْدُ اللّٰهُ اَلَّا یَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِی الْاٰخِرَةِ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ۝ (آل عمران)

"اور (اے جانِ عالم!) نہ غمزدہ کریں آپ کو جو جلدی سے کفر میں داخل ہوئے ہیں۔ بے شک یہ لوگ نہیں نقصان پہنچا سکتے اللہ تعالیٰ کو کچھ بھی۔ چاہتا ہے اللہ تعالیٰ کہ نہ رکھے ان کے لئے ذرا حصہ آخرت (کی نعمتوں) سے اور ان کے لئے عذابِ عظیم ہے"۔

کفر میں جلدی سے داخل ہونے والوں سے مراد منافقین ہیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ بِالْاِیْمَانِ لَنْ یَّضُرُّوا اللّٰهَ شَیْــٴًـا ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ۝ (آل عمران)

"بے شک جنہوں نے خرید لیا کفر کو ایمان کے عوض میں ہرگز نقصان نہ پہنچا سکیں گے اللہ تعالیٰ کو کچھ بھی اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے"۔

وَ لَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَنَّمَا نُمْلِیْ لَهُمْ خَیْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ ؕ اِنَّمَا نُمْلِیْ لَهُمْ لِیَزْدَادُوْۤا اِثْمًا ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ۝ (آل عمران)

"اور نہ خیال کریں جو کفر کر رہے ہیں کہ ہم جو مہلت دے رہے ہیں انہیں یہ بہتر ہے ان کے لئے صرف اس لئے ہم تو انہیں مہلت دے رہے ہیں کہ وہ اور زیادہ کرلیں گناہ اور ان کے لئے عذاب ہے ذلیل وخوار کرنے والا"۔

مَا كَانَ اللّٰهُ لِیَذَرَ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلٰى مَاۤ اَنْتُمْ عَلَیْهِ حَتّٰى یَمِیْزَ الْخَبِیْثَ مِنَ الطَّیِّبِ ؕ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِیُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَیْبِ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ یَّشَآءُ ۪ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ

سب سے افضل شہید وہ ہے کہ ایک شخص اپنی سواری لے کر نکلا، وہ یہ چاہتا ہے کہ قتل کرے اور قتل کیا جائے۔ چنانچہ اس نے جہاد کیا یہاں تک کہ موقع پر ہی قتل ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے اس حال میں اٹھائے گا کہ وہ اپنی تلوار سونت کر بلند کیے ہوئے ہوگا۔ وہ صرف اللہ تعالیٰ سے تمنا کرے گا، وہ جو کچھ مانگے گا اللہ تعالیٰ اسے عطا کر دے گا اس حدیث میں مچھلی کا اور بیل کے ساتھ اس کے کھیلنے کا ذکر آیا ہے(1)۔ اس حدیث کو حضرت ہناد بن سری نے کتاب الرقاق میں سند حسن کے ساتھ

1۔ اس بیل کا قصہ جو زمین کو اٹھاتا ہے موضوع ہے۔ اسی طرح اس کا مچھلی کے ساتھ کھیلنے کا قصہ بھی موضوع ہے۔

رُّسُلِهٖ ۚ وَ اِنْ تُؤْمِنُوْا وَ تَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِیْمٌ (آل عمران)

"نہیں ہے اللہ (کی شان) کہ چھوڑے رکھے مومنوں کو اس حال پر جس پر تم اب ہو، جب تک الگ الگ نہ کر دے پلید کو پاک سے[1] اور نہیں ہے اللہ (کی شان) کہ آگاہ کرے تمہیں غیب پر[2] البتہ اللہ (غیب کے علم کے لئے) چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہتا ہے[3] تو ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسولوں پر اور اگر تم ایمان لے آئے اور تقویٰ اختیار کیا تو تمہارے لئے اجر عظیم ہے[4]"۔

۱۔ یعنی جب تک منافقین کو مومنین سے الگ الگ نہ کر دے۔

۲۔ یعنی ان امور کے غیب پر جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ تمہیں آزمانا چاہتا ہے تا کہ تم اس آزمائش سے محتاط رہو جو تم پر داخل ہو۔

۳۔ یعنی اسے غیب کا علم عطا فرما دیتا ہے۔

۴۔ یعنی اگر تم لوٹ آئے اور توبہ کر لی تو تمہارے لئے اجر عظیم ہے۔

غزوۂ احد کے مہاجر شہداء کا بیان

بنی ہاشم

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا احد کے روز رسول اللہ ﷺ کے ساتھ قبیلہ قریش کی شاخ بنی ہاشم بن عبد مناف میں سے حضرت سیدنا حمزہ بن عبد المطلب بن ہاشم رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔ آپ کو جبیر بن مطعم کے غلام وحشی نے شہید کیا۔

بنی امیہ

بنی امیہ بن عبد شمس سے حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ۔ آپ بنی اسد بن خزیمہ سے

روایت کیا ہے۔ اس میں مذکورہ روایت سے زیادہ تفصیل ہے۔ انہی سے صحیحین میں ذکر کیا گیا ہے کہ اہل جنت سب سے پہلے کلیجی کھائیں گے پھر ان کے لئے جنت کا بیل ذبح کیا جائے گا۔ اس حدیث میں قابل غور بات یہ ہے کہ جب مچھلی پر زمین کا دارومدار ہے جو کہ ایک تیرنے والا جانور ہے تو یہ اس بات کا شعور دلانا ہے کہ اہل دنیا یہ خیال کریں کہ وہ ایک قائم نہ رہنے والے گھر میں رہ رہے ہیں۔ جب جنت میں ان کے داخل ہونے سے پہلے اسے ذبح کر دیا جائے گا اور وہ اس کی کلیجی کھائیں گے تو یہ اس بات کا شعور دلانا ہوگا کہ اب وہ دار زوال سے راحت و آرام کی طرف منتقل ہو رہے ہیں اور وہ دار قرار

ان کے حلیف تھے۔

بنی عبدالدار

بنی عبدالدار بن قصی سے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ، آپ کو ابن قمئہ لیثی نے قتل کیا۔

بنی مخزوم

بنی مخزوم بن یقظہ سے حضرت شماس بن عثمان رضی اللہ عنہ۔

یہ چار صحابہ کرام مہاجرین میں سے شہید ہوئے۔

انصار شہداء

بنی عبدالاشہل

انصار کے قبیلہ بنی عبدالاشہل سے حضرات عمرو بن معاذ بن نعمان، حارث بن انس بن رافع اور عمارہ بن زیاد بن سکن رضی اللہ عنہم شہید ہوئے۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ سکن بن رافع بن امرؤالقیس ہیں انہیں سکن بھی کہا جاتا ہے۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا اور حضرت سلمہ بن ثابت بن وقش اور حضرت عمرو بن ثابت بن وقش بھی شہید ہوئے۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: مجھے حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ نے بتایا کہ ان دونوں کے باپ ثابت بھی اسی روز شہید ہوئے۔ نیز حضرات رافع بن وقش، حسیل بن جابر، ابوحذیفہ یمان بھی شہید ہوئے۔ حضرت ابوحذیفہ کو مسلمانوں نے میدانِ جنگ میں لاعلمی سے شہید کر دیا تھا لیکن ان کے بیٹے حضرت حذیفہ نے ان کے قاتل پر دیت صدقہ کر دی۔ اس کے علاوہ حضرات صیفی بن قیظی، حباب بن قیظی، عباد بن سہل اور حارث بن اوس بن معاذ بھی شہید ہوئے۔ یہ بارہ افراد قبیلہ بنی عبدالاشہل سے غزوۂ احد میں شہید ہوئے۔

میں آ گئے ہیں جیسا کہ پل صراط پر موت کو ایک چتکبرے مینڈھے کی صورت میں ذبح کر دیا جائے گا تاکہ یہ احساس ہو کہ اب موت نہیں آئے گی اور بیل کھیتی باڑی کا ذریعہ ہے۔ اہل دنیا دو کھیتیوں سے خالی نہیں ہو سکتے: ایک ان کی دنیاوی کھیتی اور ایک آخرت کی کھیتی۔ اہل جنت کے سامنے وہاں بیل کو ذبح کر کے اس بات کا شعور دلایا جائے گا کہ اب انہیں ان دونوں مشقتوں سے آرام مل گیا ہے اور دونوں کھیتیوں کی تکلیف سے مستغنی ہو چکے ہیں۔ فَافْهَمْ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ۔

اہل راتج

اہل راتج میں سے حضرات ایاس بن اوس بن عتیک بن عمرو بن عبد الاعلم بن زعوراء بن جشم بن عبد الاشہل اور عبید بن تیہان شہید ہوئے۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا عتیک بن تیہان بھی کہا جاتا ہے۔

نیز حبیب بن یزید بن تیم بھی شہید ہوئے۔ اس قبیلہ سے تین افراد شہید ہوئے۔

بنی ظفر

بنی ظفر سے ایک شخص حضرت یزید بن حاطب بن امیہ بن رافع شہید ہوئے۔

بنی ضبیعہ

بنی عمرو بن عوف کی شاخ بنی ضبیعہ بن زید سے دو شخص حضرت ابوسفیان بن حارث بن قیس بن زید اور حضرت حنظلہ بن ابی عامر بن صیفی بن نعمان بن مالک بن امہ شہید ہوئے۔ یہی حنظلہ غسیل الملائکہ ہیں۔ آپ کو شداد بن اسود بن شعوب لیثی نے شہید کیا۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: قیس بن زید بن ضبیعہ اور مالک بن امہ بن ضبیعہ۔

بنی عبید

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بنی عبید بن زید سے ایک شخص حضرت انیس بن قتادہ۔

بنی ثعلبہ

بنی ثعلبہ بن عمرو بن عوف سے دو شخص: حضرت ابو حیہ۔ یہ سعد بن خیثمہ کے اخیافی بھائی

عبید بن تیہان کے نسب سے حضرت ابن اسحاق کی غفلت

حضرت ابن اسحاق نے شہدائے احد کے ضمن میں عبید بن تیہان کا ذکر کیا ہے۔ تیہان کا نام مالک ہے۔ حضرت ابن اسحاق نے ان کا نسب بیان نہیں کیا۔ اسی طرح کتاب میں جہاں بھی یہ نام آیا ہے انہوں نے ان کا نسب ذکر نہیں کیا۔ ان کے نسب میں اختلاف ہے۔ ہم نے ابوالہیثم کے ذکر میں ان کا نسب بیان کیا ہے اور اس میں اختلاف کا بھی ذکر کیا ہے۔ حضرت کعب بن مالک کا قول ہے:

وَ لَا مِثْلَ اَضْيَافِ الْاَرَاشِيّ مَعْشَرًا

"اراشی کے مہمانوں کی مثل کوئی گروہ نہیں"۔

ہیں۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ ابوحیہ بن عمرو بن ثابت ہیں۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: دوسرے شخص حضرت عبداللہ بن جبیر بن نعمان ہیں۔ یہ تیر افگن دستہ کے امیر تھے۔

بنی سلیم

بنی سلیم بن امرؤ القیس بن مالک بن اوس سے ایک شخص حضرت ابوسعد خیثمہ بن خیثمہ۔

بنی عجلان

بنی سلیم کے حلفاء بنی عجلان سے ایک شخص حضرت عبداللہ بن سلمہ۔

بنی معاویہ

بنی معاویہ بن مالک سے ایک شخص حضرت سبیع بن حاطب بن حارث بن قیس بن ہیشہ۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: انہیں سویبق بن حارث بن حاطب بن ہیشہ بھی کہا جاتا ہے۔

بنی نجار

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بنی نجار کی شاخ بنی سواد بن مالک بن غنی سے چار افراد شہید ہوئے: حضرت عمرو بن قیس، ان کے بیٹے حضرت قیس بن عمرو۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ عمرو بن قیس بن زید بن سواد ہیں۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا نیز حضرت ثابت بن عمرو بن زید اور حضرت عامر بن مخلد۔

بنی مبذول

بنی مبذول سے دو شخص: حضرت ابوہبیرہ بن حارث بن علقمہ بن عمرو بن ثقف بن مالک بن مبذول اور حضرت عمرو بن مطرف بن علقمہ بن عمرو۔

اس قول میں اراشی سے مراد ابوالہیثم ہے۔ حضرت کعب بن مالک نے اس کو اراشی کہا ہے حالانکہ اراشہ انصار میں سے نہیں۔ اس کا نسب موسیٰ بن عقبہ نے ایک پوری جماعت کے ساتھ بلی تک بیان کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ وہ انصار کا حلیف تھا، انصاری نہیں تھا۔ حضرت ابن اسحاق اور واقدی نے شہدائے احد کے ضمن میں عبید بن تیہان ذکر کیا ہے جبکہ ابن عقبہ، ابومعشر اور ابن عمارہ نے کہا یہ عتیک بن تیہان ہیں۔

بنی عمرو

بنی عمرو بن مالک سے ایک شخص حضرت اوس بن ثابت بن منذر۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: حضرت اوس بن ثابت حضرت حسان بن ثابت کے بھائی ہیں۔

بنی عدی

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: بنی عدی بن نجار سے ایک شخص حضرت انس بن نضر بن ضمضم بن زید بن حرام بن جندب بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: حضرت انس بن نضر، حضرت انس بن مالک خادم رسول کے چچا ہیں۔

بنی مازن

بنی مازن بن نجار سے دو شخص حضرت قیس بن مخلد اور ان کے غلام حضرت کیسان۔

بنی دینار

بنی دینار بن نجار سے دو شخص حضرت سلیم بن حارث اور حضرت نعمان بن عبد عمرو۔

بنی حارث

بنی حارث بن خزرج سے تین افراد: حضرت خارجہ بن زید بن ابی زہیر، حضرت سعد بن ربیع بن عمرو بن ابی زہیر۔ ان دونوں کو ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا اور حضرت اوس بن ارقم بن زید بن قیس بن نعمان بن مالک بن ثعلبہ بن کعب۔

ابو حنہ یا حبہ

حضرت ابن اسحاق نے شہدائے احد میں حضرت ابوحبہ انصاری بدری کا ذکر کیا ہے۔ حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ نون کے ساتھ ابو حنہ بن ثابت ہیں۔ واقدی نے بھی اسی طرح کہا ہے اور بتایا ہے کہ شرکائے بدر میں باء کے ساتھ ابوحبہ نامی کوئی شخص نہیں۔ اسی طرح موسیٰ بن عقبہ نے حضرت ابن اسحاق سے روایت کیا ہے کہ ابوحنہ (نون کے ساتھ) غزوۂ بدر میں شریک ہوئے اور غزوۂ احد میں شہید ہوئے۔ ان کا تعلق قبیلہ اوس سے ہے۔ ان کا نام ثابت ہے اور عمرو بن ثابت بھی کہا گیا ہے۔ ان کے نام اور کنیت میں بہت اختلاف ہے۔ جنگ یمامہ میں شہید ہونے والے ابوحبہ کا نام ابوحبہ (باء کے

بنی ابجر

اس قبیلہ کو بنی خدرہ بھی کہتے ہیں۔ اس قبیلہ سے تین افراد شہید ہوئے: حضرت مالک بن سنان بن عبید بن ثعلبہ بن عبید بن ابجر۔ یہ حضرت ابوسعید خدری کے باپ ہیں۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: حضرت ابوسعید خدری کا نام سنان ہے اور سعد بھی کہا جاتا ہے۔

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا نیز حضرت سعید بن سوید بن قیس بن عامر بن عباد بن ابجر اور حضرت عقبہ بن ربیع بن رافع بن معاویہ بن عبید بن ثعلبہ بن عبید بن ابجر۔

بنی ساعدہ

بنی ساعدہ بن کعب بن خزرج سے دو شخص: حضرت ثعلبہ بن سعد بن مالک بن خالد بن ثعلبہ بن حارثہ بن عمرو بن خزرج بن ساعدہ اور حضرت ثقف بن فروہ بن بدی۔

بنی طریف

بنی طریف جو حضرت سعد بن عبادہ کی قوم ہے، سے دو شخص: حضرت عبداللہ بن عمرو بن وہب بن ثعلبہ بن وقش بن ثعلبہ بن طریف اور بنی جہینہ سے ان کے حلیف حضرت ضمرہ۔

بنی عوف

بنی عوف بن خزرج کی شاخ بنی سالم پھر ان کی شاخ بنی مالک بن عجلان بن زید بن غنم بن سالم سے پانچ افراد شہید ہوئے: حضرت نوفل بن عبداللہ، حضرت عباس بن عبادہ بن نضلہ بن مالک بن عجلان، حضرت نعمان بن مالک بن ثعلبہ بن فہر بن غنم بن سالم، حضرت مجذر بن ذیاد۔ یہ قبیلہ بلی سے ان کے حلیف ہیں اور حضرت عبادہ بن حسحاس۔

حضرات نعمان بن مالک، مجذر اور عبادہ کو ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا۔

ساتھ) بن غزیہ ہے، اس میں صرف ان لوگوں نے اختلاف کیا ہے جو حضرت ابن اسحاق کے اس قول کی طرف توجہ نہیں کرتے کہ ان کا نام زید بن غزیہ بن عمرو ہے اور ان کا تعلق قبیلہ خزرج سے ہے اور اول الذکر کا تعلق قبیلہ اوس سے ہے اور اول الذکر کے بارے میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ ابوحیہ یاء کے ساتھ ہے۔ واللہ اعلم۔

بنی حبلی

بنی حبلی سے ایک شخص حضرت رفاعہ بن عمرو۔

بنی سلمہ

بنی سلمہ کی شاخ بنی حرام سے چار افراد شہید ہوئے: حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام بن ثعلبہ بن حرام، حضرت عمرو بن جموح بن زید بن حرام۔ ان دونوں کو ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا۔

حضرت خلاد بن عمرو بن جموح بن زید بن حرام اور حضرت ایمن مولی عمرو بن جموح۔

بنی سواد

بنی سواد بن غنم سے تین افراد: حضرت سلیم بن عمرو بن حدیدہ اور ان کے آزاد کردہ غلام حضرت عنترہ، اور حضرت سہل بن قیس بن حدیدہ بن قین۔

بنی زریق

بنی زریق بن عامر سے دو شخص: حضرت ذکوان بن عبد قیس اور حضرت عبید بن معلّٰی بن ذکوان۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: عبید بن معلّٰی بنی حبیب سے ہیں۔

شہداء کی تعداد

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کی معیت میں شہید ہونے والے پینسٹھ مہاجرین وانصار ہیں، رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

بنی معاویہ

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: وہ ستر شہداء جن کا ہم نے ذکر کیا ہے ان میں سے جن کا حضرت ابن اسحاق نے ذکر نہیں کیا وہ یہ ہیں: قبیلہ اوس کی شاخ بنی معاویہ بن مالک سے حضرت مالک بن نمیلہ۔ یہ قبیلہ مزینہ سے ان کے حلیف تھے۔

حنہ نون کے ساتھ دیر حنہ ہے جو ملک شام کا ایک مشہور کلیسا تھا اور حنہ حضرت مریم بنت عمران کی ماں تھیں اور خنہ خاء منقوطہ کے ساتھ قاضی یحییٰ بن اکثم کی بیٹی اور فقیہ محمد بن نصر مروزی کی ماں تھیں اور جنہ جیم

بنی خطمہ

خطمہ کا نام عبداللہ بن جشم بن مالک بن اوس ہے۔ بنی خطمہ سے حضرت حارث بن عدی بن خرشہ بن امیہ بن عامر بن خطمہ۔

بنی خزرج

بنی خزرج کی شاخ بنی سواد بن مالک سے حضرت مالک بن ایاس۔

بنی عمرو

بنی عمرو بن مالک بن نجار سے حضرت ایاس بن عدی۔

بنی سالم

بنی سالم بن عوف سے حضرت عمرو بن ایاس رضی اللہ عنہم۔

غزوۂ احد میں مشرکین کے مقتول

بنی عبدالدار

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: غزوۂ احد میں قریش کی شاخ بنی عبدالدار بن قصی جو اصحاب اللواء تھے، سے گیارہ مشرکین قتل ہوئے:

(1) طلحہ بن ابی طلحہ۔ ابوطلحہ کا نام عبداللہ بن عبدالعزیٰ بن عثمان بن عبدالدار ہے۔ اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(2) ابوسعید بن ابوطلحہ۔ اسے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(3) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: عثمان بن ابی طلحہ۔ اسے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(4-5) مسافع بن طلحہ اور جلاس بن طلحہ۔ ان دونوں کو حضرت عاصم بن ثابت بن ابی الاقلح رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

کے ساتھ غیر معروف ہے سوائے ابو جنہ کے۔ یہ شاعر ذوالرمۃ کا ماموں تھا، یہ ابن ماکولا کا قول ہے۔

حضرت ابن اسحاق نے شہدائے احد کے ضمن میں عبداللہ بن سلمہ عجلانی کا ذکر کیا ہے۔ الاصل میں

(6-7) کلاب بن طلحہ اور حارث بن طلحہ۔ ان دونوں کو بنی ظفر کے حلیف حضرت قزمان رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کلاب کو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(8) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: ارطاۃ بن عبد شرحبیل بن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار۔ اسے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(9) ابو یزید بن عمیر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار، اسے قزمان نے قتل کیا۔

(10) ابو یزید کا حبشی غلام صؤاب۔ اسے بھی قزمان نے قتل کیا۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے قتل کیا اور ایک قول یہ بھی ہے کہ اسے حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(11) حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: قاسط بن شریح بن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار۔ اسے قزمان نے قتل کیا۔

بنی اسد

بنی اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی سے ایک شخص عبداللہ بن حمید بن زہیر بن حارث بن اسد۔ اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

بنی زہرہ

بنی زہرہ بن کلاب سے دو آدمی قتل ہوئے:

(1) ابوالحکم بن اخنس بن شریق بن عمرو بن وہب ثقفی۔ یہ بنی زہرہ کا حلیف تھا۔ اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(2) سباع بن عبدالعزیٰ۔ عبدالعزیٰ کا نام عمرو بن نضلہ بن غبشان بن سلیم بن ملکان بن افصی ہے۔ یہ بنی خزاعہ سے ان کا حلیف تھا۔ اسے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

اور الاصول الصحاح میں حضرت ابن ہشام کی روایت کے مطابق یہ لام کے فتحہ کے ساتھ سَلَمہ ہے۔ جبکہ دار قطنی نے اسے لام کے کسرہ کے ساتھ سَلِمہ ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حضرت ابن اسحاق سے

بنی مخزوم

بنی مخزوم بن یقظہ سے چار آدمی قتل ہوئے:

(1) ہشام بن ابی امیہ بن مغیرہ۔ اسے قزمان نے قتل کیا۔

(2) ولید بن عاص بن ہشام بن مغیرہ۔ اسے بھی قزمان نے قتل کیا۔

(3) ابوامیہ بن ابی حذیفہ بن مغیرہ۔ اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(4) خالد بن اعلم۔ یہ ان کا حلیف تھا، اسے قزمان نے قتل کیا۔

بنی جمح

بنی جمح بن عمرو سے دو شخص قتل ہوئے:

(1) عمرو بن عبداللہ بن عمیر بن وہب بن حذافہ بن جمح۔ یہ عزہ کا باپ تھا، اسے رسول اللہ ﷺ نے حالت اسیری میں قتل کیا۔

(2) ابی بن خلف بن وہب بن حذافہ بن جمح۔ یہ بھی رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں قتل ہوا۔

بنی عامر

بنی عامر بن لوی سے دو شخص قتل ہوئے:

(1) عبیدہ بن جابر۔

(2) شیبہ بن مالک بن مضرب۔ ان دونوں کو قزمان نے قتل کیا۔

حضرت ابن ہشام نے فرمایا: یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عبیدہ بن جابر کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

مشرکین کے مقتولوں کی تعداد

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا: غزوۂ احد میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے بائیس مشرک ہلاک کیئے۔

حضرت ابراہیم بن سعد کی روایت ہے۔ اسی طرح ابوعمر نے بھی ذکر کیا ہے کہ یہ حضرت ابراہیم بن سعد کی روایت ہے۔ واللہ اعلم

غزوۂ احد کے متعلق کہے گئے اشعار

ہبیرہ کے اشعار

علامہ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: احد کے روز کہے جانے والے اشعار میں سے ایک ہبیرہ بن ابی وہب بن عمرو بن عائذ بن عبد بن عمران بن مخزوم کے اشعار ہیں۔ ابن ہشام نے عائذ بن عمران بن مخزوم ذکر کیا ہے:

مَا بَالُ هَمٍّ عَمِيدٍ بَاتَ يَطْرُقُنِي　　بِالْوُدِّ مِنْ هِنْدَ اِذْ تَعْدُو عَوَادِيهَا

"اس پُر از درد والم غم کا کیا حال پوچھتے ہو جو ہند سے محبت کے سبب (پیدا ہوا اور) رات بھر مجھے اس وقت جگا تا رہا جب اس کی مصروفیات حد سے تجاوز کر رہی تھیں"۔

بَاتَتْ تُعَاتِبُنِي هِنْدٌ وَ تَعْذِلُنِي　　وَالْحَرْبُ قَدْ شُغِلَتْ عَنِّي مَوَالِيهَا

"ہند رات بھر مجھے عتاب اور ملامت کرتی رہی حالانکہ جنگ کے ذمہ دار میری طرف سے بالکل غافل رہے تھے"۔

مَهْلًا فَلَا تَعْذِلِينِي اِنَّ مِنْ خُلُقِي　　مَا قَدْ عَلِمْتِ وَ مَا اِنْ لَسْتُ اُخْفِيهَا

"(اے ہند!) ذرا ٹھہر، مجھے ملامت نہ کر بے شک میرا اخلاق وہی ہے جس کا تجھے علم ہے اور جسے میں چھپانا بھی نہیں چاہتا"۔

مُسَاعِفٌ لِبَنِي كَعْبٍ بِمَا كَلِفُوا　　حَمَّالُ عِبْءٍ وَ اَثْقَالٍ اُعَانِيهَا

"بنی کعب جس چیز کے عادی ہیں اس میں میں ان کا فرمانبردار ہوں، میں بڑی بڑی مشکل ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھانے والا اور ان کی مشقت برداشت کرنے والا ہوں"۔

وَ قَدْ حَمَلْتُ سِلَاحِي فَوْقَ مُشْتَرِفٍ　　سَاطٍ سَبُوحٍ اِذَا تَجْرِي يُبَارِيهَا

"اور میں نے اپنے ہتھیار ایک ایسے گھوڑے پر لاد رکھے ہیں جس کا حسن قابل ہے، لمبے قدم اٹھا کر چلنے والا ہے، تیراک ہے اور جب دوڑتا ہے تو آگے بڑھنے کی کوشش کرتا ہے"۔

غزوۂ احد کے متعلق اشعار کی تشریح

ہم نے یہ طے کر رکھا ہے کہ ہم کفار اور ان لوگوں کے اشعار کی تشریح سے اعراض کریں گے جو نبی کریم ﷺ کے ساتھ جنگ کرنے پر فخر کرنے والے ہیں۔ سوائے ان شعراء کے جو ان میں سے

كَاَنَّهٗ اِذْ جَرٰى عَيْرٌ بِفَدْ فَدَةٍ مُكَدَّمٌ لَاحِقٌ بِالْعُوْنِ يَحْمِيْهَا
"جب حمار وحشی کھلے جنگل میں دوڑتے ہیں تو (یوں لگتا ہے) گویا اسے دانتوں سے کاٹا گیا ہے اور ان کی جماعت کو آلیتا ہے اور انہیں آگے بڑھنے سے روک دیتا ہے"۔

مِنْ آلِ اَعْوَجَ يَرْتَاحُ النَّدِيُّ لَهٗ كَجِذْعِ شَعْرَاءَ مُسْتَعْلٍ مَرَاقِيْهَا
"(یہ گھوڑا عرب کے مشہور ترین گھوڑے) اعوج کی نسل سے ہے جسے دیکھ کر ساری مجلس خوشی سے جھومنے لگتی ہے گویا وہ گھنے کھجور کے درخت کا تنا ہے جس کی ٹہنیاں بہت اونچی ہوں"۔

اَعْدَدْتُهٗ وَ رُقَاقَ الْحَدِّ مُنْتَخَلًا وَ مَارِنًا لِخُطُوْبٍ قَدْ اُلَاقِيْهَا
"میں نے اس گھوڑے کو، ایک منتخب تیز دھار پتلی تلوار کو اور ایک لچکدار نیزے کو ان حوادث کے لئے تیار کر رکھا ہے جن سے میں کبھی دوچار ہو سکتا ہوں"۔

هٰذَا وَ بَيْضَاءَ مِثْلَ النِّهْيِ مُحْكَمَةً نِيْطَتْ عَلَيَّ فَمَا تَبْدُوْ مَسَاوِيْهَا
اس کے ساتھ ساتھ میں نے ایک نہایت مضبوط زرہ بھی (تیار کر رکھی ہے) جو حوض کی طرح ہے، میرے جسم پر چسپاں ہو جاتی ہے، اس میں بڑے بڑے سوراخوں کا نقص موجود نہیں۔

سُقْنَا كِنَانَةَ مِنْ اَطْرَافِ ذِيْ يَمَنٍ عُرْضَ الْبِلَادِ عَلٰى مَا كَانَ يُزْجِيْهَا
"ہم بنی کنانہ کو اہل یمن کے گردونواح سے کھینچ کر ان بلاد کی وسعت میں لے آئے جوان کو پہلے کھینچے چلی آ رہی تھی"۔

قَالَتْ كِنَانَةُ اَنّٰى تَذْهَبُوْنَ بِنَا قُلْنَا النُّخَيْلَ فَاَمُّوْهَا وَ مَنْ فِيْهَا
"بنی کنانہ نے پوچھا: تم ہمیں کہاں لے جا رہے ہو؟ ہم نے کہا ہم تمہیں نخیل (مدینہ طیبہ) لئے جا رہے ہیں پس تم وہاں کا اور وہاں کے رہنے والوں کا قصد رکھو"۔

نَحْنُ الْفَوَارِسُ يَوْمَ الْجَرِّ مِنْ اُحُدٍ هَابَتْ مَعَدٌّ فَقُلْنَا نَحْنُ نَاْتِيْهَا
"احد پہاڑ کے دامن میں جنگ کے روز ہم ہی شہسوار تھے۔ ہم نے کہا ہم آتے ہیں تو قبیلہ معد تھرا گیا"۔

هَابُوْا ضِرَابًا وَ طَعْنًا صَادِقًا خَذِمًا مِمَّا يَرَوْنَ وَ قَدْ ضُمَّتْ قَوَاصِيْهَا
"جب وہ ہماری شمشیر زنی اور نیزہ بازی دیکھ رہے تھے جس سے جسموں کے ٹکڑے ٹکڑے

ایمان لے آئے لیکن ہبیرہ کے اشعار میں دو ایسے شعر ہیں جو اس کے مذکورہ اشعار اس وجہ سے میں نے ان کا ذکر کیا ہے اور وہ یہ ہیں:

ہو رہے تھے تو وہ کانپ گئے حالانکہ ان کے دور و نزدیک کے بکھرے ہوئے لوگ اکٹھے ہو گئے''۔

ثُمَّتَ رُحْنَا كَأَنَّا عَارِضٌ بَرِدٌ ‏ وَ قَامَ هَامُ بَنِي النَّجَّارِ يَبْكِيهَا

''پھر ہم شام کے وقت حملہ آور ہوئے گویا ہم ایک ژالہ بار بادل تھے اور حالت یہ تھی کہ بنی نجار کے طائر مرگ ان کا ماتم کر رہے تھے''۔

كَأَنَّ هَامَهُمُ عِنْدَ الْوَغٰى فِلَقٌ ‏ مِنْ قَيْضِ رُبْدٍ نَفَتْهُ عَنْ اَدَاحِيهَا

''جنگ کے وقت ان کی کھوپڑیاں ایسی تھی گویا وہ شتر مرغ کے انڈوں کے چھلکے ہیں جنہیں شتر مرغ نے اپنے گھونسلوں سے باہر پھینک دیا ہو''۔

أَوْ حَنْظَلٌ ذَعْذَعَتْهُ الرِّيحُ فِي غُصُنٍ ‏ بَالٍ تَعَاوَرَهُ مِنْهَا سَوَافِيهَا

''یا (گویا وہ کھوپڑیاں) حنظل (اندرائن کے پھل) ہیں جنہیں ہوا ایک ایسی پرانی شاخ میں حرکت دے رہی ہو جس پر مسلسل گرد و غبار اڑانے والی ہوا چل رہی ہو''۔

قَدْ نَبْذُلُ الْمَالَ سَحًّا لَا حِسَابَ لَهُ ‏ وَ نَطْعَنُ الْخَيْلَ شَزْرًا فِي مَآقِيهَا

''کبھی تو ہم اتنا مال و دولت بہا رہے ہوتے ہیں جس کا کوئی حساب نہیں اور کبھی دشمن کے گھوڑوں کی آنکھوں کے گوشوں میں دائیں بائیں سے نیزے مار رہے ہوتے ہیں''۔

وَ لَيْلَةٍ يَصْطَلِي بِالْفَرْثِ جَازِرُهَا ‏ يَخْتَصُّ بِالنَّقَرٰى الْمُثْرِينَ دَاعِيهَا

''بہت سی ایسی راتیں ہیں جن میں ان گھوڑوں کو ذبح کرنے والے گوبر کی آگ تاپ رہے تھے اور آگ تاپنے کی دعوت دینے والا صرف دولتمندوں کو دعوت خاص دے رہا تھا''۔

وَ لَيْلَةٍ مِنْ جُمَادٰى ذَاتِ اَنْدِيَةٍ ‏ جَرْبَا جُمَادِيَّةٍ قَدْ بِتُّ اَسْرِيهَا

''اور بہت سی پانی جم جانے کے موسم کی بوندا باندی والی ماہ جمادی کی راتیں بھی تھیں جن میں سخت تکلیف دہ کہر والی سردی پڑ رہی تھی ان راتوں کو میں نے سفر کرتے ہوئے بسر کیا''۔

وَ لَيْلَةٍ يَصْطَلِي بِالْفَرْثِ جَازِرُهَا ‏ يَخْتَصُّ بِالنَّقَرٰى الْمُثْرِينَ دَاعِيهَا

''بہت سی ایسی راتیں ہیں جن میں ان گھوڑوں کو ذبح کرنے والے گوبر کی آگ تاپ رہے تھے اور آگ تاپنے کی دعوت دینے والا صرف دولتمندوں کو ہی دعوت خاص دے رہا تھا''۔

فِي لَيْلَةٍ مِنْ جُمَادٰى ذَاتِ اَنْدِيَةٍ ‏ جَرْبَا جُمَادِيَّةٍ قَدْ بِتُّ اَسْرِيهَا

''ان راتوں میں جو پانی جم جانے کے موسم کی بوندا باندی والی ماہ جمادی کی راتیں تھیں جن میں سخت تکلیف دہ کہر والی سردی پڑ رہی تھی، ان راتوں کو میں نے سفر کرتے ہوئے بسر کیا''۔

لَا يَنْبَحُ الْكَلْبُ فِيهَا غَيْرَ وَاحِدَةٍ مِنَ الْقَرِيسِ وَ لَا تَسْرِيْ اَفَاعِيْهَا

"ان راتوں میں برفانی سردی کی وجہ سے اکا دکا کتے کے سوا کوئی کتا بھی نہیں بھونکتا تھا اور سانپ بھی (بلوں سے باہر نکل کر) نہیں چلتے تھے"۔

اَوْ قَدْتُ فِيهَا لِذِى الضَّرَّاءِ جَاحِمَةً كَالْبَرْقِ ذَاكِيَةَ الْاَرْكَانِ اَحْمِيْهَا

"ایسی ہی راتوں میں میں نے تنگدستوں اور حاجتمندوں کے لئے بجلی کی طرح بھڑکتی ہوئی آگ روشن کی جو گرد و نواح کو روشن کر رہی تھی اور میں اس کی نگہبانی کر رہا تھا"۔

اَوْرَثَنِيْ ذَاكُمْ عَمْرٌو وَّ وَالِدُهٗ مِنْ قَبْلِهٖ كَانَ بِالْمَثْنٰى يُغَالِيْهَا

"یہ چیز مجھے عمرو نے ورثے میں دی ہے اور اس سے پہلے اس کا باپ اس آگ کو (لوگوں کے نفع کے لئے) بھڑکایا کرتا تھا"۔

كَانُوْا يُبَارُوْنَ اَنْوَاءَ النُّجُوْمِ فَمَا دَنَّتْ عَنِ السُّوْرَةِ الْعُلْيَا مَسَاعِيْهَا

"وہ لوگ (عمرو اور اس کا قبیلہ) بارش والے ستاروں کا مقابلہ کرتے تھے اور اعلیٰ مرتبہ کے حصول کے لئے ان کی کوشش میں کوتاہی نہیں ہوتی تھی"۔

ہبیرہ کے جواب میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے کہا حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ان اشعار کا جواب دیا فرمایا:

سُقْتُمْ كِنَانَةَ جَهْلًا مِّنْ سَفَاهَتِكُمْ اِلَى الرَّسُوْلِ فَجُنْدُ اللّٰهِ مُخْزِيْهَا

"اپنی بے وقوفی کی وجہ سے حقیقت حال کو نہ جان کر تم بنی کنانہ کو رسول اللہ ﷺ کے

شاعر کے قول یَصْطَلِیْ بِالْفَرْثِ سے مراد یہ ہے کہ وہ سردی کی شدت سے بچنے کے لئے گوبر کی آگ کے ساتھ گرمی حاصل کر رہا تھا۔

ندی کی جمع اور مہینوں کے اسماء

شاعر کا قول ہے: يَخْتَصُّ بِالنَّقْرَى الْمُثْرِيْنَ۔ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ صرف اغنیاء کو دعوت دے رہا تھا تاکہ ان سے بدلہ کا مطالبہ کرے اور ان سے کھانا کھائے۔ شاعر زمانے کی ناگفتہ بہ حالت بیان کر رہا ہے۔ یہ معنی یعقوب نے الالفاظ میں بیان کیا ہے اور انہوں نے ان دونوں کو ہذلی کی طرف منسوب کیا ہے۔ اسی طرح ابن ہشام نے بھی کہا ہے کہ یہ دونوں شعر ہبیرہ کے نہیں ہیں۔ انہوں نے انہیں عمرو صاحب کلب ہذلی کی بہن جنوب کی طرف منسوب کیا ہے۔

مقابلہ میں لے آئے۔ آخر کار اللہ کا لشکر اسے ذلیل ورسوا کرنے والا ہے"۔

اَرْدَتْمُوْهَا حِيَاضَ الْمَوْتِ ضَاحِيَةً فَالنَّارُ مَوْعِدُهَا وَالْقَتْلُ لَاقِيْهَا

"تم نے انہیں لے کر صبح سویرے موت کے حوضوں کا قصد کیا۔ پس آتش جہنم ان کا مقامِ موعود بنی اور قتل ان کا استقبال کرنے والا تھا"۔

جَمَعْتُمُوْهَا اَحَابِيْشًا بِلَا حَسَبٍ اَئِمَّةَ الْكُفْرِ غَرَّتْكُمْ طَوَاغِيْهَا

"تم نے مختلف قبیلوں کے بدکردار لوگ جمع کیے جو کفر کے امام ہیں جن کے سرکش لوگوں نے تمہیں دھوکا دیا"۔

اَلَا اعْتَبَرْتُمْ بِخَيْلِ اللّٰهِ اِذْ قَتَلَتْ اَهْلَ الْقَلِيْبِ وَ مَنْ اَلْقَيْنَهُ فِيْهَا

"تمہیں اللہ کے شہسواروں سے عبرت کیوں نہ حاصل ہوئی جب انہوں نے اصحابِ قلیب بدر اور ان لوگوں کو قتل کیا تھا جنہیں انہوں نے اس کنویں میں پھینکا تھا"۔

كَمْ مِنْ اَسِيْرٍ فَكَكْنَاهُ بِلَا ثَمَنٍ وَ جَزِّ نَاصِيَةٍ كُنَّا مَوَالِيْهَا

"کتنے ہی قیدی تھے جنہیں ہم نے بغیر کسی قیمت کے اور بغیر اس کی پیشانی کے بال کاٹے رہا کر دیا تھا جس کے ہم احسان مند تھے"۔

علامہ ابن ہشام نے کہا یہ اشعار مجھے ابوزید انصاری نے کعب بن مالک کی طرف منسوب

شاعر کا قول ہے: ذَاتِ اَنْدِيَة۔ یہ خلاف قیاس ندی کی جمع ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ جمع کی جمع ہے یا ندی کی جمع نداء ہے جیسے جَمَل کی جمع جِمَال ہے پھر جمع الجمع اَفْعِلَة کے وزن پر ہے۔ یہ بعید از قیاس ہے کیونکہ جمع کثرت کی جمع نہیں آتی اور فِعَال جمع کثرت کے اوزان میں سے ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اندیہ نَدِیّ کی جمع ہے جس کا معنی مجلس ہے لیکن یہ قول شعر کے معنی کے موافق نہیں بلکہ یہ جمع اَفْعِلَة کے وزن پر آئی ہے کیونکہ یہ اَلْاَهْوِيَة (ہوائیں) اور اَلْاَشْتِيَة (موسم ہائے سرما) وغیرہ کے معنی میں ہے اور اس سے بھی بڑھ کر یہ لفظ اَلرَّذَاذ (پھوہار) اور الرَّشَاش (چھینٹا) کے معنی کے زیادہ قریب ہے اور ان دونوں کی جمع اَفْعِلَة کے وزن پر ہی آتی ہے۔ جُمَادٰی سے مراد ماہِ جمادی ہے۔ اس مہینے کا یہ نام پانی کے جم جانے کے زمانہ میں رکھا گیا پھر یہ مہینہ چاندوں کے ساتھ اور موسم میں منتقل ہو گیا لیکن اس کا یہ نام باقی ہے اگرچہ یہ مہینہ موسم گرما اور سخت گرمی میں آئے۔ اسی طرح ان عربی مہینوں کے اکثر نام شمسی سال کے مختلف احوال سے ماخوذ کیے گئے ہیں پھر وہ نام ان کے ساتھ لازم ہو گئے ہیں اگرچہ وہ ان اوقات سے نکل بھی جائیں۔

کرتے ہوئے سنائے۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: ہبیرہ بن ابی وہب اپنے جس شعر میں یہ کہتا ہے:

وَ لَیْلَۃٍ یَصْطَلِیْ بِالْفَرْثِ جَازِرُھَا   یَخْتَصُّ بِالنَّقْرٰی الْمُثْرِیْنَ دَاعِیْھَا

اس کے متعلق یہ بھی مروی ہے کہ یہ عمرو صاحب کلب ہذلی کی بہن جنوب کے ان اشعار میں سے ایک ہے جو اس نے یوم احد کے علاوہ کسی اور واقعہ کے بارے میں کہے۔

ہبیرہ کے جواب میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے کہا: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے بھی ہبیرہ بن ابی وہب کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

اَلَا ھَلْ اَتٰی غَسَّانَ عَنَّا وَ دُوْنَھُمْ   مِنَ الْاَرْضِ خَرْقٌ سَیْرُہٗ مُتَنَعْنِعُ

"سنو! بے شک ہمارے اور بنی غسان کے درمیان اتنا وسیع جنگل حائل ہے جس میں ہوا تیز چلتی ہے اور اس کا سفر بھٹکا دینے والا ہے"۔

صَحَارٍ وَّ اَعْلَامٌ کَاَنَّ قَتَامَھَا   مِنَ الْبُعْدِ نَقْعٌ ھَامِدٌ مُتَقَطِّعُ

"ایسے صحرا اور بلند پہاڑ (حائل ہیں) جن کا سیاہی مائل رنگ دوری کی وجہ سے یوں معلوم ہوتا ہے گویا جما ہوا ساکن گرد وغبار ہے"۔

تَظَلُّ بِهِ الْبُزْلُ الْعَرَا مِیْسُ رُزَّحًا   وَ یَخْلُوْ بِهٖ غَیْثُ السِّنِیْنَ فَیُمْرِعُ

"وہاں قوی سے قوی اونٹ بھی نڈھال ہو کر گر پڑتے ہیں اور بارش وہاں سے ہر سال نکل جاتی ہے کہ وہ انہیں سیراب کرے"۔

بِهٖ جِیَفُ الْحَسْرٰی یَلُوْحُ صَلِیْبُھَا   کَمَا لَاحَ کَتَّانُ التِّجَارِ الْمُوَضَّعُ

"وہاں حسرت زدہ لوگوں کی متعفن لاشوں کی چربی اس طرح چمکتی ہے جس طرح تاجروں کا منقش ریشمی کپڑا چمکتا ہے"۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار کی تشریح

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے اشعار کا ذکر کیا جن میں وہ ہبیرہ کا جواب دیتے ہیں۔ ان میں پہلا شعر ہے: اَلَا ھَلْ اَتٰی غَسَّانَ۔ آپ نے غزوۂ بدر کے متعلق ایک قصیدہ کی ابتداء بھی انہی الفاظ سے کی، فرمایا اَلَا ھَلْ اَتٰی غَسَّانَ فِیْ نَأْیِ دَارِھَا۔ آپ بنی غسان کا ذکر اس لئے کرتے ہیں

بِهِ الْعِيْنُ وَالْآرَامُ يَمْشِيْنَ خِلْفَةً وَ بَيْضُ نَعَامٍ قَيْضُهُ يَتَقَلَّعُ

"وہاں نیل گائیں اور سفید ہرن قطار در قطار چلتے ہیں اور شتر مرغ کے انڈوں کے چھلکے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بکھرے پڑے ہیں"۔

مُجَالِدُنَا عَنْ دِيْنِنَا كُلُّ فَخْمَةٍ مُدَرَّبَةٍ فِيْهَا الْقَوَانِسُ تَلْمَعُ

"ہمارے دین کے کوڑے (محافظ) ماہرین جنگ کا ہر لشکر عظیم ہے جس میں سفید خودوں کی چوٹیاں چمکتی ہیں"۔

وَ كُلُّ صَمُوْتٍ فِي الصِّوَانِ كَأَنَّهَا إِذَا لُبِسَتْ نِهْيٌ مِّنَ الْمَاءِ مُتْرَعُ

اور (جس میں ہر لشکری کے پاس) حفاظت کے لئے ایسی تنگ بنی ہوئی مضبوط زرہ ہے کہ جب وہ پہنی جاتی ہے تو (جسم پر اس طرح چسپاں ہو جاتی ہے) گویا پانی سے بھرا تالاب ہے۔

وَ لٰكِنْ بِبَدْرٍ سَائِلُوْا مَنْ لَقِيْتُمُ مِنَ النَّاسِ وَالْأَنْبَاءُ بِالْغَيْبِ تَنْفَعُ

"لیکن ذرا پوچھو تو سہی کہ بدر میں تم کو کن لوگوں سے واسطہ پڑا تھا جبکہ غیب کی خبریں فائدہ پہنچا رہی تھیں"۔

وَ إِنَّا بِأَرْضِ الْخَوْفِ لَوْ كَانَ أَهْلُهَا سِوَانَا لَقَدْ أَجْلَوْا بِلَيْلٍ فَأَقْشَعُوْا

"اور ہم ایسے میدانِ خوف و خطر میں تھے کہ اگر ہمارے علاوہ دوسرے لوگ ہوتے تو ایک رات میں ہی جلا وطن ہو جاتے اور ذلیل و رسوا ہو کر بھاگ جاتے"۔

إِذَا جَاءَ مِنَّا رَاكِبٌ كَانَ قَوْلُهُ أَعِدُّوْا لِمَا يُزْجِي ابْنُ حَرْبٍ وَ يَجْمَعُ

"جب ہمارا کوئی سوار آتا تو اس کا یہی قول ہوتا کہ ابوسفیان بن حرب جو سامان فراہم کر رہا ہے اور لشکر جمع کر رہا ہے اس کے مقابلہ میں خوب تیاری کرو"۔

فَمَهْمَا يُهِمُّ النَّاسَ مِمَّا يَكِيْدُنَا فَنَحْنُ لَهُ مِنْ سَائِرِ النَّاسِ أَوْسَعُ

"تو جب بھی ابوسفیان ہمارے خلاف خفیہ تدبیروں سے لوگوں کی ہمت بڑھاتا تو ہم اس کے مقابلہ کے لئے تمام لوگوں سے زیادہ وسیع پیمانے پر تیاری کرتے"۔

فَلَوْ غَيْرُنَا كَانَتْ جَمِيْعًا تَكِيْدُهُ الْبَرِيَّةُ قَدْ أَعْطَوْا يَدًا وَ تَوَزَّعُوْا

کہ وہ انصار کے چچا زاد ہیں اور انصار حارثہ بن عمرو بن عامر کی اولاد ہیں اور جو شام میں ہیں وہ جفنہ بن عمرو بن عامر کی اولاد ہیں۔ یہ سب غسان ہیں کیونکہ غسان ایک چشمہ ہے جس سے انہوں نے یمن سے کوچ کرتے وقت پانی پیا۔ اس سے ان کا نام غسان پڑ گیا۔

"جب ساری مخلوق اپنی تدابیر سے شکست دینے کے لئے اکٹھی ہوگئی تو اگر ہمارے سوا کوئی اور لوگ ہوتے تو وہ ہار مان جاتے اور ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے"۔

نُجَالِدُ لَا تَبْقٰی عَلَیْنَا قَبِیْلَةٌ مِنَ النَّاسِ اِلَّا اَنْ یُّهَابُوْا وَ یُفْظَعُوْا

"ہم جب مقابلہ کرتے ہیں تو لوگوں کا کوئی قبیلہ ایسا نہیں بچتا جو ہم سے ہیبت زدہ ہو کر بوکھلا نہ جائے"۔

وَ لَمَّا ابْتَنَوْا بِالْعِرْضِ قَالَ سَرَاتُنَا عَلَامَ اِذَا لَمْ نَمْنَعِ الْعِرْضَ نَزْرَعُ

"اور جب ان لوگوں نے مقام عرض میں خیمے لگائے تو ہمارے سربرآوردہ لوگوں نے کہا کہ جب ہم اپنی عرض (عزت) کی حفاظت نہیں کریں گے تو کس طرح پھل پھول سکیں گے"۔

وَ فِیْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ نَتْبَعُ اَمْرَهٗ اِذَا قَالَ فِیْنَا الْقَوْلَ لَا نَتَطَلَّعُ

"اور ہمارے درمیان اللہ تعالیٰ کے رسول (ﷺ) موجود ہیں جن کے حکم کی ہم پیروی کرتے ہیں، جب وہ ہمارے بارے میں کوئی ارشاد فرماتے ہیں تو ہم احترام واجلال سے نظر بھی نہیں اٹھاتے"۔

تَدَلّٰی عَلَیْهِ الرُّوْحُ مِنْ عِنْدِ رَبِّهٖ یُنَزَّلُ مِنْ جَوِّ السَّمَاءِ وَ یُرْفَعُ

"حضور پر آپ کے پروردگار کی طرف سے روح القدس اترتے ہیں جو فضائے آسمانی سے اتارے پھر اوپر بلائے جاتے ہیں"۔

نُشَاوِرُهٗ فِیْمَا نُرِیْدُ وَ قَصْرُنَا اِذَا مَا اشْتَهٰی اَنَّا نُطِیْعُ وَ نَسْمَعُ

"ہم جس کام کا ارادہ کرتے ہیں اس میں حضور ﷺ سے صلاح و مشورہ کرتے ہیں اور پھر ہمارے اس کام کی انتہا یہ ہوتی ہے کہ جو آپ کی مرضی اور خواہش ہوتی ہے ہم اسے نہایت توجہ سے سن کر اس کی اطاعت کرتے ہیں۔

وَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَمَّا بَدَوْا لَنَا ذَرُوْا عَنْکُمْ هَوْلَ الْمَنِیَّاتِ وَاطْمَعُوْا

"جب دشمن ہمارے سامنے آئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا موتوں کا خوف اپنے آپ سے دور کر دو اور موتوں کی خواہش کرو"۔

وَ کُوْنُوْا کَمَنْ یَّشْرِی الْحَیَاةَ تَقَرُّبًا اِلٰی مَلِیْكٍ یُّحْیِهَا لَدَیْهِ وَ یُرْجَعُ

شاعر کا قول ہے: سَیْرُهٗ مُتَتَعْتِعٌ اس کا معنی ہے کہ اس کا سفر اضطراب میں ڈالنے والا ہے اور اَلْعَرَامِسُ عِرْمِس کی جمع ہے، چلنے میں طاقتور اونٹنی کو کہتے ہیں۔

شاعر کا قول ہے: قَیْضُهٗ یَتَفَلَّعُ۔ یتفلع کا معنی ہے ٹکڑے ٹکڑے ہونا اور قیض انڈوں کے ٹکڑوں کو کہتے ہیں اور اَلْقَوَانِسُ قونس کی جمع ہے جس کا معنی ہے خود۔

"اور اس شخص کی طرح ہو جاؤ جو اپنی زندگی اس بادشاہ کا قرب حاصل کرنے کے لئے بیچ دیتا ہے جس کی بارگاہ میں انسان کو زندہ کر کے لوٹایا جائے گا"۔

وَ لٰكِنْ خُذُوْا اَسْيَافَكُمْ وَ تَوَكَّلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِنَّ الْاَمْرَ لِلّٰهِ اَجْمَعُ

"لیکن اپنی تلواروں کو سنبھال لو اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو، بے شک تمام امور اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تابع ہیں"۔

فَسِرْنَا اِلَيْهِمْ جَهْرَةً فِيْ رِحَالِهِمْ ضُحَيًّا عَلَيْنَا الْبِيْضُ لَا نَتَخَشَّعُ

"چنانچہ ہم دن چڑھے اپنے خودوں میں لیس ان کے کجاوں کا رخ کرتے ہوئے ڈنکے کی چوٹ پر ان کی طرف چل دیے اور ہمیں کوئی خوف نہ تھا"۔

بِمَلْمُوْمَةٍ فِيْهَا السَّنَوَّرُ وَالْقَنَا اِذَا ضَرَبُوْا اَقْدَامَهَا لَا تَوَرَّعُ

"ایک ایسے مجتمع لشکر کے ساتھ (چلے) جو ہتھیاروں اور نیزوں سے لیس تھا، جب وہ چلتا تھا تو اپنے قدموں کو بالکل نہیں روکتا تھا"۔

فَجِئْنَا اِلٰى مَوْجٍ مِّنَ الْبَحْرِ وَسْطَهٗ اَحَابِيْشُ مِنْهُمْ حَاسِرٌ وَ مُقَنَّعُ

"آخر کار ہم سمندر کی ایک موج (لشکر کفار) کے درمیان گھس گئے جن میں مختلف قبیلوں کے گھٹیا لوگ تھے جن میں سے کچھ بے خود و بے زرہ تھے اور کچھ خود پہنے ہوئے تھے"۔

ثَلَاثَةُ آلَافٍ وَ نَحْنُ نَصِيَّةٌ ثَلَاثُ مِئِيْنَ اِنْ كَثُرْنَا فَاَرْبَعُ

"انکی تعداد تین ہزار تھی اور ہم اپنی قوم کے تین سو سر برآوردہ لوگ تھے، اگر زیادہ تھے تو چار سو تھے"۔

نُغَاوِرُهُمْ تَجْرِي الْمَنِيَّةُ بَيْنَنَا نُشَارِعُهُمْ حَوْضَ الْمَنَايَا وَ نَشْرَعُ

"ہم ان پر اس حالت میں حملہ کر رہے تھے کہ موت ہمارے درمیان دوڑنے لگی، ہم انہیں موتوں کے حوض کا پانی پلا رہے تھے اور خود بھی پی رہے تھے"۔

تَهَادٰى قِسِيُّ النَّبْعِ فِيْنَا وَ فِيْهِمُ وَ مَا هُوَ اِلَّا الْيَثْرِبِيُّ الْمُقَطَّعُ

"درخت نبع کی بنی ہوئی کمانیں ہمارے اندر بھی چل رہی تھیں اور ان کے اندر بھی اور وہ نہیں تھیں مگر یثرب کی بنی ہوئی جو ٹوٹ چکی تھیں"۔

شاعر کا قول ہے: وَ كُلُّ صَمُوْتٍ یعنی وہ زرہ جسے مضبوط بنائی اور پختہ کاریگری کے ذریعے بوجھل بنا دیا جائے اور اَلنِّهْىُ اور النِّهِىُّ کا معنی تالاب ہے۔ اس نام کی وجہ ہے کہ زمین کی بلندی اس کا پانی بہنے سے مانع ہوتی ہے۔ چونکہ سیلاب اس کا ساتھ چھوڑ دیتا ہے اس لئے اسے غدیر کہا جاتا ہے اور زمین اسے روک لیتی ہے اس لئے اسے نہی کہا جاتا ہے۔

وَ مَنجُوفَةٌ حِرْمِيَّةٌ صَاعِدِيَّةٌ يُذَرُّ عَلَيْهَا السُّمُّ سَاعَةَ تُصْنَعُ

''اور حرم کے باشندے صاعد کے ہاتھ کے بنے ہوئے تیر بھی چل رہے تھے جن پر بناتے وقت زہر چھڑکا گیا تھا''۔

تَصُوبُ بِأَبْدَانِ الرِّجَالِ وَ تَارَةً تَمُرُّ بِأَعْرَاضِ الْبِصَارِ تَقَعْقَعُ

''وہ تیر لوگوں کے جسموں میں پیوست ہو رہے تھے اور کبھی چٹانوں کے پہلوؤں کے ساتھ ٹکرا کر آواز پیدا کر رہے تھے''۔

وَ خَيْلٌ تَرَاهَا بِالْفَضَاءِ كَأَنَّهَا جَرَادٌ صَبًا فِي قَرِّهَا يَتَرَيَّعُ

''اور وہ گھوڑے بھی (گر رہے تھے) جو کھلے میدان میں ایسے دکھائی دے رہے تھے گویا وہ موسم سرما کی شرقی ہوا میں اڑنے والی ٹڈیاں ہیں جو آ جا رہی ہیں''۔

فَلَمَّا تَلَاقَيْنَا وَ دَارَتْ بِنَا الرَّحٰى وَ لَيْسَ لِأَمْرٍ حَمَّهُ اللّٰهُ مَدْفَعُ

''پس جب ہم باہم متصادم ہوئے اور جنگ کی چکی ہم پر خوب چلنے لگی اور جو بات اللہ تعالیٰ مقدر کر دے اس سے کوئی مفر نہیں

ضَرَبْنَاهُمْ حَتّٰى تَرَكْنَا سَرَاتَهُمْ كَأَنَّهُمْ بِالْقَاعِ خُشْبٌ مُصَرَّعُ

''تو ہم نے ان پر شمشیر زنی کی یہاں تک کہ ہم نے ان کے سرکردہ لوگوں کو اس حالت میں چھوڑ دیا گویا وہ نشیبی زمین میں بچھاڑی ہوئی لکڑیاں ہیں''۔

لَدُنْ غُدْوَةً حَتّٰى اسْتَفَقْنَا عَشِيَّةً كَأَنَّ ذَكَانَا حَرُّ نَارٍ تَلَفَّعُ

''(یہ شمشیر زنی) صبح کے وقت (شروع ہوئی) یہاں تک کہ ہم نے شام کو ہوش کیا تو ہماری جنگ کی آگ بھڑکتی ہوئی آگ کی حرارت کی مانند تھی''۔

وَ رَاحُوا سِرَاعًا مُوجِفِينَ كَأَنَّهُمْ جَهَامٌ هَرَاقَتْ مَاءَهُ الرِّيحُ مُقْلِعُ

''اور کفار بڑی تیزی سے بھاگنے لگے گویا وہ اکھڑا ہوا بادل ہیں جسکے پانی کو ہوا نے بہا ڈالا ہو''۔

وَ رُحْنَا وَ أُخْرَانَا بِطَاءٌ كَأَنَّنَا أُسُودٌ عَلٰى لَحْمٍ بِبِيشَةَ ضُلَّعُ

شاعر کا قول ہے: وَ مَنْجُوفَةٌ، یہ نَجَفْتُ سے مَفْعُولَةٌ کا وزن ہے جس کا معنی ہے میں نے کھودا۔ یہ نَجَفْتُ الْعَنْزَ سے بھی مشتق ہو سکتا ہے جس کا معنی ہے میں نے بکری کو نجاف یعنی رسی کے ساتھ باندھا۔ اگر اس لفظ سے شاعر کی مراد نیزوں کی لکڑیاں ہیں تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ مضبوط اور سیدھی لکڑیاں۔ اور اگر اس سے مراد نیزوں کے پھل ہوں تو پھر بھی منجوفہ نَجَفْتُ بمعنی کھودنا سے

''اور ہم شام کو اس شان سے واپس ہوئے کہ ہماری آخری صفوں کے لوگ بڑے اطمینان سے چل رہے تھے گویا ہم ایسے شیر تھے جو اپنی کچھار میں ٹہل ٹہل کر گوشت کھا رہے ہوں''۔

فَنِلْنَا وَ نَالَ الْقَوْمُ مِنَّا وَ رُبَّمَا   فَعَلْنَا وَ لٰكِنْ مَا لَدَى اللّٰهِ اَوْسَعُ

پس ہم نے کفار کو اور کفار نے ہمیں عیب لگائے اور ہم نے بہت حد تک کارنامے سرانجام دیئے لیکن جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک طے ہے وہ اس سے وسیع تر ہے۔

وَ دَارَتْ رَحَانَا وَاسْتَدَارَتْ رَحَاهُمُ   وَ قَدْ جَعَلُوْا كُلٌّ مِّنَ الشَّرِّ يَشْبَعُ

اور ہماری چکی بھی خوب چلی اور ان کی چکی بھی چلی درآں حالیکہ ہم میں سے ہر ایک نے خوب سیر ہو کر مقابلہ کیا

وَ نَحْنُ اُنَاسٌ لَا نَرَى الْقَتْلَ سُبَّةً   عَلٰى كُلِّ مَنْ يَّحْمِى الذِّمَارَ وَ يَمْنَعُ

اور ہم تو ایسے لوگ ہیں کہ ہر اس شخص کے قتل کو باعث عار نہیں سمجھتے جو اپنے حقوق کی حمایت کرے اور ان کا دفاع کرے۔

جِلَادٌ عَلٰى رَيْبِ الْحَوَادِثِ لَا نَرٰى   عَلٰى هَالِكٍ عَيْنًا لَنَا الدَّهْرَ تَدْمَعُ

ہم لوگ حوادثِ زمانہ کی گردش پر اس قدر صابر ہیں کہ ہم اپنی کوئی ایسی آنکھ نہیں دیکھتے جو کسی ہلاک ہونے والے شخص پر کبھی آنسو بہاتی ہو۔

بَنُو الْحَرْبِ لَا نَعْيَا بِشَيْءٍ نَقُوْلُهٗ   وَ لَا نَحْنُ بِمَا جَرَّتِ الْحَرْبُ نَجْزَعُ

ہم لوگ ایسے جنگجو ہیں کہ جو بات کہہ دیتے ہیں اسے پورا کرنے میں ہرگز نہیں تھکتے اور نہ ان مصائب پر آہ وزاری کرتے ہیں جو جنگ لاتی ہے۔

بَنُو الْحَرْبِ اِنْ نَظْفَرْ فَلَسْنَا بِفُحَّشٍ   وَلَا نَحْنُ مِنْ اِظْفَارِهَا نَتَوَجَّعُ

''ہم لوگ ایسے جنگجو ہیں کہ اگر ہم فتحیاب ہو جائیں تو بے حیائی کرنے والے نہیں اور نہ ہم شکست خوردہ ہونے کی وجہ سے آہ وفغاں کرتے ہیں''۔

وَ كُنَّا شِهَابًا يَتَّقِى النَّاسُ حَرَّهٗ   وَ يَفْرُجُ عَنْهُ مَنْ يَّلِيْهِ وَ يَسْفَعُ

''اور ہم جنگ کا وہ شعلہ ہیں جس کی حرارت سے لوگ بچتے اور ڈرتے ہیں اور جو اس کے

مشتق ہوگا۔ چونکہ نیزے کی لکڑی کا ایک سرا لوہے میں داخل ہوتا ہے تو گویا نیزے کا پھل لکڑی کو اس میں داخل کرنے کے لئے کھودا گیا ہے اور اگر اس سے مراد تلواریں ہوں تو وہ بھی کھودی ہوئی چیز کی طرح ہوتی ہیں کیونکہ ان کی سطحیں بھی لوہے کے ہتھوڑوں کے ساتھ کوٹی اور صیقل کی گئی ہوتی ہیں تو گویا یہ بھی کھودی ہوئی چیز کی مانند ہیں۔ شاعر کا قول ہے:

قریب ہوتا ہے وہ اس سے دور ہوتے ہوتے بھی جل بھن جاتا ہے"۔

فَخَرْتَ عَلَيَّ ابْنَ الزِّبَعْرٰى وَ قَدْ سَرٰى لَكُمْ طَلَبٌ مِّنْ آخِرِ اللَّيْلِ مُتْبِعُ

"اے ابن الزبعری! تو نے مجھ پر فخر کیا حالانکہ (تم لوگ بری طرح فرار ہو گئے اور) تمہارے تعاقب میں آخر شب تک ہماری تھکا دینے والی تلاش جاری رہی"۔

فَسَلْ عَنْكَ فِيْ عَلْيَا مَعَدٍّ وَّ غَيْرِهَا مِنَ النَّاسِ مَنْ اَخْزٰى مَقَامًا وَّ اَشْنَعُ

"پس تو اپنے متعلق معد کی بلندیوں اور دیگر مقامات پر جا کر لوگوں سے دریافت کر کہ ہم سے کون زیادہ ذلیل وخوار اور بدحال ہوا"۔

وَ مَنْ هُوَ لَمْ تَتْرُكْ لَهُ الْحَرْبُ مَفْخَرًا وَ مَنْ خَدُّهٗ يَوْمَ الْكَرِيْهَةِ اَضْرَعُ

"اور وہ کون ہے جس کے لئے جنگ نے کوئی قابل فخر بات نہیں چھوڑی اور کون ہے جس کے رخسار جنگ کے روز (پٹ پٹ کر) خوب ذلیل ہوئے"۔

شَدَدْنَا بِحَوْلِ اللّٰهِ وَالنَّصْرِ شَدَّةً عَلَيْكُمْ وَ اَطْرَافُ الْاَسِنَّةِ شُرَّعُ

"اللہ تعالیٰ کی طاقت اور نصرت کے ساتھ ہم نے تم پر اس حال میں حملہ کیا کہ نیزوں کی دھاریں تم پر جھکنے لگیں"۔

تَكُرُّ الْقَنَا فِيْكُمْ كَاَنَّ فُرُوْعَهَا عَزَالِيْ مَزَادٍ مَاؤُهَا يَتَهَزَّعُ

"تم پر نیزوں کا اس طرح بار بار حملہ ہو رہا تھا کہ ان (نیزوں سے ہونے والے) چوڑے زخم گویا توشہ دانوں کے منہ تھے جن کا پانی بہہ رہا ہو"۔

عَمَدْنَا اِلٰى اَهْلِ اللِّوَاءِ وَ مَنْ يَّطِرْ بِذِكْرِ اللِّوَاءِ فَهُوَ فِي الْحَمْدِ اَسْرَعُ

"ہم نے علمبرداروں اور ان لوگوں کا قصد کیا جو جھنڈے کا ذکر کر کے اکڑ رہے تھے تو جھنڈا (گر کر ہماری) تعریف میں ان سے زیادہ جلدی کرنے لگا"۔

تَصُوْبُ بِاَبْدَانِ الرِّجَالِ وَ تَارَةً تَمُرُّ بِاَعْرَاضِ الْبِصَارِ تَقَعْقَعُ

شاعر کہتا ہے وہ تیر لوگوں کے جسموں کو پھاڑتے ہوئے چٹانوں کے ساتھ ٹکرا کر آواز پیدا کر رہے تھے۔ اَلْبِصَار بَصْرَة کی جمع ہے جو نرم پتھر کو کہتے ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے مراد بَصِيْرَة کی جمع ہو جیسے كَرِيْمَة کی جمع كِرَام ہے اور بَصِيْرَة کا معنی زرہ ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس کا معنی ڈھال ہے اور زمین پر بہنے والے خون کے راستے کو بھی بصیرہ کہتے ہیں اور اگر وہ جسم پر بہہ رہا ہو تو اس کے راستہ کو حَدِيْقَة کہتے ہیں لیکن اس شعر میں یہ معنی مراد نہیں۔

فَخَانُوْا وَ قَدْ اَعْطَوْا يَدًا وَ تَخَاذَلُوْا اَبَى اللّٰهُ اِلَّا اَمْرَهٗ وَ هُوَ اَصْنَعُ

"چنانچہ انہوں نے (جھنڈے سے) خیانت کرتے ہوئے اسے ہمارے قبضہ میں دے دیا اور ذلیل ورسوا ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حکم کے سوا ہر چیز کو رد کر دیتا ہے اور وہ سب سے بڑھ کر کام سرانجام دینے والا ہے"۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے یوں کہا تھا:

مُجَالِدُنَا عَنْ جِذْمِنَا كُلُّ فَخْمَةٍ یعنی ہماری جڑوں کے محافظ ماہرین جنگ کا ہر لشکر عظیم ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا یہ مناسب ہے کہ تم یوں کہو مُجَالِدُنَا عَنْ دِيْنِنَا؟ تو حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کی بے شک۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تو یہ زیادہ اچھا ہے۔ چنانچہ حضرت کعب نے کہا: مُجَالِدُنَا عَنْ دِيْنِنَا۔

ابن زبعری کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے کہا: عبداللہ بن زبعری نے یوم احد کے متعلق یہ اشعار کہے:

يَا غُرَابَ الْبَيْنِ اَسْمَعْتَ فَقُلْ اِنَّمَا تَنْطِقُ شَيْئًا قَدْ فُعِلْ

"اے جدائی کے کوے! (1) تو نے اپنی آواز سنائی تو اپنی بات کہہ۔ تو جو کچھ زبان سے نکالتا ہے وہ پورا ہو کر رہتا ہے"۔

اِنَّ لِلْخَيْرِ وَ لِلشَّرِّ مَدًى وَ كِلَا ذٰلِكَ وَجْهٌ وَ قَبَلُ

"بے شک خیر اور شر کی ایک انتہاء ہے اور ان دونوں کا ایک انجام اور سمت ہے"۔

ابن زبعری کے اشعار کی تشریح

ابن زبعری کا قول ہے:

يَا غُرَابَ الْبَيْنِ اَسْمَعْتَ فَقُلْ اِنَّمَا تَنْطِقُ شَيْئًا قَدْ فُعِلْ

دورِ جاہلیت میں تقدیر کا عقیدہ

شاعر کا قول ہے: قَدْ فُعِلْ یعنی پورا ہو کر رہتا ہے۔ دورِ جاہلیت میں لوگ تقدیر کا اقرار کرتے تھے۔ لبید نے یہ اشعار ایام جاہلیت میں کہے:

اِنَّ تَقْوٰى رَبِّنَا خَيْرُ نَفَلْ وَ بِاِذْنِ اللّٰهِ رَيْثِيْ وَالْعَجَلْ

1۔ ایام جاہلیت میں اہل عرب خیال کرتے تھے کہ کسی گھر میں کوے کا بولنا اس گھر کے افراد کی جدائی کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ چنانچہ اس شعر میں بھی شاعر حسب دستور جدائی کی آواز لگانے والے کوے کو مخاطب کر رہا ہے۔ مترجم

وَالْعَطِيَّاتُ خِسَاسٌ بَيْنَهُمْ وَ سَوَاءٌ قَبْرُ مُثْرٍ وَ مُقِلّ

''اورلوگوں کو ملنے والے عطیات حقیر ہیں اور دولت منداور فقیر سب کی قبریں برابر درجہ رکھتی ہیں''۔

كُلُّ عَيْشٍ وَ نَعِيْمٍ زَائِلٌ وَ بَنَاتُ الدَّهْرِ يَلْعَبْنَ بِكُلّ

''ہر عیش وعشرت اور دولت ونعمت ختم ہونے والی ہے اور زمانے کی بیٹیاں (حوادثِ زمانہ) ہر ایک سے کھیل رہی ہیں''۔

اَبْلِغَنْ حَسَّانَ عَنِّیْ آيَةً فَقَرِيْضُ الشِّعْرِ يَشْفِی ذَا الْغُلَلْ

''اے قاصد! حسان کو میری طرف سے یہ نشانی (شعر) پہنچا دے کیونکہ شعر کے ٹکڑے ہی پیاسوں کی پیاس بجھا سکتے ہیں''۔

كَمْ تَرٰى بِالْجَرِّ مِنْ جُمْجُمَةٍ وَ اَكُفٍّ قَدْ اُتِرَّتْ وَ رِجِلْ

''تو نے پہاڑ کے دامن میں کتنی ہی کھوپڑیاں، کٹے ہوئے ہاتھ اور پاؤں دیکھے ہوں گے''۔

وَ سَرَابِيْلَ حِسَانٍ سُرِيَتْ عَنْ كُمَاةٍ اُهْلِكُوْا فِی الْمُنْتَزَلْ

''اور کتنی ہی زرہیں (دیکھی ہوں گی) جنہیں ان بہادروں سے اتارا گیا جو میدانِ جنگ میں مار ڈالے گئے''۔

كَمْ قَتَلْنَا مِنْ كَرِيْمٍ سَيِّدٍ مَاجِدِ الْجَدَّيْنِ مِقْدَامٍ بَطَلْ

''ہم نے کتنے ہی شریف سرداروں کو مار ڈالا جو نجیب الطرفین، جنگ کی پرواہ کیے بغیر پیش

''اے ہمارے پروردگار! اگر تو ہمیں طاقت دے تو یہ تیری بہترین بخشش ہے اور میری تاخیر اور جلدی اللہ کے اذن ہی سے ہے''۔

مَنْ هَدَاهُ سُبُلَ الْخَيْرِ اهْتَدٰى نَاعِمَ الْبَالِ وَ مَنْ شَاءَ اَضَلّ

''جسے اللہ تعالیٰ بھلائی کے راستے دکھائے تو وہ آسودہ دل ہو کر ہدایت پا جاتا ہے اور وہ جسے چاہے گمراہ کر دے''۔

اہل عرب کے ایک راجز نے کہا:

يَا اَيُّهَا اللَّائِمُ لُمْنِیْ اَوْ فَذَرْ اِنْ كُنْتُ اَخْطَاْتُ فَمَا اَخْطَا الْقَدَرْ

''اے ملامت کرنے والے! خواہ مجھے ملامت کر یا اس سے باز رہ۔ اگر میں نے خطا کی تھی تو تقدیر نے خطا نہیں کی''۔

شاعر کا قول ہے: غَيْرُ مُلْتَاثٍ۔ یہ اَلْلُّوْثَة سے مُفْتَعَل کا وزن ہے جیسا کہ الفسی نے کا قول

پیش رہنے والے اور بہادر تھے"۔

صَادِقِ النَّجْدَةِ قَرْمٍ بَارِعٍ غَمْرِ مُلْتَاثٍ لَدَی وَقْعِ الْاَسَلْ

"سچے بہادر، جوانمرد اور ممتاز تھے اور تیروں کی بارش کے وقت کمزوری دکھانے والے نہ تھے"۔

فَسَلِ الْمِهْرَاسَ مَنْ سَاكِنُهُ بَيْنَ اَقْحَافٍ وَّ هَامٍ كَالْحَجَلْ

"پس مہراس چشمے سے پوچھو کہ اس کے پاس چکور پرندے کی مانند کھوپڑیوں اور سروں کے درمیان پڑے ہوئے کون لوگ ہیں؟"

لَيْتَ اَشْيَاخِیْ بِبَدْرٍ شَهِدُوْا جَزَعَ الْخَزْرَجِ مِنْ وَقْعِ الْاَسَلْ

"کاش! میرے بزرگ میدانِ بدر میں تیروں کی بارش کے باعث خزرجیوں کی آہ وبکار کو دیکھتے"۔

حِيْنَ حَكَّتْ بِقُبَاءٍ بَرْكَهَا وَاسْتَحَرَّ الْقَتْلُ فِیْ عَبْدِ الْاَشْهَلْ

"اس وقت جب قباء میں اونٹ اپنے سینے رگڑ رہے تھے (بیٹھ رہے تھے) اور بنی عبدالاشہل میں قتل کی آگ بھڑک رہی تھی"۔

ثُمَّ خَفُّوْا عِنْدَ ذَاكُمْ رُقَّصًا رَقَصَ الْحَفَّانِ يَعْلُوْ فِی الْجَبَلْ

عِنْدَ الْحَفِيْظَةِ اِنْ ذِیْ لُوْثَةٍ لَانَا "نگہبانی کے وقت اگر کمزور آدمی نرم پڑ جائے"۔ اور اَلْمِهْرَاس گھڑے ہوئے پتھر کو کہتے ہیں جو اس پانی کو روکتا ہے جس سے وضو کیا جاتا ہے۔ اس پتھر کو مہراس یعنی ہاون کے ساتھ تشبیہ دی گئی۔ مبرد کو وہم ہوا جو اس نے مہراس کو اس مہراس چشمے کا علم قرار دیا ہے جو میدانِ احد کے ساتھ خاص ہے۔ یہ تو ہر اس گھڑے ہوئے پتھر کا نام ہے جو پانی کو روکنے کا کام دیتا ہے۔ ابن عبدوس نے حضرت امام مالک سے روایت کیا ہے کہ آپ سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی شخص کسی جنگل میں مہراس کے پاس سے گزرے تو وہ اس سے غسل کیسے کرے؟ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تم نے یہ کیوں نہ کہا کہ وہ غدیر (تالاب) کے پاس سے گزرے اور جنگل میں اس کے لئے مہراس کون بنائے گا؟ اس روایت سے واضح ہوتا ہے کہ مہراس کا لفظ صرف اس مہراس کے ساتھ خاص نہیں جو مقام احد میں تھا۔ اسی طرح غریب الحدیث میں مذکور ہے: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِقَوْمٍ يَتَجَاذَوْنَ مِهْرَاسًا۔ یعنی نبی کریم ﷺ ایک ایسی قوم کے پاس سے گزرے جو مہراس اٹھا رہے تھے۔

"پھر اس وقت یہ لوگ تیزی سے بھاگتے ہوئے چھپ گئے جیسے چھوٹے شتر مرغ پہاڑ پر چڑھتے ہوئے بھاگتے ہیں"۔

فَقَتَلْنَا الضِّعْفَ مِنْ اَشْرَافِهِمْ وَ عَدَلْنَا مَيْلَ بَدْرٍ فَاعْتَدَلْ

"پس ہم نے ان کے دوگنا اشراف کو قتل کر دیا اور بدر کے رجحان کو موڑ دیا پس وہ مڑ گیا"۔

لَا اَلُوْمُ النَّفْسَ اِلَّا اَنَّنَا لَوْ كَرَرْنَا لَفَعَلْنَا الْمُفْتَعَلْ

"میں اپنے آپ کو اس کے سوا کسی اور بات پر ملامت نہیں کرتا کہ اگر ہم دوبارہ حملہ کرتے تو ایک کارِ نمایاں سرانجام دیتے"۔

بِسُيُوْفِ الْهِنْدِ تَعْلُوْ هَامَهُمْ عَلَلًا تَعْلُوْهُمُ بَعْدَ نَهَلْ

"ان ہندی تلواروں کے ساتھ جو ان کی کھوپڑیوں پر اس طرح چڑھتیں کہ ایک بار پیاس بجھانے کے بعد دوبارہ پیاس بجھاتیں"۔

ابن زبعری کے جواب میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

ابن زبعری کو حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ نے یہ جواب دیا:

ذَهَبَتْ يَا ابْنَ الزِّبَعْرٰى وَقْعَةٌ كَانَ مِنَّا الْفَضْلُ فِيْهَا لَوْ عَدَلْ

"اے ابن زبعری! وہ جنگ گزر گئی جس کا رخ اگر پھرتا تو اس میں فتح و نصرت کی فضیلت ہمیں حاصل ہوتی"۔

وَ لَقَدْ نِلْتُمْ وَ نِلْنَا مِنْكُمْ وَ كَذَاكَ الْحَرْبُ اَحْيَانًا دُوَلْ

"لیکن تم نے ہم سے اور ہم نے تم سے اپنا اپنا نصیب پالیا اور جنگ اسی طرح گاہے گاہے

ابن زبعری کے رد میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا جوابی قول ہے: هُرَّبًا فِي الشِّعْبِ اَشْبَاهَ الرَّسَلَ۔ جب چرواہا بکریوں کا ریوڑ چرنے کے لئے چھوڑتا ہے تو اس وقت اس ریوڑ کو الرسل کہا جاتا ہے۔

شاعر کا قول ہے: كَاَشْرَافِ الْمَلَا۔ الْاَشْرَافُ شَرَفٌ کی جمع ہے جس کا معنی شخص ہے اور الْمَلَا وسیع زمین کو کہتے ہیں۔ یہاں اشراف سے مراد درختوں کے تنے اور ان کی جڑیں ہیں۔

شاعر کا قول ہے: يُهَلْ۔ اس سے شاعر کی مراد فَيُهَالُ تھی پھر اس نے شرط کی وجہ سے اس کو جزم دی تو اجتماع ساکنین کی وجہ سے الف حذف ہو گیا۔ یہ الهول سے مشتق ہے۔ کہا جاتا ہے: هَالَنِي الْاَمْرُ يَهُوْلُنِيْ هَوْلًا یعنی اس معاملہ نے مجھے گھبراہٹ میں ڈال دیا ہے۔

بدل بدل کر آتی ہے"۔

نَضَعُ الْاَسْيَافَ فِيْ اَكْتَافِكُمْ حَيْثُ نَهْوٰى عَلَلًا بَعْدَ نَهَلْ

"ہم تمہارے کندھوں پر اس طرح تلواریں چلا رہے تھے کہ ہم ایک مرتبہ خون کی پیاس بجھانے کے بعد دوبارہ بجھا رہے تھے"۔

نُخْرِجُ الْاَصْبَحَ مِنْ اَسْتَاهِكُمْ كَسُلَاحِ النِّيبِ يَاْكُلْنَ الْعَصَلْ

"ہم (تلواریں مار مار کر) تمہاری سرینوں سے سیاہی مائل سرخ (مواد) نکال رہے تھے جو ان معمر اونٹنیوں کے پاخانہ کی طرح تھا جو نبات عصل کھاتی ہیں"۔

اِذْ تُوَلُّوْنَ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ هَرَبًا فِي الشِّعْبِ اَشْبَاهَ الرَّسَلْ

"(یہ اس وقت کی بات ہے) جب تم چرنے کے لئے بکھرنے والی بکریوں کی مانند پیٹھ پھیر کر الٹے پاؤں گھاٹی میں بھاگے جا رہے تھے"۔

اِذْ شَدَدْنَا شَدَّةً صَادِقَةً فَاَجَاْنَاكُمْ اِلٰى سَفْحِ الْجَبَلْ

"جب ہم نے ایک سچا حملہ کیا تھا اور تمہیں پہاڑ کے دامن میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا تھا"۔

بِخَنَاطِيلَ كَاَشْدَافِ الْمَلَا مَنْ يُلَاقُوهُ مِنَ النَّاسِ يُهَلْ

(یہ حملہ ہم نے) وسیع زمین میں پھیلے ہوئے درختوں کی مانند مختلف جماعتوں کے ساتھ کیا تھا

شاعر کا قول ہے: وَمَلَاْنَا الْفَرَطَ۔ یہ اصل میں اَلْفَرَطُ راء کی حرکت کے ساتھ ہے، ٹیلے اور بلند زمین کو کہتے ہیں اور الرِّجَلُ رَجْلَة کی جمع ہے، نشیبی ویران زمین کو کہتے ہیں اور الرجلة ٹڈی دل کو بھی کہتے ہیں۔ شاعر کا قول ہے: وَ تَحْتَ نُحُوْرِ الْخَيْلِ حَرْشَفُ رَجْلَةٍ۔ حرشف سے مراد چھوٹی چھوٹی ٹڈیوں کا گروہ ہے۔ شاعر نے پیادہ سپاہیوں اور تیر اندازوں کے لئے ان کو بطور تمثیل ذکر کیا ہے اور اَلْفَرَط کی جمع اَفْرَاط ہے۔

شاعر کا قول ہے: وُلْدَ اسْتِهَا۔ یہ کلمہ عرب گالی گلوچ کے وقت کہتے ہیں۔ کہتے ہیں یَا بَنِیْ اسْتِهَا۔ "اے سرین کی اولاد!" اور اَلْوُلْدُ اولاد کے معنی میں ہے۔ اہل دمشق نے اہل مزہ کی طرف خط لکھا جبکہ وہ دمشق سے ایک فرسخ دور تھے، انہوں نے ان سے پانی روک رکھا تھا چنانچہ انہوں نے ان کی طرف یہ خط لکھا: مِنْ اَهْلِ دِمَشْقَ اِلٰى بَنِي اسْتِهَا وَ بَعْدُ فَلَمَّا اِنْ يُمْسِيَنَا الْمَاءُ وَ اِلَّا صَبَّحَتْكُمُ الْخَيْلُ۔ "اہل دمشق سے سرین کی اولاد کی طرف۔ اما بعد!" یا تو شام کو ہم تک پانی پہنچ جائے ورنہ ہمارے شہسوار صبح کو تم لوگوں تک پہنچ جائیں گے"۔ اسے جاحظ نے ذکر کیا ہے۔

جو جن لوگوں کے ساتھ بھی متصادم ہوتیں تو وہ دہل جاتے تھے۔

ضَاقَ عَنَّا الشِّعْبُ اِذْ نَجْزَعُهٗ　وَ مَلَاْنَا الْفُرْطَ مِنْهُ وَالرِّجَلْ

"جب ہم گھاٹی کو عرضاً طے کر رہے تھے تو وہ ہم پر تنگ ہو گئی تھی اور ہم نے اس کی بلند اور نشیبی زمینوں کو بھر دیا تھا"۔

بِرِجَالٍ لَسْتُمُ اَمْثَالَهُمْ　اُيِّدُوْا جِبْرِيْلَ نَصْرًا فَنَزَلْ

"ایسے مردوں کے ساتھ جن کی مانند تم نہیں ہو سکتے، انہیں حضرت جبرئیل امین کی مدد کی تائید حاصل تھی جو ان کے درمیان اترے تھے"۔

وَ عَلَوْنَا يَوْمَ بَدْرٍ بِالتُّقٰى　طَاعَةَ اللّٰهِ وَ تَصْدِيْقَ الرُّسُلْ

"اور بدر کے روز ہم اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور رسولوں کی تصدیق کی بنا پر تقویٰ و پرہیز گاری کے ساتھ تم پر غالب آ گئے تھے"۔

وَ قَتَلْنَا كُلَّ رَاْسٍ مِّنْهُمُ　وَ قَتَلْنَا كُلَّ جَحْجَاحٍ رِفَلْ

"اور ہم نے ان کے ہر سر (سردار) کو قتل کر دیا اور تکبر سے لمبا تہبند پہننے والے ہر سردار کو بھی قتل کر ڈالا"۔

وَ تَرَكْنَا فِيْ قُرَيْشٍ عَوْرَةً　يَوْمَ بَدْرٍ وَّ اَحَادِيْثَ الْمَثَلْ

"اور ہم نے بدر کے دن قریش کے درمیان ندامت اور ضرب المثل بن کر رہ جانے والی

حرفِ جر کا حذف کب نقصان دہ ہوتا ہے؟

مومنین کے بارے میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قول ہے: اُيِّدُوْا جِبْرِيْلَ یعنی اُيِّدُوْا بِجِبْرِيْلَ۔ حرف جار کو حذف کر دیا اور فعل کے متعدی ہونے کی بناء پر جبریل کو نصب دے دی۔ حرفِ جر کا یہ حذف صرف اس صورت میں نقصان دہ ہوتا ہے جب فعل حرفِ جر کے ساتھ متعدی ہو اور اپنے ضمن میں ایک اور فعل کا معنی لئے ہوئے ہو جو مفعول کو نصب دے رہا ہو جیسے اہل عرب کا قول ہے: اَمَرْتُكَ الْخَيْرَ یعنی كَلَّفْتُكَ الْخَيْرَ وَ اَلْزَمْتُكَهٗ۔ یعنی میں نے تجھے بھلائی کا مکلّف بنایا اور اسے تجھ پر لازم کر دیا لیکن نَهَيْتُكَ الشَّرَّ کہنا درست نہیں کیونکہ نَهَيْتُكَ کے معنی کے ضمن میں کوئی نصب دینے والا فعل نہیں اور آپ کے قول اُيِّدُوْا جِبْرِيْلَ کا معنی ہے کہ انہیں حضرت جبرئیل علیہ السلام کا ساتھی بنا دیا گیا یا اسی طرح کا کوئی اور معنی بن سکتا ہے اس لئے یہاں باء کو حذف کرنا اچھا ہے۔

باتیں چھوڑ دیں"۔

وَ رَسُوْلُ اللّٰهِ حَقًّا شَاهِدٌ يَوْمَ بَدْرٍ وَالتَّنَابِيْلُ الْهُبَلُ

"اور اللہ تعالیٰ کے برحق رسول جنگ بدر کا مشاہدہ فرما رہے تھے جبکہ حقیر اور کمینے بھاری بھرکم لوگ

فِيْ قُرَيْشٍ مِّنْ جُمُوْعٍ جَمَعُوْا مِثْلَ مَا يُجْمَعُ فِي الْخِصْبِ الْهَمَلُ

قریش کے درمیان ایسے گروہوں کی صورت میں جمع تھے جس طرح سرسبز و شاداب چراگاہوں میں اونٹ جمع کیے جاتے ہیں"۔

نَحْنُ لَا اَمْثَالُكُمْ وُلْدَ اسْتِهَا نَحْضُرُ الْبَاْسَ اِذَا الْبَاْسُ نَزَلْ

"ہم تمہاری طرح سرینوں سے پیدا ہونے والی اولاد نہیں، ہم تو جنگ میں اس وقت بھی حاضر رہتے ہیں جب جنگ کی سختیاں آ پڑتی ہیں"۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: یہ اشعار مجھے ابوزید انصاری نے سنائے: وَاَحَادِيْثُ الْمَثَلْ اور اس سے پہلا شعر۔ اور یہ شعر فِيْ قُرَيْشٍ مِّنْ جُمُوْعٍ جَمَعُوْا غیر ابن اسحاق سے مروی ہے۔

حضرت حمزہ اور شہدائے احد کے مرثیے میں حضرت کعب رضی اللہ عنہم کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے کہا: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اور دیگر شہدائے احد کا مرثیہ کہتے ہوئے یہ اشعار کہے:

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار کی بقیہ وضاحت

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قول ہے: نُخْرِجُ الْاَصْبَحَ مِنْ اَسْتَاهِكُمْ۔ حضرت ابوحنیفہ نے اسے یوں روایت کیا ہے: تُخْرِجُ الْاَضْيَاحَ اور الاضیاح پانی ملے دودھ کو کہتے ہیں اور یہ بھی الاصبح کے معنی میں ہے کیونکہ الصُّبْحَة بھی غیر خالص سفیدی کو کہتے ہیں۔ تو شاعر نے اسے ان کے پیٹوں سے نکالے گئے پانی ملے دودھ کا وصف بنایا ہے۔

شاعر کا قول ہے: كَسُلَاحِ النِّيْبِ يَاْكُلْنَ الْعَصَلْ۔ اَلْعَصَلُ رفلین کی مثل ایک نبات ہے جو اونٹوں کی اصلاح کرتی ہے جب وہ اسے کھاتے ہیں اور ان کے پانی پینے کی طلب میں اضافہ کرتی ہے۔ اس کا ذائقہ ترش اور تلخ ہوتا ہے۔ یہ ویران کھیتوں میں اگتی ہے۔ یہ ابوحنیفہ کا قول ہے۔

نَشَجْتَ وَ هَلْ لَكَ مِنْ مَنْشَجٍ وَ كُنْتَ مَتٰى تَذَّكِرْ تَلْجَجٖ

''(اے نفس!) تو رو پڑا کیا تیرے لئے رونے کا کوئی موقع ہے اور تو وہ تھا کہ جب تو قوم کا ذکر کرتا تو ذکر کرتا چلا جاتا''۔

تَذَكُّرَ قَوْمٍ اَتَانِيْ لَهُمْ اَحَادِيْثُ فِي الزَّمَنِ الْاَعْوَجِ

''اس قوم کا ذکر جن کی خبریں میرے پاس اس کج روزمانے میں پہنچی ہیں''۔

فَقَلْبُكَ ، مِنْ ذِكْرِهِمْ خَافِقٌ مِنَ الشَّوْقِ وَالْحُزْنِ الْمُنْضِجِ

''تو تیرا دل ان کی یاد سے شوق اور پکا دینے والے غم کے باعث مضطرب ہو رہا ہے''۔

وَ قَتْلَاهُمْ فِيْ جِنَانِ النَّعِيْمِ كِرَامُ الْمَدَاخِلِ وَالْمَخْرَجِ

اور ان لوگوں کے مقتول نعمتوں والے باغات میں ہیں جن کے داخل ہونے اور نکلنے کے دروازے بڑے عالی شان ہیں۔

بِمَا صَبَرُوْا تَحْتَ ظِلِّ اللِّوَاءِ لِوَاءِ الرَّسُوْلِ بِذِي الْاَضْوُجِ

اس کے باعث کہ انہوں نے وادی احد میں رسول اللہ ﷺ کے جھنڈے کے سائے کے نیچے صبر کیا۔

غَدَاةَ اَجَابَتْ بِاَسْيَافِهَا جَمِيْعًا بَنُو الْاَوْسِ وَالْخَزْرَجِ

''اس روز جب اوس وخزرج کے سب لوگوں نے اپنی تلواروں کے ساتھ (کفار کا) جواب دیا''۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا قول ہے: لِوَاءِ الرَّسُوْلِ بِذِي الْاَضْوُجِ۔ اَلْاَضْوُج ضوج کی جمع ہے جس کا معنی ہے وادی کی ایک جانب۔

آپ کا قول ہے: فِي الْقَسْطَلِ الْمُرْهِجِ۔ اَلْقَسْطَل کا معنی ہے گرد وغبار۔ یہی معنی الرَّهَج کا بھی ہے۔ اور ہم نے السلجج کی وضاحت پہلے کر دی ہے اور اَلْجَمَلُ الْاَدْعَجُ سے مراد سیاہ اونٹ ہے۔ یہ لفظ حضور نبی کریم ﷺ کے حلیہ مبارک کے بارے میں ایک حدیث میں مذکور ہے فِيْ عَيْنَيْهِ دَعَجٌ وَ فِيْ اَشْفَارِهٖ وَطَفٌ کہ حضور ﷺ کی آنکھوں میں سرخ ڈورے تھے اور آپ کی پلکیں مبارک گھنی تھیں۔

آپ کا قول ہے: وَحَنْظَلَةُ الْخَيْرِ لَمْ يُحْنَجِ۔ یعنی آپ کو صراط مستقیم سے کوئی چیز پھیر نہ سکی۔

وَ اَشْيَاعُ اَحْمَدَ اِذْ شَايَعُوْا عَلَى الْحَقِّ النُّوْرِ وَالْمَنْهَجِ

"اور احمد (ﷺ) کے دیگر اصحاب نے (جواب دیا) جبکہ یہ سب روشن حق اور واضح راستہ کی پیروی کر رہے تھے"۔

فَمَا بَرِحُوْا يَضْرِبُوْنَ الْكُمَاةَ وَ يَمْضُوْنَ فِي الْقَسْطَلِ الْمُرْهِجِ

"یہ مسلمان اڑتے ہوئے بلند غبار میں چلتے ہوئے بڑے بڑے بہادروں کو مسلسل تلواریں مارتے رہے"۔

كَذٰلِكَ حَتّٰى دَعَاهُمْ مَلِيْكٌ اِلٰى جَنَّةٍ دَوْحَةِ الْمَوْلِجِ

"یہ سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ انہیں مالک الملک نے اس جنت کی طرف بلا لیا جس میں داخل ہونے کی جگہ ایک نہایت شاداب گھنی شاخوں والا درخت ہے"۔

فَكُلُّهُمْ مَاتَ حُرُّ الْبَلَاءِ عَلٰى مِلَّةِ اللّٰهِ لَمْ يَحْرَجِ

"پس ان سب نے بہت بڑے امتحان و آزمائش کی حالت میں اللہ کے دین پر اس حالت میں جان دے دی کہ وہ تنگ دل نہ تھے"۔

كَحَمْزَةَ لَمَّا وَفٰى صَادِقًا بِذِيْ هَبَّةٍ صَارِمٍ سَلْجَجِ

"مثلاً حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ جب انہوں نے ہڈیوں کو کاٹ دینے والی تیز تلوار کے ساتھ

کہا جاتا ہے: جَنَحْتُ الشَّيْءَ۔ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب تو کسی چیز کا رخ دوسری طرف پھیر دے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے: اَجْنَحْتُهٗ فَهُوَ مُجْنَحٌ یعنی میں نے اس کا رخ پھیرا پس وہ پھرا ہوا ہے۔

چند سطور کے بعد اشعار میں ایسا لفظ آئے گا جو اس مفہوم پر دلالت کرے گا۔

آپ کا قول ہے: عَنِ الْحَقِّ حَتّٰى غَدَتْ رُوْحُهٗ۔ آپ نے الروح کو مؤنث قرار دیا ہے کیونکہ یہ النفس کے معنی میں ہے اور یہ مشہور و معروف لغت ہے۔ ذوالرمۃ نے اپنی موت کے وقت حکم دیا کہ اس کی قبر پر یہ شعر لکھا جائے:

يَا نَازِعَ الرُّوْحِ مِنْ جِسْمِيْ اِذَا قُبِضَتْ وَ فَارِجَ الْكَرْبِ اَنْقِذْنِيْ مِنَ النَّارِ

"اے بوقت قبض کرنے کے وقت میرے جسم سے اسے نکالنے والے اور مشکل کشا! مجھے آگ سے نجات دلا"۔

چنانچہ یہ شعر اس کی قبر پر لکھا ہوا ہے۔

آپ کا قول ہے: فَاَمْجِدِ الزِّبْرِجِ۔ یعنی ایسا گھر جس کی زیب و زینت ظاہر ہو۔

وفاداری کو سچ کر دکھایا"۔

فَلَاقَاهُ عَبْدُ بَنِي نَوْفَلٍ يُبَرْبِرُ كَالْجَمَلِ الْاَدْعَجِ

"تو بنی نوفل کا ایک غلام (وحشی) سیاہ اونٹ کی طرح بلبلاتا ہوا ان کے مقابل آ گیا"۔

فَاَوْجَرَهُ حَرْبَةً كَالشِّهَابِ تَلَهَّبَ فِي اللَّهَبِ الْمُوْهَجِ

"اس نے ایسے شعلہ آتش کی مثل ایک چھوٹا نیزہ آپ کے سینے میں گھونپ دیا جو بھڑکتی ہوئی آگ میں بھی بہت زیادہ مشتعل ہو رہا ہو"۔

وَ نُعْمَانُ اَوْفٰى بِمِيْثَاقِهٖ وَ حَنْظَلَةُ الْخَيْرِ لَمْ يُحْنَجِ

"اور حضرت نعمان نے بھی اپنا عہد پورا کر دکھایا اور بھلائی کرنے والے حنظلہ بھی نہ پھرے

عَنِ الْحَقِّ حَتّٰى غَدَتْ رُوْحُهٗ اِلٰى مَنْزِلٍ فَاخِرِ الزِّبْرِجِ

حق سے یہاں تک کہ ان کی روح قابل فخر نقش و نگار والے گھر (جنت) میں پہنچ گئی"۔

اُولٰئِكَ لَامَنْ ثَوٰى مِنْكُم مِنَ النَّارِ فِي الدَّرَكِ الْمُرْتَجِ

"یہ لوگ تمہارے ان لوگوں کی طرح نہیں جنہوں نے جہنم کے اس نچلے حصے میں اپنا ٹھکانہ بنا لیا جو چاروں طرف سے بند ہے"۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے جواب میں ضرار کے اشعار

آپ کے ان اشعار کا جواب ضرار بن خطاب فہری نے یہ دیا:

اَيَجْزَعُ كَعْبٌ لِاَشْيَاعِهٖ وَ يَبْكِيْ مِنَ الزَّمَنِ الْاَعْوَجِ

کیا کعب اپنے ہم مشربوں کے لئے واویلا کرتا ہے اور کج روز مانے کے باعث روتا ہے؟

آپ کا قول ہے: فِي الدَّرَكِ الْمُرْتَجِ۔ المرتج کا معنی ہے بند۔ کہا جاتا ہے: اِرْتَجْتُ الْبَابَ۔ یعنی میں نے دروازہ بند کیا۔ یہ اَلرِّتَاج سے مشتق ہے۔ ایک عرب لونڈی جس کی ماں کے مرنے کے بعد باپ نے دوسری شادی کر لی، نے کہا:

وَ لٰكِنْ قَدْ اَتٰى مِنْ دُوْنِ وُدِّيْ وَ بَيْنَ فُؤَادِهٖ غَلَقُ الرِّتَاجِ

"لیکن میری محبت کے سامنے اور اس کے دل کے درمیان بڑا دروازہ بند ہو چکا ہے"۔

وَ مَنْ لَمْ يُوْدِهٖ اَلَمٌ بِرَاْسِيْ وَ مَا الرِّئْمَانُ اِلَّا بِالنِّتَاجِ

"اور کون ہے جسے میرے سر کے دکھ اور درد نے بے قرار نہ کیا ہو اور جانور کی اپنے بچے پر شفقت بچہ جننے کی تکلیف برداشت کرنے کے ساتھ ہی ہوا کرتی ہے"۔

عَجِيجَ الْمُذَكِّي رَاى اِلْفَهٗ تَرَوَّحَ فِي صَادِرٍ مُحْنَجٍ

"اس بوڑھے اونٹ کی بلبلاہٹ کی طرح جس نے دیکھا ہو کہ اس کا ساتھی اونٹ پانی پی کر واپس جانے والے گلے کے ساتھ واپس چلا گیا ہے"۔

فَرَاحَ الرَّوَايَا وَ غَادَرْنَهٗ يُعَجْعِجُ قَسْرًا وَّ لَمْ يُحْدَجِ

"پھر پانی لے جانے والے اونٹ شام کو نکلے اور اسے بری طرح بلبلاتا ہوا چھوڑ دیا اور اس پر پالان بھی نہ رکھا گیا"۔

فَقُوْلَا لِكَعْبٍ يُثَنِّي الْبُكَا وَ لِلنِّيْءِ مِنْ لَحْمِهٖ يَنْضَجِ

"پس (اے میرے دونوں دوستو!) کعب سے کہہ دو کہ دوبارہ روئے اور اس کے کچے گوشت سے بھی کہہ دو کہ جل بھن کر پک جائے"۔

لِمَصْرَعِ اِخْوَانِهٖ فِيْ مَكَرٍّ مِنَ الْخَيْلِ. ذِيْ قَسْطَلٍ مُرْهِجِ

"اس میدانِ جنگ میں اپنے بھائیوں کے قتل پر (روئے) جہاں گھوڑے پلٹ پلٹ کر حملہ کر رہے تھے اور غبار خوب اڑ رہا تھا"۔

فَيَالَيْتَ عَمْرًا وَّ اَشْيَاعَهٗ وَ عُتْبَةَ فِيْ جَمْعِنَا السَّوْذَجِ

اے کاش! عمرو، اس کے ہم مشرب اور عتبہ اس وقت ہمارے مشتعل لشکر میں موجود ہوتے۔

فَيَشْفُوْا النُّفُوْسَ بِاَوْتَارِهَا بِقَتْلٰى اُصِيْبَتْ مِنَ الْخَزْرَجِ

"اور اپنے دلوں کو اس بات سے ٹھنڈا کر لیتے کہ ان کے خون کا بدلہ قبیلہ خزرج کے ان مقتولوں سے

وَ قَتْلٰى مِنَ الْاَوْسِ فِيْ مَعْرَكٍ اُصِيْبُوْا جَمِيْعًا بِذِي الْاَضْوُجِ

اور قبیلہ اوس کے ان مقتولوں سے لے لیا گیا ہے جنہیں احد کے میدانِ جنگ میں قتل کر دیا گیا"۔

وَ مَقْتَلِ حَمْزَةَ تَحْتَ اللِّوَاءِ بِمُطَّرِدٍ مَارِنٍ مُخْلَجِ

"اور جھنڈے کے نیچے ایک متحرک باریک اور تیز نیزے کے ذریعے حمزہ کو قتل کر کے (ان کے خون کا بدلہ لے لیا گیا)"۔

اسی سے کہا جاتا ہے: اُرْتِجَ عَلَى الْخَطِيْبِ یعنی خطیب پر کلام کا دروازہ بند ہو گیا۔

ضرار کے اشعار میں ہے: جَمْعِنَا السَّوْذَجِ۔ السَّوْذَجُ السِّرَاجُ سے فَوْعَلٌ کا وزن ہے۔ اس سے مراد مشتعل اور روشن لشکر ہے۔

وَ حَيْثُ انْثَنٰى مُصْعَبٌ ثَاوِيًا بِضَرْبَةِ ذِىْ هَبَّةٍ سَلْجَجِ

"اور اس طرح بھی (بدلہ لے لیا گیا) کہ مصعب ایک ہڈیوں کو کاٹ دینے والی پتلی تیز دھار تلوار کی کاٹ کے ساتھ قتل ہو کر دوہرا ہو کر گر پڑا"۔

بِاُحُدٍ وَ اَسْيَافُنَا فِيْهِمْ تَلَهَّبُ كَاللَّهَبِ الْمُوْهِجِ

مقامِ احد میں جبکہ ان میں ہماری تلواریں بھڑکتے ہوئے شعلوں کی طرح جھلملا رہی تھیں۔

غَدَاةَ لَقِيْنَاكُمْ فِىْ الْحَدِيْدِ كَاُسْدِ الْبَرَاحِ فَلَمْ نُعْنَجِ

"یہ اس صبح کی بات ہے جب ہم لوہے کی زرہوں میں ملبوس کھلے میدان کے شیروں کی طرح تم سے ملے اور ہم سے کوئی بھی واپس نہ مڑا"۔

بِكُلِّ مُجَلَّحَةٍ كَالْعُقَابِ وَ اَجْرَدَ ذِىْ مَيْعَةٍ مُسْرَجِ

"ہر شکرے جیسے تیز رفتار اور کم مو، چست و چالاک، زین کسے ہوئے گھوڑے پر (سوار ہو کر تم سے ملے)"۔

فَدُسْنَاهُمْ ثُمَّ حَتّٰى انْثَنَوْا سِوٰى زَاهِقِ النَّفْسِ اَوْ مُحْرَجِ

"پھر ہم نے انہیں اسی جگہ روند کر رکھ دیا یہاں تک کہ ان کے لئے جان دینے یا عاجز آنے کے سوا کوئی صورت نہ رہی"۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: بعض علمائے شعر انکار کرتے ہیں کہ یہ ضرار کے اشعار ہیں۔ کعب کے یہ الفاظ ذِى النُّوْرِ وَالْمَنْهَجِ ابوزید انصاری سے مروی ہیں۔

یوم احد کے متعلق ابن زبعری کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے کہا: عبداللہ بن زبعری نے یوم احد کے متعلق اپنے مقتولوں کا یہ مرثیہ کہا:

اَلَا ذَرَفَتْ مِنْ مُقْلَتَيْكَ دُمُوْعُ وَ قَدْ بَانَ مِنْ حَبْلِ الشَّبَابِ قُطُوْعُ

"(اے نفس!) کیا تیری آنکھوں سے آنسو نہیں بہے حالانکہ شباب کی رسی کا ٹوٹ جانا اب بالکل ظاہر ہے"۔

وَ شَطَّ بِمَنْ تَهْوٰى الْمَزَارُ وَ فَرَّقَتْ نَوَى الْحَيِّ دَارٌ بِالْحَبِيْبِ فَجُوْعُ

"اور جس سے تو محبت کرتا ہے اس کی ملاقات اب دور کی بات ہے اور دوست کی یاد میں واویلا کرنے والے گھر نے قبیلے کی جدائی کا اندیشہ پیدا کر دیا ہے"۔

وَ لَيْسَ لِمَا وَلّٰى عَلٰى ذِىْ حَرَارَةٍ وَ اِنْ طَالَ تَذْرَافُ الدُّمُوْعِ رُجُوْعُ

"اور جس چیز نے منہ موڑ لیا ہے اس کی صاحب دردو سوز کے پاس واپسی ناممکن ہے خواہ کتنے ہی آنسو بہا ڈالو"۔

فَذَرْ ذَا وَلٰكِنْ هَلْ أَتٰى أُمَّ مَالِكٍ أَحَادِيثُ قَوْمِي وَالْحَدِيثُ يَشِيعُ

"اچھا اس بات کو چھوڑو۔ لیکن (یہ بتاؤ) کیا ام مالک کے پاس میری قوم کی خبریں پہنچ گئی ہیں جبکہ یہ خبر تمام اطراف میں پھیل رہی ہے"۔

وَ مَجْنَبُنَا جُرْدًا إِلٰى أَهْلِ يَثْرِبٍ عَنَاجِيجَ مِنْهَا مُتْلَدٌ وَ نَزِيعُ

"اور کیا اہل یثرب کی طرف کم مو اور دراز قامت گھوڑے لے کر ہمارے نکلنے کی خبر (پہنچی) جن گھوڑوں میں سے کچھ گھروں میں پیدا ہوئے تھے اور کچھ باہر کے تھے"۔

عَشِيَّةَ سِرْنَا فِي لُهَامٍ يَقُوْدُنَا ضَرُوْرُ الْأَعَادِي لِلصَّدِيقِ نَفُوْعُ

"اس شام کو جب ہم ایک ایسے لشکر عظیم کے ساتھ نکلے تھے جو ہمیں کھینچے لے جا رہا تھا (جس کے گھوڑے) دشمن کے لئے ضرر رساں اور دوست کے لئے نفع بخش تھے"۔

نَشُدُّ عَلَيْنَا كُلَّ زَغْفٍ كَأَنَّهَا غَدِيرٌ بِضَوْجِ الْوَادِيَيْنِ نَقِيعُ

"ہم اپنے اوپر ہر ایسی نرم زرہ باندھے ہوئے تھے گویا وہ دو وادیوں کے درمیان پانی سے بھرا تالاب ہے"۔

فَلَمَّا رَأَوْنَا خَالَطَتْهُمْ مَهَابَةٌ وَ عَايَنَهُمْ أَمْرٌ هُنَاكَ فَظِيعُ

"پھر جب انہوں نے (مسلمانوں نے) ہمیں دیکھا تو ان (کے رگ و ریشہ میں) ہیبت سرایت کر گئی اور وہاں انہیں کسی ہیبت ناک چیز نے تاک لیا تھا"۔

وَ وَدُّوْا لَوْ أَنَّ الْأَرْضَ يَنْشَقُّ ظَهْرُهَا بِهِمْ وَ صَبُوْرُ الْقَوْمِ ثَمَّ جَزُوْعُ

"اور وہ تمنا کرنے لگے کہ کاش زمین کی سطح ان کے لئے شق ہو جائے، حالت یہ تھی کہ ان لوگوں کا سب سے بڑا صابر اس موقع پر حد درجہ واویلا کرنے والا تھا"۔

وَ قَدْ عُرِّيَتْ بِيضٌ كَأَنَّ وَ مِيضَهَا حَرِيقٌ تَرَقّٰى فِي الْأَبَاءِ سَرِيعُ

"اور ایسی سفید تلواریں برہنہ کر لی گئی تھیں جن کی چمک گویا ایسی تیز آگ تھی جو گھنی شاخوں میں بھی چڑھتی جا رہی تھی"۔

بِأَيْمَانِنَا نَعْلُوْ بِهَا كُلَّ هَامَةٍ وَ مِنْهَا سِمَامٌ لِلْعَدُوِّ ذَرِيعُ

"(وہ تلواریں) ہمارے دائیں ہاتھوں میں تھیں جن کو لے کر ہم ہر (دشمن کے) سر پر

چڑھے جا رہے تھے۔ ان میں کچھ تلواریں زہر آلود تھیں جو دشمن کے لئے جان لیوا تھیں"۔

فَغَادَرْنَ قَتْلَى الْاَوْسِ عَاصِبَةً بِهِمْ ضِبَاعٌ وَ طَيْرٌ يَعْتَفِيْنَ وُقُوْعٌ

"پس ان تلواروں نے قبیلہ اوس کے مقتولوں کو اس حالت میں چھوڑا کہ ان سے بجو اور پرندے چمٹ رہے تھے جو ان سے اپنی خوراک حاصل کر رہے تھے"۔

وَ جَمْعُ بَنِي النَّجَّارِ فِي كُلِّ تَلْعَةٍ بِاَبْدَانِهِمْ مِّنْ وَقْعِهِنَّ نَجِيْعُ

"اور بنی نجار کا لشکر بھی ہر قطعہ زمین میں اس حالت میں بکھرا پڑا تھا کہ ان کے جسموں پر ان تلواروں کی ضرب سے خون جما ہوا تھا"۔

وَ لَوْ لَا عُلُوُّ الشِّعْبِ غَادَرْنَ اَحْمَدًا وَ لٰكِنْ عَلَا وَالسَّمْهَرِيُّ شُرُوْعٌ

"اور اگر (ان لوگوں کا) گھاٹی پر چڑھنا نہ ہوتا تو وہ تلواریں احمد (فداہ روحی ﷺ) کو اسی حالت میں چھوڑ دیتیں لیکن وہ حرکت میں آئے ہوئے نیزوں کے سائے میں اوپر چڑھ گئے"۔

كَمَا غَادَرَتْ فِي الْكَرِّ حَمْزَةَ ثَاوِيًا وَ فِيْ صَدْرِهٖ مَاضِي الشَّبَاةِ وَقِيْعُ

"جیسا کہ ان تلواروں نے دوسرے حملہ میں حمزہ کو پیوند خاک کر چھوڑا درآں حالیکہ ان کے سینے میں تیز دھاروالا ہتھیار نفوذ کر گیا تھا"۔

وَ نُعْمَانَ قَدْ غَادَرْنَ تَحْتَ لِوَائِهٖ عَلٰى لَحْمِهٖ طَيْرٌ يَجُفْنَ وُقُوْعُ

"اور نعمان کو بھی ان تلواروں نے اس کے جھنڈے تلے اس حالت میں چھوڑا کہ ان کے گوشت پر پرندے گر گر کر اور ان کے پیٹ میں گھس گھس کر اپنا پیٹ بھر رہے تھے"۔

بِاُحُدٍ وَ اَرْمَاحُ الْكُمَاةِ يَرُدْنَهُمْ كَمَا غَالَ اَشْطَانَ الدِّلَاءِ نُزُوْعُ

"(یہ سب کچھ) میدانِ احد میں ہوا جبکہ بہادروں کے نیزے ان پر اس طرح واقع ہو رہے تھے جس طرح ڈولوں کو کنوئیں سے نکالنے سے ان کی رسیاں ٹوٹ رہی ہوں"۔

ابن زبعری کے جواب میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

اس کا جواب حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے دیتے ہوئے فرمایا:

اَشَاقَكَ مِنْ اُمِّ الْوَلِيْدِ رُبُوْعٌ بَلَاقِعُ مَا مِنْ اَهْلِهِنَّ جَمِيْعُ

"(اے شاعر!) کیا ان کھنڈرات اور چٹیل میدانوں نے تجھے ام ولید کا شوق دلایا ہے جن کے رہنے والوں میں سے اب وہاں کوئی بھی موجود نہیں"۔

عَفَاهُنَّ صَيْفِيُّ الرِّيَاحِ وَ وَاكِفٌ مِنَ الدَّلْوِ رَجَّافُ السَّحَابِ هَمُوْعُ

"جن کو موسم گرما کی تند و تیز ہواؤں اور برج دلو سے ہونے والی شدید کڑک والے تیز اور کثیر بہنے والے بادلوں والی موسلا دھار بارش نے اب بدل کر رکھ دیا ہے"۔

فَلَمْ يَبْقَ اِلَّا مَوْقِدُ النَّارِ حَوْلَهٗ   رَوَاكِدُ اَمْثَالُ الْحِمَامِ كُنُوْعُ

"تو اب وہاں اس چولہے کے سوا کچھ بھی نہیں جس کے ارد گرد کبوتروں کی مانند چمٹے ہوئے ہنڈیاں رکھنے کے لئے لگائے ہوئے پتھر پڑے ہیں"۔

فَدَعْ ذِكْرَ دَارٍ بَدَّدَتْ بَيْنَ اَهْلِهَا   نَوًى لِمَتِيْنَاتِ الْحِبَالِ قَطُوْعُ

"اس لئے اب اس گھر کی یاد چھوڑ دے جس نے اپنے رہنے والوں کے درمیان ایسی جدائی ڈال دی ہے جو (محبت کی) انتہائی مضبوط رسیوں (رشتوں) کو توڑ کر رکھ دینے والی ہے"۔

وَ قُلْ اِنْ يَّكُنْ يَوْمٌ بِاُحُدٍ يَعُدُّهٗ   سَفِيْهٌ فَاِنَّ الْحَقَّ سَوْفَ يَشِيْعُ

"اور کہہ دو کہ اگر کوئی بے وقوف یوم احد کو شمار میں لاتا ہے تو (لاتا رہے) بے شک حق عنقریب پھیل کر رہے گا"۔

فَقَدْ صَابَرَتْ فِيْهِ بَنُو الْاَوْسِ كُلُّهُمْ   وَ كَانَ لَهُمْ ذِكْرٌ هُنَاكَ رَفِيْعُ

"اس روز تمام کے تمام بنی اوس نے باہم صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا اور اس مقام پر ان کا عالی شان تذکرہ تھا"۔

وَ حَامٰى بَنُو النَّجَّارِ فِيْهِ وَ صَابَرُوْا   وَ مَا كَانَ مِنْهُمْ فِي اللِّقَاءِ جَزُوْعُ

"اور بنی نجار نے بھی) وہاں ایک دوسرے کی حمایت کی اور صبر کا مظاہرہ کیا اور ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں تھا جو دشمن سے مقابلہ کے وقت گھبرانے والا ہو"۔

اَمَامَ رَسُوْلِ اللّٰهِ لَا يَخْذُلُوْنَهٗ   لَهُمْ نَاصِرٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ شَفِيْعُ

"رسول اللہ ﷺ کے سامنے (صبر کا مظاہرہ کیا) وہ آپ ﷺ کو رسوا کرنے والے نہ تھے، آپ ان کے لئے ان کے رب کی طرف سے مددگار اور شفیع تھے"۔

وَفَوْا اِذْ كَفَرْتُمْ يَا سَخِيْنَ بِرَبِّكُمْ   وَ لَا يَسْتَوِيْ عَبْدٌ وَفِيٌّ وَ مُضِيْعُ

انہوں نے اس وقت وفا کی جبکہ اے آٹے کا شربت پینے والو (قریش مکہ) تم نے اپنے پروردگار سے کفر کیا اور ایک باوفا بندہ اور وفاداری کا جذبہ کھو دینے والا دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے ایک شعر کی وضاحت

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار میں ہے: وَفَوْا اِذْ كَفَرْتُمْ يَا سَخِيْنَ بِرَبِّكُمْ۔ سخین

بِاَيْدِيهِمْ بِيضٌ اِذَا حَمِسَ الْوَغٰى ۔۔۔ فَلَا بُدَّ اَنْ يَرْدٰى لَهُنَّ صَرِيْعٌ

''ان کے ہاتھوں میں ایسی تلواریں ہیں کہ جب جنگ اپنے عروج پر ہوتی ہے تو لازم ہو جاتا ہے کہ ان کے سامنے بچھاڑا جانے والا خود ہلاک ہو جائے''۔

كَمَا غَادَرَتْ فِي النَّقْعِ عُتْبَةَ ثَاوِيًا ۔۔۔ وَ سَعْدًا صَرِيْعًا وَالْوَشِيْجُ شُرُوْعٌ

''جب کہ ان تلواروں نے عتبہ کو گرد و غبار میں پیوند خاک کر چھوڑا اور سعد کو بچھاڑ کر رکھ دیا جبکہ نیزوں پر نیزے چل رہے تھے''۔

وَ قَدْ غَادَرَتْ تَحْتَ الْعَجَاجَةِ مُسْنَدًا ۔۔۔ اُبَيًّا وَ قَدْ بَلَّ الْقَمِيْصَ نَجِيْعٌ

''اور ان تلواروں نے ابی کو بھی لڑتے ہوئے گرد و غبار کے نیچے گرا ہوا چھوڑ دیا جبکہ خون نے اس کی قمیص کو تر کر دیا تھا''۔

بِكَفِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَيْثُ تَنَصَّبَتْ ۔۔۔ عَلَى الْقَوْمِ مِمَّا قَدْ يُثِرْنَ نُقُوْعٌ

''رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ بھی اس مقام پر گرد آلود تھے جہاں ان تلواروں کے گرد و غبار اڑانے کی وجہ سے لوگوں پر غبار بلند ہو رہا تھا''۔

اُولٰئِكَ قَوْمٌ سَادَةٌ مِّنْ فُرُوْعِكُمْ ۔۔۔ وَ فِي كُلِّ قَوْمٍ سَادَةٌ وَّ فُرُوْعٌ

''یہ لوگ (جنہیں ہم نے قتل کیا ہے) ایسی قوم تھے جو تمہاری شاخوں کے سردار تھے اور ہر قوم میں سردار بھی ہوتے ہیں اور شاخیں بھی''۔

سے مراد سَخِيْنَةٌ ہے۔ یہ منادی مرخم ہے اور اس سے مراد قبیلہ قریش ہے۔ سخینة ایک شربت ہے جو آٹے سے بنایا جاتا ہے۔ چونکہ قریش یہ شربت پینے کے عادی تھے اس لئے انہیں یہی لقب دیا جاتا تھا۔

ضرار کے قصیدہ عینیہ میں ہے: اَمْرُهَا شَاعِيْ ۔ اس سے مراد شَائِعٌ ہے، اس میں قلب ہوا ہے (یعنی یاء کو پہلے اور عین کو آخر میں لے جایا گیا ہے) جیسا کہ ایک اور شاعر نے کہا: لَاثٍ بِهِ الْاَشَاءُ وَالْعُبْرِيُّ (کھجور کے چھوٹے درخت اور بیری کے درخت اس مقام کو ڈھانکے ہوئے ہیں) اس سے مراد بھی لَائِثٌ ہے۔ اسی طرح حدیث شریف میں ہے: لَا يَحْتَكِرُ الطَّعَامَ اِلَّا طَاغٍ اَوْ بَاغٍ اَوْ زَاغٍ (سرکش، باغی یا کج رو کے سوا کوئی بھی غلہ ذخیرہ نہیں کرتا)۔ اس سے مراد بھی زَائِغٌ ہے۔

ضرار کے قصیدہ قافیہ میں ہے: رَشَاشُ الطَّعْنِ وَالْوَرَقِ۔ الورق جمے ہوئے خون کو کہتے ہیں۔ یہ ابن درید وغیرہ کا قول ہے۔ اس قصیدہ میں یہ بھی ہے: مَا بِهٖ رَهَقٌ۔ رَهَقٌ کا معنی عیب ہے اور اَلْمُرْهَقُ عیب دار آدمی کو کہتے ہیں۔

بِهِنَّ نُعِزُّ اللّٰهَ حَتّٰى يُعِزَّنَا ۔ وَ اِنْ كَانَ اَمْرٌ يَاسَخِيْنَ فَظِيْعُ

"اے آٹے کا شرب پینے والے قریشیو! ہم انہی تلواروں کے ساتھ اللہ کا نام بلند کرتے ہیں تا کہ وہ ہمیں عزت وغلبہ عطا فرمائے۔ اگر چہ معاملہ کتنا ہی ہولناک کیوں نہ ہو"۔

فَلَا تَذْكُرُوْا قَتْلٰى وَ حَمْزَةُ فِيْهِمُ ۔ قَتِيْلٌ ثَوٰى لِلّٰهِ وَ هُوَ مُطِيْعُ

"اس لئے تم اور مقتولوں کا ذکر نہ کرو جبکہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی ان میں مقتول ہو گئے جو اطاعت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جاں بحق ہوئے"۔

فَاِنَّ جِنَانَ الْخُلْدِ مَنْزِلَةٌ لَهٗ ۔ وَ اَمْرُ الَّذِيْ يَقْضِي الْاُمُوْرَ سَرِيْعُ

"چنانچہ ابدی جنتیں ان کا گھر ہیں اور تمام امور کا فیصلہ کرنے والی ذات کا حکم بہت جلد چلنے والا ہے"۔

وَ قَتْلَاكُمْ فِي النَّارِ اَفْضَلُ رِزْقِهِمْ ۔ حَمِيْمٌ مَعًا فِيْ جَوْفِهَا وَ ضَرِيْعُ

"اور تمہارے مقتول جہنم میں ہیں، ان کی سب سے افضل روزی کھولتا ہوا پانی اور ضریع گھاس ہوگی جو ان کو جہنم کے درمیان اکٹھے ملے گی"۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: بعض علمائے شعر انکار کرتے ہیں کہ یہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ اور ابن زبعری کے اشعار ہیں۔ اور ابن زبعری کا قول مَاضِي الشَّبَاةِ اور طَمِرٌ يَجْفُنَ غیر ابن اسحاق سے مروی ہے۔

یوم احد کے بارے میں عمرو بن العاص کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے کہا: یوم احد کے بارے میں عمرو بن العاص نے یہ اشعار کہے:

خَرَجْنَا مِنَ الْفَيْفَا عَلَيْهِمْ كَاَنَّنَا ۔ مَعَ الصُّبْحِ مِنْ رَضْوٰى الْحَبِيْكُ الْمُنَطَّقُ

"ہم چٹیل میدان سے نکل کر ان (مسلمانوں) پر (اس قدر تیز رفتاری سے) آدھمکے گویا ہم بھی صبح کے ساتھ مستحکم اور بے شمار راستوں والے رضوی پہاڑ سے طلوع ہونے والے ہیں"۔

تَمَنَّتْ بَنُو النَّجَّارِ جَهْلًا لِقَاءَنَا ۔ لَدٰى جَنْبِ سَلْعٍ وَالْاَمَانِيُّ تَصْدُقُ

"بنی نجار نے نادانی میں سلع پہاڑ کے دامن کے پاس ہم سے دو چار ہونے کی تمنا کی اور آرزوئیں کبھی سچ بھی ہو جاتی ہیں"۔

فَمَا رَاعَهُمْ بِالشَّرِّ اِلَّا فُجَاءَةً ۔ كَرَادِيْسُ خَيْلٍ فِي الْاَزِقَّةِ تَمْرُقُ

"ان بنی نجار کو جنگ سے کوئی چیز نہیں ڈرا رہی تھی مگر پگڈنڈیوں سے تیزی سے نکلنے والے

گھوڑوں کے غولوں نے انہیں اچانک خوفزدہ کر دیا"۔

اَرَادُوْا لِكَيْمَا يَسْتَبِيْحُوْا قِبَابَنَا وَ دُوْنَ الْقِبَابِ الْيَوْمَ ضَرْبٌ مُحَرِّقُ

"انہوں نے اس بات کا ارادہ کیا کہ ہمارے خیموں کو لوٹ لیں حالانکہ اس روز خیموں کے سامنے ایک جلا کر رکھ دینے والی شمشیر زنی حائل تھی"۔

وَ كَانَتْ قِبَابًا اُوْمِنَتْ قَبْلَ مَا تَرٰى اِذَا رَامَهَا قَوْمٌ اُبِيْحُوْا وَ اُحْنِقُوْا

"اور یہ وہی خیمے تھے جنہیں پہلے بھی لوٹنے کی کوشش کی گئی مگر جب ان لوگوں نے ان پر تیر اندازی کی تو انہی کی بیخ کنی کر دی گئی اور انہیں سخت غیظ و غضب میں مبتلا کر دیا گیا"۔

كَاَنَّ رُؤُوْسَ الْخَزْرَجِيِّيْنَ غُدْوَةً وَ اَيْمَانُهُمْ بِالْمَشْرَفِيَّةِ بَرْوَقُ

"اس دن (جنگ احد میں) صبح کے وقت خزرجیوں کے سر مشرفی تلواروں کے سامنے گویا بروق گھاس کی طرح (کمزور) تھے"۔

ابن العاصی کے جواب میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار

بقول ابن ہشام اس کا جواب حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے دیتے ہوئے فرمایا:

اَلَا اَبْلِغَا فِهْرًا عَلٰى نَاْيِ دَارِهَا وَ عِنْدَهُمْ مِنْ عِلْمِنَا الْيَوْمَ مَصْدَقُ

"(میرے دونوں دوستو!) سنو میرا پیغام قبیلہ فہر کو ان کے گھر کی دوری کے باوجود پہنچا دو اور آج انہی کے پاس ہمارے علم کی صداقت کا معیار موجود ہے"۔

بِاَنَّا غَدَاةَ السَّفْحِ مِنْ بَطْنِ يَثْرِبٍ صَبَرْنَا وَ رَايَاتُ الْمَنِيَّةِ تَخْفِقُ

"(وہ پیغام یہ ہے) کہ ہم نے وادئ یثرب کے دامن کوہ کے پاس اس وقت صبر سے کام لیا جبکہ موت کے جھنڈے لہرا رہے تھے"۔

صَبَرْنَا لَهُمْ وَالصَّبْرُ مِنَّا سَجِيَّةٌ اِذَا طَارَتِ الْاَبْرَامُ نَسْمُوْ وَ نَرْتُقُ

"ہم نے ان کے مقابلے میں صبر سے کام لیا اور صبر کرنا تو ہماری عادت ہے، جب کمینے اور گھٹیا لوگ اڑ کر آتے ہیں تو فائق ہو کر اپنا معاملہ ٹھیک ہی رکھتے ہیں"۔

عَلٰى عَادَةٍ تِلْكُمْ جَرَيْنَا بِصَبْرِنَا وَ قِدْمًا لَدَى الْغَايَاتِ نَجْرِىْ فَنَسْبِقُ

ہم نے اپنی اسی عادت کے مطابق اپنے صبر و تحمل سے جدوجہد جاری رکھی اور حصول مقاصد کے وقت ہم ہمیشہ سے اسی طرح جدوجہد جاری رکھتے اور سبقت لے جاتے رہے ہیں۔

لَنَا حَوْمَةٌ لَا تُسْتَطَاعُ يَقُوْدُهَا نَبِيٌّ اَتٰى بِالْحَقِّ عَفٌّ مُصَدَّقُ

"ہماری ایک ایسی نا قابل تسخیر جماعت ہے جس کی قیادت نبی کریم ﷺ کر رہے ہیں جو حق لے کر آئے اور جو پاکدامن اور لائق تصدیق ہیں"۔

اَلَا هَلْ اَتٰى اَفْنَاءَ فِهْرِ بْنِ مَالِكٍ مُقَطَّعُ اَطْرَافٍ وَ هَامٌ مُفَلَّقُ

"کیا ایسا نہیں ہوا کہ فہر بن مالک کے مختلف قبائل کے پاس کٹے ہوئے ہاتھ پاؤں اور پھٹے ہوئے سر پہنچے ہیں؟"

یوم احد کے متعلق ضرار کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے کہا: ضرار بن خطاب نے یہ اشعار کہے:

اِنِّیْ وَجَدِّكَ لَوْلَا مُقْدَمِیْ فَرَسِیْ اِذْ جَالَتِ الْخَيْلُ بَيْنَ الْجِزْعِ وَالْقَاعِ

"تیرے نصیب کی قسم! اگر میں اپنے گھوڑے کو اس وقت نہ بڑھا دیتا جب گھوڑے وادی کے موڑ اور نشیبی زمین کے درمیان جولانی کر رہے تھے"۔

مَا زَالَ مِنْكُمْ بِجَنْبِ الْجِزْعِ مِنْ اُحُدٍ اَصْوَاتُ هَامٍ تَزَاقٰى اَمْرُهَا شَاعِيْ

"تو احد پہاڑ کی وادی کے موڑ پر تمہارے سروں سے نکلنے والے پرندوں کی آوازیں گونجتی اور پھیلتی رہتیں"۔

وَ فَارِسٌ قَدْ اَصَابَ السَّيْفُ مَفْرِقَهٗ اَفْلَاقُ هَامَتِهٖ كَفَرْوَةِ الرَّاعِيْ

"اور گھڑ سوار کی مانگ پر ایسی تلوار لگتی کہ اس کے سر کے شگاف چرواہے کے توشہ دان کی طرح ہوتے"۔

اِنِّیْ وَ جَدِّكَ لَا اَنْفَكُّ مُنْتَطِقًا بِصَارِمٍ مِثْلِ لَوْنِ الْمِلْحِ قَطَّاعِ

"تیرے مقدر کی قسم! میں نمک کے سفید رنگ کی مثل ایک کاٹنے والی تیز تلوار کے ساتھ براجمان رہوں گا

عَلٰى رِحَالَةِ مِلْوَاحٍ مُثَابِرَةٍ نَحْوَ الصَّرِيْخِ اِذَا مَا ثَوَّبَ الدَّاعِيْ

ایک مضبوط و جفاکش گھوڑے کی زین پر اس دعا و فریاد کرنے والے شخص کی طرح جو بار بار دعا کر رہا ہو"۔

وَ مَا انْتَمَيْتُ اِلٰى خُوْرٍ وَّ لَا كُشُفٍ وَ لَا لِئَامٍ غَدَاةَ الْبَاْسِ اَوْرَاعِ

"اور میری نہ تو کمزور اور بزدل لوگوں سے نسبت ہے، نہ ہتھیاروں سے خالی لوگوں کے ساتھ اور نہ جنگ کے روز ذلیل، کمینے اور بزدل لوگوں کے ساتھ"۔

بَلْ ضَارِبِيْنَ حَبِيْكَ الْبِيْضِ اِذْ لَحِقُوْا شُمِّ الْعَرَانِيْنَ عِنْدَ الْمَوْتِ لُذَّاعِ

"بلکہ میری نسبت ایسے لوگوں سے ہے کہ جب وہ دشمن سے نبرد آزما ہوتے ہیں تو چمکیلی دھاروں والی تلواروں کے ساتھ شمشیر زنی کرنے والے ہیں، اونچی ناکوں والے ہیں (باعزت ہیں) اور موت کے وقت آگ لگا دینے والے ہیں"۔

شُمٍّ بَهَالِيْلَ مُسْتَرْخٍ حَمَائِلُهُمْ يَسْعَوْنَ لِلْمَوْتِ سَعْيًا غَيْرَ دَعْدَاعِ

"معزز، بزرگ اور سردار ہیں، ان کی تلواروں کے پر تلے لمبے ہیں (یعنی وہ دراز قامت ہیں) اور موت کے لئے سست و کاہل ثابت ہوئے بغیر بھرپور جدوجہد کرتے ہیں"۔

ضرار بن خطاب نے یہ اشعار بھی کہے:

لَمَّا اَتَتْ مِنْ بَنِيْ كَعْبٍ مُزَيَّنَةٌ وَالْخَزْرَجِيَّةُ فِيْهَا الْبِيْضُ تَأْتَلِقُ

"جب ہمارے پاس بنی کعب کی طرف سے ہر قسم کے اسلحہ سے مزین فوجیں اور وہ خزرجی فوجیں پہنچیں جن میں سفید تلواریں چمک رہی تھیں

وَ جَرَّدُوْا مَشْرَفِيَّاتٍ مُهَنَّدَةً وَ رَايَةً كَجَنَاحِ النَّسْرِ تَخْتَفِقُ

اور انہوں نے مشرفی اور ہندی تلواریں برہنہ کرلیں اور کرگس کے پروں کی طرح لہراتا ہوا جھنڈا نکالا

فَقُلْتُ يَوْمٌ بِاَيَّامٍ وَّ مَعْرَكَةٌ تُنْسِيْ لِمَا خَلْفَهَا مَا هُزْهِزَ الْوَرَقُ

تو اس وقت میں نے کہا کہ سابقہ تمام جنگی ایام کے بدلے یہ ایسا دن اور ایسا معرکہ ہوگا جو بعد میں آنے والوں کو چاندی کے سکوں کی حرکت بھلا دے گا (یعنی حالات دگرگوں ہو جائیں گے)"۔

قَدْ عُوِّدُوْا كُلَّ يَوْمٍ اَنْ تَكُوْنَ لَهُمْ رِيْحُ الْقِتَالِ وَ اَسْلَابُ الَّذِيْنَ لَقُوْا

"یہ لوگ اس بات کے عادی ہیں کہ ان کے لئے ہر روز جنگ کی ہوا چلتی رہے اور وہ اپنے مدمقابل آنے والے دشمنوں کا مال لوٹتے رہیں"۔

خَيَّرْتُ نَفْسِيْ عَلٰى مَا كَانَ مِنْ وَّجَلٍ مِنْهَا وَاَيْقَنْتُ اَنَّ الْمَجْدَ مُسْتَبَقُ

"اس جنگ کا جو خوف ہو سکتا تھا اس کے لئے میں نے اپنے آپ کو تیار کر لیا ہے اور یقین کر لیا ہے کہ مجد و شرف سبقت لے جانے کا میدان ہے"۔

اَكْرَهْتُ مُهْرِيْ حَتّٰى خَاضَ غَمْرَتَهُمْ وَ بَلَّهٗ مِنْ نَجِيْعٍ عَائِكٍ عَلَقُ

''میں نے اپنے گھوڑے کو مجبور کیا یہاں تک کہ وہ ان کے امنڈتے ہوئے سیلاب میں جا گھسا اور سرخ خون نے اسے تر کر دیا''۔

فَظَلَّ مُهْرِىْ وَ سِرْبَالِىْ جَسِيْدُهُمَا نَفْخُ الْعُرُوْقِ رَشَاشُ الطَّعْنِ وَالْوَرَقُ

''چنانچہ میرے گھوڑے اور میری زرہ کا رنگ ایسے ہوگیا جیسے رگوں سے ابھرا ہوا خون، نیزہ بازی کے چھینٹے اور جما ہوا خون ہوتا ہے''۔

اَيْقَنْتُ اَنِّىْ مُقِيْمٌ فِىْ دِيَارِهِمُ حَتّٰى يُفَارِقَ مَا فِىْ جَوْفِهِ الْحَدَقُ

''میں نے عزم کر لیا کہ میں ان کے دیار میں اس وقت تک جما رہوں گا یہاں تک کہ آنکھ کا سیاہ ڈھیلا اپنے حلقے کو چھوڑ دے (یعنی موت آجائے)''۔

لَا تَجْزَعُوْا يَا بَنِىْ مَخْزُوْمٍ اِنَّ لَكُمْ مِثْلَ الْمُغِيْرَةِ فِيْكُمْ مَا بِهٖ زَهَقُ

''اے بنی مخزوم! گھبراؤ نہیں بے شک تمہارے لئے اپنے اندر مغیرہ کی مثال کافی ہے جس میں کوئی عیب نہیں''۔

صَبْرًا فِدًى لَكُمْ اُمِّىْ وَ مَا وَلَدَتْ تَعَاوَرُوْا الضَّرْبَ حَتّٰى يُدْبِرَ الشَّفَقُ

''تم پر میری ماں اور اس کی اولاد قربان ہو، صبر سے کام لو اور لگاتار شمشیر زنی کرتے رہو یہاں تک کہ شفق ڈوب جائے''۔

یوم احد کے متعلق عمرو کے اشعار

عمرو بن العاص نے یہ اشعار کہے:

لَمَّا رَاَيْتُ الْحَرْبَ يَنْزُوْ شَرُّهَا بِالرَّضْفِ نَزْوَا

''جب میں نے دیکھا کہ جنگ کے شرارے گرم پتھر سے ٹکرا کر خوب مشتعل ہو رہے ہیں''۔

وَ تَنَازَلَتْ شَهْبَاءُ تَلْحُوْا النَّاسَ بِالضَّرَّاءِ لَحْوَا

''اور بے شمار ہتھیاروں کے ساتھ مسلح افواج لوگوں کی کھالیں نہایت ضرر رساں انداز میں ادھیڑ رہی ہیں''۔

اَيْقَنْتُ اَنَّ الْمَوْتَ حَقٌّ وَالْحَيَاةَ تَكُوْنُ لَغْوَا

''تو مجھے یقین ہو گیا کہ موت برحق ہے اور زندگی لغو و بے معنی ہوتی ہے''۔

حَمَّلْتُ اَثْوَابِىْ عَلٰى عَتَدٍ يَبُذُّ الْخَيْلَ رَهْوَا

''میں نے اپنے کپڑے ایک ایسے جفاکش گھوڑے پر رکھ لیے جو دوسرے گھوڑوں سے

با آسانی سبقت لے جا رہا تھا"۔

سَلِسٍ اِذَا نَكَّبْنَ فِي الْبَيْدَاءِ يَعْلُوْا الطَّرْفَ عُلْوَا

"جونہایت آسانی سے اسے آگے بڑھاتا جا رہا تھا، جب دوسرے گھوڑے چٹیل میدان میں اوندھے ہو کر گر رہے تھے تو وہ نجیب الطرفین گھوڑے سے بھی سبقت لے جا رہا تھا"۔

وَ اِذَا تَنَزَّلَ مَاءُهُ مِنْ عِطْفِهِ يَزْدَادُ زَهْوَا

"اور جب اس گھوڑے کے پہلو سے اس کا پسینہ بہتا تو اس کے غرور ونخوت میں اور اضافہ ہو جاتا"۔

رَبِذٍ كَيَعْفُوْرِ الصَّرِيْمَةِ رَاعَهُ الرَّامُوْنَ دَحْوَا

"وہ گھوڑا ریت کے ٹیلے پر تیزی سے دوڑنے والے اس ہرن کے بچے کی طرح تیز رفتار تھا جسے تیر اندازوں نے حد درجہ خوف زدہ کر دیا ہو"۔

شَنِجٍ نَسَاهُ ضَابِطٍ لِلْخَيْلِ اِرْخَاءً وَّ عَدْوَا

"اس گھوڑے کی رانوں کی رگیں کھینچی ہوئی تھیں، نہایت تیزی سے دوڑ کر دوسرے گھوڑوں کو قابو میں کر لینے والا تھا"۔

فَفِدًى لَهُمْ اُمِّيْ غَدَاةَ الرَّوْعِ اِذْ يَمْشُوْنَ قَطْوَا

"میری ماں ان لوگوں پر قربان ہو جب جنگ کے دن وہ بھٹ تیتر کی طرح خراماں خراماں چل کر

سَيْرًا اِلٰى كَبْشِ الْكَتِيْبَةِ اِذْ جَلَتْهُ الشَّمْسُ جَلْوَا

دشمن کی فوج کے مینڈھے جیسے سردار کی طرف اس وقت جا رہے تھے جب سورج نے اسے خوب روشن کر دیا تھا"۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: بعض علمائے شعر انکار کرتے ہیں کہ یہ اشعار عمرو کے ہیں۔

عمرو بن العاص کے جواب میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے کہا: ضرار اور عمرو دونوں کے اشعار کا جواب حضرت کعب بن مالک

عمرو بن العاص کے اشعار

عمرو بن العاص کے اشعار میں ہے: يَمْشُوْنَ قَطْوَا۔ اَلْقَطْوُ اور اَلْاِقْطِيْطَاءُ بھٹ تیتر کی چال کو کہتے ہیں۔

رضی اللہ عنہ نے دیتے ہوئے فرمایا:

اَبْلِغْ قُرَيْشًا وَ خَيْرُ الْقَوْلِ اَصْدَقُهُ وَالصِّدْقُ عِنْدَ ذَوِي الْاَلْبَابِ مَقْبُوْلُ

"قریش کو یہ پیغام پہنچا دو اور بہترین قول وہی ہے جو سب سے سچا ہو اور اہل عقل و دانش کے نزدیک سچائی ہی مقبول ہے"۔

اَنْ قَدْ قَتَلْنَا بِقَتْلَانَا سَرَاتَكُمْ اَهْلَ اللِّوَاءِ فَفِيْمَا يَكْثُرُ الْقِيْلُ

"کہ ہم نے اپنے مقتولوں کے بدلے تمہارے سرکردہ علمبرداروں کو قتل کر دیا ہے لہٰذا کس معاملہ میں زیادہ تذکرہ رہتا ہے (یہی کہ تمہارے علمبردار مار دیے گئے)"۔

وَ يَوْمَ بَدْرٍ لَقِيْنَاكُمْ لَنَا مَدَدٌ فِيْهِ مَعَ النَّصْرِ مِيْكَالٌ وَ جِبْرِيْلُ

"اور بدر کے روز ہم تمہارے مقابلے اس حالت میں آئے کہ ہمیں ایسی کمک پہنچ رہی تھی جس میں میکائیل و جبرائیل فتح و نصرت ساتھ لیے موجود تھے"۔

اِنْ تَقْتُلُوْنَا فَدِيْنُ الْحَقِّ فِطْرَتُنَا وَالْقَتْلُ فِي الْحَقِّ عِنْدَ اللّٰهِ تَفْضِيْلُ

"اگر تم ہمیں قتل کر بھی دو گے تو (کوئی پرواہ نہیں کیونکہ) دین حق ہماری فطرت ہے اور حق کی راہ میں قتل ہونا اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی فضیلت کا باعث ہے"۔

وَ اِنْ تَرَوْا اَمْرَنَا فِيْ رَاْيِكُمْ سَفَهًا فَرَاْيُ مَنْ خَالَفَ الْاِسْلَامَ تَضْلِيْلُ

"اور اگر تم اپنی رائے کے مطابق ہمارے معاملے کو بے وقوفی خیال کرتے ہو تو سمجھ لو کہ اسلام کے مخالف کی رائے گمراہی ہی ہے"۔

فَلَا تَمَنَّوْا لِقَاحَ الْحَرْبِ وَاقْتَعِدُوْا اِنَّ اَخَا الْحَرْبِ اَصْدَى اللَّوْنِ مَشْغُوْلُ

"پس تم جنگ کی آگ بھڑکنے کی تمنا نہ کرو بلکہ بیٹھے رہو کیونکہ جنگجو آدمی کا رنگ سیاہی اور سرخی کے درمیان ہوتا ہے اور وہ بے حد مصروف جنگ ہوتا ہے"۔

اِنَّ لَكُمْ عِنْدَنَا ضَرْبًا تُرَاحُ لَهُ عُرْجُ الضِّبَاعِ لَهُ خَذْمٌ رَعَابِيْلُ

"بے شک ہمارے پاس تمہارے لئے تلواروں کی ایسی ضرب ہے جس کی وجہ سے لنگڑے بجو بھی خوشی سے جھوم اٹھتے ہیں کیونکہ اس ضرب سے انہیں علیحدہ علیحدہ کٹے ہوئے گوشت کے

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار میں ہے: خَذْمٌ رَعَابِيْلُ۔ خذم کا معنی ہے دانتوں کے ساتھ کاٹنا۔ اور رعابیل پھٹے ہوئے ٹکڑوں کو کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے جِبَاءٌ مُرَعْبَلٌ یعنی پھٹا ہوا خیمہ۔

ٹکڑے ملتے ہیں''۔

إِنَّا بَنُو الْحَرْبِ نَمْرِيْهَا وَ نَنْتُجُهَا وَ عِنْدَنَا لِذَوِي الْاَضْغَانِ تَنْكِيْلُ

''بے شک ہم بڑے جنگجو لوگ ہیں ہم اسے (جنگ کو اونٹنی کی طرح) دوہتے ہیں اور اس سے بچے پیدا کرتے ہیں اور ہمارے پاس کینہ پرور لوگوں کے لئے بڑی دردناک سزا ہے''۔

اِنْ يَنْجُ مِنْهَا ابْنُ حَرْبٍ بَعْدَ مَا بَلَغَتْ مِنْهُ التَّرَاقِيَ وَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلُ

''اگر جنگ ابوسفیان بن حرب کے سینے کی ہڈیوں تک پہنچنے کے بعد وہ اس سے کسی طرح نجات پا بھی جائے اور اللہ کا حکم ہو کر رہتا ہے

فَقَدْ اَفَادَتْ لَهُ حِلْمًا وَّ مَوْعِظَةً لِمَنْ يَّكُوْنُ لَهُ لُبٌّ وَّ مَعْقُوْلُ

تو یہ جنگ اسے بردباری کا فائدہ ضرور دے گی اور ان لوگوں کو عبرت و موعظت کا فائدہ دے گی جو کچھ بھی عقل وفہم رکھتے ہیں''۔

وَ لَوْ هَبَطْتُمْ بِبَطْنِ السَّيْلِ كَافَحَكُمْ ضَرْبٌ بِشَاكِلَةِ الْبَطْحَاءِ تَرْعِيْلُ

''اور اگر تم بطن سیل میں اترتے تو تمہیں بطحاء کے گوشے میں ایک بہت تیز شمشیر زنی کا سامنا کرنا پڑتا''۔

تَلْقَاكُمْ عُصَبٌ حَوْلَ النَّبِيِّ لَهُمْ مِمَّا يُعِدُّوْنَ لِلْهَيْجَا سَرَابِيْلُ

''اور تمہیں نبی کریم ﷺ کے اردگرد ایسی جماعتیں ملتیں جن کے پاس ایسی زرہیں ہیں جنہیں انہوں نے جنگ کے لئے تیار کر رکھا ہے''۔

مِنْ جِذْمِ غَسَّانَ مُسْتَرْخٍ حَمَائِلُهُمْ لَا جُبَنَاءُ وَ لَا مِيْلٌ مَعَازِيْلُ

''یہ جماعتیں قبیلہ غسان کی نسل سے ہیں جن کی تلواروں کے پرتلے لمبے ہیں (یعنی وہ دراز قامت ہیں) نہ وہ بزدل ہیں اور نہ نہتے ہیں جن کے پاس ڈھالیں اور نیزے نہ ہوں''۔

يَمْشُوْنَ تَحْتَ عَمَايَاتِ الْقِتَالِ كَمَا تَمْشِي الْمَصَاعِبَةُ الْاُدْمُ الْمَرَاسِيْلُ

شاعر کا قول ہے: اِنَّا بَنُو الْحَرْبَ نَمْرِيْهَا وَ نَنْتُجُهَا۔ یہ مَرَيْتُ النَّاقَةَ سے مستعار ہے۔ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب آپ اونٹنی میں دودھ کی زیادتی چاہیں اور نَنْتُجُهَا کا لفظ نَتَجتُ النَّاقَةَ سے مستعار ہے۔ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب آپ اونٹنی سے بچہ پیدا ہونے کی خواہش کریں۔ کہا جاتا ہے نُتِجَتِ النَّاقَةُ وَ نَتَجَهَا اَهْلُهَا یعنی اونٹنی کے مالک نے اس کے بچہ جننے میں اس کی خبرگیری کی اور اَنْتَجَتْ تُنْتِجُ اس وقت بولا جاتا ہے جب اس کے بچہ جننے کا وقت قریب آجائے۔

"یہ جماعتیں جنگ کی تاریکیوں میں اس طرح چلتی ہیں جس طرح گندمی رنگ والے نر اونٹ ایک دوسرے کے پیچھے قطار در قطار چلتے ہیں"۔

اَوْ مِثْلَ مَشْيِ اُسُوْدِ الظَّلِّ اَلْثَقَهَا   يَوْمٌ رَذَاذٌ مِنَ الْجَوْزَاءِ مَشْمُوْلُ

"یا ہلکی بارش کے نیچے چلنے والے ان شیروں کی چال چلتی ہیں جنہیں بادِ شمالی کے ساتھ جوزا ستارے سے ہونے والی بوندا باندی نے تر کر دیا ہو"۔

فِيْ كُلِّ سَابِغَةٍ كَالنَّهْيِ مُحْكَمَةٍ   قِيَامُهَا فَلَجٌ كَالسَّيْفِ بُهْلُوْلُ

"یہ جماعتیں نہایت مستحکم زرہوں میں ملبوس ہیں جو ایسے تالاب کی طرح ہیں جو تلوار کی طرح چمکدار نہر فلج کے قریب واقع ہوا ہو"۔

تَرُدُّ حَدَّ قِرَامِ النَّبْلِ خَاسِئَةً   وَ يَرْجِعُ السَّيْفُ عَنْهَا وَهُوَ مَفْلُوْلُ

"یہ زرہیں موٹے تیروں کی دھاروں کو ناکام واپس لوٹا دیتی ہیں اور ان کے پاس سے تلوار اس حالت میں لوٹتی ہے کہ اس میں دندانے پڑ چکے ہوتے ہیں"۔

وَ لَوْ قَذَفْتُمْ بِسَلْعٍ عَنْ ظُهُوْرِكُمْ   وَلِلْحَيَاةِ وَ دَفْعِ الْمَوْتِ تَاْجِيْلُ

"اور اگر تم اپنی پشتوں سے اٹھا کر سلع پہاڑ بھی پھینک مارتے دراں حالیکہ زندگی اور موت کے مقابلہ کے لئے ایک مدت مقرر ہے

مَا زَالَ فِي الْقَوْمِ وِتْرٌ مِنْكُمْ اَبَدًا   تَعْفُوْ السِّلَامُ عَلَيْهِ وَهُوَ مَطْلُوْلُ

تو ہماری قوم کا وہ فرد بھی جس سے تم نے انتقام لینا ہوتا اس پر پتھر کوئی اثر نہ کرتے اور وہ خون

شاعر کا قول ہے: يَوْمٌ رَذَاذٌ مِنَ الْجَوْزَاءِ مَشْمُوْلُ۔ اس سے مراد جوزاء ستارے سے ہونے والی بارشوں کے دنوں میں سے ایک دن ہے اور یہ ہقعہ (چاند کی پانچویں منزل میں تین ستاروں کا نام) کی بارش ہے یا ہنعہ (چاند کی چھٹی منزل میں پانچ ستاروں کا نام جو جوزا کی بائیں جانب واقع ہیں) کی بارش ہے۔ یہ موسم سرما میں دسمبر کے مہینے میں ہوتی ہے اور مشمول بادِ شمالی کو کہتے ہیں۔

شاعر کا قول ہے: اَلْثَقَهَا۔ یہ اَللَّثَق سے مشتق ہے جس کا معنی ہے نمی اور نرم مٹی اور رذاذ کا معنی مشہور و معروف ہے (یعنی ہلکی بارش)۔ یہ اَلطَّش اور اَلْبَغْش (پھوار کی دو قسمیں) سے زیادہ ہوتی ہے۔ اور الطَّلُّ بھی اسی کی مثل ہے یا اس سے قدرے بڑھ کر ہے۔ کہا جاتا ہے: اَرْضٌ مَطْلُوْلَةٌ وَ مَبْغُوْشَةٌ لیکن یہ نہیں کہا جاتا اَرْضٌ مَرْذُوْذَةٌ۔ بلکہ یوں کہا جاتا ہے مُرَذَّةٌ وَ مُرِذٌّ عَلَيْهَا یعنی وہ زمین جس پر بوندا باندی ہوئی ہو۔ یہ خطابی کا قول ہے۔

بہا دیے بغیر یونہی بچا رہتا"۔

عَبْدٌ وَ حُرٌّ كَرِيْمٌ مُوْثِقٌ قَنَصًا شَطْرَ الْمَدِيْنَةِ مَاسُوْرٌ وَ مَقْتُوْلُ

"غلام ہو یا آزاد شریف آدمی جو شکار کو باندھ لینے والا ہو، مدینے کا رخ کرنے کی صورت میں یا تو قید کرلیا جائے گا یا قتل کر دیا جائے گا"۔

كُنَّا نُوَمِّلُ اُخْرَاكُمْ فَاَعْجَلَكُمْ مِنَّا فَوَارِسُ لَا عُزْلٌ وَّ لَا مِيْلُ

"ہم تمہاری آخری صفوں کو امید دلاتے تھے تو (تمہارے آگے بڑھنے پر) ہمارے شہسوار جوڑھال اور ہتھیاروں سے خالی نہ تھے، تمہیں فوراً جکڑ لیتے"۔

اِذَا جَنٰى فِيْهِمُ الْجَانِيْ فَقَدْ عَلِمُوْا حَقًّا بِاَنَّ الَّذِيْ قَدْ جَرَّ مَحْمُوْلُ

"ان شہسواروں میں جب کوئی مجرم کسی جرم کا ارتکاب کرتا ہے تو وہ یقیناً یہ جانتے ہیں کہ جو بھی جرم کا مرتکب ہوگا اسے ضرور سزا بھگتنا پڑے گی"۔

مَا نَحْنُ لَا نَحْنُ مِنْ اِثْمٍ مُجَاهَرَةً وَ لَا مَلُوْمٌ وَّ لَا فِي الْغُرْمِ مَخْذُوْلُ

"ہم لوگ نہ تو کھلے بندوں گناہ کرنے والے ہیں، نہ ہمیں ملامت کی جاتی ہے اور نہ ہم سے اس طرح تاوان لیا جاتا ہے کہ ہمارا کوئی مددگار نہ ہو"۔

علمبرداروں کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے احد کے روز علمبرداروں کی تعداد بیان کرتے ہوئے یہ اشعار کہے:

علامہ ابن ہشام نے کہا: یہ سب سے بہترین اشعار ہیں۔

مَنَعَ النَّوْمَ بِالْعِشَاءِ الْهُمُوْمُ وَ خَيَالٌ اِذَا تَغُوْرُ النُّجُوْمُ

"عشاء کے وقت جب ستارے غروب ہو رہے تھے تو اس حبیب کے فکر و خیال نے نیند

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے سب سے عمدہ اشعار

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار کا ذکر کیا۔ قَالَ ابْنُ هِشَامٍ هٰذِهٖ اَجْوَدُ مَا قَالَ۔ "علامہ ابن ہشام نے کہا یہ آپ کے سب سے عمدہ اشعار ہیں۔ یہ وہ قصیدہ ہے جو حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے رات کو کہا اور اپنی قوم کو ندا دیتے ہوئے کہا کہ میں ابوالحسام ہوں، میں ابوالولید ہوں۔ یہ دونوں آپ کی کنیتیں ہیں، پھر آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ دن چڑھنے سے پہلے پہلے آپ سے اس قصیدہ

روک دی"۔

مِنْ حَبِيْبٍ اَضَافَ قَلْبَكَ مِنْهُ سَقَمٌ فَهُوَ دَاخِلٌ مَكْتُوْمٌ

"جس کی بیماری تیرے دل میں اتر گئی۔ پس وہ بیماری اس میں داخل ہے اور مخفی ہے"۔

يَا لَقَوْمِي هَلْ يَقْتُلُ الْمَرْءُ مِثْلِي وَاهِنُ الْبَطْشِ وَالْعِظَامِ سَؤُوْمٌ

"اے میری قوم! کیا مجھ جیسے آدمی کو ایسا شخص قتل کر سکتا ہے جس کی گرفت اور ہڈیاں کمزور ہوں اور وہ خود افسردہ ہو"۔

لَوْ يَدِبُّ الْحَوْلِيُّ مِنْ وَلَدِ الذَّرِّ عَلَيْهَا لَاَنْدَبَتْهَا الْكُلُوْمُ

"اگر چیونٹی کا چھوٹا بچہ بھی ان پر رینگے تو اس سے بھی ان پر زخموں کے نشان بن جائیں"۔

شَأْنُهَا الْعِطْرُ وَالْفِرَاشُ وَ يَعْلُوْ هَا لُجَيْنٌ وَ لُؤْلُؤٌ مَنْظُوْمٌ

"میری محبوبہ کی عادت خوشبو لگانا اور بستر پر لیٹنا ہے اور اس پر چاندی اور موتیوں کے ہار چڑھے ہوئے ہیں"۔

لَمْ تَفُتْهَا شَمْسُ النَّهَارِ بِشَيْءٍ غَيْرَ اَنَّ الشَّبَابَ لَيْسَ يَدُوْمُ

"دن کی دھوپ نے اس کی کسی چیز کو ضائع نہ کیا بجز اس کے کہ جوانی کو دوام حاصل نہیں"۔

اِنَّ خَالِيْ خَطِيْبُ جَابِيَةِ الْجَوْلَانِ عِنْدَ النُّعْمَانِ حِيْنَ يَقُوْمُ

"بے شک میرا ماموں مقام جولان (شام میں ایک شہر) کے حوض پر قبیلہ نعمان کے پاس کھڑا ہو کر خطابت کے جوہر دکھاتا ہے"۔

وَ اَنَا الصَّقْرُ عِنْدَ بَابِ ابْنِ سَلْمٰى يَوْمَ نُعْمَانُ فِي الْكُبُوْلِ سَقِيْمٌ

"اور میں ابن سلمٰی کے دروازے پر اس روز شکرے کی مانند تھا جب نعمان بیڑیوں میں کسا ہوا بیمار ہو رہا تھا"۔

وَ اُبَيٌّ وَ وَاقِدٌ اُطْلِقَالِيْ يَوْمَ رَاحَا وَ كَبْلُهُمْ مَخْطُوْمٌ

کو روایت کر لیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی روکنے والا اسے روک دے۔ اس قصیدہ میں آپ نے ابن زبعری پر اپنے ان بلند مقامات کی وجہ سے فخر کیا ہے جو آپ کو ملوکِ شام کے درباروں میں حاصل تھے جو ملوکِ شام جفنہ کی اولاد میں سے تھے۔ شام سے آپ نے اپنی قوم کے چند قیدیوں کو رہا کرایا تھا۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے آلِ جفنہ میں سے نعمان بن غسانی کے پاس خالد کے مقام کا ذکر کیا ہے۔ یہ نعمان بن منذر نہیں، آپ نے اس بارے میں فرمایا:

"اور ابی اور واقد کو میری خاطر اس روز رہا کر دیا گیا جب وہ وہاں گئے اور ان کی بیڑیاں توڑ دی گئی تھیں"۔

وَ رَهَنْتُ الْيَدَيْنِ عَنْهُمْ جَمِيْعًا كُلُّ كَفٍّ جُزْءٌ لَهَا مَقْسُوْمُ

"اور ان سب کی جانب سے میں نے اپنے دونوں ہاتھ رہن رکھ دیے اور ہر ہاتھ کو اس کا حصہ تقسیم کر کے دے دیا گیا"۔

وَسَطَتْ نِسْبَتِىْ الذَّوَائِبَ مِنْهُمْ كُلُّ دَارٍ فِيْهَا اَبٌ لِىْ عَظِيْمُ

"ان لوگوں میں تمام عالی مرتبہ لوگوں سے میری نسبت قائم ہے اور ان کے ہر گھر میں میرا کوئی نہ کوئی عظیم جدامجد موجود ہے"۔

وَ اَبِىْ فِىْ سُمَيْحَةِ الْقَائِلُ الْفَاصِلُ يَوْمَ الْتَقَتْ عَلَيْهِ الْخُصُوْمُ

"اور میرا باپ سمیحہ کے مقام پر فیصلہ کن بات کہنے والا ہوتا جب اس کے پاس جھگڑے آتے تھے"۔

تِلْكَ اَفْعَالُنَا وَ فِعْلُ الزِّبَعْرٰى خَامِلٌ فِىْ صَدِيْقِهٖ مَذْمُوْمُ

"یہ ہمارے کارنامے ہیں اور زبعری کا عمل بے قدر ہے اور اس کی مذمت اس کے دوستوں میں ہوتی ہے"۔

رُبَّ حِلْمٍ اَضَاعَهٗ عَدَمُ الْمَا لِ وَ جَهْلٍ غَطَّا عَلَيْهِ النَّعِيْمُ

"بعض بردباریاں ایسی ہیں جنہیں مال کے فقدان نے ضائع کر دیا اور بعض جہالتیں ایسی ہیں جن پر خوش حالی نے پردہ ڈال دیا"۔

اِنَّ دَهْرًا يَبُوْرُ فِيْهِ ذَوُو الْعِلْمِ لَدَهْرٌ هُوَ الْعَتُوُّ الزَّنِيْمُ

"بے شک جس زمانہ میں اصحاب علم ہلاک ہو جائیں وہی زمانہ سرکش اور بدعمل ہے"۔

لَا تَسُبَّنَّنِىْ فَلَسْتَ بِسِبِّىْ اِنَّ سَبِّىْ مِنَ الرِّجَالِ الْكَرِيْمُ

رُبَّ حِلْمٍ اَضَاعَهٗ عَدَمُ الْمَالِ وَ جَهْلٍ غَطَا عَلَيْهِ النَّعِيْمُ

یونس بن حبیب نے غطا کو طاء کی تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔ شیخ کے حاشیہ میں یونس کی روایت اسی طرح مذکور ہے۔ غطا کا معنی ہے بلند ہونا، چڑھنا۔ قتیبی کا شعر ہے:

وَ مِنْ تَعَاجِيْبِ خَلْقِ اللّٰهِ غَاطِيَةٌ يُعْصَىْ مِنْهَا مُلَاحِيٌّ وَ غِرْبِيْبُ

"اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے عجائبات میں سے ایک انگور کی بیل ہے جس سے سفید لمبے اور سیاہ انگور

"(اے ابن زبعری) تو مجھے گالیاں نہ دے کیونکہ گالیاں دینے میں تو میرا مد مقابل نہیں، میرا مد مقابل تو وہ آدمی ہے جو (مجھ جیسا) شریف زادہ ہو"۔

مَا أُبَالِيْ أَنَبَّ بِالْحَزْنِ تَيْسٌ ۔ أَمْ لَحَانِيْ بِظَهْرِ غَيْبٍ لَئِيْمٌ

"مجھے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کہ آیا ٹیلے پر بیٹھ کر کوئی مینڈھا چلایا یا کسی کمینے نے پیٹھ پیچھے مجھے گالی دی"۔

وَلِيَ الْبَأْسَ مِنْكُمُ إِذْ رَحَلْتُمْ ۔ أُسْرَةٌ مِنْ بَنِيْ قُصَيٍّ صَمِيْمُ

"جب تم نے (جنگ کے ارادے سے) کوچ کیا تو اسی وقت بنی قصی کے ایک خالص النسل خاندان نے تمہیں دشواری اور ہولناکی کا والی بنا دیا تھا"۔

تِسْعَةٌ تَحْمِلُ اللِّوَاءَ وَ طَارَتْ ۔ فِيْ رِعَاعٍ مِنَ الْقَنَا مَخْزُوْمُ

"وہ نو علمبردار جو لہراتا ہوا جھنڈا اٹھائے ہوئے تھے انہیں چھوٹے نیزوں سے نکیل ڈال دی گئی تھی"۔

وَ أَقَامُوْا حَتّٰى أُبِيْحُوْا جَمِيْعًا ۔ فِيْ مَقَامٍ وَ كُلُّهُمْ مَذْمُوْمُ

"اور وہ وہاں آ کر ٹھہرے ہی تھے کہ اسی مقام پر ان سب کو مباح بنا لیا گیا اور وہ سب کے سب قابل مذمت تھے"۔

بِدَمٍ عَانِكٍ وَ كَانَ حِفَاظًا ۔ أَنْ يُقِيْمُوْا إِنَّ الْكَرِيْمَ كَرِيْمُ

"سرخ خون کے ساتھ (مباح بنا لیا گیا) اور ان کا وہاں آ کر ٹھہرنا باعث غیظ و غضب تھا، بے شک شریف شریف ہی ہوتا ہے"۔

وَ أَقَامُوْا حَتّٰى أُزِيْرُوْا شَعُوْبًا ۔ وَالْقَنَا فِيْ نُحُوْرِهِمْ مَحْطُوْمُ

"اور وہ وہاں آ کر ٹھہرے ہی تھے کہ انہیں موت کی زیارت کرا دی گئی درآں حالیکہ نیزے ان کے سینوں میں توڑے جا رہے تھے"۔

نکلتے ہیں"۔

مُلَاحِيْ لام کی تخفیف کے ساتھ ہے اور لام کی تشدید کے ساتھ مُلَّاحِيْ بھی کہا گیا ہے جیسے شاعر کا قول ہے كَعُنْقُوْدِ مُلَّاحِيَّةٍ حِيْنَ نَوَّرَا۔ "سفید لمبے انگوروں کی طرح جب وہ شگوفے نکالے"۔

ابو حنیفہ نے کہا: جس نے تشدید کے ساتھ مُلَّاحِيَّة کہا ہے اس نے اسے اَلْمُلَّاح کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور اَلْمُلَّاح پیلو کے درخت کے پھل کو کہتے ہیں جو کہ نمکین ہوتا ہے اور کہا کہ اَلْغِرْبِيْب انگوروں کی

وَ قُرَيْشٌ تَفِرُّ مِنَّا لِوَاذًا اَنْ يُقِيْمُوْا وَ خَفَّ مِنْهَا الْحُلُوْمُ

"اور قریش کی حالت یہ تھی کہ وہ پناہ گاہ ڈھونڈنے کے لئے ہم سے دور بھاگے جا رہے تھے تاکہ وہ اس میں ٹھہر سکیں اور وہ اس قدر بدحواس ہو چکے تھے۔

لَمْ تُطِقْ حَمْلَهُ الْعَوَاتِقُ مِنْهُمْ اِنَّمَا يَحْمِلُ اللِّوَاءَ النُّجُوْمُ

کہ ان کی گردنوں میں اس جھنڈے کو اٹھانے کی طاقت ہی نہ رہی، اب جھنڈے کو تو ستارے (عورتیں) اٹھا رہے ہیں"۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے یہ قصیدہ مَنَعَ النَّوْمَ بِالْعِشَاءِ الْهُمُوْمُ رات کو کہا۔ پھر آپ نے اپنی قوم کو بلا کر ان سے فرمایا مجھے اندیشہ ہے کہ صبح ہونے سے پہلے مجھے موت آ جائے تو تم یہ قصیدہ مجھ سے روایت نہ کر سکو۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: مجھے ابو عبیدہ نے حجاج بن علاط السلمی کے مندرجہ ذیل اشعار سنائے جن میں وہ امیر المومنین حضرت ابو الحسن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی تعریف کرتا ہے اور اس بات کا ذکر کرتا ہے کہ آپ نے احد کے روز مشرکین کے علمبردار طلحہ بن ابی طلحہ بن

ایک قسم کا نام ہے یہ صفت نہیں۔ حضرت مؤلف نے کہا جب یہ بات ثابت ہو گئی تو شاید اس سے آپ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اس ارشاد وَغَرَابِيْبُ سُوْدٌ ﴿۲۷﴾ (فاطر) "اور بعض حصے سخت سیاہ" کا معنی سمجھ گئے ہوں گے کہ یہاں غرابیب (سیاہ) الجدد (پہاڑوں کے ٹکڑے) کی صفت بن رہا ہے اور سُوْدٌ میرے نزدیک اس کا بدل ہے نہ کہ صفت۔ اس آیت کی شرح اس شخص کو ہی مکمل سمجھ آ سکتی ہے جس نے اس کے مقام سے اسے ملاحظہ کیا ہو۔ تو ابو حنیفہ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ اَلْغِرْبِيْبُ کا لفظ جب مطلق بولا جائے اور اس کے ساتھ کسی موصوف کو مقید نہ کیا گیا ہو تو اس سے مراد انگوروں کی وہ خاص قسم ہوتی ہے جسے یہ نام دیا جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی صواب اور فہم کتاب کی توفیق دینے والا ہے۔

شاعر نے اس قصیدہ میں بنی عبد الدار کے علمبرداروں کا ذکر کیا ہے اور یہ بیان کیا ہے کہ انہیں جھنڈے کے ارد گرد بچھاڑ دیا گیا یہاں تک کہ اسے ان کی ایک عورت نے تھام لیا۔ وہ عورت عمرہ بنت علقمہ تھی۔ اسی وجہ سے شاعر نے کہا:

لَمْ تُطِقْ حَمْلَهُ الْعَوَاتِقُ مِنْهُمْ اِنَّمَا يَحْمِلُ اللِّوَاءَ النُّجُوْمُ

"ان کی گردنوں میں اس جھنڈے کو اٹھانے کی طاقت ہی نہ رہی، اب جھنڈے کو تو ستارے (عورتیں) اٹھا رہے ہیں"۔

عبدالعزیٰ بن عثمان بن عبدالدار کو قتل کیا:

لِلّٰهِ اَیُّ مُذَبِّبٍ عَنْ حُرْمَةٍ اَعْنِی ابْنَ فَاطِمَةَ الْمُعِمَّ الْمُخْوِلَا

"خدارا مجھے بتاؤ کہ عزت و حرمت کا دفاع کرنے والا کون ہے؟ میری مراد فاطمہ (بنت اسد) کے بیٹے (علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ) ہیں جو شریف چچاؤں اور شریف ماموؤں والے ہیں"۔

ابن علاط کے اشعار

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تعریف میں حجاج بن علاط کے اشعار میں ہے:

لِلّٰهِ اَیَّ مُذَبِّبٍ عَنْ حُرْمَةٍ

اصل ابوالولید کے حاشیہ میں شیخ ابو بحر نے اس شعر پر جو حاشیہ تحریر کیا ہے اس میں میں نے دیکھا کہ ابراہیم نے کہا اَیَّ منصوب ہے کیونکہ اَیَّ ممدوح ہے اور ممدوح کو اَیَّ کی حالت میں نصب دی جاتی ہے لیکن ابن ہشام نے اَیّ کو رفع دیا ہے۔

حضرت مؤلف نے کہا: اَیَّ کو جو ممدوح ہونے کی بناء پر نصب کے ساتھ ذکر کیا گیا یہ تو اس صورت میں درست ہوسکتا ہے جب اس سے پہلے مبتدا محذوف کو مقدر مانا جائے۔ گویا شاعر نے یوں کہا لِلّٰهِ اَنْتَ کیونکہ اَیّ کو مدح کی بناء نصب صرف جملہ تامہ کے بعد ہی دی جاسکتی ہے لیکن اَیّ کو اس بناء پر رفع دینا کہ اس کی خبر لِلّٰهِ ہے تو یہ قبیح ہے کیونکہ اگر یہ خبر ہو تو اس کی اصل استفہام ہے جسے صدر کلام لازم ہے جیسا کہ کَمْ میں ہوتا ہے خواہ وہ خبریہ ہو یا استفہامیہ۔ تو اس صورت میں تقدیر کلام یہ ہے لِلّٰهِ دَرُّهٗ اَیُّ مُذَبِّبٍ عَنْ حُرْمَةٍ هُوَ۔ کیا آپ دیکھتے نہیں کہ یہ کہنا قبیح ہے: جَاءَنِیْ اَیُّ فَتًی۔ لیکن اگر آپ اسے ایسا وصف بنائیں جو اپنے ماقبل پر جاری ہو اور یوں کہیں جَاءَنِیْ رَجُلٌ اَیُّ رَجُلٍ تو یہ جائز ہوگا کیونکہ جب یہ وصف ہو تو اس کے ساتھ لفظی عوامل لاحق نہیں ہوتے۔ گویا یہ اپنے اصل سے نہیں نکلا کیونکہ مبتدا کے ساتھ لفظی عوامل لاحق نہیں ہوتے۔

شاعر کا قول ہے: اَخْوَلَ اَخْوَلَا یعنی متفرق طور پر۔ بعض نسخوں میں ابن ہشام کے قول سے اس کی تفسیر یہ واقع ہوئی کہ یہ لفظ اصل میں اَلْخَال سے ماخوذ ہے جس کا معنی خود پسندی اور تکبر ہے۔ آپ کہتے ہیں فُلَانٌ اَخْوَلُ مِنْ فُلَانٍ۔ یعنی تکبر اور خود پسندی میں فلاں فلاں سے بڑھ کر ہے اور عرب کے اس قول اِذَا جَاءَ الْقَوْمُ اَخْوَلَ اَخْوَلَا کا یہ معنی ہے کہ ان میں سے ہر ایک بذاتِ خود انفرادی طور پر آیا اور تکبر کی وجہ سے اس کو یہ بات ناگوار گزری کہ وہ کسی غیر کا تابع بن کر آئے۔ تو جب بھی آپ نے ان میں ایک کو دیکھا تو آپ نے کہا هٰذَا اَخْوَلُ مِنَ الْاٰخَرِ کہ یہ دوسرے سے متکبر ہے، یہ اس کی

سَبَقَتْ يَدَاكَ لَهُ بِعَاجِلِ طَعْنَةٍ تَرَكَتْ طُلَيْحَةَ لِلْجَبِيْنِ مُجَدَّلَا

"(اے علی!) آپ کے دونوں ہاتھ ایسی تیز نیزہ بازی کے ساتھ طلحہ سے سبقت لے گئے جس نے طلحہ کو پیشانی کے بل پچھاڑا ہوا چھوڑ دیا"۔

وَ شَدَدْتَ شَدَّةَ بَاسِلٍ فَكَشَفْتَهُمْ بِالْجَرِّ اِذْ يَهْوُوْنَ اَخْوَلَ اَخْوَلَا

"اور آپ نے ایک بہادر اور جرأت مند آدمی کی طرح سخت حملہ کر کے کفار کو پہاڑ کے دامن میں اس طرح بکھیر کر رکھ دیا کہ وہ یکے بعد دیگرے گرتے ہی چلے گئے"۔

شہدائے احد کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے کہا: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار کہے جن میں وہ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اور دیگر اصحابِ رسول اللہ ﷺ جو غزوۂ احد میں شہید ہوئے، کا مرثیہ کہتے ہیں:

يَامَيُّ قُوْمِيْ فَانْدُبِيْ بِسُحَيْرَةٍ شَجْوَ النَّوَائِحِ

"اے میری ماں! اٹھ کھڑی ہو اور مقام سحیرہ پر نوحہ کرنے والیوں کے غم واندوہ کی طرح فریادوں سے لبریز نوحہ کر"۔

كَالْحَامِلَاتِ الْوَقْرَ بِالثِّقْلِ الْمُلِحَّاتِ الدَّوَالِحِ

"ان عورتوں کی طرح (نوحہ کر) جو بوجھ اور بہت بھاری بوجھ کو پوری ثابت قدمی کے ساتھ

اصل ہے پھر اس کا استعمال زیادہ ہوا یہاں تک کہ اسے یکے بعد دیگرے آنے میں ضرب المثل کے طور پر استعمال کیا جانے لگا اگرچہ وہاں تکبر اور خود پسندی نام کی کوئی چیز بھی نہ ہو اور اَخوَل کے بارے میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ تَخَوَّلْتُ بِالْمَوْعِظَةِ یا اس جیسے کسی جملہ سے ماخوذ ہے۔ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب آپ کسی کو وقفے وقفے سے نصیحت کریں۔ حدیث شریف میں ہے کہ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَوَّلُنَا بِالْمَوْعِظَةِ مَخَافَةَ السَّاٰمَةِ عَلَيْنَا یعنی "رسول اللہ ﷺ ہمیں وقفے وقفے سے پند ونصائح فرماتے تھے کہ کہیں ہم اکتا نہ جائیں"۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قصیدۂ حائیہ

حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے اپنے قصیدۂ حائی میں کہا:

كَالْحَامِلَاتِ الْوَقْرَ بِالثِّقْلِ الْمُلِحَّاتِ الدَّوَالِحِ

الدوالح دالحة کی جمع ہے، اس کا معنی ہے وزنی چیز۔ اسی طرح پانی سے لبریز بادلوں کو

اٹھائے ہوئے ہیں''۔

اَلْمُعْوِلَاتِ الْخَامِشَاتِ وُجُوْہَ حُرَّاتٍ صَحَائِحُ

''جو عورتیں اپنے آزاد اور شریف عورتوں والے چہروں کو نوچ نوچ کر باآواز بلند نوحہ کر رہی ہیں''۔

وَ کَأَنَّ سَیْلَ دُمُوْعِھَا الْاَنْصَابُ تُخْضَبُ بِالذَّبَائِحُ

''اوران کے آنسوؤں کا سیلاب گویا وہ سنگ انصاب ہے جسے ذبح کیے ہوئے جانوروں کے خون کے ساتھ رنگا جاتا ہے''۔

یَنْقُضْنَ اَشْعَارًا لَّھُنَّ ھُنَاکَ بَادِیَۃَ الْمَسَائِحُ

وہ نوحہ کناں عورتیں وہاں اپنے بال کھولے ہوئے ہیں اور ان کی زلفیں صاف نظر آ رہی ہیں

وَ کَأَنَّھَا اَذْنَابُ خَیْلٍ بِالضُّحٰی شُمُسٍ دَوَامِحُ

''وہ زلفیں دن کی روشنی میں ان گھوڑوں کی دموں کی مانند ہیں جو چاروں پاؤں چلا کر بدک رہے ہوں''۔

مِنْ بَیْنِ مَشْرُوْرٍ وَ مَجْزُوْرٍ یُذَعْذَعُ بِالْبَوَارِحُ

''کچھ زلفیں بٹی ہوئی ہیں اور کچھ کٹی ہوئی ہیں جو شدید ہوا کے جھونکوں میں بکھر رہی ہیں''۔

یَبْکِیْنَ شَجْوًا مُسَلَّبَاتٍ کَدَّحَتْھُنَّ الْکَوَادِحُ

''وہ عورتیں ماتمی لباس پہنے غم واندوہ سے رو رہی تھیں، انہیں حوادثِ زمانہ نے بالکل افسردہ

بھی الدُّلُوح کہتے ہیں۔ اس قصیدہ میں یہ شعر ہے:

یَنْقُضْنَ اَشْعَارًا لَّھُنَّ ھُنَاکَ بَادِیَۃَ الْمَسَائِحُ

المسائح مَسِیْحَۃ کی جمع ہے، یہ ان بالوں کو کہتے ہیں جن میں تیل یا کوئی اور چیز لگا کر کنگھی کی گئی ہو، اور چاندی کے ٹکڑے کو بھی مَسِیْحَۃ کہتے ہیں اور مَسِیْحَۃ کا معنی گھوڑا بھی ہے۔

شاعر کا قول ہے: مِنْ بَیْنِ مَشْرُوْرٍ مشرور کا معنی ہے بکھرا ہوا۔ کہا جاتا ہے: شَرَرْتُ الْمِلْحَ یعنی میں نے نمک کو بکھیر دیا اور اَلْمَجَلُ زخم کی طرح کا نشان ہے (یعنی آبلے)۔ آپ کہتے ہیں مَجِلَتْ یَدَیَّ مِنَ الْعَمَلِ ''کام کرنے کی وجہ سے میرے ہاتھوں پر آبلے پڑ گئے ہیں''۔

شاعر کا قول ہے: نُشَایِحُ یعنی ہم چوکس ہوتے ہیں جیسا کہ ایک اور شاعر کا قول ہے: وَ شِحْتَ قَبْلَ الْیَوْمَ اِنَّکَ شِیْحُ تو آج سے قبل چوکس تھا، بے شک تو محتاط اور چوکس ہے''۔

کر دیا ہے''۔

وَ لَقَدْ اَصَابَ قُلُوْبَهَا مَجْلٌ لَهُ جُلَبٌ قَوَادِحُ

''اوران کے دلوں پر ایسے زخم لگے ہیڈ جن کے چھلکے بے حد تکلیف دہ ہیں۔

اِذْ قَصَدَ الحِدْثَانُ مَنْ كُنَّا نُرَجِّي اِذْ نُشَايِحُ

''یہ زخم اس وقت لگے جب حوادثِ زمانہ ان لوگوں پر ٹوٹ پڑے جن سے ہم اس وقت امید رکھتے تھے جب ہمیں خوف ہوتا''۔

اَصْحَابَ اُحْدٍ غَالَهُمْ دَهْرٌ ، اَلَمَّ لَهُ جَوَارِحُ

یعنی اصحاب احد جنہیں اس زمانے نے ہلاک کر دیا جو اپنے سخت پنجوں کے ساتھ ان پر اترا

مَنْ كَانَ فَارِسَنَا وَ حَامِيَنَا اِذَا بُعِثَ الْمَسَالِحُ

(اس زمانے نے اس شخص کو ہلاک کر دیا) جو ہمارا شہسوار تھا اور ایسے نازک وقت میں ہمارا محافظ تھا جب مسلح ہر اول دستوں کو بھیجا جاتا ہے۔

يَا حَمْزَ لَا وَاللّٰهِ لَا اَنْسَاكَ مَا صُرَّ اللَّقَائِحُ

''اے حمزہ! نہیں، بخدا! میں تجھے اس وقت تک نہیں بھولوں گا جب تک دودھ والی اونٹنیوں کے تھنوں (سے دودھ دو ہنے کے لئے ان) کو باندھا جاتا رہے گا''۔

لِمُنَاخِ اَيْتَامٍ وَّ اَضْيَافٍ وَّ اَرْمَلَةٍ تُلَامِحُ

''یتیموں، مہمانوں اور نیچی نگاہوں سے دیکھنے والی بیوہ عورتوں کے مقام پر''۔

وَ لِمَا يَنُوْبُ الدَّهْرُ فِيْ حَرْبٍ لِحَرْبٍ وَّهْيَ لَاقِحُ

''اور اس مصیبت کے لئے (یہ اونٹنیاں دوہی جاتی رہیں گی) جو زمانہ ایک جنگ میں دوسری جنگ کے لئے لاتا ہے اور جنگ کے شرارے اڑتے ہی رہتے ہیں''۔

يَا فَارِسًا يَا مِدْرَهًا يَا حَمْزَ قَدْ كُنْتَ الْمُصَامِحُ

شاعر کا قول ہے: قَدْ كُنْتَ الْمُصَامِحُ۔ شیخ کے حاشیہ میں ایک اور روایت میں فاء کے ساتھ اَلْمُصَافِحُ ہے۔ جہاں تک میم کے ساتھ اَلْمُصَامِحُ کا تعلق ہے تو ممکن ہے یہ صَمَحْتُ الشَّيْءَ سے مشتق ہو۔ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب آپ کسی چیز کو پگھلائیں۔ یہ صاحب العین کا قول ہے، انہوں نے کہا اَلصَّمَحْمَحُ اس مرد کو کہتے ہیں جس کے پٹھے مضبوط ہوں اور اس کی عمر تیس اور چالیس سال کے درمیان ہو۔ اور ابوحنیفہ کے قول کے مطابق اَلصُّمَاح بدبودار ہوا کو کہتے ہیں۔

"اے شہسوار! اے زبان اور ہاتھ سے قوم کی مدافعت کرنے والے، اے حمزہ! تم ہی تھے جو دفاع کرنے والے تھے

عَنَّا شَدِيْدَاتِ الْخُطُوْبِ إِذَا يَنُوْبُ لَهُنَّ فَادِحُ

ہماری طرف سے سخت مصائب کے مقابلے میں اس وقت جب ان مصائب میں سے بارِ گراں ڈالنے والی مصیبت پیش آتی ہے"۔

ذَكَّرْتَنِي أَسَدَ الرَّسُوْلِ وَ ذَاكَ مِدْرَهُنَا الْمُنَافِحُ

"(اے شاعر!) تو نے مجھے رسول کریم ﷺ کے شیر کی یاد دلا دی اور وہ ہر وقت دفاع کرنے والے تھے

عَنَّا وَ كَانَ يُعَدُّ إِذْ عُدَّ الشَّرِيْفُوْنَ الْجَحَاجِحُ

ہم سب کا اور اس وقت ان کا بھی شمار کیا جاتا جب بڑے بڑے شریف سرداروں کا شمار کیا جاتا"۔

يَعْلُوْ الْقَمَاقِمَ جَهْرَةً سَبْطَ الْيَدَيْنِ أَغَرَّ وَاضِحُ

"آپ ڈنکے کی چوٹ پر بڑے بڑے سرداروں پر غالب آجاتے جبکہ آپ دونوں ہاتھوں سے سخاوت کرنے والے، کشادہ اور روشن چہرے والے تھے"۔

لَا طَائِشٌ رَعِشٌ وَ لَا ذُوْ عِلَّةٍ بِالْحَمْلِ آنِحُ

"آپ نہ اوچھے اور جلد باز تھے اور نہ آپ میں کوئی ایسی بیماری تھی کہ بوجھ اٹھاتے وقت سینے سے اونٹ کی طرح آواز نکلنے لگے"۔

بَحْرٌ فَلَيْسَ يُغِبُّ جَارًا مِنْهُ سَيْبٌ أَوْ مَنَاوِحُ

"آپ فیاضی کا ایک ایسا سمندر تھے کہ آپ کے پڑوسی کو آپ کی طرف سے ملنے والی عطاؤں اور سہولتوں میں ناغہ نہیں ہوتا تھا"۔

أَوْدَى شَبَابُ أُوْلِي الْحَفَا ئِظِ وَالثَّقِيْلُوْنَ الْمَرَاجِحُ

"غیرت وحمیت اور غیظ وغضب والوں کی جوانی ہلاک ہوگئی اور بھاری بھرکم اور دوسروں

شاعر کا قول ہے: سَيْبٌ أَوْ مَنَاوِحُ۔ ممکن ہے یہ مَنْدُوْحَة کی جمع ہو جس کا معنی ہے اَلسَّعَةُ (سہولت)۔ قیاس یہ تھا کہ یاء کے ساتھ مَنَادِيْحُ ہوتا لیکن ضرورت کی بناء پر یاء کو حذف کر دیا گیا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ لفظ میم کے ضمہ کے ساتھ مُفَاعِل کے وزن پر اَلنَّدْحُ سے مشتق ہو، اس صورت

سے بڑھ کر بردباری کرنے والے لوگ بھی ہلاک ہو گئے"۔

اَلْمُطْعِمُوْنَ اِذَا الْمَشَا تِنِيْ مَا يُصَفِّقُهُنَّ نَاضِحٌ

"اور وہ لوگ (ہلاک ہو گئے) جو ایسے وقت میں کھلاتے تھے جب ایک بھوکا شخص اپنی بکریوں سے دن میں ایک مرتبہ دودھ دوہتا تھا (جو اس کی ضرورت پوری نہ کرتا)

لَحْمَ الْجِلَادِ وَ فَوْقَهٗ مِنْ شَحْمِهٖ شُطَبٌ شَرَائِحٌ

طاقتور اونٹوں کا گوشت (کھلاتے تھے) جس کے اوپر ان کی کوہان کی چربی کے لمبے لمبے ٹکڑے واضح نظر آتے تھے"۔

لِيُدَافِعُوْا عَنْ جَارِهِمْ مَا رَامَ ذُوالضِّغْنِ الْمُكَاشِحٌ

"اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ وہ اپنے پڑوسیوں کا ان تکلیفوں سے دفاع کر سکیں جن کا ٹیڑھی نگاہ سے دیکھنے والے کینہ ور لوگ ارادہ کرتے تھے"۔

لَهْفِيْ لِشُبَّانٍ رُزِ ئْنَاهُمْ كَاَنَّهُمْ الْمَصَابِحٌ

"مجھے ان نو جوانوں کا افسوس ہے جن سے ہم جدا ہوئے۔ وہ نوجوان ہمارے لئے چراغوں کی مانند تھے"۔

شُمٌّ بَطَارِقَةٌ غَطَارِفٌ خَضَارِمَةٌ مَسَامِحٌ

"وہ نوجوان باعزت، سردار، رئیس، سخی اور حد درجہ فیاض تھے"۔

اَلْمُشْتَرُوْنَ الْحَمْدَ بِالْاَ مْوَالِ اِنَّ الْحَمْدَ رَابِحٌ

"جو اپنے اموال کی بخشش کے ذریعے تعریف و توصیف خریدنے والے تھے، بے شک

میں معنی ہوگا: مُكَاثِرٌ (کثرت میں غالب آنے والا)۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ النَّدْح سے میم کے فتحہ کے ساتھ مشتق ہو۔ اس صورت میں یہ مَنْدَحَة کی جمع ہوگی۔ یہ مفعلة کے وزن پر (مصدر میمی) ہے جس کا معنی ہے کثرت اور سہولت۔ جہاں تک عربوں کے اس قول کا تعلق ہے اَنَا فِي مَنْدُوْحَةٍ مِنْ هٰذَا الْاَمْرِ (میں اس معاملہ میں آزاد ہوں) تو یہ بھی النَّدْح سے اسم مفعول کا وزن ہے۔ ابوعبید کو وہم ہوا ہے جو انہوں نے اسے اِنْدَاحَ بَطْنُهٗ سے مشتق مانا ہے۔ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب کسی کا پیٹ پھول کر بڑا ہو جائے۔ حالانکہ مَنْدُوْحَة میں نون اصلی ہے اور اِنْدَاحَ میں زائد ہے کیونکہ وہ اِنْفَعَلَ کے وزن پر ہے اور اِنْدَاحَ میں الف اصلی ہے جو کہ واؤ کا بدل ہے، گویا وہ بڑے زخم والا ہے اور مندوحہ میں میم زائد ہے اور دال فعل کا عین کلمہ ہے جبکہ انداح میں دال فعل کا فاء کلمہ ہے۔ اسی وجہ

تعریف کا سودا بڑا نفع بخش ہے"۔

وَالْجَازِمُوْنَ بِلُجْمِهِمْ يَوْمًا إِذَا مَا صَاحَ صَائِحْ

"اور وہ اپنے گھوڑوں کی لگامیں پکڑ کر اس دن میدانِ جنگ میں کود جانے والے تھے جب کوئی پکارنے والا مدد کے لئے پکارے"۔

مَنْ كَانَ يُرْمٰى بِالنَّوَا قِرِ مِنْ زَمَانٍ غَيْرِ صَالِحْ

"غیر صالح زمانے کی طرف سے جس شخص پر حوادث کے تیر برسائے گئے

مَا اِنْ تَزَالُ رِكَابُهُ يَرْسِمْنَ فِيْ غُبْرٍ صَحَاصِحْ

اس کے اونٹ غبار آلود چٹیل میدان میں مسلسل تیز رفتاری سے چلتے رہتے"۔

رَاحَتْ تَبَارٰى وَهُوَ فِيْ رَكْبٍ صُدُوْرُهُمْ رَوَاشِحْ

"وہ شخص ایسے اونٹوں کے درمیان ہوتا جن کے سینے پسینے میں شرابور ہوتے، ایسی حالت میں اس کے اونٹ مقابلہ میں لگے رہتے"۔

حَتّٰى تَئُوْبَ لَهُ الْمَعَا لِيْ لَيْسَ مِنْ فَوْزِ السَّفَائِحْ

"یہاں تک کہ اس کے حصے میں وہ بلند رتبے آجاتے جن کا سبب جوئے کے منحوس تیروں کی کامیابی نہیں ہوتی تھی"۔

يَا حَمْزَ قَدْ اَوْحَدْتَنِيْ كَالْعُوْدِ شَذَّبَهُ الْكَوَافِحْ

"اے حمزہ! تم نے مجھے اس لکڑی کی مانند اکیلا چھوڑ دیا ہے جس کی کاٹنے والوں نے شاخ تراشی کر دی ہو"۔

اَشْكُوْ اِلَيْكَ وَفَوْقَكَ التُّرْبُ الْمُكَوَّرُ وَالصَّفَائِحْ

"میں تم سے شکوہ کر رہا ہوں حالانکہ تمہارے اوپر تہ بہ تہ مٹی اور چوڑے پتھر پڑے ہیں"۔

مِنْ جَنْدَلٍ نُلْقِيْهِ فَوْ قَكَ اِذْ اَجَادَ الضَّرْحَ ضَارِحْ

"یعنی وہ پتھر پڑے ہیں جو ہم نے تمہارے اوپر اس وقت ڈالے تھے جب کھودنے والے

ے خطابی نے کہا: ابن قتیبہ پر تعجب ہے، وہ ابو عبید کی ایسی فحش غلطیوں سے صرف نظر کر جاتے ہیں اور جو غلطیاں اتنے حرج کا باعث نہیں ہوتیں ان کا بڑی سختی سے رد کرتے ہیں۔

شاعر کا قول ہے: خِضَارِمَة۔ یہ خِضْرَم کی جمع ہے جس کا معنی ہے کثیر العطاء شخص۔

شاعر کا قول ہے: يَرْسِمْنَ یہ الرَّسِيْم فِي السَّيْرِ سے مشتق ہے یعنی تیز چلنا اور اَلصَّحَاصِحُ

نے عمدہ قبر کھودی''۔

فِيْ وَاسِعٍ يَحْثُوْنَهٗ بِالتُّرْبِ سَوَّتَهُ الْمَمَاسِحُ

''اس وسیع قبر میں (تمہیں دفن کر دیا گیا) جس کے اوپر لوگ مٹی ڈال رہے ہیں جسے کسیوں نے برابر کر دیا''۔

فَعَزَاؤُنَا اَنَّا نَقُوْ لُ وَ قَوْلُنَا بَرْحٌ بَوَارِحُ

''پس ہماری تعزیت یہی ہے کہ ہم کہتے ہیں حالانکہ ہماری بات دلوں کو درد مند کر دینے والی ہے

مَنْ كَانَ اَمْسٰى وَهُوَ عَمَّا اَوْقَعَ الْحِدْثَانُ جَانِحُ

''کہ حادثات نے جو واقعات رونما کیے ہیں ان سے پہلو تہی کر کے جو شخص شام کے وقت چلا گیا تھا

فَلْيَاْتِنَا فَلْتَبْكِ عَيْنَاهُ لِهَلْكَانَا النَّوَافِحُ

اب وہ ہمارے پاس آئے اور اس کی آنکھیں ہمارے ان مقتولین پر آنسو بہائیں جو ہمارا دفاع کرنے والے تھے

اَلْقَائِلِيْنَ الْفَاعِلِيْنَ ذَوِى السَّمَاحَةِ وَالْمَمَادِحُ

جو جو کچھ کہتے تھے پورا کر کے دکھاتے تھے اور جو جود و سخا والے اور ہر قسم کی قابل تعریف صفات کے مالک تھے''۔

مَنْ لَا يَزَالُ نَدٰى يَدَيْهُ لَهٗ طِوَالَ الدَّهْرِ مَائِحُ

جن کے ہاتھوں کی سخاوت طویل زمانہ تک ضرورت مندوں کے دامن بھرتی رہی۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: اکثر علمائے شعر اس بات کا انکار کرتے ہیں کہ یہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قصیدہ ہے اور آپ کے یہ اشعار غیر ابن اسحاق سے مروی ہیں: اَلْمُطْعِمُوْنَ اِذَا الْمَشَاتِيْ، اَلْجَامِزُوْنَ بِلُجُمِهِمْ اور مَنْ كَانَ يَرْمِىْ بِالنَّوَاقِرِ۔

صَحْصَحٌ کی جمع ہے، یہ ہموار اور نرم زمین کو کہتے ہیں۔

شاعر کا قول ہے: لَيْسَ مِنْ فَوْزِ السَّفَائِحْ۔ اَلسَّفَائِحُ سَفِيْحَة کی جمع ہے۔ یہ جوالق (اون یا بالوں کی گون) وغیرہ کی مثل ایک چیز ہے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مرثیہ میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے کہا: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے مرثیہ میں یہ اشعار کہے:

اَتَعْرِفُ الدَّارَ عَفَا رَسْمُهَا　بَعْدَكَ صَوْبُ الْمُسْبِلِ الْهَاطِلِ

"کیا تم اس گھر کو پہچانتے ہو جس کے نشانات تمہارے بعد لگاتار اور موسلا دھار برسنے والی بارش نے مٹا دیے ہیں؟"

بَيْنَ السَّرَادِيحِ فَاُدْمَانَةٍ　فَمَدْفَعِ الرَّوْحَاءِ فِي حَائِلِ

"جو گھر مقام ادمانہ اور حائل پہاڑ میں مقامِ روحاء کے پانی کے جمع ہونے کی جگہ کے درمیان واقع وادیوں میں تھا"۔

سَاَلْتُهَا عَنْ ذَاكَ فَاسْتَعْجَمَتْ　لَمْ تَدْرِ مَا مَرْجُوعَةُ السَّائِلِ

"میں نے اس گھر سے اس کے (مٹ جانے) کا سبب پوچھا تو وہ گونگا بن گیا، اسے معلوم نہ تھا کہ سوال کرنے والے کا جواب کیا ہوسکتا ہے؟"

دَعْ عَنْكَ دَارًا قَدْ عَفَا رَسْمُهَا　وَابْكِ عَلَى حَمْزَةَ ذِي النَّائِلِ

"(اے مخاطب!) اس گھر کا ذکر چھوڑ جس کے نشانات مٹ گئے اور حمزہ پر آنسو بہا جو صاحب عطا تھے"۔

اَلْمَالِيءِ الشِّيزٰى اِذَا اَعْصَفَتْ　غَبْرَاءُ فِي ذِي الشَّبِمِ الْمَاحِلِ

"جو اس وقت بھی ضرورت مندوں کے کشکول بھرنے والے تھے جب ٹھنڈے پانی والے قحط زدہ موسم (سرما) میں گرد و غبار اڑانے والی ہوائیں تیز اور سخت ہو جاتیں"۔

وَالتَّارِكِ الْقِرْنَ لَدَى لِبْدَةٍ　يَعْثُرُ فِي ذِي الْخُرُصِ الذَّابِلِ

"اور جو اپنے مدمقابل کو اس تہ بہ تہ غبار میں چھوڑ دیتے جو پتلے نوک دار نیزوں کے درمیان اڑتا"۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قصیدۂ لامیہ

حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے اپنے قصیدۂ لامیہ میں فرمایا: ذِي الْخُرُصِ الذَّابِلِ۔ اس سے مراد نیزے ہیں اور اَلْخُرُص نیزے کے پھل کو کہتے ہیں، اس کی جمع خِرْصَان آتی ہے۔

وَاللَّابِسِ الْخَيْلَ اِذَا اَحْجَمَتْ كَاللَّيْثِ فِي غَابَتِهِ الْبَاسِلِ

''اور جب سوار ڈر کر پیچھے ہٹ جاتے تو آپ انہیں اس شیر کی مانند ہکا بکا کر دیتے جو اپنی خوفناک کچھار میں ہو''۔

اَبْيَضُ فِي الذِّرْوَةِ مِنْ هَاشِمٍ لَمْ يَمْرِدُوْنَ الْحَقِّ بِالْبَاطِلِ

''آپ خاندان بنی ہاشم کے وہ چوٹی کے آدمی تھے جو حق کو چھوڑ کر باطل کے لئے کبھی نہ جھگڑے''۔

مَالَ شَهِيْدًا بَيْنَ اَسْيَافِكُمْ شَلَّتْ يَدَا وَحْشِيٍّ مِنْ قَاتِلٍ

''(اے کفار!) آپ تمہاری تلواروں کے درمیان گر کر شہید ہو گئے، آپ کے قاتل وحشی کے دونوں ہاتھ شل ہو جائیں''۔

اَيَّ امْرِيءٍ غَادَرَ فِيْ اَلَّةٍ مَطْرُوْرَةٍ مَارِنَةِ الْعَامِلِ

''اس نے کس شخص کو اعلیٰ قسم کے باریک تیز اور لمبی نوک والے نیزے کا شکار بنایا''۔

اَظْلَمَتِ الْاَرْضُ لِفِقْدَانِهِ وَاسْوَدَّ نُوْرُ الْقَمَرِ النَّاصِلِ

''اس شخص (حمزہ) کے فقدان سے ساری زمین تاریک ہو گئی اور بادلوں سے نکلنے والے چاند کے نور پر بھی سیاہی چھا گئی''۔

صَلَّى عَلَيْهِ اللّٰهُ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ مُكْرَمَةِ الدَّاخِلِ

''اللہ تعالیٰ اس شخص پر اپنی رحمتیں نازل فرما کر اس عالی شان جنت میں داخل فرمائے جس میں داخل ہونے والے کو بہت اکرام واعزاز بخشا جاتا ہے''۔

بوقت ضرورت علم کی تنوین کو ترک کرنا

اس قصیدہ میں شَلَّتْ يَدَا وَحْشِيٍّ مِنْ قَاتِلٍ۔ آپ نے ضرورت کی بناء پر وحشی جو علم تھا کی تنوین کو ترک کر دیا۔ علم اکثر غیر منصرف آتا ہے، یہ بصریوں کے نزدیک ہے لیکن کوفیوں کے نزدیک علم کو منصرف پڑھنا بھی جائز ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ شاعر کبھی کبھی ایک یا دو حرف حذف کر دیتا ہے جیسے علقمہ بن عبیدہ کا شعر ہے:

كَاَنَّ اِبْرِيْقَهُمْ ظَبْيٌ عَلَى شَرَفٍ مِقَدَّمٌ بِسَبَا الْكَتَّانِ مَلْثُوْمُ

''گویا ان کا چھاگل کسی بلند مکان پر ہرن ہے جو روئی کے بالوں کے گچھے کے ساتھ آگے کی طرف باندھا ہوا ہے''۔

كُنَّا نَرٰى حَمْزَةَ حِرْزًا لَنَا فِيْ كُلِّ اَمْرٍ نَابَنَا نَازِلِ

"ہم حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو اپنے اوپر نازل ہونے والی ہر مصیبت میں اپنی حفاظت گاہ سمجھتے تھے"۔

وَ كَانَ فِي الْاِسْلَامِ ذَا تُدْرَاٍ يَكْفِيْكَ فَقْدَ الْقَاعِدِ الْخَاذِلِ

"اور آپ اسلام میں بڑے حامی اور دفاع کرنے والے تھے جن کا دفاع پیچھے بیٹھ جانے والے اور مدد چھوڑ دینے والے شخص کی کمی کو پورا کر دیتا تھا"۔

لَا تَفْرَحِيْ يَا هِنْدُ وَاسْتَحْلِبِيْ دَمْعًا وَ اَذْرِيْ عَبْرَةَ الثَّاكِلِ

"اے ہند! تو خوشی نہ منا بلکہ آنسوؤں کا دودھ نکال اور بچے کھو دینے والی ماں کی طرح بڑے بڑے آنسو گرا"۔

وَابْكِيْ عَلٰى عُتْبَةَ اِذْ قَطَّهُ بِالسَّيْفِ تَحْتَ الرَّهَجِ الْجَائِلِ

"اور عتبہ پر رو جسے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اڑتے ہوئے غبار کے نیچے اپنی تلوار کے ساتھ دو ٹکڑے کر دیا تھا"۔

اِذْ خَرَّ فِيْ مَشْيَخَةٍ مِّنْكُمْ مِنْ كُلِّ عَاتٍ قَلْبُهُ جَاهِلِ

"جب عتبہ تمہارے بڑے بڑے آدمیوں کے درمیان دھڑام سے گرا تھا جن میں ہر آدمی جاہل اور سرکش دل والا تھا"۔

اَرْدَاهُمُ حَمْزَةُ فِيْ اُسْرَةٍ يَمْشُوْنَ تَحْتَ الْحَلَقِ الْفَاضِلِ

"حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے ان پر اس گروہ میں ہلاکت مسلط کر دی جو زمین سے رگڑتی ہوئی زرہوں میں چل رہے تھے"۔

غَدَاةَ جِبْرِيْلُ وَزِيْرٌ لَهُ نِعْمَ وَزِيْرُ الْفَارِسِ الْحَامِلِ

اس شعر میں لفظ سَبَا اصل میں سَبَائِب ہے اور لبید کا قول ہے:

كَالْحَمَالِجِ بِاَيْدِى التَّلَامِ

"شاگردوں کے ہاتھوں میں سنار اور لوہار کے منافع کی طرح"۔

اَلتَّلَام اصل میں التَّلَامِيْذ ہے۔

ابن سراج نے کوفیوں کے جواب میں کہا ہے کہ تنوین کا اس حذف کے ساتھ کوئی تعلق نہیں کیونکہ تنوین معنی میں زیادتی پیدا کرتی ہے اور جو چیز معنی میں زیادتی پیدا کرے اسے حذف نہیں کیا جاتا۔

"یہ اس روز ہوا جب حضرت جبرئیل علیہ السلام حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے معاون تھے، اس حملہ آور شہسوار کے یہ کتنے اچھے معاون تھے"۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مرثیہ میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے مرثیہ میں یہ اشعار کہے:

طَرَقَتْ هُمُوْمُكَ فَالرُّقَادُ مُسَهَّدُ ۔۔۔ وَ جَزِعْتَ اَنْ سُلِخَ الشَّبَابُ الْاَغْيَدُ

"تیرے غموں نے رات کو دستک دی اور نیند اچاٹ ہوگئی اور تو نے واویلا کیا کہ ناز ونعم والی جوانی چھین لی گئی"۔

وَدَعَتْ فُؤَادَكَ لِلْهَوٰى ضَمْرِيَّةٌ ۔۔۔ فَهَوَاكَ غَوْرِيٌّ وَّ صَحْوُكَ مُنْجِدُ

"اور ضمریہ نے تیرے دل کو محبت کی دعوت دی۔ پس تیری محبت پست ہے جبکہ تیرا ہوش میں آ جانا تجھے بلندی تک پہنچانے والا ہے"۔

فَدَعِ التَّمَادِيَ فِي الْغَوَايَةِ سَادِرًا ۔۔۔ قَدْ كُنْتَ فِي طَلَبِ الْغَوَايَةِ تُفْنَدُ

"اس لئے اے گمراہی میں بھٹکنے والے! یہ غفلت چھوڑ دے تو بے راہ روی کے پیچھے پڑ کر بے وقوف بنایا جاتا رہا ہے"۔

وَ لَقَدْ اَنٰى لَكَ اَنْ تَنَاهٰى طَائِعًا ۔۔۔ اَوْ تَسْتَفِيْقَ اِذَا نَهَاكَ الْمُرْشِدُ

"اور اب تیرے لئے وقت آ گیا کہ تو اطاعت کر کے باز آ جائے تا کہ تو اس وقت ہوش میں آ جائے جب تجھے ہادی و مرشد کسی بات سے روکیں"۔

وَ لَقَدْ هُدِدْتَ لِفَقْدِ حَمْزَةَ هَدَّةً ۔۔۔ ظَلَّتْ بَنَاتُ الْجَوْفِ مِنْهَا تُرْعَدُ

"اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو کھو کر تو اس حد تک بوڑھا ہو گیا ہے کہ اس بڑھاپے کی وجہ

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار میں ہے: طَرَقَتْ هُمُوْمُكَ فَالرُّقَادُ مُسَهَّدُ۔ اَلرُّقَادُ مُسَهَّدُ سے مراد سونے والا شخص ہے۔ مضاف کو حذف کر دیا اور مضاف الیہ کو اس کے قائم مقام رکھ دیا جو کہ ضمیر مجرور ہے (اصل عبارت یوں تھی اَلرُّقَادُ مُسَهَّدٌ صَاحِبُهٗ)۔ اس طرح ضمیر نائب فاعل بن گئی اور مُسَهَّد میں مستتر ہوگئی۔

سے بنات شکم (قلب وجگر اور انتڑیاں) کانپنے لگی ہیں"۔

وَ لَوْ اَنَّهٗ فُجِعَتْ حِرَاءُ بِمِثْلِهٖ ۔۔۔ لَرَاَيْتَ رَاسِیَ صَخْرِهَا يَتَبَدَّدُ

"اور اگر جبل حراء کو بھی اس جیسے صدمے کا دکھ پہنچتا تو تو اس کی مضبوط ترین چٹانوں کو بھی ٹکڑے ٹکڑے ہوتے دیکھتا"۔

قَرْمٌ تَمَكَّنَ فِیْ ذُؤَابَةِ هَاشِمٍ ۔۔۔ حَيْثُ النُّبُوَّةُ وَالنَّدٰی وَالسُّؤْدَدُ

"حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ایسے جوانمرد تھے جو بنی ہاشم کے چوٹی کے افراد میں بلند مرتبہ تھے جن میں نبوت، فیاضی اور سرداری کی صفات موجود ہیں"۔

وَالْعَاقِرُ الْكُوْمِ الْجِلَادِ اِذَا غَدَتْ ۔۔۔ رِيْحٌ يَكَادُ الْمَاءُ مِنْهَا يَجْمُدُ

"اور آپ بڑے کوہان والے طاقتور اونٹوں کو ذبح کر کے اس وقت لوگوں کی مہمان نوازی کرتے تھے جب ایسی سرد ہوا چلتی جس سے پانی جم کر منجمد ہو جاتا"۔

وَالتَّارِكُ الْقِرْنَ الْكَمِیَّ مُجَدَّلًا ۔۔۔ يَوْمَ الْكَرِيْهَةِ وَالْقَنَا يَتَقَصَّدُ

"اور آپ جنگ کے روز ایسی حالت میں بڑے بڑے بہادر حریفوں کو زمین پر بچھاڑ کر رکھ دیتے تھے جبکہ نیزوں پر نیزے ٹوٹ رہے ہوتے تھے"۔

وَ تَرَاهُ يَرْفُلُ فِی الْحَدِيْدِ كَاَنَّهٗ ۔۔۔ ذُوْ لِبْدَةٍ شَثْنُ الْبَرَاثِنِ اَرْبَدُ

"اور تو دیکھتا تھا کہ آپ آہنی ہتھیاروں سے لیس ہو کر اس طرح ناز ونخرے سے چلتے تھے گویا آپ ایک ایسے بھورے رنگ والے شیر ہیں جس کی گردن پر بڑے بڑے بال ہوں اور اس کے پنجے انتہائی سخت ہوں"۔

عَمُّ النَّبِیِّ مُحَمَّدٍ وَ صَفِيُّهٗ ۔۔۔ وَرَدَ الْحِمَامَ فَطَابَ ذَاكَ الْمَوْرِدُ

"آپ نبی کریم محمد مصطفیٰ ﷺ کے چچا اور ان کے چیدہ ہیں، آپ نے موت کے گھاٹ کا پانی پی لیا اور یہ گھاٹ آپ کے لئے بہت اچھا ثابت ہوا"۔

وَ اَتَی الْمَنِيَّةَ مُعْلِمًا فِیْ اُسْرَةٍ ۔۔۔ نَصَرُوا النَّبِیَّ وَ مِنْهُمُ الْمُسْتَشْهِدُ

"اور آپ نشان جنگ لگائے ایک ایسے گروہ میں موت کے پاس آئے جنہوں نے نبی کریم ﷺ کی مدد کی اور ان میں سے کچھ شہادت کے متمنی تھے"۔

انہی اشعار میں ہے: وَجَزِعْتَ اَنْ سُلِخَ الشَّبَابُ الْاَغْيَدُ۔ یہ بھی اصل میں اَلْاَغْيَدُ صَاحِبُهٗ ہے۔ یعنی وہ جوانی جس کا صاحب ناز ونعم والا ہو۔

وَ لَقَدْ اِخَالُ بِذَاكَ هِنْدًا بُشِّرَتْ لِتُمِيْتَ دَاخِلَ غُصَّةٍ لَا تَبْرُدُ

''اور میں خیال کرتا ہوں کہ ہند کو یہ بشارت دی جائے تا کہ وہ اپنے اندرونی غصے کو ختم کر دے جو ٹھنڈا ہونے کا نام نہیں لیتا

مِمَّا صَبَحْنَا بِالْعَقَنْقَلِ قَوْمَهَا يَوْمًا تَغَيَّبَ فِيْهِ عَنْهَا الْاَسْعَدُ

کہ ہم نے ریت کے ٹیلے پر اس کی قوم پر اس روز صبح کے وقت ہلہ بول دیا جس روز ان سے اسعد بھی غائب ہو گیا تھا''۔

وَ بِبِئْرِ بَدْرٍ اِذْ يَرُدُّ وُجُوْهَهُمْ جِبْرِيْلُ تَحْتَ لِوَائِنَا وَ مُحَمَّدُ

''اور قلیب بدر میں (ہم نے اس کی قوم کو دفن کیا) جب ہمارے جھنڈے کے نیچے حضرت جبرائیل علیہ السلام اور سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ ان کے چہروں کو پھیر رہے تھے''۔

حَتّٰى رَاَيْتُ لَدَى النَّبِيِّ سَرَاتَهُمْ قِسْمَيْنِ نَقْتُلُ مَنْ نَّشَاءُ وَ نَطْرُدُ

''یہاں تک کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے پاس ان کے سرداروں کی دو قسمیں دیکھیں کہ جسے ہم چاہتے قتل کر دیتے اور (جسے چاہتے) دھتکار کر قیدی بنا لیتے تھے''۔

فَاَقَامَ بِالْعَطَنِ الْمُعَطَّنِ مِنْهُمُ سَبْعُوْنَ عُتْبَةُ مِنْهُمُ وَالْاَسْوَدُ

''پس ان میں سے ستر آدمی پانی کے قریب اونٹوں کے بٹھانے کے لئے عادۃً بنائی گئی جگہ کے پاس ڈھیر ہو گئے جن میں سے عتبہ اور اسود بھی تھے''۔

وَابْنَ الْمُغِيْرَةِ قَدْ ضَرَبْنَا ضَرْبَةً فَوْقَ الْوَرِيْدِ لَهَا رَشَاشٌ مُّزْبِدُ

''اور ابن مغیرہ کی شہ رگ کے اوپر ہم نے تلوار کا ایسا وار کیا جس سے خون بہنے لگا اور اس خون سے جھاگ اٹھ رہا تھا''۔

وَ اُمَيَّةُ الْجُمَحِيُّ قَوَّمَ مَيْلَهُ عَضْبٌ بِاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ مُهَنَّدُ

''اور امیہ جمحی کی کجی کو بھی مومنین کے ہاتھوں میں تھامی ہوئی تیز کاٹنے والی ہندی تلوار نے سیدھا کر دیا''۔

فَاَتَاكَ فَلُّ الْمُشْرِكِيْنَ كَاَنَّهُمْ وَالْخَيْلُ تَثْفِنُهُمْ نَعَامٌ شُرَّدُ

شاعر کا قول ہے: وَالْخَيْلُ تَثْفِنُهُمْ۔ یعنی ہمارے گھوڑے ان کا پیچھا کر رہے ہیں۔ یہ اصل میں ثَفِنَاتُ الْبَعِيْرِ سے مشتق ہے اور یہ اونٹ کے پاؤں کے ارد گرد کا وہ حصہ ہے جو زمین پر لگنے سے سخت ہو گیا ہو۔

''پس تیرے پاس مشرکین میں سے شکست خوردہ لوگ پہنچے، یوں معلوم ہو رہا تھا گویا وہ بدکے ہوئے شتر مرغ ہیں اور ہمارے گھوڑے ان کا پیچھا کر رہے ہیں''۔

شَتَّانَ مَنْ هُوَ فِيْ جَهَنَّمَ ثَاوِيًا اَبَدًا وَّ مَنْ هُوَ فِي الْجِنَانِ مُخَلَّدُ

''وہ شخص جس کا ٹھکانہ ہمیشہ کے لئے جہنم ہے اور وہ شخص جو ہمیشہ کے لئے جنت میں رہے گا ان دونوں میں کس قدر بعد اور فرق ہے''۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مرثیہ میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے مزید اشعار

صَفِيَّةُ قُوْمِيْ وَ لَا تَعْجَزِيْ وَ بَكِّي النِّسَاءَ عَلٰى حَمْزَةِ

''اے صفیہ! اٹھ کمر ہمت باندھ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پر عورتوں کو رلا''۔

وَ لَا تَسْاَمِيْ اَنْ تُطِيْلِي الْبُكَا عَلٰى اَسَدِ اللّٰهِ فِي الْهِزَّةِ

''اور اس بات سے مت اکتانا کہ تو جنگ کے ہجوم میں اللہ تعالیٰ کے شیر پر طویل مدت تک روئے''۔

فَقَدْ كَانَ عِزًّا لِاَيْتَامِنَا وَ لَيْثَ الْمَلَاحِمِ فِي الْبِزَّةِ

''کیونکہ آپ ہمارے یتیموں کی عزت اور اسلحہ جنگ میں ملبوس ہو کر بڑے بڑے معرکوں میں کود جانے والے شیر تھے''۔

يُرِيْدُ بِذَاكَ رِضَا اَحْمَدٍ وَ رِضْوَانَ ذِي الْعَرْشِ وَالْعِزَّةِ

''اس سے آپ کا مقصد صرف احمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا اور مالک عرش و عزت خدا کی خوشنودی کا حصول تھا''۔

غزوۂ احد کے متعلق حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے غزوۂ احد کے بارے میں یہ اشعار بھی کہے:

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا قصیدۂ زائیہ

قصیدۂ زائیہ میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا قول ہے وَلَيْثَ الْمَلَاحِمِ فِي الْبِزَّةِ۔ اَلْبِزَّةُ کا معنی ہے حسن و جمال۔ اس کا معنی ہتھیار بھی ہے، یہ بَزَزْتُ الرَّجُلَ سے مشتق ہے۔ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب آپ کسی شخص سے اس کے ہتھیار چھین لیں۔ کہا جاتا ہے مَنْ عَزَّ بَزَّ یعنی جو غالب ہوا اس نے چھین لیا۔ اور اَلْبَزَابِزُ طاقتور آدمی کو کہتے ہیں۔

اِنَّكِ عَمْرَ اَبِيْكِ الْكَرِيْمِ اِنْ تَسْاَلِيْ عَنْكِ مَنْ يَجْتَدِيْنَا

'' تیرے پدرِ بزرگوار کی قسم! اگر تو اپنی ضرورت کے لئے کسی ایسے شخص سے سوال کرے گی جو ہماری عطاء و بخشش کو طلب کرتا ہے''۔

فَاِنْ تَسْاَلِيْ ثُمَّ لَا تُكْذَبِيْ يُخَبِّرْكِ مَنْ قَدْ سَاَلْتِ الْيَقِيْنَا

'' اگر تو سوال کرے گی پھر تجھ سے جھوٹ نہ بولا جائے تو تجھے وہ شخص آگاہ کرے گا جس سے تو یقینی بات کا سوال کرے گی

بِاَنَّا لَيَالِيَ ذَاتِ الْعِظَا مِ كُنَّا ثِمَالًا لِمَنْ يَعْتَرِيْنَا

کہ تنگی اور قحط کی سخت راتوں میں جن میں لوگ ہڈیاں پکا پکا کر ان سے چربی نکالنے پر مجبور ہو جاتے ہیں، ہم ان لوگوں کے فریادرس ہوتے ہیں جو اپنی فریاد لے کر ہمارے پاس آتے ہیں''۔

تَلُوْذُ الْبُجُوْدُ بِاَذْرَائِنَا مِنَ الضُّرِّ فِيْ اَزَمَاتِ السِّنِيْنَا

'' قحط سالیوں کے شدائد میں نقصان سے بچنے کے لئے لوگوں کے گروہوں کے گروہ ہمارے اردگرد پناہ لیتے ہیں''۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا قصیدۂ نونیہ

آپ نے قصیدۂ نونیہ میں کہا ہے: تَلُوْذُ الْبُجُوْدُ بِاَذْرَائِنَا۔ اَلْبُجُوْد بجد کی جمع ہے، یہ لوگوں کے گروہ کو کہتے ہیں، یہ نون کے ساتھ اَلنُّجُوْد بھی مروی ہے۔ یہ مصیبت زدہ عورت کو کہتے ہیں اور النجود طاقتور اونٹ کو بھی کہتے ہیں۔ شاعر کا قول ہے بِاَذْرَائِنَا۔ یہ ذَرَاء کی جمع ہے اور عربوں کے اس قول سے ماخوذ ہے اَنَا فِيْ ذَرَا فُلَانٍ۔ یعنی میں فلاں کی پناہ میں ہوں۔ اہل عرب کہتے ہیں: لَيْسَ فِي الشَّجَرِ اَدْفٰى مِنَ السَّلَمِ۔ یعنی درختوں میں سے کوئی درخت سلم درخت(1) سے زیادہ گرمی فراہم کرنے والا نہیں، کیونکہ کہا جاتا ہے کوئی شخص سلم درخت کی پناہ میں سردی سے ٹھٹھر کر کبھی نہیں مرا۔

شاعر کا قول ہے: جَلَمَاتُ الْحُرُوْبِ۔ یہ اس قول سے ماخوذ ہے جَلَمْتُ الشَّيْءَ وَ جَرَشْتُهُ۔ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب آپ کوئی چیز کاٹیں، اسی سے ایک لفظ اَلْجَلَمَانِ ہے (اون کاٹنے والی قینچی)

شاعر کا قول ہے: لَدُنْ اَنْ بَرِيْنَا یعنی جب سے ہمیں پیدا کیا گیا ہے اور اَلْبَارِيْ کا معنی ہے خالق سبحانہ وتعالیٰ۔ یعنی جب سے ہمیں پیدا کیا گیا ہے ہماری یہی حالت ہے۔

1۔ سلم ایک قسم کا درخت ہے جس کے پتے چمڑا رنگنے کے کام آتے ہیں۔ مترجم

بِجَذْوٰی فُضُوْلِ اُوْلٰی وُجْدِنَا وَ بِالصَّبْرِ وَالْبَذْلِ فِی الْمُعْدِمِیْنَا

''(یہ گروہ) ہمارے صاحب حیثیت لوگوں کے فاضل مال کی عطا کی (پناہ لیتے ہیں) اور ہمارے مفلس لوگوں کے صبر و تحمل اور جدوجہد کی (پناہ لیتے ہیں)''۔

وَ اَبْقَتْ لَنَا جَلَمَاتُ الْحُرُوْ بِ مِمَّنْ نُوَازِیْ لَدُنْ اَنْ بُرِیْنَا

''اور جب سے ہمیں پیدا کیا گیا ہے ہماری حالت یہ ہے کہ جنگوں کے ذریعے ہمارے حریفوں سے حاصل کیے گئے اموال نے ہمارے لیے بچادی ہیں

مَعَاطِنَ تَهْوِیْ اِلَیْهَا الْحُقُوْ قُ یَحْسَبُهَا مَنْ رَآهَا الْفَتِیْنَا

پانی کے گرد اونٹوں کے بٹھانے کی وہ جگہیں جن میں لوگوں کے حقوق ہیں اور جنہیں ہر دیکھنے والا سیاہ چٹانیں خیال کرتا ہے''۔

تُخَیَّسُ فِیْهَا عِتَاقُ الْجِمَا لِ صُحْمًا دَوَاجِنَ حُمْرًا وَجُوْنَا

''ان حقوق کی ادائیگی میں بہترین سیاہ اونٹ جھکا کر ذبح کر دیے جاتے ہیں جو ذبح ہونے کے بعد سرخی مائل سیاہ ہو جاتے ہیں۔

وَ دُفَّاعَ رَجْلٍ كَمَوْجِ الْفُرَا تِ یَقْدُمُ جَاْوَاءَ جُوْلًا طَحُوْنَا

''اور یہ اونٹ گویا دریائے فرات کے تلاطم کی مانند پیدل چلنے والوں کا سیلاب ہیں جو ہر چیز کو روندتے ہوئے ایک عظیم الشان لشکر کی طرح پیش قدمی کرتے معلوم ہوتے ہیں''۔

شاعر کا قول ہے: یَحْسَبُهَا مَنْ رَآهَا الْفَتِیْنَا۔ اَلْفَتِیْنَا سے مراد سیاہ چٹانیں ہیں۔ فَتَنَ کا معنی ہے جلانا۔ ان چٹانوں کو الفتینا اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ یہ آگ میں جلائی گئی چیز کے مشابہ ہوتی ہیں۔ قرآن مجید میں ہے: عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ (الذاریات) ''وہ آگ پر تپائے جائیں گے''۔ اور الفتن کا اصل معنی ہے آزمانا۔ کہا جاتا ہے فَتَنْتُ الْحَدِیْدَةَ بِالنَّارِ ''میں نے لوہے کو آگ پر تپایا تاکہ گھٹیا لوہے سے عمدہ لوہے کو پرکھ سکوں۔

شاعر کا قول ہے: دَوَاجِنَ حُمْرًا وَجُوْنَا۔ یعنی سرخ اور سیاہ۔ شاعر کا قول ہے جَاْوَاءَ یعنی ایسا لشکر جس کا رنگ (ہتھیاروں کی کثرت کے باعث) لوہے کے رنگ کی مانند ہو۔ شاعر کا قول ہے جُوْلًا طَحُوْنَا۔ جول کنویں کے کنارے کو کہتے ہیں۔

شاعر کا قول ہے: اِنْ قَلَّصَتْ اس کا فاعل جنگ ہے یعنی اگر جنگ اپنے عروج پر آ جاتی۔ پھر جنگ کا وصف بیان کرتے ہوئے کہا عَضُوْضًا حَجُوْنَا یہ اَلْعَضُّ (دانتوں سے کاٹنا) سے مشتق ہے

تَرٰی لَوْنَهَا مِثْلَ لَوْنِ النُّجُو مِ رَجْرَاجَةً تُبْرِقُ النَّاظِرِيْنَا

"تم دیکھتے ہو کہ ان کا رنگ موجیں مارتے ہوئے ستاروں کے رنگ کی طرح ہے جو ناظرین کی آنکھوں کو خیرہ کر رہے ہوں"۔

فَإِنْ كُنْتَ عَنْ شَأْنِنَا جَاهِلًا فَسَلْ عَنْهُ ذَا الْعِلْمِ مِمَّنْ يَلِيْنَا

"پھر اگر تو ہماری حالت سے ناواقف ہے تو جو لوگ ہمارے پڑوس میں رہتے ہیں ان میں سے کسی واقف کار سے پوچھ لے

بِنَا كَيْفَ نَفْعَلُ اِنْ قَلَّصَتْ عَوَانًا ضَرُوْسًا عَضُوْضًا حَجُوْنَا

ہمارے متعلق کہ اگر جنگ اپنے عروج پر آ جائے درآں حالیکہ اس میں مسلسل قتل وغارت ہو رہی ہو اور جنگ کی اونٹنی شدت اختیار کر کے لوگوں کو کاٹنے دوڑ رہی ہو جس سے اس کے دانت ٹیڑھے ہو جائیں تو اس وقت ہم اپنے ساتھ کیسا معاملہ کرتے ہیں"۔

اَلَسْنَا نَشُدُّ عَلَيْهَا الْعِصَابَ حَتّٰى تَدُرَّ وَ حَتّٰى تَلِيْنَا

"کیا ہم جنگ کی ایسی شدید اونٹنی کی کھیری کو پٹیوں سے باندھ نہیں دیتے یہاں تک کہ اس کی کھیری نرم پڑ جائے اور وہ دودھ دینے لگے"۔

اور حجونا حَجَنْتُ الْعُوْدَ سے ماخوذ ہے۔ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب آپ لکڑی کو ٹیڑھا کر دیں۔ شاعر کا قول ہے:

اَلَسْنَا نَشُدُّ عَلَيْهَا الْعِصَابَ حَتّٰى تَدُرَّ وَ حَتّٰى تَلِيْنَا

یہ سارا شعر جنگ کی صفت ہے۔ شاعر نے جنگ کو ایسی خوددار اونٹنی کے ساتھ تشبیہ دی ہے جو لمبی ٹانگوں والی نوجوان ہو۔ یعنی ہم اس اونٹنی کی خودداری کو ذلیل کرتے ہیں اور اس کی کھیری نرم پڑ جاتی ہے"۔

شاعر کا قول ہے: وَ يَوْمٌ لَهٗ رَهَجٌ یعنی ایسا دن جس کا گرد وغبار نہ ختم ہونے والا ہو۔

شاعر کا قول ہے: شَدِيْدُ التَّهَاوُلِ یہ تَهْوِيْل کی جمع ہے اور اَلتَّهَاوِيْل مختلف رنگوں کو کہتے ہیں۔

شاعر عبدالمسیح بن عسلہ نے ایک باغ کا وصف بیان کرتے ہوئے کہا:

وَ عَازِبٍ قَدْ عَلَا التَّهْوِيْلُ جَنْبَتَهٗ لَا تَنْفَعُ النَّعْلُ فِيْ رَقْرَاقِهِ الْحَافِيْ

"بعض چراگاہیں ایسی ہیں جن کے پودوں پر رنگ برنگے پھول کھلے ہیں ان میں آنے جانے کے لئے ننگے پاؤں چلنے والے کو جوتوں کی کوئی ضرورت نہیں۔

وَ يَوْمٍ لَهٗ رَهَجٌ دَائِمٌ شَدِيْدِ التَّهَاوُلِ حَامِي الْآرِيْنَا

''اور کتنے ہی ایسے دن ہیں جن میں ایک نہ ختم ہونے والی گردوغبار والی جنگ ہورہی تھی جو سخت ہولناک اور شعلہ بار تھی''۔

طَوِيْلٍ شَدِيْدٍ أُوَارُ الْقِتَا لِ تَنْفِي قَوَاحِزُهٗ الْمُقْرِفِيْنَا

''جو بہت طویل تھی جس میں قتل وغارت نہایت سرگرمی سے ہورہی تھی اور اس کی سختیاں کمینے لوگوں کو ختم کررہی تھیں''۔

تَخَالُ الْكُمَاةَ بِأَعْرَاضِهٖ ثِمَالًا عَلٰى لَذَّةٍ مُتْرَفِيْنَا

''اس کے اطراف میں بڑے بڑے بہادر یوں معلوم ہوتے تھے کہ وہ شراب کے نشے میں لڑکھڑارہے ہیں''۔

شاعر کا قول ہے: حَامِي الْآرِيْنَا۔ یہ اِرَةٌ کی جمع ہے، آگ کے چولہے کو کہتے ہیں۔ ممکن ہے اس کا وزن عِلَةٌ ہو اور یہ اَلْاَوَار سے مشتق ہو جس کا معنی ہے گرمی۔ ہمزہ کو حذف کردیا گیا اور واؤ کو مکسور ہونے کی وجہ سے ہمزہ میں بدل دیا گیا اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس کا وزن فِعَلَةٌ ہو اور یہ تَأَرَّيْتُ بِالْمَكَانِ (اقامت کرنا) سے ماخوذ ہو کیونکہ عرب چولہوں کے اردگرد مقیم ہوتے تھے۔ یہی توجیہ صحیح ہے کیونکہ عربوں نے اس کی جمع اِرِيْنَ بروزنِ سنین بنائی ہے۔ اور ذوی العقول کی جمع کی طرح یہ جمع سالم (غیر ذوی العقول کے لئے) صرف اس وقت لائی جاتی ہے جب کسی لفظ کا لام کلمہ حذف ہو، وہ مؤنث ہو، لام کلمہ حرف علت ہو اور اس کا مذکر نہ آتا ہو جیسے اَلْاَمَةُ۔ جب کسی کلمہ میں یہ چار شرائط جمع ہو جائیں تو اس کی جمع حالت رفعی میں واؤ اور نون کے ساتھ اور حالت نصبی اور جری میں یاء اور نون کے ساتھ آتی ہے۔ جیسے سِنِيْنَ اور عِضِيْنَ۔ البتہ رِقَةٌ کی جمع بھی رِقِيْنَ آتی ہے، چاندی کے سکے کو کہتے ہیں، ہم نے اس جمع اور اَرْضِيْنَ کی جمع کے طریقہ پر نتائج الفکر (صفحہ 31) میں بڑی واضح اور سیر حاصل گفتگو کی ہے۔ الحمدللہ۔

شاعر کا قول ہے كَنَارِ اَبِيْ حُبَاحِبَ وَالظُّبِيْنَا۔ کہا جاتا ہے ابو حباحب ایک مکھی ہے جو رات کو چمکتی ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ ایک کمینہ آدمی تھا جو مہمانوں کی آمد کے خوف سے آگ روشن نہیں کرتا تھا۔ اگر روشن کرتا بھی تھا تو بڑی تھوڑی سی۔ یہ لفظ غیر منصرف ہے، اس لئے حالت جری میں اس کے آخر پر کسرہ نہیں آتا کیونکہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے کہ جب کوئی اسم وجوباً یا جوازاً غیر منصرف ہو تو اس پر کسرہ داخل نہیں ہوتا جیسے اس پر تنوین داخل نہیں ہوتی تاکہ وہ کلمہ اس کلمہ کے مشابہ نہ ہوجائے جسے متکلم

تَعَاوَرُ اَيْمَانُهُمْ بَيْنَهُمْ كُؤُوْسَ الْمَنَايَا بِحَدِّ الظُّبِيْنَا

''ان کے دائیں ہاتھ تلواروں کی دھاروں سے ایک دوسرے کو موت کے جام پیش کر رہے ہیں''۔

شَهِدْنَا فَكُنَّا اُوْلِیْ بَاْسِهٖ وَ تَحْتَ الْعَمَايَةِ وَالْمُعْلِمِيْنَا

''ہم اس جنگ میں شریک ہوئے، پس ہم ہی اس کے امنڈتے ہوئے بادلوں کے نیچے اس کی سختیاں جھیلنے والے اور نشانِ جنگ لگانے والے تھے''۔

اپنی ذات کی طرف مضاف کرتا ہے اور حضرت ابوحنیفہ نے کہا نہ میں یہ جانتا ہوں کہ حباحب کیا ہے اور نہ یہ کہ ابوحباحب کیا ہے اور نہ میرے پاس اس کے متعلق اہل عرب سے کوئی چیز پہنچی ہے۔ آپ نے اَلْاِدْرَۃ کے متعلق عربوں کا یہ قول حکایت کیا ہے کہ یہ اَدَرْتُ الشَّیْءَ سے ماخوذ ہے اس کا معنی ہے میں نے اس چیز کو جان لیا۔ آپ نے کہا: اَلْاَدْیُ شہد کی مکھی کا عمل اور اس کا فعل ہے۔ پھر اسی وجہ سے شہد کو بھی اَدْیٌ کہا جاتا ہے جیسا کہ شہد کو مَزْجٌ بھی کہا جاتا ہے۔ آپ نے ابوذویب الہذلی کا یہ شعر پڑھا:

وَ جَاءُ وْا بِمَزْجٍ لَمْ يَرَ النَّاسُ مِثْلَهٗ هُوَ الضَّحْكُ اِلَّا اَنَّهٗ عَمَلُ النَّحْلِ

''اور وہ ایسی شہد لائے جس کی مثل لوگوں نے نہ دیکھی۔ وہ سفید مکھن ہے مگر وہ شہد کی مکھی کا عمل ہے''۔

آپ نے کہا: الضحك کا معنی سفید مکھن ہے۔ ایک قول ہے سفید دانت، ایک قول ہے کھجور کا شگوفہ اور ایک قول ہے تعجب۔

شاعر کا قول ہے: اَلظُّبِيْنَا۔ یہ ظُبَةٌ کی جمع ہے۔ اس کی جمع جمع مذکر سالم کے وزن پر ہے۔ اس کی علت وہی ہے جو ہم نے پہلے اَلْاَدِيْنَ اور اَلسِّنِيْنَ کے متعلق ذکر کی ہے۔ البتہ اس کا پہلا حرف مکسور نہیں ہے جس طرح سِنِيْنَ کا سین مکسور ہے تاکہ اس کے جمع ہونے کی طرف اشارہ ہو، کیونکہ ظُبِيْنَ واحد ہونے کے مشابہ نہیں کیونکہ اسماء میں فُعِيْل کا وزن نہیں جبکہ سِنِيْنَ کے پہلے حرف کو اس بات کا شعور دلانے کے لئے کسرہ دیا گیا ہے کہ یہ جمع ہے تاکہ یہ وہم نہ ہو کہ یہ فُعُوْل کے وزن پر ہے کیونکہ اسماء میں فُعُوْل اور فِعِيْل کا وزن نہیں ہے۔ سیبویہ کو اس بات کا علم نہیں ہوا کہ ظُبَة کی جمع ظُبِيْنَ آتی ہے حالانکہ یہ مذکورہ شعر میں اور دیگر اشعار میں بھی آئی ہے جیسا کہ آپ ملاحظہ کر رہے ہیں۔

شاعر کا قول ہے: قَوَاحِزُهٗ۔ یہ قَاحِزٌ کی جمع ہے، یہ بہت کودنے والے اور بے چین ہونے والے شخص کو کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے قَحَزَ قَحَزَانًا وَ قَحْزًا وَ قُحُوْزًا۔ یعنی کودنا، بے چین ہونا۔

بِخُرْسِ الْحَسِيْسِ حِسَانٍ رِوَاءٍ وَ بُصْرِيَّةٍ قَدْ اَجِمْنَ الْجُفُوْنَا

"اور ہمارے پاس بغیر آواز کے دشمن کا گوشت کاٹ دینے والی خون آلود خوبصورت بصری کی بنی ہوئی تلواریں تھیں جو نیاموں میں رہنے سے اکتا گئی تھیں"۔

فَمَا يَنْفَلِلْنَ وَ مَا يَنْتَحِيْنَ وَ مَا يَنْتَهِيْنَ اِذَا مَا نُهِيْنَا

پس یہ تلواریں نہ کند ہوئیں، نہ ٹیڑھی ہوئیں اور جب انہیں روکا گیا تو وہ رکتی بھی نہیں تھیں۔

كَبَرْقِ الْخَرِيْفِ بِاَيْدِىْ الْكُمَاةِ يُفَجِّعْنَ بِالظِّلِّ هَامًا سُكُوْنَا

"وہ بہادروں کے ہاتھوں میں موسم خزاں کی بجلی کی طرح چمک کر اپنے سائے کے نیچے کھوپڑیوں کو (کاٹ کر) بے حس و حرکت بنا رہی تھیں"۔

وَ عَلَّمَنَا الضَّرْبَ آبَاءُ نَا وَ سَوْفَ نُعَلِّمُ اَيْضًا بَنِيْنَا

"اور یہ شمشیر زنی ہمیں ہمارے آباؤ اجداد نے سکھائی اور آئندہ ہم بھی اپنی اولاد کو سکھائیں گے"۔

جِلَادَ الْكُمَاةِ وَ بَذْلَ التِّلَادِ عَنْ جُلِّ اَحْسَابِنَا مَا بَقِيْنَا

"بہادروں والی شمشیر زنی اور اپنے پرانے اموال کا ایک بڑا حصہ زندگی بھر خرچ کرنا (سکھائیں گے)"۔

اِذَا مَرَّ قِرْنٌ كَفٰى نَسْلُهٗ وَ اَوْرَثَهٗ بَعْدَهٗ اٰخَرِيْنَا

شاعر کا قول ہے: بِخُرْسِ الْحَسِيْسِ (گونگی آواز والی) تلواروں کو گونگا اس لئے کہا کیونکہ خون اور گوشت میں لگتے وقت ان میں آواز پیدا نہیں ہوتی۔

شاعر کا قول ہے: حِسَانٍ رِوَاءٍ یعنی خوبصورت اور خون سے آلودہ تلواریں۔ اور شاعر کا قول ہے بُصْرِيَّةٍ۔ یعنی وہ تلواریں جو ارضِ شام کے ایک شہر بصری کی طرف منسوب ہیں جس طرح اَلْمَشْرِفِيَّة ارضِ شام کے شہر مشارف کی طرف منسوب ہے کیونکہ یہ تلواریں وہاں بنائی جاتی ہیں۔

شاعر کا قول ہے: قَدْ اَجِمْنَ الْجُفُوْنَا یعنی وہ تلواریں نیاموں میں رہنے سے اکتا گئی تھیں۔ اسی سے ہشام کا یہ قول ہے جب آپ نے سالم بن عبداللہ سے پوچھا تو کیا کھاتا ہے؟ اس نے کہا روغن زیتون کے ساتھ روٹی۔ آپ نے پوچھا اَمَاتَاْجِمُهُمَا؟ کیا تو ان سے اکتاتا نہیں؟ اس نے کہا اِذَا اَجِمْتُهُمَا تَرَكْتُهُمَا حَتّٰى اَشْتَهِيَهُمَا۔ جب میں ان سے اکتا جاتا ہوں تو انہیں چھوڑ دیتا ہوں یہاں تک کہ مجھے پھر ان کی طلب محسوس ہوتی ہے۔

"جب ایک پشت گزر جائے گی تو اس کی نسل اس کی جگہ لے لے گی اور ہمارے بعد میں آنے والے لوگ اس کے وارث بنیں گے"۔

نَشِبُّ وَ تَهْلِكُ اٰبَاءُ نَا وَ بَيْنَا نُرَبِّى بَنِيْنَا فَنِيْنَا

"ہم جوان ہو رہے ہیں اور ہمارے آباء واجداد رخصت ہو رہے ہیں اور ہم اپنے بیٹوں کو فنونِ جنگ کی تربیت دے رہے ہیں تو اس دوران

سَاَلْتُ بِكَ ابْنَ الزِّبَعْرٰى فَلَمْ اُنَبَّاْكَ فِى الْقَوْمِ اِلَّا هَجِيْنَا

اے ابن زبعری میں نے تیرے بارے میں سوال کیا تو بجز اس کے کچھ نہ بتایا گیا کہ تو اپنی قوم میں ایک گھٹیا انسان ہے"۔

خَبِيْثًا تُطِيْفُ بِكَ الْمُنْدِيَاتُ مُقِيْمًا عَلَى اللُّؤْمِ حِيْنًا فَحِيْنًا

"اور ایسا خبیث شخص ہے کہ رسوا کن باتیں تیرے اردگرد گھومتی رہتی ہیں اور تو وقتاً فوقتاً کمینگی پر جم جاتا ہے"۔

تَبَجَّسْتَ تَهْجُوْ رَسُوْلَ الْمَلِيْكِ قَاتَلَكَ اللّٰهُ جِلْفًا لَعِيْنَا

"انتہائی گنوار پن اور ملعونیت کی حالت میں تو مالک الملک کے رسول ﷺ کی کثرت سے ہجو کرتا رہا، اللہ تعالیٰ تجھے ہلاک کرے"۔

تَقُوْلُ الْخَنَا ثُمَّ تَرْمِىْ بِهٖ نَقِيَّ الثِّيَابِ تَقِيًّا اَمِيْنَا

"تو فحش گوئی کرتا رہا پھر اس فحش گوئی کے تیر ایک ایسی ہستی پر پھینکتا رہا جو پاکیزہ لباس والی، متقی اور امین ہے"۔

شاعر کا قول ہے: وَ تَحْتَ الْعَمَايَةِ وَالْمُعْلِيْنَا۔ یہ شعر اصل اور حاشیہ میں مصرع کے شروع سے واؤ کے اسقاط کے ساتھ مذکور ہے اور تحت العماية دونوں اصلوں میں واؤ عاطفہ کے ساتھ مذکور ہے۔ اس کے ساتھ ہی وزن مکمل ہوتا ہے اور اسے اخفش کے مذہب کے سوا کسی کے نزدیک ساقط کرنا جائز نہیں۔ وہ شعر کے دوسرے مصرع کے شروع میں فصل کو جائز قرار دیتے ہیں جیسا کہ شعر کی ابتداء میں علمائے عروض فصل کو جائز قرار دیتے ہیں۔

شاعر کا قول ہے: تُطِيْفُ بِكَ الْمُنْدِيَاتُ۔ یعنی رسوا کن باتیں تیرے اردگرد گھومتی رہتی ہیں۔

شاعر کا قول ہے: تَبَجَّسْتَ۔ یہ تَبَجَّسَ الْمَاءُ سے ماخوذ ہے۔ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب پانی پگھل کر بہہ جائے۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: آپ کا یہ شعر بِنَا کَیْفَ نَفْعَلُ اور اس کے بعد کے تین اشعار اور آپ کا یہ شعر نَشِبْتُ وَ تَهْلِكُ آبَاءُ نَا اور اس کے بعد کے دو شعر مجھے ابوزید انصاری نے سنائے۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے یوم احد کے متعلق یہ اشعار بھی کہے:

سَائِلْ قُرَيْشًا غَدَاةَ السَّفْحِ مِنْ أُحُدٍ ... مَا ذَا لَقِينَا وَ مَا لَا قَوْا مِنَ الْهَرَبِ

"قریش سے دامن احد میں پیش آنے والے واقعہ کے متعلق پوچھو کہ ہم نے کس چیز کا سامنا کیا اور وہ کس بھاگ دوڑ سے دوچار ہوئے"۔

كُنَّا الْأُسُوْدَ وَ كَانُوْا النُّمْرَ إِذَا زَحَفُوْا ... مَا إِنْ نُرَاقِبُ مِنْ إِلٍّ وَّ لَا نَسَبِ

"جب قریش ہماری طرف آئے تو ہماری مثال شیروں جیسی اور ان کی مثال چیتوں جیسی تھی، ہم تو کسی عہد اور نسب کا بھی لحاظ نہیں کر رہے تھے"۔

فَكَمْ تَرَكْنَا بِهَا مِنْ سَيِّدٍ بَطَلٍ ... حَامِي الذِّمَارِ كَرِيْمِ الْجَدِّ وَالْحَسَبِ

"تو ہم نے کتنے ہی بہادر سرداروں کو وہاں مار کر چھوڑ دیا جو اپنے حقوق کے محافظ اور شریف حسب ونسب والے تھے"۔

فِيْنَا الرَّسُوْلُ شِهَابٌ ثُمَّ يَتْبَعُهُ ... نُوْرٌ مُضِيْءٌ لَهُ فَضْلٌ عَلَى الشُّهُبِ

"ہمارے درمیان ایسے رسول موجود تھے جو شہابیے کی مانند تھے پھر اس کے پیچھے اسے روشن کرنے والا ایک نور ہوتا تھا اور اس شہابیے کو دوسرے شہابیوں پر فضیلت حاصل تھی"۔

اَلْحَقُّ مَنْطِقُهُ وَالْعَدْلُ سِيْرَتُهُ ... فَمَنْ يُّجِبْهُ إِلَيْهِ يَنْجُ مِنْ تَبَبِ

"حق آپ کا کلام اور عدل وانصاف آپ کی سیرت ہے، پس جو شخص بھی آپ کی دعوت پر لبیک کہے گا وہ خسارے اور ہلاکت سے نجات پا جائے گا"۔

نَجْدُ الْمُقَدَّمِ مَاضِي الْهَمِّ مُعْتَزِمٌ ... حِيْنَ الْقُلُوْبُ عَلَى رَجْفٍ مِّنَ الرُّعُبِ

"آپ اس وقت بھی پیش قدمی کے رہنما، باہمت اور صاحب عزم ہوتے ہیں جب دوسرے لوگوں کے دل مارے خوف کے کانپ رہے ہوتے ہیں"۔

يَمْضِيْ وَ يَذْمُرُنَا عَنْ غَيْرِ مَعْصِيَةٍ ... كَأَنَّهُ الْبَدْرُ لَمْ يُطْبَعْ عَلَى الْكَذِبِ

"حضور ﷺ خود بھی بڑھتے چلے جاتے ہیں اور ہمیں بھی معصیت سے دور کر کے پیش قدمی پر ابھارتے ہیں۔ آپ گویا چودھویں کا چاند ہیں جن کی تخلیق جھوٹ پر نہیں ہوئی"۔

بَدَالَنَا فَاتَّبَعْنَاهُ نُصَدِّقُهُ وَ كَذَّبُوْهُ فَكُنَّا اَسْعَدَ الْعَرَبِ

حضور ﷺ مبعوث ہو کر ہمارے سامنے جلوہ افروز ہوئے تو ہم نے تصدیق کر کے آپ کی اتباع کی اور کفار نے آپ کی تکذیب کی لہٰذا ہم عرب میں سب سے زیادہ سعادت مند بن گئے۔

جَالُوْا وَ جُلْنَا فَمَا فَاؤُوْا وَ مَا رَجَعُوْا وَ نَحْنُ نَثْقِفُهُمْ لَمْ نَالُ فِي الطَّلَبِ

وہ (اللہ تعالیٰ کے حکم سے روگردانی کرتے ہوئے) واپس پلٹے اور ہم (انہیں حکم الٰہی کی طرف لانے کے لئے) ان کی طرف پلٹے لیکن انہیں (اللہ کے حکم کی طرف) نہ لوٹنا تھا نہ لوٹے اور ہم انہیں دھتکار رہے تھے اور ہم نے ان کے تعاقب میں کوئی کوتاہی نہ کی۔

لَيْسَ سَوَاءً وَ شَتّٰى بَيْنَ اَمْرِهَا حِزْبُ الْاِلٰهِ وَ اَهْلُ الشِّرْكِ وَالنُّصُبِ

"اللہ تعالیٰ کا گروہ اور پتھروں کی پرستش کرنے والے اہل شرک دونوں برابر نہیں۔ ان دونوں کے معاملے میں بڑا فرق ہے"۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: يَمْضِيْ وَ يَذْمُرُنَا سے آخر تک تمام اشعار مجھے ابوزید انصاری نے سنائے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مرثیہ میں حضرت ابن رواحہ کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے کہا: حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے مرثیہ میں یہ اشعار کہے۔ علامہ ابن ہشام نے کہا یہ اشعار مجھے ابو زید انصاری نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے سنائے:

بَكَتْ عَيْنِيْ وَ حُقَّ لَهَا بُكَاهَا وَ مَا يُغْنِي الْبُكَاءُ وَ لَا الْعَوِيْلُ

میری آنکھ رو پڑی اور رونا اس کا حق بنتا ہے لیکن رونے اور واویلا کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔

عَلٰى اَسَدِ الْاِلٰهِ غَدَاةَ قَالُوْا اَحَمْزَةُ ذَاكُمُ الرَّجُلُ الْقَتِيْلُ

"(میری آنکھیں) شیر خدا پر اس روز (رو پڑیں) جب لوگوں نے کہا کیا یہ مقتول آدمی حمزہ ہیں؟"

اُصِيْبَ الْمُسْلِمُوْنَ بِهٖ جَمِيْعًا هُنَاكَ وَ قَدْ اُصِيْبَ بِهِ الرَّسُوْلُ

آپ کے قتل سے سب مسلمانوں کو تکلیف پہنچی اور خود رسول اکرم ﷺ کو بھی تکلیف پہنچی۔

اَبَا يَعْلٰى لَكَ الْاَرْكَانُ هُدَّتْ وَ اَنْتَ الْمَاجِدُ الْبَرُّ الْوَصُوْلُ

"اے ابو یعلیٰ (حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی کنیت) آپ کے تمام اعضاء کاٹ دیئے گئے

حالانکہ آپ ایک شریف، نیک اور ہر ایک سے تعلق رکھنے والے آدمی تھے"۔

عَلَیْكَ سَلَامُ رَبِّكَ فِیْ جِنَانٍ مُخَالِطُهَا نَعِیْمٌ لَا یَزُوْلُ

"آپ پر آپ کے رب کی طرف سے ان جنتوں میں سلام پہنچے جن میں لازوال نعمتیں ملتی رہیں گی"۔

اَلَا یَا هَاشِمَ الْاَخْیَارِ صَبْرًا فَكُلُّ فَعَالِكُمْ حَسَنٌ جَمِیْلُ

"اے قبیلہ ہاشم میں سب سے بہتر فرد صبر کر، تمہارا ہر کام نہایت حسین وجمیل ہے"۔

رَسُوْلُ اللّٰهِ مُصْطَبِرٌ كَرِیْمٌ بِاَمْرِ اللّٰهِ یَنْطِقُ اِذْ یَقُوْلُ

"اللہ کے رسول ﷺ صابر اور کریم ہیں، وہ جب بھی کچھ فرماتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ ہی بولتے ہیں"۔

اَلَا مَنْ مُبْلِغٌ عَنِّیْ لُؤَیًّا فَبَعْدَ الْیَوْمِ دَائِلَةٌ تَدُوْلُ

"ارے کون شخص ہے جو میری طرف سے قبیلہ لوی کو یہ پیغام پہنچا دے کہ آج کی جنگ کے بعد ایک دوسری جنگ کی نوبت آکر رہے گی"۔

وَ قَبْلَ الْیَوْمِ مَا عَرَفُوْا وَ ذَاقُوْا وَ قَائِعَنَا بِهَا یُشْفَی الْغَلِیْلُ

"اور آج کی جنگ سے پہلے (غزوۂ بدر میں) جو کفار نے ہمیں خوب پہچان لیا اور ہمارے مقابلے کا مزہ چکھ لیا (وہ بھی پہنچا دے) اس جنگ میں ہمارے تصادم سے پیاسوں کی پیاس بجھائی جاتی رہی"۔

نَسِیْتُمْ ضَرْبَنَا بِقَلِیْبِ بَدْرٍ غَدَاةَ اَتَاكُمُ الْمَوْتُ الْعَجِیْلُ

"قلیب بدر کے پاس تم ہماری شمشیر زنی کو بھول گئے ہو جس روز موت تمہارے پاس بڑی تیزی سے آرہی تھی"۔

غَدَاةَ ثَوٰی اَبُوْ جَهْلٍ صَرِیْعًا عَلَیْهِ الطَّیْرُ حَائِمَةٌ تَجُوْلُ

"جس روز ابو جہل دھڑام سے گر کر ہلاک ہو گیا اور اس کے اوپر پرندے گھوم گھوم کر آجا رہے تھے"۔

وَ عُتْبَةُ وَابْنُهٗ خَرَّا جَمِیْعًا وَ شَیْبَةُ عَضَّهُ السَّیْفُ الصَّقِیْلُ

"اور عتبہ اور اس کا بیٹا دونوں زمین پر گر پڑے اور شیبہ کو بھی صیقل کی ہوئی تلوار نے کاٹ کر رکھ دیا"۔

وَ مَتَرْكْنَا اُمَيَّةَ مُجْلَعِبًا وَ فِيْ حَيْزُوْمِهٖ لَدْنٌ نَبِيْلُ

"اور ہم نے امیہ کو بھی زمین پر دراز کر دیا درآں حالیکہ اس کے سینے کے نچلے حصے میں ایک بہت بڑا نیزہ داخل تھا"۔

وَ هَامَ بَنِيْ رَبِيْعَةَ سَائِلُوْهَا فَفِيْ اَسْيَافِنَا مِنْهَا فُلُوْلُ

"اور بنی ربیعہ کی کھوپڑیوں سے پوچھو، ان کو کاٹنے کی وجہ سے ہماری تلواروں میں دندانے پڑے ہوئے ہیں"۔

اَلَا يَا هِنْدُ فَابْكِيْ لَا تَمَلِّيْ فَاَنْتِ الْوَالِهُ الْعَبْرٰى الْهَبُوْلُ

"ارے اے ہند! اب خوب روؤ اور رونے سے نہ اکتا کیونکہ تو ہی شدت غم کی وجہ سے بڑے بڑے آنسو بہانے والی اور اپنے عزیزوں کو کھو دینے والی ہے"۔

اَلَا يَا هِنْدُ لَا تُبْدِيْ شَمَاتًا بِحَمْزَةَ اِنَّ عِزَّكُمْ ذَلِيْلُ

"ارے، اے ہند! تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی وفات پر خوشی کا اظہار نہ کر کیونکہ تمہاری عزت خاک میں مل چکی ہے"۔

غزوۂ احد کے متعلق حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار

علامہ اسحاق نے کہا: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار کہے:

اَبْلِغْ قُرَيْشًا عَلٰى نَأْيِهَا اَتَفْخَرُ مِنَّا بِمَا لَمْ تَلِيْ

"(اے مخاطب!) قریش کے دور ہونے کے باوجود ان کو میرا یہ پیغام پہنچا دے کہ کیا تم ہم سے ان باتوں میں فخر کر سکتے ہو جن کے تم (کفر کی وجہ سے) قریب بھی نہیں گئے"۔

فَخَرْتُمْ بِقَتْلٰى اَصَابَتْهُمْ فَوَاضِلُ مِنْ نِعَمِ الْمُفْضِلِ

"تم نے ان شہداء پر فخر کیا جنہیں صاحب فضل و کرم پروردگار کی نعمتوں میں سے بہترین نعمتیں مل چکی ہیں"۔

فَحَلُّوْا جِنَانًا وَّ اَبْقَوْا لَكُمْ اُسُوْدًا تُحَامِيْ عَنِ الْاَشْبُلِ

"یہ شہداء جنتوں میں پہنچ چکے ہیں اور تمہاری خاطر ایسے شیروں کو چھوڑ گئے ہیں جو اپنے بچوں کا پورا دفاع کرتے ہیں"۔

تُقَاتِلُ عَنْ دِيْنِهَا وَسْطَهَا نَبِيٌّ عَنِ الْحَقِّ لَمْ يَنْكُلِ

"جو اپنے دین کے دفاع میں لڑتے ہیں، ان کے درمیان وہ نبی موجود ہیں جو حق سے ایک

قدم بھی پیچھے نہیں ہٹے"۔

رَمَتْهُ مَعَدُّ بِعُوْرِ الْكَلَامِ وَ نَبْلِ الْعَدَاوَةِ لَا تَأْتَلِيْ

"قبیلہ معد کے لوگوں نے ان پر فحش کلامی اور عداوت کے تیر برسائے جنھوں نے ذرا کوتاہی نہ کی"۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: یہ شعر لَمْ تَلِيْ اور یہ شعر مِنْ نِعَمِ الْمُفْضِلِ مجھے ابوزید انصاری نے سنائے۔

غزوۂ احد کے متعلق ضرار کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے کہا: یوم احد کے بارے میں ضرار بن خطاب نے یہ اشعار کہے:

مَا بَالُ عَيْنِكَ قَدْ اَزْرٰى بِهَا السُّهُدُ كَاَنَّمَا جَالَ فِيْ اَجْفَانِهَا الرَّمَدُ

"(اے شاعر!) تیری آنکھ کو کیا ہو گیا ہے کہ بے خوابی نے اسے عیب دار کر دیا ہے، یوں لگتا ہے اس کے پپوٹوں میں آشوبِ چشم حرکت کر رہا ہے"۔

اَمِنْ فِرَاقِ حَبِيْبٍ كُنْتَ تَاْلَفُهُ قَدْ حَالَ مِنْ دُوْنِهِ الْاَعْدَاءُ وَالْبُعُدُ

"کیا ایسا اس دوست کی جدائی کی وجہ سے ہوا جس سے تو الفت کرتا تھا اور اب جس سے ملنے میں دشمن اور دوری حائل ہو گئی ہے؟"

اَمْ ذَاكَ مِنْ شَغْبِ قَوْمٍ لَا جَدَاءَ بِهِمْ اِذَا الْحُرُوْبُ تَلَظَّتْ نَارُهَا تَقِدُ

"یا یہ اس قوم کے فتنہ وفساد کی وجہ سے ہے جن میں اس وقت کوئی منفعت نہ تھی جب جنگوں کی آگ کے شعلے بھڑک کر مشتعل ہو رہے تھے"۔

مَا يَنْتَهُوْنَ عَنِ الْغَيِّ الَّذِيْ رَكِبُوْا وَ مَا لَهُمْ مِنْ لُؤَيٍّ وَيْحَهُمْ عَضُدُ

"جس گمراہی کے یہ مسلمان مرتکب ہو چکے ہیں اس سے باز نہیں آئے حالانکہ ان کا برا ہو، انہیں قبیلہ لوی کی امداد بھی حاصل نہیں"۔

وَ قَدْ نَشَدْنَاهُمُ بِاللّٰهِ قَاطِبَةً فَمَا تَرُدُّهُمُ الْاَرْحَامُ وَالنِّشَدُ

ضرار کے اشعار

قصیدۂ دالیہ میں ضرار کا قول ہے: يَكْبُوْا فِيْ جَدِيَّتِهِ۔ جدیۃ کا معنی ہے خون۔ اس کا قول ہے تَعْلَبُ جَسِدُ۔ ثعلب سے مراد نیزے کا وہ سرا ہے جو پھل میں لگایا جاتا ہے۔ اور جسد جساد سے مشتق ہے اس کا معنی ہے خون آلود۔

"اور ہم نے ان سب کو اللہ تعالیٰ کی قسمیں بھی دلوائیں لیکن ان لوگوں کو نہ رشتہ داریاں واپس لاتی ہیں اور نہ قسمیں"۔

حَتّٰی اِذَا مَا اَبَوْا اِلَّا مُحَارَبَۃً وَاسْتَحْصَدَتْ بَیْنَنَا الْاَضْغَانُ وَالْحِقَدُ

"یہاں تک کہ جب انہوں نے باہمی لڑائی کے سوا ہر بات کا انکار کر دیا اور ہمارے درمیان بغض اور کینے خوب پختہ ہو گئے"۔

سِرْنَا اِلَیْھِمْ بِجَیْشٍ فِیْ جَوَانِبِہٖ قَوَانِسُ الْبَیْضِ وَالْمَحْبُوْکَۃُ السُّرُدُ

"تو ہم ان کی طرف ایک ایسا لشکر لے کر چلے جس میں ہر طرف اونچے اونچے خود اور مضبوط بنی ہوئی زرہیں تھیں"۔

وَالْجُرْدُ تَرْفُلُ بِالْاَبْطَالِ شَازِبَۃً کَاَنَّھَا حِدَأٌ فِیْ سَیْرِھَا تُؤُدُ

"اور ایسے کم مو بہترین گھوڑے تھے جو بہادروں کے لئے اس طرح ناز سے چل رہے تھے گویا وہ چیلیں ہیں جن کی چال میں سستی اور نرمی پائی جاتی ہو"۔

جَیْشٌ یَقُوْدُھُمْ صَخْرٌ وَ یَرْأَسُھُمْ کَاَنَّہٗ لَیْثُ غَابٍ ھَاصِرٌ حَرِدُ

"وہ ایسا لشکر تھا جس کی قیادت اور سرداری صخر (ابوسفیان) کر رہا تھا، گویا وہ ایسا شیر تھا جو اپنی کچھار میں غضبناک ہوتے ہوئے شکار کو چیر پھاڑ کر کھا رہا ہو"۔

فَاَبْرَزَ الْحَیْنُ قَوْمًا مِنْ مَنَازِلِھِمْ فَکَانَ مِنَّا وَ مِنْھُمْ مُلْتَقًی اُحُدُ

"پس موت اس قوم کو ان کے گھروں سے نکال لائی اور جبل احد ہمارے اور ان کے درمیان میدانِ جنگ بن گیا"۔

فَغُوْدِرَتْ مِنْھُمْ قَتْلٰی مُجَدَّلَۃً کَالْمَعْزِ اَصْرَدَہُ بِالصَّرْدَحِ الْبَرَدُ

"پھر مسلمانوں کے مقتول آدمی زمین پر چھوڑ دیئے گئے جوان بکریوں کی مانند لگ رہے تھے جنہیں سخت سردی نے پتھریلی زمین پر انتہائی ٹھنڈا کر دیا ہو"۔

قَتْلٰی کِرَامٌ بَنُو النَّجَّارِ وَسْطَھُمْ وَ مُصْعَبٌ مِنْ قَنَانَا حَوْلَہٗ قِصَدُ

"وہ مقتول شریف لوگ تھے جن کے درمیان بنی نجار بھی تھے اور مصعب بھی، جن کے ارد

شاعر کا قول ہے: اَلْاَضْغَانُ وَالْحِقِدُ۔ ضرورت کی بناء پر قاف کو کسرہ کے ساتھ حرکت دی۔ اگر دال پر سکون کے ساتھ وقف کی جاتی اور یہ اسم محل جر میں ہوتا تو وقف میں کسرہ زیادہ بہتر ہوتا، جیسا کہ کسی نے کہا وَاصْطِفَاقًا بِالرِّجِلْ یعنی اَلرِّجْلِ۔

گرد ہمارے ٹوٹے ہوئے نیزوں کے ٹکڑے پڑے تھے۔

وَ حَمْزَةُ الْقَوْمِ مَصْرُوْعٌ تُطِيْفُ بِهٖ ثُكْلَى وَ قَدْ حُزَّ مِنْهُ الْاَنْفُ وَالْكَبِدُ

"اور حمزہ جیسے سردار بھی بچھاڑے پڑے تھے جن کے اردگرد بچے کھو دینے والی عورت چکر لگا رہی تھی درآں حالیکہ ان کی ناک اور کلیجہ کاٹ دیا گیا تھا"۔

كَاَنَّهٗ حِيْنَ يَكْبُوْ فِيْ حَدِيْئَتِهٖ تَحْتَ الْعَجَاجِ وَ فِيْهِ ثَعْلَبٌ جَسِدُ

"جب حمزہ گرد و غبار کے نیچے اپنے خون کے راستے میں اوندھے منہ گرے پڑے تھے اور ان کے جسم میں ایک نیزہ داخل تھا جس پر خون جما ہوا تھا تو اس وقت یوں معلوم ہوتا گویا

حُوَارُ نَابٍ وَ قَدْ وَلّٰى صَحَابَتُهٗ كَمَا تَوَلَّى النَّعَامُ الْهَارِبُ الشُّرُدُ

اونٹنی کا بچہ ہے جس کے ساتھی اس طرح پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے ہیں جس طرح بدکے ہوئے شترمرغ پیٹھ پھیر کر بھاگ رہے ہوں"۔

مُجَلِّحِيْنَ وَ لَا يَلْوُوْنَ قَدْ مُلِئُوْا رُعْبًا فَنَجَّتْهُمُ الْعَوْصَاءُ وَالْكُوُدُ

"بڑے عزم صمیم سے بھاگ رہے تھے اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھتے تھے، ان پر رعب طاری ہو گیا پھر انہیں ایک پیچیدہ دشوار گزار گھاٹی نے نجات بخشی"۔

تَبْكِيْ عَلَيْهِمْ نِسَاءٌ لَا بُعُوْلَ لَهَا مِنْ كُلِّ سَالِبَةٍ اَثْوَابُهَا قِدَدُ

بیوہ عورتیں ماتمی لباس پہنے ان پر رو رہی تھیں جنہوں نے اپنے کپڑے چاک کر رکھے تھے۔

وَ قَدْ تَرَكْنَاهُمْ لِلطَّيْرِ مَلْحَمَةً وَلِلضِّبَاعِ اِلٰى اَجْسَادِهِمْ تَفِدُ

"اور ہم نے ان کو پرندوں اور بجوؤں کے لئے مردے پھینکنے کی جگہ پر چھوڑ دیا جو ان کے جسموں کی طرف آ کر ان کا گوشت نوچ رہے تھے"۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: بعض علمائے شعر ان اشعار کی ضرار کی طرف نسبت کا انکار کرتے ہیں۔

احد کے روز ابوزعنہ کا رجز

علامہ ابن اسحاق نے کہا: بنی جشم بن خزرج کے فرد ابوزعنہ بن عبداللہ بن عمرو بن عتبہ نے احد کے روز یہ رجز پڑھا:

شاعر کا قول ہے: اَلْعَوْصَاءُ وَالْكُوُدُ۔ العوصاء سے مراد دشوار گزار ریتلی زمین ہے اور الکود عَقَبَةٌ كَؤُوْدٌ کی جمع ہے، یہ پیچیدہ گھاٹی کو کہتے ہیں۔

اَنَا اَبُوْ زَعْنَۃَ یَعْدُوْبِیَ الْھُزَمْ لَمْ تُمْنَعِ الْمَخْزَاۃُ اِلَّا بِالَاَلَمْ
یَحْمِی الذِّمَارَ خَزْرَجِیٌّ مِّنْ جُشَمْ

''میں ابوزعنہ ہوں، میرا ہزم نامی گھوڑا مجھے لیے دوڑا جا رہا ہے، تکلیف اٹھا کر شدائد کا مقابلہ کیے بغیر ذلت و رسوائی سے بچا نہیں جا سکتا۔ قبیلہ جشم کا ایک خزرجی آدمی اپنے حقوق کی پوری حفاظت کرتا ہے''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب یوم احد کا رجز

حضرت علامہ ابن اسحاق نے کہا: یہ رجز حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے پڑھا۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: احد کے روز یہ رجز کسی مسلمان نے کہا نہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے۔ جیسا کہ بعض علمائے شعر نے مجھے بتایا اور میں نے ان میں سے کوئی بھی نہیں دیکھا جو یہ کہتا ہو کہ یہ اشعار حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہیں:

لَاھُمَّ اِنَّ الْحَارِثَ بْنَ الصِّمَّہْ کَانَ وَفِیًّا وَّ بِنَا ذَا ذِمَّہْ

اے اللہ! بے شک حارث بن صمہ ایک وفادار شخص تھا اور ہماری ذمہ داری پوری کرنے والا تھا۔

اَقْبَلَ فِیْ مَھَامِہٍ مُّھِمَّہْ کَلَیْلَۃٍ ظَلْمَاءَ مُدْلَھِمَّہْ

''وہ سخت تاریک راتوں کی مانند بڑے بڑے چٹیل میدان طے کر کے آیا''۔

بَیْنَ سُیُوْفٍ وَّ رِمَاحٍ جَمَّہْ یَبْغِیْ رَسُوْلَ اللّٰہِ فِیْمَا ثَمَّہْ

''بے شمار تلواروں اور نیزوں کے درمیان وہ رسول اللہ ﷺ کی جستجو میں وہاں پہنچا''۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: آپ کا قول ''کلیلۃ'' غیر ابن اسحاق سے مروی ہے۔

احد کے روز عکرمہ کا رجز

علامہ ابن اسحاق نے کہا: احد کے روز عکرمہ بن ابی جہل نے یہ رجز پڑھا:

کُلُّھُمْ یَزْجُرُہٗ اَرْحِبْ ھَلَا وَ لَنْ یَّرَوْہُ الْیَوْمَ اِلَّا مُقْبِلَا
یَحْمِلُ رُمْحًا وَّ رَئِیْسًا جَحْفَلَا

''وہ سب اس گھوڑے کو اَرْحِبْ ھَلَا (ادھر آ) کہہ کر جھڑک رہے تھے لیکن آج وہ اس کی

عکرمہ کا رجز

عکرمہ کا قول ہے اَرْحَبْ ھَلَا۔ اس لفظ سے گھوڑوں کو جھڑکا جاتا ہے۔ اسی طرح ھِقِطْ وَ

صرف یہی حالت دیکھیں گے کہ وہ اپنی پیٹھ پر ایک نیزہ اور ایک عظیم الشان سردار کو اٹھائے آگے بڑھتا چلا جائے گا"۔

احد کے روز بنی عبدالدار کے مقتولوں کے مرثیہ میں اعشیٰ تمیمی کے اشعار

اعشیٰ بن زرارہ بن نباش تمیمی نے یہ اشعار کہے۔ علامہ ابن ہشام نے کہا: یہ بنی تمیم کی شاخ بنی اسد بن عمرو بن تمیم کا ایک فرد ہے جو احد کے روز بنی عبدالدار کے قتل ہونے والے لوگوں کا مرثیہ کہتا ہے:

حُیِّیَ مِنْ حَیٍّ عَلٰی نَأْیِهِمْ بَنُوْا اَبِیْ طَلْحَةَ لَا تُصْرَفُ

"ابوطلحہ کے بیٹوں کے دور ہونے کے باوجود انہیں قبیلے کی جانب سے سلام پہنچے جسے لوٹایا نہیں جا سکتا"۔

یَمُرُّ سَاقِیْهِمْ عَلَیْهِمْ بِهَا وَ کُلُّ سَاقٍ لَهُمْ یُعْرَفُ

یہ سلام لے کر ان کا ساقی ان کے پاس سے گزرتا ہے اور ان کا ہر ساقی خوب جانا پہچانا ہے۔

لَا جَارُهُمْ یَشْکُوْ وَ لَا ضَیْفُهُمْ مِنْ دُوْنِهٖ بَابٌ لَهُمْ یَصْرِفُ

"نہ ان کا کوئی پڑوسی شکایت کرتا ہے نہ ان کا کوئی مہمان اور نہ ان کا کوئی دروازہ اس کے لئے بند کیا جاتا ہے"۔

اور عبداللہ بن زبعری نے احد کے روز یہ اشعار کہے:

قَتَلْنَا ابْنَ جَحْشٍ فَاغْتَبَطْنَا بِقَتْلِهٖ وَ حَمْزَةَ فِیْ فُرْسَانِهٖ وَابْنَ قَوْقَلِ

"ہم نے ابن جحش کو قتل کیا اور اس کے قتل سے ہمیں بہت خوشی ہوئی اور حمزہ کو ہم نے اس کے سواروں کے درمیان قتل کیا نیز ابن قوقل کو بھی قتل کیا"۔

وَ اَفْلَتَنَا مِنْهُمْ رِجَالٌ فَاَسْرَعُوْا فَلَیْتَهُمْ عَاجُوْا وَ لَمْ نَتَعَجَّلِ

"ان کے کچھ آدمی ہم سے بچ نکلے اور تیزی سے بھاگ گئے۔ کاش وہ ذرا اور ٹھہرتے اور ہم جلد بازی سے کام نہ لیتے"۔

اَقَامُوْا لَنَا حَتّٰی تَعَضَّ سُیُوْفُنَا سَرَاتَهُمْ وَ کُلُّنَا غَیْرُ عُزَّلِ

"وہ ہمارے سامنے ٹھہرے تا کہ ہماری تلواریں ان کے سرداروں کو کاٹ کر رکھ دیں اور ہم سب مسلح تھے"۔

وقیظ اور ھَبْ وَ سَقَبْ کے الفاظ سے بھی گھوڑوں کو جھڑکا جاتا ہے۔

وَ حَتّٰی یَکُوْنَ الْقَتْلُ فِیْنَا وَ فِیْهِمُ وَ یَلْقَوْا صَبُوْحًا شَرُّهٗ غَیْرُ مُنْجَلِیْ

''اور تا کہ ہمارے اور ان کے درمیان خوب قتل و غارت ہو اور وہ اس موت کا جام پی لیں جس کا شر واضح نہیں ہوتا''۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: یہ شعر ''وکلنا'' اور یہ شعر ''ویلقوا صبوحا'' غیر ابن اسحاق سے مروی ہیں۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مرثیہ میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے کہا: حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا مرثیہ کہتے ہوئے یہ اشعار کہے:

اَسَائِلَةٌ اَصْحَابَ اُحُدٍ مَخَافَةً بَنَاتُ اَبِیْ مِنْ اَعْجَمٍ وَ خَبِیْرِ

''کیا میری بہنیں خوف کے مارے اصحاب احد میں سے ہر بے خبر اور باخبر آدمی سے پوچھ رہی ہیں؟''

فَقَالَ الْخَبِیْرُ اِنَّ حَمْزَةَ قَدْ ثَوٰی وَزِیْرُ رَسُوْلِ اللّٰهِ خَیْرُ وَزِیْرِ

''تو (سنو) باخبر شخص نے بتا دیا کہ رسول اللہ ﷺ کے بہترین وزیر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ جاں بحق ہو گئے ہیں''۔

دَعَاهُ اِلٰهُ الْحَقِّ ذُوالْعَرْشِ دَعْوَةً اِلٰی جَنَّةٍ یَّحْیَا بِهَا وَ سُرُوْرِ

عرش کے مالک معبود حقیقی نے انہیں سرور اور جنت کی طرف بلا لیا جہاں وہ زندہ رہیں گے۔

فَذٰلِكَ مَا كُنَّا نُرَجِّیْ وَ نَرْتَجِیْ لِحَمْزَةَ یَوْمَ الْحَشْرِ خَیْرَ مَصِیْرِ

''تو یہ وہ چیز ہے جس کی ہم سب لوگ اپنے لئے آرزو کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی آرزو دلاتے ہیں، حشر کے روز حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے لئے بہترین ٹھکانہ ہوگا''۔

فَوَاللّٰهِ لَا اَنْسَاكَ مَا هَبَّتِ الصَّبَا بُكَاءً وَّ حُزْنًا مَحْضَرِیْ وَ مَسِیْرِیْ

''پس قسم بخدا جب تک باد صبا چلتی رہے گی میں تمہیں نہ بھولوں گی، سفر و حضر میں غمزدہ رہ کر روتی رہوں گی''۔

عَلٰی اَسَدِ اللّٰهِ الَّذِیْ كَانَ مِدْرَهًا یَذُوْدُ عَنِ الْاِسْلَامِ كُلَّ كَفُوْرِ

''اللہ تعالیٰ کے اس شیر پر (روتی رہوں گی) جو اپنی زبان اور تلوار سے اپنی قوم کا دفاع کرنے والا تھا اور ہر کافر سے اسلام کی مدافعت کرتا تھا''۔

فَيَالَيْتَ شِلْوِيْ عِنْدَ ذَاكَ وَ اَعْظُمِيْ لَدٰى اَضْبُعٍ تَعْتَادُنِيْ وَ نُسُوْرٍ

"ہائے کاش! میرا بقیہ جسم اور میری ہڈیاں بھی ان بجوؤں اور گدھوں کے پاس چلے جاتے جو مڑمڑ میرا گوشت کھاتے رہتے"۔

اَقُوْلُ وَ قَدْ اَعْلَى النَّعِيَّ عَشِيْرَتِيْ جَزَى اللّٰهُ خَيْرًا مِنْ اَخٍ وَّ نَصِيْرٍ

"میرے خاندان والوں نے آہ و بکا کے ساتھ اپنی آوازیں بلند کیں جبکہ میں ایسی حالت میں کہتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے بھائی اور مددگار کو جزائے خیر عطا فرمائے"۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: آپ کا یہ قول مجھے بعض علمائے شعر نے سنایا ہے: بُكَاءً وَّ حُزْنًا مَحْضَرِيْ وَ مَسِيْرِيْ۔

شماس کے مرثیہ میں نعم کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے کہا: احد کے روز شماس بن عثمان مارا گیا، اس کی بیوی نعم نے اس کا یہ مرثیہ کہا:

يَا عَيْنُ جُوْدِيْ بِفَيْضٍ غَيْرِ اِبْسَاسِ عَلٰى كَرِيْمٍ مِّنَ الْفِتْيَانِ اَبَّاسِ

"اے آنکھ! بغیر کسی تکلیف کے اس شخص پر آنسوؤں کی سخاوت کر جو تمام نوجوانوں میں نہایت شریف اور سخت جان تھا"۔

صَعْبِ الْبَدِيْهَةِ مَيْمُوْنٍ نَقِيْبَتُهٗ حَمَّالِ اَلْوِيَةٍ رَكَّابِ اَفْرَاسِ

"جس کی پہلی رائے ہی مستحکم ہوتی اور جس کا ہر کام مسعود و بابرکت ہوتا، جو بہترین علمبردار اور ماہر شہسوار تھا"۔

نعیم کے اشعار

نعیم کا قول ہے: يَا عَيْنُ جُوْدِيْ بِفَيْضٍ غَيْرِ اِبْسَاسٍ۔ ابساس کا معنی ہے اونٹنی کا دودھ زیادہ کرنے کے لئے اس کی کھیری پر ہاتھ پھیرنا۔ آپ اونٹنی کو (بلانے کے لئے) کہتے ہیں: بَسْ بَسْ۔ پھر یہ معنی بلاتکلف بہنے والے آنسوؤں کے لئے استعارۃً استعمال ہونے لگا۔

اس کا قول ہے: صَعْبُ الْبَدِيْهَةِ۔ یعنی اس کی فی البدیہہ کہی گئی بات کا بھی مقابلہ نہیں کیا جا سکتا اور کوئی اس کی طاقت نہیں رکھتا تو اس کی پورے غور و فکر اور سوچ بچار سے کہی ہوئی بات کا کوئی کیسے مقابلہ کر سکتا ہے۔

اَقُولُ لَمَّا اَتَى النَّاعِیُ لَهٗ جَزَعًا اَوْدَی الْجَوَادُ وَ اَوْدَی الْمُطْعِمُ الْكَاسِیُ

''جب موت کی خبر لانے والے نے اس کی موت کی خبر دی تو میں گھبرا کر کہہ اٹھی بہت بڑا سخی ہلاک ہو گیا اور لوگوں کو کھلانے اور پہنانے والا ہلاک ہو گیا''۔

وَ قُلْتُ لَمَّا خَلَتْ مِنْهُ مَجَالِسُهٗ لَا یُبْعِدُ اللّٰهُ عَنَّا قُرْبَ شَمَّاسِ

''اور جب مجالس اس کے بغیر خالی ہو گئیں تو میں نے کہا اللہ تعالیٰ شماس کے قرب کو ہم سے دور نہ کرے''۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا قصیدۂ لامیہ

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار میں ہے:

بَكَتْ عَيْنِیْ وَ حُقَّ لَهَا بُكَاهَا وَ مَا یُغْنِی الْبُكَاءُ وَ لَا الْعَوِیْلُ

آپ نے مقصور کو اپنے مقام پر اور ممدود کو اپنے مقام پر رکھا کیونکہ البکا مقصور غم اور دکھ کے معنی میں ہے اور اگر یہ ممدود ہو تو آہ و زاری کے معنی میں ہے، آوازوں میں یہی قیاس ہے کہ وہ فُعَال کے وزن پر ہوں، چنانچہ آپ کے قول حُقَّ لَهَا بُكَاهَا کا معنی ہے ان کا غم اور دکھ ان کا حق ہے کیونکہ غم اور دکھ بغیر چیخ و پکار کے ہی متحقق ہوتا ہے۔ پھر کہا وَ مَا یُغْنِی الْبُكَاءُ وَ لَا الْعَوِیْلُ یعنی نہ چیخ فائدہ دے سکتی ہے نہ پکار اور نہ کسی پر رونا نفع دے سکتا ہے۔ چنانچہ ہر کلمہ اپنے صحیح مقام پر واقع ہوا ہے۔

آپ کا قول ہے: حُقَّ لَهَا یعنی حَقَّ۔ یہ اصل میں فَعِلَ کے وزن پر حَقِقَ ہے اور بُکَاهَا اس کا فاعل ہے نہ کہ مفعول اور جب آپ کسی فعل میں مبالغہ اور تعجب کا معنی پیدا کرنا چاہیں تو ضمہ فعل کے عین کلمہ سے فا کلمہ کی طرف منتقل کر دیتے ہیں۔ مثلاً آپ کہتے ہیں: حُسْنَ زَیْدٌ یعنی حَسُنَ جِدًّا زید بہت ہی خوبصورت ہے۔ اور اگر تعجب کے معنی کا ارادہ نہ ہو تو یا صرف ضمہ جائز ہوتا ہے یا صرف سکون جیسے کَبُرَ زَیْدٌ وَ کَبْرَ۔ لیکن کُبْرَ صرف اس وقت کہتے ہیں جب تعجب کا ارادہ ہو۔ شاعر اخطل کا قول ہے:

فَقُلْتُ اقْتُلُوْهَا عَنْكُمْ بِمِزَاجِهَا وَحُبَّ بِهَا مَقْتُوْلَةً حِیْنَ تُقْتَلُ

''پس میں نے کہا اسے (یعنی شراب کو) اس کے مزاج کے ساتھ اپنے آپ سے قتل کر دو (یعنی دور کر دو) اور قتل کی جانے والی چیز سے اس وقت محبت کرنا کتنا حیران کن ہے جب اسے قتل کیا جا رہا ہو''۔

نعم کی تعزیت میں ابوالحکم کے اشعار

پھر اس کے بھائی ابوالحکم بن سعید بن یربوع نے اس کی تعزیت کرتے ہوئے یہ جوابی اشعار کہے:

اِقْنَیْ حَیَاءَ لِکِ فِیْ سِتْرٍ وَّ فِیْ کَرَمٍ   فَاِنَّمَا کَانَ شَمَّاسٌ مِّنَ النَّاسِ

"پردے اور شرافت میں اپنی حیاء کی حفاظت کر، شماس آخر انسانوں میں سے ایک انسان ہی تھا"۔

لَا تَقْتُلِی النَّفْسَ اِذْ حَانَتْ مَنِیَّتُهٗ   فِیْ طَاعَةِ اللّٰهِ یَوْمَ الرَّوْعِ وَالْبَاسِ

"تو اپنے آپ کو ہلاک نہ کر جبکہ گھبراہٹ اور سختی کے روز اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اس کی موت کا وقت قریب آ گیا"۔

قَدْ کَانَ حَمْزَةُ لَیْثَ اللّٰهِ فَاصْطَبِرِیْ   فَذَاقَ یَوْمَئِذٍ مِنْ کَاْسِ شَمَّاسِ

"حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی تو اللہ کے شیر تھے، آخر انہوں نے بھی اس روز شماس والے جام کا مزہ چکھا تھا، اس لئے تو صبر وضبط سے کام لے"۔

احد سے واپسی کے بعد ہند کے اشعار

جب مشرکین احد سے واپس لوٹے تو ہند بنت عتبہ نے یہ اشعار کہے:

ایک اور شاعر سہم بن حنظلہ الغنوی نے کہا:

لَمْ یَمْنَعِ الْقَوْمُ مِنِّیْ مَا اَرَدْتُ وَ لَمْ   اُعْطِهِمْ مَا اَرَادُوْا حُسْنَ ذَا اَدَبَا

"قوم نے مجھ سے اس کام کو نہ روکا جس کا میں نے ارادہ کیا اور میں نے انہیں وہ چیز نہ دی جو وہ چاہتے تھے۔ یہ کتنا اچھا ادب تھا"۔

یہ اصل میں حَسُنَ ہے۔ ایک اور شاعر نے کہا:

اَلَا حُبَّ بِالْبَیْتِ الَّذِیْ اَنْتَ زَائِرُهٗ

"سنو! وہ گھر کتنا ہی پیارا ہے جس کی تو زیارت کرنے والا ہے"۔

شاعر نے بِالْبَیْتِ کہا اس میں اسی طرح تعجب کا معنی ہے جس طرح اَحْبِبْ بِالْبَیْتِ میں ہے۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

اَبَا یَعْلٰی لَکَ الْاَرْکَانُ هُدَّتْ

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے یعلی کی وجہ سے آپ کی کنیت ابویعلی تھی۔ آپ کا اس کے سوا

رَجَعْتُ وَ فِیْ نَفْسِیْ بَلَابِلُ جَمَّۃٌ وَ قَدْ فَاتَنِیْ بَعْضُ الَّذِیْ کَانَ مَطْلَبِیْ

''میں اس حالت میں واپس آئی کہ میرے دل میں بہت سے غم باقی رہ گئے اور میرے بعض وہ مقاصد پورے نہ ہو سکے

مِنَ اَصْحَابِ بَدْرٍ مِّنْ قُرَیْشٍ وَّ غَیْرِھِمْ بَنِیْ ھَاشِمٍ مِّنْھُمْ وَ مِنْ اَھْلِ یَثْرِبِ

جو میں ان اصحاب بدر سے پورے کرنا چاہتی تھی جن میں کچھ قریش، بنی ہاشم اور اہل یثرب شریک تھے''۔

وَ لٰکِنَّنِیْ قَدْ نِلْتُ شَیْئًا وَّ لَمْ یَکُنْ کَمَا کُنْتُ اَرْجُوْ فِیْ مَسِیْرِیْ وَ مَرْکَبِیْ

''لیکن میں نے اپنے کچھ مقاصد پورے کر لیے ہیں مگر اس قدر نہیں جس قدر میں اپنے سفر اور سواری پر چلتے ہوئے امید رکھتی تھی''۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: اس کا یہ شعر مجھے بعض علمائے شعر نے سنایا ہے:

وَ قَدْ فَاتَنِیْ بَعْضُ الَّذِیْ کَانَ مَطْلَبِیْ

اور بعض علمائے شعر ان اشعار کی ہند کی طرف نسبت کا انکار کرتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

کوئی بیٹا زندہ نہ رہا۔ یعلیٰ نے اپنے پیچھے پانچ بیٹے چھوڑے پھر بقولِ مصعب ان کی نسل ختم ہو گئی۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عمارہ بھی ہے۔ بعثت کے واقعات میں آپ کا ذکر اسی کنیت کے ساتھ پہلے گزر چکا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ عمارہ آپ کی بیٹی تھی جس کی وجہ سے آپ کی یہ کنیت ہے۔ یہی وہ بیٹی ہے جس کے متعلق دار قطنی نے السنن میں ذکر کیا ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا ایک آزاد کردہ غلام فوت ہو گیا۔ اس نے ایک بیٹی چھوڑی، اس کے نصف مال کی وہ وارث بنی اور بقیہ نصف مال کی وارث حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی بنی۔ آپ نے سنن میں اس کا نام ذکر نہیں کیا، لیکن بکر بن علاء کی کتاب احکام القرآن میں اس کا نام ذکر ہوا ہے۔ واللہ اعلم۔ یہ بھی مروی ہے کہ ولاء اس بیٹی کو حاصل تھی اور اس غلام کو آزاد کرنے والی وہی تھی نہ کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ۔

یومِ رجیع کا بیان

۳ھ میں حضرت خبیب رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں کی شہادت

علامہ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ہم سے حضرت ابو محمد عبدالملک بن ہشام نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے حضرت زیاد بن عبداللہ البکائی نے حضرت محمد بن اسحاق المطلبی کی روایت بیان کی، انہوں نے کہا مجھ سے حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا غزوۂ احد کے بعد عضل اور قارہ کے چند آدمی رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔

عضل اور قارہ کا نسب

علامہ ابن ہشام نے کہا: عضل اور قارہ بنی ہَون بن خزیمہ بن مدرکہ کی دو شاخیں ہیں اور ہاء کے ضمہ کے ساتھ ھُون بھی کہا جاتا ہے۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! ہمارے لوگوں میں اسلام کی رغبت پیدا ہو رہی ہے اس لئے ہمارے ساتھ اپنے اصحاب کا ایک گروہ بھیجئے جو ہمیں دین سکھائیں، قرآن کریم پڑھائیں اور شرائع اسلامیہ سے آگاہ کریں، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے چھ اصحاب پر مشتمل ایک جماعت روانہ کی جن کے نام یہ ہیں:

۱۔ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے حلیف حضرت مرثد بن ابی مرثد الغنوی رضی اللہ عنہ۔

۲۔ بنی عدی بن کعب کے حلیف حضرت خالد بن بکیر اللیثی رضی اللہ عنہ۔

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں کی شہادت

علامہ ابن اسحاق نے عضل اور قارہ کے لوگوں کی غداری کا ذکر کیا۔ یہ دونوں بنی ہون کی شاخیں ہیں اور بنی ہون، ہون بن خزیمہ کے دو بیٹوں ریش اور یثیع کی اولاد ہیں۔ قارہ کے معنی اور اس ضرب المثل کی وضاحت جو ان میں جاری ہوئی پہلے گزر چکی ہے اور قارہ حرہ(1) ہے۔ ہم نے ان کی وجہ تسمیہ ذکر کر دی ہے۔

1۔ حرہ ایک سیاہ پتھروں والی زمین ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے وہ جلی ہوئی ہے۔

۳۔ بنی عمرو بن عوف بن مالک بن اوس کے فرد حضرت عاصم بن ثابت بن ابی الاقلح رضی اللہ عنہ۔

۴۔ بنی جحجبی بن کلفہ بن عمرو بن عوف کے فرد حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ۔

۵۔ بنی بیاضہ بن عمرو بن زریق بن عبد حارثہ بن غضب بن جشم بن خزرج کے فرد حضرت زید بن دثنہ بن معاویہ رضی اللہ عنہ۔

۶۔ بنی ظفر بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس کے حلیف حضرت عبداللہ بن طارق رضی اللہ عنہ۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت مرثد بن ابی مرثد الغنوی کو ان لوگوں کا امیر مقرر کیا۔ آپ ان لوگوں کے ہمراہ روانہ ہوئے یہاں تک کہ جب یہ لوگ حجاز کے اطراف میں ہداۃ کے اوپر قبیلہ ہذیل کے ایک رجیع نامی چشمے پر پہنچے تو ان لوگوں نے ان سے غداری کی۔ اور قبیلہ ہذیل کے لوگوں سے مسلمانوں کے خلاف خفیہ بات چیت کی۔ مسلمان اپنے خیموں میں بے فکر بیٹھے تھے، البتہ چند آدمیوں کے ہاتھوں میں تلواریں تھیں جو ان کا پہرہ دے رہے تھے۔ انہوں نے ان کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنی تلواریں تھام لیں۔ اس پر وہ کہنے لگے قسم بخدا! ہم تم کو قتل کرنے کا ہرگز ارادہ نہیں رکھتے، بلکہ ہم تو چاہتے ہیں کہ تمہیں اہل مکہ کے حوالے کر کے ان سے کچھ رقم بٹور لیں۔ ہم تمہیں اللہ تعالیٰ کا عہد اور میثاق دیتے ہیں کہ تمہیں ہرگز قتل نہیں کریں گے۔

حضرات مرثد، ابن بکیر اور عاصم رضی اللہ عنہم کی شہادت

حضرات مرثد بن ابی مرثد، خالد بن بکیر اور عاصم بن ثابت نے تو انہیں دوٹوک جواب دیا: وَاللهِ لَا نَقْبَلُ مِنْ مُشْرِكٍ عَهْدًا وَّ لَا عَقْدًا اَبَدًا۔ ''بخدا ہم کسی مشرک سے عہد و پیان قبول کرنے کے لئے تیار نہیں''۔ حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ شعر کہے:

صاحب سیرت نے ذکر کیا کہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے اصحاب چھ تھے اور جامع صحیح بخاری میں ہے کہ وہ دس تھے۔ یہی اصح ہے۔ واللہ اعلم۔

صاحب سیرت نے ان چھ کے اسماء بھی ذکر کیے ہیں اور گزشتہ صفحات میں ان کے نسب بھی بیان کر دیے ہیں۔ جہاں تک حضرت حبیب رضی اللہ عنہ کا تعلق ہے تو وہ بنی جحجبی بن کلفہ بن عمرو بن عوف بن مالک بن اوس کے فرد ہیں اور زید بن دثنہ بن معاویہ (کے والد کا نام) ثدنہ سے مقلوب ہے اور ثدن کا معنی ہے گوشت کا ڈھیلا پڑ جانا۔

مَا عِلَّتِيْ وَ اَنَا جَلْدٌ نَابِلُ ۔۔۔ وَالْقَوْسُ فِيْهَا وَتَرٌ عُنَابِلُ

"میرے لئے کیا عذر ہے جب میں طاقتور ہوں اور میرا ترکش تیروں سے پر ہے، کمان مضبوط اور اس کا چلہ صحیح وسلامت ہے"۔

تَزِلُّ عَنْ صَفْحَتِهَا الْمَعَابِلُ ۔۔۔ اَلْمَوْتُ حَقٌّ وَّالْحَيَاةُ بَاطِلُ

تیروں کے پھل اس کے پہلوؤں سے پھسل رہے ہیں۔ موت حق ہے اور زندگی باطل ہے۔

وَ كُلُّ مَا حَمَّ الْاِلٰهُ نَازِلُ ۔۔۔ بِالْمَرْءِ وَالْمَرْءُ اِلَيْهِ آئِلُ

اِنْ لَّمْ اُقَاتِلْكُمْ فَاُمِّيْ هَابِلُ

"اور اللہ تعالیٰ نے جو فیصلہ کردیا ہے وہ انسان پر ہو کر رہے گا اور ہر انسان کو اس کی طرف لوٹنا ہے۔ (اے مشرکو!) اگر میں تم سے جنگ نہ کروں تو میری ماں کا پت مرے"۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: هَابِلٌ کا معنی ہے بیٹے کی وفات پر رونے والی ماں۔

حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ شعر بھی کہے:

اَبُوْ سُلَيْمَانَ وَ رِيْشُ الْمُقْعَدِ ۔۔۔ وَ ضَالَةٌ مِثْلُ الْجَحِيْمِ الْمُوْقَدِ

"میں ابوسلیمان ہوں اور مقعد نامی شخص کے بنائے ہوئے تیر کی نوک ہوں اور ضالہ درخت

صاحب سیرت نے حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کا اور آپ کا یہ شعر ذکر کیا:

مَا عِلَّتِيْ وَ اَنَا جَلْدٌ نَابِلُ ۔۔۔ وَالْقَوْسُ فِيْهَا وَتَرٌ عُنَابِلُ

عنابل کا معنی ہے مضبوط، گویا یہ عَبَالَة سے مشتق ہے جس کا معنی قوت ہے۔ اس میں نون زائدہ ہے۔ ایک سخت درخت کو بھی عبالہ کہتے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا مبارک عبالہ درخت کا تھا۔ اور یہ بھی مروی ہے کہ آپ کا عصا جنت کے درخت مورد کی عمدہ ٹہنیوں سے بنا ہوا تھا(1) اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ لفظ دو اصلوں سے مرکب ہو۔ یعنی اَلْعَنَنُ (سامنے آنے والی شے) اور اَلنَّبْلُ (تیر) سے۔ گویا اس کی کمان اپنا تیر اس نشانے کو بھی سیدھا مارتی ہے جو ایک جانب ہو جائے۔

صاحب سیرت نے حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کا یہ شعر ذکر کیا: اَبُوْ سُلَيْمَانَ وَ رِيْشُ الْمُقْعَدِ۔ آپ کا قول ہے "ابوسلیمان" یعنی میں ابوسلیمان ہوں جو جنگوں میں مشہور و معروف ہوں اور

1۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے عصا، اس کی کیفیت، اس کے طول اور وصف کے متعلق بحث علم غیر نافع اور جہل غیر مضر ہے۔ اگر اس مسئلہ میں کوئی فائدہ ہوتا تو اس کا وصف اور شکل وصورت وغیرہ قرآن کریم میں یا نبی کریم ﷺ کی زبان اقدس پر سنت صحیحہ میں بیان کی جاتی لیکن کتب تفسیر میں کہیں بھی اس کا بیان نہیں۔ اس لئے اس مسئلہ کو چھوڑ دیں۔

سے بنائی گئی کمان ہوں جو بھڑکتے ہوئے جہنم کی مانند ہوتی ہے"۔

إِذَا النَّوَاجِي افْتُرِشَتْ لَمْ أُرْعَدْ وَ مُجْنَأً مِنْ جِلْدِ ثَوْرٍ أَجْرَدِ

وَ مُؤْمِنٍ بِمَا عَلَى مُحَمَّدِ

"جب تیز رفتار اونٹنیوں پر سواری کی جاتی ہے تو میں خوفزدہ نہیں ہوتا اور میں بیل کی چکنی

میرے پاس ایک ایسا تیر ہے جس میں مقعد نامی شخص نے پر لگایا ہے۔ یہ شخص تیر بناتا تھا اور ان میں پر لگاتا تھا۔ اور ریش اس تیر کو کہتے ہیں جس کا پر قابل تعریف ہو۔ اور وہ اس طرح ہوتا ہے کہ ایک پر کا بطن دوسرے پر کی پیٹھ کی طرف ہوتا ہے اور اللغاب اس کے برعکس ہوتا ہے کہ اس میں ایک پر کی پیٹھ دوسرے پر کی پیٹھ کی طرف ہوتی ہے۔ اسے ظہار بھی کہتے ہیں۔ یہ وہی لوام ہے جو لأم سے ماخوذ ہے اور لام پردار تیر کو کہتے ہیں۔ امرؤالقیس نے کہا:

كَرِّكَ لَأْمَيْنِ عَلَى نَابِلِ

رؤبہ سے اس مصرع کا معنی پوچھا گیا۔ اس نے کہا مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا، انہوں نے اپنے باپ سے روایت کیا، انہوں نے کہا مجھ سے میری پھوپھی نے بیان کیا در آں حالیکہ وہ بنی دارم میں تھیں، انہوں نے کہا ایک مرتبہ امرؤالقیس علقمہ بن عبدہ کے ساتھ مل کر شراب پی رہا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا تیرے اس شعر کا کیا معنی ہے: كَرِّكَ لَأْمَيْنِ عَلَى نَابِلِ اس نے کہا میں نابل کے پاس سے گزرا در آں حالیکہ اس کا ایک ساتھی ایسا پردار تیر پکڑا رہا تھا جس پر لوئم اور ظہار کے پر لگے ہوئے تھے۔ میں نے اس سے زیادہ تیز چیز کبھی نہ دیکھی اور نہ اس سے زیادہ خوبصورت۔ چنانچہ میں نے ان کے ساتھ تشبیہ دے دی۔ یہ حضرت ابو حنیفہ نے ذکر کیا ہے۔ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کا قول ہے وَضَالَةٌ یعنی وہ تیر جن کے دستے ضال درخت سے بنائے گئے ہوں اور ضال بیری کے درخت کو کہتے ہیں۔ شاعر ذوالرمہ کا قول ہے:

قَطَعْتُ إِذَا تَخَوَّفَتِ الْعَوَاطِي ضُرُوْبَ السِّدْرِ عُبْرِيًّا وَ ضَالًا

العُبری بیری کے وہ درخت ہیں جو دریاؤں کے کناروں پر اگتے ہیں اور ضال وہ درخت ہیں جو جنگل میں ہوتے ہیں اور العواطی ان مویشیوں کو کہتے ہیں جو موسم گرما میں گھوم کر درختوں کے پتے کھاتے ہیں۔ تو شعر کا معنی یہ ہوگا کہ میں نے ایسے وقت میں اس صحراء کو عبور کیا جب عواطی مویشی دریاؤں کے کنارے اگے ہوئے بیری اور ضال کے درختوں کی شاخوں کو کم کرنے لگے اور تَخَوَّفَتْ کا

کھال کی بنی ہوئی مجسم ڈھال ہوں اور (سیدنا) محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) پر جو وحی نازل

معنی ہے تَنَقَّصَتْ یعنی آہستہ آہستہ کسی چیز کا گھٹتے چلے جانا۔ یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اس ارشاد سے ماخوذ ہے: اَوْ یَاْخُذَهُمْ عَلٰى تَخَوُّفٍ ؕ (النحل: 47) "یا پکڑ لے انہیں (عذابِ الٰہی) جبکہ وہ لاغر ونحیف ہو چکے ہوں"۔ صاحب سیرت نے ذکر کیا ہے کہ حجیر بن ابی اہاب وہ شخص ہے جس نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو خریدا۔ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے حجیر کے اخیافی بھائی حارث بن نوفل کو قتل کیا تھا اور معمر بن راشد نے کہا حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو حارث بن نوفل کے بیٹوں نے خریدا تھا کیونکہ آپ نے بدر کے روز ان کے باپ کو قتل کیا تھا۔ ان روایات کا مفہوم علامہ ابن اسحاق کے ذکر کردہ قول کے قریب قریب ہے۔

راوی کا قول ہے: ماویہ بنت حجیر۔ اس میں ماویہ واؤ کے ساتھ ہے۔ اسے یونس بن بکیر نے ابن اسحاق سے روایت کیا ہے اور آپ کے علاوہ دیگر رواۃ نے ابن اسحاق سے یہ لفظ راء کے ساتھ ماریۃ روایت کیا ہے۔ اور ابن ہشام کی روایت کے پرانے نسخوں میں یہ لفظ واؤ کے ساتھ مذکور ہے جس طرح ابن بکیر نے روایت کیا ہے۔ اس اسم کے مادۂ اشتقاق کے بارے میں ہم نے اس کتاب کے شروع میں گفتگو کی ہے۔ لہٰذا اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ اور ہم نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ اَلْمَارِیَۃ جب تخفیف کے ساتھ ہو تو اس کا معنی گائے ہے اور جب یاء کی تشدید کے ساتھ ہو تو یہ نرم پروں والے بھٹ تیتر کو کہتے ہیں۔ جس لڑکے کو اس نے چھری دی تھی، کہا گیا ہے کہ وہ ابوعیسیٰ بن حارث بن عدی بن نوفل بن عبد مناف ہے۔ زبیر نے اس کے بارے میں کہا ہے کہ وہ حضرت عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی حسین کا دادا ہے جن سے حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ نے المؤطا میں روایت کی ہے۔

صاحب سیرت نے ذکر کیا ہے کہ ابومیسرہ وہ شخص ہے جس نے پھانسی کے تختے پر حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو نیزہ مارا تھا۔ یہ ابومیسرہ، عوف بن سباق بن عبدالدار کا بیٹا ہے۔ جس شخص نے اس کے ساتھ مل کر آپ کو نیزہ مارا وہ عقبہ بن حارث ہے جس کی کنیت ابوسروعہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ابوسروعہ اور عقبہ دونوں بھائی تھے جو اکٹھے مسلمان ہوئے اور عقبہ بن حارث کی صرف ایک حدیث ہے جو رضاعت اور اس میں ایک عورت کی گواہی کے متعلق ہے۔ اس کی یہ حدیث صحاح میں مشہور ہے۔ اس میں ہے کہ آپ نے کہا میں نے ابواہاب بن عزیز کی بیٹی سے شادی کی تو ایک سیاہ فام عورت آئی اس نے کہا میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے۔ پھر ساری حدیث ذکر فرمائی۔ اس میں دارقطنی نے یہ اضافہ کیا ہے کہ آپ نے کہا پھر ایک سیاہ فام عورت ہم سے کچھ مانگنے کے لئے آئی لیکن ہم نے اسے کچھ نہ دیا۔ وہ

ہوتی ہے اس پر ایمان بھی رکھتا ہوں"۔

حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ شعر بھی کہا:

اَبُوْ سُلَیْمَانَ وَ مِثْلِیْ رَامِیْ وَ کَانَ قَوْمِیْ مَعْشَرًا کِرَامًا

میں ابوسلیمان ہوں اور مجھ جیسا تیرانداز کون ہے؟ اور میری قوم شریف لوگوں کا گروہ ہے۔

حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوسلیمان تھی۔ پھر آپ نے ان لوگوں سے جنگ کی یہاں تک کہ خود بھی شہید ہو گئے اور آپ کے دو ساتھی بھی شہید ہو گئے۔

شہد کی مکھیوں کے ایک غول کا حضرت عاصم کی نعش کی حفاظت کرنا

جب حضرت عاصم رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو قبیلہ ہذیل کے لوگوں نے ارادہ کیا کہ آپ کا سر کاٹ کر اسے سلافہ بنت سعد بن شہید کے ہاتھ فروخت کر دیں۔ احد کے روز جب حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے سلافہ کے دو بیٹوں کو قتل کر دیا تھا تو اس نے قسم کھائی تھی کہ اگر وہ عاصم کا سر حاصل کر سکی تو اس کی کھوپڑی کا پیالہ بنا کر اس میں شراب پیے گی۔ لیکن جب شہد کی مکھیوں کا ایک غول حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کی نعش اور ان کے درمیان حائل ہو گیا تو وہ کہنے لگے اس کی نعش کو شام تک چھوڑ دو۔ جب شام کو مکھیاں اسے چھوڑ کر چلی جائیں گی تو ہم اس کا سر لے لیں گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس وادی میں سیلاب بھیج دیا جو حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کو بہا کر لے گیا۔

کہنے لگی قسم بخدا میں نے تم دونوں کو دودھ پلا رکھا ہے۔ آپ نے نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں اس بات کا تذکرہ کیا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ وہ جھوٹی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ سے پوچھا وہ کیسے؟ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ نے اس عورت کو طلاق دے دی اور اس نے ضریب بن حارث سے نکاح کر لیا جس سے ام قتال پیدا ہوئی۔ یہ حضرت جبیر بن مطعم کی زوجہ اور ان کے بیٹوں محمد اور نافع بن جابر کی ماں تھی۔ اور جس عورت کو حضرت عقبہ نے طلاق دی تھی اس کا نام غنیۃ اور کنیت ام یحییٰ ہے۔ اس کا نام ابو الحسن دارقطنی نے المؤتلف والمختلف میں ذکر کیا ہے۔ لیکن ابوعمر نے کتاب النساء میں اس کا ذکر نہیں کیا اور جن لوگوں نے حدیث میں تالیفات کیں ان میں سے کثیر نے بھی اس کا نام ذکر نہیں کیا ہے۔

صاحب سیرت نے حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کا واقعہ ذکر کیا جب اَلدِّبْر نے آپ کی حفاظت کی۔ یہاں اَلدِّبْر سے مراد بھڑوں کا غول ہے اور الدَّبر چھوٹی مکڑیوں کو کہتے ہیں۔ اس سے کہا جاتا ہے مَاءُ دَبْرٍ (مکڑی کا پانی)۔ یہ ابوحنیفہ کا قول ہے، انہوں نے کہا کبھی کبھی شہد کی مکھیوں کو دال کے فتحہ کے ساتھ دَبْر کہا جاتا ہے اس کا واحد دبرۃ ہے۔ آپ نے کہا شہد کی مکھیوں کو خشرم بھی کہا جاتا ہے اس کا

حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ سے عہد لیا تھا کہ نہ کوئی مشرک آپ کو ہاتھ لگائے گا اور نہ کبھی آپ کسی مشرک کے ناپاک جسم کو ہاتھ لگائیں گے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس جب یہ خبر پہنچی کہ شہد کی مکھیوں کے ایک غول نے حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کی نعش کا دفاع کیا تو آپ فرمانے لگے اللہ تعالیٰ بندۂ مومن کی حفاظت فرماتا ہے، حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے یہ قسم کھارکھی تھی کہ نہ کوئی مشرک آپ کو ہاتھ لگائے اور نہ آپ اپنی زندگی میں کبھی کسی مشرک کو ہاتھ لگائیں گے۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی وفات کے بعد آپ کی حفاظت کی جس طرح آپ نے اپنی زندگی میں اپنی حفاظت کی۔

حضرات خبیب، ابن طارق اور ابن دشنہ کی قتل گاہ

جہاں تک حضرات زید بن دشنہ، خبیب بن عدی اور عبداللہ بن طارق رضی اللہ عنہم کا تعلق ہے تو یہ حضرات نرم اور کمزور پڑ گئے اور زندگی میں رغبت کرنے لگے۔ انہوں نے اپنے آپ کو کفار کے حوالے کر دیا۔ انہوں نے ان حضرات کو گرفتار کر لیا اور لے کر مکہ چلے گئے تا کہ انہیں وہاں فروخت کریں۔ جب یہ لوگ ظہران کے مقام پر پہنچے تو حضرت عبداللہ بن طارق رضی اللہ

اس لفظ سے کوئی واحد نہیں۔ یہ ابوعبید کی اصمعی سے روایت ہے اور اصمعی سے دیگر لوگوں کی روایت یہ ہے کہ اس کا واحد خَشْرَمَة ہے اور شہد کی مکھیوں کے غول کو اَلثَّوْلُ بھی کہا جاتا ہے، اس کا کوئی واحد نہیں۔ اسی طرح اَلنُّوْبُ اور اَللُّوْبُ بھی شہد کی مکھیوں کے نام ہیں۔ اللوب کے متعلق زبان بن قسور کی ایک حدیث ہے۔ انہوں نے کہا میں نے نبی کریم ﷺ کو وادئ شوحط میں اترتے ہوئے دیکھا۔ میں نے آپ سے گفتگو کی اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اِنَّ مَعَنَا لُوْبًا لَنَا۔ یعنی ہمارے ہاں شہد کی مکھیوں کا ایک گروہ تھا جس کا چھتہ اور موم ہمارے ایک کنویں میں تھا۔ ایک آدمی آیا، اس نے دو پتھر ایک دوسرے کے ساتھ رگڑے، ان سے آگ نکالی اور اسے ایک چھڑی کے ساتھ سلگا دیا، پھر اس سے دھواں پیدا کیا اور اسے مکھیوں کی طرف اڑایا، ساری مکھیاں اڑ کر بھاگ گئیں۔ اس شخص نے اپنا مشوار (شہد نکالنے کا آلہ) کنویں میں لٹکایا۔ اس طرح اس نے شہد حاصل کی اور لے کر چلا گیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مَلْعُوْنٌ مَلْعُوْنٌ مَنْ سَرَقَ شِرْ وَقَوْمٍ فَاضَرَّ بِهِمْ اَفَلَا تَبِعْتُمْ اَثَرَهٗ وَ عَرَفْتُمْ خَبَرَهٗ۔ وہ شخص ملعون ہے ملعون ہے جس نے کسی قوم کی شہد چوری کر کے انہیں نقصان پہنچایا، کیا تم نے اس کا تعاقب نہ کیا اور اس کی خبر نہ پہچانی؟ راوی فرماتے ہیں: میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ وہ ایک ایسی قوم سے جا ملا جن میں دفاع کی قوت تھی اور وہ ہمارے پڑوسی بنی ہذیل ہیں۔

عنہ نے رسی سے اپنا ہاتھ چھڑا لیا پھر اپنی تلوار بے نیام کر لی۔ یہ دیکھ کر کفار آپ سے پیچھے ہٹ گئے اور آپ پر پتھروں کی بارش شروع کر دی یہاں تک کہ انہوں نے آپ کو شہید کر دیا۔ آپ کا مزار ظہران میں ہے، رحمہ اللہ۔ وہ لوگ حضرت خبیب بن عدی اور حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ عنہما کو مکہ لے آئے۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: انہوں نے ان دونوں کو قریش کے ہاتھ بیچ دیا اور ان کے بدلے اپنے دو ہذیلی قیدی رہا کرا لیے جو پہلے سے مکہ میں اسیر تھے۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: پھر حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو بنی نوفل کے حلیف حجیر بن ابی اہاب تمیمی نے عقبہ بن حارث بن عامر بن نوفل کے لئے خرید لیا۔ ابو اہاب حارث بن عامر کا اخیافی بھائی تھا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ وہ حضرت خبیب کو اپنے باپ کے بدلے قتل کرے۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: حارث بن عامر ابو اہاب کا ماموں ہے اور ابو اہاب بنی اسید بن عمرو بن تمیم کا فرد ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ بنی تمیم کی شاخ بنی عدس بن زید بن عبداللہ بن

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: صَبْرَكَ صَبْرَكَ تَرِدُ نَهْرَ الْجَنَّةِ وَاِنَّ سَعَتَهُ كَمَا بَيْنَ اللَّقِيْقَةِ وَالسَّحِيْقَةِ يَتَسَبْسَبُ جَرْيًا بِعَسَلٍ صَافٍ مِنْ قَذَاهُ مَا تَقَيَّاهُ لُوْبٌ وَّ لَا مَجَّهُ ثَوْبٌ "صبر کرو صبر کرو تم جنت کی نہر پر وارد ہو گے، بے شک اس کی چوڑائی اتنی ہے جتنا لقیقہ اور سحیقہ کے درمیان فاصلہ ہے، اس میں تنکوں سے صاف ستھرا شہد لگاتار بہہ رہا ہے، کوئی شہد کی مکھی نہ اسے قے کرائے گی اور نہ منہ سے باہر نکلوائے گی۔ العیلم کنویں کو کہتے ہیں۔ یہاں اس سے مراد شہد کی مکھیوں کا قبہ یا جھاڑی ہے جب شہد کی مکھیوں کی جگہ کسی پہاڑ کی دراڑ میں ہو تو اسے شِيْق کہتے ہیں، اس کی جمع شِيْقَان آتی ہے اور ہر دھویں کو نحاس کہا جاتا ہے لیکن اُيَام صرف شہد کی مکھیوں کو دیے جانے والے دھویں کو کہا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے آمَهَا يَئُوْمُهَا یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب کوئی شخص شہد کی مکھیوں کو دھواں دے۔ یہ ابو حنیفہ کا قول ہے۔

حضرت حجر بن عدی رضی اللہ عنہ کی شہادت

صاحب سیرت نے ذکر کیا ہے کہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے شہادت کے وقت دو رکعت نفل پڑھنے کا طریقہ رائج کیا۔ راوی کا قول ہے کہ یہ اس بات پر دلیل ہے کہ یہ دو نفل سنت جاریہ ہیں۔ حضرت حجر بن عدی بن ادبر نے بھی اسی طرح کیا تھا جب انہیں حضرت معاویہ رحمہ اللہ نے قتل کیا تھا۔ اس کا واقعہ یوں ہے کہ زیاد نے بصرہ سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف ایک

دارم کا فرد ہے۔

رسول کریم ﷺ کے لئے ابن دشنہ کی وفاداری کی مثال

علامہ ابن اسحاق نے کہا: حضرت زید بن دشنہ رضی اللہ عنہ کو صفوان بن امیہ نے خرید لیا تاکہ آپ کو اپنے باپ امیہ بن خلف کے بدلے قتل کرے۔ اس نے آپ کو اپنے ایک نسطاس نامی آزاد کردہ غلام کے ساتھ مقام تنعیم بھیج دیا۔ وہ آپ کو قتل کرنے کے لئے حدودِ حرم سے باہر نکال لائے۔ وہاں قریش کے بہت سے لوگ جمع ہو گئے جن میں ابوسفیان بن حرب بھی تھا۔

جب حضرت زید کو قتل کرنے کے لئے سامنے لایا گیا تو ابوسفیان نے آپ سے پوچھا:

أَنْشُدُكَ اللّٰهَ يَا زَيْدُ، أَتُحِبُّ أَنَّ مُحَمَّدًا عِنْدَنَا الْآنَ فِي مَكَانِكَ نَضْرِبُ عُنُقَهُ وَأَنَّكَ فِي أَهْلِكَ؟

"اے زید! اللہ کے واسطے مجھے صحیح صحیح بتاؤ کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ اس وقت تیری جگہ محمد (فداہ روحی الف الف مرۃ) ہوتے، ہم ان کی گردن مار دیتے اور تم بخیر و عافیت اپنے اہل و عیال میں ہوتے"۔

آپ نے جواب دیا:

وَاللّٰهِ مَا أُحِبُّ أَنَّ مُحَمَّدًا الْآنَ فِي مَكَانِهِ الَّذِي هُوَ فِيهِ تُصِيبُهُ شَوْكَةٌ تُؤْذِيهِ وَأَنِّي جَالِسٌ فِي أَهْلِي۔

"بخدا میرے لئے تو یہ امر بھی ناقابل برداشت ہے کہ میرے آقا جہاں اس وقت تشریف

خط لکھا جس میں ذکر کیا کہ حضرت حجر اور آپ کے ساتھیوں نے بادشاہ کے خلاف خروج کر دیا ہے اور انہوں نے مسلمانوں کی لاٹھی توڑ دی ہے۔ اس نے اس خط کے ساتھ ایک اقرار نامہ بھی بھیجا جس میں ستر آدمیوں کی گواہی تھی، جن میں حضرات حسن بن ابی حسن بصری، ابن سیرین، ربیع بن زیاد اور اکابر تابعین کی ایک جماعت شامل تھی جن کا ذکر علامہ طبری نے کیا ہے وہ زیاد کے اس دعویٰ کی گواہی دے رہے تھے کہ حضرت حجر بن عدی رحمہ اللہ نے اس کے خلاف خروج کیا ہے۔ حضرت حجر رحمہ اللہ ظلم کے شدید مخالف تھے اور امراء پر بہت غضبناک تھے۔ آپ نے زیاد کے چند ظالمانہ اقدامات کی مخالفت کرتے ہوئے اس کے خلاف خروج کیا، لیکن آپ کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کا ارادہ نہ تھا۔ چنانچہ جب حضرت حجر رحمہ اللہ کو آپ کے پانچ ساتھیوں کے ہمراہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا تو آپ نے کہا: السلام علیک یا امیر المومنین۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ

فرماہیں، میرے آقا کے پاؤں کے تلوے میں کانٹا چبھے اور میں گھر میں آرام سے بیٹھا رہوں"۔

راوی فرماتے ہیں ابوسفیان کہنے لگا:

مَا رَأَيْتُ مِنَ النَّاسِ اَحَدًا يُحِبُّ اَحَدًا كَحُبِّ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ مُحَمَّدًا۔

"میں نے کسی آدمی کو کسی سے اتنی محبت کرتے ہوئے نہیں دیکھا جتنی محمد (ﷺ) کے صحابہ کو محمد (ﷺ) سے محبت کرتے دیکھا ہے"۔

پھر نسطاس نے آپ کو شہید کر دیا۔ آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو۔

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی شہادت اور آپ کی دعا کا بیان

حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کے بارے میں مجھ سے حضرت عبداللہ بن ابی نجیح نے بیان کیا کہ انہیں حجیر بن ابی اہاب کی آزاد کردہ لونڈی ماویہ جو اسلام لا چکی تھی، کے متعلق بتایا گیا کہ اس نے کہا: حضرت خبیب میرے پاس میرے گھر میں قید تھے۔ ایک روز میں ان کے پاس گئی، ان کے ہاتھ میں آدمی کے سر کی مثل انگوروں کا ایک بہت بڑا گچھا تھا، وہ اس کو کھا رہے تھے حالانکہ میں نہیں جانتی تھی کہ اس وقت اللہ تعالیٰ کی زمین میں کہیں انگور ہوں جنہیں کھایا جا رہا ہو۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ اور حضرت عبداللہ بن ابی نجیح دونوں نے بیان کیا کہ ماویہ نے کہا: جب آپ کی شہادت کا وقت قریب آیا تو آپ نے مجھے فرمایا میری طرف ایک استرا بھیج دینا تا کہ شہادت کے لئے میں اس کے ساتھ (موئے زیرناف کی) صفائی کر لوں۔ ماویہ کہتی ہیں میں نے محلے کے ایک لڑکے کو استرا دیا اور اسے کہا یہ استرا گھر میں

سے کہا: کیا میں مومنین کا امیر ہوں؟ پھر آپ نے انہیں قتل کرنے کا حکم صادر کر دیا۔ اس وقت حضرت حجر رضی اللہ عنہ نے دو رکعت نفل ادا کیے، پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مدینہ طیبہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ملاقات ہوئی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے کہا: اے معاویہ! کیا تم حضرت حجر بن عدی اور ان کے ساتھیوں کے متعلق اللہ سے نہ ڈرے؟ آپ نے کہا کیا میں نے انہیں قتل کیا ہے؟ انہیں ان لوگوں نے قتل کیا جنہوں نے ان کے خلاف گواہی دی۔ جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے زیادہ گفتگو کی تو آپ نے ان سے کہا: تم میرے اور حجر کے معاملہ کو چھوڑ دو، میں کل قیامت کے روز اس سے ملاقات کرنے والا ہوں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا: تجھ سے ابوسفیان کا حلم کہاں غائب ہو گیا؟ آپ نے جواب دیا: وہ اس وقت سے غائب ہو گیا ہے جب سے آپ جیسے لوگ میری قوم سے غائب ہو گئے ہیں۔

اس شخص کو دے آؤ۔ آپ کہتی ہیں میرا مقصد صرف یہ تھا کہ وہ لڑکا استرا دے کر واپس آ جائے لیکن پھر میں نے سوچا یہ میں نے کیا کیا، خدا کی قسم اب وہ شخص اس لڑکے کو قتل کر کے اپنا بدلہ لے لے گا اور یوں آدمی کے بدلے آدمی کا حساب ہو جائے گا۔ پھر جب لڑکے نے انہیں استرا دیا تو آپ نے وہ اس کے ہاتھ سے پکڑ لیا پھر کہا: تیری جان کی قسم! جب تیری ماں نے تجھے میری طرف یہ استرا دے کر بھیجا تو کیا اسے میری غداری کا خوف نہ ہوا؟ پھر اسے جانے دیا۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: کہا جاتا ہے کہ وہ لڑکا ماویہ کا بیٹا تھا۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: حضرت عاصم نے بیان کیا: پھر کفار حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو مقام تنعیم میں لائے تا کہ آپ کو وہاں پھانسی پر لٹکائیں۔ اس وقت آپ نے کفار سے کہا:

اِنْ رَاَیْتُمْ اَنْ تَدَعُوْنِیْ حَتّٰی اَرْکَعَ رَکْعَتَیْنِ فَافْعَلُوْا۔

''اگر تم مجھے اتنی مہلت دو کہ میں دو رکعت نفل پڑھ لوں تو تمہاری مہربانی ہو گی''۔

انہوں نے کہا تمہیں اجازت ہے نفل پڑھ لو۔ آپ نے دو رکعت نماز نفل بڑی خوبصورتی اور اطمینان سے ادا کی۔ پھر آپ نے قوم کفار کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا بخدا! اگر یہ خیال نہ ہوتا کہ تم یہ گمان کرو گے کہ میں نے موت کے ڈر سے لمبی نماز ادا کی ہے تو میں ضرور لمبی نماز ادا کرتا۔ راوی فرماتے ہیں پھر انہوں نے آپ کو پھانسی کے تختہ پر چڑھا دیا۔ جب وہ آپ کے ہاتھ پاؤں باندھ چکے تو آپ نے عرض کی:

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی نماز سنت کیوں بنی؟

سنت تو نبی کریم ﷺ کے اقوال، افعال اور تقریر کو کہتے ہیں تو حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کا یہ فعل سنت حسنہ اس لئے بنا کہ آپ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ظاہری حیات طیبہ میں اسے سرانجام دیا۔ آپ کے اس فعل کو مستحسن جانا گیا۔ معلمین نے اسے اچھا سمجھا، نیز نماز وہ بہترین عمل ہے جس کے ساتھ بندے کے اعمال ختم ہوتے ہیں۔ یہ دو رکعتیں تو نبی کریم ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے بھی ادا کی تھیں۔ یہ بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ظاہری حیات طیبہ ہی کا واقعہ ہے۔ ہم سے حضرت ابوبکر بن طاہر بن طاہر اشبیلی نے بیان کیا کہ ہمیں حضرت ابو علی غسانی نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں حضرت ابو عمر نمری نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں حضرت ابو القاسم عبدالوارث بن سفیان بن جبرون نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں حضرت ابو قاسم بن اصبغ نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں حضرت ابوبکر بن ابی خیثمہ نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں حضرت ابن معین نے خبر

اَللّٰهُمَّ اِنَّا قَدْ بَلَّغْنَا رِسَالَةَ رَسُوْلِكَ فَبَلِّغْهُ الْغَدَاةَ مَا يُصْنَعُ بِنَا۔

''یا اللہ! بے شک ہم نے تیرے رسول مکرم ﷺ کا پیغام پہنچا دیا ہے۔ اے اللہ! جو کچھ ہمارے ساتھ کیا جا رہا ہے اس کی اطلاع کل اپنے حبیب کو پہنچا دے''۔

پھر آپ نے عرض کی:

اَللّٰهُمَّ اَحْصِهِمْ عَدَدًا وَّاقْتُلْهُمْ بَدَدًا وَّ لَا تُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا۔

''اے اللہ! ان کی تعداد کو کم کر دے، ان کو منتشر کر کے ہلاک کر دے اور ان میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑ''۔

پھر ان لوگوں نے آپ کو شہید کر دیا۔ آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو۔

حضرت معاویہ بن ابی سفیان کہا کرتے تھے کہ اس روز میں بھی حضرت خبیب کے پاس ان لوگوں کے ساتھ حاضر ہوا جو ابوسفیان کے ساتھ آپ کے پاس حاضر ہوئے۔ میں نے ابوسفیان کو دیکھا کہ وہ حضرت خبیب کی بددعا کے خوف سے مجھے زمین پر لٹا رہے تھے۔ لوگوں کا عقیدہ تھا کہ جب کسی آدمی کو بددعا دی جائے اور وہ پہلو کے بل لیٹ جائے تو اس سے بددعا کا اثر زائل ہو جاتا ہے۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حضرت عباد بن عبداللہ بن زبیر نے بیان کیا، انہوں نے اپنے باپ عباد سے، انہوں نے حضرت عقبہ بن حارث سے روایت کیا، آپ نے فرمایا میں نے

دی، انہوں نے کہا ہمیں حضرت یحییٰ بن عبداللہ بن بکیر مصری نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں حضرت لیث بن سعد نے خبر دی، انہوں نے کہا میرے پاس یہ خبر پہنچی کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے طائف کے ایک آدمی سے ایک خچر کرائے پر لیا۔ کرایہ دار نے یہ شرط رکھی کہ وہ آپ کو وہاں اتار دے گا جہاں وہ چاہے گا۔ اس نے آپ کو ایک ویران جگہ لے جا کر کہا اتر جاؤ۔ آپ اتر گئے، کیا دیکھتے ہیں کہ اس ویرانے میں بہت سی لاشیں پڑی ہیں۔ جب اس شخص نے آپ کو بھی قتل کرنے کا ارادہ کیا تو آپ نے اسے کہا مجھے مہلت دو تا کہ میں دو رکعت نفل ادا کر لوں، اس نے کہا پڑھ لو۔ تم سے پہلے یہ لوگ بھی نفل ادا کر چکے ہیں لیکن ان کی نماز نے انہیں کوئی فائدہ نہ پہنچایا۔ آپ فرماتے ہیں: جب میں نماز ادا کر چکا تو وہ مجھے قتل کرنے کے لئے آگے بڑھا۔ میں نے عرض کی: یا ارحم الراحمین! اس پر اس نے ایک آواز سنی کہ اسے قتل نہ کرنا۔ اس سے وہ ڈر گیا، وہ آواز دینے والے کی تلاش میں نکلا لیکن اسے کچھ نظر نہ آیا۔ پھر وہ میری طرف لوٹا، میں نے پھر ندا دی یا ارحم الراحمین! یہ واقعہ تین بار پیش آیا، تو اچانک میں نے

حضرت عقبہ کو یہ فرماتے سنا بخدا! میں نے حضرت خبیب کو قتل نہیں کیا کیونکہ میں ان سے چھوٹا تھا بلکہ بنی عبدالدار کے ایک فرد ابو میسرہ نے ایک چھوٹا نیزہ لے کر میرے ہاتھ دیا پھر میرے ہاتھ اور نیزے کو پکڑ کر حضرت خبیب کو مارا، اس سے آپ قتل ہو گئے۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے ہمارے بعض اصحاب نے بیان کیا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت سعید بن عامر بن حذیم جمحی کو شام کے کسی علاقے کا عامل مقرر فرمایا۔ وہاں لوگوں کی موجودگی میں ان پر غشی کا دورہ طاری ہو جاتا تھا۔ اس کا ذکر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے سامنے کیا گیا اور بتایا گیا کہ یہ آدمی تو ماؤف ہے۔ حضرت سعید ایک موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے تو آپ نے دریافت فرمایا: اے سعید! یہ کیا تکلیف ہے جو تمہیں پہنچتی ہے؟ آپ نے عرض کی: اے امیر المومنین بخدا! مجھے کوئی تکلیف نہیں لیکن میں ان لوگوں کے ساتھ موجود تھا جو حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے قتل کے موقع پر موجود تھے۔ میں نے آپ کی بددعا سنی۔ بخدا! جب کبھی کسی مجلس میں میرے دل میں اس بددعا کا خیال گزرتا ہے تو مجھ پر غشی طاری ہو جاتی ہے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ہی آپ پر غشی کا دورہ پڑ گیا۔

علامہ ابن ہشام نے کہا حضرت خبیب رضی اللہ عنہ اشہر حرام کے اختتام تک کفار کے ہاتھوں میں قید رہے۔ اس کے بعد انہوں نے آپ کو شہید کر دیا۔

واقعہ رجیع کے متعلق نزولِ قرآنِ کریم

علامہ ابن اسحاق نے کہا: اس واقعہ کے متعلق قرآن کریم کی جو آیات نازل ہوئیں وہ یہ ہیں۔ جیسا کہ مجھ سے آلِ زید بن ثابت کے مولیٰ نے بیان کیا، انہوں نے حضرت ابن عباس

دیکھا کہ میرے سامنے ایک گھڑسوار ہے جس کے ہاتھ میں ایک لوہے کا نیزہ ہے جس کے سرے پر آگ کا شعلہ جل رہا ہے۔ اس نے وہ نیزہ اس شخص کو گھونپ دیا، وہ اس کی پیٹھ تک پہنچ گیا۔ اس پر وہ مر گیا، پھر اس گھڑسوار نے کہا: جب تو نے پہلی بار یاارحم الراحمین پکارا تو میں نے سنا تو میں آسمان پر تھا، جب تو نے دوسری مرتبہ یاارحم الراحمین پکارا تو میں آسمان دنیا پر تھا اور جب تو نے تیسری دفعہ یاارحم الراحمین پکارا تو میں تیرے پاس پہنچ گیا۔

حضرت خبیب اور آپ کے رفقاء کے متعلق نزول قرآن کریم

فصل: علامہ ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت خبیب اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے متعلق منافقین کے قول کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی: وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ

رضی اللہ عنہما کے مولیٰ عکرمہ سے یا حضرت سعید بن جبیر سے، انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب رجیع میں اس جماعت پر مصیبت نازل ہوئی جس میں حضرات مرثد اور عاصم رضی اللہ عنہما تھے تو بعض منافقین نے کہا: افسوس ہے ان پاگلوں پر جو اس طرح ہلاک ہو گئے۔ نہ وہ اپنے اہل وعیال میں رہ سکے اور نہ اپنے صاحب (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام) کا پیغام پہنچا سکے۔ چنانچہ منافقین کے اس قول کے متعلق اور اس گروہ کو اس مصیبت کے بدلے جو بھلائی حاصل ہوئی، کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ یُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ یُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِیْ قَلْبِهٖۙ وَ هُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ۝۲۰۴ (بقرہ)

قَوْلُهٗ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ یُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِیْ قَلْبِهٖ (البقرۃ: 204) اکثر مفسرین آپ کے اس قول کے خلاف ہیں کہ یہ آیت اخنس بن شریق ثقفی کے حق میں نازل ہوئی۔ اسے ابو مالک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ حضرت مجاہد کا بھی یہی قول ہے۔ حضرت ابن کلبی نے کہا: میں مکہ میں تھا، مجھ سے اس آیت کے بارے میں پوچھا گیا تو میں نے کہا: یہ آیت اخنس بن شریق کے حق میں نازل ہوئی۔ اس کی اولاد سے ایک آدمی نے میری بات سنی تو مجھ سے کہا: اے شخص! قرآنِ کریم اہل مکہ پر نازل ہوا ہے اس لئے تم جب تک مکہ میں موجود ہو کسی کا نام نہ لو۔ اسی طرح لوگوں کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْرِیْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ (البقرۃ: 207) (اور لوگوں میں سے وہ بھی ہے جو بیچ ڈالتا ہے اپنی جانِ (عزیز) بھی اللہ کی خوشنودیاں حاصل کرنے کے لئے) حضرت صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ کے حق میں اس وقت نازل ہوا جب آپ نے ہجرت فرمائی اور اپنا سارا مال قریش کے حوالے کر دیا تاکہ وہ آپ کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف ہجرت کرنے کے لئے چھوڑ دیں۔ علامہ ابن ہشام نے اَلَدُّ کی تفسیر پر مہلہل کے قول سے استشہاد کیا ہے۔ آپ نے کہا مہلہل کا نام امرؤ القیس ہے اور ان کا نام عدی بھی ذکر کیا جاتا ہے۔ مہلہل نے اس شعر میں اپنے نام کی تصریح کی ہے جس سے ابن ہشام نے استشہاد کیا ہے۔ اس نے کہا:

ضَرَبَتْ صَدْرَهَا اِلَیَّ وَ قَالَتْ یَا عَدِیًّا لَقَدْ وَقَتْكَ الْاَوَاقِیْ

''اس عورت نے اپنا سینہ میری طرف جھکایا اور کہا اے عدی! بے شک تجھے اواقی نے بچا لیا ہے''۔

"اور (اے سننے والے) لوگوں سے وہ بھی ہے کہ پسند آتی ہے تجھے اس کی گفتگو دنیاوی زندگی کے بارے میں (یعنی جو وہ اپنی زبان سے اپنے اسلام کا اظہار کرتا ہے) اور وہ گواہ بناتا رہتا ہے اللہ کو اس پر جو اس کے دل میں ہے (حالانکہ اس کے دل کا حال اس دعویٰ کے مخالف ہے جو وہ زبان سے کرتا ہے) حالانکہ وہ (حق کا) سخت ترین دشمن ہے (یعنی جب وہ تیرے ساتھ گفتگو اور تبادلہ خیال کرتا ہے تو بڑا جھگڑالو ہے)"۔

بعض مشکل الفاظ کی وضاحت از ابن ہشام

علامہ ابن ہشام نے کہا: اَلْاَلَدُّ وہ شخص ہوتا ہے جو فتنہ وفساد برپا کرتا ہے اور اس کا جھگڑا بڑا شدید ہوتا ہے۔ اس کی جمع لُدٌّ آتی ہے۔ قرآنِ مجید میں ہے وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا (مریم) (اور ڈرائیں اس کے ذریعہ اس قوم کو جو بڑی جھگڑالو ہے) اور مہلہل بن ربیعہ تغلبی جس کا نام امرؤ القیس ہے اور اسے غدی بن ربیعہ بھی کہا جاتا ہے، اس نے کہا:

اِنَّ تَحْتَ الْاَحْجَارِ حَدًّا وَّلِيْنًا ... وَخَصِيْمًا اَلَدَّ ذَا مِعْلَاقِ

"بے شک پتھروں کے نیچے سختی اور نرمی ہے اور ایک زبان دراز جھگڑالو مدمقابل ہے۔

اور بقول ابن ہشام ذَا مِغْلَاقِ بھی مروی ہے، یہ شعر اس کے ایک قصیدہ میں ہے اور یہ لفظ اَلْاَلَنْدَدُ ہے یعنی سخت جھگڑالو۔ طرماح بن حکیم الطائی نے ایک گرگٹ کے وصف میں کہا:

يُوْفِىْ عَلٰى جِذْمِ الْجُذُوْلِ كَاَنَّهٗ ... خَصْمٌ اَبَرَّ عَلَى الْخُصُوْمِ اَلَنْدَدُ

"وہ درخت کے تنے کے اوپر سے جھانکتا ہے، گویا وہ ایسا جھگڑالو مدمقابل ہے جو اپنے مخالفین پر غالب آ گیا ہو"۔

اسی میں ایک شعر ہے جسے ابن ہشام نے ذکر کیا ہے:

اِنَّ تَحْتَ الْاَحْجَارِ حَدًّا وَّلِيْنًا ... وَخَصِيْمًا اَلَدَّ ذَا مِعْلَاقِ

یہ غین معجمہ کے ساتھ مِغْلَاقَ بھی مروی ہے۔ مِعْلَاق کا معنی زبان ہے اور اگر غین معجمہ کے ساتھ مِغْلَاق ہو تو اس سے مراد وہ بات ہے جو مدمقابل کا منہ بند کر دے اور اسے خاموش کر دے۔ اس کے بعد ہے:

حَيَّةٌ فِىْ الْوِجَارِ اَرْبَدُ لَا يَنْفَعُ ... مِنْهَا السَّلِيْمَ نَفْثُ الرَّاقِىْ

"ٹوکری میں ایک ایسا خاکستری سانپ ہے جس سے دم کرنے والے کا دم صحت مند آدمی کو کوئی نفع نہیں دے سکتا"۔

یہ شعر اس کے ایک قصیدہ میں ہے۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَ اِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَ يُهْلِكَ الْحَرْثَ وَ النَّسْلَ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ۝ (البقرہ)

''اور جب وہ حاکم بن جاتا ہے (ابن اسحاق نے معنی کیا ہے: جب وہ آپ کے پاس سے پیٹھ پھیر کر چلا جاتا ہے) تو سر توڑ کوشش کرتا ہے کہ ملک میں فساد برپا کردے اور تباہ کردے کھیتوں کو اور نسل انسانی کو۔ اور اللہ تعالیٰ فساد کو ہرگز پسند نہیں کرتا''۔ یعنی اللہ تعالیٰ نہ اس کے عمل کو پسند کرتا ہے اور نہ اس پر راضی ہوتا ہے۔

وَ اِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ؕ وَ لَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝ (البقرہ)

''اور جب کہا جائے اسے کہ (میاں) خدا سے تو ڈرو تو اور اکساتا ہے اسے غرور گناہ پر۔ پس اس کے لئے جہنم کافی ہے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے''۔

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ۝ (البقرہ)

''اور لوگوں میں سے وہ بھی ہے جو بیچ ڈالتا ہے اپنی جانِ (عزیز) بھی اللہ کی خوشنودیاں حاصل کرنے کے لئے اور اللہ نہایت مہربان ہے اپنے بندوں پر''۔

یعنی ان لوگوں نے اپنی جانیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جہاد فی سبیل اللہ اور اللہ کے حقوق

اور عدی کا نام مہلہل اس کے اس شعر کی وجہ سے رکھا گیا:

لَمَّا تَوَقَّلَ فِي الْكُرَاعِ هَجِيْنُهُمْ هَلْهَلْتُ اَثَارُ جَابِرًا اَوْ صِنْبِلَا

جب ان کا کمینہ شخص نیند کی حالت میں پہاڑی پر چڑھا تو میں جابر اور صنبل کو برانگیختہ کرنے لگا۔

هَلْهَلْتُ کا معنی ہے قریب ہونا یعنی قریب تھا کہ میں۔ اور اَلْاَلَدُّ اَللَّدِيْدَيْنِ سے مشتق ہے۔ یہ گردن کی دونوں جانبوں کو کہتے ہیں اور اَلَدُّ وہ شخص ہوتا ہے جو اپنے مکروفریب سے کبھی ایک جانب لے جاتا ہے تو کبھی دوسری جانب۔ کہا جاتا ہے تَرَكْتُهٗ يَتَلَدَّدُ میں نے اسے اس حالت میں چھوڑا کہ وہ حیران ہو کر دائیں بائیں دیکھنے لگا اور زجاج نے کہا اس آیت کریمہ میں خصام جمع ہے اور اس کا معنی مخاصمہ کرنا درست نہیں کیونکہ اسم تفضیل کا صیغہ جو اَفْعَلُ کے وزن پر آتا ہے وہ اپنے مضاف الیہ کا بعض ہوتا ہے۔ آپ یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ زَيْدٌ اَفْصَحُ النَّاسِ کہ زید سب سے زیادہ فصیح ہے لیکن آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ زَيْدٌ اَفْصَحُ الْكَلَامِ۔

کے قیام کے بدلے بیچ ڈالیں یہاں تک کہ وہ اس جہاد یعنی اسی واقعہ رجیع میں شہید ہو گئے۔

بعض مشکل الفاظ کی وضاحت از ابن ہشام

علامہ ابن ہشام نے کہا: یَشْرِیْ نَفْسَہٗ کا معنی ہے وہ اپنی جان کو بیچ ڈالتا ہے اور شَرَوْا کا معنی ہے انہوں نے بیچا۔ یزید بن ربیعہ بن مفرغ حمیری نے کہا:

وَ شَرَیْتُ بُرْدًا لَیْتَنِیْ مِنْ بَعْدِ بُرْدٍ کُنْتُ ھَامَہْ

"اور میں نے برد کو بیچ دیا۔ کاش میں برد کے بعد سردار ہوتا"۔

برد اس کا ایک غلام تھا جسے اس نے بیچ دیا۔ یہ شعر اس کے ایک قصیدہ میں ہے اور شَرٰی کا معنی خریدنا بھی ہوتا ہے۔ شاعر کا قول ہے:

فَقُلْتُ لَهَا لَا تَجْزَعِیْ اُمَّ مَالِكٍ عَلَى ابْنَیْكِ اِنْ عَبْدٌ لَئِیْمٌ شَرَاھُمَا

"میں نے اسے کہا: اے ام مالک! اپنے دونوں بیٹوں پر جزع فزع نہ کرو، بے شک ایک کمینے غلام نے انہیں خرید لیا ہے"۔

پھانسی کے وقت حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے کہا: واقعہ رجیع کے بارے میں کہے گئے اشعار میں سے حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کے وہ اشعار بھی ہیں جو آپ نے اس وقت کہے جب کفار آپ کو سولی پر چڑھانے کے لئے اکٹھے ہو گئے:

علامہ ابن ہشام نے کہا: بعض علمائے شعر آپ کی طرف ان اشعار کی نسبت کا انکار کرتے ہیں۔

لَقَدْ جَمَّعَ الْاَحْزَابُ حَوْلِیْ وَاَلَّبُوْا قَبَائِلَھُمْ وَاسْتَجْمَعُوْا كُلَّ مَجْمَعٍ

"کفار کے سارے گروہ میرے اردگرد جمع ہو گئے ہیں، انہوں نے اپنے سارے قبائل کو یہاں اکٹھا کر لیا ہے اور وہ سب کے سب یہاں جمع ہو گئے ہیں"۔

شیخ حافظ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر لفظ اَلَدُّ اس باب تفضیل سے ہو جس کی مؤنث فُعْلٰی کے وزن پر آتی ہے تو یہ سابقہ تشریح حضرت حسن کا قول ہے۔ اور اگر یہ لفظ اَفْعَلُ کے اس باب سے ہو جس کی مؤنث فَعْلَاءُ کے وزن پر آتی ہے جیسے اَخْرَسُ اور خَرْسَاءُ (گونگا اور گونگی) تو اس صورت میں اَلْخِصَامُ باب مفاعلہ کا مصدر ہوگا۔ مفسرین کا ظاہر قول یہی ہے کیونکہ انہوں نے اس کا معنی سخت

وَ كُلُّهُمْ مُبْدِی الْعَدَاوَةِ جَاهِدٌ عَلَیَّ لِاَنِّیْ فِیْ وِثَاقٍ بِمَضْیَعِ

''اور وہ سب کے سب میرے ساتھ دشمنی ظاہر کرنے والے اور اس میں مجھ پر پوری کوشش کرنے والے ہیں کیونکہ میں ایک رسی میں بندھا ہوا ہوں''۔

وَ قَدْ جَمَعُوْا اَبْنَائَهُمْ وَ نِسَائَهُمْ وَ قُرِّبْتُ مِنْ جِذْعٍ طَوِیْلٍ مُمَنَّعِ

''اور انہوں نے اپنے بیٹوں اور عورتوں کو بھی یہاں جمع کر لیا ہے اور پھانسی دینے کے لئے انہوں نے مجھے ایک لمبے مضبوط تنے کے قریب لا کھڑا کیا ہے''۔

اِلَی اللّٰهِ اَشْکُوْا غُرْبَتِیْ ثُمَّ کُرْبَتِیْ وَ مَا اَرْصَدَ الْاَحْزَابُ لِیْ عِنْدَ مَصْرَعِیْ

''میں اپنی غریب الوطنی اور مصیبت کا اور اس بات کا شکوہ صرف اللہ تعالیٰ کی جناب میں کرتا ہوں جو میری نعش کے گرتے وقت یہ گروہ اس کے ساتھ سلوک کریں گے''۔

فَذَا الْعَرْشِ صَبِّرْنِیْ عَلٰی مَا یُرَادُبِیْ فَقَدْ بَضَعُوْا لَحْمِیْ وَ قَدْ یَاسَ مَطْمَعِیْ

''اے عرش کے مالک! ان اذیتوں پر مجھے صبر عطا فرما جو مجھے دینے کا ارادہ کیا جا رہا ہے۔ انہوں نے میرے گوشت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے اور میری امید یاس میں بدل گئی ہے''۔

وَ ذٰلِكَ فِیْ ذَاتِ الْاِلٰهِ وَ اِنْ یَّشَاْ یُبَارِكْ عَلٰی اَوْصَالِ شِلْوٍ مُمَزَّعِ

''اور یہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے اور اگر وہ مہربانی فرمائے تو میرے جسم کے کٹے ہوئے اعضاء پر اپنی برکتیں نازل فرما دے''۔

وَ قَدْ خَیَّرُوْنِی الْکُفْرَ وَالْمَوْتُ دُوْنَهٗ وَ قَدْ هَمَلَتْ عَیْنَایَ مِنْ غَیْرِ مَجْزَعِ

''اور انہوں نے مجھے کفر اختیار کرنے کو کہا ہے حالانکہ اس کے سامنے موت ہے اور میری آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں لیکن یہ جزع فزع نہیں (بلکہ خشیت الٰہی کے آنسو ہیں)''۔

وَ مَابِیْ حِذَارُ الْمَوْتِ اِنِّیْ لَمَیِّتٌ وَلٰکِنْ حِذَارِیْ جَحْمُ نَارٍ مُلَفَّعِ

''اور مجھے موت کا کوئی ڈر نہیں، میں تو مرنے والا ہوں لیکن مجھے لپیٹ میں لے لینے والے جہنم کی آگ کے شعلوں کا خوف ہے''۔

جھگڑالو کیا ہے۔ پس اس صورت میں اَلَدَّ مخاصمت کی صفت سے ہوگا۔ اگرچہ اسے مجازی طور پر آدمی کی صفت بنایا جاتا ہے۔ اس کی تائید شاعر کے اس قول سے ہوتی ہے وَ خَصِیْمًا اَلَدَّ یعنی سخت جھگڑالو مد مقابل۔ شاعر نے نہ اسے مضاف کیا اور نہ یوں کہا: اَلَدُّ مِنْ کَذَا۔ بلکہ شاعر نے اسے اَصَمُّ اور اَشَمُّ وغیرہ کے باب سے ذکر کیا ہے (یعنی صفت مشبہ کے طور پر ذکر کیا ہے)۔ اس کی تائید اس کی جمع

فَوَاللّٰهِ مَا اَرْجُوْ اِذَا مُتُّ مُسْلِمًا عَلٰی اَیِّ جَنْبٍ کَانَ فِی اللّٰهِ مَصْرَعِیْ

''قسم بخدا! جب میں مسلمان ہو کر مر رہا ہوں تو مجھے اس کا ذرا خوف نہیں کہ جب میری لاش صلیب سے گرے تو وہ کس پہلو پر گرے''۔

فَلَسْتَ بِمُبْدٍ لِلْعَدُوِّ تَخَشُّعًا وَ لَا جَزَعًا اِنِّیْ اِلَی اللّٰهِ مَرْجِعِیْ

''میں دشمن کے سامنے جزع و فزع کا اظہار نہیں کروں گا، مجھے گھبراہٹ کیوں ہو میں تو اللہ تعالیٰ کے پاس لوٹ کر جا رہا ہوں''۔

حضرت خبیب کے مرثیہ میں حضرت حسان رضی اللہ عنہما کے اشعار

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے مرثیہ میں یہ اشعار کہے:

مَا بَالُ عَیْنَیْکَ لَا تَرْقَا مَدَامِعُهَا سَحًّا عَلَی الصَّدْرِ مِثْلَ اللُّؤْلُؤِ الْقَلِقِ

''تیری آنکھوں کو کیا ہو گیا ہے کہ ان کے آنسو لڑھکتے ہوئے موتیوں کی طرح سینے پر گرتے گرتے رکتے ہی نہیں''۔

عَلٰی خُبَیْبٍ فَتَی الْفِتْیَانِ قَدْ عَلِمُوْا لَا فَشِلٍ حِیْنَ تَلْقَاهُ وَ لَا نَزِقِ

''یہ آنسو نوجوانوں کے نوجوان خبیب پر بہہ رہے ہیں، لوگوں کو معلوم ہے کہ مقابلہ کے وقت نہ وہ بزدل ثابت ہوتا اور نہ وہ بدخلق تھا''۔

فَاذْهَبْ خُبَیْبُ جَزَاکَ اللّٰهُ طَیِّبَةً وَ جَنَّةَ الْخُلْدِ عِنْدَ الْحُوْرِ فِی الرُّفَقِ

''اے خبیب! جاؤ، اللہ تعالیٰ تمہیں پاکیزہ اشیاء اور جنت الخلد کی جزاء عطا فرمائے اور رفقاء کی مجالس میں حوروں سے سنگت عطا فرمائے''۔

مَاذَا تَقُوْلُوْنَ اِنْ قَالَ النَّبِیُّ لَکُمْ حِیْنَ الْمَلَائِکَةُ الْاَبْرَارُ فِی الْاُفُقِ

''جب ملائکہ ابرار افق پر حاضر ہوں گے تو اس وقت تم کیا جواب دو گے، اگر نبی کریم ﷺ تم سے پوچھیں

فِیْمَ قَتَلْتُمْ شَهِیْدَ اللّٰهِ فِیْ رَجُلٍ طَاغٍ قَدْ اَوْعَثَ فِی الْبُلْدَانِ وَالرُّفَقِ

میں عربوں کے اس قول سے بھی ہوتی ہے قَوْمٌ لُدٌّ۔ یعنی جھگڑالو قوم۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: اَبْغَضُ الْخَلْقِ اِلَی اللّٰهِ الْخَصِمُ الْاَلَدُّ ''اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تمام مخلوق سے زیادہ ناراضگی کا مستحق وہ شخص ہے جو بہت زیادہ جھگڑالو ہو''۔

کہ تم نے اللہ کے اس شہید کو کس جرم میں قتل کیا، کیا اس سرکش آدمی کے جرم میں جس نے تمام شہروں اور رفقاء کی جماعتوں میں فساد برپا کر دیا؟"

علامہ ابن ہشام نے کہا: الطرق بھی مروی ہے۔ ہم نے ان میں سے کچھ اشعار چھوڑ دیے ہیں کیونکہ ان میں آپ نے گالی دی۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے مرثیہ میں یہ اشعار بھی کہے:

يَا عَيْنُ جُوْدِيْ بِدَمْعٍ مِّنْكِ مُنْسَكِبٍ وَابْكِيْ خُبَيْبًا مَعَ الْفِتْيَانِ لَمْ يَؤُبِ

"اے آنکھ! اپنے مسلسل جاری ہونے والے آنسوؤں کی سخاوت کر اور اس خبیب پر رو جو نوجوانوں کے ساتھ واپس نہیں آیا"۔

صَقْرًا تَوَسَّطَ فِي الْاَنْصَارِ مَنْصِبُهٗ سَمْحَ السَّجِيَّةِ مَحْضًا غَيْرَ مُؤْتَشِبِ

"اس شکرے پر رو جس کے منصب نے انصار میں درمیانی مقام حاصل کر لیا تھا، جو نرم طبیعت کا مالک تھا اور ایسا خالص نسب والا تھا جس میں کوئی آمیزش نہ تھی"۔

قَدْ هَاجَ عَيْنِيْ عَلٰى عِلَّاتِ عَبْرَتِهَا اِذْ قِيْلَ نُصَّ اِلٰى جِذْعٍ مِّنَ الْخَشَبِ

"آنسوؤں کی تکالیف کے باوجود میری آنکھیں اس وقت جوش میں آ گئیں جب بتایا گیا کہ خبیب کو پھانسی کے تختے پر لٹکا دیا گیا"۔

يَا اَيُّهَا الرَّاكِبُ الْغَادِيْ لِطِيَّتِهٖ اَبْلِغْ لَدَيْكَ وَعِيْدًا لَّيْسَ بِالْكَذِبِ

"اے صبح کے وقت اپنے مطلوبہ سفر پر روانہ ہونے والے سوار! اپنی طرف سے میری اس دھمکی کا پیغام پہنچا دینا جو جھوٹی نہ ہوگی"۔

بَنِيْ كُهَيْبَةَ اِنَّ الْحَرْبَ قَدْ لَقِحَتْ مَحْلُوْبُهَا الصَّابُ اِذْ تُمْرٰى لِمُحْتَلِبِ

ذلیل ماں کے بیٹوں کو کہ جنگ کی اونٹنی حاملہ ہو چکی ہے، دودھ دوہنے والے کے لئے اس کا دودھ حنظل کی طرح کڑوا ہو گا جب دودھ دوہنے کے لئے اس کی کھیری پر ہاتھ پھیرا جائے گا۔

فِيْهَا اُسُوْدُ بَنِي النَّجَّارِ تَقْدُمُهُمْ شُهْبُ الْاَسِنَّةِ فِيْ مُعْصَوْصِبٍ لَجِبِ

"اس جنگ میں بنی نجار کے شیر ہوں گے جن کے آگے آگے شہابیوں کی طرح چمکدار تیرو

ابن محیصن نے اس آیت کو یوں پڑھا ہے وَ يَشْهَدُ اللّٰهُ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ۔ یاء اور ہاء کے فتحہ اور اسم جلالت کی ہاء کے رفع کے ساتھ یعنی اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ اس کے دل میں ہے۔

سنان ایک شور برپا کرنے والے لشکر عظیم کے ساتھ ہوں گے"۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: یہ قصیدہ سابقہ قصیدے کی مثل ہے اور بعض علمائے شعر حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی طرف ان دونوں قصیدوں کی نسبت کا انکار کرتے ہیں اور ہم نے حضرت خبیب کے اس واقعہ کے متعلق حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے کچھ اشعار اسی سبب کی وجہ سے ترک کر دیے ہیں جو میں نے پہلے ذکر کیا ہے۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار بھی کہے:

لَوْ كَانَ فِي الدَّارِ قَرْمٌ مَاجِدٌ بَطَلٌ ۔۔۔ اَلْوَى مِنَ الْقَوْمِ صَقْرٌ خَالُهُ اَنَسُ

"اگر اس گھر میں جوانمرد، صاحب مجد و شرف، بہادر، تمام قوم سے بڑھ کر مقابلہ کرنے والا اور شکرے کی طرح ٹوٹ کر حملہ کرنے والا شخص ہوتا جس کا ماموں انس ہے

اِذَنْ وَجَدْتَ خُبَيْبًا مَجْلِسًا فَسِحًا ۔۔۔ وَ لَمْ يُشَدَّ عَلَيْكَ السِّجْنُ وَالْحَرَسُ

تو اے خبیب! پھر تو ایک کشادہ مجلس پاتا اور تجھ پر قید و بند کی حراست کی سختی نہ ہوتی"۔

وَ لَمْ تَسُقْكَ اِلَى التَّنْعِيْمِ زِعْنِفَةٌ ۔۔۔ مِنَ الْقَبَائِلِ مِنْهُمْ مَنْ نَفَتْ عُدَسُ

اور مختلف نسلوں سے تعلق رکھنے والے قبائل کے مخلوط گروہ تجھے تنعیم کی طرف نہ لے جاتے جن میں سے بعض لوگ وہ بھی ہیں جن کے بارے میں قبیلہ عدس نے اپنی نسبت کا انکار کر دیا ہے۔

دَلَّوْكَ غَدْرًا وَهُمْ فِيْهَا اُولُوْ خُلُفٍ ۔۔۔ وَ اَنْتَ ضَيْمٌ لَهَا فِي الدَّارِ مُحْتَبَسُ

"ان بدبختوں نے تمہیں غداری اور دھوکے سے نیچے گرا دیا حالانکہ ان قبائل میں یہ وعدہ خلافی کرنے والے لوگ ہیں اور تو گھر میں محبوس ہو کر ان کے سامنے مغلوب ہو گیا تھا"۔

حضرت خبیب کے متعلق حضرت حسان کے اشعار میں عدس کا ذکر

صاحب سیرت نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے قصہ کے بارے میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے جو اشعار ذکر کیے ہیں ان میں آپ کا قول ہے:

مِنَ الْقَبَائِلِ مِنْهُمْ مَنْ نَفَتْ عُدَسُ

آپ کے قول مَنْ نَفَتْ عُدَسُ سے مراد حجیر بن ابی اہاب بن عرین ہے۔ اسے بنی عدس بن زید بن عبد اللہ بن دارم بن مالک بن حنظلہ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے بلکہ یہ بنی ربیعہ بن مالک بن حنظلہ کا ایک فرد ہے۔ اس کے نسب میں اسی اختلاف کی وجہ سے یہاں حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے اس کی نسبت کے لئے بنی عدس کا انکار ذکر کیا ہے اور عدس اگر دال کے ضمہ کے

علامہ ابن ہشام نے کہا: انس سے مراد اصم سلمی ہیں جو مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف کے ماموں ہیں اور آپ کے قول مِنْ نَفَثٍ غُدُسٍ سے مراد حجیر بن ابی اہاب ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس سے مراد اعشی بن زرارہ بن نباش اسدی ہے۔ وہ بنی نوفل بن عبد مناف کا حلیف تھا۔

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت جمع ہونے والے لوگ

علامہ ابن اسحاق نے کہا: حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت قریش کے جو لوگ آپ کے قتل کا تماشا دیکھنے کے لئے جمع ہو گئے تھے وہ یہ ہیں: عکرمہ بن ابی جہل، سعید بن عبد اللہ بن ابی قیس بن عبدود، بنی زہرہ کا حلیف اخنس بن شریق ثقفی، بنی امیہ بن عبد شمس کا حلیف عبیدہ بن حکیم بن امیہ بن حارثہ بن اوقص سلمی، امیہ بن ابی عتبہ اور بنو حضرمی۔

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے قتل پر ہذیل کی ہجو میں

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

کفار نے حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ پر جو ظلم کیا اس کی مذمت کرتے ہوئے اور ہذیل کی ہجو کرتے ہوئے حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار بھی کہے:

اَبْلِغْ بَنِیْ عَمْرٍو بِاَنَّ اَخَاهُمْ شَرَاهُ امْرُؤٌ قَدْ كَانَ لِلْغَدْرِ لَازِمَا

"(اے مخاطب!) بنی عمرو کو یہ خبر پہنچا دو کہ ان کے بھائی (خبیب) کو ایک ایسے انسان نے بیچ ڈالا ہے جو غداری کے ساتھ ہر وقت لازم رہتا ہے"۔

شَرَاهُ زُهَيْرُ بْنُ الْاَغَرِّ وَ جَامِعٌ وَ كَانَا جَمِيْعًا يَرْكَبَانِ الْمَحَارِمَا

"اسے زہیر بن اغر اور جامع نے بیچ ڈالا ہے اور یہ دونوں حرام کاموں کا ارتکاب کرتے

ساتھ ہو تو وہ قبیلہ تمیم میں ہے اور وہ یہی شخص ہے۔ اس کے علاوہ عرب میں ہر عدس دال کے فتحہ کے ساتھ ہے۔ یہ عَدَسَ فِي الْاَرْضِ سے مشتق ہے۔ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب کوئی شخص کسی زمین میں جائے، واللہ اعلم۔ دال کے فتحہ کے ساتھ ایک عدس انصار کے قبیلہ بنی نجار میں ہے اور وہ عدس بن عبید ہے۔ یہ حضرت ابو امامہ اسعد بن زرارہ کا دادا ہے۔ بعض علمائے نسب نے کہا ہے کہ عدس بن زید بن عبد اللہ بن دارم جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے، یہ دال کے فتحہ کے ساتھ عُدَسٌ ہے لیکن پہلا قول زیادہ مشہور و معروف ہے۔

رہتے ہیں"۔

اَجَرْتُمْ فَلَمَّا اَنْ اَجَرْتُمْ غَدَرْتُمْ وَ كُنْتُمْ بِاَكْنَافِ الرَّجِيْعِ لَهَاذِمَا

"تم نے پناہ دی لیکن جب پناہ دی تو غداری کی اور تم نے مقامِ رجیع کے اطراف میں اس پر بڑی بہادری کا اظہار کیا"۔

فَلَيْتَ خُبَيْبًا لَمْ تَخُنْهُ اَمَانَةٌ وَ لَيْتَ خُبَيْبٌ كَانَ بِالْقَوْمِ عَالِمَا

"کاش! خبیب سے امانت خیانت نہ کرتی اور کاش! خبیب اس قوم سے واقف ہوتا"۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: زہیر بن اغر اور جامع دونوں وہ ہذلی ہیں جنہوں نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو بیچا تھا۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار بھی کہے:

اِنْ سَرَّكَ الْغَدْرُ صِرْفًا لَا مِزَاجَ لَهُ فَأْتِ الرَّجِيْعَ فَسَلْ عَنْ دَارِ لَحْيَانِ

"اگر تجھے صرف وہ غداری ہی خوش کرتی ہے جس میں کوئی آمیزش نہیں تو مقامِ رجیع پر آ اور لحیان کا گھر پوچھ لے"۔

قَوْمٌ تَوَاصَوْا بِاَكْلِ الْجَارِ بَيْنَهُمُ فَالْكَلْبُ وَالْقِرْدُ وَالْاِنْسَانُ مِثْلَانِ

"وہ ایسی قوم ہے جنہوں نے پڑوسی کو کھا لینے کی باہم وصیت کر رکھی ہے، پس کتے، بندر اور یہ انسان سب برابر ہیں"۔

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی اپنے قاتلین کے لئے بددعا

صاحب سیرت نے ذکر کیا ہے کہ جب کفار نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو پھانسی کے تختے پر چڑھایا تو آپ نے یہ بددعا کی: اَللّٰهُمَّ اَحْصِهِمْ عَدَدًا وَّاقْتُلْهُمْ بَدَدًا (اے اللہ! ان کی تعداد کو کم کر دے اور ان کو منتشر کر کے ہلاک کر دے)۔ جس شخص نے اسے باء کے کسرہ کے ساتھ بِدَدًا روایت کیا ہے تو اس کے مطابق یہ مصدر ہے جو اَلتَّبَدُّدُ (بکھرنا، متفرق ہونا) کے معنی میں ہے یعنی وَاقْتُلْهُمْ ذَوِیْ بِدَدٍ۔ انہیں اس حالت میں ہلاک کر دے کہ وہ بکھرنے والے ہوں۔ اگر یہ کہا جائے کہ آیا حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی بددعا ان کے حق میں قبول ہوئی اور آیا اس طرح کے بندے کی ایسی حالت میں دعا قبول ہوتی ہے؟ تو ہم کہیں گے کہ ان میں اس شخص کے حق میں یہ بددعا قبول ہوئی جس کا اللہ تعالیٰ کو پہلے علم تھا کہ وہ کافر ہو کر مرے گا اور جو ان میں سے اسلام لے آئے وہ نہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی مراد تھے اور نہ آپ نے اپنی دعا میں ان کا قصد کیا۔ اور ان میں سے جو اس بددعا کے بعد حالت کفر میں

لَوْ يَنْطِقُ التَّيْسُ يَوْمًا قَامَ يَخْطُبُهُمْ ... وَ كَانَ ذَا شَرَفٍ فِيهِمْ وَذَا شَانٍ

''اگر کسی روز مینڈھے کو قوتِ گویائی حاصل ہوتی تو وہ انہیں خطاب کرنے لگتا اور ان میں زیادہ عزت وشرف والا ہوتا''۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: آپ کا یہ شعر مجھے ابو زید بن انصاری نے سنایا:

لَوْ يَنْطِقُ التَّيْسُ يَوْمًا قَامَ يَخْطُبُهُمْ ... وَ كَانَ ذَا شَرَفٍ فِيهِمْ وَذَا شَانٍ

علامہ ابن اسحاق نے کہا: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے قبیلہ ہذیل کی ہجو کرتے ہوئے یہ اشعار بھی کہے:

سَالَتْ هُذَيْلٌ رَسُوْلَ اللهِ فَاحِشَةً ... ضَلَّتْ هُذَيْلٌ بِمَا سَالَتْ وَ لَمْ تُصِبِ

''قبیلہ ہذیل نے رسول اللہ ﷺ سے ایک فحش چیز کی درخواست کی، بنی ہذیل اپنی اس درخواست میں گمراہ ہو گئے اور صحیح بات نہ کی''۔

سَالُوْا رَسُوْلَهُمْ مَا لَيْسَ مُعْطِيَهُمْ ... حَتَّى الْمَمَاتِ وَ كَانُوْا سُبَّةَ الْعَرَبِ

''انہوں نے اپنے رسول سے ایسی چیز کی درخواست کی ہے جو آپ کسی صورت میں انہیں نہیں دے سکتے خواہ موت واقع ہو جائے اور یہ لوگ عربوں کے لئے باعث عار ہیں''۔

وَ لَنْ تَرٰى لِهُذَيْلٍ دَاعِيًا اَبَدًا ... يَدْعُوْ لِمَكْرُمَةٍ عَنْ مَنْزِلِ الْحَرَبِ

''اور تو بنی ہذیل کے لیے کبھی ایسا داعی نہ دیکھے گا جو لوٹ مار کے مقام پر کسی شرافت کی دعوت دیتا ہو''۔

لَقَدْ اَرَادُوْا خِلَالَ الْفُحْشِ وَيْحَهُمُ ... وَ اَنْ يُحِلُّوْا حَرَامًا كَانَ فِي الْكُتُبِ

''ان کا برا ہو، انہوں نے فحش عادات کا ارادہ کیا اور اس بات کا ارادہ کیا کہ وہ ایسی چیز کو حلال کریں جو پہلی کتابوں میں بھی حرام تھی''۔

قتل ہوئے تو وہی ایسے لوگ ہیں جو منتشر ہو کر ہلاک ہوئے نہ وہ کسی لشکر میں شامل تھے اور نہ اس طرح جمع تھے جیسے میدانِ احد میں اور اس سے پہلے میدانِ بدر میں ان کا اجتماع تھا۔ اگرچہ غزوۂ خندق حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے واقعہ کے بعد پیش آیا لیکن اس میں بھی جو کفار ہلاک ہوئے وہ اکیلے اکیلے منتشر ہو کر ہی ہلاک ہوئے۔ اس کے بعد کسی غزوہ میں بھی ان کا اجتماع اور لشکر نہیں تھا۔ اس طرح حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی یہ بددعا اپنی حقیقی صورت میں ان لوگوں کے حق میں مقبول ہوئی جن کا آپ نے ارادہ فرمایا تھا، لیکن حاشا وکلا ایسی بات نہیں کہ آپ نے ان کے اسلام اور ایمان کو ناپسند کیا ہو۔

اور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بنی ہذیل کی ہجو کرتے ہوئے یہ اشعار بھی کہے:

لَعَمْرِیْ لَقَدْ شَانَتْ هُذَيْلَ بْنَ مُدْرِكٍ أَحَادِيْثُ كَانَتْ فِيْ خُبَيْبٍ وَ عَاصِمِ

"مجھے اپنی جان کی قسم! ہذیل بن مدرک کو ان باتوں نے معیوب بنا دیا ہے جو خبیب اور عاصم کے بارے میں ہوئی ہیں"۔

أَحَادِيْثُ لَحْيَانٍ صَلُّوْا بِقَبِيْحِهَا وَ لَحْيَانُ جَرَّامُوْنَ شَرَّ الْجَرَائِمِ

"لحیان کی باتوں نے (انہیں معیوب بنا دیا ہے) جنہوں نے قبیح باتوں کی آگ تاپی اور لحیان برے سے برے جرائم کا ارتکاب کرنے والے ہیں"۔

أُنَاسٌ هُمُ مِنْ قَوْمِهِمْ فِيْ صَمِيْمِهِمْ بِمَنْزِلَةِ الزِّمْعَانِ دُبْرَ الْقَوَادِمِ

"یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی قوم سے خالص النسب ہونے کے باوجود ان بالوں کے مرتبے پر ہیں جو کسی چوپائے کے اگلے پاؤں کی کلائیوں کی پچھلی سمت ہوتے ہیں"۔

هُمُ غَدَرُوْا يَوْمَ الرَّجِيْعِ وَ أَسْلَمَتْ أَمَانَتُهُمْ ذَا عِفَّةٍ وَ مَكَارِمِ

"ان لوگوں نے ہی رجیع کے روز غداری کی اور ان کی امانت کا یہ حال تھا کہ ایک پاکدامن اور نیک سیرت انسان کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا"۔

رَسُوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ غَدْرًا وَ لَمْ تَكُنْ هُذَيْلٌ تَوَقّٰى مُنْكَرَاتِ الْمَحَارِمِ

"رسول اللہ ﷺ کے قاصد سے غداری کی اور بنی ہذیل نے بدترین حرام کاموں سے بھی

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار میں ابن کہیہ کا ذکر

صاحب سیرت نے حضرت خبیب اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے بارے میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار کا ذکر کیا۔ ان اشعار میں نہ کوئی معنی مخفی ہے اور نہ کوئی لفظ اجنبی اور غریب ہے جس کی وضاحت کی ضرورت ہو، لیکن ایک قصیدہ میں یہ شعر ہے:

بَنِيْ كُهَيْبَةَ أَنَّ الْحَرْبَ قَدْ لَقِحَتْ

حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے اس شعر میں کہیہ کا ذکر اس طرح کیا ہے گویا یہ ان کی ماں کا علم ہے۔ یہ اس طرح ہے جیسے کہا جاتا ہے بَنِيْ ضَوْطَرٰى، بَنِي الْغَبْرَاءِ اور بَنِيْ دَرْزَةَ۔ شاعر کا قول ہے:

أَوْلَادُ دَرْزَةَ أَسْلَمُوْكَ وَ طَارُوْا

"درزہ کی اولاد تیرے سامنے جھک گئی اور وہ تیری طرف اڑ کر آئے"۔

اجتناب نہ کیا''۔

فَسَوْفَ یَرَوْنَ النَّصْرَ یَوْمًا عَلَیْهِمُ　بِقَتْلِ الَّذِیْ تَحْمِیْهِ دُوْنَ الْحَرَائِمِ

''یہ لوگ عنقریب دیکھیں گے کہ کسی دن اس شخص کے قتل کے انتقام میں ان پر غلبہ پا لیا جائے گا جسے کفار کی آڑ سے بچا رہے تھے''۔

اَبَابِیْلُ دَبْرٍ شُمَّسٍ دُوْنَ لَحْمِهٖ　حَمَتْ لَحْمَ شَهَّادٍ عِظَامِ الْمَلَاحِمِ

شہد کی مکھیوں کے جتھے جو اس (کی لاش) کے گوشت کی مدافعت کر رہے تھے، ان مکھیوں نے بڑے بڑے معرکوں میں حاضر رہنے والے لوگوں (کی لاشوں کے) گوشت کی حفاظت کی۔

لَعَلَّ هُذَیْلًا اَنْ یَّرَوْا بِمُصَابِهٖ　مَصَارِعَ قَتْلٰی اَوْ مَقَامًا لِّمَاتِمِ

''شاید بنی ہذیل بھی اپنی ایذا رسانی کے بدلے اپنے مقتولوں کا مقتل یا ماتم کرنے والی عورتوں کے گروہ کی جگہ دیکھ لیں''۔

وَ نُوْقِعَ فِیْهِمْ وَقْعَةً ذَاتَ صَوْلَةٍ　یُوَافِیْ بِهَا الرُّكْبَانُ اَهْلَ الْمَوَاسِمِ

''اور ہم ان میں ایک ایسے حملے والی جنگ برپا کر دیں جس میں نشان زدہ اونٹوں کے سوار شریک ہوں''۔

بِاَمْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ اِنَّ رَسُوْلَهٗ　رَاٰی رَاْیَ ذِیْ حَزْمٍ بِلَحْیَانَ عَالِمِ

''اللہ تعالیٰ کے رسول کے حکم کے ساتھ (شریک ہوں) بے شک رسول اللہ ﷺ نے لحیان کے متعلق یہ ایک دانا اور عالم انسان والی رائے قائم کی ہے''۔

قُبَیِّلَةٌ لَیْسَ الْوَفَاءُ یَهُمُّهُمْ　وَ اِنْ ظُلِمُوْا لَمْ یَدْفَعُوْا كَفَّ ظَالِمِ

''وہ ایسا چھوٹا سا معمولی قبیلہ ہے جنہیں وفاداری کا جذبہ ابھار نہیں سکتا اور اگر ان پر ظلم کیا جائے تو وہ ظالم کا ہاتھ روک کر اپنا دفاع بھی نہیں کر سکتے''۔

یہ تمام ان لوگوں کے نام ہیں جنہیں سب وشتم کیا جاتا ہے اور ان سے مراد گھٹیا اور کم مرتبہ لوگ ہیں اور کھیبة اَلْكُهْبَة سے مشتق ہے جس کا معنی ہے مٹیالا رنگ، یہ اسی طرح ہے جس طرح اہل عرب کا یہ قول ہے: بَنِی الْغَبْرَاءِ یعنی مٹیالے رنگ والی عورت کی اولاد۔ اس قصہ کے بارے میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اکثر اشعار بنی ہذیل کی ہجو میں ہیں کیونکہ وہ قارہ کے بھائی تھے اور حضرت خبیب اور آپ کے ساتھیوں کے ساتھ غداری میں ان کے ساتھ شریک تھے۔ ہذیل اور خزیمہ مدرکہ بن الیاس کی اولاد ہیں اور عضل اور قارہ بنی خزیمہ کے افراد ہیں۔

اِذَا النَّاسُ حَلُّوْا بِالْفَضَاءِ رَاَيْتَهُمْ بِمَجْرٰى مَسِيْلِ الْمَاءِ بَيْنَ الْمَخَارِمِ

"جب لوگ میدان میں اترے تو تم بنی لحیان کو دیکھتے تھے کہ وہ نشیبی زمینوں کے درمیان پانی کا ریلا گزرنے کی جگہ پر پڑے ہیں"۔

مَحَلُّهُمْ دَارُ الْبَوَارِ وَرَأْيُهُمْ اِذَا نَابَهُمْ اَمْرٌ كَرَأْيِ الْبَهَائِمِ

"ان کا ٹھکانہ ہلاکت کا گھر ہے اور جب ان پر کوئی سخت معاملہ آ پڑے تو ان کی رائے چوپائیوں کی رائے کی طرح ہوتی ہے"۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بنی ہذیل کی ہجو میں یہ اشعار بھی کہے:

لَحَى اللّٰهُ لَحْيَانًا فَلَيْسَتْ دِمَاؤُهُمْ لَنَا مِنْ قَتِيْلَى غَدْرَةٍ بِوَفَاءِ

"اللہ تعالیٰ لحیان پر لعنت کرے، ان سب کے خون بھی ہمارے دھوکے کے ساتھ قتل کیے گئے لوگوں کا بدلہ نہیں بن سکتے"۔

هُمُوْ قَتَلُوْا يَوْمَ الرَّجِيْعِ ابْنَ حُرَّةٍ اَخَا ثِقَةٍ فِيْ وُدِّهٖ وَ صَفَاءِ

"انہی لوگوں نے رجیع کے دن ایک آزاد عورت کے بیٹے کو قتل کر ڈالا جو اپنی محبت اور خلوص میں ایک قابل اعتماد شخص تھا"۔

فَلَوْا قُتِلُوْا يَوْمَ الرَّجِيْعِ بِاَسْرِهِمْ بِذِي الدَّبْرِ مَا كَانُوْا لَهٗ بِكِفَاءِ

"اس لئے اگر یہ سب کے سب رجیع کے روز اس شخص کے بدلے قتل کر دیے جاتے جس کی لاش کی مکھیوں نے حفاظت کی (عاصم بن افلح) تو یہ سب اس کی طرف سے کافی نہ تھے"۔

قَتِيْلٌ حَمَتْهُ الدَّبْرُ بَيْنَ بُيُوْتِهِمْ لَدٰى اَهْلِ كُفْرٍ ظَاهِرٍ وَّ جَفَاءِ

"وہ ایسے مقتول تھے کہ شہد کی مکھیوں نے ان جفاکش اور کھلے کافروں کے سامنے ان کے گھروں کے درمیان ان کی لاش کی حفاظت کی"۔

فَقَدْ قَتَلَتْ لَحْيَانُ اَكْرَمَ مِنْهُمْ وَ بَاعُوْا خُبَيْبًا وَيْلَهُمْ بِلَفَاءِ

"پس لحیان نے اپنے سب سے بلند مرتبہ انسان کو قتل کر دیا، ان کے لئے ہلاکت ہو انہوں نے ایک حقیر چیز کے بدلے خبیب کو بیچ ڈالا"۔

فَاُفٍّ لِّلَحْيَانٍ عَلٰى كُلِّ حَالَةٍ عَلٰى ذِكْرِهِمْ فِي الذِّكْرِ كُلُّ عَفَاءِ

"تو تف ہے لحیان پر ہر حالت میں، دوسرے لوگوں کے ذکر میں ان کے ذکر پر مٹی پڑی ہوئی ہے"۔

قُبَيِّلَةٌ بِاللُّؤْمِ وَالْغَدْرِ تَغْتَرِيْ فَلَمْ تُمْسِ يَخْفٰى لُؤْمُهَا بِخَفَاءِ

''وہ ایسا چھوٹا سا معمولی قبیلہ ہے جو ایک دوسرے کو کمینگی اور غداری کی ترغیب دلاتے ہیں لیکن انکی کمینگی کسی طرح چھپائے نہیں چھپتی''۔

فَلَوْ قُتِلُوْا لَمْ تُوْفِ مِنْهُ دِمَاءُ هُمْ بَلٰى اِنَّ قَتْلَ الْقَاتِلِيْهِ شِفَائِيْ

''اگر یہ سب قتل کر دیے جاتے تو بھی ان سب کے خون اس (عاصم) کے خون کا بدلہ پورا نہ کر سکتے۔ البتہ اس کے قاتلوں کو قتل کر دینا میرے لئے تسکین کا باعث ہوگا''۔

فَاِلَّا اَمُتْ اَذْعَرْ هُذَيْلًا بِغَارَةٍ كَغَادِي الْجَهَامِ الْمُغْتَدِيْ بِاِفَاءِ

''اگر میں زندہ رہا تو میں بنی ہذیل کو ایک غارت گری کے ساتھ صبح کے وقت چھا جانے والے بادل کی طرح دہشت زدہ کر دوں گا اور مال غنیمت لے کر لوٹ آؤں گا''۔

بِاَمْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَالْاَمْرُ اَمْرُهٗ يَبِيْتُ لِلَحْيَانَ الْخَنَا بِفَنَاءِ

''یہ سب کچھ میں رسول اللہ ﷺ کے حکم سے کروں گا اور حکم تو دراصل آپ کا حکم ہے۔ لحیان کے بدمعاش لوگ کھلے میدان میں رات بسر کر رہے تھے''۔

يُصَبِّحُ قَوْمًا بِالرَّجِيْعِ كَاَنَّهُمْ جِدَاءُ شِتَائِهِنَّ غَيْرُ دِفَاءِ

''صبح ہوتے ہی مقام رجیع میں ایک قوم سے لڑنے لگے گویا وہ بکری کے بچے ہیں جو حرارت کے بغیر سردی کی رات بسر کر رہے ہیں''۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بنی ہذیل کی ہجو میں یہ اشعار بھی کہے:

فَلَا وَاللّٰهِ مَا تَدْرِيْ هُذَيْلٌ اَصَافٍ مَاءُ زَمْزَمَ اَمْ مَشُوْبُ

قسم بخدا قبیلہ ہذیل کے لوگ اتنا بھی نہیں جانتے کہ آیا بئر زمزم کا پانی صاف ہے یا گدلا۔

وَلَا لَهُمْ اِذَا اعْتَمَرُوْا وَحَجُّوْا مِنَ الْحِجْرَيْنِ وَالْمَسْعٰى نَصِيْبُ

''اور یہ لوگ جب عمرہ یا حج کرتے ہیں تو حجر اسود اور مقام ابراہیم اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کی جگہ میں ان کا کوئی حصہ نہیں''۔

وَلٰكِنَّ الرَّجِيْعَ لَهُمْ مَحَلٌّ بِهِ اللُّؤْمُ الْمُبَيَّنُ وَالْعُيُوْبُ

لیکن مقام رجیع ہی ان کا مقام ہے جہاں ان کی کھلی کمینگی اور عیوب (کا اظہار ہوتا ہے)۔

كَاَنَّهُمْ لَدَى الْكَنَّاتِ اُصْلًا تُيُوْسٌ بِالْحِجَازِ لَهَا نَبِيْبُ

''یہ لوگ گویا شام کے وقت گھروں میں چھپا کر رکھی ہوئی چیزوں کے پاس رکھے گئے ہیں

(یعنی کمزور اور بزدل ہیں) اور (حج کے ایام میں) حجاز میں قربانی کے بکرے ہیں جو شور و غل کرتے رہتے ہیں"۔

هُمْ غَرُّوْا بِذِمَّتِهِمْ خُبَيْبًا ... فَبِئْسَ الْعَهْدُ عَهْدُهُمُ الْكَذُوْبُ

"ان لوگوں نے ہی اپنی ذمہ داری کے باوجود خبیب کو دھوکہ دیا۔ پس ان کا جھوٹا عہد و پیمان بہت ہی برا عہد و پیمان ہے"۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: اس قصیدے کا آخری شعر ابوزید انصاری سے مروی ہے۔

حضرت خبیب اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے مرثیہ میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے کہا: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت خبیب اور آپ کے اصحاب کے مرثیہ میں یہ اشعار کہے:

صَلَّى الْإِلٰهُ عَلَى الَّذِيْنَ تَتَابَعُوْا ... يَوْمَ الرَّجِيْعِ فَأُكْرِمُوْا وَ أُثِيْبُوْا

"اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر رحمت نازل فرمائے جو یکے بعد دیگرے رجیع کے دن شہید ہو گئے۔ اس بنا پر وہ معزز و مکرم بھی ہو گئے اور ثواب کے مستحق بھی بن گئے"۔

رَأْسُ السَّرِيَّةِ مَرْثَدٌ وَ أَمِيْرُهُمْ ... وَابْنُ الْبُكَيْرِ اِمَامُهُمْ وَ خُبَيْبُ

"اس لشکر کے سردار اور امیر مرثد اور امام اور پیشوا ابن بکیر اور خبیب تھے"۔

وَابْنٌ لِطَارِقٍ وَابْنُ دَثْنَةَ مِنْهُمْ ... وَافَاهُ ثَمَّ حِمَامُهُ الْمَكْتُوْبُ

"اور ان میں ابن طارق اور ابن دثنہ بھی تھے جن کے ساتھ تقدیر میں لکھی ہوئی موت نے

حالت جری میں علم پر تنوین کا حکم

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قول ہے: وَابْنٌ لِطَارِقٍ وَ ابْنُ دَثْنَةَ مِنْهُمْ۔ یہاں آپ نے علم سے تنوین کو اسی طریقے پر حذف کیا جس طرح آپ کے اس قول میں گزر چکا ہے: شُلَّتْ يَدَا وَحْشِيٍّ مِنْ قَاتِلٍ۔ اگر آپ تنوین کو حذف کرتے وقت اسے نصب دیتے اور اسے غیر منصرف اسم کی طرح رکھتے جس کی حالت جری فتحہ کے ساتھ آتی ہے تو یہ طریقہ قیاس صحیح کے موافق ہوتا کیونکہ جر تنوین کے تابع ہے۔ جب تنوین زائل ہو جائے تو جر بھی زائل ہو جاتی ہے تاکہ اس اسم کا ضمیر متکلم کی طرف مضاف اسم کے ساتھ التباس لازم نہ آئے کیونکہ ضمیر متکلم اگر یاء ہو تو اسے عموماً حذف کر دیا جاتا ہے اور

وہاں وفاداری کی''۔

وَالْعَاصِمُ الْمَقْتُوْلُ عِنْدَ رَجِيْعِهِمْ كَسَبَ الْمَعَالِيَ اِنَّهٗ لَكَسُوْبٌ

''اور ان میں عاصم بھی تھے جنہیں رجیع کے پاس قتل کر دیا گیا، انہوں نے مراتب عالیہ حاصل کیے، بے شک وہ ان مراتب کے حصول میں بہت تیز رو تھے''۔

مَنَعَ الْمَقَادَةَ اَنْ يَّنَالُوْا ظَهْرَهٗ حَتّٰى يُجَالِدَ اِنَّهٗ لَنَجِيْبٌ

''انہوں نے (یعنی حضرت عاصم نے) ذلت اور گراوٹ سے اپنا دفاع کیا مبادا کہ دشمن

اس کے بجائے صرف کسرہ پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔ اکثر غیر منصرف اسماء میں تنوین کا یہ حذف اس لئے ہوتا ہے کہ اسم اس سے مستغنی ہوتا ہے کیونکہ یہ تنوین عدم اضافت کی علامت ہوتی ہے اس لئے ہر وہ اسم جس میں اضافت کا وہم نہ ہو اس میں تنوین کی ضرورت نہیں ہوتی لیکن جب اسے تنوین نہیں دی جاتی تو اسے کسرہ بھی نہیں دیا جاتا کیونکہ اس طرح اس اسم کا ضمیر متکلم کی طرف مضاف اسم کے ساتھ التباس لازم آتا ہے۔ غزوۂ احد کے متعلق اشعار میں یہ قول گزرا ہے: كَنَادِ اَبِيْ حُبَاحِبَ وَالظُّبَيْنَا۔ اس میں حُبَاحِبَ کی باء پر حالت جری میں فتحہ آیا ہے۔ اور ہر علم کا حق یہ ہے کہ اس پر تنوین نہ آئے کیونکہ وہ اضافت سے مستغنی ہوتا ہے، جیسا کہ معرفہ کی تمام اقسام پر تنوین نہیں آتی لیکن ان میں سے بعض اسمائے معرفہ پر اس سبب کی وجہ سے تنوین آ جاتی ہے جو ہم نے غیر منصرف اسماء کے اسباب میں بیان کیا ہے۔ ان میں سے چند اسباب ہم نے لکھے ہیں لیکن طارق اور وحشی میں کسرہ مروی ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ یہ ضرورت شعری کی بناء پر ہے، لیکن اہل عرب نے اپنے اکثر کلام میں ان اسماء میں کسرہ کو تنوین کے تابع نہیں کیا کیونکہ ان اسماء میں ضمیر متکلم کی طرف اضافت کا وہم نہیں ہوتا کیونکہ یہ اسماء اشعار میں شاذ و نادر ہی آتے ہیں، اس لئے ان میں التباس بعید ہے۔

خبیب اور ہذیل کا مادۂ اشتقاق

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

وَابْنُ الْبُكَيْرِ اِمَامُهُمْ وَ خُبَيْبٌ

آپ قافیہ کا حرف یاء ماقبل مفتوح لائے ہیں۔ اس بارے میں پہلے دو مرتبہ گفتگو ہو چکی ہے اور لغت میں خُبَيْب خِبٌّ کی تصغیر ہے اور خِبٌّ مکار اور دھوکہ باز آدمی کو کہتے ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ خَبِيْب سے خَابّ کی تصغیر ہو۔ اس صورت میں یہ تصغیر ترخیم کے باب سے ہوگا اور تصغیر ترخیم وہ ہوتی ہے جو زائد حروف کے حذف پر مبنی ہو۔ اور ہذیل کے متعلق علماء نے کہا ہے کہ یہ بھی تصغیر ترخیم کے

ان کی پیٹھ پر قابو پالیں جب تک وہ اچھی طرح مقابلہ نہ کرلیں بے شک وہ بڑے نجیب اور شریف تھے''۔

علامہ ابن ہشام نے کہا آخری شعر اس طرح بھی مروی ہے حَتّٰی یُجَدِّلَ اِنَّہٗ لَنَجِیْبُ۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: اکثر علمائے شعر حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی طرف ان اشعار کی نسبت کا انکار کرتے ہیں۔

طریقے پر مصغر ہے کیونکہ یہ ھَوْذَلَ الرَّجُلُ بِبَوْلِہٖ سے مشتق ہے۔ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب آدمی اپنے پیشاب کو دور پھینکے۔ گویا یہ بھی حروفِ زوائد کے حذف پر مُھَوْذَلٌ کی تصغیر ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ تصغیر ترنیم کے طریقے پر ہی ھُذْلُوْلٌ کی تصغیر ہو اور ھذلول ریت کے چھوٹے ٹیلے کو کہتے ہیں۔

ہمزہ کے بغیر سَالَتْ

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

سَالَتْ ھُذَیْلٌ رَسُوْلَ اللّٰہِ فَاحِشَۃً

اس شعر میں سَالَتْ ہمزہ کی تسہیل کے ساتھ نہیں بلکہ یہ ایک علیحدہ لغت ہے جس کی دلیل عرب کا یہ قول ہے تَسَایَلَ الْقَوْمُ (قوم ہر طرف سے آئی)۔ اگر اس میں تسہیل ہوتی تو ہمزہ بین بین ہوتا اور اس طرح شعر کا وزن درست نہ رہتا کیونکہ بین بین ہمزہ متحرک ہمزہ کی طرح ہی ہوتا ہے اور جب یہ ساکن ہو تو الف میں تبدیل ہو جاتا ہے جیسا کہ اہل عرب کا قول ہے: اَلْمِنْسَاۃُ (لاٹھی) لیکن یہ بات ایسی ہے جس پر قیاس نہیں کیا جا سکتا اور جب سَالَ میں ایک لغت سال ہے تو لازمی طور پر اس کا مضارع یَسِیْلُ ہوگا لیکن یونس نے یوں حکایت کیا ہے سِلْتَ تَسَالُ جیسے خِفْتَ تَخَافُ ہے۔ یہ ان کے نزدیک اجوف واوی ہے اور زجاج نے کہا اَلرَّجُلَانِ یَتَسَایَلَانِ۔ اور نحاس اور مبرد نے کہا یَتَسَاوَلَانِ۔ یہ اسی کی مثل ہے جو یونس نے حکایت کیا ہے۔

حادثہ بئر معونہ

علامہ ابن اسحاق نے کہا: رسول اللہ ﷺ بقیہ شوال، ذی قعدہ، ذوالحجہ اور محرم کے مہینوں میں (مدینہ منورہ میں) مقیم رہے اور اس سال حج کا انتظام مشرکین نے کیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ احد کے چار ماہ بعد ماہِ صفر میں اصحاب بئر معونہ کو روانہ کیا۔

بئر معونہ کی طرف بھیجنے کا سبب

اصحاب بئر معونہ کے واقعہ کے متعلق جو کچھ مجھے معلوم ہوا ہے وہ مجھ سے میرے والد حضرت اسحاق بن یسار نے بیان کیا، انہوں نے حضرت مغیرہ بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام سے روایت کیا۔ نیز یہ واقعہ مجھ سے حضرت عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم اور دیگر اہل علم

واقعہ بئر معونہ

علامہ ابن اسحاق نے کہا: اصحاب بئر معونہ چالیس تھے جبکہ صحیح یہ ہے کہ وہ ستر آدمی تھے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں اسی طرح مذکور ہے۔

ملاعب الاسنۃ، اس کے بھائی اور معوذ الحکماء

علامہ ابن اسحاق نے ابو براء ملاعب الاسنہ کا ذکر کیا اور یہ کہ اس نے اصحاب بئر معونہ کو اہل نجد سے پناہ دی تھی۔ ملاعب الاسنہ یہ عامر بن مالک بن جعفر بن کلاب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ ہے۔ اسے یوم سوبان کو ملاعب الاسنۃ کا لقب دیا گیا۔ یہ ایام جبلہ میں سے ایک لڑائی کا دن ہے اور ایام جبلہ بنی قیس اور بنی تمیم کے درمیان ہونے والی جنگ کے ایام ہیں۔ جبلہ ایک بلند پہاڑ کا نام ہے۔ اس واقعہ کا کچھ حصہ کتاب کی ابتدا میں گزر چکا ہے۔ اس شخص کو سوبان کے روز ملاعب الاسنۃ کا لقب ملنے کا سبب یہ بنا کہ اس کے بھائی نے جس کا نام طفیل بن مالک تھا اور جو فارس قرزل کے لقب سے مشہور تھا، اسے جنگ کے روز دشمن کے حوالے کر دیا اور خود بھاگ گیا۔ اس کے متعلق ایک شاعر نے کہا:

فَرَرْتَ وَ اَسْلَمْتَ ابْنَ اُمِّكَ عَامِرًا ۔۔۔ يُلَاعِبُ اَطْرَافَ الْوَشِيْجِ الْمُزَعْزَعِ

"تو خود بھاگ گیا اور اپنے ماں جائے عامر کو دشمن کے حوالے کر دیا جو تیز حرکت کرنے والے نیزوں کے اطراف کے ساتھ کھیلا کرتا تھا"۔

نے بیان کیا۔ ان سب کا بیان ہے کہ ابو براء عامر بن مالک بن جعفر جو ملاعب الاسنۃ (نیزوں سے کھیلنے والا) کے لقب سے مشہور تھا، مدینہ طیبہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس پر اسلام پیش کیا اور اسے قبول کرنے کی دعوت دی۔ وہ نہ تو اسلام لایا اور نہ اسلام سے برہمی کا اظہار کیا، بلکہ اس نے عرض کی اے محمد (فداہ روحی)! اگر آپ اپنے صحابہ کی ایک جماعت اہل نجد کی طرف روانہ کریں جو انہیں آپ کے اس پیغام کی دعوت دیں تو مجھے امید ہے کہ وہ آپ کی اس دعوت کو قبول کر لیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اِنِّیْ اَخْشٰی عَلَیْهِمْ اَهْلَ نَجْدٍ۔ "مجھے اندیشہ ہے کہ اہل نجد ان کو نقصان پہنچائیں گے"۔ ابو براء نے کہا میں ان کو اپنی پناہ دیتا ہوں۔ آپ انہیں روانہ فرمایئے تاکہ یہ لوگوں کو آپ کے پیغام حق کی دعوت دیں۔

بھیجے جانے والے اصحاب

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے بنی ساعدہ کے فرد حضرت منذر بن عمرو رضی اللہ عنہ جن کو اَلْمُعْنِقُ لِیَمُوْتَ (شہادت کی موت کے لئے تیز رفتار) کا لقب دیا گیا، کو اپنے جلیل القدر صحابہ میں سے چالیس افراد کے ہمراہ روانہ فرمایا جن میں سے چند کے نام یہ ہیں: حضرات حارث بن

چنانچہ اس شعر کے باعث اسے ملاعب الاسنہ اور ملاعب الرماح کا لقب دیا گیا۔ لبید نے کہا:

وَ اَنِّیْ مُلَاعِبُ الرِّمَاحِ وَ مِدْرَهُ الْکَتِیْبَةِ الرَّدَاحِ

"اور بے شک میں نیزوں سے کھیلنے والا اور لشکر جرار کا سالار ہوں"۔

یہ لبید بن ربیعہ کا چچا ہے۔ یہ پانچ بھائی تھے: طفیل جس کا لقب فارس فرزل تھا، عامر ملاعب الاسنہ، ربیعہ المقترین، یہ لبید کا والد تھا، عبیدہ الوضاح اور معاویہ معوذ الحکماء۔ اسی کا یہ شعر ہے:

اِذَا سَقَطَ السَّمَاءُ بِاَرْضِ قَوْمٍ رَعَیْنَاهُ وَ اِنْ کَانُوْا غِضَابَا

"جب آسمان کسی قوم کی زمین میں گرے تو ہم اس کی حفاظت کرتے ہیں، اگرچہ وہ لوگ غضبناک ہوں"۔

اسی قصیدہ کے ایک اور شعر میں وہ کہتا ہے:

یُعَوِّذُ مِثْلَهَا الْحُکَمَاءُ بَعْدِیْ اِذَا مَا الْاَمْرُ فِی الْحَدَثَانِ نَابَا

"جب زمانے میں کوئی سخت معاملہ درپیش ہوگا تو میرے بعد حکماء اسی طرح کی پناہ دیں گے"۔

اس شعر کی بناء پر معوذ کو حکماء کا لقب دیا گیا۔

صمہ، بنی عدی بن نجار کے فرد حرام بن ملحان، عروہ بن اسماء بن الصلت السلمی، نافع بن بدیل بن ورقاء خزاعی، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مولیٰ عامر بن فہیرہ اور اس طرح کے دیگر جلیل القدر مسلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ یہ سب افراد روانہ ہوئے یہاں تک کہ معونہ نامی کنویں کے پاس اترے۔ یہ کنواں بنی عامر کے علاقہ اور بنی سلیم کے حرہ کے درمیان واقع ہے۔ یہ دونوں علاقے اس کے قریب ہیں لیکن یہ بنی سلیم کے حرہ کے زیادہ قریب ہے۔

عامر ایک صحابی کو قتل کرتا ہے

جب وہ یہاں فروکش ہوئے تو انہوں نے حضرت حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کا مکتوب گرامی دے کر اللہ کے دشمن عامر بن طفیل کے پاس بھیجا۔ جب آپ اس کے پاس تشریف لائے تو اس نے آپ کے مکتوب گرامی کو پڑھنا بھی گوارا نہ کیا اور آپ پر حملہ کر کے آپ کو شہید کر دیا۔ پھر اس نے مسلمانوں کے خلاف بنی عامر کو للکارا لیکن انہوں نے اس کی بات ماننے سے انکار کر دیا اور کہا ابو براء نے ان کے ساتھ معاہدہ کیا ہے اور ان کو پناہ دی ہے، ہم اس کے معاہدہ کو نہیں توڑ سکتے۔ پھر اس نے مسلمانوں کے خلاف بنی سلیم کی شاخوں عصیہ، رعل اور ذکوان کو للکارا۔ ان قبائل نے اس کی للکار پر لبیک کہی۔ انہوں نے مسلمانوں پر ہلہ بول دیا اور ان کے خیموں کا محاصرہ کر لیا، جب مسلمانوں نے انہیں دیکھا تو اپنی تلواریں بے نیام کر لیں، پھر

ملاعب اور اس کے بھائیوں کے متعلق نعمان کے سامنے لبید کے اشعار

جب لبید نے نعمان بن منذر کے سامنے یہ شعر پڑھے تو ان سے اس کی مراد یہی لوگ تھے:

نَحْنُ بَنِیْ اُمِّ الْبَنِیْنَ الْاَرْبَعَهْ　اَلْمُطْعِمُوْنَ الْجَفْنَةَ الْمُدَعْدَعَهْ

''ہم ام البنین کی اولاد ہیں جو لبالب بھرے ہوئے بڑے بڑے پیالے میں کھلانے والے ہیں''۔

وَالضَّارِبُوْنَ الْهَامَ تَحْتَ الْخَيْضَعَهْ　يَا رُبَّ هَيْجَا هِيَ خَيْرٌ مِنْ دَعَهْ

''اور گرد و غبار کے نیچے کھوپڑیوں پر شمشیر زنی کرنے والے ہیں۔ ہائے کتنی ہی لڑائیاں ہیں جو دعوت سے بہتر ہیں''۔

پھر اس نے ربیع بن زیاد العبسی کا ذکر کیا اور کہا:

مَهْلًا اَبَيْتَ اللَّعْنَ لَا تَاْكُلْ مَعَهْ

''جلد بازی نہ کر، تو لعنت سے محفوظ رہے، اس کے ساتھ مل کر نہ کھا''۔

ان کے ساتھ جنگ کی یہاں تک کہ سب کے سب شہید ہو گئے۔ ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو، ان میں سے صرف بنی دینار بن نجار کے ایک فرد حضرت کعب بن زید رضی اللہ عنہ زندہ بچے۔ کفار نے انہیں اس حالت میں چھوڑا کہ ان میں زندگی کی کچھ رمق باقی تھی۔ انہیں زخمی حالت میں مقتولوں کے درمیان سے اٹھا کر لایا گیا۔ اس کے بعد وہ زندہ رہے یہاں تک کہ غزوۂ خندق میں شرفِ شہادت حاصل کیا۔ رحمہ اللہ۔

ساتھیوں کی شہادت کا علم ہونے کے بعد ابن امیہ اور منذر کا کفار کے پاس جانا

عمرو بن امیہ الضمری اور بنی عمرو بن عوف قبیلہ کا ایک انصاری اس وفد کے اونٹ چرا رہے تھے۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: یہ انصاری منذر بن محمد بن عقبہ بن احیحہ بن جلاح ہیں۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: ان کے ساتھیوں پر جو گزری اس کا انہیں کوئی علم نہ تھا مگر انہوں نے چند پرندے دیکھے جو لشکر کے اوپر چکر لگا رہے تھے۔ دونوں نے کہا: بخدا! ان پرندوں کا منڈلانا بلا وجہ نہیں۔ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ ان کے سارے ساتھی خون میں لت پت پڑے ہیں اور جن گھڑ سواروں نے انہیں قتل کیا تھا وہ وہیں کھڑے ہیں۔ انصاری نے عمرو بن امیہ سے کہا تمہاری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا میری رائے یہ ہے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اطلاع دینی چاہیے۔ انصاری نے کہا لیکن میں تو اپنے آپ کو اس جگہ سے جدا نہیں کر سکتا جہاں منذر بن عمرو کو قتل کیا گیا ہے۔ اور نہ میں یہ چاہتا ہوں کہ لوگ مجھے اس کے بارے میں خبر دیں

اس رجز کے آخر تک جو ایک لمبے واقعہ کے بارے میں ہے۔ لبید نے کہا الاربعة۔ ہم چار ہیں۔ حالانکہ وہ پانچ تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا باپ ربیعہ اس سے قبل مر چکا تھا۔ اس کی وجہ وہ نہیں جو بعض لوگوں نے بیان کی ہے اور یہ فراء سے مروی یفری کا قول ہے کہ لبید نے خمسة کے بجائے الاربعة قافیوں کی رعایت کے لئے کہا۔ لیکن اسے کہا جائے گا کہ شاعر کے لئے تو یہ بھی جائز نہیں کہ وہ شعر کا وزن درست رکھنے کے لئے لفظی غلطی کرے تو وزن درست رکھنے کے لئے جھوٹ بولنا کیسے جائز ہو سکتا ہے؟ پھر اس سے بھی حیران کن بات یہ ہے کہ اس نے اپنی اس فاسد تاویل پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اس ارشاد سے استشہاد کیا ہے: وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتٰنِ (الرحمٰن) (اور جو ڈرتا ہے اپنے رب کے روبرو کھڑا ہونے سے تو اس کو دو باغ ملیں گے)۔ اس کا کہنا ہے کہ اس سے مراد ایک جنت ہی ہے لیکن تثنیہ کا صیغہ اس لئے آیا ہے تاکہ آیتوں کے سرے برابر رہیں یا یہ آیت اس کلام کے

(کہ ان ظالموں نے اسے کس طرح قتل کیا ہے)۔ پھر اس نے کفار سے لڑنا شروع کر دیا یہاں تک کہ شہید ہو گیا۔ کفار نے عمرو بن امیہ کو قیدی بنا لیا۔ جب آپ نے انہیں بتایا کہ آپ قبیلہ مضر کے فرد ہیں تو عامر بن طفیل نے آپ کو چھوڑ دیا اور آپ کی پیشانی کے بال کاٹ کر آپ کو اپنی ماں کی نذر پوری کرنے کے لئے آزاد کر دیا۔ اس کا یہ زعم تھا کہ اس کی ماں پر ایک غلام آزاد کرنے کی نذر لازم تھی۔

دو عامریوں کا قتل

پھر عمرو بن امیہ نکل کر وادیٔ قناہ کے قریب مقام قرقرہ میں پہنچے۔ وہاں بنی عامر کے دو آدمی آ گئے۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: بنی عامر قبیلہ بنی کلاب کی شاخ ہے اور ابو عمرو مدنی نے ذکر کیا ہے کہ وہ دونوں بنی سلیم کے آدمی تھے۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: پھر وہ دونوں عمرو بن امیہ کے ساتھ ایک درخت کے سائے میں فروکش ہوئے۔ عامریوں کا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ معاہدہ اور پڑوس تھا جس کا عمرو بن امیہ کو علم نہ تھا۔ جب وہ دونوں اس کے پاس آئے تو اس نے پوچھا تم کون ہو؟ انہوں نے کہا ہمارا تعلق قبیلہ بنی عامر سے ہے۔ اس نے انہیں مہلت دی یہاں تک کہ جب وہ سو گئے تو ان پر حملہ کر کے انہیں قتل کر دیا اور یہ خیال کیا کہ اس نے ان دونوں کو قتل کر کے بنی عامر سے اس اذیت کا بدلہ لے

موافق رہے جو اس کا ہم معنی ہے۔ کیا سخت مصیبت ہے، یہ کلام کتنا قبیح ہے، یہ شخص کتنا جاہل ہے اور فہم قرآن سے کتنا دور ہے اور صاحب قرآن ﷺ کے اس ارشاد کا اسے ذرا خوف نہیں کہ ایسا شخص اپنا ٹھکانہ آتش جہنم میں تلاش کرے۔ پس اس سے بچو، بچو۔ رہی وہ بات جس میں یہ دلیل ہے کہ وہ چار تھے جس کی بناء پر لبید نے یہ لفظ ذکر کیا۔ وہ یہ ہے کہ اس روایت میں لبید کی یتیمی اور کم سنی کا ذکر ہے اور یہ کہ اس کے چار چچاؤں نے اسے اس قابل نہ سمجھا کہ وہ اسے اپنے ساتھ نعمان کے پاس اس وقت لے جائیں جب انہوں نے ربیع بن زیاد کے ساتھ بحث مباحثہ کرنے کا ارادہ کیا۔ لبید نے سنا کہ وہ اس کے متعلق گفتگو کر رہے تھے اور اس مباحثہ کا اہتمام کر رہے تھے۔ اس نے ان سے مطالبہ کیا کہ وہ اسے بھی اپنے ساتھ نعمان کے پاس لے جائیں اور یہ دعویٰ کیا کہ وہ اسے خاموش کر دے گا لیکن انہوں نے اس کی بات کا مذاق اڑایا یہاں تک کہ اس روایت میں مذکورہ اشیاء کے ساتھ اس کا امتحان لیا۔ اس پوری گفتگو سے واضح ہو گیا کہ وہ چار افراد تھے۔ اگر جاہل خاموش رہتا تو اختلاف کم ہوتا۔ الحمدللہ۔

لیا ہے جو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کو پہنچائی تھی۔ پھر جب عمرو بن امیہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوا اور اس سارے واقعہ کی خبر دی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لَقَدْ قَتَلْتَ قَتِيْلَيْنِ لَاَدِيَنَّهُمَا۔ تم نے دو آدمی قتل کر دیے ہیں جن کی دیت میں ضرور ادا کروں گا۔

ابو براء کے اس عمل پر حضور ﷺ کا اظہارِ ناپسندیدگی

پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: هٰذَا عَمَلُ اَبِیْ بَرَاءَ قَدْ كُنْتُ لِهٰذَا كَارِهًا مُتَخَوِّفًا۔ یہ ابو براء کا عمل ہے جسے میں پہلے ہی برا سمجھ رہا تھا اور اسی کا مجھے اندیشہ تھا۔ ابو براء کو جب اس بات کا علم ہوا تو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عامر بن طفیل کی بدعہدی اس پر بڑی گراں گزری اور اس بات کی بھی تکلیف پہنچی جو اس نے اس معاہدہ اور حق جواز کے باوجود رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کو اذیت پہنچائی۔ جن صحابہ کو قتل کیا گیا ان میں حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

حضرت ابن فہیرہ اور آسمان

علامہ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حضرت ہشام بن عروہ نے اپنے باپ کی یہ روایت بیان کی کہ عامر بن طفیل کہا کرتا تھا کہ ان میں سے وہ کون شخص تھا جس کو جب قتل کیا گیا تو میں نے دیکھا کہ اسے آسمان اور زمین کے درمیان اٹھایا جا رہا ہے یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ وہ آسمان سے بھی بلند ہو گیا؟ لوگوں نے کہا وہ حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ تھے۔

حضرت ابن فہیر کا ٹھکانہ

علامہ ابن اسحاق نے ہشام بن عروہ سے، انہوں نے اپنے باپ سے روایت کیا کہ عامر بن طفیل نے واقعہ بئر معونہ کے روز کہا: مَنْ رَجُلٌ لَمَّا طَعَنْتُهٗ رُفِعَ حَتّٰى رَاَيْتُ السَّمَاءَ مِنْ دُوْنِهٖ؟ وہ کون شخص تھا جس کو جب میں نے نیزہ مارا تو اسے اٹھا لیا گیا یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ آسمان اس سے نیچے رہ گیا ہے۔ یہ علامہ ابن اسحاق سے بکائی کی روایت ہے اور ان سے اسی سند کے ساتھ یونس بن بکیر نے روایت کیا ہے کہ اس کے بعد عامر بن طفیل مدینہ منورہ آیا اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دریافت کیا: اے محمد (ﷺ) وہ کون شخص تھا جس کو جب میں نے نیزہ مارا تو اسے آسمان کی طرف اٹھا لیا گیا؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا: وہ عامر بن فہیرہ ہے۔ اور حضرات عبد الرزاق اور ابن مبارک نے روایت کیا کہ اس روز حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کو مقتولوں میں تلاش کیا گیا لیکن آپ کی میت نہ

ابن سلمیٰ کے قبولِ اسلام کا سبب

علامہ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے بنی جبار بن سلمیٰ بن مالک بن جعفر کے کسی آدمی نے بیان کیا ہے کہ جبار بھی ان لوگوں میں شامل تھا جو واقعہ بئر معونہ کے روز عامر کے ساتھ وہاں موجود تھے، پھر وہ اسلام لے آیا۔ وہ کہا کرتا تھا جس بات نے مجھے اسلام کی طرف راغب کیا وہ یہ تھی کہ اس روز میں نے مسلمانوں کے ایک شخص کے دو کندھوں کے درمیان نیزہ مارا، جب نیزے کی نوک اس کے سینے سے باہر نکلی تو میں نے اس کی طرف دیکھا اور اس شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا: فُزْتُ وَاللّٰهِ۔ قسم بخدا! میں نے مراد کو پالیا۔ میں نے دل میں سوچا اس نے کون سی مراد کو پالیا، کیا میں اس شخص کو قتل نہیں کر پایا؟ یہی بات میرے دل میں کھٹکتی رہی یہاں تک کہ میں نے اس کی اس بات کے متعلق لوگوں سے پوچھا تو انہوں نے کہا: اس نے شہادت کی مراد پالی تھی۔ میں نے کہا قسم بخدا! پھر تو واقعی اس نے مراد پالی۔

ابو براء کے بیٹوں کو عامر کے خلاف ابھارنے کے متعلق

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے کہا: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ابو براء کے بیٹوں کو عامر بن طفیل کے خلاف ابھارتے ہوئے یہ اشعار کہے:

بَنِیْ اُمِّ الْبَنِیْنَ اَلَمْ یَرُعْکُمْ　　وَ اَنْتُمْ مِنْ ذَوَائِبِ اَهْلِ نَجْدٍ

''اے ام البنین کے بیٹو! کیا پھر بھی تمہیں اس بات کا خیال نہ آیا حالانکہ تم اہل نجد کے چوٹی کے افراد میں شامل ہو

تَهَکُّمُ عَامِرٍ بِاَبِیْ بَرَاءٍ　　لِیُخْفِرَهٗ وَ مَا خَطَأٌ کَعَمْدٍ

کہ ابو براء کے ساتھ عامر کے اس کھیلنے کا مقصد یہ تھا کہ وہ اس کے ساتھ بدعہدی کرے اور غلطی سے ہونے والا کام ارادۃً ہونے والے کام کی طرح نہیں ہوتا''۔

اَلَا اَبْلِغْ رَبِیْعَةَ ذَا الْمَسَاعِیْ　　فَمَا اَحْدَثْتَ فِی الْحَدَثَانِ بَعْدِیْ

''ارے! ربیعہ کو جو بڑا باہمت اور حوصلہ مند شخص تھا یہ خبر پہنچا دو (وہ کہے گا) تم نے میرے بعد زمانے میں کیا نئی چیز پیدا کر دی ہے''۔

مل سکی۔ لوگوں کا خیال تھا کہ فرشتوں نے آپ کو اٹھا لیا ہے یا آپ کو دفن کر دیا ہے۔

اَبُوْكَ اَبُوْ الْحُرُوْبِ اَبُوْ بَرَاءٍ وَ خَالُكَ مَاجِدٌ حَكَمُ بْنُ سَعْدٍ

"تیرا باپ ابو براء ہے جو بڑا جنگجو ہے اور تیرا ماموں حکم بن سعد ہے جو بڑا صاحب عزو شرف ہے"۔

حکم اورام البنین کا نسب

علامہ ابن ہشام نے کہا: حکم بن سعد قبیلہ قین بن جسر سے تھا اور ام البنین عمرو بن عامر بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ کی بیٹی اور ابو براء کی ماں تھی۔

ربیعہ کا عامر کو نیزہ مارنا

علامہ ابن اسحاق نے کہا: پھر ربیعہ بن عامر بن مالک نے عامر بن طفیل پر حملہ کیا اور اسے نیزہ مارا، وہ اس کی ران میں لگا اور اسے مرنے کے قریب کر دیا۔ وہ اپنے گھوڑے سے نیچے گر پڑا۔ اس نے کہا: یہ ابو براء کا حملہ ہے، اگر میں مر گیا تو میرا خون بہا میرے چچا کا حق ہوگا۔ اس کے علاوہ کسی اور کو نہیں ملے گا اور اگر بچ گیا تو جو کچھ میرے ساتھ ہوا ہے اس کے متعلق میں خود سوچوں گا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔

ابن ورقاء کا قتل اور اس پر ابن رواحہ کا مرثیہ

انس بن عباس سلمی نے جو طیمہ بن عدی بن نوفل کا ماموں ہے اور جس نے واقعہ بئر معونہ کے روز نافع بن بذیل بن ورقاء الخزاعی کو قتل کیا تھا، یہ شعر کہے:

تَرَكْتُ ابْنَ وَرْقَاءَ الْخُزَاعِيَّ ثَاوِيًا بِمُعْتَرَكٍ تَسْفِيْ عَلَيْهِ الْاَعَاصِرُ

"میں نے ابن ورقاء خزاعی کو اس میدان جنگ میں پیوند خاک کر چھوڑا جہاں بگولے بڑی

ام البنین الاربعہ

علامہ ابن اسحاق نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا یہ شعر ذکر کیا ہے:

بَنِيْ اُمِّ الْبَنِيْنَ اَلَمْ يَرُعْكُمْ وَ اَنْتُمْ فِيْ ذَوَائِبِ اَهْلِ نَجْدٍ

یہ وہی ام البنین ہے جس کا لبید نے اپنے اس شعر میں ذکر کیا ہے:

نَحْنُ بَنِيْ اُمِّ الْبَنِيْنَ الْاَرْبَعَهْ

اس کا نام لیلیٰ بنت عامر ہے جیسا کہ لوگوں نے بیان کیا ہے۔ علامہ ابن ہشام نے اس کا نسب تو ذکر کیا ہے لیکن اس کا نام ذکر نہیں کیا۔

تیزی سے اڑتے ہیں"۔

ذَكَرْتُ اَبَا الزَّبَّانِ لَمَّا رَاَيْتُهٗ وَ اَيْقَنْتُ اَنِّيْ عِنْدَ ذٰلِكَ ثَائِرُ

"جب میں نے ابن ورقاء کو دیکھا تو مجھے ابوزبان یاد آ گیا اور مجھے یقین ہو گیا کہ میں نے ابن ورقاء کو قتل کر کے انتقام لے لیا ہے۔

ابوزبان سے مراد طعیمہ بن عدی ہے۔

اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے نافع بن بدیل بن ورقاء کے مرثیہ میں یہ اشعار کہے:

رَحِمَ اللّٰهُ نَافِعَ بْنَ بُدَيْلٍ رَحْمَةَ الْمُبْتَغِيْ ثَوَابَ الْجِهَادِ

"اللہ تعالیٰ نافع بن بدیل پر ایسی رحمت نازل فرمائے جیسی جہاد کے ثواب کے طلب گار پر نازل ہوتی ہے"۔

صَابِرٌ صَادِقٌ وَفِيٌّ اِذَا مَا اَكْثَرَ الْقَوْمُ قَالَ قَوْلَ السَّدَادِ

"وہ ایک صابر، سچا، وفادار شخص تھا، جب اکثر لوگ غلط بات کرتے تھے تو اس وقت بھی وہ صحیح بات کہنے والا تھا"۔

شہدائے بئر معونہ کے مرثیہ میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار کہے جن میں آپ شہدائے بئر معونہ کا مرثیہ کہتے ہیں اور منذر بن عمرو کو ابھارتے ہیں:

عَلٰى قَتْلٰى مَعُوْنَةَ فَاسْتَهِلِّيْ بِدَمْعِ الْعَيْنِ سَحًّا غَيْرَ نَزْرِ

"شہدائے بئر معونہ پر تھوڑے نہیں بلکہ دل کھول کر اپنی آنکھوں سے آنسو بہاؤ"۔

عَلٰى خَيْلِ الرَّسُوْلِ غَدَاةَ لَاقَوْا مَنَايَاهُمْ وَ لَاقَتْهُمْ بِقَدْرِ

"(یعنی) رسول کریم ﷺ کے ان شہسواروں پر جس روز انہوں نے اپنی موتوں کا

الزبان یا الریان

علامہ ابن اسحاق نے انس بن عباس السلمی کے یہ شعر ذکر کیے ہیں:

تَرَكْتُ ابْنَ وَرْقَاءَ الْخُزَاعِيَّ ثَاوِيًا بِمُعْتَرَكٍ تَسْفِيْ عَلَيْهِ الْاَعَاصِرُ

ذَكَرْتُ اَبَا الزَّبَّانِ لَمَّا رَاَيْتُهٗ وَاَيْقَنْتُ اَنِّيْ عِنْدَ ذٰلِكَ ثَائِرُ

نسخہ میں اسی طرح آبَا الزَّبَّانِ واقع ہوا ہے اور ابراہیم بن سعد کی روایت میں یہ لفظ راء مہملہ

استقبال کیا اور تقدیر الٰہی کے مطابق موتوں نے ان کا استقبال کیا"۔

اَصَابَهُمُ الْفَنَاءُ بِعَقْدِ قَوْمٍ تُخُوِّنَ عَقْدُ حَبْلِهِمُ بِغَدْرٍ

"انہیں ایک ایسی قوم کی بدعہدی کی وجہ سے موت آئی جن (کے معاہدہ) کی رسی کی گرہ کو غداری کے ساتھ کھول دیا گیا"۔

فَيَا لَهْفِيْ لِمُنْذِرِ اِذْ تَوَلّٰى وَ اَعْنَقَ فِيْ مَنِيَّتِهٖ بِصَبْرٍ

"ہائے افسوس منذر پر کہ وہ ہم سے منہ موڑ کر رخصت ہو گئے اور نہایت صبر و تحمل کے ساتھ اپنی موت کی طرف تیزی سے بڑھ گئے"۔

وَ كَائِنْ قَدْ اُصِيْبَ غَدَاةَ ذَاكُمْ مِنَ اَبْيَضَ مَاجِدٍ مِنْ سِرِّ عَمْرٍو

"اس روز صبح کے وقت اس شخص کو قتل کیا جو خوبصورت، صاحب مجد و شرف اور عمرو کا سب سے اچھا بیٹا تھا"۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: آخری شعر مجھے ابوزید انصاری نے سنایا۔

واقعہ بئر معونہ کے متعلق حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار

اور آپ نے مجھے واقعہ بئر معونہ کے متعلق حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے یہ اشعار بھی سنائے جن میں آپ بنی جعفر بن کلاب کو عار دلاتے ہیں:

تَرَكْتُمْ جَارَكُمْ لِبَنِيْ سُلَيْمٍ مَخَافَةَ حَرْبِهِمْ عَجْزًا وَ هُوْنَا

"(اے بنی جعفر!) جنگ کے خوف سے عاجزی اور کمزوری کے باعث تم نے اپنے ہمسائے کو بنی سلیم کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا"۔

فَلَوْ حَبْلًا تَنَاوَلَ مِنْ عُقَيْلٍ لَمَدَّ بِحَبْلِهَا حَبْلًا مَتِيْنَا

"اگر وہ ہمسایہ بنی عقیل کے عہد کی رسی پکڑ لیتا تو ان کی رسی کے ساتھ ایک اور مضبوط رسی پھیلا دیتا"۔

اَوِ الْقُرَطَاءِ مَا اِنْ اَسْلَمُوْهُ وَ قِدْمًا مَا وَفَوْا اِذْ لَا تَفُوْنَا

"یا (وہ ہمسایہ) قبیلہ قرطاء کی (رسی پکڑتا) تو وہ اسے تنہا نہ چھوڑتے اور انہوں نے پہلے بھی اپنا عہد پورا کیا جبکہ تم عہد پورا نہیں کر سکتے تھے"۔

اور یاء جو واؤ سے بدل کر آئی ہے کے ساتھ آبَا الزَّيَّانِ مذکور ہے۔ دار قطنی نے بھی المؤتلف والمختلف میں اسی طرح ذکر کیا ہے جس طرح ابراہیم بن سعد کی روایت میں ہے۔

القرطاء کا نسب

علامہ ابن ہشام نے کہا القرطاء قبیلہ ہوازن کی ایک شاخ ہے اور من عقیل کی جگہ من

القرطاء

علامہ ابن ہشام نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار ذکر کیے جن میں ہے اَوِ الْقُرَطَاءِ مَا اِنْ اَسْلَمُوْہُ۔ القرطاء یہ قرط، قُرَیط اور قَرِیط کی اولاد ہیں جو کہ بنی عامر کی شاخ بنی کلاب کے کنبے ہیں۔

ایک منسوخ آیت

جب اصحاب بئر معونہ کو شہید کر دیا گیا تو ان کے بارے میں قرآن کریم کی ایک آیت نازل ہوئی پھر اسے اٹھا لیا گیا۔ وہ آیت یہ تھی:

اَبْلِغُوْا قَوْمَنَا اَنْ قَدْ لَقِیْنَا رَبَّنَا فَرَضِیَ عَنَّا وَ رَضِیْنَا عَنْہُ۔

''ہماری قوم کو یہ پیغام پہنچا دو کہ ہم نے اپنے رب سے ملاقات کی ہے، وہ ہم سے راضی ہو گیا ہے اور ہم اس سے راضی ہو گئے ہیں''۔

یہ آیت صحیح روایت سے ثابت تو ہے لیکن اس میں اعجاز قرآنی کی رونق موجود نہیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہ آیت ان مذکورہ الفاظ میں نازل تو نہیں ہوئی لیکن نظم قرآن کی طرح کسی نظم معجز میں نازل ہوئی۔

اگر یہ کہا جائے کہ یہ خبر ہے اور خبر میں نسخ داخل نہیں ہوتا تو ہم کہیں گے کہ اس آیت کی خبر منسوخ نہیں ہوئی بلکہ اس کا صرف حکم منسوخ ہوا ہے کیونکہ قرآن کریم کا حکم یہ ہے کہ اسے نماز میں تلاوت کیا جائے، باوضو شخص کے سوا اسے کوئی نہ چھوئے، اسے دفتین کے درمیان لکھا جائے اور اس کی تعلیم فرائض کفایہ میں سے ہو۔ پس یہ تمام احکام اس آیت سے منسوخ کر دیے گئے ہیں اور اٹھا لئے گئے ہیں۔ پس ہر وہ آیت جو منسوخ ہو اور اس سے یہ احکام اٹھا لیے جائیں تو اگرچہ وہ محفوظ رہے لیکن منسوخ ہوتی ہے۔ پھر اگر وہ کسی حکم پر مشتمل ہو تو وہ حکم معمول کے طور پر باقی رہتا ہے۔ اس چیز کا معتزلہ نے انکار کیا ہے، اور اگر وہ کسی خبر پر مشتمل ہو تو وہ خبر مصدق بہ کے طور پر باقی رہتی ہے، لیکن اس سے تلاوت کے احکام منسوخ ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ یہ آیت نازل ہوئی: لَوْ اَنَّ لِابْنِ اٰدَمَ وَادِیَیْنِ مِنْ ذَھَبٍ لَابْتَغٰی لَھُمَا ثَالِثًا وَلَا یَمْلَأُ جَوْفَ ابْنِ اٰدَمَ اِلَّا التُّرَابُ وَیَتُوْبُ اللّٰہُ عَلٰی مَنْ تَابَ۔

(اگر ابن آدم کے لئے سونے کی دو وادیاں بھی ہوتیں تو وہ ان کے ساتھ تیسری کی بھی ضرور

نفیل بھی مروی ہے۔ یہی صحیح ہے کیونکہ القرطا نفیل کے زیادہ قریب ہیں۔

خواہش کرتا اور ابن آدم کے پیٹ کو مٹی کے سوا کوئی چیز نہیں بھر سکتی اور اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والے کی توبہ قبول فرماتا ہے)۔ یہ آیت یوں بھی مروی ہے لَا يَمْلَأُ عَيْنَيْ ابْنِ آدَمَ وَفَمَ ابْنِ آدَمَ (ابن آدم کی آنکھوں اور ابن آدم کے منہ کو مٹی کے سوا کوئی چیز نہیں بھر سکتی)۔ یہ سب صحیح روایت سے ثابت ہے۔ اسی طرح وَادِيًا مِنْ مَالٍ بھی مروی ہے۔ یہ خبر حق ہے اور خبر تو منسوخ نہیں ہوتی لیکن اس سے اس کی تلاوت کے احکام منسوخ ہو جاتے ہیں۔ یہ آیت کریمہ یعنی "لو ان لابن آدم" سورۂ یونس میں اس آیت کریمہ کے بعد تھی: كَأَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْأَمْسِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ (یونس) (گویا کل وہ یہاں تھی ہی نہیں۔ یونہی ہم وضاحت سے بیان کرتے ہیں (اپنی قدرت کی) نشانیوں کو اس قوم کے لئے جو غور و فکر کرتی ہے)۔

ابن سلام نے اسی طرح کہا ہے۔ جہاں تک اس آیت کریمہ کا تعلق ہے جس کا حکم باقی ہے اور وہ پہلے تلاوت کی جاتی تھی اب نہیں وہ یہ ہے فَالشَّيْخُ وَالشَّيْخَةُ إِذَا زَنَيَا فَارْجُمُوْهُمَا الْبَتَّةَ نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ وَلَا تَرْغَبُوْا عَنْ آبَاءِ كُمْ فَإِنَّ ذٰلِكَ كُفْرٌ بِكُمْ۔ "بوڑھا مرد اور بوڑھی عورت جب دونوں زنا کریں تو ان دونوں کو ضرور سنگسار کرو۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عبرتناک سزا کے طور پر اور اپنے آباء کو چھوڑ نہ دو کیونکہ یہ تمہاری ناشکری ہے"۔ پس یہ ایسا حکم ہے جس کا نسخ جائز ہے جب کہ اس کی تلاوت کا حکم منسوخ ہو چکا ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ تلاوت کا حکم تو باقی ہو لیکن اس خبر کے برعکس اس کا حکم منسوخ ہو جیسا کہ پہلے مذکور رہا۔

۴ھ میں بنی نضیر کی جلاوطنی کا حکم

بنی نضیر رسول کریم علیہ وآلہ وسلم کے قتل کی سازش کرتے ہیں

علامہ ابن اسحاق نے کہا اس کے بعد رسول اللہ ﷺ بنی نضیر کے ہاں تشریف لے گئے تا کہ بنی عامر کے ان دو مقتولوں کی دیت کے بارے میں ان کا تعاون حاصل کریں جنہیں عمرو بن امیہ الضمری نے قتل کر دیا تھا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے بنی عامر سے معاہدہ جوار کر رکھا تھا (جس کا عمرو بن امیہ کو علم نہ تھا) جیسا کہ مجھ سے یزید بن مارون نے بیان کیا۔ اور بنی نضیر اور بنی عامر کے درمیان بھی عہد و پیمان تھا اور وہ ایک دوسرے کے حلیف تھے۔

چنانچہ جب رسول اللہ ﷺ ان دو مقتولوں کی دیت کے بارے میں تعاون حاصل کرنے کے لئے ان کے پاس تشریف لائے تو انہوں نے کہا: اے ابوالقاسم (ﷺ) ٹھیک ہے آپ جیسے چاہیں گے ہم اس مسئلہ میں آپ کی مدد کریں گے جس کے متعلق آپ نے ہم سے تعاون کا مطالبہ کیا ہے۔ پھر وہ سب ایک دوسرے سے سرگوشیاں کرنے لگے۔ انہوں نے کہا "تم اس شخص کو ایسی حالت میں پھر کبھی نہیں پاؤ گے" --- رسول اللہ ﷺ اس وقت ان کے مکانوں کی ایک دیوار کے پہلو کے ساتھ ٹیک لگا کر تشریف فرما تھے --- "کون شخص ہے جو اس مکان پر

غزوۂ بنی نضیر اور اس کے متعلق قرآن کریم کا نزول

علامہ ابن اسحاق نے اس مقام پر اس غزوہ کا ذکر کیا ہے، حالانکہ چاہیے یہ تھا کہ آپ غزوۂ بدر کے بعد اس کا ذکر کرتے کیونکہ عقیل بن خالد وغیرہ نے زہری سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: غزوۂ بنی نضیر غزوۂ بدر کے چھ ماہ بعد پیش آیا۔

کھجور کے درختوں کی کٹائی اور اس کی تاویل

علامہ ابن اسحاق نے ذکر کیا کہ جب یہود بنی نضیر نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ کیے ہوئے معاہدے کو توڑ ڈالا اور آپ ﷺ کے قتل کی سازش کی تو رسول اللہ ﷺ ان کے محلّہ کی طرف نکلے اور وہاں پڑاؤ ڈالا۔ جب یہودی قلعہ بند ہو گئے اور ان کے نخلستان جلا دیے گئے تو وہ پکار اٹھے کہ اے محمد (ﷺ) آپ تو فتنہ و فساد سے منع کرتے تھے اور اس کی مذمت کرتے تھے۔ آگے سارا واقعہ ذکر

چڑھ کر ان پر پتھر پھینک دے اور یوں اس شخص سے ہمیں نجات دلا دے؟'' ان میں سے ایک شخص عمرو بن جحاش بن کعب نے اس پر لبیک کہا اور بولا یہ خدمت میں بجالاؤں گا۔ یہ کہہ کر وہ چھت پر چڑھا تا کہ حضور پر پتھر گرا دے جیسا کہ اس نے کہا تھا۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کی جماعت کے درمیان تشریف فرما تھے، ان میں حضرات ابوبکر، عمر اور علی رضوان اللہ علیہم بھی تھے۔

اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو ان کی سازش سے آگاہ فرماتا ہے

ان لوگوں نے جو منصوبہ بنایا تھا اس کی خبر آسمان سے رسول اللہ ﷺ کو مل گئی۔ حضور ﷺ وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے اور مدینہ طیبہ واپس تشریف لے آئے۔ صحابہ کرام نے کچھ دیر نبی کریم ﷺ کی واپسی کا انتظار کیا پھر حضور ﷺ کی جستجو میں اٹھ کھڑے ہوئے۔ راستے میں مدینہ طیبہ سے آتے ہوئے ایک آدمی سے ان کی ملاقات ہوئی۔ انہوں نے اس سے آپ کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا: میں نے حضور ﷺ کو مدینہ طیبہ میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔ یہ سن کر اصحاب رسول ﷺ مدینہ طیبہ کی طرف چل دیے یہاں تک کہ آپ ﷺ کی بارگاہ میں پہنچ گئے۔ حضور ﷺ نے انہیں اصل بات سے آگاہ فرمایا کہ یہودیوں نے آپ سے غداری کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو ان کے ساتھ جنگ کی تیاری کرنے اور ان کی طرف چلنے کا حکم فرمایا۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: حضور ﷺ نے حضرت ابن ام مکتوم کو مدینہ طیبہ کا عامل مقرر کیا۔

کیا۔ اہل تاویل نے کہا ان کے اس کلام سے مسلمانوں کے دلوں میں بھی کچھ تشویش ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا (الحشر: 5) ''جو کھجور کے درخت تم نے کاٹ ڈالے یا جن کو تم نے چھوڑ دیا کہ کھڑے رہیں اپنی جڑوں پر......'' اللینۃ میں عجوہ اور برنی کے علاوہ کھجور کی دیگر اقسام داخل ہیں۔ تو اس آیت کریمہ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان کے نخلستان سے صرف وہ درخت جلائے ہیں جو لوگوں کی خوراک نہیں اور وہ لوگ عجوہ کھجور سے خوراک حاصل کرتے تھے اور حدیث شریف میں ہے اَلْعَجْوَةُ مِنَ الْجَنَّةِ ''عجوہ کھجور جنت کا درخت ہے''۔ اور اس کا پھل بہترین غذا فراہم کرتا ہے۔ برنی کھجور بھی اسی طرح ہے۔ حضرت ابو حنیفہ نے کہا: فارسی میں اس کا معنی ہے مبارک پھل کیونکہ بر کا معنی پھل ہے اور نی کا معنی عمدہ یا مبارک ہے۔ پھر اہل عرب نے اسے معرب بنا کر اپنے کلام میں داخل کر لیا۔ حدیث وفد عبد القیس

فرمایا۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: پھر سب لوگ چلے یہاں تک کہ ان کے ہاں پڑاؤ ڈالا۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: یہ واقعہ ماہِ ربیع الاول کا ہے۔ حضور ﷺ نے چھ راتیں ان کا محاصرہ کیے رکھا۔ اسی دوران شراب کی حرمت کا حکم نازل ہوا۔

بنی نضیر کا محاصرہ

علامہ ابن اسحاق نے کہا: یہودی قلعہ بند ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے نخلستان کاٹ دینے اور ان میں آگ لگانے کا حکم دیا۔ اس پر یہود پکار اٹھے کہ اے محمد (ﷺ) آپ تو زمین میں فساد برپا کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے اور جو ایسا کرتا اس کی مذمت کرتے تھے تو اب درختوں کو کاٹنے اور ان میں آگ لگانے کا معاملہ کیا ہے؟

یہودیوں کو ایک گروہ کی انگیخت پھر ان کا صلح کا ارادہ

بنی عوف بن خزرج کے ایک گروہ کو جن میں دشمن خدا عبداللہ بن ابی بن سلول، ودیعہ، مالک بن ابی توقل، سوید اور داعس شامل تھے، بنی نضیر کے پاس یہ پیغام دینے کے لئے بھیجا گیا کہ "تم جمے اور ڈٹے رہو، ہم تمہیں بے یارو مددگار نہیں چھوڑیں گے، اگر تم سے جنگ کی گئی تو ہم تمہارے شانہ بشانہ جنگ کریں گے اور اگر تمہیں یہاں سے نکالا گیا تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکل جائیں گے۔ چنانچہ یہودیوں نے ان کی نصرت کا انتظار کیا لیکن انہوں نے کوئی مدد نہ کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ آپ ہمیں جلاوطن کر دیں لیکن ہمارے خون نہ بہائیں۔ شرط یہ ہو کہ وہ اسلحہ کے بغیر جتنا سامان اونٹوں پر لاد کر لے جا سکتے ہوں لے جائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی درخواست منظور

میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے برنی کھجور کا ذکر کرتے ہوئے اہل وفد سے فرمایا اِنَّهٗ مِنْ خَيْرِ تَمْرِكُمْ وَ اِنَّهٗ دَوَاءٌ وَّ لَيْسَ بِدَاءٍ "برنی کھجور تمہاری سب سے بہترین کھجور ہے اور یہ دواء ہے بیماری نہیں"۔ اسے ان میں سے مزیدہ العصری نے روایت کیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ما قطعتم من لینۃ فرمایا۔ عموم پر رکھتے ہوئے مِنْ نَّخْلَةٍ نہیں فرمایا۔ اس میں اس بات پر تنبیہ ہے کہ دشمن کے ان درختوں کو کاٹنے کی اجازت نہیں جن سے خوراک اور غذا حاصل کی جاتی ہو جبکہ یہ امید ہو کہ وہ مسلمانوں کے قبضہ میں آ جائیں گے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ لشکروں کو ہدایت فرماتے تھے کہ کسی پھل والے درخت کو نہ کاٹنا۔ اس واقعہ سے حضرت ابو عمرو عبدالرحمٰن بن عمرو اوزاعی رحمہ اللہ نے یہ نتیجہ اخذ کیا

فرمائی۔ چنانچہ انہوں نے اتنا مال و متاع اونٹوں پر لاد لیا جتنا ان کے اونٹ اٹھا سکتے تھے، بلکہ ان کی حالت یہ تھی کہ ان میں سے کچھ آدمی اپنے گھروں کو گرا رہے تھے اور دروازوں کے کواڑ اکھیڑ کر اپنے اونٹوں کی پیٹھوں پر لاد رہے تھے اور اپنے ساتھ لے جا رہے تھے۔ وہ خیبر چلے گئے اور بعض نے شام کا راستہ اختیار کیا۔

خیبر کی طرف ہجرت کرنے والے یہودی

اشرافِ یہود میں سے جنہوں نے خیبر کا راستہ اختیار کیا ان میں سے چند یہ ہیں: سلام بن ابی حقیق، کنانہ بن ربیع بن ابی حقیق اور حیی بن اخطب۔ جب یہ لوگ وہاں پہنچے تو اہل خیبر نے ان کی اطاعت قبول کر لی۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حضرت عبداللہ بن ابی بکر نے بیان کیا کہ ان سے بیان کیا گیا ہے کہ یہودیوں نے اپنی عورتوں، بیٹوں اور اموال کو اونٹوں پر اٹھا لیا۔ ان کے ساتھ دف اور مزامیر بھی تھے اور ان کے پیچھے پیچھے ان کے غلام نغمے الاپ رہے تھے۔ ان یہودیوں میں عروہ بن ورد عبسی کی بیوی ام عمرو بھی شامل تھی جسے انہوں نے اس سے خریدا تھا۔ یہ ایک غفاری عورت تھی۔ بہر حال بنی نضیر حد درجہ غرور و تکبر سے جا رہے تھے جس کی مثال اس زمانے کے کسی قبیلے میں نہیں ملتی۔

مہاجرین کے درمیان بنی نضیر کے اموال کی تقسیم

یہودیوں نے اپنے بقیہ اموال رسول اللہ ﷺ کے لئے چھوڑ دیے۔ وہ اموال رسول اللہ ﷺ کے لئے خاص تھے، آپ انہیں جہاں چاہتے استعمال فرماتے لیکن رسول اللہ ﷺ نے انصار کو چھوڑ کر مہاجرین اولین میں تقسیم فرما دیے۔ البتہ حضرات سہیل بن حنیف اور ابو دجانہ

کہ علماء نے یا تو حدیث بنی نضیر کی تاویل کی ہے یا اسے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خصوصیت قرار دیا ہے لیکن نہ اس میں کوئی اختلاف ہے کہ سورۂ حشر بنی نضیر کے بارے میں نازل ہوئی اور نہ ان کے اموال کے بارے میں اختلاف ہے کیونکہ مسلمانوں نے کسی گھوڑے اور اونٹ کے ساتھ ان پر حملہ نہیں کیا تھا بلکہ ان کے دلوں میں تو رعب ڈال دیا گیا اور وہ اپنے گھروں سے خیبر کی طرف جلاوطن کر دیئے گئے۔ یہ سب کچھ ان سے مسلمانوں کی جنگ کے ساتھ نہیں ہوا تھا۔ اس لئے نبی کریم ﷺ نے وہ اموال مہاجرین کے درمیان تقسیم کر دیے تاکہ اس طرح انصار سے ان کا بوجھ اٹھ جائے کیونکہ انصار نے مہاجرین کو اپنے اموال اور گھروں میں حصہ دار بنایا تھا۔ البتہ حضور ﷺ نے حضرات ابو دجانہ

سماک بن خرشہ کے افلاس وفقر کا حال رسول اللہ ﷺ کو بتایا گیا تو حضور ﷺ نے انہیں بھی حصہ عطا فرمایا۔

بنی نضیر میں سے اسلام لانے والے خوش نصیب

بنی نضیر سے دو آدمیوں کے سوا کوئی بھی مشرف باسلام نہ ہوا۔ وہ دو خوش نصیب یہ ہیں: کعب بن عمرو بن جحاش کے والد حضرت یامین بن عمر اور حضرت ابو سعد بن وہب رضی اللہ عنہما۔ ان دونوں نے اپنے اموال کی شرط پر اسلام قبول کیا اور ان پر قبضہ کر لیا۔

ابن جحاش کے قتل پر یامین کو انگیخت

علامہ ابن اسحاق نے کہا مجھے آلِ یامین میں سے کسی نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت یامین سے فرمایا: کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے چچازاد بھائی کا میں نے کیسے سامنا کیا اور اس نے میرے متعلق کیسا فاسد ارادہ کیا؟ یہ بات سن کر حضرت یامین نے ایک شخص کو اجرت پر لیا تاکہ وہ اس کی خاطر عمرو بن جحاش کو قتل کر دے۔ چنانچہ لوگوں کا بیان ہے کہ اس نے اسے قتل کر دیا۔

بنی نضیر کے متعلق نازل کردہ آیات

بنی نضیر کے متعلق ساری سورۂ حشر نازل ہوئی جس میں اس انتقام کا ذکر ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان سے لیا اور اس بات کا ذکر ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنے پیارے رسول ﷺ کو تسلط عطا فرمایا اور جو آپ نے ان کے ساتھ سلوک کیا اس کا ذکر ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اور سہل بن حنیف کو ان کی محتاجی کی بناء پر حصہ عطا فرمایا۔ اور علامہ ابن اسحاق کے علاوہ ایک اور راوی نے کہا ہے کہ حضور ﷺ نے تین انصاریوں کو حصہ عطا فرمایا اور ان میں حضرت حارث بن صمہ کا نام بھی ذکر کیا۔

سورۂ حشر کی ابتدائی آیات

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ (الحشر:2) یعنی یہودی اپنے گھروں کو اندر سے خود برباد کر رہے تھے اور باہر سے مسلمان۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ بِاَيْدِيْهِمْ کا معنی ہے کہ اپنے ہاتھوں سے کیے ہوئے کرتوتوں کے باعث مثلاً بدعہدی۔ اور ایدی المؤمنین کا معنی ہے مومنین کے جہاد کے ساتھ۔

هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ؕ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا وَ ظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا ۗ وَ قَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَ اَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۗ فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ ۝ (الحشر)

"وہی تو ہے جو باہر نکال لایا اہل کتاب کے کافروں کو ان کے گھروں سے پہلی جلا وطنی کے وقت تم نے کبھی یہ خیال بھی نہ کیا تھا کہ وہ نکل جائیں گے اور وہ بھی گمان کرتے تھے کہ انہیں ان کے قلعے بچالیں گے اللہ (کے قہر) سے۔ پس آیا ان پر اللہ (کا قہر) اس جگہ سے جس کا انہیں خیال بھی نہ آیا تھا اور اللہ نے ڈال دیا ان کے دلوں میں رعب۔ چنانچہ وہ برباد کر رہے ہیں اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں سے اور اہل ایمان کے ہاتھوں سے۔ یہ اس لیے فرمایا کہ انہوں نے اپنے دروازوں کے کواڑ نکالنے کے لئے اپنے گھروں کو گرا دیا تا کہ انہیں اپنے ساتھ اٹھا کر لے جائیں) پس عبرت حاصل کرو اے دیدۂ بینا رکھنے والو!"

وَلَوْلَآ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَآءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا ؕ وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ ۝ (الحشر)

"اور اگر نہ لکھ دی ہوتی اللہ نے ان کے حق میں جلا وطنی (اور یہ ان سے اللہ تعالیٰ کا انتقام تھا) تو انہیں عذاب دے دیتا اس دنیا میں (یعنی شمشیر زنی کے ساتھ) اور ان کے لئے آخرت میں تو آگ کا عذاب ہے ہی (اس دنیاوی عذاب کے ساتھ)"۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: لاول الحشر (پہلی جلا وطنی کے وقت) حضرت موسیٰ بن عقبہ نے روایت کیا کہ یہودیوں نے حضور ﷺ سے پوچھا: اِلٰی اَیْنَ تُخْرِجُ یَا مُحَمَّدُ "اے محمد (ﷺ) آپ ہمیں کدھر نکال رہے ہیں"۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اِلَی الْحَشْرِ یعنی ارض محشر کی طرف اور یہ ملک شام ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہودیوں کو وہاں اس حد تک تسلط حاصل تھا کہ اس سے پہلے وہ جلا وطنی کی مصیبت سے دوچار نہ ہوئے۔ اسی سے فرمایا: لِاَوَّلِ الْحَشْرِ اور الحشر کا معنی یہاں جلا وطنی ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ حشر ثانی یہ اس آگ کا ظہور ہے جو قعر عدن سے نکلے گی اور تمام لوگوں کو ایک میدان میں جمع کر دے گی۔ وہ ان کے ساتھ وہاں رات گزارے گی جہاں وہ رات گزاریں گے اور ان کے ساتھ وہاں دوپہر گزارے گی جہاں وہ قیلولہ کریں گے اور ان میں سے جو شخص پیچھے رہ جائے گا اسے کھا جائے گی۔ یہ آیت کریمہ ان تمام اقوال کو بھی اور ان کے علاوہ دیگر اقوال کو بھی شامل ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا

مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ۝ (الحشر)

"جو کھجور کے درخت تم نے کاٹ ڈالے یا جن کو تم نے چھوڑ دیا کہ کھڑے رہیں اپنی جڑوں پر (اللینہ عجوہ کھجور کے علاوہ دیگر کھجور کے درختوں کو کہا جاتا ہے) تو یہ (دونوں باتیں) اللہ کے اذن سے تھیں (یعنی یہ درخت اللہ کے حکم سے کاٹے گئے، یہ فساد فی الارض نہیں تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انتقام تھا) تاکہ وہ رسوا کرے فاسقوں کو"۔

بعض مشکل الفاظ کی تشریح از ابن ہشام

علامہ ابن ہشام نے کہا: اَللِّيْنَةَ اَلْاَلْوَان سے ہے۔ اور یہ کھجور کے ان درختوں کو کہا جاتا ہے جو نہ تو عجوہ ہوں اور نہ برنیہ۔ یہ ہمیں ابو عبیدہ نے بتایا ہے۔ ذوالرمہ نے کہا:

كَاَنَّ قُتُوْدِيْ فَوْقَهَا عُشُّ طَائِرٍ عَلٰى لِيْنَةٍ سَوْقَاءَ تَهْفُوْ جُنُوْبُهَا

"میرے کجاووں کے اوپر گویا ایک پرندے کا گھونسلہ ہے جو لمبے تنے والے کھجور کے درخت پر اپنے پر پھڑ پھڑا رہا ہے۔ یہ شعر اس کے ایک قصیدہ میں ہے"۔

وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۝ (الحشر)

"اور جو مال پلٹا دیے اللہ نے اپنے رسول کی طرف ان سے لے کر (علامہ ابن اسحاق نے کہا یعنی بنی نضیر سے لے کر) تو نہ تم نے اس پر گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ بلکہ اللہ تعالیٰ تسلط بخشتا ہے اپنے رسولوں کو جس پر چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے (یعنی ہر چیز اسی کے لئے خاص ہے)"۔

ارشاد لاول الحشر اس بات کا اعلان کر رہا ہے کہ کوئی دوسرا حشر بھی ہوگا۔ تو یہ پہلا حشر اور جلاوطنی خیبر کی طرف تھی۔ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں خیبر سے تیماء اور اریحاء کی طرف جلاوطن کر دیا۔ یہ اس وقت ہوا جب آپ کو نبی کریم ﷺ سے اس حدیث کا ثبوت مل گیا کہ حضور ﷺ نے فرمایا: لَا يَبْقَيَنَّ دِيْنَانِ بِاَرْضِ الْعَرَبِ "سرزمین عرب میں دو دین ہرگز باقی نہیں رہیں گے"۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا (الحشر: 2) (پس آیا ان پر اللہ (کا قہر) اس جگہ سے جس کا انہیں خیال بھی نہ آیا تھا)۔ کہا جاتا ہے کہ آیت کا یہ حصہ کعب بن اشرف کے قتل کے بارے میں نازل ہوا۔

بعض مشکل الفاظ کی تشریح از ابن ہشام

علامہ ابن ہشام نے کہا: اَوْجَفْتُمْ کا معنی ہے تم نے حرکت کی اور چلنے میں اپنے آپ کو تھکا دیا۔ بنی عامر بن صعصعہ کے ایک شاعر تمیم بن ابی بن مقبل نے کہا:

مَذَا وِيْدُ بِالْبِيْضِ الْحَدِيْثِ صِقَالُهَا عَنِ الرَّكْبِ اَحْيَانًا اِذَا الرَّكْبُ اَوْجَفُوْا

"وہ لوگ نئی نئی صیقل کی ہوئی چمکدار تلواروں کے ساتھ اپنی قوم کا قافلوں سے اس وقت دفاع کرتے ہیں جب قافلے بڑی سرعت سے دوڑ کران پر حملہ آور ہوتے ہیں"۔

یہ شعر اس کے ایک قصیدہ میں ہے اور یہ چال الوجیف (اضطراب کے ساتھ تیز دوڑنا) ہے۔ ابوزید طائی نے جس کا نام حرملہ بن منذر ہے، کہا:

مُسْنَفَاتٌ كَاَنَّهُنَّ قَنَا الْهِنْدِ لِطُوْلِ الْوَجِيْفِ جَذْبَ الْمَرُوْدِ

"وہ اونٹنیاں تنگوں کے ساتھ باندھی ہوئی ہیں، بے آب و گیاہ چراگاہ میں تیز رفتاری سے لمبی مسافت طے کرنے کی وجہ سے ان کی حالت ہندوستانی نیزوں کی طرح ہوگئی ہے"۔

یہ شعر اس کے ایک قصیدہ میں ہے۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: اَلسِّنَافُ کا معنی تنگ ہے جس کے ساتھ جانور کا پالان باندھا جاتا ہے اور الوجیف کا معنی دل اور جگر کی دھڑکن بھی ہے۔ قیس بن خطیم ظفری نے کہا:

اِنَّا وَ اِنْ قَدَّمُوا الَّتِىْ عَلِمُوْا اَكْبَادُنَا مِنْ وَرَائِهِمْ تَجِفُ

"اگرچہ انہوں نے اپنی جانی پہچانی عورت کو پہلے بھیج دیا لیکن ان کے پیچھے ہمارے جگر دھڑک رہے ہیں"۔

یہ شعر اس کے ایک قصیدہ میں ہے۔

مَاۤ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ وَ لِذِى الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ كَىْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ؕ وَ مَاۤ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے مَاۤ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى (الحشر) (جو مال پلٹا دیا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی طرف ان گاؤں کے رہنے والوں سے)۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا اہل قریٰ سے مراد بنی قریظہ ہیں اور اہل تاویل کا موقف ہے کہ یہ آیت کریمہ مسلمانوں کے فتح کردہ تمام گاؤں کو شامل ہے۔ اگرچہ ان کا حکم مختلف ہے۔ تو ایک قوم کی رائے

فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ (الحشر)

''جو مال پلٹا دیا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی طرف ان گاؤں کے رہنے والوں سے تو وہ اللہ کا ہے، اس کے رسول کا ہے (علامہ ابن اسحاق نے کہا: یعنی وہ مال جس پر مسلمانوں نے گھوڑے اور اونٹ دوڑائے اور جو جنگ کے ذریعے زبردستی حاصل کیا گیا وہ اللہ کا ہے، اس کے رسول کا ہے) اور رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہے تاکہ وہ مال گردش نہ کرتا رہے تمہارے دولت مندوں کے درمیان اور رسول (کریم ﷺ) جو تمہیں عطا فرمادیں وہ لے لو اور جس سے تمہیں روکیں تو رک جاؤ''۔

آپ فرماتے ہیں: یہ اس مال کی دوسری قسم ہے جو جنگ کے ذریعے حاصل کیا جائے کہ اسے مسلمانوں کے درمیان اس طریقہ کے مطابق تقسیم کر دیا جائے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے مقرر فرمایا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا ۙ وَّاِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ ...... الی قولہ: كَمَثَلِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيْبًا ذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ (الحشر)

''کیا آپ نے منافقوں کی طرف نہیں دیکھا (یعنی عبداللہ بن ابی، اس کے ساتھی اور جوان کی مثل ہو) جو کہتے ہیں اپنے بھائیوں سے جنہوں نے کفر کیا اہل کتاب میں سے (یعنی بنی نضیر میں سے)......... یہ ان لوگوں کی مانند ہیں جو ان سے پہلے ابھی ابھی اپنے کرتوتوں کا مزہ چکھ رہے ہیں اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے''۔

اس سے مراد بنی قینقاع ہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ ۚ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ

یہ ہے کہ ان اموال کی تقسیم اس طرح ہے جس طرح اموالِ غنیمت تقسیم کیے جاتے ہیں اور بعض کی رائے یہ ہے کہ امام کو اختیار ہے کہ وہ ان اموال کو موقوف رکھے۔ اس مسئلہ کا بیان ان شاء اللہ غزوۂ خیبر میں آئے گا۔

رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٦﴾ فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَآ اَنَّهُمَا فِي النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ جَزٰۗؤُا الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٧﴾
(الحشر)

"منافقین اور یہود کی مثال شیطان کی سی ہے جو (پہلے) انسان کو کہتا ہے انکار کر دے اور جب وہ انکار کر دیتا ہے تو شیطان کہتا ہے میرا تجھ سے کوئی واسطہ نہیں۔ میں تو ڈرتا ہوں اللہ سے جو رب العالمین ہے۔ پھر ان دونوں (شیطان اور اس کے چیلے) کا انجام یہ ہوگا کہ دونوں آگ میں ڈالے جائیں گے اس میں ہمیشہ (جلتے) رہیں گے اور یہی ظالموں کی سزا ہے"۔

بنی نضیر کے متعلق کہے گئے اشعار

جو اشعار بنی نضیر کے متعلق کہے گئے ان میں سے ایک ابن لقیم العیثمی کے اشعار ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ اشعار قیس بن بحر بن طریف نے کہے۔ علامہ ابن ہشام نے کہا یہ قیس بن بحر اشجعی ہے۔ اس نے کہا:

اَهْلِيْ فِدَاءٌ لِامْرِئٍ غَيْرِ هَالِكٍ ۔۔۔ اَحَلَّ الْيَهُوْدَ بِالْحَسِيِّ الْمُزَنَّمِ

"میرے اہل و عیال اس غیر فانی ہستی پر قربان ہوں جس نے یہود کو قلیل پانی والی دلدلی زمین میں اترنے پر مجبور کر دیا"۔

يَقِيْلُوْنَ فِيْ جَمْرِ الْغَضَاةِ وَ بُدِّلُوْا ۔۔۔ اُهَيْضِبَ عُوْدٰى بِالْوَدِيِّ الْمُكَمَّمِ

"یہ یہودی اب شجر غضاۃ (جس سے آگ نکلتی ہے) کے انگاروں پر قیلولہ کرتے ہیں اور انہیں خوشے نکالنے والے چھوٹے چھوٹے کھجور کے درختوں کے بدلے مقام عودی کی بلند جگہ دے دی گئی ہے"۔

فَاِنْ يَّكُ ظَنِّيْ صَادِقًا بِمُحَمَّدٍ ۔۔۔ تَرَوْا خَيْلَهٗ بَيْنَ الصَّلَا وَيَرَمْرَمِ

"پس اگر محمد (رسول اللہ ﷺ) کے متعلق میرا خیال صحیح ہے (جو یقیناً صحیح ہے) تو (ایک

علامہ ابن اسحاق نے یہود کی جلاوطنی کے متعلق عبسی کے اشعار کا ذکر کیا جن میں اس نے کہا:

اَحَلَّ الْيَهُوْدَ بِالْحَسِيِّ الْمُزَنَّمِ

اس سے مراد یہ ہے کہ اس نے یہودیوں کو غریب الدیار بنا دیا اور انہیں ایسے لوگوں میں اتار دیا جو ان کے اہل قبیلہ نہیں اور اَلزَّنِيْم اور اَلْمُزَنَّم ایسے شخص کو کہتے ہیں جو کسی قوم میں رہتا ہو لیکن ان کی نسل سے نہ ہو، الحسی کا معنی ہے دور کیا ہوا اور دھتکارا ہوا یعنی ان کو ایک دھتکارے ہوئے بد اصل شخص

دن) تم آپ کے گھوڑوں کو صلا اور یرمرم کے درمیان (دوڑتے ہوئے) دیکھ لو گے"۔

يَوْمٌ بِهَا عَمْرُو بْنُ بُهْثَةَ إِنَّهُمْ عَدُوٌّ وَ مَا حَيٌّ صَدِيقٌ كَمُجْرِمِ

"جن گھوڑوں کے ذریعے عمرو بن بہثہ (کے خاندان) کو (جلاوطن کرنے) کا قصد کریں گے، یہ دراصل بڑے دشمن ہیں اور دوست قبیلہ مجرم کی طرح نہیں ہو سکتا"۔

عَلَيْهِنَّ أَبْطَالٌ مَسَاعِيرُ فِي الْوَغَى يَهُزُّوْنَ أَطْرَافَ الْوَشِيْجِ الْمُقَوَّمِ

"ان گھوڑوں پر میدانِ جنگ میں آگ لگا دینے والے بڑے بڑے بہادر سوار ہوں گے جو سیدھے کیے ہوئے نیزوں کی نوکیں لہرا رہے ہوں گے"۔

وَ كُلُّ رَقِيْقِ الشَّفْرَتَيْنِ مُهَنَّدٍ تُوُوْرِثْنَ مِنْ أَزْمَانِ عَادٍ وَ جُرْهُمِ

"اور ان باریک دو دھاری ہندی تلواروں کو (لہرا رہے ہوں گے) جو انہیں عاد اور جرہم کے زمانے سے وراثت میں ملی ہیں"۔

فَمَنْ مُبْلِغٌ عَنِّيْ قُرَيْشًا رِسَالَةً فَهَلْ بَعْدَهُمْ فِي الْمَجْدِ مِنْ مُتَكَرَّمِ

"پس میری طرف سے کون قریش کو یہ پیغام پہنچانے والا ہے، کیا ان کے بعد بھی کوئی مجد و شرف والا ہے"۔

بِأَنَّ أَخَاكُمْ فَاعْلَمُنَّ مُحَمَّدًا تَلِيْدُ النَّدٰى بَيْنَ الْحَجُوْنِ وَ زَمْزَمِ

"(یہ پیغام) قریش کو اچھی طرح بتاؤ کہ ان کے بھائی (سیدنا) محمد (مصطفیٰ ﷺ) حجون اور زمزم کے درمیان مجد و شرف کی ایک اعلیٰ مثال ہیں"۔

فَدِيْنُوْا لَهٗ بِالْحَقِّ تَجْسُمْ أُمُوْرُكُمْ وَ تَسْمُوْا مِنَ الدُّنْيَا إِلٰى كُلِّ مُعْظَمِ

کے قائم مقام بنا دیا۔ دھتکارے ہوئے ذلیل شخص کو حسی اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ کھانے کا نشانہ ہوتا ہے۔ اور اَلْحَسِیُّ اور اَلْحَسُوُّ اس کھانے کو کہتے ہیں جسے گھونٹ گھونٹ کر کے پیا جائے۔ یعنی جو کھانے والے پر گراں نہ ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اَلْحَسِیُّ سے مراد بکریوں میں سے اَلْغَذِیُّ ہو اور یہ بکری کا وہ چھوٹا کمزور بچہ ہے جو چرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو۔ کہا جاتا ہے: بُدِّلُوْا بِالْمَالِ الدَّثْرِ وَالْاِبِلِ الْكُوْمِ رُذَالَ الْمَالِ وَ غِذَاءَ الْغَنَمِ۔ "انہیں عمدہ مال اور بلند کوہان والے اونٹوں کے بجائے گھٹیا مال اور کمزور بکریاں دے دی گئیں"۔ اور اَلْمُزَنَّمُ بھی اسی سے ہے۔ اس توجیہ کا احتمال موجود ہے۔ میں نے

"اس لئے حق قبول کر کے ان کی اطاعت قبول کر لو اس سے تمہارے معاملات کو اہمیت حاصل ہو جائے گی اور تم ادنیٰ سے ہر اعلیٰ مقام کی طرف بلند ہوتے جاؤ گے"۔

نَبِیٌّ تَلَاقَتْهُ مِنَ اللّٰهِ رَحْمَةٌ وَ لَا تَسْأَلُوْهُ اَمْرَ غَيْبٍ مُرَجَّمِ

"آپ ایسے نبی ہیں جن کا اللہ تعالیٰ کی رحمت استقبال کرتی رہتی ہے اور تم لوگ آپ سے ان امور غیب کا سوال نہ کیا کرو جن سے دل مطمئن نہ ہوتا ہو"۔

فَقَدْ كَانَ فِيْ بَدْرٍ لَعَمْرِيْ عِبْرَةٌ لَكُمْ يَا قُرَيْشًا وَالْقَلِيْبِ الْمُلَمَّمِ

"اے قریش! مجھے اپنی جان کی قسم! میدانِ بدر میں اور تمہارے مقتولوں کی لاشوں کے ساتھ بھرے گئے کنویں میں تمہارے لیے بہت بڑی عبرت ہے"۔

غَدَاةَ اَتٰى فِي الْخَزْرَجِيَّةِ عَامِدًا اِلَيْكُمْ مُطِيْعًا لِلْعَظِيْمِ الْمُكَرَّمِ

"(اس غزوہ بدر میں عبرت ہے) جس روز آپ ﷺ خدائے عظیم و کبیر کے حکم کی اطاعت کرتے ہوئے خزرجی لشکر کے ساتھ تمہارے مقابلے کے ارادے سے تمہاری طرف آئے"۔

مُعَانًا بِرُوْحِ الْقُدُسِ يَنْكِيْ عَدُوَّهٗ رَسُوْلًا مِّنَ الرَّحْمٰنِ حَقًّا بِمَعْلَمِ

"درآں حالیکہ آپ کو روح القدس (جبرئیل امین) کی مدد حاصل تھی جو آپ کے دشمن کو سخت نقصان پہنچا رہے تھے اور اس مقام رفیع پر آپ خدائے رحمٰن کے سچے رسول تھے"۔

رَسُوْلًا مِّنَ الرَّحْمٰنِ يَتْلُوْ كِتَابَهٗ فَلَمَّا اَنَارَ الْحَقُّ لَمْ يَتَلَعْثَمِ

"آپ خدائے رحمٰن کے وہ رسول تھے جو کتاب الٰہی پڑھ پڑھ کر سنا رہے تھے پھر جب حق کا نور پھیلا تو ذرا بھی تامل اور ہچکچاہٹ سے کام نہ لیا"۔

لفظ الْحَسِیْ کے متعلق لغت میں بہت تلاش اور چھان بین کی ہے لیکن مجھے کوئی نص شافی نہیں ملی۔ صرف ابو علی کا یہ قول ملا ہے کہ اَلْحَسِیَّةُ اور اَلْحَسِیُّ وہ کھانا ہے جو گھونٹ گھونٹ کر کے پیا جائے۔ البتہ جب ہمیں اَلْغَذِیُّ کے بارے میں یہ بات مل گئی ہے کہ یہ غِذَاءُ الْغَنَمِ کا واحد ہے تو اَلْحَسِیُّ جو اس کا ہم معنی ہے، اس کے بارے میں کہا جائے گا یہ غیر ممتنع ہے۔ واللہ اعلم۔ اور اَلْمُزَنَّمُ اونٹوں کے بچوں کو بھی کہتے ہیں۔ اس پورے قصیدہ میں کوئی ایسا لفظ اور جملہ نہیں جو دشوار اور مبہم ہو۔

اَرٰى اَمْرَهٗ يَزْدَادُ فِىْ كُلِّ مَوْطِنٍ عُلُوًّا لِاَمْرٍ حَمَّهُ اللّٰهُ مُحْكَمِ

''میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ کا کام ہر جگہ بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے کیونکہ اس امر مستحکم کو اللہ تعالیٰ نے مقدر فرمایا ہے''۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: عمرو بن بہثہ کا تعلق بنی غطفان سے ہے اور یہ شعر بالحسی المزنم غیر ابن اسحاق سے مروی ہے۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے مندرجہ ذیل اشعار کہے جن میں آپ بنی نضیر کی جلا وطنی اور کعب بن اشرف کے قتل کا ذکر کرتے ہیں۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: یہ اشعار حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی اور مسلمان نے کہے۔ مجھے یہ بات بعض علمائے شعر نے بتائی اور میں نے ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں دیکھا جو ان اشعار کی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف نسبت کی معرفت رکھتا ہو:

عَرَفْتُ وَ مَنْ يَّعْتَدِلُ يَعْرِفِ وَ اَيْقَنْتُ حَقًّا وَّ لَمْ اَصْدِفِ

''میں نے (حق کو) پہچان لیا اور جو شخص اعتدال پسند ہوگا وہ اسے پہچان لے گا اور مجھے حق کا یقین کامل ہو گیا اور میں نے اعراض نہ کیا''۔

دو کاہن

جن دو کاہنوں کا ذکر کیا گیا ہے وہ قریظہ اور نضیر ہیں۔ حدیث شریف میں ہے: يَخْرُجُ فِى الْكَاهِنَيْنِ رَجُلٌ يَّدْرُسُ الْقُرْاٰنَ دَرْسًا لَمْ يَدْرُسْهُ اَحَدٌ قَبْلَهٗ وَ لَا يَدْرُسُهٗ اَحَدٌ بَعْدَهٗ۔ ''دو کاہنوں سے ایک ایسا آدمی نکلے گا جو ایسا قرآنِ کریم سیکھے گا کہ اس جیسا نہ کسی نے پہلے سیکھا ہوگا اور نہ اس کے بعد کوئی سیکھے گا''۔ لوگوں کا خیال تھا کہ وہ محمد بن کعب قرظی ہے اور وہ محمد بن کعب بن عطیہ ہے۔ اس کے دادا عطیہ کی خبر بنی قریظہ کے ذکر میں آئے گی اور کاہن لغت میں کاہل کے معنی میں ہے اور کاہل وہ شخص ہوتا ہے جو اپنے اہل و عیال کی حاجت پوری کرنے کا ذمہ دار ہو، جب وہ ان کی ذمہ داری اٹھا لے۔ کہا جاتا ہے هُوَ كَاهِنُ اَبِيْهِ وَ كَاهِلُهٗ۔ یعنی وہ اپنے باپ کا جانشین ہے۔ یہ ہروی کا قول ہے، چنانچہ اس بات کا احتمال موجود ہے کہ ان دونوں کو اس بناء پر کاہنین کہا گیا ہو۔

عَنِ الْكَلِمِ الْمُحْكَمِ اللَّاءِ مِنْ لَدَى اللّٰهِ ذِی الرَّاْفَةِ الْاَرْاَفِ

"ان محکم کلمات سے جو اللہ تعالیٰ کی جناب سے نازل ہوئے جو سب سے بڑھ کر رحمت فرمانے والا ہے"۔

رَسَائِلَ تُدْرَسُ فِی الْمُؤْمِنِیْنَ بِهِنَّ اصْطَفٰى اَحْمَدَ الْمُصْطَفٰى

"(وہ محکم کلمات) ایسے رسائل ہیں جو مسلمانوں میں پڑھے اور سیکھے جاتے ہیں، ان کے ساتھ چننے والے خدا نے احمد ﷺ کو چنا"۔

فَاَصْبَحَ اَحْمَدُ فِیْنَا عَزِیْزًا عَزِیْزَ الْمُقَامَةِ وَالْمَوْقِفِ

"اسی لئے احمد (مصطفیٰ ﷺ) ہمارے اندر معزز و مکرم ہو گئے یعنی مقام و مرتبے کے لحاظ سے معزز و مکرم ہو گئے"۔

فَیَا اَیُّهَا الْمُوْعِدُوْهُ سَفَاهًا وَ لَمْ یَاْتِ جَوْرًا وَّ لَمْ یَعْنُفِ

"پس اے اپنی حماقت سے آپ کو دھمکیاں دینے والو! حالانکہ آپ نے نہ ظلم کیا اور نہ کسی پر تشدد کیا"۔

اَلَسْتُمْ تَخَافُوْنَ اَدْنٰى الْعَذَابِ وَ مَا اٰمِنُ اللّٰهِ كَالْاَخْوَفِ

"کیا تم قریب ترین عذاب سے نہیں ڈرتے؟ اور اللہ تعالیٰ کا امن دیا ہوا انسان خوف زدہ کی طرح نہیں ہو سکتا"۔

خیبر کی طرف بنی نضیر کا خروج

علامہ ابن اسحاق نے خیبر کی طرف بنی نضیر کے خروج کا ذکر کیا ہے اور بیان کیا ہے کہ انہوں نے اپنی عورتوں، بچوں اور اموال کو اونٹوں پر لاد لیا۔ ان کے ساتھ دف اور مزامیر بھی تھے اور ان کے پیچھے پیچھے ان کے غلام گا رہے تھے اور ان یہودیوں میں عروہ بن ورد کی بیوی ام عمرو بھی شامل تھی جسے انہوں نے اس سے خریدا تھا۔ یہ ایک غفاری عورت تھی۔ ابن اسحاق کا کلام ختم ہوا۔ آپ سے مروی بکائی کی روایت میں آپ نے اس عورت کا نام ذکر نہیں کیا لیکن دیگر روایات میں آپ نے اس کا نام ذکر کیا ہے اور وہ نام سلمیٰ ہے۔ اصمعی نے کہا اس کا نام لیلیٰ بنت شعواء ہے اور ابو الفرج نے کہا: یہ سلمیٰ وہب کی ماں ہے اور بنی کنانہ کی ایک عورت ہے۔ اس کی شادی مزینہ میں ہوئی تھی کہ عروہ بن ورد نے اس پر غارت گری کر دی اور اسے گرفتار کر لیا۔ آگے لمبا واقعہ ہے۔ ابو الفرج کا یہ قول کہ اس عورت کا تعلق بنی کنانہ سے ہے، ابن اسحاق کے اس قول کے مخالف نہیں کہ اس کا تعلق بنی غفار سے ہے کیونکہ غفار بھی بنی کنانہ

وَ اَنْ تُصْرَعُوْا تَحْتَ اَسْيَافِهٖ كَمَصْرَعِ كَعْبٍ اَبِي الْاَشْرَفِ

''اور (کیا تم اس بات سے نہیں ڈرتے) کہ تم کعب بن اشرف کی طرح آپ کی تلواروں کے نیچے بچھاڑ دیے جاؤ''۔

غَدَاةَ رَاَى اللّٰهُ طُغْيَانَهٗ وَ اَعْرَضَ كَالْجَمَلِ الْاَجْنَفِ

''جس روز اللہ تعالیٰ نے اس (کعب بن اشرف) کی سرکشی دیکھی اور کعب نے ادھر ادھر بھاگنے والے اونٹ کی طرح اعراض کیا''۔

فَاَنْزَلَ جِبْرِيْلَ فِيْ قَتْلِهٖ بِوَحْيٍ اِلٰى عَبْدِهٖ مُلْطَفِ

''تو اللہ تعالیٰ نے اس کو قتل کرنے کے سلسلے میں جبرئیل علیہ السلام کو وحی دے کر اپنے لطف و کرم فرمانے والے بندۂ خاص کی طرف نازل فرمایا''۔

فَدَسَّ الرَّسُوْلُ رَسُوْلًا لَهٗ بِاَبْيَضَ ذِيْ هَبَّةٍ مُرْهَفِ

''چنانچہ اللہ تعالیٰ کے قاصد (جبرئیل علیہ السلام) نے اس کے رسول ﷺ کو ایک چمکدار تیز کاٹنے والی لچکدار تلوار چپکے سے دے دی''۔

فَبَاتَتْ عُيُوْنٌ لَهٗ مُعْوِلَاتٌ مَتٰى يُنْعَ كَعْبٌ لَهَا تَذْرِفِ

''آخر جب کعب کی موت کا تذکرہ کیا جاتا تو اس پر با آواز بلند نوحہ کرنے والی عورتوں کی آنکھیں ساری رات خوب آنسو بہاتیں''۔

وَ قُلْنَ لِاَحْمَدَ ذَرْنَا قَلِيْلًا فَاِنَّا مِنَ النَّوْحِ لَمْ نَشْتَفِ

''اور وہ احمد (مصطفیٰ ﷺ) سے کہتیں ذرا ہمیں چھوڑ دیجئے کیونکہ نوحہ کرنے سے ہمیں

سے ہے اور وہ غفار بن ملیل بن ضمرہ بن لیث بن بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ ہے۔ اور عروہ ورد بن زید کا بیٹا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ عمرو بن ناشب بن ہدم بن عوذ بن غالب بن قطیعہ بن عبس کا بیٹا ہے۔ چنانچہ وہ عبسی عطفانی قیسی ہے کیونکہ عبس یہ بغیض بن ریث بن غطفان کا بیٹا ہے۔ اس کے متعلق عبدالملک بن مروان نے کہا: میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ مجھے عروہ بن ورد کے سوا کسی اور عرب نے جنا ہو کیونکہ اس کا قول ہے:

اَتَهْزَاُ مِنِّيْ اَنْ سَمِنْتَ وَ قَدْ تَرٰى بِجِسْمِيْ مَسَّ الْحَقِّ وَالْحَقُّ جَاهِدُ

''کیا تو میرا مذاق اڑاتا ہے کہ تو موٹا ہو گیا ہے حالانکہ تو دیکھ رہا ہے کہ میرے جسم کو حق نے مس کیا ہے اور حق ظاہر ہو کر رہتا ہے''۔

ابھی تسکین نہیں ملی"۔

فَخَلَّاهُمْ ثُمَّ قَالَ اظْعَنُوْا دُحُوْرًا عَلٰی رَغْمِ الْاَنْفِ

"تو حضور علیہ السلام انہیں چھوڑ دیتے پھر فرماتے ناک رگڑ کر اور ذلیل وخوار ہو کر یہاں سے کوچ کر جاؤ"۔

وَ اَجْلَی النَّضِيْرَ اِلٰی غُرْبَةٍ وَ كَانُوْا بِدَارِ ذَوِیْ زُخْرُفِ

"اور حضور علیہ السلام نے بنی نضیر کو جلا وطن کر دیا حالانکہ وہ اپنے گھروں میں بڑی زیب و آرائش کے مالک تھے"۔

اِلٰی اَذْرِعَاتٍ رُدَافٰی وَ هُمْ عَلٰی كُلِّ ذِیْ دَبَرٍ اَعْجَفِ

"(آپ نے انہیں) یکے بعد دیگرے مقام اذرعات (جو شام میں ہے) کی طرف (جلا وطن کر دیا)، ان کی حالت یہ تھی کہ وہ کمزور اور نحیف زخمی اونٹوں پر سوار تھے"۔

ان اشعار کا جواب سماک یہودی نے دیا اور کہا:

اِنْ تَفْخَرُوْا فَهُوَ فَخْرٌ لَكُمْ بِمَقْتَلِ كَعْبٍ اَبِی الْاَشْرَفِ

"اگر تم کعب بن اشرف کے قتل پر فخر کرو تو یہ فخر کرنا تمہارا ہی کام ہو سکتا ہے"۔

غَدَاةَ غَدَوْتُمْ عَلٰی حَتْفِهٖ وَ لَمْ يَاْتِ غَدْرًا وَ لَمْ يُخْلِفِ

"(تم نے اسے اس روز قتل کیا) جس روز تم اس کی موت کے پیاسے ہو کر صبح سویرے نکلے

اِنِّیْ امْرُؤٌ عَافِیْ اِنَائِیَ شِرْكَةٌ وَ اَنْتَ امْرُؤٌ عَافِیْ اِنَائِكَ وَاحِدُ

"بے شک میں ایسا انسان ہوں کہ میرے برتن سے ایک پورا گروہ مانگتا ہے اور تو ایسا انسان ہے کہ تیرے برتن سے صرف ایک آدمی مانگتا ہے"۔

اُقَسِّمُ جِسْمِیْ فِیْ جُسُوْمٍ كَثِيْرَةٍ وَ اَحْسُوْا قَرَاحَ الْمَاءِ وَالْمَاءُ بَارِدُ

"میں اپنے جسم کو متعدد حصوں میں تقسیم کرتا ہوں اور خالص اور ٹھنڈا پانی گھونٹ گھونٹ کر کے پیتا ہوں"۔

کہا جاتا تھا کہ جس شخص نے یہ قول کیا کہ حاتم طائی تمام عرب سے زیادہ سخی تھا اس نے عروہ بن ورد پر ظلم کیا۔ ابوالفرج نے کہا: عروہ بنی نضیر کے پاس وقتاً فوقتاً آتا رہتا تھا اور جب اسے احتیاج ہوتی تو ان سے قرض لیتا تھا اور جب کوئی چیز بطور غنیمت ملتی تو ان کے ہاں بیچ دیتا۔ بنی نضیر نے اس کے ہاں سلمٰی کو دیکھا تو اس عورت نے انہیں تعجب میں ڈال دیا۔ انہوں نے اس سے مطالبہ کیا کہ وہ اس عورت کو

اور اس نے نہ تو کوئی غداری کی اور نہ وعدہ خلافی (کہ ہم اس پر ندامت کریں)''۔

فَعَلَّ اللَّيَالِيَ وَ صَرْفَ الدُّهُوْرِ يُدِلْنَ مِنَ الْعَادِلِ الْمُنْصِفِ

''شاید کبھی راتیں اور گردش زمانہ اس عدل و انصاف کرنے والے (نبی کریم ﷺ) پر بھی حملہ آور ہو کر اس کے حالات بدل دیں''۔

بِقَتْلِ النَّضِيْرِ وَ اَحْلَافِهَا وَ عَقْرِ النَّخِيْلِ وَ لَمْ تُقْطَفِ

''بنی نضیر اور ان کے حلفاء کے قتل اور نخلستان کو کاٹنے کے جرم میں (زمانہ ان پر حملہ آور ہو) اور ان نخلستانوں کو کبھی نہیں کاٹا گیا''۔

فَاِنْ لَّا اَمُتْ نَاْتِكُمْ بِالْقَنَا وَ كُلِّ حُسَامٍ مَعًا مُرْهَفِ

''اگر میں زندہ رہا تو ہم تمہارے پاس نیزے اور ایسی تلواریں لے کر آئیں گے جو تیز ہونے کے ساتھ ساتھ خوب کاٹنے والی ہوں گی''۔

بِكَفِّ كَمِيٍّ بِهٖ يَحْتَمِيْ مَتٰى يَلْقَ قِرْنًا لَهٗ يَتْلَفِ

''وہ تلواریں (ہر) ایسے بہادر کے ہاتھ میں ہوں گی جوان کے ساتھ ہوگا، وہ اپنی بھی حفاظت کرے گا اور جب اپنے کسی حریف کا مقابلہ کرے گا تو اسے فنا کر کے رکھ دے گا''۔

مَعَ الْقَوْمِ صَخْرٌ وَ اَشْيَاعُهٗ اِذَا غَاوَرَ الْقَوْمَ لَمْ يَضْعُفِ

''اس قوم کے ساتھ صخر (ابوسفیان) اور اس کے ساتھی بھی ہوں گے جب وہ (ابوسفیان)

ان کے ہاتھ بیچ دے گا۔ اس نے انکار کیا، انہوں نے اسے شراب پلا دی اور داؤ سے کام لے کر اس سے وہ عورت خرید لی اور اس پر گواہ بنا لیے۔ اس بارے میں وہ کہتا ہے:

سَقَوْنِي الْخَمْرَ ثُمَّ تَكَنَّفُوْنِي عِدَاةَ اللّٰهِ مِنْ كَذِبٍ وَّزُوْرِ

''انہوں نے مجھے شراب پلائی پھر ان اللہ کے دشمنوں نے مجھے کذب اور جھوٹ سے گھیر لیا''۔

یہ بھی روایت ہے کہ اس عورت کی قوم نے اسے عروہ کو بطور فدیہ دیا تھا۔ عروہ کا گمان تھا کہ وہ اس کے علاوہ کسی کو اختیار نہیں کرے گی اور وہ اس سے جدا نہیں ہوگی لیکن اس نے پھر اپنی قوم کو اختیار کر لیا۔ اس پر عروہ شرمندہ ہوا۔ اس عورت سے عروہ کے چند بیٹے پیدا ہوئے۔ اس نے عروہ سے کہا بخدا! میں عربوں کی کسی ایسی عورت کو نہیں جانتی جس نے تجھ جیسے نوجوان کے ہاتھ پردہ لٹکایا ہو جو تجھ سے زیادہ نگاہیں نیچی رکھنے والا، زیادہ سخی اور زیادہ دولت مند ہو۔ بے شک تو عالی نسب، سخی، گھوڑوں کی پیٹھوں پر ہلکا، دشمن کے پہلوؤں پر بھاری اور اہل خانہ اور پڑوسیوں پر راضی ہے۔ میں اپنے گھر والوں کو تجھ پر

قوم کے ساتھ مل کر جنگ میں حصہ لیتا ہے تو کمزوری نہیں دکھاتا''۔

كَلَيْثٍ بِتَرْجٍ حَمَى غِيلَهُ اَجِئٍ غَابَةٍ هَاصِرٍ اَجْوَفِ

وہ (ابوسفیان) ترج پہاڑ کے اس شیر کی مانند ہے جو اپنی کچھار کا محافظ ہوتا ہے، بانس کی جھاڑی میں رہنے والا، اپنے شکار کو چیر پھاڑ کر رکھ دینے والا اور بڑے پیٹ والا ہوتا ہے۔

بنی نضیر کی جلاوطنی اور ابن اشرف کے قتل کے متعلق حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار

علامہ ابن اسحاق نے کہا حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار کہے جن میں آپ بنی نضیر کی جلاوطنی اور کعب بن اشرف کے قتل کا ذکر کرتے ہیں:

لَقَدْ خَزِيَتْ بِغَدْرَتِهَا الْحُبُوْرُ كَذَاكَ الدَّهْرُ ذُوْ صَرْفٍ يَدُوْرُ

''علمائے یہود اپنی غداری کے باعث ذلیل وخوار ہو گئے۔ حوادث کے ساتھ گردش کرنے والا زمانہ اسی طرح گردش کرتا ہے''۔

وَ ذٰلِكَ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِرَبٍّ عَزِيْزٍ اَمْرُهُ اَمْرٌ كَبِيْرُ

''اور یہ اس طرح ہوا کہ انہوں نے اس پروردگار کے ساتھ کفر کیا جو غالب ہے اور جس کا حکم

فضیلت دینے والی نہیں ہوں۔ اگر میں تیری چچازاد بہنوں کو یہ کہتے نہ سنتی کہ عروہ کی لونڈی نے یہ کہا۔ انہوں نے کہا عروہ کی لونڈی۔ اس لفظ کو میں اپنی موت خیال کرتی ہوں۔ قسم بخدا! میرا چہرہ کسی غطفانی عورت کے چہرے کے ساتھ کبھی جمع نہیں ہوگا اس لئے اپنے بیٹوں کو اچھی وصیت کرنا۔ پھر عروہ کے بعد اس عورت سے بنی نضیر کے ایک شخص نے شادی کر لی اور اس سے مطالبہ کیا کہ وہ اس کی قوم کی مجلس میں اس کی اسی طرح تعریف کرے جس طرح اس نے عروہ کی تعریف کی تھی۔ عورت نے کہا معاف کرنا میں وہی کچھ کہہ سکتی ہوں جس کا مجھے علم ہو لیکن اس آدمی نے اسے معاف نہ کیا۔ چنانچہ وہ مجلس میں جا کر کھڑی ہو گئی۔ وہ شخص بھی مجلس میں موجود تھا۔ اس عورت نے کہا صبح بخیر پھر کہا اس شخص نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اس کی وہی تعریف کروں جو اس کے متعلق مجھے علم ہے۔ پھر اس نے کہا بخدا! تیری چادر لپیٹ دی گئی ہے۔ تیرے پینے کا برتن خالی کر دیا گیا ہے اور تیرے سونے کا بستر اٹھا دیا گیا ہے۔ بے شک تو اس رات سیر ہو کر کھاتا ہے جس رات مہمان نوازی کی جاتی ہے اور اس رات خوب سوتا ہے جس رات دشمن کا خوف ہو۔ اس شخص سے اس کی قوم نے کہا تو اس تعریف سے بے نیاز تھا۔

بہت بڑا احکم ہے۔

وَ قَدْ اُوْتُوْا مَعًا فَهْمًا وَ عِلْمًا وَ جَاءَ هُمُ مِنَ اللّٰهِ النَّذِيْرُ

''حالانکہ انہیں علم اور فہم اکٹھے عطا کیے گئے اور ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے بروقت خبردار کر دینے والا بھی آیا''۔

نَذِيْرٌ صَادِقٌ اَدّٰى كِتَابًا وَ آيَاتٍ مُّبَيِّنَةً تُنِيْرُ

''وہ ایسا نذیر ہے جو صادق ہے اور جس نے ایک ذی شان کتاب اور ایسی کھلی اور واضح نشانیاں دیں جو روشن کر دینے والی ہیں''۔

فَقَالُوْا مَا اَتَيْتَ بِاَمْرِ صِدْقٍ وَ اَنْتَ بِمُنْكَرٍ مِّنَّا جَدِيْرُ

''لیکن ان یہودیوں نے کہا تم امر حق لے کر نہیں آئے اور تم ہماری طرف سے سلوکِ بد کے مستحق ہو''۔

فَقَالَ بَلٰى لَقَدْ اَدَّيْتُ حَقًّا يُصَدِّقُنِىْ بِهِ الْفَهِمُ الْخَبِيْرُ

''آپ نے جواب دیا تمہیں یہی روا ہے، میں نے تو اپنا حق ادا کر دیا ہے جس کے ساتھ ہر باسمجھ اور باخبر آدمی میری تصدیق کرتا رہے گا''۔

فَمَنْ يَّتْبَعْهُ يُهْدَ لِكُلِّ رُشْدٍ وَ مَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ يُجْزَ الْكَفُوْرُ

''پس جو شخص اس (حق) کی اتباع کرے گا اس کی ہر ہدایت کی طرف رہنمائی ہوگی اور جو اس کے ساتھ کفر کرے گا تو اس کافر کو اس کی سزا ملے گی''۔

اسی عورت کے بارے میں عروہ بن ورد کہتا ہے۔

اَرِقْتُ وَ صُحْبَتِىْ بِمَضِيْقِ عُمْقٍ لِبَرْقٍ فِىْ تِهَامَةَ مُسْتَطِيْرِ

''مجھے نیند نہیں آتی تھی درآں حالیکہ میری بیوی تنگ وادی میں تھی، تہامہ میں پھیلنے والی بجلی کی وجہ سے''۔

اِذَا قُلْتُ اسْتَهَلَّ عَلٰى قَدِيْدٍ يَحُوْرُ رَبَابُهٗ حَوْرَ الْكَسِيْرِ

''جب میں نے اسے کہا کہ اس مفلوک الحال شخص پر برس جس کی جماعت شکست خوردہ آدمی کی طرح متحیر ہے''۔

سَقٰى سَلْمٰى وَ اَيْنَ مَحَلُّ سَلْمٰى اِذَا حَلَّتْ مُجَاوِرَةَ السَّرِيْرِ

''تو اس نے سلمٰی کو پانی پلایا، سلمٰی کا مقام کہاں تھا جب وہ سریر کے پڑوس میں اتری''۔

فَلَمَّا اُشْرِبُوْا غَدْرًا وَ كُفْرًا وَ حَادَ بِهِمْ عَنِ الْحَقِّ النُّفُوْرُ
پس جب وہ غداری اور کفر کے ساتھ سیراب ہو گئے اور نفرت نے حق سے ان کا منہ موڑ دیا۔

اَرَى اللّٰهُ النَّبِيَّ بِرَأْيِ صِدْقٍ وَ كَانَ اللّٰهُ يَحْكُمُ لَا يَجُوْرُ
''تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی (ﷺ) کو ایک صحیح رائے سکھائی اور اللہ تعالیٰ درست فیصلہ فرماتا ہے ظلم نہیں کرتا''۔

فَاَيَّدَهٗ وَ سَلَّطَهٗ عَلَيْهِمْ وَ كَانَ نَصِيْرَهٗ نِعْمَ النَّصِيْرُ
''پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو تقویت پہنچائی اور آپ کو ان پر غلبہ عطا فرمایا اور اللہ تعالیٰ آپ کا مددگار ہے اور وہ کیا ہی اچھا مددگار ہے''۔

فَغُوْدِرَ مِنْهُمْ كَعْبٌ صَرِيْعًا فَذَلَّتْ بَعْدَ مَصْرَعِهِ النَّضِيْرُ
''نتیجتاً ان یہود میں سے کعب کو پچھاڑا ہوا چھوڑ دیا گیا پھر اس کے پچھاڑے جانے کے بعد بنی نضیر ذلیل و خوار ہو گئے''۔

عَلَى الْكَفَّيْنِ ثَمَّ وَ قَدْ عَلَتْهُ بِاَيْدِيْنَا مُشْهَرَةٌ ذُكُوْرُ
''نیام سے نکال کر بلند کی ہوئی عمدہ تلواریں وہاں ہماری ہتھیلیوں پر آئیں اور پھر ہمارے ہاتھوں کے ذریعے کعب پر چھا گئیں''۔

بِاَمْرِ مُحَمَّدٍ اِذْ دَسَّ لَيْلًا اِلٰى كَعْبٍ اَخَا كَعْبٍ يَسِيْرُ
''یہ محمد (مصطفیٰ ﷺ) کے حکم سے ہوا جب آپ نے اس رات کعب کے بھائی کو اشارہ

اِذَا حَلَّتْ بِاَرْضِ بَنِيْ عَلِيٍّ وَ اَهْلُكَ بَيْنَ اَمْرَةَ وَ كِيْرِ
''جب وہ بنی علی کے علاقے میں اتری اور تیرے اہل و عیال امرہ اور کیر کے درمیان تھے''۔

ذَكَرْتُ مَنَازِلًا مِّنْ اُمِّ وَهْبٍ مَحَلَّ الْحَيِّ اَسْفَلَ ذِي النَّقِيْرِ
''تو مجھے ام وہب کی منازل یعنی ذوالنقیر کے نیچے قبیلے کے مقام کی یاد آئی''۔

وَ آخِرُ مَعْهَدٍ مِّنْ اُمِّ وَهْبٍ مُعَرَّسُنَا فُوَيْقَ بَنِي النَّضِيْرِ
''ام وہب کے ساتھ ہمارا آخری زمانہ وہ تھا جب ہم نے بنی نضیر کے تھوڑا سا اوپر رات بسر کی''۔

وَ قَالَتْ مَا تَشَاءُ فَقُلْتُ اَلْهُوْ اِلَى الْاَصْبَاحِ آثِرَ ذِي اَثِيْرِ
''اور اس نے کہا تو کیا چاہتا ہے میں نے کہا میں صبح تک اس گھوڑے کا مشتاق ہوں جو اپنے کھروں کے بڑے بڑے نشانات چھوڑ کر اس عورت کو لے جا رہا ہے''۔

کردیا کہ وہ کعب کے پاس جائے"۔

فَمَاكَرَهُ فَأَنْزَلَهُ بِمَكْرٍ وَ مَحْمُودٌ أَخُوثِقَةٍ جَسُورُ

"پس اس نے ہوشیاری سے کام لیا اور اسے بڑی خفیہ تدبیر سے نیچے اتار لیا اور قابل اعتماد با ہمت محمود بھی اس کے ساتھ تھا"۔

فَتِلْكَ بَنُو النَّضِيرِ بِدَارِ سُوْءٍ أَبَارَهُمُ بِمَا اجْتَرَمُوا الْمُبِيرُ

"پس یہ بنی نضیر ایک برائی کے گھر میں تھے کہ انہیں ہلاک کرنے والے نے ان کے جرم کی پاداش میں ہلاک کردیا"۔

غَدَاةَ أَتَاهُمُ فِي الزَّحْفِ رَهْوًا رَسُولُ اللهِ وَهُوَ بِهِمْ بَصِيرٌ

"(اس روز ہلاک کردیا) جس روز رسول اللہ ﷺ لشکر عظیم کے ساتھ خراماں خراماں ان کے پاس تشریف لے گئے جبکہ آپ ان سے پوری طرح باخبر تھے"۔

وَ غَسَّانُ الْحُمَاةُ مُوَازِرُوهُ عَلَى الْأَعْدَاءِ وَهُوَ لَهُمْ وَزِيرُ

"اور آپ کے حامی وناصر بنی غسان دشمن کے خلاف آپ کی مدد کررہے تھے اور آپ ان کے مددگار ومعاون تھے"۔

فَقَالَ السِّلْمَ وَيْحَكُمُ فَصَدُّوا وَ حَالَفَ أَمْرَهُمْ كَذِبٌ وَ زُوْرُ

"وہاں پہنچ کر آپ نے فرمایا تمہاری خیر ہو صلح کرلو۔ لیکن وہ صلح کرنے سے رک گئے اور کذب وافتراء ان کے معاملہ کا ساتھی بن گیا"۔

فَذَاقُوا غَبَّ أَمْرِهِمُ وَ بَالًا لِكُلِّ ثَلَاثَةٍ مِنْهُمْ بَعِيرُ

"نتیجتاً انہوں نے اپنے معاملہ کے انجام میں سزا کا مزہ چکھ لیا، ان کے ہر تین آدمیوں کے

بِآنِسَةِ الْحَدِيثِ رُضَابُ فِيهَا بَعِيْدُ النَّوْمِ كَالْعِنَبِ الْعَصِيرِ

"جو شیریں بیان ہے اور جس کے منہ کا تھوک انگور کے رس کی طرح نیند دور کرنے والا ہے"۔

أَطَعْتَ الْآمِرِيْنَ بِصَرْمِ سَلْمٰى فَطَارُوا فِيْ بِلَادِ الْيَسْتَعُوْرِ

"میں نے سلمٰی کو چھوڑنے کا حکم دینے والوں کی اطاعت کی۔ وہ یستعور کے بلاد کی طرف پرواز کر گئے"۔

سَقَوْنِي الْخَمْرَ ثُمَّ تَكَنَّفُوْنِيْ عِدَاةَ اللهِ مِنْ كَذِبٍ وَّزُوْرٍ

"انہوں نے مجھے شراب پلائی پھر ان اللہ کے دشمنوں نے مجھے کذب اور جھوٹ سے گھیر لیا"۔

لئے ایک اونٹ تھا''۔

وَ اُجْلُوْا عَامِدِیْنَ لِقَیْنُقَاعٍ وَ غُوْدِرَ مِنْھُمْ نَخْلٌ وَ دُوْرٌ

''اور وہ بنی قینقاع کے ہاں جانے کا ارادہ کر کے جلا وطن ہو گئے اور اپنے نخلستان اور گھر پیچھے چھوڑ گئے''۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے جواب میں سماک کے اشعار

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار کا جواب سماک نے دیتے ہوئے کہا:

اَرِقْتُ وَ ضَافَنِیْ ھَمٌّ کَبِیْرٌ بِلَیْلٍ غَیْرُہٗ لَیْلٌ قَصِیْرٌ

''میرے پاس ایک بہت بڑا غم مہمان آیا تو میں ایک ایسی رات کو جاگتا رہا جس کے علاوہ ہر رات چھوٹی معلوم ہوتی ہے''۔

اَرَی الْاَحْبَارَ تُنْکِرُہٗ جَمِیْعًا وَ کُلُّھُمْ لَہٗ عِلْمٌ خَبِیْرٌ

''میں دیکھتا ہوں کہ تمام علمائے یہود بھی رات کی اس طوالت کا انکار کرتے ہیں حالانکہ ان میں سے ہر ایک کے پاس بڑا بصیرت افروز علم ہے''۔

وَ کَانُوْا الدَّارِسِیْنَ لِکُلِّ عِلْمٍ بِہٖ التَّوْرَاۃُ تَنْطِقُ وَالزَّبُوْرُ

''اور یہ علماء ہر اس علم کی تعلیم دینے والے ہیں جو تورات اور زبور بیان کرتی ہیں''۔

قَتَلْتُمْ سَیِّدَ الْاَحْبَارِ کَعْبًا وَ قِدْمًا کَانَ یَاْمَنُ مَنْ یُجِیْرُ

''تم نے تمام علمائے یہود کے سردار کعب کو قتل کر دیا ہے حالانکہ وہ ایسا شخص تھا کہ جسے بھی پناہ دیتا وہ بے خوف ہو جاتا''۔

تَدَلّٰی نَحْوَ مَحْمُوْدٍ اَخِیْہِ وَ مَحْمُوْدٌ سَرِیْرَتُہٗ الْفُجُوْرُ

''تم اس کے بھائی محمود کا ذریعہ پکڑتے ہو حالانکہ محمود ایسا شخص ہے جس کی فطرت میں فسق و فجور ہے''۔

فَغَادَرَہٗ کَاَنَّ دَمًا نَجِیْعًا یَسِیْلُ عَلٰی مَدَارِعِہٖ عَبِیْرٌ

''پس محمود نے کعب سے غداری کی، گویا تازہ خون جو اس کے کپڑوں پر بہہ رہا ہے،

وَ قَالُوْا لَیْسَتْ بَعْدَ فِدَاءِ سَلْمٍ بِمُغْنٍ مَا لَدَیْکَ وَ لَا فَقِیْرٍ

''انہوں نے کہا سلمٰی کا فدیہ لینے کے بعد جو کچھ تیرے پاس ہے وہ نہ تجھے فائدہ دے سکتا ہے نہ نقصان''۔

زعفران کی طرح خوشبودار ہے''۔

فَقَدْ وَ اَبِيْكُمْ وَ اَبِيْ جَمِيْعًا اُصِيْبَتْ اِذَا اُصِيْبَ بِهِ النَّضِيْرُ

''تمہارے باپ اور میرے باپ دونوں کی قسم! جب کعب پر آفت آئی تو وہ پورے بنی نضیر پر آئی''۔

فَاِنْ نَسْلَمْ لَكُمْ نَتْرُكْ رِجَالًا بِكَعْبٍ · حَوْلَهُمْ طَيْرٌ تَذُوْرُ

''پس اگر ہم صحیح وسلامت رہے تو ہم کعب کے پاس ایسے (مقتول) لوگ چھوڑ دیں گے جن کے اردگرد پرندے چکر لگا رہے ہوں گے (اور انہیں نوچ رہے ہوں گے)''۔

كَاَنَّهُمْ عَتَائِرُ يَوْمَ عِيْدٍ تُذَبَّحُ وَهِيَ لَيْسَ لَهَا نَكِيْرُ

''(ان کی یہ حالت ہوگی) گویا وہ یوم عید کے ذبیحے ہیں جنہیں ایسی حالت میں ذبح کیا جائے گا کہ ان کے لئے کوئی روک ٹوک کرنے والا نہیں ہوگا''۔

بِبِيْضٍ لَّا تُلِيْقُ لَهُنَّ عَظْمًا صَوَافِي الْحَدِّ اَكْثَرُهَا ذُكُوْرُ

''ایسی چمکدار تلواروں کے ساتھ (انہیں ذبح کیا جائے گا) جو ان کی ہڈیاں بھی باقی نہ چھوڑیں گی، وہ ایسی تیز دھار تلواریں ہوں گی جن کا زیادہ تر لوہا عمدہ ہوگا''۔

كَمَا لَاقَيْتُمْ مِنْ بَاْسِ صَخْرٍ بِاُحُدٍ حَيْثُ لَيْسَ لَكُمْ نَصِيْرُ

(ہم تمہارے آدمیوں کا وہی حال کریں گے) جیسا کہ تم نے میدانِ احد میں ابوسفیان کی سختیوں کا سامنا کیا تھا جہاں تمہارا کوئی مددگار نہ تھا۔

رجالِ بنی نضیر کی تعریف میں ابن مرداس کے اشعار

بنی سلیم کے ایک شاعر عباس بن مرداس نے بنی نضیر کے جوانمردوں کی تعریف کرتے ہوئے یہ اشعار کہے:

لَوْ اَنَّ اَهْلَ الدَّارِ لَمْ يَتَصَدَّعُوْا رَاَيْتَ خِلَالَ الدَّارِ مَلْهًى وَ مَلْعَبَا

''اگر گھر والے تتر بتر نہ ہو جاتے تو تو گھر کے درمیان لہو ولعب کی جگہ دیکھتا''۔

فَاِنَّكَ عَمْرِيْ هَلْ اُرِيْكَ ظَعَائِنًا سَلَكْنَ عَلٰى رُكْنِ الشَّطَاةِ فَتَيْاَبَا

وَ لَا وَ اَبِيْكَ لَوْ كَالْيَوْمِ اَمْرِيْ وَ مَنْ لَّكَ بِالتَّدَبُّرِ فِي الْاُمُوْرِ

''ہرگز نہیں تیرے باپ کی قسم اگر آج کی طرح کا میرا معاملہ ہوتا اور کون ہے جو تیرے لئے معاملات میں غور وفکر کرے''۔

"مجھے اپنی زندگی کی قسم! بتا کیا میں تجھے وہ ہودج نشین عورتیں دکھاؤں جو شطاۃ اور تیاب کے مقامات پر چلا کرتی ہیں"۔

عَلَيْهِنَّ عَمْنٌ مِنْ ظِبَاءِ تَبَالَةٍ اَوَانِسُ يُصْبِيْنَ الْحَلِيْمَ الْمُجَرِّبَا

"ان ہودجوں کے اوپر تبالہ (یمن کا ایک مقام) کی ہرنیوں کی مانند موٹی موٹی آنکھوں والی ایسی عورتیں تھیں جو دل کو موہ لینے والی تھیں اور بردبار اور تجربہ کار آدمی کو عشق و محبت کی دعوت دیتی تھیں"۔

اِذَا جَاءَ بَاغِي الْخَيْرِ قُلْنَ فُجَاءَةً لَهٗ بِوُجُوْهٍ كَالدَّنَانِيْرِ مَرْحَبَا

"جب ان کے پاس کوئی طالب خیر آتا تو وہ دنانیر کی طرح چمکتے ہوئے چہروں کے ساتھ اسے فوراً مرحبا کہتیں"۔

وَ اَهْلًا فَلَا مَمْنُوْعَ خَيْرٍ طَلَبْتَهٗ وَ لَا اَنْتَ تَخْشٰى عِنْدَنَا اَنْ تُؤَنَّبَا

"اور خوش آمدید کہتیں پھر تو جو خیر بھی طلب کرتا اس میں رکاوٹ نہ ہوتی اور نہ ہمارے پاس تجھے اس بات کا اندیشہ ہوتا کہ تجھے کوئی ملامت کرے گا"۔

فَلَا تَحْسَبَنِّيْ كُنْتُ مَوْلٰى ابْنِ مِشْكَمٍ سَلَامٍ وَّ لَا مَوْلٰى حُيَيِّ بْنِ اَخْطَبَا

"پس تو یہ مت خیال کر کہ میں سلام بن مشکم یا حیی بن اخطب کا حلیف ہوں (بلکہ میں تو بے لاگ مدح خواں ہوں)"۔

ابن مرداس کے جواب میں خوات کے اشعار

اس کا جواب بنی عمرو بن عوف کے ایک فرد خوات بن جبیر نے دیتے ہوئے کہا:

تُبَكِّيْ عَلٰى قَتْلٰى يَهُوْدَ وَ قَدْ تَرٰى مِنَ الشَّجْوِ لَوْ تَبْكِيْ اَحَبَّ وَ اَقْرَبَا

"تو یہودیوں کے قتل پر بڑے آنسو بہاتا ہے حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ جب تو روتا ہے تو تیرے نزدیک غم سے زیادہ اپنے رونے کا اظہار زیادہ محبوب اور مقصود ہوتا ہے"۔

فَهَلَّا عَلٰى قَتْلٰى بِبَطْنِ اُرَيْنِقٍ بَكَيْتَ وَ لَمْ تُعْوِلْ مِنَ الشَّجْوِ مُسْهِبَا

"ذرا یہ تو بتا کہ تو بطن ارینق کے مقتولوں پر کیوں نہ رویا اور غم کے باعث منہ بگاڑ بگاڑ کر ان پر چلا کر کیوں نہ رویا"۔

اِذًا لَمَلَكْتُ عِصْمَةَ اُمِّ وَهْبٍ عَلٰى مَا كَانَ مِنْ حَسَكِ الصُّدُوْرِ

تو میں ام وہب کی عصمت کا مالک بن جاتا، لوگوں کے سینوں کے غضبناک ہونے کے باوجود۔

اِذَا السَّلْمُ دَارَتْ فِيْ صَدِيْقٍ رَدَدْتَهَا وَ فِي الدِّيْنِ صَدَّادًا وَّ فِي الْحَرْبِ ثَعْلَبَا

"جب ایک دوست کے بارے میں پیمانِ صلح جاری ہوا تو تو نے اسے توڑ دیا حالانکہ تو ان کے راستے میں رکاوٹیں ڈالنے والا اور جنگ میں لومڑی بن جاتا ہے"۔

عَمَدْتَ اِلٰى قَدْرٍ لِقَوْمِكَ تَبْتَغِيْ لَهُمْ شَبَهًا كَيْمَا تَعِزَّ وَ تَغْلَبَا

"تو نے اپنی قوم کے ہم مثل بننے کے لئے ان کی قدرومنزلت کا سہارا لیا تا کہ تو عزت ووقار حاصل کر سکے"۔

فَاِنَّكَ لَمَّا اَنْ كَلِفْتَ تَمَدُّحًا لِمَنْ كَانَ عَيْبًا مَدْحُهُ وَ تَكَذُّبَا

"حالانکہ جب تو ایسے لوگوں کی مدح کرنے پر فریفتہ ہوا جن کی مدح دراصل عیب اور جھوٹ ہے"

رَحَلْتَ بِاَمْرٍ كُنْتَ اَهْلًا لِمِثْلِهِ وَ لَمْ تُلْفِ فِيْهِمْ قَائِلًا لَّكَ مَرْحَبَا

تو تو نے ایسے معاملہ کا بیڑا اٹھایا جیسے معاملہ کا اہل تجھ جیسا (لغوانسان) ہی ہوسکتا تھا۔ اسی وجہ سے تو نے اپنی قوم میں ایک شخص بھی نہ پایا جو تجھے اس بات پر مرحبا کہتا"۔

فَهَلَّا اِلٰى قَوْمٍ مُلُوْكٍ مَدَحْتَهُمْ تَبَنَّوْا مِنَ الْعِزِّ الْمُؤَثَّلِ مَنْصِبًا

"پس تو نے شاہانہ شخصیتوں کی مالک قوم کی تعریف کیوں نہ کی جو دائمی عزت ووقار کی عمارت کے بانی ہیں"۔

اِلٰى مَعْشَرٍ صَارُوْا مُلُوْكًاوَ كُرِّمُوْا وَ لَمْ يُلْفَ فِيْهِمْ طَالِبُ الْعُرْفِ مُجْدِبَا

"جو بادشاہ بن گئے اور باوقار مقام حاصل کیا اور (ان کی غیرت کی وجہ سے) قحط سالی میں بھی ان کا کوئی آدمی جودوسخا کا طالب نظر نہیں آتا"۔

اُوْلٰئِكَ اَحْرٰى مِنْ يَهُوْدَ بِمِدْحَةٍ تَرَاهُمْ وَ فِيْهِمْ عِزَّةُ الْمَجْدِ تُرَتَّبَا

"یہ لوگ یہود کی بنسبت زیادہ مدح وثناء کے مستحق ہیں، تم دیکھو گے کہ ان میں مجد وشرف کا غلبہ بڑا مستحکم ہے"۔

خوات کے جواب میں ابن مرداس کے اشعار

اس کا جواب عباس بن مرداس السلمی نے دیتے ہوئے کہا:

فَيَا لِلنَّاسِ كَيْفَ غَلَبْتُ نَفْسِيْ عَلٰى شَيْءٍ وَّ يَكْرَهُهُ ضَمِيْرِيْ

"ہائے لوگو! تعجب ہے میں نے اپنے نفس کو اس چیز پر کیسے مجبور کیا حالانکہ میرا ضمیر اسے ناپسند کرتا

هَجَوْتَ صَرِيْحَ الْكَاهِنَيْنِ وَ فِيْكُمْ لَهُمْ نِعَمٌ كَانَتْ مِنَ الدَّهْرِ تُرْتَبَا

"تو نے خالص النسب کاہنین (دو یہودی قبیلوں) کی ہجو کی حالانکہ تمہارے اندر ان کے بڑے احسانات ہیں جو ہمیشہ قائم رہنے والے ہیں"۔

أُولٰئِكَ أَحْرٰى لَوْ بَكَيْتَ عَلَيْهِمُ وَ قَوْمُكَ لَوْ أَدَّوْا مِنَ الْحَقِّ مُوْجَبَا

"یہ یہود اس بات کے زیادہ حقدار تھے اگر تو ان پر روتا اور اگر تیری قوم کسی واجب الاداء حق کو ادا کرتی تو یہ یہود اس بات کے زیادہ حقدار تھے

مِنَ الشُّكْرِ إِنَّ الشُّكْرَ خَيْرٌ مَغَبَّةٍ وَ أَوْفَقُ فِعْلًا لِلَّذِيْ كَانَ أَصْوَبَا

کہ ان کا شکر ادا کیا جائے، بے شک شکر ادا کرنا بہترین عاقبت اندیشی ہے اور ایک ایسے شخص کے لئے زیادہ مناسب کام ہے جو صائب الرائے ہو"۔

فَكُنْتَ كَمَنْ أَمْسٰى يُقَطِّعُ رَأْسَهُ لِيَبْلُغَ عِزًّا كَانَ فِيْهِ مُرَكَّبَا

"لیکن تو اس شخص کی طرح ہو گیا جو اپنا سر تک کاٹنے لگا تا کہ وہ اس اقتدار تک پہنچ جائے جس کا بھوت اس پر سوار تھا"۔

فَبَكِّ بَنِيْ هَارُوْنَ وَاذْكُرْ فِعَالَهُمْ وَ قَتْلَهُمُ لِلْجُوْعِ إِذْ كُنْتَ مُجْدِبَا

"پس تو بنی ہارون (کاہنین کا خیال تھا کہ وہ آلِ ہارون ہیں) پر خوب رو اور ان کے کارنامے یاد کر اور یہ بھی یاد کر کہ جب تو بھوکا ہوتا تو وہ تیری بھوک کے لئے جانور ذبح کرتے"۔

أَخَوَّاتُ أَذْرِ الدَّمْعَ بِالدَّمْعِ وَابْكِهِمْ وَ أَعْرِضْ عَنِ الْمَكْرُوْهِ مِنْهُمْ وَ نَكِّبَا

"اے خوات! آنسوؤں کے بدلے آنسو بہا اور ان پر آہ و زاری کر اور ہر اس چیز سے اعراض اور اجتناب کر جو انہیں ناگوار ہو سکتی ہے"۔

فَإِنَّكَ لَوْ لَاقَيْتَهُمْ فِيْ دِيَارِهِمْ لَأُلْفِيْتَ عَمَّا قَدْ تَقُوْلُ مُنَكِّبَا

"تو اگر تو ان کے دیار میں جا کر ان سے ملے گا تو تو اپنے آپ کو اس بات سے کنارہ کش پائے گا جو تو اس وقت کہہ رہا ہوگا"۔

سِرَاعٌ إِلَى الْعَلْيَا كِرَامٌ لَدَى الْوَغٰى يُقَالُ لِبَاغِي الْخَيْرِ أَهْلًا وَ مَرْحَبَا

"یہ بلندیوں کی طرف تیزی سے دوڑنے والے اور جنگ کے وقت اچھا سلوک کرنے تھا"۔

شاعر کا قول ہے السریر۔ یہ بنی کنانہ کے علاقہ میں ایک جگہ کا نام ہے۔ اور شاعر کا قول ہے

والے لوگ ہیں ان کے ہاں جود و سخا کے طالب کو خوش آمدید کہا جاتا ہے"۔

ابن مرداس کے جواب میں حضرت کعب یا حضرت ابن رواحہ کے اشعار

اس کا جواب حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ یا حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے دیتے ہوئے کہا:

لَعَمْرِیْ لَقَدْ حَکَّتْ رَحَی الْحَرْبِ بَعْدَ مَا اَطَارَتْ لُؤَیًّا قَبْلُ شَرْقًا وَّ مَغْرِبَا

"مجھے اپنی زندگی کی قسم! اس کے بعد کہ جنگ نے پہلے بھی مشرق و مغرب میں قبیلہ لوی کے پرخچے اڑا دیئے۔ اب اس جنگ کی چکی نے

بَقِیَّۃَ آلِ الْکَاھِنَیْنِ وَ عِزَّھَا فَعَادَ ذَلِیْلًا بَعْدَ مَا کَانَ اَغْلَبَا

آلِ کاہنین کے بچے کھچے لوگوں کو اور ان کی عزت کو کچل کر رکھ دیا۔ پس وہ عزت خاک میں مل گئی بعد اس کے کہ وہ عزت سب پر غالب تھی"۔

فَطَاحَ سَلَامٌ وَابْنُ سَعْیَۃَ عَنْوَۃً وَقِیْدَ ذَلِیْلًا لِلْمَنَایَا ابْنُ اَخْطَبَا

"چنانچہ سلام اور ابن سعیہ قہر و ذلت سے ہلاک ہو گئے اور ابن اخطب کو نہایت ذلت کے ساتھ موت کی زنجیروں میں جکڑ دیا گیا"۔

وَ اَجْلَبَ یَبْغِی الْعِزَّ وَالذُّلَّ یَبْتَغِیْ خِلَافَ یَدَیْہِ مَا جَنٰی حِیْنَ اَجْلَبَا

"اس وقت ابن اخطب نے شور مچا کر لوگوں کو جمع کرنا چاہا تاکہ اپنی عزت برقرار رکھ سکے مگر اس کے برعکس جب وہ ایسا کر رہا تھا تو جو جرائم اس نے کیے تھے ان کے ہاتھوں وہ ذلت طلب کر رہا تھا"۔

کَتَارِکِ سَہْلِ الْاَرْضِ وَالْحَزْنُ ھَمُّہٗ وَ قَدْ کَانَ ذَا فِی النَّاسِ اَکْدٰی وَ اَصْعَبَا

"اس کی مثال اس شخص کی سی تھی جو نرم زمین کو چھوڑ رہا ہو اور اس کا ارادہ سنگلاخ زمین کی طرف ہو اور یہ چیز لوگوں میں زیادہ تکلیف دہ اور شاق ہوتی ہے"۔

وَ شَاسٌ وَّ غَزَّالٌ وَّ قَدْ صَلِیَا بِھَا وَ مَا غُیِّبَا عَنْ ذَاکَ فِیْمَنْ تَغَیَّبَا

"اور شاس اور غزال نے بھی جنگ کی اس چکی کی مشقت اٹھائی مگر وہ اس کی وجہ سے ان لوگوں کے ساتھ غائب نہیں کیے گئے جو غائب ہو گئے تھے"۔

اَلْمُسْتَعُوْر۔ یہ مدینہ طیبہ کے حرہ (سیاہ پتھروں والی زمین) کے قریب ایک جگہ کا نام ہے جہاں ببول کے بڑے بڑے کانٹے دار درخت ہیں۔ حضرت ابوحنیفہ نے کہا یستعود ایک درخت ہے جس کی

وَ عَوْفُ بْنُ سَلْمٰی وَابْنُ عَوْفٍ كِلَاهُمَا   وَ كَعْبٌ رَئِيْسُ الْقَوْمِ حَانَ وَ خُيِّبَا

''اور عوف بن سلمٰی اور ابن عوف یہ دونوں اور قوم کے سردار کعب کا بھی وقت آ گیا، محرومی کی حالت میں ہلاک ہو گئے''۔

فَبُعْدًا وَ سُحْقًا لِلنَّضِيْرِ وَ مِثْلُهَا   اِنْ اَعْقَبَ فَتْحٌ اَوْ اِنِ اللّٰهُ اَعْقَبَا

''پس بنی نضیر پر لعنت اور پھٹکار ہو۔ فتح ونصرت نے ان جیسے لوگوں کا ساتھ چھوڑ دیا یا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے فتح ونصرت چھین کر دوسرے لوگوں کو دے دی''۔

حضرت ابن ہشام نے کہا: حضرت ابوعمرو مدنی نے کہا: بنی نضیر کے بعد رسول اللہ ﷺ نے بنی مصطلق سے جنگ کی۔ ان کا واقعہ ان شاء اللہ میں اس مقام پر ذکر کروں گا جہاں حضرت ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے۔

مسواک بنائی جاتی ہے۔ یہ پہاڑ کی چوٹی پر اگتا ہے اور یستعور حوادث زمانہ کے اسماء میں سے ایک نام بھی ہے۔ اور یستعور میں یاء اصلی ہے۔ تو یہ ام عمرو کے واقعہ کی وہ وضاحت ہے جس کی طرف علامہ ابن اسحاق نے اشارہ کیا اور یہی ام وہب ہے جیسا کہ اشعار میں بار بار آیا ہے۔

۴ھ میں غزوہ ذات الرقاع

علامہ ابن اسحاق نے کہا: غزوۂ بنی نضیر کے بعد رسول اللہ ﷺ ربیع الثانی کا پورا مہینہ اور جمادی الاولیٰ کے کچھ دن مدینہ طیبہ میں اقامت پذیر رہے پھر قبیلہ غطفان کی شاخوں بنی محارث اور بنی ثعلبہ کے ساتھ جنگ کے ارادے سے نجد روانہ ہوئے اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ کا عامل مقرر فرمایا اور بقول ابن ہشام ایک روایت یہ ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو عامل مقرر فرمایا۔ علامہ ابن اسحاق نے کہا: مدینہ طیبہ سے چل کر حضور ﷺ نے مقامِ نخل میں پڑاؤ کیا۔ یہی غزوہ ذات الرقاع ہے۔

اس غزوہ کی وجہ تسمیہ

علامہ ابن ہشام نے کہا: اسے غزوۂ ذات الرقاع اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس غزوہ میں صحابہ کرام نے اپنے جھنڈوں کو پیوند لگائے تھے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ اس مقام پر ایک درخت تھا جسے ذات الرقاع کہا جاتا تھا۔

غزوۂ ذات الرقاع

علامہ ابن ہشام کے بقول اسے غزوۂ ذات الرقاع اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں صحابہ کرام نے اپنے جھنڈوں کو پیوند لگائے تھے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس مقام پر ایک درخت تھا جسے ذات الرقاع کہا جاتا تھا۔ دیگر رواۃ نے ذکر کیا ہے کہ وہاں ایک قطعہ زمین تھا جس میں سیاہ اور سفید ٹکڑے تھے۔ یوں معلوم ہوتا تھا گویا اس میں مختلف پیوند لگے ہوئے ہیں۔ چنانچہ اس وجہ سے اس جگہ کو ذات الرقاع کہا جاتا تھا۔ اور صحابہ کرام نے اس غزوہ میں اس جگہ پر پڑاؤ کیا تھا۔ ان سب اقوال میں صحیح ترین قول وہ ہے جو امام بخاری نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا ہم باری باری اس پر سوار ہوتے تھے۔ ہمارے پاؤں گھس گئے، میرے دونوں پاؤں بھی گھس گئے اور میرے ناخن گر گئے۔ چنانچہ ہم نے اپنے پاؤں پر کپڑے لپیٹ لیے۔ اس بناء پر اس غزوہ کو غزوۂ ذات الرقاع کہا گیا کیونکہ ہم کپڑوں کے ساتھ اپنے پاؤں کا احاطہ کیے ہوئے تھے۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے یہ بات بیان کی پھر اسے ناپسند کیا اور فرمایا میں اسے ذکر نہیں کروں گا۔ گویا آپ نے ناپسند فرمایا کہ اپنا کوئی عمل لوگوں پر ظاہر کریں۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا وہاں حضور ﷺ کو قبیلہ غطفان کے ایک جم غفیر سے سابقہ پڑا۔ دونوں فریق ایک دوسرے کے قریب ہو گئے لیکن ان کے درمیان جنگ کی نوبت نہ آئی، حالانکہ دونوں فریقوں کا ایک دوسرے سے خوف اس حد تک پہنچ گیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو صلوٰۃ خوف پڑھائی۔ پھر حضور ﷺ اپنے صحابہ کرام سمیت واپس تشریف لے آئے۔

صلوٰۃ خوف

علامہ ابن ہشام نے کہا: ہم سے حضرت عبدالوارث بن سعید تنوری نے جن کی کنیت ابو عبیدہ تھی، بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے حضرت یونس بن عبید نے بیان کیا، انہوں نے حضرت حسن بن ابی حسن سے، انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے صلوٰۃِ خوف کے بارے میں روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے ایک گروہ کو دو رکعتیں پڑھائیں پھر سلام پھیر دیا۔ اس دوران دوسرا گروہ دشمن کی طرف متوجہ تھا، پھر دوسرا گروہ آیا، حضور ﷺ نے انہیں آخری دو رکعتیں پڑھائیں پھر سلام پھیر دیا۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: نیز ہم سے حضرت عبدالوارث نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے حضرت ایوب نے بیان کیا، انہوں نے حضرت ابوزبیر سے، انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے ہماری دو صفیں بنائیں اور ہم سب نے حضور ﷺ کے ساتھ رکوع کیا پھر رسول اللہ ﷺ نے سجدہ کیا اور پہلی صف نے سجدہ کیا، پھر

صلوٰۃِ خوف

علامہ ابن ہشام نے صلوٰۃِ خوف کا ذکر کیا اور اسے تین سندوں سے روایت کیا۔ یہ نماز اس سے بھی زیادہ کئی طریقوں سے مروی ہے۔ میں نے اپنے شیخ حضرت ابوبکر رحمہ اللہ کو یہ فرماتے سنا۔ صلوٰۃِ خوف کے بارے میں سولہ روایات ہیں اور مصنفین نے ان میں سے صحیح ترین روایات کو بیان کیا ہے اور امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے ان میں سے چند روایات بیان کی ہیں۔ پھر ان روایات میں سے کسی ایک کی ترجیح میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ ایک گروہ کا قول یہ ہے کہ ان میں سے اس روایت پر عمل کیا جائے گا جو ظاہر قرآن کے زیادہ مشابہ ہے۔ ایک گروہ کا قول ہے کہ ان میں سے آخری روایت کی تلاش میں اجتہاد کیا جائے گا کیونکہ وہ ماقبل روایات کی ناسخ قرار پائے گی۔ ایک گروہ کا قول ہے کہ ان میں سے جو روایت سند کے اعتبار سے صحیح ترین ہے اور جس کے رواۃ اعلیٰ ترین ہیں اس کو لیا جائے گا۔ ایک فریق کا قول ہے اور یہ ہمارے شیخ کا مذہب ہے کہ خوف کے مختلف احوال کے مطابق تمام روایات کو لیا جائے

جب پہلی صف والوں نے سجدہ سے سر اٹھائے تو ان سے پیچھے والوں نے بذاتِ خود ہی سجدہ کیا، پھر پہلی صف پیچھے ہٹ گئی اور دوسری صف آگے بڑھ گئی اور پہلی کی جگہ کھڑی ہوگئی، پھر ان سب نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ رکوع کیا پھر نبی کریم ﷺ نے سجدہ کیا اور جو صف اس کے پیچھے متصل تھی اس نے بھی سجدہ کیا، پھر جب انہوں نے سجدہ سے اپنے سر اٹھائے تو پچھلی صف والوں نے بذاتِ خود سجدہ کیا۔ پھر نبی کریم ﷺ نے ان سب کو رکوع کرایا اور دونوں صفوں میں سے ہر ایک نے بذاتِ خود دو سجدے کیے۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: ہم سے حضرت عبدالوارث بن سعید تنوری نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے حضرت ایوب نے بیان کیا، انہوں نے حضرت نافع سے انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا (صلوٰۃِ خوف میں) امام کھڑا ہوتا ہے اور اس کے پیچھے ایک گروہ کھڑا ہوتا ہے اور دوسرا گروہ دوسرے کے مقابل کھڑا رہتا ہے۔ امام پہلے گروہ کو رکوع اور سجدہ کراتا ہے، پھر اس گروہ والے پیچھے ہٹ جاتے ہیں اور دشمن کے مقابل کھڑے ہو جاتے ہیں اور دوسرا گروہ آگے بڑھ جاتا ہے، اسے امام ایک رکعت رکوع و سجود کے ساتھ پڑھاتا ہے پھر ہر گروہ اگلی رکعت بذاتِ خود ادا کرتا ہے۔ اس طرح ان کی ایک ایک رکعت امام کے ساتھ ہو جاتی ہے اور ایک ایک رکعت وہ بذاتِ خود ادا کرتے ہیں۔

غورث بن حارث کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شہید کرنے کا ارادہ

علامہ ابن اسحاق نے کہا مجھ سے حضرت عمرو بن عبید نے بیان کیا، انہوں نے حضرت حسن سے، انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ بنی محارب کے غورث نامی

گا۔ جب خوف شدید ہو تو اس روایت پر عمل کیا جائے گا جس میں مشقت کم ہو اور جب خوف کی شدت انتہاء کو پہنچ جائے تو بغیر امام کے قبلہ کی طرف رخ کرتے ہوئے یا غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھیں گے۔ حضرت ابن سلام نے اسلاف کے ایک گروہ سے روایت کیا کہ صلوٰۃِ خوف اس بات کی طرف لوٹتی ہے کہ وہ چار تکبیریں ہوں اور یہ جنگ کے شور و غل میں ادا کی جاتی ہے۔ صلوٰۃ خوف کے بارے میں بقیہ گفتگو ان شاء اللہ واقعہ بنی قریظہ کے ضمن میں ہوگی اور صلوٰۃِ خوف کے جو احکام دیگر نمازوں کے احکام سے مختلف ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ اس میں کوئی سہو نہیں، نہ امام پر اور نہ مقتدی پر۔ اسے امام دارقطنی نے ایک ثابت شدہ سند کے ساتھ نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: لَا سَھْوَ فِی صَلَاۃِ الْخَوْفِ ”نمازِ خوف میں کوئی سہو نہیں“۔

ایک شخص نے اپنی قوم غطفان اور محارب سے کہا: کیا تمہاری خاطر میں محمد (ﷺ) کو قتل نہ کر دوں؟ انہوں نے کہا ضرور مگر تم انہیں کیسے قتل کرو گے؟ اس نے کہا میں اچانک بے خبری میں ان پر حملہ کر دوں گا۔ چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، حضور ﷺ تشریف فرما تھے اور آپ کی تلوار آپ کی گود میں تھی۔ وہ کہنے لگا اے محمد (ﷺ) کیا میں آپ کی یہ تلوار دیکھ سکتا ہوں؟ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں۔ بقول ابن ہشام وہ تلوار چاندی سے مزین تھی۔ چنانچہ اس نے تلوار اٹھائی، اسے نیام سے نکالا اور لہرانے لگا۔ دل ہی دل میں حضور ﷺ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا حوصلہ پست کر دیا۔ پھر اس نے پوچھا: يَا مُحَمَّدُ أَمَا تَخَافُنِي ''اے محمد (ﷺ) کیا آپ کو مجھ سے ڈر نہیں لگ رہا''۔ حضور ﷺ نے فرمایا: لَا وَ لَا أَخَافُ مِنْكَ۔ ''ہرگز نہیں میں تجھ سے قطعاً خائف نہیں''۔ اس نے پوچھا: أَمَا تَخَافُنِي وَ فِي يَدِي السَّيْفُ؟ ''کیا اب بھی آپ خوفزدہ نہیں، حالانکہ میرے ہاتھ میں تلوار ہے''۔ حضور ﷺ نے فرمایا لَا، يَمْنَعُنِي اللهُ مِنْكَ ''ہرگز نہیں، اللہ تعالیٰ مجھے تیرے شر سے بچائے گا''۔ اس پر اس نے تلوار حضور ﷺ کو واپس کر دی۔ راوی فرماتے ہیں اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْۤا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱﴾ (المائدہ)

''اے ایمان والو! یاد کرو اللہ کی نعمت جو تم پر ہوئی جب پختہ ارادہ کر لیا تھا ایک قوم نے کہ بڑھائیں تمہاری طرف اپنے ہاتھ تو اللہ نے روک دیا ان کے ہاتھوں کو تم سے اور ڈرتے رہا کرو اللہ سے اور اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ کرنا چاہیے ایمان والوں کو''۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا مجھ سے حضرت یزید بن رومان نے بیان کیا کہ یہ آیت کریمہ تو بنی نضیر کے فرد عمرو بن جحاش اور اس کے ارادۂ قتل کے بارے میں نازل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ یہ آیت کس کے بارے میں نازل ہوئی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے اونٹ کا واقعہ

علامہ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حضرت وہب بن کیسان نے بیان کیا، انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا مقام نخل میں غزوۂ ذات الرقاع

منصوب کو رفع دینا

حضرت ابن اسحاق نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا واقعہ ذکر کیا جب آپ کا اونٹ پیچھے رہ گیا۔

میں شمولیت کے لئے میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ایک کمزور اور لاغر اونٹ پر سوار ہو کر نکلا۔ جب رسول اللہ ﷺ واپس تشریف لا رہے تھے تو میرے ساتھی آگے بڑھتے گئے اور میں پیچھے رہتا گیا یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ پیچھے سے تشریف لے آئے اور فرمایا مَالَكَ يَا جَابِرُ؟ اے جابر! تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میرے اس اونٹ نے مجھے پیچھے کر دیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اسے بٹھاؤ۔ میں نے اسے بٹھایا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنا اونٹ بھی بٹھا دیا، پھر فرمایا ''اپنے ہاتھوں میں پکڑی ہوئی یہ چھڑی مجھے دو یا میرے لیے کسی درخت سے چھڑی کاٹ لاؤ''۔ میں نے حکم کی تعمیل کی۔ رسول اللہ ﷺ نے چھڑی لے کر دو تین مرتبہ میرے اونٹ کو کچوکے دیے۔ پھر فرمایا سوار ہو جاؤ، میں سوار ہو گیا۔ مجھے اس ذات کی قسم جس نے حضور ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا! اب وہی اونٹ حضور ﷺ کی اونٹنی کے ساتھ ساتھ گردن لمبی کر کے چل رہا تھا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ باتیں کرتا جا رہا تھا۔

فَنَخَسَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَخَسَاتٍ فَخَرَجَ يُوَاهِقُ نَاقَتَهُ مُوَاهَقَةً ''نبی کریم ﷺ نے اسے چند کچوکے دیے تو اب وہ حضور ﷺ کی اونٹنی کے ساتھ ساتھ گردن لمبی کر کے چل رہا تھا''۔ اَلْمُوَاهَقَةُ مسابقہ اور مجاراۃ کا ہم معنی ہے یعنی ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرنا اور ساتھ ساتھ ہونا۔ سیبویہ نے اوس بن حجر کا یہ شعر ذکر کیا ہے:

تُوَاهِقُ رِجْلَاهَا يَدَاهَا وَرَأْسُهُ لَهَا قَتَبٌ خَلْفَ الْحَقِيبَةِ رَادِفُ

''اس کی ٹانگیں اس کے ہاتھوں کے ساتھ مقابلہ کر رہی ہیں اور اس کا سر ہی اس کے لئے کجاوہ ہے جو تھیلے کے پیچھے سوار ہے''۔

يَدَاهَا اور رِجْلَاهَا دونوں کو فاعل کا رفع دیا کیونکہ مواھقہ دو افراد سے ہی متحقق ہوتا ہے۔ اس لئے ان دونوں میں سے ہر ایک معنوی طور پر فاعل ہوتا ہے۔ جیسا کہ علماء نے ایک راجز کے اس شعر میں کہا ہے:

قَدْ سَالَمَ الْحَيَّاتُ مِنْهُ الْقَدَمَا الْاُفْعُوَانَ وَالشُّجَاعَ الشَّجْعَمَا
وَذَاتَ قَرْنَيْنِ ضَمُوْزًا ضِرْزِمَا

''اس کے قدم پر افعوان اور شجاع کے زہریلے سانپوں نے مل کر ڈسا اور اس مینڈھیوں والی عورت کو بھی ڈسا جو پتلی کمر والی اور بوڑھی تھی''۔

اثنائے گفتگو حضور ﷺ نے مجھ سے پوچھا: اے جابر! کیا تم اپنا یہ اونٹ میرے ہاتھ بیچو گے؟ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ بلکہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں بطورِ ہدیہ پیش کرتا ہوں۔ فرمایا: نہیں بلکہ اسے میرے ہاتھ بیچ دو۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ پھر میرے ساتھ سودا کیجئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: میں نے اسے ایک درہم کے بدلے لے لیا، میں نے عرض کی: نہیں یا رسول اللہ ﷺ پھر تو آپ مجھ کو خسارے میں ڈال رہے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: پھر دو درہم کے بدلے۔ میں نے عرض کی: نہیں۔ آپ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ میرے لئے اس کی قیمت بڑھاتے رہے یہاں تک کہ ایک اوقیہ (سونے) تک پہنچ گئے، پھر میں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ اس پر راضی ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں۔ میں

سیبویہ نے اسی طرح تاویل کی ہے۔ شاید اس شاعر کی لغت یہ ہے کہ حالت رفعی، نصبی اور جری میں تثنیہ کو الف کے ساتھ لکھتا ہے جیسا کہ اس نے کہا:

تَزَوَّدَ مِنَّا بَيْنَ أُذْنَاهُ طَعْنَةً دَعَتْهُ إِلَى هَابِي التُّرَابِ عَقِيمُ

''اس نے اپنے دونوں کانوں کے درمیان ہم سے نیزے کا ایسا زخم کھایا کہ سخت جنگ نے اسے قبر کی مٹی کی طرف دھکیل دیا''۔

اور جیسا کہ ایک اور شاعر نے کہا:

قَدْ بَلَغَا فِي الْمَجْدِ غَايَتَاهَا

''وہ دونوں بزرگی میں اس کی دونوں انتہاؤں تک پہنچ گئے ہیں''۔

یہ بنی حارث بن کعب کی لغت ہے۔ یہ ابو عبید کا قول ہے۔ نحاس نے الکتاب المقنع میں کہا: یہ بنی خثعم، بنی طی ء اور بنی کنانہ کی چند ذیلی شاخوں کی بھی لغت ہے۔ اور یہ شعر نَوَاهِقُ رِجْلَاهَا يَدَاهَا اوس بن حجر اسدی کا ہے۔ یہ ان لوگوں میں سے نہیں ہے جن کی یہ لغت ہے۔ پھر یہ شعر اسی طریقے پر ہو گا جو سیبویہ نے کہا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے اونٹ کا سودا اور اس میں فقہی مسائل

حضرت ابن اسحاق نے اونٹ کے بارے میں نبی کریم ﷺ کی حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے ساتھ سودا بازی کا ذکر کیا ہے۔ آخر کار حضور ﷺ نے ان سے وہ اونٹ ایک اوقیہ (سونے) کے بدلے خرید لیا۔ پہلے حضور ﷺ نے ان کو ایک درہم دیا۔ انہوں نے عرض کی: نہیں یا رسول اللہ ﷺ یہ آپ مجھے خسارے میں ڈال رہے ہیں۔ اگر تو حضور ﷺ نے ان کو ایک درہم بطورِ مذاق دیا تھا تو

نے عرض کی پھر یہ آپ کا ہو گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: میں نے اسے لے لیا۔ پھر حضور ﷺ نے پوچھا: اے جابر! کیا تم نے شادی کر لی ہے؟ میں نے عرض کی: ہاں یا رسول اللہ ﷺ۔ فرمایا کسی کنواری لڑکی سے شادی کی ہے یا ثیبہ سے؟ میں نے عرض کی: نہیں بلکہ ثیبہ(1) سے۔ حضور ﷺ نے فرمایا "کیا کوئی کنواری لڑکی نہ ملی جس سے تم دل لگی کرتے اور وہ تم سے دل لگی کرتی"۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! غزوۂ احد میں میرے والد شہید ہو گئے اور اپنی

پھر تو آپ ان سے مذاق کر رہے تھے لیکن حضور ﷺ حق ہی ارشاد فرماتے ہیں اس لئے جب یہ حق اور سنجیدہ معاملہ تھا تو اس میں ایک فقہی مسئلہ یہ ہے کہ خرید و فروخت میں شدید مقابلہ کرنا مباح ہے اور نص حدیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ کسی سامان میں اتنی قیمت دینا جو اس جیسے سامان کی عام قیمت کے برابر نہ ہو، بھی جائز ہے۔ اس حدیث میں یہ بھی دلیل ہے کہ جس شخص نے کوئی سامان اتنی قیمت میں خریدا جو اس جیسے سامان کی قیمت نہ بنتی ہو اور وہ شخص عقلمند ہو اور خرید و فروخت میں مہارت رکھتا ہو اور بیع میں کوئی دھوکا بازی بھی نہ ہو تو وہ بیع نافذ ہو جائے گی اور اس میں رجوع جائز نہیں ہو گا۔ سند صحیح سے مروی ہے کہ حضور ﷺ حضرت جابر کے لئے جب بھی ایک درہم کا اضافہ کرتے تو فرماتے میں نے یہ اونٹ اتنے میں لے لیا ہے اور اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت کرے۔ گویا آپ کو ایک ایک درہم عطا کرنے میں حضور ﷺ کا ارادہ یہ تھا کہ آپ کے طلب مغفرت کی زیادہ سے زیادہ دعا مانگیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے اونٹ کے واقعہ میں ذکر کردہ ان فقہی مسائل کے علاوہ اور بھی کچھ مسائل ہیں۔ وہ یہ کہ فقہاء کے ایک گروہ نے اس واقعہ سے بیع کے ساتھ کوئی شرط رکھنے کے جواز میں حجت پکڑی ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ سے آپ نے مدینہ طیبہ تک سوار رہنے کی شرط رکھی تھی۔ اور ایک گروہ نے کہا ہے کہ بیع کے ساتھ کوئی شرط رکھنا جائز نہیں۔ اگر کوئی بیع شرط کے ساتھ واقع ہو تو شرط اور بیع دونوں باطل ہوں گی ان کی دلیل حضرت عمرو بن شعیب کی حدیث ہے، انہوں نے اپنے باپ حضرت شعیب سے، انہوں نے آپ کے دادا حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصی سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے بیع اور شرط سے اور بیع اور سلم کو جمع کرنے سے منع فرمایا۔

حضرت شعیب اپنے باپ سے نہیں بلکہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں

یہ حدیث ابوداؤد نے روایت کی ہے۔ آپ نے کہا: عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ اَبِيْهِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو۔ محدثین کے نزدیک یہ

1۔ ثیبہ اس عورت کو کہتے ہیں جو شادی کے بعد بیوہ ہو گئی ہو یا طلاق شدہ ہو۔ مترجم

سات بیٹیاں چھوڑ گئے۔ میں ایسی عورت سے شادی کرنا چاہتا تھا جو میری ان بہنوں کی مانگ چوٹی کر سکے اور ان کی دیکھ بھال کر سکے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اَصَبْتَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ ''تم نے درست فیصلہ کیا ہے، ان شاء اللہ (پھر فرمایا) جب ہم صرار (ایک گاؤں) پہنچیں گے تو وہاں اونٹ ذبح کرنے کا حکم دیں گے، وہاں ہم دن بھر ٹھہریں گے۔ جب وہ (تمہاری بیوی) ہماری آمد کی سنے گی تو (مہمان نوازی کے لئے) گاؤ تکیے مہیا کر دے گی''۔ میں نے عرض کی: بخدا! یا

روایت بہت ہی غریب ہے کیونکہ ان کے نزدیک مشہور بات یہ ہے کہ حضرت شعیب اپنے دادا حضرت عبداللہ سے روایت کرتے ہیں نہ کہ اپنے باپ حضرت محمد سے کیونکہ ان کے باپ حضرت محمد ان کے دادا حضرت عبداللہ سے پہلے وفات پا گئے تھے۔ پس اس حدیث کے بارے میں اس تنبیہ کو ذہن نشین کر لیجئے۔ اس بات پر بہت کم لوگوں نے آگاہ کیا ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ حدیث جابر میں کوئی حجت نہیں ہے کیونکہ اس میں اضطراب ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے عرض کی: اَفْقِرْنِیْ ظَهْرَهٗ اِلَى الْمَدِيْنَةِ ''مدینہ طیبہ تک اس کی پیٹھ مجھے عاریۃً دے دیجئے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے عرض کی: اِسْتَثْنَيْتُ ظَهْرَهٗ اِلَى الْمَدِيْنَةِ ''میں نے مدینہ طیبہ تک اس کی پیٹھ مستثنیٰ کر لی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے کہا شَرَطَ لِیْ ظَهْرَهٗ '' آپ نے میرے لئے اس کی پیٹھ شرط رکھی اور امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا: شرط رکھنے والی روایت زیادہ صحیح ہے۔ اسی طرح اونٹ کی قیمت میں بھی اضطراب ہے۔ بعض نے یہ الفاظ کہے: بِعْتُهٗ مِنْهُ بِاَوْقِيَةٍ میں نے حضور ﷺ کو وہ اونٹ ایک اوقیہ (سونے) کے بدلے بیچا۔ بعض نے کہا چار اوقیہ میں بیچا، بعض نے کہا پانچ اوقیہ میں، بعض نے کہا پانچ دیناروں میں، بعض نے کہا چار دیناروں میں اور بعض نے کہا یہ بھی اوقیہ کے معنی میں ہی ہے۔ یہ تمام روایات امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کی ہیں۔ بعض روایات میں امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا دو دینار اور دو درہموں کے بدلے۔ ایک گروہ نے شرط کے بطلان اور بیع کے جواز کا قول کیا ہے۔ ان کی دلیل حضرت بریرہ کی حدیث ہے جب اس کے گھر والوں نے اسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ بیچا اور ولاء کی شرط رکھی۔ نبی کریم ﷺ نے اس بیع کو جائز اور شرط کو باطل قرار دیا۔ امام مالک رحمہ اللہ نے ان تمام احادیث میں تطبیق کرتے ہوئے فرمایا: ایک صورت میں شرط باطل اور بیع جائز ہو گی۔ یہ بات مسائل میں اس شخص کے سامنے واضح ہے جو مسائل میں غور و فکر کرتا ہے۔ جو روایات مضبوط بنیاد والی اور قابل استشہاد ہیں، انہیں ابن رشد کی کتاب المقدمات میں وضاحت سے بیان کر دیا گیا ہے۔ جو چاہے انہیں وہاں دیکھ لے۔

رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس کوئی گاؤ تکیے نہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اِنَّهَا سَتَكُوْنَ ''ایک وقت یہ تمہارے پاس ضرور ہوں گے، تم جب گھر پہنچو تو ہوشیاری سے کام لینا''۔ چنانچہ جب ہم صرار پہنچے تو رسول اللہ ﷺ کے حسب ارشاد اونٹ ذبح کیے گئے، ہم نے وہاں سارا دن گزارا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نبی کریم ﷺ کی سودا بازی کی حکمت

حدیث جابر کا علم قطعی حاصل ہونے کے بعد اس میں ایک لطیف نکتہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کا کوئی فعل عبث نہیں بلکہ آپ ﷺ کے تمام افعال حکمت پر مبنی ہیں اور آپ ﷺ کی عصمت کے مؤید ہیں۔ آپ ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اونٹ خرید کر انہیں اس کی قیمت عطا فرمائی اور اس میں کچھ اضافہ بھی کیا پھر اونٹ بھی انہیں واپس کر دیا۔ ایسا بھی تو ہو سکتا تھا کہ حضور ﷺ ان سے اونٹ کا سودا کیے بغیر وہ مال عطا فرما دیتے، نہ کوئی خرید و فروخت ہوتی، نہ کوئی شرط رکھی جاتی اور نہ کوئی واسطہ ہوتا۔ تو اس بات میں ایک بڑی عمدہ حکمت ہے، اسے عبرت کی آنکھ سے دیکھیے۔ وہ حکمت یہ ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا تم نے شادی کر لی ہے؟ پھر ان سے فرمایا: کسی کنواری لڑکی سے شادی کیوں نہ کی۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے سامنے اپنے باپ کی شہادت اور ان کے پیچھے چھوڑی ہوئی بیٹیوں کا ذکر کیا، حالانکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو یہ خبر دے رکھی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے باپ کو زندہ فرما دیا ہے اور ان کی روح واپس لوٹا دی ہے اور فرمایا ہے جتنا تو چاہتا ہے میں اور اضافہ کر دیتا ہوں، پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس خبر کو اس تشبیہ کے ساتھ واضح فرمایا کہ ان سے اونٹ خریدا جبکہ وہ آپ کی سواری کا جانور تھا جس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کے باپ سے اور دیگر شہداء سے ان کی جانیں جنت کی قیمت کے بدلے خرید لیں جبکہ انسان کی جان اس کی سواری ہے جیسا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے فرمایا بے شک میرا نفس میری سواری ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان شہداء کے اجر و ثواب میں مزید اضافہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَ زِيَادَةٌ (یونس: 26) ''ان کے لئے جنہوں نے نیک عمل کیے نیک جزا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ ہے''۔ پھر اللہ تعالیٰ نے شہدا کی وہ جانیں جو ان سے خریدی تھیں انہیں واپس کر دیں، فرمایا: وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا (آل عمران: 169) ''اور ہرگز یہ خیال نہ کرو کہ وہ جو قتل کیے گئے ہیں اللہ کی راہ میں وہ مردہ ہیں ....'' تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اونٹ خریدا، اس کی قیمت ادا کی اور کچھ اضافہ بھی فرمایا، پھر ان سے خریدا ہوا اونٹ بھی واپس کر دیا۔ اس پورے عمل میں حضور ﷺ نے اس

جب شام ہوئی تو رسول اللہ ﷺ بھی اور ہم بھی (مدینہ طیبہ) پہنچ گئے۔ میں نے اپنی رفیقہ حیات کو سارا قصہ سنایا اور رسول اللہ ﷺ کے ارشادات بھی بتائے۔ وہ کہنے لگی: فَدُوْنَكَ فَسَمْعٌ وَّ طَاعَةٌ "تجھ پر یہی لازم تھا کہ تو سر تسلیم خم کر دیتا"۔ جب صبح ہوئی تو میں نے اپنے اونٹ کی نکیل پکڑی اور رسول اللہ ﷺ کے درِ اقدس پر اسے لا کر بٹھا دیا۔ پھر اس کے نزدیک مسجد میں بیٹھ گیا۔ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو اونٹ دیکھا۔ دریافت فرمایا: "یہ کس کا اونٹ ہے؟" لوگوں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! یہ اونٹ حضرت جابر لائے ہیں۔ پوچھا: جابر کہاں ہے؟ مجھے بلایا گیا، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے بھتیجے! اپنا یہ اونٹ لے لو، یہ

خبر کی تاکید کی طرف اشارہ فرمایا جو اللہ تعالیٰ نے ان کے باپ کے متعلق حضور ﷺ کو دی تھی۔ اس طرح خبر کے ساتھ ساتھ اس کی عملی صورت بھی سامنے آ گئی۔ حضور ﷺ کے افعال اس بات سے بعید ہیں کہ وہ حکمت سے خالی ہوں بلکہ آپ کے تمام افعال قرآن کریم کے مؤید ہیں اور اسی سے ماخوذ ہیں۔

عمرو بن عبید سے حدیث کی روایت

حضرت ابن اسحاق نے یہ حدیث عمرو بن عبید از حسن از جابر کی سند سے بیان کی ہے اور غورث کے واقعہ کا ذکر کیا ہے۔ اسے امام بخاری نے ذکر کیا اور اس کے بارے میں فرمایا غورث بن حارث۔ خطابی نے اس کا ذکر کرتے ہوئے کہا: اِنَّهٗ لَمَّا هَمَّ بِقَتْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُمِيَ بِالزُّلَّخَةِ فَنَدَرَ السَّيْفُ مِنْ يَدِهٖ وَ سَقَطَ اِلَى الْاَرْضِ "جب اس نے نبی کریم ﷺ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو اس کی پیٹھ میں درد اٹھا۔ چنانچہ اس کے ہاتھ سے تلوار چھوٹ کر زمین پر گر گئی"۔ اَلزُّلَّخَةُ درد کی ایک قسم ہے جو پیٹھ میں ہوتا ہے۔ جہاں تک علامہ ابن اسحاق کے اس حدیث کو عمرو بن عبید سے روایت کرنے کا تعلق ہے تو یہ چیز بہت ہی عجیب ہے، حالانکہ ثقہ راویوں نے اسے حضرت جابر سے روایت کیا ہے اور حدیث میں عمرو بن عبید کے ضعیف ہونے پر اور اس کی روایت کو ترک کرنے پر سب کا اتفاق ہے کیونکہ وہ اپنی بدعت اور کسی کی طرف غلط بات منسوب کرنے کے بارے میں مشہور ہے۔ قدر کا جو قول قدریہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرتے ہیں اس میں یہ شخص قدریہ کی حجت ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس قول سے بری کر دیا اور آپ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی شان والے ہیں۔ جہاں تک عمرو بن عبید بن داب کا تعلق ہے تو وہ اپنے زمانہ کا عظیم شخص تھا اور تقویٰ و پرہیزگاری میں عالی مرتبت تھا، یہاں تک کہ ایک قوم اس سے اور اس کی باتوں سے فتنہ میں مبتلا ہو گئی اور وہ قدریہ فرقہ بن گئے۔ محدثین کی ایک جماعت کو اس کے مذہب کا پیروکار قرار دیا گیا

تمہارا ہے۔ پھر حضور ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا: ''تم جابر کو لے جاؤ اور اسے ایک اوقیہ (اونٹ کی قیمت) دے دو''۔ میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ گیا، انہوں نے مجھے ایک اوقیہ سونا دیا اور کچھ زیادہ بھی دیا۔ قسم بخدا! وہ عطیہ میرے پاس بڑھتا رہا اور ہمارے گھر میں اس کی برکت رہی یہاں تک کہ وہ اس سامان کے ساتھ ضائع ہو گیا جو کل یعنی واقعہ حرہ کے روز ہم سے لوٹ لیا گیا۔

حضرات ابن یاسر اور ابن بشر اور لشکر رسول کی حفاظت

علامہ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے میرے چچا حضرت صدقہ بن یسار نے بیان کیا انہوں نے حضرت عقیل بن جابر سے انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا

ہے لیکن اس کے باعث ان کی احادیث ساقط نہیں ہوئیں کیونکہ انہوں نے اپنے مذہب پر کوئی مباحثہ نہیں کیا اور نہ اپنے مخالف اہل سنت کے متعلق طعن کیا، جس طرح عمرو بن عبید نے کیا۔ جن محدثین کو قدریہ کہا گیا ہے ان میں سے چند یہ ہیں: ابن ابی ذئب، قتادہ، داؤد بن حصین، عبدالحمید بن جعفر اور ان کے علاوہ علم حدیث میں معتبر شخصیات کا ایک گروہ۔ عمرو بن عبید کی کنیت ابو عثمان ہے۔ لوگوں کا بیان ہے کہ اس کا باپ عبید بن داب سپاہی تھا۔ ایک روز اس نے اپنے اس بیٹے کے متعلق سنا خَيْرُ النَّاسِ اِبْنُ شَرِّ النَّاسِ یعنی سب سے برے شخص کا سب سے اچھا بیٹا۔ وہ لوگوں کی طرف متوجہ ہوا اور کہا تم اس بات سے حیران کیوں ہوتے ہو؟ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح ہے اور میں آزر کی طرح ہوں۔ ابو جعفر منصور عمرو بن عبید کی وفات کے بعد کہا کرتا تھا عمرو کے بعد کوئی ایسا شخص باقی نہیں رہا جس سے حیا کی جائے۔ وہ کہا کرتا:

كُلُّكُمْ خَاتِلْ صَيْد كُلُّكُمْ يَمْشِيْ رُوَيْد غَيْرَ عَمْرِو بْنِ عُبَيْد

''تم سب شکار کو دھوکا دینے والے ہو، عمرو بن عبید کے سوا تم سب آہستہ آہستہ چلتے ہو''۔

حضرت ابن اسحاق کو بھی قدریہ کہا گیا ہے۔ عمرو بن عبید سے ان کی روایت اس شخص کے قول کی تائید کرتی ہے جس نے آپ کو قدریہ کہا ہے۔ واللہ اعلم۔

واقعۂ حرہ اور اس میں صحابہ کرام کا موقف

حضرت ابن اسحاق نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا یہ قول ذکر کیا ہے کہ بخدا! وہ عطیہ میرے پاس بڑھتا رہا، ہمارے گھر میں اس کی برکت رہی یہاں تک کہ وہ اس سامان کے ساتھ ضائع ہو گیا جو حرہ کے روز ہم سے لوٹ لیا گیا۔ اس سے مراد وہ واقعہ ہے جو یزید بن معاویہ کے دور حکومت میں مسلم بن عقبہ

کہ آپ نے فرمایا جب ہم غزوۂ ذات الرقاع میں مقام نخل کی طرف رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ روانہ ہوئے تو کسی شخص نے ایک مشرک کی بیوی کو مار ڈالا۔ جب رسول اللہ ﷺ واپس تشریف لائے تو اس کا خاوند جو واقعہ کے وقت غائب تھا۔ جب اسے سارا واقعہ بتایا گیا تو اس نے قسم کھائی کہ وہ اس وقت تک نہیں رکے گا جب تک محمد (ﷺ) کے اصحاب میں سے کسی کا

المری جسے اہل مدینہ مسرف بن عقبہ کہتے تھے، کے ہاتھوں مدینہ طیبہ میں پیش آیا۔ اس کا سبب یہ بنا کہ اہل مدینہ نے یزید بن معاویہ کو معزول کر دیا اور مروان بن حکم اور بنی امیہ کو وہاں سے نکال دیا اور حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ جن کے باپ کو احد کے روز فرشتوں نے غسل دیا تھا کو اپنا امیر بنا لیا۔ اہل مدینہ میں جو اکابر صحابہ کرام موجود تھے ان میں سے کوئی بھی اس معزولی پر رضامند نہیں تھا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ نے روایت کیا ہے کہ جب اہل مدینہ یزید کے مخالف ہو گئے تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے بیٹوں اور غلاموں کو بلا کر فرمایا: بے شک ہم نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی بیعت پر اس شخص کی بیعت کی تھی۔ بخدا تم میں سے جس کے متعلق مجھے علم ہوا کہ اس نے اس شخص کی اطاعت سے ہاتھ کھینچ لیا ہے تو میرا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ پھر آپ گھر میں بیٹھ گئے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بھی اپنے گھر میں گوشہ نشین ہو گئے۔ جن دنوں میں مدینہ طیبہ کی حرمت کو پامال کیا گیا ان میں آپ کے پاس کچھ لوگ آئے اور آپ سے پوچھا گیا: اے شیخ تم کون ہو؟ آپ نے بتایا: میں نبی کریم ﷺ کا صحابی ابو سعید خدری ہوں۔ انہوں نے کہا ہم نے تمہاری خبر سنی ہے تم نے اس وقت بہت اچھا کیا جب اپنا ہاتھ روک لیا اور اپنے گھر بیٹھ گئے لیکن اپنا مال ہمارے حوالے کر دو۔ آپ نے فرمایا: تم سے پہلے جو لوگ میرے گھر میں داخل ہوئے انہوں نے سارا مال لوٹ لیا ہے اب تو میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ وہ کہنے لگے: تم نے جھوٹ بولا، انہوں نے آپ کی ڈاڑھی کھینچی اور بچھونوں کی اون تک جو کچھ پایا لوٹ کر لے گئے یہاں تک کہ کبوتروں کا وہ جوڑا بھی لے گئے جس کے ساتھ آپ کے بچے کھیلتے تھے۔ جہاں تک حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا تعلق ہے جن کی حدیث ہم بیان کر رہے تھے تو آپ اس روز مدینہ طیبہ کی گلی کوچوں میں گھوم رہے تھے، گھر لوٹے جا رہے تھے۔ نابینا ہونے کی وجہ سے آپ مقتولوں کی لاشوں پر گرے جا رہے تھے اور کہہ رہے تھے ''ہلاک ہو وہ شخص جس نے رسول اللہ ﷺ کو خوفزدہ کیا''۔ کسی نے آپ سے پوچھا: کس نے رسول اللہ ﷺ کو خوفزدہ کیا؟ آپ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ کو یہ فرماتے سنا: مَنْ اَخَافَ الْمَدِيْنَةَ فَقَدْ اَخَافَ مَا بَيْنَ جَنْبَيَّ ''جس نے (اہل) مدینہ کو خوفزدہ کیا تو اس نے میرے دونوں

خون نہ بہا لے۔ چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ رسول اللہ ﷺ ایک منزل پر قیام پذیر ہوئے تو فرمایا کون ہے جو آج رات ہماری نگہبانی کرے گا؟ اس پر ایک مہاجر اور ایک انصاری نے لبیک کہی اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ہم حاضر ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا پھر اس گھاٹی کے دہانے پر کھڑے ہو جاؤ۔ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ نے اس وادی کی گھاٹی میں قیام کیا تھا۔ بقول ابن ہشام وہ دونوں شخص حضرت عمار بن یاسر اور حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہما تھے۔

پہلوؤں کے درمیان جو مقام ہے اس کو خوفزدہ کیا"۔ لوگوں نے آپ کو قتل کرنے کے لئے آپ پر حملہ کر دیا لیکن ان میں سے مروان نے آپ کو پناہ دی اور اپنے گھر لے گیا۔ اس روز جلیل القدر مہاجرین و انصار میں سے ایک ہزار سات سو افراد شہید ہوئے اور عوام الناس میں سے عورتوں اور بچوں کے علاوہ دس ہزار افراد کام آئے۔ لوگوں کا بیان ہے کہ شامیوں کا ایک آدمی انصار کی ایک عورت کے پاس آیا، وہ اپنے بچے کو دودھ پلا رہی تھی، اس کے پاس جو کچھ تھا لوٹ لیا گیا تھا۔ اس آدمی نے اسے کہا اپنا سونا میرے حوالے کر دو ورنہ میں تجھے بھی اور تیرے بچے کو بھی قتل کر دوں گا۔ عورت نے کہا: تجھ پر افسوس! اگر تو اس بچے کو قتل کرے گا تو (یاد رکھ) اس کا باپ نبی کریم ﷺ کا صحابی ابو کبشہ ہے اور میں ان عورتوں میں سے ہوں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی تھی، اور میں اس چیز میں اللہ تعالیٰ سے خیانت نہیں کر سکتی جس پر میں نے بیعت کی تھی۔ اس شخص نے اس عورت کی گود سے بچہ اٹھا لیا جبکہ اس کی چھاتی بچے کے منہ میں تھی اور اسے دیوار سے اس زور سے دے مارا کہ اس کا دماغ نکل کر زمین پر بکھر گیا۔ عورت چلا اٹھی۔ اے میرے بیٹے! اگر میرے پاس تیرا فدیہ ادا کرنے کے لئے کوئی چیز ہوتی تو میں تیرا فدیہ ضرور ادا کر دیتی۔ لیکن گھر سے کچھ برآمد نہ ہوا یہاں تک کہ اس شخص کا آدھا چہرہ سیاہ ہو گیا اور وہ لوگوں کے درمیان مثلہ بن گیا۔

حضرت مؤلف نے کہا: میرا خیال ہے وہ عورت اس بچے کی ماں نہیں تھی بلکہ دادی تھی کیونکہ عادۃً یہ بات بعید از قیاس ہے کہ وہ عورت نبی کریم ﷺ سے بیعت کرے اور واقعہ حرہ کے روز اس کی عمر اتنی ہی ہو کہ وہ اپنے بچے کو دودھ پلائے۔ اور وہ مقام حرہ جس کے ساتھ یہ دن مشہور ہے اسے حَرَّۃ زُھْرَۃ کہا جاتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس مقام پر کھڑے ہو کر فرمایا لَیُقْتَلَنَّ بِھٰذَا الْمَکَانِ رِجَالٌ ھُمْ خِیَارُ اُمَّتِیْ بَعْدَ اَصْحَابِیْ "اس مقام پر ایسے لوگ قتل کیے جائیں گے جو میرے صحابہ کے بعد میری امت کے بہترین لوگ ہوں گے"۔ حضرت عبداللہ بن سلام

حضرت ابن اسحاق نے کہا جب دونوں شخص گھاٹی کے دہانے کی طرف نکلے تو انصاری نے مہاجر سے پوچھا: آپ رات کے کون سے حصے میں پسند کریں گے کہ میں آپ کی نگہبانی کروں، پہلے حصے میں یا پچھلے حصے میں؟ مہاجر نے جواب دیا بلکہ آپ اول شب میری نگہبانی کریں۔ چنانچہ مہاجر لیٹ کر سو گیا اور انصاری نے کھڑے ہو کر نماز شروع کر دی۔ وہ شخص آیا، جب اس نے آدمی کا سایہ دیکھا عَرَفَ اَنَّهٗ رَبِيئَةُ الْقَوْمِ: تو سمجھ گیا کہ یہ اس قوم کا نگہبان ہے۔ اس نے ایک تیر پھینکا جو انصاری کو لگا، انصاری نے اسے کھینچ کر نکالا اور یوں ہی ثابت قدمی سے کھڑا رہا، پھر اس نے ایک اور تیر پھینکا، وہ بھی انصاری کو جا لگا۔ اس نے وہ بھی کھینچ کر نکال دیا اور ثابت قدمی سے کھڑا رہا، پھر اس نے تیسرا تیر پھینکا، وہ بھی انصاری کے بدن میں جا گھسا۔ انصاری نے اسے بھی کھینچ نکالا، پھر رکوع و سجود کیا۔ نماز سے فارغ ہو کر پھر اپنے ساتھی کو بیدار کیا اور کہا: اٹھ بیٹھو! میں زخمی ہو کر ڈھیر ہو چکا ہوں، مہاجر اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ جب اس شخص نے ان دونوں کو دیکھا تو سمجھ گیا کہ انہوں نے اسے تاڑ لیا ہے، چنانچہ وہ بھاگ گیا۔ جب مہاجر نے انصاری کو اس طرح لہولہان دیکھا تو کہا سبحان اللہ! تم نے پہلا تیر لگتے ہی مجھے کیوں نہ جگا دیا؟ انصاری نے کہا میں ایک سورت پڑھ رہا تھا، میں نے پسند نہ کیا کہ اسے ختم کیے بغیر بیچ میں چھوڑ دوں۔

رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا میں نے اس مقام کے حالات یہود بن یعقوب کی اس کتاب میں پڑھے ہیں جس میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی کہ اس مقام پر نیک لوگوں کی ایک جماعت قتل ہوگی جو قیامت کے روز اس حالت میں آئیں گے کہ ان کے ہتھیار ان کے کندھوں پر ہوں گے۔ آگے طویل حدیث ذکر کی۔ حرہ زہرہ یہود کے ایک قبیلہ بنی زہرہ کا مشہور گاؤں ہے، پہلے زمانہ میں یہ بہت بڑا گاؤں تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اس میں تین سو سنار رہتے تھے۔ اسے زبیر نے اپنی کتاب فضائل مدینہ میں ذکر کیا ہے۔ یہ واقعہ 63ھ میں پیش آیا۔ لوگوں کے بیان کے مطابق یزید بن معاویہ نے اہل مدینہ کے حق میں بہت نرمی سے کام لیا، انہیں دیگر لوگوں کے مقابلہ میں کئی گنا زیادہ انعام و اکرام سے نوازا اور انہیں اطاعت کی طرف مائل کرنے اور مخالفت سے باز رکھنے میں بڑی جدوجہد سے کام لیا لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ سب کچھ منظور نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان ان امور کا فیصلہ فرمائے گا جن میں وہ اختلاف کرتے تھے۔ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿البقرۃ﴾ "وہ ایک امت تھی جو گزر چکی، اسے ملے گا جو اس نے کمایا اور تمہیں ملے گا جو تم نے کمایا اور تم سے نہ پوچھا جائے گا اس سے جو وہ کیا کرتے تھے"۔

جب مجھے لگا تار تیر لگے تو میں نے رکعت مکمل کی اور تمہیں آگاہ کیا۔ خدا کی قسم! اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ جس نگرانی اور حفاظت کا حکم مجھے رسول اللہ ﷺ نے دیا ہے، میں اس کو ضائع کر رہا ہوں تو یا تو سورت کو مکمل کرنے سے پہلے میری جان چلی جاتی یا پھر میں اسے ختم کر کے ہی رہتا۔

رسول کریم ﷺ کی واپسی

حضرت ابن اسحاق نے کہا: جب رسول اللہ ﷺ غزوۂ ذات الرقاع سے واپس مدینہ طیبہ تشریف لائے تو جمادی الاولیٰ کے باقی ایام، جمادی الآخرۃ اور رجب میں وہاں قیام پذیر رہے۔

شعبان 4ھ میں غزوۂ بدر ثانی

رسول کریم ﷺ کی روانگی

حضرت ابن اسحاق نے کہا پھر حضور ﷺ ابوسفیان کی مقرر کردہ میعاد کے مطابق ماہِ شعبان میں بدر کی طرف روانہ ہوئے اور وہاں پہنچ کر نزولِ اجلال فرمایا۔

اَلرَّبِیْئَۃ کا معنی

حضرت ابن اسحاق نے انصاری اور مہاجر کا واقعہ ذکر کیا ہے کہ یہ دونوں حضرات عباد بن بشر اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما تھے۔ اور دشمن کے ایک آدمی نے انصاری کی طرف ایک تیر پھینکا، درآں حالیکہ وہ نماز پڑھ رہے تھے لِمَا عَلِمَ اَنَّهٗ رَبِیْئَةُ الْقَوْمِ کیونکہ وہ سمجھ گیا تھا کہ یہ اس قوم کا نگہبان ہے۔ ربیئة کا معنی ہے طَلِیْعَة۔ کہا جاتا ہے رَبَأَ عَلَی الْقَوْمِ یَرْبَأُ فَهُوَ رَبَّاءٌ وَ رَبِیْئَةٌ۔ شاعر ہذلی کا قول ہے:

رَبَّاءُ شَمَّاءُ لَا یَاْوِیْ لِقُلَّتِهَا اِلَّا السَّحَابُ وَ اِلَّا الْاَوْبُ وَالسَّبَلُ

''وہ اتنا بلند پہاڑ ہے کہ اس کی چوٹی پر بادل، شبنم اور بارش ہی اتر سکتی ہے''۔

تو رَبَّاء رَبَا سے فَعَّال کا وزن ہے۔ رَبَا کا معنی ہے بلند جگہ سے دیکھنا اور شَمَّاء سے مراد بلند پہاڑ ہے۔ اہل عرب تاء تانیث کے ساتھ رَبِیْئَة اور طَلِیْعَة کہتے ہیں کیونکہ یہ دونوں لفظ اَلْعَیْن (جاسوس) کے معنی میں ہیں اور عین مؤنث ہے۔ آپ کہتے ہیں ثَلَاثُ اَعْیُنٍ یعنی تین جاسوس۔ اگرچہ وہ مرد ہی ہوں کیونکہ طلیعة اور ربیئة سے مراد تو اس شخص کی دیکھنے والی آنکھ ہے جیسے آپ تین غلاموں کے بارے میں کہتے ہیں اَعْتَقْتُ ثَلَاثَ رِقَابٍ یعنی میں نے تین گردنیں آزاد کیں۔ تو رقاب کو مؤنث رکھا جاتا ہے کیونکہ رَقَبَة سے غلام کا پورا جسم مراد ہے، جس طرح کہ العین سے جس کا معنی جاسوس ہے، بھی پورا جسم مراد ہوتا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ربیئة اور طلیعة میں تاء مبالغہ کیلئے ہو

مدینہ طیبہ کے عامل کا تقرر

حضرت ابن ہشام نے کہا: حضور ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن ابی بن سلول انصاری کو مدینہ طیبہ کا عامل مقرر فرمایا۔

ابوسفیان کی اپنے لشکر کے ہمراہ واپسی

حضرت ابن اسحاق نے کہا: حضور ﷺ ابوسفیان کے انتظار میں آٹھ راتیں وہاں قیام پذیر رہے۔ ابوسفیان اہل مکہ کے ہمراہ روانہ ہوا یہاں تک کہ ظہران کے ایک جانب مجنہ کے مقام پر اترا، بعض لوگ کہتے ہیں وہ مقامِ عسفان تک ہی پہنچا کہ اس نے واپسی کا ارادہ کرلیا اور اپنے لشکر کو کہا: ''اے گروہِ قریش! تمہارے لیے شادابی کا سال ہی بہتر رہ سکتا ہے۔ جس میں تم اپنے اونٹوں کو

جس طرح علامة اور نسابة میں تاء مبالغہ کے لئے ہے۔ تو پہلی توجیہ پر آپ کہیں گے ثَلَاثُ اَعْيُنٍ کیونکہ عدد واحد میں تانیث کا یہی طریقہ ہے اور جب یہ تاء مبالغہ کے لئے ہو تو آپ کہیں گے ثَلَاثَةُ طَلَائِعَ اور اَرْبَعَةُ طَلَائِعَ۔ کیونکہ اس صورت میں مراد مذکر ہوگا کیونکہ تاء مبالغہ مسمی کی تانیث کو ثابت نہیں کرتی اور کیونکہ یہ صفت میں ہوتی ہے اور صفت موصوف کے بعد ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے آپ کہتے ہیں هٰذَا عَلَّامَةٌ۔ یہ نہیں کہتے هٰذِهٖ عَلَّامَةٌ۔ لیکن رقبة اور عین کا معاملہ اس کے برعکس ہے کیونکہ آپ مذکر غلام میں کہتے ہیں هٰذِهٖ رَقَبَةٌ فَاعْتِقْهَا اور عین میں کہتے ہیں: هٰذِهٖ طَلِيْعَةٌ حالانکہ آپ کی مراد مرد ہوتا ہے۔ یہ ان دونوں تاؤں کے درمیان فرق ہے۔

اس حدیث سے ماخوذ ایک مسئلہ

اس حدیث شریف میں زخمی شخص کی نماز کا مسئلہ ہے جبکہ اس کے زخم سے خون بہہ رہا ہو جس طرح حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔ اسی مسئلہ کی وجہ سے بعض مصنفین نے اس حدیث کی شرح بھی کی ہے اور اس میں اس شخص کے متعلق دلیل بھی ہے جو یہ کہتا ہے کہ غسل نجاست کا شمار صحت نماز کی شرائط میں نہیں ہوتا ہے۔ اس حدیث شریف میں ایک مسئلہ نماز کی عظمت واہمیت کا بھی ہے کہ نمازی اپنی نماز جاری رکھے اگرچہ یہ چیز اسے قتل اور نفس کی ہلاکت کی طرف لے جائے حالانکہ اپنی جان کو ہلاکت پر پیش کرنا صرف حالت جنگ میں حلال ہے۔ ذرا صحابی کے اس قول میں غور تو کیجئے کہ اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ جس نگرانی اور حفاظت کا حکم مجھے رسول اللہ ﷺ نے دیا ہے میں اس کو ضائع کر رہا ہوں تو یا تو سورت کو مکمل کرنے سے پہلے میری جان چلی جاتی یا پھر میں اسے مکمل کر کے چھوڑتا۔

درختوں کے پتے کھلا سکو گے اور اپنے مویشیوں کا دودھ پی سکو گے۔ یہ سال تو قحط کا سال ہے میں تو واپس جا رہا ہوں اس لئے تم بھی واپس چلو"۔ چنانچہ سب لوگ واپس چلے گئے۔ اہل مکہ نے اس لشکر کو جیش السویق (ستو پینے والا لشکر) کا نام دیا۔ وہ کہتے تھے تم لوگ تو ستو پینے گئے تھے۔

رسول کریم ﷺ اور مخشی ضمری

رسول اللہ ﷺ ابوسفیان کے وعدہ کے مطابق اس کے انتظار میں میدانِ بدر میں قیام پذیر تھے، وہاں مخشی بن عمرو ضمری آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہ وہی شخص ہے جس کے ساتھ غزوۂ ودان کے موقع پر حضور ﷺ نے دوستی کا معاہدہ کیا تھا۔ اس نے کہا: اے محمد (ﷺ) کیا اس چشمے پر آپ قریش سے لڑنے آئے ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ہاں، اے ضمری بھائی! اگر تمہاری مرضی ہو تو ہم اس معاہدہ کو واپس لے لیتے ہیں جو ہمارے اور تمہارے درمیان ہے، پھر ہم تمہارے ساتھ جنگ آزمائی کرتے ہیں، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ فرما دے۔ اس نے عرض کیا: نہیں بخدا! اے محمد (ﷺ) ہمیں آپ سے جنگ کی کوئی ضرورت نہیں۔

معبد اور اپنی اونٹنی کے متعلق اس کے اشعار

رسول اللہ ﷺ ابوسفیان کے انتظار میں قیام پذیر تھے کہ معبد بن ابی معبد خزاعی کا وہاں سے گزر رہا۔ جب اس نے رسول اللہ ﷺ کے مقام قیام کو دیکھ لیا اور اس کی اونٹنی واپس تیز دوڑی جا رہی تھی تو اس نے یہ اشعار کہے:

قَدْ نَفَرَتْ مِنْ رُفْقَتَيْ مُحَمَّدِ وَ عَجْوَةٍ مِنْ يَثْرِبٍ كَالْعَنْجَدِ

"میری اونٹنی محمد (ﷺ) کے رفقاء کے دونوں گروہوں سے اور کشمش کی گٹھلی کی مانند یثرب کی کھجوروں سے بھاگی"۔

تَهْوِيْ عَلَى دِيْنِ اَبِيْهَا الْاَتْلَدِ قَدْ جَعَلَتْ مَاءَ قُدَيْدٍ مَوْعِدِيْ

معبد کا رجز اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ اور ابوسفیان کے اشعار

حضرت ابن اسحاق نے معبد کا یہ قول ذکر کیا: وَ عَجْوَةٍ مِنْ يَثْرِبٍ كَالْعَنْجَدِ۔ عنجد کا معنی کشمش کی گٹھلی ہے اور کبھی بذاتِ خود کشمش کو بھی عنجد کہا جاتا ہے۔ رہے انگور تو ان کی گٹھلی کو فرصد کہا جاتا ہے اور الاتلد کا معنی ہے سب سے قدیم۔ یہ اَلْمَالُ التَّلِيْدُ (پرانا مال) سے مشتق ہے۔

وَ مَاءَ ضَجْنَانَ لَهَا ضُحَى الْغَدِ

"وہ اپنی قدیم نسل کی عادت کے مطابق بھاگی جا رہی تھی کہ اس نے چشمہ قدید کو میری منزل بنا دیا اور چشمہ ضجنان دوسرے دن کی دوپہر کو اس کی منزل ہوگا"۔

غزوۂ بدر ثانی کے متعلق حضرت ابن رواحہ یا کعب کے اشعار

اس غزوہ کے بارے میں حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار کہے۔ حضرت ابن ہشام نے کہا: مجھے یہ اشعار ابوزید انصاری نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے سنائے:

وَ عَدْنَا اَبَا سُفْيَانَ بَدْرًا فَلَمْ نَجِدْ لِمِيْعَادِهٖ صِدْقًا وَ مَا كَانَ وَافِيَا

"ہم نے ابوسفیان کے ساتھ بدر میں آنے کا وعدہ کیا لیکن ہم نے اس کے وعدہ میں سچائی نہ پائی اور وہ وعدہ وفا کرنے والا ہی نہ تھا"۔

فَاُقْسِمُ لَوْ وَافَيْتَنَا فَلَقِيْتَنَا لَاُبْتَ ذَمِيْمًا وَّافْتَقَدْتَ الْمَوَالِيَا

"میں قسم اٹھاتا ہوں کہ تو ہمارے سامنے آتا اور ہمارے ساتھ جنگ کرتا تو اس حالت میں لوٹتا کہ تیری مذمت کی جاتی اور اپنے چچازاد بھائیوں کو گم کر بیٹھتا"۔

تَرَكْنَا بِهٖ اَوْصَالَ عُتْبَةَ وَابْنِهٖ وَ عَمْرًا اَبَا جَهْلٍ تَرَكْنَاهُ ثَاوِيَا

"بدر میں ہم نے عتبہ اور اس کے بیٹے کے جوڑ توڑ کر رکھ دیے تھے اور عمرو ابوجہل کو بھی وہاں پیوند خاک کر دیا تھا"۔

عَصَيْتُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ اُفٍّ لِدِيْنِكُمْ وَ اَمْرِكُمُ السَّيِّءِ الَّذِيْ كَانَ غَاوِيَا

"تم نے اللہ تعالیٰ کے رسول کی نافرمانی کی، تف ہے تمہارے دین پر اور تمہارے اس برے معاملہ پر جو گمراہی اور سرکشی ہے"۔

فَاِنِّيْ وَ اِنْ عَنَّفْتُمُوْنِيْ لَقَائِلٌ فِدًى لِّرَسُوْلِ اللّٰهِ اَهْلِيْ وَ مَالِيَا

"اور میں، خواہ تم مجھے کتنا برا بھلا کہو، ضرور یہ کہوں گا کہ میرے اہل و عیال اور میرا مال سب اللہ کے رسول پر قربان ہو جائیں"۔

اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قول ہے محدعوا فَلَجَاتِ الشَّامِ...... یہ فَلَجٌ کی جمع ہے جو جاری پانی کو کہتے ہیں۔ جاری پانی کو فلج اس لئے کہتے ہیں کیونکہ وہ زمین میں شگاف پیدا کرتا ہے اور اس کی دونوں جانبوں کو جدا جدا کر دیتا ہے۔ یہ فَلَجُ الْاَسْنَانِ (دانتوں کے درمیان شگاف) سے یا اَلْفَلْجُ

اَطَعْنَاهُ لَمْ نَعْدِلْهُ فِيْنَا بِغَيْرِهٖ   شِهَابًا لَّنَا فِيْ ظُلْمَةِ اللَّيْلِ هَادِيَا

''ہم نے حضور ﷺ کی اطاعت قبول کر لی ہے، ہم اپنے میں سے کسی اور کو آپ کا ہم پلہ خیال نہیں کرتے جبکہ آپ اندھیری رات میں ہمارے لیے روشن ستارہ ہیں جو سیدھی راہ دکھاتا ہے''۔

غزوۂ بدرِ ثانی کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

اس غزوہ کے بارے میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار کہے:

دَعُوْا فَلَجَاتِ الشَّامِ قَدْ حَالَ دُوْنَهَا   جِلَادٌ كَاَفْوَاهِ الْمَخَاضِ الْاَوَارِكِ

''(اے قریشیو!) اب شام کی وادیوں کو چھوڑ دو، ان کے سامنے اراک کے درخت کھانے والی حاملہ اونٹنیوں کے مونہوں کی مانند تلواریں حائل ہو چکی ہیں۔

بِاَيْدِيْ رِجَالٍ هَاجَرُوْا نَحْوَ رَبِّهِمْ   وَ اَنْصَارِهٖ حَقًّا وَّ اَيْدِي الْمَلَائِكِ

وہ تلواریں ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں ہیں جنہوں نے اپنے رب کی طرف ہجرت کی اور اس کے حقیقی انصار کے ہاتھوں میں اور فرشتوں کے ہاتھوں میں ہیں''۔

اِذَا سَلَكَتْ لِلْغَوْرِ مِنْ بَطْنِ عَالِجٍ   فَقُوْلَا لَهَا لَيْسَ الطَّرِيْقُ هُنَالِكِ

''(اے قاصد) جب ریتلی زمین کے نشیبی علاقے میں تیرا گزر ہو تو قریش سے کہہ دینا کہ اب یہاں کوئی راستہ نہیں''۔

اَقَمْنَا عَلَى الرَّسِّ النَّزُوْعِ ثَمَانِيًا   بِاَرْعَنَ جَرَّارٍ عَرِيْضِ الْمَبَارِكِ

''ہم آٹھ دن بدر کے اس کنویں پر ٹھہرے رہے جس سے ہاتھوں کے ساتھ پانی نکالا جاتا ہے ایک ایسے لشکر جرار کے ساتھ جس نے وسیع و عریض جگہ گھیر لی تھی''۔

بِكُلِّ كُمَيْتٍ جَوْزُهٗ نِصْفُ خَلْقِهٖ   وَ قُبٍّ طِوَالٍ مُشْرِفَاتِ الْحَوَارِكِ

''اور ایسے کمیت گھوڑوں کے ساتھ جن کے صرف پیٹ ہی ان کے جسم کا نصف تھے اور جو پتلی کمر والے، دراز قد اور اونچے اونچے شانوں والوں تھے''۔

تَرَى الْعَرْفَجَ الْعَامِيَّ تَذْرِيْ اُصُوْلَهٗ   مَنَاسِمُ اَخْفَافِ الْمَطِيِّ الرَّوَاتِكِ

بمعنی تقسیم سے ماخوذ ہے اور اَلْفَالِجُ ایک پیمانہ ہے جس کے ساتھ تقسیم کیا جاتا ہے اور اَلْفَلْجُ اور اَلْفَالِجُ دو کوہانوں والے اونٹ کو بھی کہتے ہیں۔ اس کا مادۂ اشتقاق بھی یہی ہے۔ اسے حضرت ابو حنیفہ نے حاء کے ساتھ روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اَلْفَلْحَةُ کا معنی کھیتی ہے۔

''تم اس جگہ ایک سال کی اگی ہوئی عرفج گھاس کو دیکھو گے جس کی جڑوں کو تیز رو اونٹوں کے پاؤں کے سموں نے اڑا کر رکھ دیا ہے''۔

فَإِنْ نَلْقَ فِيْ تَطْوَافِنَا وَالْتِمَاسِنَا ... فُرَاتَ بْنَ حَيَّانٍ يَكُنْ رَهْنَ هَالِكِ

''اگر ہمارے چکر اور جستجو میں فرات بن حیان ہمیں مل گیا تو وہ ہلاک ہونے والوں کے پاس بطور رہن رکھ دیا جائے گا''۔

وَ إِنْ نَلْقَ قَيْسَ بْنَ امْرِئِ الْقَيْسِ بَعْدَهٗ ... يُزَدْ فِيْ سَوَادِ لَوْنِهٖ لَوْنُ حَالِكِ

''اور اگر اس کے بعد قیس بن امرؤالقیس ہمیں مل گیا تو اس کے رنگ کی سیاہی میں مزید سیاہ رنگ کا اضافہ کر دیا جائے گا''۔

فَأَبْلِغْ أَبَا سُفْيَانَ عَنِّيْ رِسَالَةً ... فَإِنَّكَ مِنْ غُرِّ الرِّجَالِ الصَّعَالِكِ

''پس (اے قاصد) تو میری طرف سے ابوسفیان کو یہ پیغام پہنچا دے تو بے مایہ خوش رنگ لوگوں میں سے ایک ہے (اس سے زیادہ تیری کوئی حیثیت نہیں)''۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے جواب میں ابوسفیان کے اشعار

ان اشعار کا جواب ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب نے دیتے ہوئے کہا:

أَحَسَّانُ إِنَّا يَا ابْنَ آكِلَةِ الْفَغَا ... وَ جَدِّكَ نَغْتَالُ الْخُرُوْقَ كَذٰلِكَ

''اے حسان! اے کھجوریں کھا کر گزر اوقات کرنے والی کے بیٹے! تیرے نصیب کی قسم! بے شک ہم اس جیسے بڑے بڑے وسیع بیابانوں کو عبور کر جاتے ہیں''۔

خَرَجْنَا وَ مَا تَنْجُو الْيَعَافِيْرُ بَيْنَنَا ... وَ لَوْ وَأَلَتْ مِنَّا بِشَدٍّ مُدَارِكِ

''ہم نکلتے ہیں تو ہرن کے تیز رفتار بچے بھی ہمارے درمیان سے بھاگ کر نجات نہیں پا سکتے اگرچہ پناہ گاہ کی تلاش میں کتنی ہی مسلسل دوڑ کیوں نہ لگائیں''۔

حضرت ابن اسحاق نے ابوسفیان کا یہ شعر ذکر کیا:

أَحَسَّانُ إِنَّا يَا ابْنَ آكِلَةِ الْفَغَا

اَلْفَغَا یہ کھجور کی ایک قسم ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ وہ گرد و غبار ہے جو کچی کھجوروں پر چڑھ جاتا ہے اور اَلْفَغَا میں ایک لغت اَلْفَغَا بھی ہے۔

ان اشعار میں ہے: كَمَا جِئْتُكُمْ بِالْغَمْنِ أَرْطَالَ آنُلِفٍ۔ میں نے ابو بحر کے حاشیہ میں اس شعر کے متعلق جو عبارت دیکھی ہے وہ یہ ہے کہ محمد بن سلام نے اپنے طبقات میں یہ شعر یوں ذکر کیا ہے:

اِذَا مَا انْبَعَثْنَا مِنْ مُنَاخٍ حَسِبْتَهٗ مُدَمَّنَ اَهْلِ الْمَوْسِمِ الْمُتَعَارِكِ

''جب ہم کسی بیٹھنے کے مقام سے اٹھتے ہیں تو تو خیال کرے گا کہ میلوں میں شامل ہونے والے لوگ اپنے گھوڑوں اور اونٹوں کے نشان چھوڑ کر جا رہے ہیں''۔

اَقَمْتَ عَلَى الرَّسِّ النَّزُوْعِ تُرِيْدُنَا وَ تَتْرُكُنَا فِي النَّخْلِ عِنْدَ الْمَدَارِكِ

''تم ہمارے ساتھ جنگ کے ارادے سے پانی والے کنویں کے پاس ہی ٹھہرے رہے اور ہمیں قریب کے نخلستان میں ہی چھوڑ دیا''۔

عَلَى الزَّرْعِ تَمْشِيْ خَيْلُنَا وَ رِكَابُنَا فَمَا وَطِئَتْ اَلْصَقْنَهٗ بِالدَّكَادِكِ

''ہمارے گھوڑے اور اونٹ کھیتیوں میں چل رہے تھے، کھیتی کے جس حصے کو ان جانوروں نے روندا اسے ریتلا بنا دیا''۔

اَقَمْنَا ثَلَاثًا بَيْنَ سَلْعٍ وَّ فَارِعٍ بِجُرْدِ الْجِيَادِ وَالْمَطِيِّ الرَّوَاتِكِ

''ہم کم موعمدہ گھوڑوں اور تیز رو اونٹوں کے ساتھ جبل سلع اور جبل فارع کے درمیان تین دن ٹھہرے رہے''۔

حَسِبْتُمْ جِلَادَ الْقَوْمِ عِنْدَ قِبَابِهِمْ كَمَاْخَذِكُمْ بِالْعَيْنِ اَرْطَالَ اٰنُكِ

''تم نے ہماری قوم کے بہادروں کو ان کے خیموں میں دیکھ کر سمجھ لیا ہوگا کہ تم نے قیمتی چیزوں کے عوض معمولی چیزوں کے چند رطل خرید لیے ہیں''۔

فَلَا تَبْعَثِ الْخَيْلَ الْجِيَادَ وَ قُلْ لَهَا عَلٰى نَحْوِ قَوْلِ الْمُعْصِمِ الْمُتَمَاسِكِ

''پس تم اب بہترین گھوڑوں کو (جنگ کے لئے) نہ بھیجو اور ایک پختہ کار، دور اندیش اور

حَسِبْتُمْ جِلَادَ الْقَوْمِ حَوْلَ بُيُوْتِكُمْ كَمَاْخَذِكُمْ فِي الْعَيْنِ اَرْطَالَ اٰنُكِ

اور اس کے ساتھ یہ بھی مذکور ہے کہ ابوسفیان بن حرب نے ابوسفیان بن حارث سے کہا: میرے چچازاد! اگر وہ سفید عمدہ چاندی ہی تھی تو تم نے اسے سیسہ کیوں قرار دیا۔

ابوسفیان کا قول ہے: سَعِدْتُمْ بِهَا وَ غَيْرُكُمْ كَانَ اَهْلَهَا۔ حضرت شیخ نے حاشیہ میں یہ شعر یوں مذکور ہے: شَقِيْتُمْ بِهَا وَ غَيْرُكُمْ اَهْلُ ذِكْرِهَا۔

ابوسفیان کا قول ہے: خَرَجْنَا وَ مَا تَنْجُوْ الْيَعَافِيْرُ بَيْنَنَا۔ اَلْيَعَافِيْرُ ہرنوں کی ایک قسم ہے جو کم دوڑتے ہیں۔ شاعر کی مراد یہ ہے کہ ان کی کثرت تعداد کی وجہ سے یعافیر ہرن بھی ان سے بھاگ کر نجات حاصل نہیں کر سکتے۔

عقل کی بات گرہ سے باندھ لینے والے شخص کے طریقے پران گھوڑوں سے کہو''۔

سَعِدْتُمْ بِهَا وَ غَيْرُكُمْ كَانَ اَهْلَهَا فَوَارِسُ مِنْ اَبْنَاءِ فِهْرِ بْنِ مَالِكِ

''جو تمہیں خوش نصیبی سے مل گئے ہیں کہ ان کے مستحق دراصل تمہاری بجائے بنی فہر بن مالک کے سوار ہیں''۔

فَاِنَّكَ لَا فِيْ هِجْرَةٍ اِنْ ذَكَرْتَهَا وَ لَا حُرُمَاتِ الدِّيْنِ اَنْتَ بِنَاسِكِ

''پس اگر تو نے ہجرت کا ذکر کیا ہے تو نہ تجھے اس ہجرت کا فائدہ ہے اور نہ تو شعائر دین پر عمل کرنے والا ہے''۔

حضرت ابن ہشام نے کہا: اس قصیدہ کے کچھ اشعار باقی ہیں جنہیں ہم نے چھوڑ دیا ہے، کیونکہ ان میں قافیوں کے اختلاف کا عیب پایا جاتا ہے اور مجھے یہ شعر ابوزید انصاری نے سنایا:

خَرَجْنَا وَ مَا تَنْجُوْا الْيَعَافِيْرُ بَيْنَنَا

جو شعر اس کے بعد ہے وہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اس قول کے بارے میں ہے: دَعُوْا فَلَجَاتِ الشَّامِ قَدْ حَالَ دُوْنَهَا۔ اور انہوں نے مجھے آپ کا یہ شعر بھی سنایا: فَاَبْلِغْ اَبَا سُفْيَانَ۔

ماہِ ربیع الاول ۵ ھ میں غزوۂ دومۃ الجندل

حضرت ابن اسحاق نے کہا: پھر رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ کی طرف مراجعت فرما ہوئے اور چند ماہ قیام فرمایا یہاں تک کہ ماہِ ذوالحجہ گزر گیا۔ اس سال ۴ ھ میں حج کی ولایت مشرکین کے ہاتھ رہی۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے جنگ کے ارادہ سے دومۃ الجندل کا رخ کیا۔

حضرت ابن ہشام نے کہا یہ ربیع الاول کا مہینہ تھا۔ حضور ﷺ نے حضرت سباع بن عرفطہ غفاری رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ کا عامل مقرر فرمایا۔

حضرت ابن اسحاق نے کہا: پھر رسول اللہ ﷺ وہاں پہنچنے سے پہلے ہی واپس تشریف لے آئے اور کوئی جنگ نہ ہوئی۔ پھر حضور ﷺ بقیہ سال مدینہ طیبہ میں ہی قیام پذیر رہے۔

غزوۂ دومۃ الجندل

حضرت ابوعبید بکری نے کہا: اس جگہ کا نام دومۃ الجندل دومی بن اسماعیل کے نام پر رکھا گیا جو وہاں اترا تھا۔

غزوۂ خندق، شوال ۵ ھ

غزوۂ خندق کی تاریخ

ہم سے حضرت ابو محمد بن عبدالملک بن ہشام نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے حضرت زیاد بن عبداللہ البکائی نے بیان کیا، انہوں نے حضرت محمد بن اسحاق مطلبی سے بروایت کیا کہ انہوں نے کہا: اس کے بعد شوال ۵ ھ میں غزوۂ خندق پیش آیا۔

قریش کو یہود کی انگیخت

چنانچہ مجھ سے حضرت یزید بن رومان مولیٰ آلِ زبیر بن عروہ بن زبیر اور ان لوگوں نے جنہیں میں متہم نہیں کرتا، بیان کیا، انہوں نے حضرات عبداللہ بن کعب بن مالک، محمد بن کعب قرظی، زہری، عاصم بن عمر بن قتادہ، عبداللہ بن ابی بکر اور ہمارے دیگر علماء سے روایت کیا، ان سب نے غزوۂ خندق کے واقعہ کو یکجا کر دیا ہے۔ ان میں سے بعض اس غزوہ کا وہ حصہ بیان کرتے ہیں جسے بعض دیگر بیان نہیں کرتے۔ ان حضرات کا بیان ہے کہ غزوۂ خندق کا واقعہ یوں ہے کہ بنی نضیر اور بنی وائل سے تعلق رکھنے والے یہودیوں کی ایک جماعت جن میں سلام بن ابی الحقیق نضری، حیی بن اخطب نضری، کنانہ بن ابی الحقیق نضری، ہوذہ بن قیس وائلی اور ابو عمار وائلی شامل تھے، یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے خلاف گروہوں (احزاب) کو

غزوۂ خندق

خندق کھودنا عربوں کی عادت نہ تھی بلکہ یہ ایرانیوں کی جنگی چال تھی۔ اسی وجہ سے اس کی طرف حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے اشارہ کیا۔ امام طبری کے بیان کے مطابق ملوکِ فارس میں سے جس نے سب سے پہلے خندق کھودی وہ منوشہر بن ایرج بن افریدوں ہے۔ افریدوں کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ حضرت اسحاق علیہ السلام کا بیٹا ہے لیکن اکثر علماء اس کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ اثقیان کا بیٹا ہے۔ یہی وہ پہلا شخص ہے جس نے تیراندازی کا آلہ تیار کیا۔ اس کے عہد حکومت کے ساٹھویں سال کے آخر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے اور جنگوں میں مورچے بنانے کا ذکر پہلے گزر چکا ہے اور یہ بھی گزر چکا ہے کہ بقول طبری سب سے پہلے بخت نصر نے مورچہ بنایا۔

اکٹھا کیا، یہ لوگ مدینہ طیبہ سے روانہ ہوئے یہاں تک کہ مکہ مکرمہ میں قریش کے پاس آئے اور انہیں رسول اللہ ﷺ سے جنگ کی دعوت دی۔ انہوں نے قریش سے کہا ہم ان کے (رسول اللہ ﷺ) کے خلاف تمہارا اس وقت تک ساتھ دیں گے یہاں تک کہ ہم ان کا استیصال کر دیں گے۔ قریش نے ان سے پوچھا: ''اے گروہِ یہود! تم صاحب کتاب اول (تورات) ہو اور صاحب علم ہو، تم جانتے ہو جو ہمارے اور محمد (ﷺ) کے درمیان اختلاف ہے۔ ذرا یہ تو بتاؤ کہ ہمارا دین بہتر ہے یا ان کا دین؟ یہودی وفد نے کہا بلکہ تمہارا دین ان کے دین سے بہتر ہے اور تم ان سے کہیں زیادہ حق کے قریب ہو۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَ الطَّاغُوْتِ وَ يَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰٓؤُلَآءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا ﴿۵۱﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ؕ وَ مَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا ﴿ؕ۵۲﴾ اَمْ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَاِذًا لَّا يُؤْتُوْنَ النَّاسَ نَقِيْرًا ﴿ۙ۵۳﴾ اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَقَدْ اٰتَيْنَاۤ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ اٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا ﴿۵۴﴾ فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ وَ مِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ ؕ وَ كَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا ﴿۵۵﴾ (النساء)

''کیا نہیں دیکھا تم نے ان لوگوں کی طرف جنہیں دیا گیا حصہ کتاب سے وہ (اب) اعتقاد رکھنے لگے ہیں جبت اور طاغوت پر اور کہتے ہیں ان کے بارے میں جنہوں نے کفر کیا کہ یہ کافر زیادہ ہدایت یافتہ ہیں ان سے جو ایمان لائے ہیں۔ یہی وہ (بدنصیب) ہیں جن پر لعنت کی ہے اللہ تعالیٰ نے۔ اور جس پر لعنت بھیجے اللہ تعالیٰ تو ہرگز نہ پائے گا تو اس کا کوئی مددگار۔ کیا ان کے لئے کوئی حصہ ہے حکومت میں؟ اگر ایسا ہوتا تو نہ دیتے یہ لوگوں کو تل برابر۔ کیا حسد کرتے ہیں لوگوں سے اس نعمت پر جو عطا فرمائی ہے انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے (یعنی نبوت۔ ابن اسحاق) (وہ حسد کی آگ میں جلا کریں) ہم نے تو مرحمت فرمادی ہے ابراہیم کے گھرانے کو کتاب

حضرت ابن اسحاق نے بنی قریظہ کے گروہوں (احزاب) کو اکٹھا کرنے کا ذکر کیا ہے اور بنی نضیر کے ایک گروہ کے انساب ذکر کیے ہیں اور ان کے بارے میں کہا اَلنَّضَرِیّ۔ یہ لفظ پرانے نسخے میں اسی طرح مذکور ہے لیکن قیاس یہ ہے کہ یہ لفظ اَلنَّضِیْرِیّ ہے لیکن یہ اہل عرب کے اس قول کے قبیل سے ہے ثَقَفِیٌّ، قُرَشِیٌّ اور یہ خلاف قیاس ہے اور فَعِیْلَة کے وزن کی نسبت فَعَلِیٌّ کے وزن پر آتی ہے۔

اور حکمت اور عنایت فرمادی ہے انہیں عظیم الشان سلطنت۔ تو ان سے کوئی ایمان لایا اس کے ساتھ اور کسی نے منہ پھیر لیا اس سے اور کافی ہے (انہیں جلانے کے لئے) جہنم کی دہکتی ہوئی آگ"۔

بنی غطفان کو یہود کی انگیخت

جب یہود نے قریش کو یہ جواب دیا تو وہ بہت مسرور ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کے خلاف جنگ کی دعوت ان کے لئے بڑی نشاط افزاء ثابت ہوئی۔ چنانچہ وہ اس جنگ کے لئے جمع ہو گئے اور اس کے لئے تیاریاں کرنے لگے۔ پھر یہود کا یہ وفد وہاں سے روانہ ہو کر قیس عیلان کے قبیلہ بنی غطفان کے پاس پہنچا اور انہیں رسول اللہ ﷺ کے خلاف جنگ کی دعوت دی اور انہیں اس بات سے بھی آگاہ کیا کہ وہ ان کے خلاف ان کا ساتھ دیں گے اور یہ بھی بتادیا کہ اس بات پر قریش نے بھی ان کا اتباع کیا ہے۔ یہ سن کر بنی غطفان بھی اس سازش میں ان کے ساتھ شریک ہو گئے۔

احزابِ مشرکین کی روانگی

حضرت ابن اسحاق نے کہا: چنانچہ قریش اپنے قائد ابوسفیان بن حرب کی قیادت میں نکلے اور بنی غطفان اپنے قائد عیینہ بن حصن بن حذیفہ بن بدر جو بنی فزازہ کی نمائندگی کر رہا تھا، کے ساتھ نکلے اور بنی مرہ حارث بن عوف بن ابی حارثہ المری کی قیادت میں اور بنی اشجع میں سے اپنے سردار کے پیروکار لوگ مسعر بن رخیلہ بن نویرہ بن طریف بن سحمہ بن عبداللہ بن ہلال بن خلاوہ بن اشجع بن ریث بن غطفان کی قیادت میں نکلے۔

خندق کی کھدائی میں منافقین کی کام چوری اور مومنین کی جدوجہد

جب رسول اللہ ﷺ کو علم ہوا کہ وہ جنگ پر متفق ہو چکے ہیں اور اس کے لئے نکل آئے ہیں تو آپ ﷺ نے مدینہ طیبہ میں خندق کا انتظام فرمایا اور مسلمانوں کو اجر و ثواب کی ترغیب دلانے کے لئے رسول اللہ ﷺ نے اس کام میں بنفس نفیس حصہ لیا اور تمام مسلمان آپ ﷺ

عیینہ بن حصن

حضرت ابن اسحاق نے غزوۂ احزاب میں بنی غطفان کے سردار کا ذکر کیا ہے اور وہ عیینہ بن حصن ہے۔ اس کا اصل نام حذیفہ ہے، اسے عیینہ اس لئے کہا جاتا کہ اس کی آنکھوں کی پلکیں الٹی تھیں۔ یہی وہ شخص ہے جس کے بارے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اَلْاَحْمَقُ الْمُطَاعُ "احمق شخص جس کی اطاعت کی جاتی ہے"۔ کیونکہ وہ ایسے لشکر جرار میں تھا جس کے پیچھے دس ہزار نیزہ باز چل رہے

کے ساتھ مصروف ہو گئے۔ چنانچہ حضور ﷺ نے بھی پوری جدوجہد سے مسلسل کام کیا اور مسلمانوں نے بھی خاصی مشقت اور مستقل مزاجی سے کام لیا لیکن کچھ منافقین اس کام میں رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں سے پیچھے ہٹ گئے اور تاخیر و تساہل سے کام لینے لگے اور رسول اللہ ﷺ کو بتائے بغیر اور آپ ﷺ سے اجازت لیے بغیر چپکے چپکے اپنے گھروں کی طرف کھسکنے لگے۔ اس کے برعکس جب کسی مسلمان کو کوئی سخت ضرورت پیش آتی تو وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اس کا ذکر کرتا اور اپنی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے آپ سے اجازت طلب کرتا تو حضور ﷺ اسے اجازت مرحمت فرماتے۔ پھر جب وہ اپنی ضرورت سے فارغ ہو جاتا تو حصولِ خیر کے شوق اور اجر و ثواب میں رغبت کی وجہ سے واپس آ کر اپنے کام میں مصروف ہو جاتا۔

خندق کھودنے والوں کے حق میں نازل کردہ آیات

چنانچہ ان مومنین کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِذَا كَانُوا مَعَهُ عَلَىٰ أَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوا حَتَّىٰ يَسْتَأْذِنُوهُ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ۚ فَإِذَا اسْتَأْذَنُوكَ لِبَعْضِ شَأْنِهِمْ فَأْذَن لِّمَن شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٦٢﴾ (النور)

"بس سچے مومن تو وہ ہیں جو ایمان لائے ہیں اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر اور جب ہوتے ہیں آپ کے ساتھ کسی اجتماعی کام کے لئے تو (وہاں سے) چلے نہیں جاتے جب تک کہ آپ سے اجازت نہ لے لیں۔ بلاشبہ وہ لوگ جو اجازت طلب کرتے ہیں آپ سے یہی وہ لوگ ہیں جو ایمان لاتے ہیں اللہ کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ، پس جب وہ اجازت مانگیں آپ سے اپنے کسی کام کے لئے تو اجازت دیجئے ان میں سے جسے آپ چاہیں اور مغفرت طلب کیجئے ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے۔ بے شک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے"۔

تھے اور یہی وہ شخص ہے جس کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا: اِنَّ شَرَّ النَّاسِ مَنْ وَدَعَهُ النَّاسُ اِتِّقَاءَ شَرِّهٖ "بے شک سب سے برا انسان وہ ہے جس کے شر سے بچنے کے لئے لوگوں نے اسے چھوڑ دیا ہو"۔ ایک اور روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اِنِّیْ اُدَارِیْهِ لِاَنِّیْ اَخْشٰی اَنْ یُّفْسِدَ عَلَیَّ خَلْقًا کَثِیْرًا "میں اس سے نرمی کرتا ہوں کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ وہ

تو یہ آیت کریمہ ان مسلمانوں کے بارے میں نازل ہوئی جو اجر و ثواب کے امیدوار، بھلائی میں رغبت رکھنے والے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے اطاعت گزار تھے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ اور اس ارشاد میں وہ منافقین مراد ہیں جو چپکے چپکے کام سے کھسک گئے تھے اور نبی کریم ﷺ سے اجازت مانگے بغیر چلے گئے تھے:

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ؕ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۳﴾ (النور)

"نہ بنالو رسول کے پکارنے کو آپس میں جیسے تم پکارتے ہو ایک دوسرے کو۔ اللہ تعالیٰ اچھی طرح جانتا ہے انہیں جو کھسک جاتے ہیں تم میں سے ایک دوسرے کی آڑ لے کر۔ پس ڈرنا چاہیے انہیں جو خلاف ورزی کرتے ہیں رسول کریم ﷺ کے فرمان کی کہ انہیں کوئی مصیبت نہ پہنچے یا انہیں دردناک عذاب نہ آلے"۔

بعض مشکل الفاظ کی وضاحت

حضرت ابن ہشام نے کہا: اللواذ کا معنی ہے بھاگتے وقت کسی چیز کی آڑ لینا۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

وَ قُرَيْشٌ تَفِرُّ مِنَّا لِوَاذًا اَنْ يُّقِيْمُوْا وَ خَفَّ مِنْهَا الْحُلُوْمُ

"اور قریش کھڑا ہونے کے بجائے ایک دوسرے کی آڑ لیتے ہوئے ہم سے بھاگ رہے ہیں اور ان کی عقلیں کم ہو گئی ہیں"۔

یہ شعر آپ کے اس قصیدہ میں ہے جو میں نے غزوہ احد کے بارے میں قصائد ذکر کیے ہیں

اَلَاۤ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ قَدْ يَعْلَمُ مَاۤ اَنْتُمْ عَلَيْهِ ؕ وَ يَوْمَ يُرْجَعُوْنَ اِلَيْهِ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۶۴﴾ (النور)

"سن لو! بلاشبہ اللہ تعالیٰ کا ہی ہے جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے۔ وہ خوب جانتا ہے جس حالت پر تم ہو (حضرت ابن اسحاق نے کہا: سچ یا جھوٹ میں سے) اور اس دن جب وہ

میرے خلاف کثیر مخلوق کو خراب کرے گا"۔ اس روایت میں اس برائی کی وضاحت ہے جس سے آپ بچتے تھے۔ وہ نبی کریم ﷺ کے پاس بغیر اجازت کے آیا تھا۔ جب آپ نے اس سے پوچھا: اجازت کہاں ہے؟ تو وہ کہنے لگا: میں نے آپ سے پہلے کسی مضری سے اجازت طلب نہیں کی۔ پھر اس

لوٹائے جائیں گے اس (کی بارگاہ) کی طرف تو وہ انہیں آگاہ کرے گا جو انہوں نے کیا تھا۔ اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے"۔

خندق کی کھدائی میں مسلمانوں کا رجز

حضرت ابن اسحاق نے کہا: مسلمان اپنے کام میں مصروف رہے یہاں تک کہ انہوں نے خندق مکمل کر لی۔ کام کے دوران وہ ایک جعیل نامی مسلمان کے ساتھ رجز پڑھتے تھے جس کا نام رسول اللہ ﷺ نے عمرو رکھ دیا تھا۔ وہ کہتے:

سَمَّاهُ مِنْ بَعْدِ جُعَيْلٍ عَمْرًا ۔ وَ كَانَ لِلْبَائِسِ يَوْمًا ظَهْرًا

"حضور ﷺ نے جعیل کے بعد اس کا نام عمرو رکھ دیا اور یہ شخص اس روز مشقت اٹھانے والوں کے لئے قوت بن گیا"۔

جب مسلمان عَمْرًا کا لفظ کہتے تو رسول اللہ ﷺ بھی فرماتے عَمْرًا اور جب مسلمان ظَهْرًا کہتے تو رسول اللہ بھی فرماتے ظَهْرًا۔

خندق کی کھدائی میں معجزات کا ظہور

حضرت ابن اسحاق نے کہا: خندق کی کھدائی کے متعلق مجھ تک ایسے واقعات پہنچے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کی تصدیق اور آپ کی نبوت کی حقانیت کا ثبوت ہے۔ مسلمانوں نے اپنی آنکھوں سے ان معجزات کا مشاہدہ کیا۔

چنانچہ ان میں سے ایک واقعہ جو مجھ تک پہنچا ہے، یہ ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے تھے کہ ایک جگہ خندق کی زمین بہت سخت آ گئی جسے کھودنا دشوار ہو گیا۔ مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں اس کا اظہار کیا۔ حضور ﷺ نے ایک برتن میں پانی منگوایا اور اس میں لعابِ دہن ڈال دیا، پھر جو اللہ تعالیٰ نے چاہا اس پر دعا مانگی، پھر وہ پانی اس سخت زمین پر چھڑک دیا۔ جو لوگ وہاں موجود تھے، کہتے تھے اس ذات کی قسم جس نے حضور ﷺ کو نبی برحق بنا کر مبعوث فرمایا، وہ زمین بالکل نرم اور بھربھری ہو گئی جواب نہ کدال کو لوٹاتی تھی نہ بیلچے کو۔

حضرت ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حضرت سعید بن مینا نے بیان کیا کہ انہیں بتایا گیا کہ

نے پوچھا اے محمد! (ﷺ) آپ کے ساتھ یہ حمیرا، کون ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا یہ عائشہ بنت ابی بکر ہے۔ اس نے کہا اسے طلاق دے دیجئے۔ میں آپ کی خاطر ام البنین کو چھوڑ دیتا ہوں۔ اس طرح کے بہت سے امور اس کی جفاء کے متعلق ذکر کیے جاتے ہیں۔ اس نے اسلام قبول کیا پھر مرتد ہو گیا، پھر

حضرت بشیر بن سعد کی بیٹی اور حضرت نعمان بن بشیر کی بہن نے کہا: میری ماں حضرت عمرہ بنت رواحہ نے مجھے بلایا اور دونوں ہاتھوں میں کھجوریں بھر کر میرے دامن میں ڈال دیں پھر کہا: بیٹی! یہ اپنے باپ اور اپنے ماموں عبداللہ بن رواحہ کو ناشتہ پہنچا آؤ۔ میں نے کھجوریں لیں اور چل پڑی۔ اپنے باپ اور ماموں کو تلاش کرتے ہوئے میرا گزر رسول اللہ ﷺ کے پاس سے ہوا۔ حضور ﷺ نے فرمایا بچی! ادھر آؤ، تمہارے پاس کیا ہے؟ میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ یہ کھجوریں ہیں، میری ماں نے مجھے دے کر میرے باپ حضرت بشیر بن سعد اور میرے ماموں حضرت عبداللہ بن رواحہ کے پاس بھیجا ہے تاکہ وہ ناشتہ کرلیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: یہ کھجوریں مجھے دو۔ میں نے وہ کھجوریں رسول اللہ ﷺ کے دونوں ہاتھوں میں ڈال دیں لیکن آپ ﷺ کے ہاتھ نہ بھرے پھر ایک کپڑا طلب فرمایا اور اسے بچھا دیا گیا۔ حضور ﷺ نے کھجوریں اس کپڑے پر ڈال دیں، وہ کپڑے پر بکھر گئیں۔ پھر قریب بیٹھے ہوئے ایک شخص کو حکم دیا کہ اہل خندق میں با آواز بلند اعلان کر دے کہ آؤ ناشتہ کرلو۔ سب اہل خندق اکٹھے ہو گئے اور کھجوریں کھانے لگے۔ کھجوریں برابر بڑھتی رہیں یہاں تک کہ اہل خندق پیچھے ہٹ گئے لیکن کھجوریں کپڑے کی اطراف سے گر رہی تھیں۔

حضرت ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حضرت سعید بن مینا نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بیان کی کہ آپ نے فرمایا: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خندق کھودنے میں مصروف تھے۔ میرے پاس ایک چھوٹی سی بکری تھی جو زیادہ موٹی تازی نہیں تھی، میں نے کہا بخدا! اسے رسول اللہ ﷺ کے لئے تیار کروانا چاہیے۔ چنانچہ میں نے اپنی زوجہ کو حکم دیا، اس نے ہمارے لئے کچھ جو پیس کر روٹیاں پکائیں۔ میں نے وہ بکری ذبح کی اور اسے رسول اللہ ﷺ کے لئے بھون کر رکھ لیا۔ جب شام ہوئی اور رسول اللہ ﷺ نے خندق سے واپس تشریف لے جانے کا ارادہ کیا۔ آپ فرماتے ہیں ہم دن بھر خندق کھودتے، جب شام ہوتی تو اپنے گھروں میں واپس چلے جاتے۔ فرماتے ہیں: میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! میرے پاس ایک چھوٹی سی بکری تھی جو میں نے حضور ﷺ کے لئے تیار کروائی ہے اور اس کے ساتھ

جب طلیحہ نے نبوت کا دعویٰ کیا تو اس پر ایمان لایا اور اسے اسیر بنا لیا گیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس بطور قیدی لایا گیا لیکن آپ نے اس پر احسان کرتے ہوئے اسے آزاد کر دیا۔ وہ اپنے اکھڑ اور اجڈ پن اور اپنی دیہاتی حماقت کی حالت میں اسلام کا اظہار کرتا رہا یہاں تک کہ مر گیا۔ کسی

ہم نے جو کی کچھ روٹیاں بھی پکائی ہیں۔ میری خواہش ہے کہ حضور ﷺ میرے ساتھ میرے گھر تشریف لے چلیں۔ میرا ارادہ یہ تھا کہ میرے ساتھ اکیلے رسول اللہ ﷺ ہی تشریف لے چلیں، لیکن جب میں نے حضور ﷺ سے یہ عرض کی تو حضور ﷺ نے فرمایا اچھا۔ پھر حضور ﷺ نے ایک شخص کو حکم دیا۔ اس نے بلند آواز سے اعلان کیا کہ لوگو! تم سب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حضرت جابر بن عبداللہ کے گھر چلو۔ یہ دیکھ کر میں نے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ بھی تشریف لے آئے اور آپ کے ساتھ سب لوگ بھی آگئے۔ جب حضور ﷺ تشریف فرما ہوئے تو ہم نے وہ کھانا آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ حضور ﷺ نے برکت کی دعا کی اور اللہ تعالیٰ کا نام لیا، پھر کھانا شروع کر دیا اور دوسرے لوگ بھی باری باری کھانے لگے۔ جب ایک جماعت فارغ ہو کر چلی جاتی تو دوسری جماعت آ جاتی یہاں تک کہ سب اہل خندق نے اس کھانے سے منہ پھیر لیا۔

علامہ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بیان کی گئی کہ آپ نے فرمایا میں خندق کے ایک گوشے میں کھدائی کر رہا تھا کہ ایک چٹان آ گئی جو مجھ سے ٹوٹ نہ سکی۔ رسول اللہ ﷺ میرے قریب ہی تھے، جب حضور ﷺ نے مجھے ضربیں لگاتے ہوئے دیکھا اور محسوس کیا کہ وہ جگہ سخت ہے اور کھودنے میں مجھے دشواری پیش آ رہی ہے تو حضور ﷺ نیچے اترے اور میرے ہاتھ سے گینتی لے کر اس کے ساتھ ایک ضرب لگائی تو گینتی کے نیچے روشنی پیدا ہوئی، پھر ایک اور ضرب لگائی پھر اسی طرح گینتی کے نیچے روشنی نمودار ہوئی۔ پھر اس پر تیسری ضرب لگائی پھر روشنی پیدا ہوئی۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں، یہ روشنی کیا تھی جو آپ کے ضربیں لگاتے ہوئے میں نے گینتی کے نیچے چمکتے ہوئے دیکھی؟ حضور ﷺ نے پوچھا: اے سلمان! کیا تم نے وہ روشنی دیکھی ہے؟ میں نے عرض کی ہاں۔ فرمایا: جو پہلی بجلی تھی اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ میرے لئے یمن فتح کرائے گا اور دوسری بجلی کے ساتھ اللہ تعالیٰ میرے لئے شام فتح کرائے گا اور تیسری کے ساتھ مشرق فتح کرائے گا۔

شاعر نے کہا:

وَ اِنِّیْ عَلٰی مَا کَانَ مِنْ عُنْجُھِیَّتِیْ وَ لُوْثَۃِ اَعْرَابِیَّتِیْ لَاَدِیْبُ

"بے شک میں اپنے اکھڑپن اور اپنی دیہاتی حماقت کے باوجود ادیب ہوں"۔

حضرت ابن اسحاق نے کہا: نیز مجھ سے ایسے شخص نے جسے میں متہم نہیں کرتا، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بیان کی کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں اور اس کے مابعد زمانہ میں یہ علاقے فتح ہوئے تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے جو علاقہ تمہارے سامنے آئے فتح کرتے جاؤ، مجھے اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں ابو ہریرہ کی جان ہے! مدینہ طیبہ سے لے کر جتنے بلاد تم نے اب تک فتح کیے ہیں اور جتنے بلاد تم روز قیامت تک فتح کرو گے ان سب کی کنجیاں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے (سیدنا) محمد (رسول اللہ ﷺ) کو پہلے ہی عطا فرما دی ہیں۔

علامہ ابن اسحاق نے خندق کی کھدائی کے دوران اس چٹان کا ذکر کیا ہے جو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے آڑے آ گئی تھی۔ سیرت ابن ہشام کے علاوہ دیگر کتب میں چٹان کے لئے عَبْلَةٌ کا لفظ آیا ہے۔ یہ انتہائی سخت چٹان کو کہتے ہیں، اس کی جمع عَبَلَاتٌ آتی ہے۔ اسے اَلْعَبْلَاءُ اور اَلْاَعْبَلُ بھی کہا جاتا ہے اور یہ سفید چٹان ہوتی ہے۔

چمکنے والی بجلیاں

حضرت ابن اسحاق نے ذکر کیا کہ اس چٹان سے یکے بعد دیگرے بجلیاں چمکیں۔ علامہ نسوی نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی سند سے جو روایت بیان کی ہے اور جو سیرت ابن ہشام کی روایت سے زیادہ کامل ہے۔ اس میں آپ نے فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خندق کھودنے کا حکم فرمایا تو ہمارے سامنے ایک ایسا پتھر آ گیا جس میں گینتی کوئی اثر نہیں کر رہی تھی۔ حضور ﷺ نے گینتی پکڑی اور بسم اللہ پڑھ کر ایک ضرب لگائی جس سے چٹان کا تیسرا حصہ ٹوٹ گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اَللّٰهُ اَكْبَرُ اُعْطِيْتُ مَفَاتِيْحَ الشَّامِ، وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَبْصِرُ قُصُوْرَهَا الْحُمْرَ مِنْ مَّكَانِيْ هٰذَا "اللہ اکبر مجھے ملک شام کی کنجیاں دے دی گئیں، قسم بخدا! میں اپنے اس مقام سے اس کے سرخ محلات دیکھ رہا ہوں"۔ پھر حضور ﷺ نے بسم اللہ پڑھ کر دوسری ضرب لگائی اور چٹان کا دوسرا تہائی حصہ ٹوٹ گیا تو فرمایا: اَللّٰهُ اَكْبَرُ اُعْطِيْتُ مَفَاتِيْحَ فَارِسٍ، وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَبْصِرُ قَصْرَ الْمَدَائِنِ الْاَبْيَضَ الْاٰنَ "اللہ اکبر! مجھے ایران کی کنجیاں بخش دی گئیں۔ بخدا! میں ابھی مدائن کے سفید محلات دیکھ رہا ہوں"۔ پھر حضور ﷺ نے بسم اللہ پڑھ کر تیسری ضرب لگائی تو سارے پتھر کو توڑ کر رکھ دیا اور فرمایا: اَللّٰهُ اَكْبَرُ اُعْطِيْتُ مَفَاتِيْحَ الْيَمَنِ، وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَبْصِرُ بَابَ صَنْعَاءَ مِنْ مَّكَانِيْ هٰذَا السَّاعَةَ "اللہ اکبر! مجھے یمن کی چابیاں مرحمت کر دی گئیں۔ بخدا میں اسی لمحے اپنے اس مقام

حضرت ابن اسحاق نے کہا جب رسول اللہ ﷺ خندق کی کھدائی سے فارغ ہوئے تو اس وقت قریش نے آ کر جرف اور زغابہ کے درمیان رومہ کے قریب مجتمع الاسیال (وہ جگہ جہاں برسات کے موسم میں برساتی نالوں کا پانی آ کر اکٹھا ہوتا تھا۔ مترجم) میں پڑاؤ کیا۔ ان کی تعداد دس ہزار تھی جوان کے احابیش (مختلف قبیلوں کے لوگوں کا گروہ) اور بنو کنانہ اور اہل تہامہ میں سے ان کے پیروکاروں پر مشتمل تھی۔ اور بنی غطفان اور اہل نجد میں سے ان کے پیروکار بھی احد کے ایک طرف ذنب نقمی میں خیمہ زن ہو گئے۔ اب رسول اللہ ﷺ مسلمانوں کو لے کر نکلے یہاں تک کہ سلع پہاڑ کو پشتوں کی جانب رکھ کر وہاں اپنے لشکر کو ٹھہرایا جبکہ خندق حضور ﷺ کے اور کفار کے درمیان حائل تھی۔

سے صنعاء کے دروازے کو دیکھ رہا ہوں" راوی کا قول ہے: فَأْسًا وَ لَا مِسْحَاةً "کلہاڑی اور نہ کدال"۔ اَلْمِسْحَاةُ مِفْعَلَة کے وزن پر سَحَوْتُ الطِّيْنَ سے مشتق ہے۔ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب آپ مٹی کو کریدیں اور کلہاڑے اور کدال کی دھار کو اَلْغُرَاب کہا جاتا ہے اور ان کے بھالوں کو فاء کلمہ کے کسرہ کے ساتھ اَلْغِرَاب کہا جاتا ہے۔ یہ ابو عبید نے حضرت سلیمان التیمی کی حدیث میں کہا ہے جو حضرت ابو عثمان النہدی سے مروی ہے کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خندق میں ضربیں لگائیں تو فرمایا: بِسْمِ اللّٰهِ وَبِهٖ بَدِيْنَا۔ وَ لَوْ عَبَدْنَا غَيْرَهٗ شَقِيْنَا۔ حَبَّذَا رَبًّا وَّ حَبَّذَا دِيْنَا۔ "اللہ کے نام سے اور ہم نے اسی کے نام سے ابتداء کی اور اگر ہم اس کے سوا کسی اور کی عبادت کرتے تو بدبخت ہو جاتے۔ کتنا ہی عظیم رب ہے اور کتنا ہی بہترین دین ہے"۔

زغابہ کے نام کی تحقیق

حضرت ابن اسحاق کا قول ہے: حَتّٰى نَزَلُوْا بَيْنَ الْجُرُفِ وَ زَغَابَةَ "یہاں تک کہ قریش جرف اور زغابہ کے درمیان اترے"۔ زغابہ غین منقوطہ اور زاء مفتوحہ کے ساتھ ایک جگہ کا نام ہے۔ البکری نے یہ لفظ اسی تلفظ کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اس سے پہلے انہوں نے اپنا یہ قول ذکر کیا کہ یہ زاء کے ضمہ اور عین مہملہ کے ساتھ زُعَابَة ہے۔ انہوں نے علامہ طبری کی یہ روایت بیان کی کہ انہوں نے اس حدیث میں یہ الفاظ کہے: بَيْنَ الْجُرُفِ وَالْغَابَةِ۔ انہوں نے اس قول کو پسند کیا اور فرمایا کیونکہ زغابہ غیر معروف ہے۔ حضرت مؤلف نے کہا: اس روایت میں میرے نزدیک معروف ترین اس شخص کی روایت ہے جس نے کہا: یہ لفظ غین منقوطہ کے ساتھ زَغَابَة ہے کیونکہ مسند حدیث میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایک اعرابی نے ایک اونٹنی ہدیہ کے طور پر پیش کی تو حضور ﷺ نے اس کے بدلے

حضرت ابن ہشام نے کہا: حضور ﷺ نے حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو مدینہ کا عامل مقرر فرمایا۔

حضرت ابن اسحاق نے کہا: حضور ﷺ کے حکم پر بچوں اور عورتوں کو قلعوں میں پہنچا دیا گیا۔

کعب بن اسد کو حیی بن اخطب کی انگیخت

اب دشمن خدا حیی بن اخطب نکلا اور بنی قریظہ کے ساتھ کیے گئے عہد و پیمان کے نمائندے کعب بن اسد قرظی کے پاس آیا۔ کعب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اپنی قوم کی طرف سے معاہدۂ دوستی کر چکا تھا اس لئے جب کعب کو حیی بن اخطب کے آنے کی خبر ہوئی تو اس نے اپنے قلعہ کا دروازہ بند کرلیا۔ اس نے دروازہ کھلوانا چاہا لیکن کعب نے اس کے لئے دروازہ کھولنے سے انکار کر دیا۔ حیی نے پکار کر کہا: اے کعب! تجھ پر افسوس! دروازہ کھول۔ کعب نے جواب دیا: اے حیی تیرا برا ہو بے شک تو بڑا بد بخت آدمی ہے، میں محمد (ﷺ) سے معاہدہ کر چکا ہوں لہٰذا میں ان کے ساتھ کیے ہوئے عہد و پیمان کو توڑنے کے لئے تیار نہیں، میں نے ان سے ایفائے عہد اور صداقت کے سوا کچھ نہیں دیکھا۔ حیی نے کہا: تیرا برا ہو دروازہ تو کھول، میں تجھ سے کچھ بات کہنا

اسے چھ بکریاں عطا فرمائیں لیکن وہ راضی نہ ہوا تو حضور ﷺ نے فرمایا: اَلَا تَعْجَبُوْنَ لِهٰذَا الْاَعْرَابِيِّ اَهْدٰى اِلَيَّ نَاقَةً اَعْرِفُهَا بِعَيْنِهَا كَمَا اَعْرِفُ بَعْضَ اَهْلِيْ ذَهَبَتْ مِنِّيْ يَوْمَ زَغَابَةَ وَ قَدْ كَافَاتُهٗ بِسِتٍّ فَسَخِطَ (الحدیث) ”کیا تم اس اعرابی پر حیران نہیں ہوتے کہ اس نے مجھے وہ اونٹنی تحفہ میں دی جسے میں بعینہٖ اس طرح پہچانتا ہوں جس طرح اپنے کسی گھر والے کو پہچانتا ہوں۔ یہ اونٹنی زغابہ کے روز مجھ سے چلی گئی تھی جبکہ میں نے اسے اس کے بدلے چھ بکریاں عطا کی ہیں، وہ پھر بھی ناراض ہے“۔ اور حضرت ابن اسحاق نے کہا: ذَنَبِ نُقُمٍ وَ نَقَمٰى مَعًا۔

يَفْتِلُ فِي الذِّرْوَةِ وَالْغَارِبِ

حضرت ابن اسحاق نے حیی بن اخطب کی کعب کے ساتھ گفتگو کا ذکر کیا اور بتایا لَمْ يَزَلْ يَفْتِلُ فِي الذِّرْوَةِ وَالْغَارِبِ۔ یہ ایک ضرب المثل ہے جو دراصل اونٹوں کے بارے میں کہی جاتی ہے کہ جب آپ سے کوئی اونٹ بے قابو ہو جاتا ہے فَتَاْخُذُ الْقُرَادَ مِنْ ذِرْوَتِهٖ وَ غَارِبِ سِنَامِهٖ وَ تَفْتِلُ هُنَاكَ تو آپ اس کی چوٹی اور اس کی کوہان کی اونچائی سے چچڑیاں دور کرتے ہیں اور وہاں ہاتھ پھیرتے ہیں اس سے اونٹ کو راحت حاصل ہوتی ہے تو وہ مانوس ہو جاتا ہے۔ پھر یہ کلام کسی کو بہلا

چاہتا ہوں۔ کعب نے کہا: میں یہ کام کرنے کے لئے تیار نہیں۔ حیی کہنے لگا: بخدا تم نے میرے سامنے صرف اس لئے دروازہ بند کر دیا ہے کہ تمہیں اندیشہ ہے کہ میں تمہارا جشیشہ (گیہوں کے موٹے آٹے سے بنایا ہوا خاص قسم کا ایک کھانا) تمہارے ساتھ مل کر نہ کھانے لگوں۔ اس پر کعب کو غیرت آمیز غصہ آیا اور اس نے دروازہ کھول دیا۔ حیی نے کہا: اے کعب! تیرا برا ہو میں تمہارے پاس زمانہ بھر کی عزت اور ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر لے کر آیا ہوں۔ میں تمہارے پاس قریش کے جنگجو اور ان کے سردار لے کر آیا ہوں یہاں تک کہ میں نے ان کو رومہ کے قریب وادیوں کے سنگم میں ٹھہرایا ہے اور میں تمہارے ساتھ بنی غطفان کے جنگجو اور سردار لے کر آیا ہوں یہاں تک کہ میں نے ان کو احد کے ایک طرف ذنب نقمی میں ٹھہرایا ہے۔ انہوں نے میرے ساتھ پختہ عہد و پیمان کیا ہے کہ وہ محمد (ﷺ) اور ان کے اصحاب کو جڑوں سے اکھیڑ کر دم لیں گے۔ کعب نے جواب دیا: بخدا تم میرے پاس زمانہ بھر کی ذلت لے کر آئے ہو اور ایسا بے بارش بادل لے کر آئے ہو جس کا پانی بہہ چکا ہے، وہ گرجتا اور چمکتا تو ہے لیکن اس میں بارش کا ایک قطرہ بھی نہیں، اے حیی! تیرا برا ہو، مجھے اپنے حال پر چھوڑ دے کیونکہ میں نے محمد (ﷺ) سے صداقت اور ایفائے عہد کے سوا کچھ نہیں دیکھا۔ فَلَمْ يَزَلْ يَفْتِلُهُ فِي الذِّرْوَةِ وَالْغَارِبِ ”لیکن حیی اس کو عہد شکنی پر برانگیختہ کرتا رہا“۔ یہاں تک کہ کعب نے اس شرط پر اس کی اطاعت قبول کر لی کہ وہ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے نام پر یہ عہد و پیمان کرے کہ اگر قریش اور غطفان پسپا ہو گئے اور وہ محمد (ﷺ) کا خاتمہ نہ کر سکے تو میں تمہارے ساتھ تمہارے قلعے میں داخل ہو جاؤں گا تا کہ جو کچھ تم پر گزرے وہی مجھ پر گزرے۔ اس طرح کعب بن اسد نے اپنا عہد توڑ دیا اور رسول اللہ ﷺ سے کیے ہوئے معاہدہ سے اپنی برأت کا اظہار کر دیا۔

پھسلا کر کسی کام پر لگانے اور فریب دینے کے بارے میں ضرب المثل کے طور پر استعمال ہونے لگا۔ اسی طرح حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آیا ہے کہ جب آپ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بصرہ سے روانہ کرنے کا ارادہ کیا تو آپ نے انکار کیا فَجَعَلَ يَفْتِلُ فِي الذِّرْوَةِ وَالْغَارِبِ آپ انہیں بہلاتے پھسلاتے رہے یہاں تک کہ آپ رضامند ہو گئیں۔ حطیہ کا قول ہے:

لَعَمْرُكَ مَا قُرَادُ بَنِي بَغِيضٍ إِذَا نُزِعَ الْقُرَادُ بِمُسْتَطَاعِ

”تیری زندگی کی قسم جب چچڑیاں اتاری جائیں تو بنی بغیض کی چچڑیوں کو اتارا نہیں جا سکتا“۔ یعنی نہ انہیں دھوکہ دیا جا سکتا ہے اور نہ ذلیل کیا جا سکتا ہے۔

کعب کی عہد شکنی کی تصدیق

جب رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں تک یہ خبر پہنچی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد بن معاذ بن نعمان کو، جو اس وقت قبیلہ اوس کے سردار تھے اور بنی ساعدہ بن کعب بن خزرج کے فرد حضرت سعد بن عبادہ بن دلیم کو جو اس وقت قبیلہ خزرج کے سردار تھے، اس خبر کی تصدیق کے لئے بھیجا۔ ان دونوں کے ساتھ بنی حارث بن خزرج کے ایک فرد حضرت عبداللہ بن رواحہ اور بنی عمرو بن عوف کے ایک فرد حضرت خوات بن جبیر بھی تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: جاؤ اور دیکھو، ان لوگوں کی طرف سے ہمیں جو خبر موصول ہوئی ہے، کیا وہ صحیح ہے یا غلط؟ فَاِنْ كَانَ حَقًّا فَالْحَنُوْا لِيْ لَحْنًا اَعْرِفُهٗ وَ لَا تَفُتُّوْا فِيْ اَعْضَادِ النَّاسِ وَ اِنْ كَانُوْا عَلَى الْوَفَاءِ فِيْمَا بَيْنَنَا وَ بَيْنَهُمْ فَاجْهَرُوْا بِهٖ لِلنَّاسِ ''اگر یہ خبر درست ہو تو مجھے کنایۃً بتانا جسے صرف میں سمجھ سکوں اور (علی الاعلان بیان کر کے) لوگوں کے بازوؤں کو کمزور نہ کر دینا اور اگر وہ ہمارے ساتھ کیے گئے عہد کے ایفاء پر قائم ہوں تو علی الاعلان سب لوگوں کو بتا دینا''۔ چنانچہ وہ حضرات بنی قریظہ کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ ان کے متعلق جو اطلاع انہیں موصول ہوئی تھی وہ لوگ اس سے بھی زیادہ

اللحن (1)

حضرت ابن اسحاق نے نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان ذکر کیا: اِلْحَنُوْا لِيْ لَحْنًا اَعْرِفُهٗ وَ لَا تَفُتُّوْا فِيْ اَعْضَادِ النَّاسِ۔ اللحن کا معنی ہے کہ کسی کلام کو لوگوں کے ہاں معروف طریقے سے پھیر کر ایسے طریقے سے بیان کرنا کہ اسے صرف اپنا ساتھی ہی سمجھ سکے، جس طرح خطا کو بھی لحن کہا جاتا ہے کیونکہ خطاً بھی معروف صواب سے پھرنا ہی ہے۔

سیرافی نے کہا: میں نے اَلنَّحو کے حقیقی معنی کو اَللَّحْن کے معنی ہی سے پہچانا جو کہ اس کی ضد ہے کیونکہ لحن کا معنی درست راستے سے پھرنا ہے اور نحو کا معنی درست راستے کا قصد کرنا ہے اور جہاں تک حاء کے فتحہ کے ساتھ اَللَّحَنُ کا تعلق ہے تو اس کی اصل بھی یہی ہے مگر جب کوئی شخص آپ کو کسی

1۔ لحن: یہ لفظ لام، حاء اور نون کے ساتھ ہے۔ اس کے دو تلفظ ہیں جن میں سے ایک کا معنی ہے کسی چیز کا ایک طرف سے جھک جانا اور دوسرے کا معنی ہے ذہانت وفطانت۔ جہاں تک حاء کے سکون کے ساتھ لَحْن کا تعلق ہے تو اس کا معنی ہے کلام کا اپنی صحیح عربی جہت سے دوسری طرف مائل ہو جانا۔ کہا جاتا ہے لَحَنَ لَحْنًا اور یہ ہمارے نزدیک کسی دوسری زبان سے نیا پیدا شدہ کلام ہے کیونکہ لحن ایسا نیا کلام ہوتا ہے جو خالص اہل عرب کی زبان سے نہیں ہوتا جنہوں نے اپنی طبائع سلیمہ کے ساتھ کلام کیا۔ اس لفظ کا دوسرا تلفظ اَللَّحَنُ ہے۔ اس کا معنی ذہانت ہے۔ کہا جاتا ہے: لَحِنَ يَلْحَنُ لَحَنًا وَهُوَ لَحِنٌ وَلَا حِنٌ (مقاییس اللغۃ 239/5)

خباثت پر آمادہ تھے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو برا بھلا کہا اور کہا کون اللہ کا رسول؟ ہمارے درمیان اور محمد (ﷺ) کے درمیان کوئی عہد و پیمان نہیں۔ اس پر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے انہیں برا بھلا کہا اور جواباً انہوں نے آپ کو برا بھلا کہا۔ آپ ایک تیز مزاج آدمی تھے۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا انہیں برا بھلا کہنا چھوڑ دو، جو ہمارے اور ان کے درمیان معاہدہ ہے وہ اس گالی گلوچ سے بڑھ کر ہے۔ پھر حضرات سعد بن معاذ، سعد بن عبادہ اور ان کے ساتھی رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں واپس آئے، آپ کی خدمت میں سلام پیش کرنے کے بعد عرض کیا عَضَلٌ وَّ الْقَارَةُ۔ یعنی وہ لوگ اسی طرح غداری پر آمادہ ہیں جس طرح اصحابِ رجیع یعنی حضرت خبیب اور آپ کے ساتھیوں کے ساتھ عضل اور قارہ نے غداری کی تھی۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَبْشِرُوْا يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ۔ ''اللہ اکبر! اے گروہِ مسلمین! تمہیں خوشخبری ہو''۔

منافقین کے نفاق کا ظہور اور مسلمانوں کے خوف میں اضافہ

اس واقعہ کے بعد آزمائش بڑھ گئی اور خوف شدید ہو گیا اور مسلمانوں کے دشمنوں نے ان پر اوپر کی طرف سے بھی اور نیچے کی طرف سے بھی حملہ بول دیا یہاں تک کہ مومنین میں طرح طرح کے خیالات پیدا ہونے لگے اور بعض منافقین کا نفاق بھی کھل کر سامنے آ گیا یہاں تک کہ بنی عمرو

کلام کا مفہوم سمجھانے کے لئے اسے اصل طریقے سے پھیر کر پڑھے اور اس سے آپ اسے سمجھ جائیں تو اس فہم کو لَحن کہتے ہیں۔ پھر جو شخص بھی کوئی بات سمجھ جائے تو اس کے لئے کہا جاتا ہے قَدْ لَحِنَ راء کے کسرہ کے ساتھ اور اس کی اصل وہی ہے جو ہم نے ذکر کی ہے کہ اس کا معنی لاحن سے سمجھنا ہے۔

مالک بن اسماء بن خارجہ فزاری کا قول ہے:

مَنْطِقٌ صَائِبٌ وَ تَلْحَنُ اَحْيَا نًا وَ خَيْرُ الْحَدِيْثِ مَا كَانَ لَحْنَا

''اس شخص کا کلام درست ہوتا ہے، کبھی کبھی وہ لحن بھی کرتا ہے اور بہترین کلام وہ ہوتا ہے جس میں قدرے لحن ہو''۔

اس شعر کے بارے میں جاحظ نے کہا: شاعر کی مراد یہ ہے کہ وہ لحن جس کا معنی خطا ہے کبھی کبھی عمدہ سمجھا جاتا ہے اور نو عمر لونڈی سے بھی زیادہ پر لطف ہوتا ہے لیکن جاحظ کی اس تاویل کو غلط قرار دیا گیا ہے اور یہ واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ جب حجاج بن یوسف کی بیوی ہند بنت اسماء بن خارجہ نے اپنے کلام میں لحن کیا تو حجاج نے اس لحن کو ناپسند کیا۔ اس پر ہند نے اپنے بھائی مالک بن اسماء کا یہ قول بطورِ دلیل پیش

بن عوف کا ایک فرد معتب بن قشیر کہنے لگا کہ محمد (ﷺ) تو ہم سے وعدہ کرتے تھے کہ یہ قیصرو کسریٰ کے خزانے لوٹیں گے جبکہ آج حالت یہ ہے کہ کوئی شخص بیت الخلاء میں بھی اطمینان سے نہیں جا سکتا۔

کیا معتب منافق تھا؟

حضرت ابن ہشام نے کہا: مجھے اہل علم میں سے ایک ایسے شخص نے جو میرے نزدیک ثقہ اور قابل اعتماد ہے، خبر دی کہ معتب بن عمیر کا شمار منافقین میں نہ تھا اور اس کی یہ دلیل پیش کی کہ وہ اہل بدر میں سے تھا۔

حضرت ابن اسحاق نے کہا: یہاں تک کہ بنو حارثہ بن حارث کا ایک فرد اوس بن قیظی یہ کہنے لگا: یارسول اللہ ﷺ! بے شک ہمارے گھر دشمن سے غیر محفوظ ہیں اور یہ بات اس کی قوم کے چند لوگوں کی طرف سے کہی جا رہی ہے اس لئے آپ ہمیں اجازت فرمائیے کہ ہم واپس اپنے گھروں کی طرف لوٹ جائیں کیونکہ ہمارے گھر مدینہ طیبہ سے باہر ہیں۔ رسول اللہ ﷺ اور

کیا:

وَ خَیْرُ الْحَدِیْثِ مَا کَانَ لَحْنًا

حجاج نے اسے کہا تیرے بھائی کی یہ مراد نہیں بلکہ لحن سے اس کی مراد تو وہ لحن ہے جس کا معنی توریہ اور الغاز (پیچ دار اور غیر واضح کلام کرنا) ہے۔ اس پر وہ خاموش ہو گئی۔ جب جاحظ کو یہ واقعہ سنایا گیا تو اس نے کہا: اگر میرے پاس یہ واقعہ کتاب البیان کی تالیف سے پہلے پہنچ جاتا تو میں اس میں وہ بات نہ کرتا جو میں نے اس میں کی، اس پر اسے کہا گیا کیا تم اسے تبدیل نہیں کر دیتے؟ تو اس نے کہا تبدیل کیسے کر سکتا ہوں جبکہ اسے خچر اور شہا بیے اڑا کر لے گئے ہیں اور اس کی شہرت شہروں کے نشیب و فراز میں پہنچ چکی ہے اور لحن کے معنی میں جیسا قول جاحظ نے کیا ہے اسی کی مثل یا اس کے قریب قریب ہی ابن قتیبہ نے بھی کہا ہے۔

راوی کا قول ہے: یَفُتُّ فِی اَعْضَادِ النَّاسِ یعنی لوگوں کی قوتِ بازو کو توڑ نہ دینا اور انہیں کمزور نہ کر دینا۔ اس معنی میں العضد کا لفظ بطورِ ضرب المثل اور اَلْفَتُّ کا معنی توڑنا ہے۔ راوی نے فِیْ اَعْضَادِھِمْ کہا اور اس طرح نہ کہا: یَفُتُّ اَعْضَادَھُمْ کیونکہ یہ دل میں داخل ہونے والے رعب سے کنایہ ہے اور حقیقی طور پر بازو توڑنا مراد نہیں اور نہ ہی العضد سے عضو بازو مراد ہے، بلکہ اس سے مراد تو وہ کمزوری اور نقاہت ہے جو دل میں داخل ہو جاتی ہے۔ یہ فصیح ترین کلاموں میں سے ایک کلام ہے۔

مشرکین بیس سے زائد راتیں یعنی تقریباً ایک مہینہ ایک دوسرے کے مقابل جمے رہے لیکن ان کے درمیان جنگ کی نوبت نہ آئی، البتہ کچھ تیراندازی اور سنگ باری ہوتی رہی۔

قبیلۂ غطفان سے معاہدۂ صلح کا ارادہ

پھر جب لوگوں پر آزمائش شدید ہوگئی تو جیسا کہ مجھ سے حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ اور ان لوگوں نے بیان کیا جنہیں میں متہم نہیں کرتا، انہوں نے حضرت محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن شہاب زہری سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے عیینہ بن حصن بن حذیفہ بن بدر اور حارث بن عوف بن ابی حارثہ المری کو بلا بھیجا۔ یہ دونوں بنی غطفان کے قائد تھے۔ حضور ﷺ نے ان دونوں کو مدینہ طیبہ کے پھلوں کا تیسرا حصہ اس شرط پر دینے کے لئے کہا کہ وہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ حضور ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام سے ہٹ کر واپس چلے جائیں۔ چنانچہ دونوں طرف سے صلح کی بات جاری ہوگئی یہاں تک کہ انہوں نے صلح نامہ بھی لکھ دیا لیکن اس پر ابھی نہ تو کوئی شہادت ہوئی تھی اور نہ قطعی فیصلہ صلح ہوا تھا۔ صرف اس کے متعلق جدوجہد جاری تھی۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ نے صلح کا ارادہ فرمایا تو حضرت سعد بن معاذ اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ

حضرت ابن اسحاق نے اوس بن قیظی کا ذکر کیا اور وہی یہ بات کہنے والا تھا: اِنَّ بُیُوْتَنَا عَوْرَۃٌ (الاحزاب:13) "ہمارے گھر بالکل غیر محفوظ ہیں"۔ اور اس کا بیٹا عرابہ بن اوس سردار تھا لیکن یہ صحابی نہ تھا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ وہ صحابی تھا۔ ہم نے اس کا ذکر ان لوگوں میں کیا ہے جنہیں احد کے روز کم سن خیال کیا گیا تھا۔ یہی وہ شخص ہے جس کے بارے میں شماخ کہتا ہے:

اِذَا مَا رَایَۃٌ رُفِعَتْ لِمَجْدٍ تَلَقَّاھَا عَرَابَۃُ بِالْیَمِیْنِ

"جب کوئی جھنڈا بزرگی کے لئے اٹھایا جاتا ہے تو عرابہ اسے اپنے دائیں ہاتھ میں تھام لیتا ہے"۔

اور عرابہ کا ایک بھائی ہے جس کا نام کباثہ ہے۔ اس کا ذکر بھی صحابہ کرام میں آتا ہے۔

احزاب سے صلح

حضرت ابن اسحاق نے ذکر کیا کہ نبی کریم ﷺ نے مدینہ طیبہ کے پھلوں کے تیسرے حصے پر احزاب سے صلح کرنے کا ارادہ فرمایا۔ اس میں ایک فقہی مسئلہ ہے کہ مسلمانوں کے لئے مصلحت اور ان کی حفاظت ہو تو دشمن کو مال دینا جائز ہے۔ ابو عبید نے اس واقعہ کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ قابل عمل ہے۔ انہوں نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے شام کی سرحدوں سے حملے کو روکنے پر شاہِ روم کو مال دے کر صلح کی تھی۔ کہا گیا ہے کہ آپ نے ایک لاکھ دینار دیے تھے اور رومیوں سے کچھ

عنہما کو بلا بھیجا اور ان کے سامنے اس کا تذکرہ کیا اور ان سے مشورہ طلب کیا۔ ان دونوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! کیا یہ ایسا معاملہ ہے جسے ہم اپنی خواہش پر کرنا چاہتے ہیں یا یہ ایسی کوئی چیز ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے جس پر عمل کرنا لازمی ہے یا یہ ایسی چیز ہے جسے حضور ﷺ ہماری خاطر کر رہے ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا بلکہ یہ ایسی چیز ہے جسے میں تمہاری خاطر کرنا چاہتا ہوں۔ قسم بخدا! میں صرف اس لئے یہ کام کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے دیکھا کہ تمام اہل عرب نے ایک ہی کمان سے تم پر تیروں کی بارش کر دی ہے اور انہوں نے ہر طرف سے تمہارے راستے دشوار کر دیے ہیں۔ اس پر میں نے ارادہ کیا کہ کسی طریقے سے ان کی طاقت کو توڑ دوں"۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! ہم اور یہ قوم (کفار) سب شرک اور بت پرستی پر قائم تھے، ہم نہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے اور نہ اسے پہچانتے تھے، تو اس وقت بھی وہ لوگ سوائے ضیافت اور خریداری کے مدینہ کی کھجوروں میں سے ایک کھجور بھی کھانے کی خواہش نہیں کر سکتے تھے تو جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں اسلام کی عزت سے نوازا اور ہمیں اسلام کی ہدایت عطا فرمائی اور حضور کے ساتھ اور اسلام کے ساتھ ہمیں عزت عطا فرمائی تو کیا ہم انہیں اپنے اموال دیں گے"؟ بخدا! ہمیں اس صلح کی کوئی ضرورت نہیں۔ بخدا ہمارے پاس انہیں دینے کے لئے صرف تلوار ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ فرمائے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پھر تم جانو اور تمہارا کام۔ چنانچہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے وہ صلح نامہ لیا اور اس میں جو تحریر تھی اسے مٹا ڈالا، پھر فرمایا: وہ کفار ہمارے خلاف قوت آزمائی کر لیں"۔

چند مشرکین کا خندق عبور کرنا

حضرت ابن اسحاق نے کہا: رسول اللہ ﷺ اور مسلمان مقابلے پر جمے ہوئے تھے اور ان کے دشمن بھی ان کے محاصرے پر ڈٹے ہوئے تھے، مگر دونوں طرف سے جنگ کی نوبت نہیں آئی تھی۔ البتہ قریش کے چند شہسوار جن میں بنی عامر بن لؤی کا ایک فرد عمرو بن عبد ود بن ابی قیس۔

غلام بطور رہن لیے تھے، لیکن رومیوں نے غداری کی اور معاہدۂ صلح کو توڑ دیا لیکن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے رہن کے غلاموں کو قتل کرنے کا حکم نہ دیا بلکہ انہیں آزاد کر دیا اور فرمایا غداری کے بدلے وفا غداری کے بدلے غداری سے بہتر ہے۔ ابو عبید نے کہا: یہ امام اوزاعی اور اہل شام کا مذہب ہے کہ رہن کے غلاموں کو قتل نہ کیا جائے اگرچہ دشمن غداری کرے۔

حضرت ابن ہشام نے کہا اسے عمرو بن عبد بن ابی قیس بھی کہا جاتا ہے--- حضرت ابن اسحاق نے کہا عکرمہ بن ابی جہل مخزومی، ہبیرہ بن ابی وہب مخزومی اور بنی محارب بن فہر کا ایک فرد ضرار بن خطاب شاعر ابن مرداس شامل تھے، جنگ کے لئے آمادہ ہوئے۔ پھر وہ گھوڑوں پر سوار ہو کر نکلے اور بنی کنانہ کی منازل کے پاس سے گزرے تو ان سے کہا: اے بنی کنانہ! جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ، تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ آج شہسوار کون ہیں۔ پھر وہ آگے بڑھے، ان کے گھوڑے لمبے لمبے قدم ڈال کر تیز دوڑ رہے تھے، یہاں تک کہ خندق پر آ کر رکے۔ جب انہوں نے خندق دیکھی تو کہنے لگے بخدا! یہ ایسی جنگی منصوبہ بندی ہے جو اہل عرب نہیں کر سکتے تھے۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اور خندق کھودنے کا مشورہ

حضرت ابن ہشام نے کہا: کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو خندق کھودنے کا مشورہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے دیا تھا اور مجھ سے بعض اہل علم نے بیان کیا کہ غزوۂ خندق کے روز مہاجرین نے کہا: حضرت سلمان ہم سے ہیں اور انصار نے کہا: حضرت سلمان ہم سے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سلمان ہمارے اہل بیت سے ہیں۔

عمرو بن عبدود کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقابلہ

حضرت ابن اسحاق نے کہا پھر انہوں نے خندق کی ایک تنگ جگہ کا قصد کیا اور گھوڑے کو ایڑ لگا کر خندق پار کر گئے، پھر خندق اور جبل سلع کے درمیان شوریلی زمین میں چکر لگانے لگے۔

سَلْمَانُ مِنَّا

حضرت ابن اسحاق نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فرمان ذکر کیا ہے: سَلْمَانُ مِنَّا اَھْلَ الْبَیْتِ اَھْلَ الْبَیْتِ اختصاص کی بناء پر یا اَعْنِیْ فعل مضمر ہونے کی بناء پر منصوب ہے اور بدل کی بناء پر اس کی جر کو سیبویہ نے جائز قرار نہیں دیا، نہ تو ضمیر متکلم سے بدل ہونے کی صورت میں اور نہ ضمیر مخاطب سے بدل ہونے کی صورت میں کیونکہ یہ بیان کی غائت میں ہے لیکن اخفش نے جر کو بھی جائز قرار دیا ہے۔

ابن ادکی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دعوتِ مبارزت

حضرت ابن اسحاق نے عمرو بن ادعامری کی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دعوتِ مبارزت کا واقعہ ذکر کیا ہے۔ مغازی ابن اسحاق میں حضرت ابن ہشام کی اس روایت کے علاوہ بکائی کی روایت میں کچھ بہترین اضافہ مذکور ہے۔ میرا خیال ہے اس واقعہ کی تکمیل کے لئے وہ روایت یہاں ذکر کرنی چاہیے:

حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام مسلمانوں کی ایک جماعت لے کر نکلے یہاں تک کہ خندق کے اس حصے پر قبضہ کر لیا جہاں سے دشمن کے گھوڑوں نے اسے عبور کیا تھا۔ دشمن کے گھوڑے تیزی

حضرت ابن اسحاق نے کہا: عمرو بن اد نکلا اور بلند آواز سے للکارا: هَلْ مِنْ مُبَارِزٍ؟ "ہے کوئی میرے ساتھ مقابلہ کرنے والا"۔ یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ آپ آہنی ہتھیاروں میں لیس تھے۔ آپ نے فرمایا: اے اللہ کے پیارے نبی! اس کے مقابلہ کے لئے میں تیار ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا وہ عمرو ہے بیٹھ جاؤ۔ عمرو نے پھر للکارا۔ ہے کوئی شخص جوان کو ڈانٹ سکے۔ وہ کہہ رہا تھا کہاں ہے تمہاری وہ جنت جس کے بارے میں تم دعویٰ کرتے ہو کہ تم میں سے جو شہید ہوگا وہ اس میں داخل ہوگا: تو تم میرے مقابلہ میں کسی آدمی کو کیوں نہیں نکالتے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پھر اٹھ کر عرض کی۔ میں تیار ہوں یا رسول اللہ ﷺ! حضور ﷺ نے فرمایا بیٹھ جاؤ، وہ عمرو ہے۔

اس نے پھر تیسری بار للکارا اور یہ اشعار پڑھے:

وَ لَقَدْ بَحَحْتُ مِنَ النِّدَا بِجَمْعِكُمْ هَلْ مِنْ مُبَارِزٍ؟

تمہارے لشکر کو یہ آواز دے دے کر میرا گلا بیٹھ گیا ہے کہ ہے کوئی میرے ساتھ مقابلہ کرنے والا۔

وَ وَقَفْتُ اِذْ جَبُنَ الْمُشَجَّعُ مَوْقِفَ الْقِرْنِ الْمُنَاجِزُ

اور میں مقابلہ پر نکلنے والے مد مقابل کی طرح اس وقت کھڑا رہا جب زخمی سر والا بزدل ہو گیا۔

وَ كَذَالِكَ اِنِّيْ لَمْ اَزَلْ مُتَسَرِّعًا قَبْلَ الْهَزَاهِزُ

"اس طرح میں دل ہلا دینے والے فتنوں سے پہلے جلدی سے (فتنہ بن کر) کھڑا رہا"۔

اِنَّ الشُّجَاعَةَ فِي الْفَتٰى وَالْجُوْدَ مِنْ خَيْرِ الْغَرَائِزُ

"بے شک نوجوان میں شجاعت اور سخاوت بہترین عادات سے ہے"۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پھر کھڑے ہو کر عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! میں اس کے مقابلہ پر نکلتا ہوں۔ حضور ﷺ نے پھر فرمایا: بے شک وہ عمرو ہے۔ آپ نے عرض کی: اگر چہ وہ عمرو ہے، چنانچہ نبی کریم ﷺ نے آپ کو اجازت مرحمت فرمائی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ چل کر اس کے سامنے آئے اور آپ کی زبان پر یہ اشعار تھے:

لَا تَعْجَلَنَّ فَقَدْ اَتَاكَ مُجِيْبُ صَوْتِكَ غَيْرُ عَاجِزٌ

"تو جلد بازی نہ کر، تیرے سامنے ایسا شخص آچکا ہے جو تیری آواز کا جواب دینے والا اور غیر عاجز ہے"۔

سے ان کی طرف بڑھے۔ عمرو بن عبدود غزوۂ بدر میں بھی لڑ چکا تھا، یہاں تک کہ وہ زخمی ہو گیا تھا۔ اس لئے غزوۂ احد میں شریک نہ ہوا لیکن غزوۂ خندق کے روز ایک امتیازی نشان لگا کر آیا تھا تا کہ اسے پہچانا جا سکے۔ جب وہ اور اس کے شہسوار وہاں رکے تو اس نے للکارا: مَنْ یُبَارِزُ؟ ''کون میرے ساتھ مقابلہ کرے گا''؟ یہ سن کر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اس کے مقابلے پر نکلے اور اس سے فرمایا اے عمرو! تو نے اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کر رکھا ہے کہ اگر کوئی قریشی تجھ سے دو چیزوں کا مطالبہ کرے گا تو ان میں سے ایک تو ضرور دے گا''۔ اس نے کہا ہاں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے فرمایا فَاِنِّیْ اَدْعُوْكَ اِلَى اللّٰهِ وَ اِلٰى رَسُوْلِهٖ وَ اِلَى الْاِسْلَامِ ''پھر میں تجھ سے مطالبہ کرتا ہوں کہ تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پاک ﷺ پر ایمان لے آ اور اسلام قبول کر

ذُوْ نِیَّةٍ وَ بَصِیْرَةٍ وَالصِّدْقُ مُنْجِیْ كُلِّ فَائِزٍ

''جو صاحب نیت و بصیرت ہے اور سچائی ہر کامیاب کو نجات دینے والی ہے''۔

اِنِّیْ لَاَرْجُوْ اَنْ اُقِیْمَ عَلَیْكَ نَائِحَةَ الْجَنَائِزِ

''بے شک میں چاہتا ہوں کہ میتوں پر نوحہ کرنے والی عورت تجھ پر کو کھڑا کر دوں''۔

مِنْ ضَرْبَةٍ نَجْلَاءَ یَبْقٰى ذِكْرُهَا عِنْدَ الْهَزَاهِزِ

ایسی لمبی چوڑی ضرب کے ساتھ جس کا ذکر دل ہلا دینے والے فتنوں کے وقت بھی باقی رہے گا۔

عمرو نے آپ سے پوچھا: تم کون ہو؟ آپ نے فرمایا: میں علی ہوں۔ اس نے پوچھا: عبد مناف کی اولاد؟ آپ نے فرمایا: میں ابو طالب کا بیٹا ہوں۔ اس نے کہا: اے میرے بھتیجے! تیرے علاوہ تیرے کچھ چچے بھی مجھ سے کم عمر ہیں اس لئے میں یہ پسند نہیں کرتا کہ تیرا خون بہاؤں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے فرمایا لیکن بخدا! میں یہ پسند کرتا ہوں کہ تیرا خون بہاؤں۔ یہ سن کر وہ غضبناک ہو گیا، وہ گھوڑے سے نیچے اترا اور اپنی تلوار بے نیام کر لی، یوں معلوم ہوتا تھا گویا وہ آگ کا ایک شعلہ ہے پھر وہ غصے کی حالت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف بڑھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے گھوڑے پر سوار تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے فرمایا: میں تم سے کیسے لڑوں حالانکہ تو اپنے گھوڑے پر سوار ہے، بلکہ تو میرے ساتھ نیچے اتر، چنانچہ وہ اپنے گھوڑے سے نیچے اترا، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف بڑھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی ڈھال اس کے سامنے کی، عمرو نے اس پر تلوار کا وار کیا اور اسے کاٹ ڈالا، تلوار ڈھال میں پیوست ہو گئی اور آپ کے سر میں جا کر لگی اور اسے زخمی کر دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے کندھے کی رگ پر وار کیا جس سے وہ نیچے گر پڑا۔ گرد و غبار اڑا اور نبی

لے"۔ اس نے کہا: مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ آپ نے فرمایا: پھر میں تجھے مقابلہ کے میدان میں اترنے کی دعوت دیتا ہوں۔ وہ کہنے لگا اے میرے بھتیجے! کس لئے؟ قسم بخدا! میں یہ پسند نہیں کرتا کہ تجھے قتل کروں۔ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ نے اسے فرمایا لیکن بخدا میں یہ پسند کرتا ہوں کہ تمہیں قتل کروں۔ یہ سن کر وہ غصہ سے دیوانہ ہو گیا اور اپنے گھوڑے کی پشت سے چھلانگ لگا دی، اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں اور اس کے منہ پر تلوار ماری، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف آگے بڑھا، دونوں میں لڑائی ہوئی اور باہم مقابلہ کیا آخرکار حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کا خاتمہ کر دیا۔ ان کے سوار شکست کھا کر خندق کو پار کرتے ہوئے بھاگ گئے۔

حضرت ابن اسحاق نے کہا: اس وقت حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار فرمائے:

نَصَرَ الْحِجَارَةَ مِنْ سَفَاهَةِ رَأْيِهٖ   وَ نَصَرْتُ رَبَّ مُحَمَّدٍ بِصَوَابِیْ

"عمرو بن عبدود نے اپنی رائے کی حماقت کی وجہ سے پتھروں کی مدد کی اور میں نے عقل و

کریم ﷺ نے تکبیر کی آواز سنی اور جان لیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کر دیا ہے۔ اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فی البدیہہ یہ اشعار فرمائے:

اَعَلَیَّ تَقْتَحِمُ الْفَوَارِسُ هٰکَذَا   عَنِّیْ وَ عَنْهُ اَخَّرُوْا اَصْحَابِیْ

کیا مجھ پر اس طرح گھوڑے ہجوم کرتے ہیں کہ انہوں نے مجھ سے اور اس سے میرے ساتھیوں کو پیچھے ہٹا دیا۔

فَالْیَوْمَ تَمْنَعُنِیْ الْفِرَارَ حَفِیْظَتِیْ   وَ مُصَمِّمٌ فِی الرَّأْسِ لَیْسَ بِنَابِیْ

"آج میرا جذبہ حمیت مجھے فرار ہونے سے روکتا ہے اور میرے سر کو زخمی کرنے والی تلوار مجھے پیچھے نہیں ہٹا سکتی"۔

اَدّٰی عُمَیْرٌ حِیْنَ اُخْلِصَ صَقْلُهٗ   صَافِی الْحَدِیْدَةِ یَسْتَفِیْضُ ثَوَابِیْ

"عمیر نے اس وقت میرے ثواب کو عام کرنے کا حق ادا کر دیا جب اس کی خالص لوہے والی صیقل شدہ تلوار کو اس کے لئے خالص کر دیا گیا"۔

فَغَدَوْتُ اَلْتَمِسُ الْقَرَاعَ بِمُرْهَفٍ   عَضْبٍ مَعَ الْبَتْرَاءِ فِیْ اَقْرَابِ

"پس میں صبح سویرے ایک باریک تیز دھار والی تلوار لے کر ڈھال تلاش کرنے کے لئے کنوؤں سے رسنے والے پانی کے ساتھ ساتھ چل پڑا"۔

ہوش سے کام لیتے ہوئے محمد (ﷺ) کے پروردگار کی مدد کی"۔

فَصَدَرْتُ حِيْنَ تَرَكْتُهُ مُتَجَدِّلًا كَالْجِذْعِ بَيْنَ دَكَادِكٍ وَّ رَوَابِيْ

"میں وہاں سے نکلا اس حالت میں کہ میں نے اسے نرم ریت کے ڈھیروں اور ٹیلوں میں درخت کے مُڈھ کی طرح مٹی میں لت پت چھوڑا"۔

وَ عَفَفْتُ عَنْ اَثْوَابِهٖ وَ لَوْ اَنَّنِيْ كُنْتُ الْمُقَطَّرَ بَزَّنِيْ اَثْوَابِيْ

اور میں نے اس کے کپڑوں کو ہاتھ بھی نہ لگایا (کیونکہ میرا مقصد مالِ غنیمت لوٹنا نہ تھا) اور

قَالَ ابْنُ عَبْدٍ حِيْنَ شَدَّ اَلِيَّةً وَ حَلَفْتُ فَاسْتَمِعُوْا مِنَ الْكَذَّابِ

"جب ابن عبد نے قسم اٹھائی اور میں نے بھی حلف اٹھایا تو اس نے کہا تو کذاب کی بات غور سے سنیے

اَلَّا يَفِرَّ وَ لَا يُهَلِّلَ فَالْتَقٰى رَجُلَانِ يَلْتَقِيَانِ كُلَّ ضِرَابِ

کہ وہ نہ فرار ہوگا اور نہ کلمہ توحید پڑھے گا۔ چنانچہ دونوں شخص اپنی اپنی تلوار کا وار کرتے ہوئے آمنے سامنے آ گئے"۔

اس کے بعد وہ اشعار ہیں جو نَصَرَ الْحِجَارَةَ سے شروع ہوتے ہیں۔ البتہ بکائی نے یوں روایت کیا: عَبَدَ الْحِجَارَةَ وَ عَبَدْتُ رَبَّ مُحَمَّدٍ۔ اور وَ لَقَدْ بَحَحْتُ کی جگہ وَ لَقَدْ عَجِبْتُ مروی ہے۔ اور آخری شعر یوں روایت کیا گیا ہے: فَالْتَقٰى اَسَدَانِ يَضْطَرِبَانِ كُلَّ ضِرَابٍ۔ اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے انصاف ہے کیونکہ آپ نے اَسَدَانِ فرمایا اور عمرو کو بھی شجاعت اور بہادری کی طرف منسوب کیا۔ آپ کا قول ہے: اَدّٰى عُمَيْرٌ الى قوله ثَوَابِيْ یعنی اس نے میرا ثواب مجھے دے دیا اور اس وقت مجھے اچھی جزاء دی جب اس نے اپنی صیقل شدہ تلوار نکالی۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کلمہ طیبہ کا ورد کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا: تم نے اس کی زرہ کیوں نہ چھین لی، کیونکہ پورے عرب میں اس سے بہتر زرہ کوئی نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: میں نے جب اس پر تلوار کا وار کیا تو اس نے اپنی شرمگاہ میرے سامنے کر دی، مجھے حیا آئی کہ میں اپنے چچازاد کی زرہ چھینوں۔ دوسرے گھڑ سوار پسپا ہوگئے یہاں تک کہ بھاگ کر خندق میں جا گھسے۔ اس وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کا کوئی مال نہ چھینا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ نے بذاتِ خود ان کی کوئی چیز لینے سے پرہیز کیا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اہل عرب جب دورِ جاہلیت میں کسی کو قتل کرتے تو اس کے کپڑے نہیں چھینتے تھے۔

اگر میرے جسم پر کپڑے ہوتے (اور میں یوں مارا جاتا) تو وہ میرے کپڑوں کو لوٹ کر لے جاتا۔

لَا تَحْسِبُنَّ اللّٰهَ خَاذِلَ دِيْنِهٖ وَ نَبِيِّهٖ يَا مَعْشَرَ الْاَحْزَابِ

''اے مشرکوں کے گروہ! تم ہرگز یہ گمان نہ کرنا کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین اور اپنے نبی کو بے یار و مددگار چھوڑ دے گا''۔

علامہ ابن ہشام نے کہا: اکثر علمائے شعر کو اس میں شک ہے کہ یہ اشعار حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ہیں۔

عکرمہ کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت ابن اسحاق نے کہا: اس روز عکرمہ بن ابی جہل نے عمرو کو چھوڑ کر پسپا ہوتے ہوئے اپنا نیزہ پھینک دیا۔ اس پر حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار کہے:

فَرَّ وَ اَلْقٰى لَنَا رُمْحَهٗ لَعَلَّكَ عَكْرِمَ لَمْ تَفْعَلِ

ہماری خاطر اپنا نیزہ پھینک کر عکرمہ فرار ہو گیا۔ اے عکرمہ! شاید تو نے ایسا نہیں کیا ہوگا۔

وَ وَلَّيْتَ تَعْدُوْا كَعَدْوِ الظَّلِيْمِ مَا اِنْ تَجُوْرُ عَنِ الْمَعْدِلِ

اور وہ پیٹھ پھیر کر نر شتر مرغ کی طرح بھاگا حالانکہ تو بھاگنے سے باز آنے کا نام بھی نہ لیتا تھا۔

وَ لَمْ تُلْقِ ظَهْرَكَ مُسْتَاْنِسًا كَاَنَّ قَفَاكَ قَفَا فُرْعُلِ

''اور وہ نے اپنی وحشت دور کرنے کے لئے اپنی پیٹھ زمین پر نہ رکھی اس وقت گویا تیری گدی بجو کے بچے کی گدی تھی''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عمرو کا قول ہے بخدا میں پسند نہیں کرتا کہ تمہیں قتل کروں۔ دیگر رواۃ نے اس میں یہ اضافہ کیا ہے کہ اس نے کہا: تمہارا باپ میرا دوست تھا۔ زبیر نے کہا: حضرت ابوطالب مسافر بن ابی عمرو کے ہم نشیں تھے، پھر جب وہ مر گیا تو آپ نے عمرو بن عبدود کو اپنا ہم نشین بنا لیا۔ اسی وجہ سے اس نے دعوتِ مبارزت کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ بات کہی تھی۔

الفرعل

عکرمہ کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

كَاَنَّ قَفَاكَ قَفَا فُرْعُلِ

فرعل بجو کے بچے کو کہتے ہیں۔

علامہ ابن ہشام نے کہا فُرْعُل کا معنی چھوٹا بجو ہے اور یہ اشعار آپ کے ایک قصیدہ کے ہیں۔

غزوۂ خندق کے روز مسلمانوں کا شعار

اور غزوۂ خندق اور غزوۂ بنی قریظہ کے روز رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کا شعار یہ تھا حٰمٓ لَا یُنْصَرُوْنَ۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا واقعہ

حضرت ابن اسحاق نے کہا نیز مجھ سے حضرت ابو لیلیٰ عبداللہ بن سہل بن عبدالرحمٰن بن سہل انصاری نے جو بنی حارثہ کے ایک فرد تھے، بیان کیا کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا خندق کے روز بنی حارثہ کے ایک قلعہ میں تشریف فرما تھیں۔ وہ قلعہ مدینہ طیبہ کے محفوظ ترین قلعوں میں سے تھا۔ اس قلعے میں آپ کے ساتھ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی والدہ بھی موجود تھیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں: یہ ہم پر پردے کا حکم نازل ہونے سے پہلے کی بات ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ ادھر سے گزرے، آپ کے جسم پر ایک چھوٹی سی زرہ تھی جس سے آپ کے بازو کہنیوں تک باہر نکلے ہوئے تھے، آپ اپنے ہاتھ میں اپنا چھوٹا نیزہ لہراتے ہوئے یہ شعر کہتے جا رہے تھے:

لَبِثْ قَلِيْلًا يَشْهَدِ الْهَيْجَا حَمَلْ   لَا بَاْسَ بِالْمَوْتِ اِذَا حَانَ الْاَجَلْ

"ذرا توقف کرتا کہ حمل جنگ کو دیکھ لے، جب مقررہ وقت آ جائے تو موت میں کوئی

حضرت ابن اسحاق نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا یہ شعر ذکر کیا:

لَبِثْ قَلِيْلًا يَلْحَقِ الْهَيْجَا حَمَلْ

اس شعر میں آپ نے ضرب المثل بیان کی ہے۔ حمل سے مراد حمل بن سعدانہ بن حارثہ بن معقل بن کعب بن علیم بن جناب کلبی ہے۔ اور راوی کا قول ہے: یَرْقُلُ بِالْحَرْبَةِ یعنی حضرت سعد رضی اللہ عنہ چھوٹا نیزہ اٹھائے تیزی سے جا رہے تھے۔ کہا جاتا ہے: اِرْقَلَ اِرْمَلَ۔ ان دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔ ذوالرمۃ نے کہا:

يَرْقُلُ فِيْ اَثَرِ عَرَاضٍ وَ تَتْبَعُهُ   صَهْبَاءُ شَامِيَّةٌ عُثْنُوْنُهَا حَصِبُ

"وہ ایک اونٹ کے پیچھے تیزی سے بھاگ رہا تھا اور اس کے پیچھے شامی شیرنی بھاگ رہی تھی جس کے بال پیچھے کو اڑ رہے تھے"۔

مضائقہ نہیں''۔

ان کی ماں نے ان سے کہا: سچ ہے، میرے بیٹے بخدا! تم نے دیر کر دی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے ان سے کہا: اے سعد کی ماں! بخدا میرا جی چاہتا ہے کہ کاش سعد کی زرہ پوری ہوتی۔ انہوں نے جواب دیا: آپ کو یہ اندیشہ ہے کہ تیر اسی جگہ پر لگ سکتا ہے؟ چنانچہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو تیر لگا جس سے آپ کی رگِ اکحل (جو کہنی کے مقابل حصے پر سامنے ہوتی ہے) کٹ گئی۔ جیسا کہ مجھ سے حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ نے بیان کیا کہ آپ کو بنی عامر بن لؤی کے ایک فرد حبان بن قیس بن عرقہ نے تیر مارا تھا۔ جب اس نے آپ کو تیر مارا تو کہا: میری طرف سے یہ تیر لے لو، میں ابن عرقہ ہوں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اسے فرمایا: اللہ تعالیٰ تیرے چہرے کو جہنم میں عرق آلود کرے۔ اے اللہ! اگر تو نے ابھی قریش کی کچھ جنگ باقی رکھی ہوئی ہے تو مجھے اس کے لئے زندہ رکھنا کیونکہ میرے نزدیک کوئی ایسی قوم نہیں جن کے ساتھ مجھے اس قوم سے بڑھ کر جہاد کرنے کی خواہش ہو، جنہوں نے تیرے رسول ﷺ کو اذیت پہنچائی، ان کی تکذیب کی اور انہیں اپنے وطن سے نکال دیا۔ اے اللہ! اگر تو نے ہمارے درمیان اور ان کے درمیان جنگ ساقط کر دی ہے تو مجھے شہادت عطا کر اور مجھے اس وقت تک موت نہ دے جب تک بنی قریظہ کے انتقام سے میری آنکھیں ٹھنڈی نہ ہو جائیں۔

حضرت سعد کا قاتل کون تھا؟

حضرت ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے ایک ایسے شخص نے بیان کیا جسے میں متہم نہیں کرتا، اس نے حضرت عبداللہ بن کعب بن مالک سے روایت کیا کہ آپ فرماتے تھے: اس روز حضرت سعد

ابن عرقہ اور ام سعد

وہ ابن عرقہ جس نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو تیر مارا وہ حبان بن قیس بن عرقہ ہے اور عرقہ یہ قلابہ بنت سعید بن سعد بن سہم بن عمرو بن ہصیص بن کعب بن لؤی ہے۔ اس کی کنیت ام فاطمہ ہے، اسے عرقہ اچھی خوشبو لگانے کی وجہ سے کہا جاتا ہے۔ یہ حضرت خدیجہ کی دادی ہے جن کی نانی ہالہ تھی اور حبان یہ عبد مناف بن منقذ بن عمرو بن معیص بن عامر بن لؤی کا بیٹا ہے۔ اور ام سعد کا نام کبشہ بنت رافع بن عبید ہے۔

عرشِ الٰہی کا جنبش میں آنا

عرشِ الٰہی کے جنبش میں آنے کی حدیث کئی سندوں سے ثابت ہے اس کے بعض الفاظ میں ہے کہ

رضی اللہ عنہ کو بنی مخزوم کے حلیف ابواسامہ جشمی نے ہی تیر مارا تھا۔

اس سلسلے میں ابواسامہ نے عکرمہ بن ابی جہل کو مخاطب کرتے ہوئے یہ شعر کہے تھے:

اَعِكْرِمَ هَلَّا لُمْتَنِيْ اِذْ تَقُوْلُ لِيْ فِدَاكَ بِآطَامِ الْمَدِيْنَةِ خَالِدُ

''اے عکرمہ! تو نے مجھے یہ کہہ کر کیوں ملامت کی کہ مدینہ کے قلعوں میں خالد تجھ پر فدا ہو''۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے وصال کے موقع پر حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے، آپ استبرق کا عمامہ باندھے ہوئے تھے۔ آپ نے عرض کی اے محمد (ﷺ) یہ کس کی میت ہے جس کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیے گئے ہیں اور اس کی وجہ سے عرشِ الٰہی جنبش میں آ گیا؟ ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: حضرت سعد بن معاذ کی وفات پر ستر ہزار ایسے فرشتے نازل ہوئے جنہوں نے اس سے پہلے زمین پر قدم رنجہ نہیں فرمایا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کی قبر مبارک سے کستوری کی خوشبو آئی تھی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اگر کوئی شخص قبر کی تنگی سے نجات پاتا تو حضرت سعد اس سے نجات پاتے۔ کتاب الدلائل میں ہے کہ جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو قبر میں دفن کر دیا گیا تو نبی کریم ﷺ آپ کی قبر کے پاس تشریف فرما ہوئے اور فرمایا سُبْحَانَ اللّٰهِ لِهٰذَا الْعَبْدِ الصَّالِحِ ضُمَّ فِيْ قَبْرِهٖ ضَمَّةً ثُمَّ فُرِّجَ عَنْهُ ''سبحان اللہ! اس نیک بندے کو اس کی قبر میں بھینچا گیا پھر اس پر قبر وسیع کر دی گئی''۔ جہاں تک ضَغْطَةُ الْقَبْرِ (قبر کی تنگی) کا تعلق ہے جس کا حدیث شریف میں ذکر آیا تو اس کے متعلق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! میں نے اس وقت سے کسی چیز سے فائدہ حاصل نہیں کیا جب سے میں نے آپ سے قبر کی تنگی، اس کی گھٹن اور منکر نکیر کی آواز کا ذکر سنا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا یَا عَائِشَةُ اِنَّ ضَغْطَةَ الْقَبْرِ عَلَى الْمُؤْمِنِ اَوْ قَالَ ضَمَّةَ الْقَبْرِ عَلَى الْمُؤْمِنِ كَضَمَّةِ الْاُمِّ الشَّفِيْقَةِ يَدَيْهَا عَلٰى رَاْسِ ابْنِهَا يَشْكُوْ اِلَيْهَا الصُّدَاعَ وَ صَوْتُ مُنْكَرٍ وَّ نَكِيْرٍ كَالْكُحْلِ فِي الْعَيْنِ وَلٰكِنْ يَا عَائِشَةُ وَيْلٌ لِلشَّاكِّيْنَ فِي اللّٰهِ اُولٰئِكَ الَّذِيْنَ يُضْغَطُوْنَ فِيْ قُبُوْرِهِمْ ضَغْطَ الْبَيْضِ عَلَى الصَّخْرِ ''اے عائشہ! مومن کو قبر کا دبانا اس طرح ہے جس طرح ایک مشفق ماں اپنے ہاتھوں سے اپنے اس بیٹے کے سر کو دباتی ہے جو اس کے پاس دردِ سر کی شکایت کرتا ہے اور منکر نکیر کی آواز آنکھ میں سرمہ کی مانند ہے، لیکن اے عائشہ! اللہ تعالیٰ کے بارے میں شک کرنے والوں کے لئے ہلاکت ہے، یہی وہ لوگ ہیں جنہیں ان کی قبروں میں اس طرح دبایا جائے گا جس طرح چٹان کے اوپر انڈا رکھ کر دبا دیا جائے''۔ اسے ابوسعید بن اعرابی نے کتاب المعجم میں ذکر کیا ہے۔

اَلَسْتُ الَّذِیْ اَلْزَمْتَ سَعْدًا مُرِشَّۃً لَھَا بَیْنَ اَثْنَاءِ الْمَرَافِقِ عَانِدُ

''کیا میں وہ شخص نہیں کہ میں نے سعد کو ایک تیر مار کر وہیں ڈھیر کر دیا جس سے کہنیوں کے درمیان ایک ایسی رگ کٹ گئی جس کا خون رکنے والا نہ تھا''۔

قَضٰی نَحْبَہٗ مِنْھَا سُعَیْدٌ فَاَعْوَلَتْ عَلَیْہِ مَعَ الشُّمْطِ الْعَذَارٰی النَّوَاھِدُ

''اس تیر سے سعد بن معاذ نے اپنی نذر پوری کر لی (وفات پا گئے) پھر ان پر ادھیڑ عمر عورتوں کے ساتھ کنواری نوخیز لڑکیوں نے با آواز بلند آہ و بکا کی''۔

وَ اَنْتَ الَّذِیْ دَافَعْتَ عَنْہُ وَ قَدْ دَعَا عُبَیْدَۃُ جَمْعًا مِنْھُمْ اِذْ یُکَابِدُ

''اور تو وہ شخص ہے جس نے سعد کی اس وقت مدافعت کی جب وہ کشمکش اور مشقت میں پڑا ہوا تھا اور عبیدہ نے اس کے لئے ایک جمعیت اکٹھی کر لی تھی''۔

عَلٰی حِیْنِ مَا ھُمْ جَائِزٌ عَنْ طَرِیْقِہٖ وَ آخَرُ مَرْعُوْبٌ عَنِ الْقَصْدِ قَاصِدُ

''یہ اس وقت کی بات ہے جب تم میں سے کوئی شخص اپنا راستہ بھول رہا تھا اور کوئی خوفزدہ ہو کر اپنے ارادے کو چھوڑ کر کسی اور طرف کا قصد کر رہا تھا''۔

حضرت ابن ہشام نے کہا: یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جس شخص نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو تیر مارا وہ خفاجہ بن عاصم بن حبان ہے۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی بزدلی کا واقعہ

حضرت ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حضرت یحییٰ بن عباد بن عبداللہ بن زبیر نے اپنے باپ حضرت عباد کی یہ روایت بیان کی کہ انہوں نے فرمایا: حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے قلعے میں تھیں۔ انہوں نے بتایا کہ حضرت حسان بن

حضرت ابن اسحاق نے یونس شیبانی کی روایت میں ذکر کیا ہے کہ انہوں نے کہا مجھ سے امیہ بن عبداللہ نے بیان کیا کہ میں نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے گھر والوں میں سے کسی سے پوچھا حضرت سعد رضی اللہ عنہ پر جوان کی قبر تنگ ہوئی تھی، اس کے بارے میں تمہیں کچھ معلوم ہے؟ اس نے کہا: آپ پیشاب سے طہارت حاصل کرتے وقت بعض اوقات کچھ کوتاہی سے کام لیتے تھے۔

کیا حضرت حسان رضی اللہ عنہ بزدل تھے؟

حضرت ابن اسحاق نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا واقعہ ذکر کیا ہے جب آپ کو عورتوں اور بچوں کے ساتھ قلعوں میں ٹھہرایا گیا۔ آپ نے یہودی کے معاملہ میں حضرت صفیہ اور حضرت حسان رضی اللہ

ثابت رضی اللہ عنہ بھی عورتوں اور بچوں میں ہمارے ساتھ قلعے کے اندر تھے۔ ہمارے پاس سے ایک یہودی گزرا، اس نے قلعے کے اردگرد گھومنا شروع کر دیا۔ اس وقت بنو قریظہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کیے ہوئے عہد و پیمان کو توڑ کر برسرپیکار تھے اور ہمارے درمیان کوئی مرد نہ تھا جو ہماری مدافعت کر سکتا۔ رسول اللہ ﷺ اور تمام مسلمان اپنے دشمن کے محاذ پر تھے اور وہ اس حالت میں نہ تھے کہ اگر ہم پر کوئی حملہ آور آ جاتا تو دشمن کو چھوڑ کر ہمارا دفاع کر سکیں۔ میں نے کہا اے حسان! جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو یہ یہودی قلعے کے اردگرد گھوم رہا ہے، بخدا مجھے اندیشہ ہے کہ یہ دوسرے یہودیوں کو جا کر ہمارے چھپنے کی جگہ پر مطلع کر دے گا جبکہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام ہماری طرف متوجہ نہیں ہو سکتے۔ اس لئے آپ نیچے اتریں اور اس یہودی کا کام تمام کر دیں۔ انہوں نے کہا: يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكِ يَا ابْنَةَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، وَاللّٰهِ لَقَدْ عَرَفْتِ مَا اَنَا بِصَاحِبِ هٰذَا ''اے عبدالمطلب کی صاحبزادی! اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے، بخدا آپ جانتی ہیں کہ یہ کام میرے بس کا نہیں''۔ حضرت صفیہ فرماتی ہیں جب حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے مجھے یہ جواب دیا اور میں نے دیکھا کہ ان کے پاس کچھ بھی نہیں تو میں نے اپنا کمربند کس کر باندھ لیا پھر ایک لٹھ اٹھا لی اور قلعے سے نکل کر اس کی طرف نیچے اتر آئی۔ میں نے وہ لٹھ اس یہودی کو دے ماری جس نے اس کا کام تمام کر دیا۔ پھر جب میں اس سے فارغ ہو

عنہا کی گفتگو کا بھی ذکر کیا ہے جب حضرت صفیہ نے اسے قتل کیا تھا۔ لوگوں کے نزدیک اس واقعہ کا مطلب یہ ہے کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ انتہائی بزدل تھے، لیکن بعض علماء نے اس کا رد کیا ہے اور اس کا انکار کیا ہے۔ اس کی وضاحت یہ ہے کہ اس حدیث کی سند منقطع ہے اور اگر بزدلی کی بات صحیح ہوتی تو تو اس وصف کے ساتھ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی ہجو کی جاتی کیونکہ شعراء ایک دوسرے کی ہجو کرتے تھے جیسے ضرار، ابن زبعری وغیرہ اور وہ ایک دوسرے کی مخالفت کرتے اور اس کا رد کرتے تھے لیکن ان میں سے کسی شاعر نے بھی حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو بزدلی کی نہ عار دلائی اور نہ آپ پر بزدلی کا عیب لگایا۔ یہ بات حضرت ابن اسحاق کی اس حدیث کے ضعف پر دلالت کرتی ہے اور اگر یہ حدیث صحیح بھی ہو تو ہو سکتا ہے حضرت حسان رضی اللہ عنہ اس روز کسی بیماری کے باعث جہاد میں حصہ نہ لے سکے ہوں۔ اس حدیث کی یہ سب سے بہترین تاویل ہے اور جن لوگوں نے اس حدیث کے صحیح ہونے کا انکار کیا ہے ان میں سے ایک حضرت ابو عمر رحمہ اللہ ہیں جنہوں نے اپنی کتاب الدرر میں اس حدیث کی صحت کا انکار کیا ہے۔

کر قلعہ میں واپس لوٹی تو حضرت حسان رضی اللہ عنہ سے کہا: اے حسان! آپ نیچے جائیں اور اس کا لباس اتار لائیں۔ میں خود اس کا لباس اتار لاتی مگر اس کا مرد ہونا میرے لئے مانع ہے۔ انہوں نے کہا: اے عبدالمطلب کی صاحبزادی مجھے اس کے لباس کی کوئی ضرورت نہیں۔

حضرت نعیم کی مشرکین کو جنگ بندی کی ترغیب

حضرت ابن اسحاق نے کہا: دشمن کے باہمی تعاون اور اوپر اور نیچے سے یورش کے باعث پیدا ہونے والے جس خوف اور شدت کا وصف اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے اس کے باوجود رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام ثابت قدم رہے۔ پھر یہ ہوا کہ حضرت نعیم بن مسعود بن عامر بن انیف بن ثعلبہ بن قنفذ بن ہلال بن خلاوہ بن اشجع بن ریث بن غطفان رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ! میں اسلام قبول کر چکا ہوں لیکن میری قوم کو میرے اسلام کا حال معلوم نہیں۔ اب آپ جو چاہیں مجھے حکم فرمائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم ہمارے اندر واحد آدمی ہو جو اگر کر سکو تو کسی طرح ہماری طرف سے دشمن میں انتشار پیدا کر دو فَاِنَّ الْحَرْبَ خَدْعَةٌ کیونکہ جنگ مغالطے کا نام ہے“۔ چنانچہ حضرت نعیم بن مسعود بنی قریظہ کے پاس آئے۔ زمانہ جاہلیت میں آپ ان کے ندیم تھے۔ آپ نے کہا: اے بنی قریظہ! میری جو دلی محبت اور خصوصی تعلقات تمہارے ساتھ ہیں ان کا تمہیں بخوبی علم ہے۔ انہوں نے کہا: تم نے سچ کہا ہے ہمیں تم پر کسی قسم کا شبہ نہیں۔ پھر آپ نے ان سے کہا: قریش اور غطفان تمہاری طرح نہیں ہیں، یہ شہر تمہارا شہر ہے، تمہارے اموال، تمہارے بیٹے اور عورتیں سب یہیں ہیں۔ تم کسی حالت میں انہیں چھوڑ کر کسی اور جگہ نہیں جا سکتے۔ قریش اور غطفان محمد (ﷺ) اور ان کے اصحاب سے جنگ کرنے کے لئے آئے ہیں اور تم نے محمد (ﷺ) کے خلاف ان کے ساتھ تعاون کیا ہے، حالانکہ ان کا شہر، ان کے اموال اور ان کی عورتیں یہاں نہیں ہیں اس لئے وہ تمہاری طرح نہیں ہیں اگر انہیں موقع ملا تو وہ مسلمانوں پر حملہ کر کے انہیں لوٹ لیں گے بصورتِ دیگر وہ اپنے شہروں کو واپس چلے جائیں گے اور تمہیں اپنے شہر میں اس شخص (حضور ﷺ) کے رحم و کرم پر تنہا چھوڑ دیں گے، حالانکہ اگر انہوں نے تمہیں تنہا پا لیا تو تمہارے اندر اس شخص کے مقابلہ کی طاقت نہیں۔ اس لئے تم اس قوم کے ساتھ مل کر اس وقت تک جنگ نہ کرو جب تک ان کے چند مقتدر لوگ ان سے بطور یرغمال نہ لے لو۔ جب وہ لوگ تمہارے قبضہ میں ہوں گے تو تمہیں ان کے ساتھ مل کر محمد (ﷺ) کے ساتھ جنگ کرتے

وقت اعتماد حاصل رہے گا، حتیٰ کہ تم ان کا خاتمہ کر دو۔ اس پر بنو قریظہ کہنے لگے لَقَدْ اَشَرْتَ بِالرَّأیِ ''تم نے ہمیں صحیح مشورہ دیا ہے''۔

پھر وہاں سے نکل کر آپ قریش کے پاس آئے اور ابو سفیان اور اس کے ساتھ قریش کے چیدہ چیدہ لوگوں سے کہا: میری تمہارے ساتھ جو دلی محبت ہے اور محمد (ﷺ) کے ساتھ جو قطع تعلقی ہے اسے تم خوب جانتے ہو، مجھے ایک خبر ملی ہے، تمہاری خیر خواہی کے باعث میں نے اپنا فرض سمجھا ہے کہ اسے تم تک پہنچا دوں لیکن تم اسے صیغہ راز میں رکھنا۔ انہوں نے کہا کہ وہ ایسا ہی کریں گے۔ حضرت نعیم نے کہا: یہ بات خوب سمجھ لو کہ گروہِ یہود نے محمد (ﷺ) کے ساتھ کیے ہوئے معاہدۂ دوستی کے ساتھ جو کچھ کیا ہے اس پر وہ بڑے پچھتا رہے ہیں۔ انہوں نے محمد (ﷺ) کو کہلا بھیجا ہے کہ ہم اپنے اس فعل پر بہت شرمندہ ہیں۔ کیا آپ اس طرح راضی ہو سکتے ہیں کہ ہم قریش اور غطفان کے دونوں قبیلوں کے چند مقتدر لوگ ان سے لے کر تمہارے حوالے کر دیں اور آپ ان کی گردنیں اڑا دیں۔ پھر ہم آپ کے ساتھ مل کر ان کے باقی ماندہ لوگوں پر حملہ کر کے ان کی جڑیں کاٹ دیں۔ محمد (ﷺ) نے ان کی یہ تجویز منظور کر لی ہے۔ اگر یہودی تم سے بطورِ رہن چند آدمی طلب کرنے کے لئے اپنا پیغام بھیجیں تو اپنا ایک آدمی بھی ان کے حوالے نہ کرنا۔ پھر وہاں سے نکل کر آپ غطفان کے پاس آئے اور انہیں کہا اے گروہِ غطفان! بے شک تم میری اصل اور میرا قبیلہ ہو اور سب لوگوں سے زیادہ میرے محبوب ہو، میں نہیں سمجھتا کہ تمہیں مجھ پر کسی قسم کا شبہ ہو۔ انہوں نے کہا: تم نے سچ کہا، ہمیں تم پر کسی قسم کا شبہ نہیں۔ آپ نے کہا: پھر میری اس بات کو صیغہ راز میں رکھنا۔ انہوں نے کہا، ہم ایسا ہی کریں گے، بتاؤ تمہارا کیا حکم ہے؟ پھر آپ نے انہیں وہی بات کہی جو آپ نے قریش کو کہی تھی اور انہیں اسی طرح ڈرایا جیسے قریش کو ڈرایا تھا۔

شوال ۵ھ ہفتہ کی رات تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کی خاطر یہ صورت پیدا کر دی کہ ابو سفیان بن حرب اور رؤسائے غطفان نے عکرمہ بن ابی جہل کو قریش اور غطفان کے چند لوگوں کے ساتھ بنی قریظہ کے پاس بھیجا۔ انہوں نے بنو قریظہ سے کہا: ہم یہاں زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکتے، ہمارے گھوڑے اور اونٹ ہلاک ہو گئے ہیں، اس لئے صبح تم لوگ بھی جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ تاکہ ہم محمد (ﷺ) سے مقابلہ کر کے اس مخمصہ سے فارغ ہو سکیں۔ یہودیوں نے انہیں کہلا بھیجا کہ آج ہفتہ ہے ہم اس روز کوئی کام نہیں کرتے، ہمارے کچھ لوگوں نے اس روز نئی بات پیدا

کی تھی ان کا جو انجام ہوا وہ تم لوگوں پر مخفی نہیں۔ نیز ہم تمہارے ساتھ مل کر محمد (ﷺ) سے اس وقت تک جنگ نہیں کریں گے جب تک تم اپنے چند آدمی ہمارے پاس بطورِ رہن نہ بھیج دو، جو ہمارے قبضے میں رہیں تا کہ محمد (ﷺ) سے جنگ کرتے وقت ہمیں اعتماد حاصل ہو، کیونکہ ہمیں اندیشہ ہے کہ اگر جنگ نے تمہیں چباڈالا اور لڑائی تم پر دشوار ہوگئی تو تم ہمیں چھوڑ کر دامن سنبھالتے ہوئے اپنے شہروں کو واپس چلے جاؤ گے جبکہ وہ شخص (حضور ﷺ) ہمارے شہر میں ہے، ہم اس کے مقابلہ کی تاب نہیں رکھتے۔ جب وفد نے بنی قریظہ کی گفتگو ان کو جا کر بتائی تو قریش اور غطفان کہنے لگے: بخدا! نعیم بن مسعود نے جو اطلاع تمہیں دی تھی وہ درست ہے، تم بنی قریظہ کو یہ پیغام بھیج دو کہ بخدا! ہم اپنا ایک آدمی بھی تمہارے حوالے نہیں کریں گے، اگر تم لڑائی کا ارادہ رکھتے ہو تو نکلو اور جنگ کرو۔ جب قریش اور غطفان کے قاصدوں نے بنی قریظہ کو یہ پیغام پہنچایا تو انہوں نے بھی کہا: نعیم بن مسعود نے جو اطلاع تمہیں دی تھی وہ درست ہے۔ ان لوگوں کا مقصد صرف جنگ کرنا ہے، اگر انہیں موقع ملا تو لوٹ مار کریں گے، بصورتِ دیگر وہ دامن سنبھال کر اپنے شہروں کو واپس چلے جائیں گے اور تمہیں تمہارے شہر میں اس شخص کے ساتھ تنہا چھوڑ دیں گے۔ اس لئے قریش اور غطفان کو یہ پیغام پہنچا دو کہ بخدا! ہم تمہارے ساتھ مل کر محمد (ﷺ) سے جنگ نہیں کریں گے یہاں تک کہ تم ہمیں اپنے آدمی بطورِ یرغمال دو۔ قریش اور غطفان نے یہ مطالبہ ماننے سے انکار کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان انتشار پیدا کر دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے موسم سرما کی شدید سرد راتوں میں ان پر ایسی تیز آندھی بھیج دی کہ ان کی ہانڈیاں الٹ گئیں اور خیموں کی طنابیں ٹوٹ گئیں۔

مشرکین کی حالت پر آگاہی

جب رسول اللہ ﷺ کو اطلاع ملی کہ مشرکین میں اختلاف رونما ہو گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کا اتحاد پارہ پارہ کر دیا ہے تو آپ ﷺ نے حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کو بلا کر انہیں مشرکین کی طرف بھیجا تا کہ وہ دیکھ کر آئیں کہ رات کو وہ لوگ کیا کرتے رہے؟

حضرت ابن اسحاق نے کہا: تو مجھ سے حضرت یزید بن زیاد نے حضرت محمد بن کعب قرظی کی یہ روایت بیان کی کہ انہوں نے کہا کوفہ کے ایک شخص نے حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے پوچھا: اے ابو عبداللہ! کیا تم نے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی اور آپ کی صحبت کا شرف حاصل کیا؟ آپ نے فرمایا ہاں، اے میرے بھتیجے! اس نے پوچھا: تو تم لوگ کیسا برتاؤ کرتے

تھے؟ آپ نے فرمایا: بخدا! ہم (حضور ﷺ کی اطاعت کے لئے) کوشاں رہتے تھے۔ کوفی نے کہا: بخدا! اگر ہم حضور ﷺ کو پا لیتے تو آپ کو زمین پر نہ چلنے دیتے اور اپنے کندھوں پر اٹھا لیتے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے میرے بھتیجے! بخدا! میں نے غزوۂ خندق میں وہ منظر دیکھا ہے کہ ہم سب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، حضور ﷺ نے رات کا کچھ حصہ گزرنے کے بعد نماز پڑھی پھر ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: کون شخص ہے جو کھڑا ہو کر جائے اور دیکھے کہ ان لوگوں نے کیا کیا ہے پھر لوٹ کر ہمیں بتائے۔ رسول اللہ ﷺ شرط لگا رہے تھے کہ جو واپس آ کر بتائے گا میں اللہ تعالیٰ سے سوال کروں گا کہ "وہ شخص جنت میں میرا رفیق ہو"۔

خوف، بھوک اور سردی کی شدت کے باعث کوئی آدمی کھڑا نہ ہوا۔ جب کوئی بھی نہ اٹھا تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے بلایا، تو جب آپ ﷺ نے بلا لیا تو میرے لئے اٹھ کر جانے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا، پھر فرمایا: اے حذیفہ! جاؤ اور ان لوگوں میں گھس کر دیکھو کہ وہ کیا کر رہے ہیں اور کچھ نہ کرنا یہاں تک کہ ہمارے پاس لوٹ آؤ، چنانچہ میں گیا اور کفار میں داخل ہو گیا، وہاں آندھی اور اللہ تعالیٰ کا لشکر اپنا کام کر رہے تھے، آندھی ان کی ہانڈیوں، آگ اور خیموں کو بکھیر رہی تھی، ابو سفیان کھڑا ہوا اور کہا اے گروہِ قریش! ہر شخص دیکھے اس کے پاس کون بیٹھا ہے۔ حضرت حذیفہ فرماتے ہیں میں نے اپنے پہلو میں بیٹھے ہوئے شخص کا ہاتھ پکڑ کر اس سے پوچھا: تم کون ہو؟ اس نے کہا: فلاں بن فلاں۔

ابوسفیان کا اعلانِ روانگی

پھر ابوسفیان نے کہا: اے گروہِ قریش! بخدا! اب تم مزید یہاں نہیں ٹھہر سکتے، گھوڑے اور اونٹ ہلاک ہو چکے ہیں۔ بنو قریظہ نے بھی ہمیں چھوڑ دیا ہے اور ان کی طرف سے ہمیں ایسا پیغام پہنچ چکا ہے جو ہمیں بہت ناپسند ہے اور تم دیکھ رہے ہو کہ ہمیں ایسی سخت آندھی کا سامنا کرنا پڑا ہے کہ نہ ہماری کوئی ہانڈی قائم رہی ہے، نہ ہماری آگ ٹھہر رہی ہے اور نہ ہمارا کوئی خیمہ برقرار رہا ہے۔ اس لئے سب کوچ کرو، میں تو جا رہا ہوں۔ پھر وہ اپنے اونٹ کی طرف اٹھا، اونٹ رسی سے بندھا ہوا تھا، وہ اس پر بیٹھ گیا اور اسے مارنے لگا۔ اونٹ اسے لے کر تین بار اچھلا کودا مگر بخدا اس کی رسی کھڑے کھڑے ہی کھولی گئی۔ اگر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ میرا یہ عہد نہ ہوتا کہ میں واپس آنے تک کچھ نہ کروں گا تو میں چاہتا تو اسے تیر مار کر قتل کر دیتا۔

حضرت حذیفہ فرماتے ہیں: پھر میں رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں واپس لوٹ آیا جبکہ آپ

اپنی ایک زوجہ محترمہ کی منقش یمنی چادر اوڑھ کر کھڑے نماز پڑھ رہے تھے، جب آپ نے مجھے دیکھا تو مجھے اپنے قدموں میں بٹھالیا اور مجھ پر چادر کا ایک کنارہ ڈال دیا، پھر رکوع وسجود کیا جبکہ میں چادر میں ہی تھا۔ پھر جب حضور ﷺ نے سلام پھیرا تو میں نے آپ کو سارے حالات کی خبر دی۔ غطفان نے قریش کا حال سنا تو وہ بھی دامن سمیٹتے ہوئے اپنے شہروں کو واپس چلے گئے۔

خندق سے واپسی

حضرت ابن اسحاق نے کہا: صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ اور مسلمان خندق سے مراجعت فرما کر مدینہ طیبہ روانہ ہوئے اور سب نے ہتھیار اتار دیے۔

غزوۂ بنی قریظہ (۵ ھ)

بنی قریظہ کے ساتھ جنگ کا حکم الٰہی

پھر جب ظہر کا وقت ہوا تو جیسا کہ مجھ سے حضرت زہری نے بیان کیا حضرت جرائیل علیہ السلام ریشمی عمامہ باندھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ ایک خچر پر سوار تھے جس پر کجاوہ تھا اور کجاوے کے اوپر ایک ریشمی کپڑا پڑا ہوا تھا۔ آپ نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ! کیا آپ نے ہتھیار اتار دیے ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں۔ حضرت جرائیل علیہ السلام نے عرض کی: ملائکہ نے تو ابھی ہتھیار نہیں اتارے اور وہ ابھی قوم کفار کے تعاقب سے واپس نہیں لوٹے، اللہ عزوجل آپ کو حکم دیتا ہے کہ اے محمد! (ﷺ) بائیں سمت بنی قریظہ کی طرف بڑھیے، میں بھی ادھر جا رہا ہوں اور ان میں زلزلہ بپا کرنے والا ہوں، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے منادی کو حکم دیا، اس نے لوگوں میں یہ اعلان کیا: مَنْ کَانَ سَامِعًا مُطِیْعًا فَلَا یُصَلِّیَنَّ الْعَصْرَ اِلَّا بِبَنِیْ قُرَیْظَۃَ ''جو شخص سننے والا اور اطاعت گزار ہو وہ عصر کی نماز بنی قریظہ میں ہی ادا کرے''۔ حضرت ابن ہشام کے قول کے مطابق حضور ﷺ نے حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ کا عامل مقرر فرمایا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رسول کریم ﷺ کو بنی قریظہ کی یاوہ گوئی کی اطلاع

حضرت ابن اسحاق نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو اپنا پرچم دے کر بنی قریظہ کی طرف پہلے بھیج دیا۔ جھنڈے کو دیکھ کر بنی قریظہ کے لوگ دوڑ پڑے۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ چلتے چلتے جب ان کے قلعوں کے قریب پہنچے تو اندر سے

آپ نے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں ایک گستاخانہ بات سنی۔ چنانچہ آپ فوراً واپس آئے، راستے میں رسول اللہ ﷺ سے ملاقات ہوئی تو عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! آپ کا ان خبیثوں کے قریب جانا مناسب نہیں۔ حضور ﷺ نے پوچھا کیوں؟ میرا خیال ہے تم نے ان سے میرے لئے کوئی اذیت والی بات سنی ہے؟ آپ نے عرض کی ہاں، یارسول اللہ ﷺ۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اگر وہ مجھے دیکھتے تو ایسی کوئی بات نہ کہتے۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ ان کے قلعوں کے قریب ہوئے تو فرمایا: اے بندروں کے بھائیو! کیا اللہ تعالیٰ نے تمہیں ذلیل ورسوا کردیا اور تم پر اپنا عذاب اتارا؟ انہوں نے جواب دیا: اے ابوالقاسم! تم اس بات سے ناواقف نہیں۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام دحیہ کی شکل میں

رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام کی جماعت کے ہمراہ بنی قریظہ پہنچنے سے پہلے مقام صورین سے گزرے تو دریافت فرمایا: کیا تمہارے پاس سے کوئی گزرا ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! ہمارے پاس سے حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی ایک سفید رنگ کے خچر پر سوار ہو کر گزرے ہیں جس پر کجاوہ رکھا ہوا تھا اور اس کے اوپر ایک ریشمی کپڑا پڑا ہوا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے جنہیں بنی قریظہ کی طرف ان کے قلعوں میں زلزلہ برپا کرنے اور ان کے دلوں میں رعب ڈالنے کے لئے بھیجا گیا تھا۔

جب رسول اللہ ﷺ بنی قریظہ کے ہاں پہنچے تو ان کے اموال کے قریب ایک کنویں پر پڑاؤ کیا جس کا نام بئرانا تھا۔ حضرت ابن ہشام نے کہا اس کا نام بئر آنی تھا۔

حضرت دحیہ اور مقامِ صورین کا واقعہ

حضرت ابن اسحاق نے نبی کریم ﷺ کے بنی قریظہ کی طرف خروج کے دوران مقام صورین سے گزرنے کا ذکر کیا۔ صور کھجوروں کے درختوں کے جھنڈ کو کہتے ہیں۔ وہاں حضور ﷺ نے صحابہ کرام سے ایک سوال کیا تو صحابہ کرام نے جواب دیا: ہمارے پاس سے حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی گزرے ہیں۔ یہ دال کے فتحہ کے ساتھ دَحْيَةُ ہے اور اسے دال کے کسرہ کے ساتھ دِحْيَةَ بھی بولا جاتا ہے اور دحیہ لغت یمن میں رئیس کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع دِحَاء آتی ہے۔ مقطوع الاحادیث میں ہے اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاَى الْبَيْتَ الْمَعْمُوْرَ يَدْخُلُهٗ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعُوْنَ اَلْفَ دِحْيَةٍ تَحْتَ يَدِ كُلِّ دِحْيَةٍ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ "کہ نبی کریم ﷺ نے بیت معمور کو دیکھا جس میں ہر

رسول کریم علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مزید مسلمانوں کی شمولیت

حضرت ابن اسحاق نے کہا: اب مزید مسلمان حضور ﷺ سے مل گئے، ان میں سے کچھ لوگ نمازِ عشاء کے بعد پہنچے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے اس حکم کی وجہ سے نمازِ عصر نہ پڑھی کہ ہر مسلمان نمازِ عصر بنی قریظہ میں ہی ادا کرے۔ یہ لوگ جنگ کے متعلق ہی کسی اہم کام میں مصروف رہے اور رسول اللہ ﷺ کے اس حکم کے باعث نمازِ عصر نہ پڑھ سکے کہ (وہ نمازِ عصر نہ پڑھیں) یہاں تک کہ بنی قریظہ کے ہاں پہنچ جائیں۔ پھر انہوں نے وہاں جا کر نمازِ عشاء کے بعد نمازِ عصر کی قضا کر لی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ان پر کوئی مذمت نہیں کی اور نہ رسول اللہ ﷺ نے کوئی عتاب فرمایا۔ یہ حدیث میرے سامنے حضرت ابواسحاق بن یسار نے حضرت معبد بن کعب بن مالک انصاری سے روایت کرتے ہوئے بیان کی۔

محاصرہ

رسول اللہ ﷺ نے پچیس راتیں بنی قریظہ کا محاصرہ کیے رکھا یہاں تک کہ اس محاصرہ نے ان کی کمر توڑ دی اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔

قریش اور غطفان کی واپسی کے وقت حیی بن اخطب کعب بن اسد کے ساتھ کیے ہوئے وعدہ کو پورا کرنے کے لئے بنی قریظہ کے ساتھ ان کے قلعے میں داخل ہو گیا تھا۔

کعب بن اسد کی اپنی قوم کو نصیحت

پھر جب انہیں یقین ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ ان کا قلع قمع کیے بغیر واپس نہیں جائیں گے تو کعب بن اسد نے انہیں کہا: اے گروہِ یہود! جو مصیبت تم پر نازل ہو چکی ہے اسے تم دیکھ رہے

روز ستر ہزار سردار داخل ہوتے ہیں اور ہر سردار کے ہاتھ کے نیچے ستر ہزار فرشتے ہوتے ہیں۔ اسے قتیبی نے ذکر کیا اور اسے ابن سنجر نے اپنی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن ہذیل کی سند سے روایت کیا جن سے ابو التیاح نے روایت کیا۔ کہا جاتا ہے کہ جب حضرت ابوالتیاح نے حضرت حماد بن مسلمہ کے سامنے یہ حدیث بیان کی تو حضرت حماد نے ان سے پوچھا یہ دحیہ کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا رئیس۔ جہاں تک حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ کے نسب کا تعلق ہے تو آپ ابن خلیفہ بن فروہ بن فضالہ بن زید بن امرؤالقیس بن خزرج ہیں اور قبیلے کا جد اعلیٰ خزرج ابن زید مناۃ بن عامر بن بکر بن عامر الاکبر بن عوف بن عذرہ بن زید اللات بن رفیدہ بن ثور بن کلب ہے۔ اس کے حسن و جمال کے متعلق ذکر کیا جاتا ہے کہ جب وہ مدینہ طیبہ آتا تو کوئی قریب البلوغ عورت ایسی نہ ہوتی جو اسے دیکھنے کے لئے گھر سے نہ نکلتی۔

ہو، میں تم پر تین تجویزیں پیش کرتا ہوں، ان میں سے جو چاہو اختیار کرلو۔ انہوں نے پوچھا وہ تجویزیں کیا ہیں؟ اس نے کہا (پہلی تجویز یہ ہے کہ) ہم اس شخص کی اطاعت قبول کرلیں اور اس کی تصدیق کردیں، قسم بخدا! اب تم پر یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ یہ نبی مرسل ہیں اور یہ وہی رسول ہیں جن کا ذکر تم اپنی کتاب میں پاتے ہو۔ اس طرح تم اپنی جانیں، اپنے اموال، اپنی اولاد اور عورتیں سب محفوظ کرلو گے۔ انہوں نے جواب دیا: ہم تورات کا حکم کبھی نہیں چھوڑ سکتے

ایک فقہی مسئلہ

حضرت ابن اسحاق نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ارشاد ذکر کیا: لَا يُصَلِّيَنَّ اَحَدُكُمُ الْعَصْرَ اِلَّا فِيْ بَنِيْ قُرَيْظَةَ ''تم میں سے ہر شخص نمازِ عصر بنی قریظہ میں ہی ادا کرے''۔ لیکن وہاں پہنچنے سے پہلے سورج غروب ہوگیا، تو صحابہ کرام نے نمازِ عشاء کے بعد محلہ بنی قریظہ میں نمازِ عصر ادا کی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ان پر کوئی مذمت نہ فرمائی اور نہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں کوئی عتاب فرمایا۔ اس سے یہ مسئلہ مستنبط ہوتا ہے کہ جو شخص کسی آیت یا حدیث کے ظاہری معنی پر عمل کرے اس پر مذمت نہیں کی جاسکتی۔ کیونکہ صحابہ کرام کے ایک گروہ نے سورج غروب ہونے سے پہلے نماز ادا کرلی اور کہا نبی کریم ﷺ کا یہ ارادہ نہ تھا کہ نماز کو اپنے وقت سے قضا کردیا جائے بلکہ آپ کا ارادہ جلدی کی ترغیب دینا تھا۔ پس دونوں گروہوں میں سے کسی پر عتاب نہ کیا گیا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ فروعی مسائل میں مجتہدین کے مختلف گروہ درست ہیں۔ اور کھیتی کے بارے میں حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کا حکم بھی اس اصول کی اصل ہے کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا: فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ ۚ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا (الانبیاء: 79) ''سو ہم نے سمجھا دیا وہ معاملہ سلیمان کو، اور ان سب کو ہم نے بخشا تھا حکم اور علم''۔ اور یہ بات بھی محال نہیں کہ کوئی حکم ایک انسان کے حق میں درست ہو اور دوسرے انسان کے حق میں غلط ہو تو ایسے مسئلہ میں ایک مجتہد اجتہاد کرے تو اس کا اجتہاد اسے اس کی حلت کی طرف لے جائے اور وہ اس کی حلت کو درست خیال کرے اور دوسرا مجتہد اجتہاد کرے تو اس کا اجتہاد اسے اس کی تحریم کی طرف لے جائے اور وہ اس کی حرمت کو درست خیال کرے۔ البتہ یہ بات محال ہے کہ کسی مسئلہ کے متعلق ایک شخص کے حق میں دو متضاد حکموں کا فیصلہ کیا جائے۔ اس اصول کو سمجھنا دو فرقوں پر ہی مشکل ہے (1) ظاہریہ (2) معتزلہ۔ ظاہریہ نے تو احکام کو نصوص کے ساتھ معلق کردیا ہے اور ان کے نزدیک یہ بات محال ہے کہ ایک نص میں حظر واباحت کے دونوں حکم اکٹھے پائے جائیں سوائے اس کے کہ ان میں نسخ پایا جائے۔ اور رہے معتزلہ تو انہوں نے احکام کو عقل کے حسن وقبح

اور نہ اس کے بجائے کوئی دوسری چیز اختیار کر سکتے ہیں۔ اس نے کہا اگر تم میری اس تجویز کا انکار کرتے ہو تو آؤ (پہلے) ہم اپنے بچوں اور عورتوں کو قتل کر ڈالیں اور پھر تلواریں بے نیام کر کے محمد (ﷺ) اور ان کے اصحاب کے مقابلہ میں نکل کھڑے ہوں اور کوئی آدمی پیچھے نہ رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہمارے درمیان اور محمد (ﷺ) کے درمیان فیصلہ فرما دے۔ پس اگر ہم ہلاک ہو گئے تو ہو گئے، ہم اپنے پیچھے اپنی نسل نہ چھوڑیں گے جس کا ہمیں کوئی اندیشہ ہو، اور اگر ہم غالب آ گئے تو مجھے اپنی جان کی قسم! ہمیں عورتیں اور بچے اور مل جائیں گے۔ یہودیوں نے جواب دیا ہم ان مسکینوں کو قتل کریں، ان کے بعد زندگی کا کیا لطف؟ اس نے کہا: اگر تم میری اس تجویز کا بھی انکار کرتے ہو تو (میری آخری تجویز یہ ہے کہ) آج سبت کی رات ہے، قوی امید ہے کہ اس رات کو محمد (ﷺ) اور ان کے اصحاب ہم سے بالکل بے خوف و خطر بیٹھے ہوں گے، ان پر ہلہ بول دو، ہو سکتا ہے ہم محمد (ﷺ) اور ان کے اصحاب کو فریب دے سکیں۔ انہوں نے کہا ہم سبت کی بے حرمتی کریں اور اس میں ایسی بدعت کریں جو اس سے پہلے کسی نے نہیں کی مگر جن لوگوں نے اس کی بے حرمتی کی ان کا تمہیں علم ہے اور اس کے نتیجے میں انہیں جو مسخ کی سزا ملی وہ بھی تجھ پر مخفی نہیں۔ اس نے کہا تم میں سے کوئی شخص بھی جب سے پیدا ہوا ہے ایک بھی ایسی

پر معلق کر دیا۔ اس طرح ان کے نزدیک کسی فعل کا حسن یا کسی فعل کی قباحت صفت ذاتیہ ہے۔ ان کے نزدیک یہ بات محال ہے کہ ایک فعل زید کے حق میں بہتر اور عمرو کے حق میں قبیح ہو جیسا کہ الوان واکوان اور دیگر صفات میں جو قائم بالذات ہوتی ہیں، یہ بات محال ہے۔ ان دو فرقوں کے علاوہ دیگر ارباب حقائق کے نزدیک صفاتِ ذاتیہ میں حظر و اباحت کا جمع ہونا محال نہیں بلکہ یہ تو احکام کی صفات ہیں اور حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جو مجتہد کو درپیش مسئلہ میں ممانعت کا حکم دیتا ہے اور اس کا اجتہاد ممانعت کی طرف ہوتا ہے۔ یہی صورتِ حال اباحت، استحباب، وجوب اور کراہت کی ہے کہ یہ سب احکام کی صفات ہے۔ پس ہر مجتہد کا اجتہاد دلیل کی کسی ایک صورت کے موافق ہوتا ہے اور اس کے پاس اجتہاد کے وہ ذرائع ہوتے ہیں جن کے ذریعے وہ تقلید کی پستی سے نظر و فکر کی بلندی کی طرف چلا جاتا ہے۔ اس طرح وہ اپنے اجتہاد میں درست راستے پر چلتے ہوئے اس صحیح حکم تک پہنچ جاتا ہے جس کا اسے مکلف بنایا گیا ہے اور اگر بعینہٖ اسی مسئلہ میں کوئی اور مجتہد پہلے مجتہد کی رائے کے خلاف کوئی رائے اختیار کرتا ہے تو یہ بات ایسے شخص سے ہی صادر ہو سکتی ہے جو حقائق کو نہ جانتا ہو یا جسے خواہش نفس واضح ترین راستوں سے پھیر دے۔ (مزید بحث کے لئے دیکھئے فتح القدیر 130/2)

رات نہیں گزار سکا جس میں وہ اپنے کام پر عزم کر چکا ہو (اور گومگو کا شکار نہ ہوا ہو)۔

ابولبابہ کا واقعہ

پھر یہودیوں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ بنی عمرو بن عوف جو قبیلہ اوس کے حلیف تھے کے فرد ابولبابہ بن عبدالمنذر کو ہمارے پاس بھیجیں تاکہ ہم ان سے اپنے معاملہ میں مشورہ کرسکیں۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں ان کے پاس بھیج دیا۔ جب انہوں نے انہیں آتے دیکھا تو سارے مرد تعظیماً کھڑے ہوگئے اور ان کی عورتوں اور بچوں نے ان کے گرد حلقہ بنا کر رونا شروع کر دیا۔ ان کی یہ حالت دیکھ کر ابولبابہ کا دل پسیج گیا۔ انہوں نے پوچھا: اے ابو لبابہ! آپ کی کیا رائے ہے؟ کیا ہم محمد (ﷺ) کے فیصلہ کو تسلیم کر لیں؟ آپ نے (زبان سے تو) کہا ہاں اور اپنے ہاتھ سے اپنے حلق کی طرف اشارہ کر دیا کہ آپ کا فیصلہ تمہیں ذبح کر دینے کا ہے۔ ابولبابہ کہتے ہیں: بخدا! ابھی میرے قدم اسی جگہ پر تھے کہ مجھے احساس ہوگیا میں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے خیانت کی ہے۔ پھر ابولبابہ وہاں سے نکلے اور رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہونے کے بجائے سیدھے مسجد کی راہ لی۔ وہاں جا کر اپنے آپ کو

کچھ حضرت ابولبابہ کے واقعہ کے بارے میں

حضرت ابن اسحاق نے حضرت ابولبابہ کا ذکر کیا ہے۔ ان کا نام رفاعہ بن عبدالمنذر بن زنبر ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کا نام مبشر ہے۔ علامہ ابن اسحاق نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ انہوں نے توبہ کی اور اپنے آپ کو باندھ دیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمالی۔ اس میں ذکر کیا کہ انہوں نے قسم اٹھائی کہ انہیں رسول اللہ ﷺ کے سوا کوئی نہیں کھولے گا۔ حضرت حماد بن مسلمہ نے حضرت علی بن زید سے، انہوں نے حضرت علی بن حسین سے روایت کیا کہ جب حضرت ابولبابہ کی توبہ کی قبولیت کا حکم نازل ہوا تو حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے انہیں کھولنے کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا: میں نے قسم اٹھا رکھی ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کے سوا کوئی نہیں کھولے گا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اِنَّ فَاطِمَةَ مُضْغَةٌ مِّنِّیْ ''بے شک فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے''۔ صلی اللہ علیہ وعلی فاطمہ۔ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جس شخص نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو برا بھلا کہا تو اس نے کفر کیا اور جس شخص نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر درود پڑھا تو اس نے آپ کے والد امجد حضور ﷺ پر درود پڑھا۔ اسی واقعہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: وَ اٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا (التوبہ: 102) ''کچھ اور لوگ ہیں جنہوں نے

مسجد کے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا اور کہا میں اسی ستون کے ساتھ بندھا رہا ہوں گا اور اس جگہ سے نہیں جاؤں گا جب تک اللہ تعالیٰ میرا قصور معاف نہ کر دے۔ اور اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا کہ میں پھر بنی قریظہ کے ہاں کبھی نہیں جاؤں گا اور اس شہر میں کبھی دکھائی نہیں دوں گا، جہاں میں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے خیانت کی۔

حضرت ابولبابہ کی توبہ کی قبولیت

حضرت ابن ہشام نے کہا جو کچھ حضرت سفیان بن عیینہ نے حضرت اسماعیل بن ابی خالد سے انہوں نے حضرت عبداللہ بن ابی قتادہ سے روایت کرتے ہوئے کہا ہے اس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابولبابہ کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی: يَآيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا لَا تَخُونُوا اللّٰهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۲۷﴾ (الانفال) "اے ایمان والو! نہ خیانت کرو اللہ اور رسول سے اور نہ خیانت کرو اپنی امانتوں میں اس حال میں کہ تم جانتے ہو"۔

حضرت ابن اسحاق نے کہا: پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابولبابہ کا کافی انتظار کیا، جب آپ کو اطلاع ملی تو فرمایا۔ اگر ابولبابہ میرے پاس آتا میں اس کے لئے استغفار کرتا لیکن اب وہ جو کچھ کر چکا ہے اس کے پیش نظر میں اسے اس وقت تک رہا نہیں کروں گا جب تک اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول نہ فرمائے۔

اعتراف کر لیا ہے اپنے گناہوں کا، انہوں نے ملا جلا دیے ہیں کچھ اچھے اور کچھ برے عمل۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے گا ان کی توبہ، بے شک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے"۔ مگر مفسرین کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ ان کا گناہ کیا تھا۔ حضرت ابن اسحاق نے جو کچھ سیرت میں ذکر کیا ہے اس میں کہا ہے کہ انہوں نے بنی قریظہ کو اشارۃً بات بتائی تھی۔ دیگر علماء کا قول ہے کہ حضرت ابولبابہ ان لوگوں میں سے تھے جو غزوۂ تبوک میں رسول اللہ ﷺ کے ہمرکاب ہونے کے بجائے پیچھے رہ گئے۔ تو اس آیت کریمہ میں ان کی توبہ کی قبولیت کا حکم نازل ہوا۔

لَعَلَّ، عَسٰی اور لَیْتَ

اگر یہ کہا جائے کہ اس آیت کریمہ میں حضرت ابولبابہ کی توبہ پر صریح نص نہیں ہے۔ اور ان کی توبہ کی قبولیت اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے زیادہ نہیں: عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوبَ عَلَيْهِمْ (التوبہ: 102) (امید ہے کہ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے ان کی توبہ)۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ لفظ عسیٰ اللہ تعالیٰ کی طرف سے واجب ہے اور خبر صادق ہے۔ اس پر اگر یہ کہا جائے اور یہ ایک سوال ہے جس کی طرف توجہ

حضرت ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حضرت یزید بن عبداللہ بن قسیط نے بیان کیا کہ حضرت ابولبابہ کی توبہ کا حکم رسول اللہ ﷺ پر سحری کے وقت نازل ہوا جبکہ آپ ﷺ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حجرۂ مبارک میں تشریف فرما تھے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے سحری کے وقت دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ ہنس رہے ہیں۔ میں نے عرض کی: ''یا رسول اللہ ﷺ حضور ہنس کیوں رہے ہیں؟ اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ کو ہنستا رکھے''۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ابولبابہ کی توبہ قبول ہوگئی ہے۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! میں انہیں یہ خوشخبری نہ سناؤں؟ فرمایا اگر تمہاری مرضی ہے تو ضرور۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اپنے حجرۂ شریفہ کے دروازہ پر آکر کھڑی ہوگئیں۔ یہ اس زمانہ کا ذکر ہے جبکہ ابھی ان پر پردہ کے احکام نازل نہیں ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا: اے ابولبابہ تمہیں بشارت ہو کہ تمہاری توبہ کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرما لیا ہے، یہ سن کر لوگ ان کی طرف دوڑے تاکہ انہیں کھول دیں۔ آپ نے کہا: خدارا مجھے نہ کھولیے یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ خود تشریف لائیں اور اپنے دست مبارک سے مجھے رہا فرمائیں۔ چنانچہ جب رسول اللہ ﷺ نماز صبح ادا کرنے کے لئے تشریف لائے اور ان کے پاس سے گزرے تو انہیں کھول کر رہا فرمایا۔

حضرت ابن ہشام نے کہا: حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ چھ راتیں ستون کے ساتھ بندھے رہے۔ ان کی زوجہ ہر نماز کے وقت ان کے پاس آتیں اور نماز کے لئے ان کو کھول دیتیں اور نماز سے فارغ ہوکر وہ پھر اس ستون کے ساتھ بندھ جاتے۔ یہ روایت مجھ سے بعض اہل علم نے بیان کی ہے اور جو آیت آپ کی توبہ کے بارے میں نازل ہوئی وہ اللہ عزوجل کا یہ ارشاد ہے: وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ

ضروری ہے کہ قرآن کریم لغت عرب میں نازل ہوا اور کلام عرب میں عسی خبر کے لئے نہیں آتا اور نہ یہ وجوب کا تقاضا کرتا ہے تو قرآن کریم میں عسی واجب کیسے ہوسکتا ہے حالانکہ قرآن کریم کلامِ عرب سے خارج نہیں۔ دوسرا سوال یہ بھی ہے کہ لعل ترجی کا معنی دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ واجب نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ لیکن لوگوں نے شکر ادا نہ کیا۔ اور فرمایا لَعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ﴿۴۴﴾ (طٰہ) ''شاید کہ وہ (یعنی فرعون) نصیحت قبول کرے یا (میرے غضب سے) ڈرنے لگے''۔ لیکن نہ اس نے نصیحت قبول کی اور نہ اللہ تعالیٰ کے غضب سے ڈرا۔ تو لعل اور عسی میں کیا فرق ہے جس کی بناء پر عسی واجب ہوتا ہے۔

اللہ غفور رحیم ○ (التوبہ) ”کچھ اور لوگ ہیں جنہوں نے اعتراف کرلیا ہے اپنے گناہوں کا، انہوں نے ملا جلا دیے ہیں کچھ اچھے اور کچھ برے عمل۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے گا ان کی توبہ، بے شک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے“۔

بعض بنی ہدل کا قبولِ اسلام

حضرت ابن اسحاق نے کہا: پھر ثعلبہ بن سعیہ، اسید بن سعیہ، اسد بن عبید جو بنی ہدل کے افراد تھے، بنی قریظہ اور بنی نضیر سے ان کا کوئی تعلق نہ تھا، ان کا نسب ان یہود سے اونچا تھا، یہ ان کے چچازاد تھے، ان لوگوں نے اس رات اسلام قبول کیا جس میں بنی قریظہ نے رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ قبول کیا تھا۔

عمرو بن سعدی

اسی رات حضرت عمرو بن سعدی قرظی نکلے اور ان کا گزر رسول اللہ ﷺ کے پہرہ دار کے پاس سے ہوا۔ اس رات حضرت محمد بن مسلمہ کا پہرہ تھا، جب انہوں نے عمرو کو دیکھا تو پوچھا: کون ہے؟ حضرت عمرو نے کہا میں عمرو بن سعدی ہوں۔ یہ وہی عمرو ہیں جنہوں نے رسول کریم ﷺ کے ساتھ غداری کے معاملہ میں بنی قریظہ کے ساتھ شریک ہونے سے انکار کر دیا تھا اور کہا تھا: میں محمد (ﷺ) کے ساتھ کبھی غداری نہیں کرسکتا۔ چنانچہ جب حضرت محمد بن مسلمہ نے انہیں

ہم کہتے ہیں کہ لعل ترجی کا معنی دیتا ہے اور یہ ترجی مخلوق کی طرف نسبت کے اعتبار سے ہے اور ترجی کے معنی میں عسی بھی لعل کی مثل ہے لیکن اس میں مقاربت کا معنی زائد ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ○ (بنی اسرائیل) ”یقیناً فائز فرمائے گا آپ کو آپ کا رب مقامِ محمود پر“۔ یہاں عسی ترجی کے معنی کے ساتھ ساتھ قرب کی خبر بھی دے رہا ہے، گویا اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا قَرُبَ اَنْ یَّبْعَثَکَ۔ تو عسی میں بھی ترجی کا معنی بندے کی طرف نسبت کے اعتبار سے ہے جس طرح لعل میں ہے۔ اور قرب کی خبر اور مقاربت اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کے اعتبار سے ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی خبر برحق ہے اور اس کا وعدہ حتمی ہے۔ پس اس کے ضمن میں جو خبر کا معنی پایا جاتا ہے وہ واجب ہے اور ترجی واجب نہیں ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے حق میں محال ہے اور بندے کی طرف نسبت کے اعتبار سے ہے۔ لیکن عسی کی طرح لعل کے ضمن میں خبر کا معنی نہیں پایا جاتا۔ اسی معنوی فرق کی بناء پر جب عسی کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو وہ واجب ہوتا ہے لیکن لعل اس طرح نہیں ہے۔

پہچان لیا تو کہا: اَللّٰھُمَّ لَا تَحْرِمْنِیْ اِقَالَةَ عَثَرَاتِ الْکِرَامِ '' اے اللہ! شریف لوگوں کی غلطیاں معاف کر دینے سے مجھے محروم نہ رکھ''۔ پھر انہیں جانے دیا، وہ اس رات سیدھے مدینہ طیبہ میں مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے دروازے پر آئے پھر وہاں سے چلے گئے اور آج تک کسی کو معلوم نہیں کہ انہوں نے زمین کے کس خطے کا رخ کیا۔ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں ان کا یہ حال بیان کیا گیا تو حضور ﷺ نے فرمایا یہ وہ شخص ہے جسے ایفائے عہد کے صلہ میں اللہ تعالیٰ نے نجات دے دی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب بنی قریظہ رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ پر راضی ہو گئے تو ان کے دیگر لوگوں کے ساتھ انہیں بھی ایک بوسیدہ رسی کے ساتھ باندھ دیا گیا۔ پھر ان کی بوسیدہ رسی ٹوٹ کر الگ ہو گئی اور کسی کو معلوم نہیں کہ وہ کہاں گئے۔ اس موقعہ پر رسول اللہ ﷺ نے یہ گفتگو فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ ان میں سے کیا صورت پیش آئی۔

بنی قریظہ کے معاملہ میں حضرت سعد کی ثالثی اور اس پر رسول کریم ﷺ کی رضامندی

حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: پھر جب صبح ہوئی تو بنو قریظہ رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ کو قبول کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ اب بنی اوس کا ایک وفد دوڑ کر حاضر خدمت ہوا اور عرض کرنے لگا: یا رسول اللہ ﷺ یہ بنی قریظہ ہمارے حلیف ہیں نہ کہ قبیلہ خزرج کے۔ کل حضور ﷺ نے ہمارے بھائیوں کے حلیفوں کے متعلق جو فیصلہ فرمایا اسے آپ جانتے ہیں--- بنی قریظہ سے قبل رسول اللہ ﷺ نے بنی قینقاع کا محاصرہ فرمایا تھا۔ وہ قبیلہ خزرج کے حلیف تھے، جب وہ

اگر یہ کہا جائے کہ یہ صورت لعت میں بھی جائز ہے کہ جب یہ کلام باری تعالیٰ میں واقع ہو تو اس کا بھی وہی معنی ہو گا جو لعل کا ہوتا ہے حالانکہ تمنی بھی بندے کا فعل ہے۔ جس طرح لعل میں تر.جی بندے کا فعل ہے۔

ہم کہتے ہیں یہ جائز نہیں ہے، یہ صرف لعل میں ایک شرط اور ایک صورت کی بناء پر جائز ہے جیسے اس سے پہلے بھی ایک فعل ہو اور اس کے بعد بھی ایک فعل ہو اور پہلا فعل دوسرے فعل کا سبب ہو جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ (النحل) '' اللہ تعالیٰ نصیحت کرتا ہے تمہیں تاکہ تم نصیحت قبول کرو''۔ میں کہتا ہوں اس سے تر.جی کا معنی ختم نہیں ہوا کیونکہ نصیحت ایسی چیز ہے جس کے بارے میں امید ہوتی ہے کہ وہ نصیحت قبول کرنے کا سبب بن جائے۔ اسی صورت پر ہی یہ لفظ قرآن

حضور ﷺ کے فیصلہ کو قبول کرنے پر آمادہ ہوئے تو ان کے بارے میں عبداللہ بن ابی بن سلول نے سفارش کی تھی۔ اس کی سفارش پر حضور ﷺ نے ان کی جان بخشی فرمادی تھی--- جب اوس قبیلہ نے حضور ﷺ سے گزارش کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے گروہِ اوس! کیا تمہیں یہ بات پسند ہے کہ تمہارے قبیلہ میں سے کوئی شخص ان کے متعلق فیصلہ کردے۔ انہوں نے عرض کی: بجا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تو یہ معاملہ سعد بن معاذ کے ہاتھ میں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو مسجد کے قریب قبیلہ اسلم کی ایک رفیدہ نامی خاتون کے خیمہ میں ٹھہرایا ہوا تھا جو آپ کے زخموں کی مرہم پٹی کر رہی تھیں اور جس مسلمان کو جو تکلیف پہنچتی اس نے اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اپنے آپ کو اس کی خدمت کے لئے مقرر کر رکھا تھا۔ جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو خندق میں تیر لگا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے اپنی قوم کو فرمایا تھا کہ انہیں رفیدہ کے خیمہ میں ٹھہراؤ تاکہ میں قریب ہی سے ان کی عیادت کرسکوں۔ چنانچہ جب بنی قریظہ کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے انہیں حکم مقرر فرمایا تو ان کے قبیلہ کے افراد ان کے پاس آئے اور ایک گدھے پر جس پر انہوں نے چمڑے کا ایک گدا بچھا رکھا تھا، سوار کیا۔ آپ ایک جسیم اور خوبصورت آدمی تھے۔ پھر وہ آپ کو رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں لے آئے۔ راستے میں وہ آپ کو کہتے رہے اے ابوعمرو! اپنے حلیفوں کے بارے میں اچھا فیصلہ کرنا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے یہ معاملہ آپ کے سپرد اسی لئے کیا ہے کہ آپ ان کے بارے میں اچھا فیصلہ کریں۔ جب ان لوگوں نے بہت اصرار کیا تو آپ نے فرمایا لَقَدْ اَنیٰ لِسَعْدٍ اَنْ لَّا تَاْخُذَہٗ فِی اللّٰہِ لَوْمَۃُ لَائِمٍ ''اب سعد کا ایسا وقت آگیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت اسے متاثر نہ کرے''۔ یہ سن کر ان کی قوم کا ایک شخص ان کا ساتھ

کریم میں وارد ہوا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ بھی ارشاد ہے: فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا يُوْحٰۤى اِلَيْكَ وَضَآئِقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ (ھود: 12) ''پس کیا ہوسکتا ہے کہ آپ چھوڑ دیں کچھ حصہ اس کا جو وحی کی جائے آپ کی طرف اور تنگ ہو جائے اس کے ساتھ آپ کا سینہ''۔ یہاں لعل توقع اور تخوف کے معنی میں ہے یعنی جن باتوں سے ڈرایا جاتا ہے اور جن کی امید دلائی جاتی ہے ان کے جھٹلائے جانے پر آپ کا سینہ تنگ نہیں ہوسکتا۔ لعل میں یہ صورت تو ممکن ہے لیکن یہ ممکن نہیں کہ قرآن کریم میں لعل مبتدا اور خبر پر اس طرح داخل ہو کر وارد ہو، جیسے کلام کی ابتداء کرتے ہوئے آپ کا یہ قول ہے لَعَلَّ زَيْدًا يُؤْمِنُ (شاید زید ایمان لے آئے)۔ یہ جائز نہیں ہے کیونکہ رب سبحانہ وتعالیٰ ترجی نہیں فرماتا۔ اگرچہ اس ترجی

چھوڑ کر بنی عبدالاشہل کے محلہ میں واپس چلا گیا اور حضرت سعد کے پہنچنے سے پہلے بنی قریظہ کے لوگوں کی موت کی خبر سنا دی کہ حضرت سعد سے اس نے ان کے بارے میں یہ بات سنی ہے۔

جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کے پاس پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قُوْمُوْا اِلٰی سَیِّدِكُمْ ''اپنے سردار کے لئے کھڑے ہو جاؤ''۔ قریش کے مہاجرین نے تو کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی مراد صرف انصار ہیں جبکہ انصار نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ حکم عام ہے۔ چنانچہ وہ ان کے لئے کھڑے ہو گئے اور کہا: اے عمرو! بے شک رسول اللہ ﷺ نے آپ کو اپنے حلیفوں کے معاملہ کا حکم مقرر فرمایا ہے تاکہ آپ ان کے بارے میں فیصلہ کریں۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم پر اللہ تعالیٰ کا عہد اور اس کا میثاق لازم ہے بتاؤ ان کے بارے میں میں جو فیصلہ کروں گا کیا وہی فیصلہ قائم رہے گا؟ انہوں نے کہا ہاں۔ پھر حضرت سعد نے ان لوگوں کے بارے میں دریافت فرمایا جو اس کونے میں بیٹھے تھے جہاں رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے، حضرت سعد نے رسول اللہ ﷺ کے احترام کی وجہ سے چہرہ دوسری طرف رکھا۔ رسول اللہ ﷺ نے بنفس نفیس جواب دیا ہاں۔ حضرت سعد نے فرمایا: پھر میں ان کے بارے میں یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ ان کے مردوں کو قتل کر دیا جائے، ان کے اموال تقسیم کر دیئے جائیں اور ان کے بچوں اور عورتوں کو قیدی بنا لیا جائے۔

حضرت ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ نے بیان کیا، انہوں نے حضرت عبدالرحمٰن بن عمرو بن سعد بن معاذ سے انہوں نے حضرت علقمہ بن وقاص لیثی سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد سے فرمایا: لَقَدْ حَكَمْتَ فِیْهِمْ بِحُكْمِ اللّٰهِ مِنْ فَوْقِ سَبْعَةِ اَرْقِعَةٍ ''بے شک تم نے وہی فیصلہ کیا جو اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر فیصلہ فرمایا ہے''۔

کی نسبت مخلوق کی طرف کی جائے اور کلام عرب میں لعل کا موضوع یہ ہے کہ جس شخص کے متعلق گفتگو ہوتی ہے وہ صرف اسی صورت پر قائم ہوتا ہے جو ہم نے پہلے ذکر کی کہ یہ کی کے معنی میں ہوتا ہے اور اس کا وقوع سبب اور مسبب کے درمیان ہوتا ہے۔ جب یہ بات ثابت ہوگئی تو لَیْتَ کے بارے میں یہ اشکال باقی نہ رہا کہ یہ کلام باری تعالیٰ میں وارد نہیں ہوتا کیونکہ تمنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے محال ہے اور ترجی، توقع اور تخوف بھی اسی طرح ہے جب تک کہ آپ اسے اس مقام سے زائل نہ کریں جس میں اس کے معنی کی نسبت اس شخص کی طرف ہوتی ہے جس کے متعلق گفتگو کی جا رہی ہو۔

حضرت ابن ہشام نے کہا: مجھ سے بعض قابل اعتماد اہل علم نے بیان کیا کہ جب مسلمان بنی قریظہ کا محاصرہ کیے ہوئے تھے تو حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہما آگے بڑھ رہے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بلند آواز سے کہا: "اے گروہِ مومنین! بخدا! یا تو میں وہی مزہ چکھنا چاہتا ہوں جو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے چکھا تھا یا پھر میں ان کے قلعے کو فتح کر کے رہوں گا"۔ اس پر بنو قریظہ نے کہا: اے محمد (ﷺ) ہم حضرت سعد بن معاذ کا فیصلہ قبول کرنے پر آمادہ ہیں۔

آسمان کا ایک نام

حضرت ابن اسحاق نے بنی قریظہ کے بارے میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کا ذکر کیا اور آپ کے لئے نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان ذکر کیا کہ لَقَدْ حَكَمْتَ فِيهِمْ بِحُكْمِ اللّٰهِ مِنْ فَوْقِ سَبْعَةِ أَرْقِعَةٍ سیرت میں اسی طرح اَرْقِعَة کا لفظ ہی ہے اور صحیح میں یوں مذکور ہے: مِنْ فَوْقِ سَبْعِ سَمٰوٰتٍ ان کا معنی ایک ہی ہے کیونکہ رقیع آسمان کا ایک نام ہے (رَقَعَ کا معنی ہے پیوند لگانا۔ آسمان کو رقیع اس لئے کہتے ہیں) کیونکہ اس پر گویا ستاروں کے ساتھ پیوند لگائے گئے ہیں۔ آسمان کے ناموں میں سے جرباء اور برقع بھی ہیں۔ بکائی کی روایت کے علاوہ ایک اور روایت میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے اس فیصلہ کے متعلق فرمایا: طَرَقَنِي الْمَلَكُ سَحَرًا "فرشتہ میرے پاس سحری کے وقت آیا"۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی فوقیت

اس حدیث شریف میں ایک مسئلہ مستنبط ہوتا ہے کہ جب آپ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے متعلق خبر دیتے ہوئے فوق کا لفظ بولیں تو اس لفظ کا استعمال بہت اچھا ہے۔ ذرا غور کریں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیسے فرمایا بِحُكْمِ اللّٰهِ مِنْ فَوْقِ سَبْعِ سَمٰوٰتٍ ظرفیت کی بناء پر فَوْقَ سَبْعِ سَمٰوٰتٍ نہیں فرمایا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ حکم اوپر سے نازل ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی مانند ہے: يَخَافُونَ رَبَّهُمْ مِنْ فَوْقِهِمْ (النحل: 50) یعنی وہ اس عذاب وعتاب سے ڈرتے ہیں جو اوپر سے نازل ہوتا ہے اور وہ ان کے رب کا عذاب وعتاب ہے۔

اگر یہ کہا جائے تو پھر کیا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے متعلق یہ کہنا جائز نہیں ہے کہ وہ سات آسمانوں کے اوپر ہے؟ ہم کہتے ہیں اس آیت اور اس حدیث میں اس بات کے جواز پر کوئی دلیل نہیں۔ اگر یہ جائز ہے بھی تو کسی اور دلیل کے ساتھ۔ اسی طرح حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا قول ہے: زَوَّجَنِي اللّٰهُ مِنْ

بنی قریظہ میں اس فیصلے کا نفاذ

حضرت ابن اسحاق نے کہا: پھر بنی قریظہ کو قلعے سے اترنے کا حکم دیا گیا اور انہیں رسول اللہ ﷺ نے مدینہ طیبہ میں قبیلہ بنی نجار کی ایک عورت بنت حارث کے گھر میں محبوس کر دیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ کے اس بازار کی طرف نکلے جو آج بھی مدینہ کا بازار ہے، وہاں چند گڑھے کھدوائے، پھر بنی قریظہ کو وہاں لائے اور ان کی گردنیں اڑا کر ان کی لاشیں ان گڑھوں میں پھینک دیں۔ انہیں وہاں ٹولیوں کی صورت میں لایا جاتا، ان میں حیی بن اخطب اور ان کا سردار کعب بن اسد بھی تھا، ان کی تعداد چھ یا سات سو تھی اور ان کی تعداد بڑھانے والے کہتے ہیں کہ وہ آٹھ اور نو سو کے درمیان تھے۔ جب یہود ٹولیوں کی صورت میں رسول اللہ ﷺ کی

نَبِیِّہٖ مِنْ فَوْقِ سَبْعِ سَمٰوٰتٍ ”اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے ساتھ میرا رشتہ زوجیت سات آسمانوں کے اوپر سے قائم فرمایا“۔ اس کا معنی یہی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ آپ کی زوجیت کا حکم سات آسمانوں کے اوپر سے نازل ہوا۔ اور شریعت میں بھی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو فوقیت کے ساتھ متصف کرنا اس معنی میں جائز ہے جو اس کی عزت وجلال کے شایان شان ہے نہ کہ اس معنی میں جو اس کی وحدانیت میں وہم پیدا کرے، لیکن مذکورہ آیت اور دونوں حدیثوں کی بناء پر یہ وصف مطلقاً نہیں بولا جائے گا کیونکہ اس آیت اور حدیثوں میں فعل کے ساتھ حرف جر مربوط کیا گیا ہے۔ اس طرح یہ فعل کا وصف بن گیا ہے نہ کہ باری سبحانہ وتعالیٰ کا وصف۔ اور اس لونڈی کی حدیث جس سے حضور ﷺ نے پوچھا تھا کہ اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟ تو اس نے کہا تھا آسمان میں، اس کے بارے میں ہم نے ایک ایسا عمدہ اور شافی مسئلہ تحریر کیا ہے جو ہر قسم کے شک وشبہ کو دور کر دیتا ہے۔ الحمد للہ۔

کیسہ

حضرت ابن اسحاق نے بنت حدث کے گھر میں بنی قریظہ کو محبوس کرنے کا ذکر کیا ہے۔ اس کتاب میں بنت حدث ہی مذکور ہے لیکن لوگوں کے نزدیک صحیح بنت حارث ہے۔ اس کا نام کیسہ بنت حارث بن کریز بن حبیب بن عبد شمس ہے۔ یہ پہلے مسیلمہ کذاب کی بیوی تھی پھر اس کے بعد عبد اللہ بن عامر بن کریز کی زوجیت میں آئی۔ عورتوں میں ایک اور کیسہ بھی مذکور ہے۔ وہ عبد الحمید بن عامر بن کریز کی بیٹی ہے اور کیسہ بنت ابی بکرہ نے اپنے باپ سے انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا کہ حضور ﷺ منگل کے دن حجامت (پچھنے لگوانا) سے سختی سے منع فرمایا کرتے اور فرماتے فِیْہِ سَاعَۃٌ لَا یَرْقَاُ فِیْھَا الدَّمُ ”اس دن میں ایک ایسی گھڑی ہے جس میں خون نہیں رکتا“۔ جہاں تک یاء کے سکون

بارگاہ میں لائے جارہے تھے تو انہوں نے کعب بن اسد سے پوچھا: اے کعب! ہمارے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا؟ اس نے کہا کیا ہر موقع پر تم لوگ سمجھ نہیں پاتے؟ کیا تم دیکھتے نہیں کہ جو بلا کر لے جاتا ہے وہ رکتا ہی نہیں اور تم میں سے جس کو لے جاتا ہے وہ واپس نہیں لوٹتا۔ بخدا! قتل کیا جا رہا ہے۔ یہ سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ ان سے فارغ ہو گئے۔

حیی بن اخطب کا قتل

اور دشمن خدا حیی بن اخطب کو بھی لایا گیا، وہ ایک فقاحیہ حلے میں ملبوس تھا۔ حضرت ابن ہشام نے کہا: فقاحیہ نقش و نگار کی ایک قسم ہے۔ اس نے وہ لباس ہر طرف سے انگلیوں کے پوروں کے برابر پھاڑ رکھا تھا تا کہ کوئی اس کو چھین نہ سکے۔ اس کے دونوں ہاتھ ایک رسی کے ساتھ اس کی گردن سے بندھے ہوئے تھے۔ جب اس نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تو کہنے لگا: ''ہاں، خدا کی قسم! میں نے آپ کی عداوت کے بارے میں اپنے نفس کو کبھی ملامت نہیں کی لیکن اللہ تعالیٰ جس کو ذلیل ورسوا کرے وہ ذلیل ورسوا ہو کر رہتا ہے''۔ پھر وہ لوگوں کی طرف متوجہ ہوا اور کہا لوگو! اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں کچھ مضائقہ نہیں، یہ ایک حکم الٰہی تھا، ایک مقدر تھا، ایک سزا تھی جو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر لکھ رکھی تھی، پھر وہ بیٹھ گیا اور اس کی گردن اڑا دی گئی۔

اس پر جبل بن جوال ثعلبی نے یہ شعر کہے:

لَعَمْرُكَ مَا لَامَ ابْنُ اَخْطَبَ نَفْسَهٗ ۔۔۔ وَلٰكِنَّهٗ مَنْ يُّخْذِلِ اللّٰهَ يُخْذَلِ

''تیری زندگی کی قسم! ابن اخطب نے اپنے آپ کو ملامت نہ کی لیکن بات یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ (کے رسول) کو ذلیل ورسوا کرنے وہ ذلیل ورسوا ہو کر رہتا ہے''۔

لَجَاهَدَ حَتّٰى اَبْلَغَ النَّفْسَ عُذْرَهَا ۔۔۔ وَ قَلْقَلَ يَبْغِي الْعِزَّ كُلَّ مُقَلْقَلِ

''اس نے بڑی جدوجہد کی یہاں تک کہ اپنے لئے کوئی عذر باقی نہ رکھا اور عزت و وقار کے

کے ساتھ کَیْسَۃ کا تعلق ہے تو یہ ابو کثیر کی بیٹی ہیں جو اپنی والدہ سے وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے شراب (خمر) کے بارے میں روایت کرتی ہیں کہ جس شخص نے شراب کی خوشبو لگائی اسے اللہ تعالیٰ خوشبودار نہیں کرے گا اور جس نے اس کے ساتھ شفا چاہی اسے شفایاب نہیں کیا جائے گا۔ اسے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الاشربہ کی بعض روایات میں ذکر کیا ہے۔ حضرت ابن ہشام کی روایت کے علاوہ سیرت میں ان کا نام زینب بنت حارث نجار یہ مذکور ہے۔ واللہ اعلم۔ رہی کیسہ بنت حارث تو یہ وہی عورت ہے جس کے گھر میں بنی حنیفہ کا وفد اتارا گیا۔ اس کا ذکر آگے آئے گا۔

حصول میں خوب ہاتھ پاؤں ہلائے۔

بنی قریظہ کی ایک مقتولہ عورت

حضرت ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حضرت محمد بن جعفر بن زبیر نے بیان کیا ہے، انہوں نے حضرت عروہ بن زبیر سے انہوں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: ایک عورت کے سوا بنی قریظہ کی کسی عورت کو قتل نہ کیا گیا۔ آپ فرماتی ہیں: بخدا وہ عورت میرے پاس بیٹھی باتیں کر رہی تھی اور ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو رہی

رفیدہ

حضرت ابن اسحاق نے رفیدہ کا بھی ذکر کیا ہے۔ یہ قبیلہ اسلم کی وہ عورت ہے جس کے خیمہ میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی مرہم پٹی کی جاتی رہی۔ ابو عمر نے اس کا ذکر نہیں کیا اور ابو علی غسانی نے کتاب ابی عمر میں اس کا اضافہ کیا ہے۔ یہ زوائد مجھ سے حضرت ابو بکر بن طاہر نے ابو علی سے روایت کرتے ہوئے بیان کیں اور انہوں نے ابو علی سے روایت کرتے ہوئے یہ بھی بیان کیا کہ ابو علی نے ابو عمر سے روایت کیا کہ انہوں نے ابو علی سے کہا اللہ کی امانت تمہاری گردن میں ہے، جب تم اسماء صحابہ میں سے کسی نام پر مطلع ہوئے تو میں نے تو اس کا ذکر نہ کیا لیکن تم نے صحابہ کرام کے متعلق میری کتاب میں اسے شامل کر دیا۔

غزوۂ خندق

حضرت ابن اسحاق نے غزوۂ خندق میں ثعلبہ بن سعیہ، اسد بن سعیہ اور اسید بن سعیہ کا ذکر کیا۔ یہ بنی ہدل کے افراد ہیں۔ ہم نے اس کتاب کے حصہ دوم میں سعیہ اور نون کے ساتھ سعنہ پر گفتگو کی ہے۔ اسد اور اسید میں اختلاف کا ذکر کیا ہے اور زید بن سعیہ (یاء کے ساتھ) کے بارے میں ایک عجیب و غریب خبر کا بھی ذکر کیا ہے اور علمائے انساب میں سے اس شخص کا بھی ذکر کیا ہے جس نے بنی ہدل کے بارے میں کہا کہ یہ ہدل دال کے سکون کے ساتھ ہے لہٰذا اب ان چیزوں کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

مرتدہ کا قتل

جہاں تک بنی قریظہ کی قتل ہونے والی عورت کے واقعہ کا تعلق ہے تو اس میں اس شخص کے لئے دلیل ہے جس نے مرتد عورت کے قتل کر دینے کا قول کیا ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد کے عموم سے استدلال کیا ہے کہ مَنْ بَدَّلَ دِیْنَہٗ فَاضْرِبُوْا عُنُقَہٗ ''جو شخص اپنا دین تبدیل کرے

تھی۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ بازار میں اس کے قبیلہ کے لوگوں کو قتل کروا رہے تھے۔ اچانک کسی پکارنے والے نے اس کا نام پکارا کہ فلاں عورت کہاں ہے؟ اس نے کہا بخدا یہ تو میں ہوں، میں نے اسے کہا تیرا برا ہو، تجھے کیا ہوگیا ہے؟ اس نے کہا مجھے قتل کیا جائے گا۔ میں نے پوچھا کیوں؟ اس نے کہا: ایک جرم کی بناء پر جو میں نے کیا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: پس اسے لے جایا گیا اور اس کی گردن اڑا دی گئی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں: بخدا! میں اس پر تعجب کو نہیں بھول سکتی، وہ بالکل خوش باش تھی اور خوب ہنس رہی تھی حالانکہ اسے معلوم تھا کہ وہ قتل کی جانے والی ہے۔

حضرت ابن ہشام نے کہا: یہی وہ عورت ہے جس نے حضرت خلاد بن سوید رضی اللہ عنہ پر چکی کا پاٹ لڑھکا کر انہیں قتل کر دیا تھا۔

زبیر بن باطا کا واقعہ

حضرت ابن اسحاق نے کہا: جیسا کہ میرے سامنے حضرت ابن شہاب زہری نے ذکر کیا کہ حضرت ثابت بن قیس بن شماس زبیر بن باطا قرظی کے پاس آئے، زبیر کی کنیت ابوعبدالرحمٰن تھی اور اس نے زمانہ جاہلیت میں حضرت ثابت بن قیس بن شماس کے ساتھ کوئی احسان کیا تھا۔

اس کی گردن اڑا دو"۔ اس حدیث شریف میں عموم کے ساتھ ساتھ ایک اور قوت بھی موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ اس میں حکم کو علت کے ساتھ معلق کیا گیا ہے اور علت دین کی تبدیلی اور ردت ہے۔ اس چیز کی موجودگی میں اہل عراق کے لئے کوئی دلیل نہیں جن کا دعویٰ یہ ہے کہ عورت کو قتل نہ کیا جائے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے لیکن دونوں فریقوں کے لئے اس مقام کے علاوہ اور بھی دلائل موجود ہیں۔

زبیر بن باطا

حضرت ابن اسحاق نے زبیر بن باطا کے ساتھ حضرت ثابت بن قیس کا واقعہ ذکر کیا۔ یہ زاء کے فتحہ اور باء کے کسرہ کے ساتھ زَبِیر ہے جو حضرت زبیر بن عبدالرحمٰن کا دادا ہے جن کا ذکر مؤطا کی کتاب النکاح میں آیا ہے۔ زبیر بن عبدالرحمٰن میں بھی اختلاف ہے۔ بعض نے کہا کہ آپ کا نام بھی آپ کے دادا کی طرح زاء کے فتحہ اور باء کے کسرہ کے ساتھ ہے اور بعض نے کہا کہ آپ کا نام زُبَیر ہے۔ یہ تاریخ میں امام بخاری رحمہ اللہ کا قول ہے۔

میرے سامنے زبیر کی بعض اولاد نے ذکر کیا کہ اس نے آپ پر جنگ بعاث کے روز احسان کیا تھا، اور وہ یہ تھا کہ زبیر نے ثابت کو پکڑ لیا، پیشانی کے بال کاٹ کر پھر رہا کر دیا تھا۔ اب حضرت ثابت اس کے پاس آئے درآں حالیکہ وہ بالکل بوڑھا ہو چکا تھا۔ آپ نے کہا: اے ابو عبدالرحمٰن! کیا تم نے مجھے پہچانا؟ اس نے کہا: کیا میرے جیسا آدمی تیرے جیسے آدمی کو فراموش کر سکتا ہے؟ حضرت ثابت نے کہا: میں نے ارادہ کیا ہے کہ تمہارا احسان مجھ پر ہے میں اس کا بدلہ چکا دوں۔ اس نے کہا: کریم النفس ہی کریم النفس کا بدلہ دیتا ہے۔ پھر حضرت ثابت بن قیس رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور التجا کی: ''یارسول اللہ ﷺ! زبیر کا مجھ پر ایک احسان ہے، میں چاہتا ہوں کہ اسے اس کا بدلہ دے دوں۔ اس لئے حضور ﷺ میری خاطر اس کا خون بخش دیں''۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہاری خاطر بخش دیا۔ حضرت ثابت نے آکر اسے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے میری خاطر تیرا خون بخش دیا ہے، پس تمہارا خون تمہاری ملکیت ہے۔ وہ بولا: ایک پیر فرتوت جس کی نہ بیوی ہے نہ اولاد وہ زندہ رہ کر کیا کرے گا؟ حضرت ثابت پھر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ حضور پر قربان ہوں، اس کی بیوی اور اس کی اولاد کو بھی بخش دیجئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: وہ بھی تمہارے ہیں۔ آپ نے جب اسے آکر بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے تیری بیوی اور تیری اولاد کو بھی بخش دیا اب وہ بھی تیرے ہیں۔ وہ بولا: وہ گھرانہ جس کی حجاز میں کوئی جائیداد نہ ہو وہ کیسے زندہ رہے گا؟ حضرت ثابت پھر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! اس کا مال بھی عنایت فرما دیجئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: وہ بھی تیرا ہے۔ حضرت ثابت نے آکر اسے مطلع کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے تیرا مال بھی مجھے عنایت فرما دیا ہے، اب وہ بھی تیرا ہے۔ اس نے پوچھا: اے ثابت! اس شخص پر کیا گزری جس کا چہرہ چینی آئینہ کی مانند شفاف تھا کہ محلے کی کنواری لڑکیاں اس میں اپنا چہرہ دیکھتی تھیں یعنی کعب بن اسد؟ آپ نے بتایا کہ وہ تو قتل کر دیا گیا۔ پھر اس نے پوچھا: شہروں اور دیہات کے سردار حیی بن اخطب کا

حضرت ابن اسحاق نے اس واقعہ میں زبیر کا یہ قول ذکر کیا ہے: فَمَا اَنَا بِصَابِرٍ لِلّٰهِ فَتْلَةَ دَلْوٍ نَاضِحٍ۔ اور حضرت ابن ہشام نے کہا کہ یہ لفظ تو قاف اور باء کے ساتھ قَبْلَة ہے اور قَابِلُ الدَّلْوِ وہ شخص ہے جو پانی مانگنے والے کے ہاتھ سے ڈول پکڑتا ہے۔

کیا بنا؟ آپ نے بتایا اسے بھی قتل کر دیا گیا۔ اس نے پوچھا: اس شخص پر کیا گزری کہ جب ہم حملہ کرتے تھے تو وہ مقدمۃ الجیش میں ہوتا تھا اور جب ہم بھاگتے تھے تو وہ پیچھے رہ کر ہماری حفاظت کرتا تھا یعنی عزال بن سموأل؟ آپ نے بتایا: وہ بھی موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ پھر اس نے دریافت کیا: دو مجلسوں یعنی کعب بن قریظہ اور بنی عمرو بن قریظہ کا کیا بنا؟ آپ نے بتایا وہ بھی ختم ہو گئے، قتل کر دیے گئے۔ زبیر کہنے لگا: اے ثابت! پھر میں تجھے اس احسان کا واسطہ دیتا ہوں جو میرا تجھ پر ہے کہ مجھے بھی ان لوگوں سے ملا دو، بخدا! ان کے چلے جانے کے بعد اب زندگی میں کوئی لطف نہیں۔ فَمَا اَنَا بِصَابِرٍ لِلّٰهِ فَتْلَةَ دَلْوٍ نَاضِحٍ حَتّٰى اَلْقَى الْاَحِبَّةَ" میں بھرے ہوئے ڈول کا پانی حوض میں ڈالے جانے کی دیر بھی نہیں کر سکتا، یہاں تک کہ اپنے پیاروں سے ملاقات کر لوں"۔ چنانچہ حضرت ثابت نے اسے آگے کیا اور اس کا سر قلم کر دیا گیا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب اس کی یہ بات سنی کہ "اَلْقَى الْاَحِبَّةَ تو آپ نے فرمایا یَلْقَاهُمْ وَاللّٰهِ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا "بخدا یہ ان سے آتش جہنم میں ملاقات کرے گا جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے پھینک دیا جائے گا"۔

حضرت ابن ہشام نے کہا: یہ لفظ قَبْلَةَ دَلْوٍ نَاضِحٍ ہے یعنی بھرے ہوئے ڈول کو انڈیلے جانے کی دیر۔ اور زہیر بن سلمٰی نے قَبْلَة کے بارے میں یہ شعر کہا:

وَ قَابِلٌ يَتَغَنّٰى كُلَّمَا قَدَرَتْ عَلَى الْعَرَاقِىْ يَدَاهُ قَائِمًا دَفَقَا

"اور ایک ڈول کو پکڑنے والا شخص گنگنا رہا ہے، جب بھی اس کے ہاتھ ڈول کی لکڑی (پکڑنے) پر قادر ہوتے ہیں تو وہ اسے انڈیل دیتا ہے"۔

یہ شعر اس کے ایک قصیدہ کا ہے۔

حضرت ابن ہشام نے کہا: یہ شعر اس طرح بھی مروی ہے وَ قَابِلٍ يَتَلَقّٰى یعنی ڈول پکڑنے والا اسے پکڑتا ہے۔

حضرت ابو عبید نے الاموال میں حضرات ابن اسحاق اور ابن ہشام کے اقوال کے علاوہ ایک اور بات ذکر کی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ زبیر نے یوں کہا یَا ثَابِتُ اَلْحِقْنِیْ بِهِمْ فَلَسْتُ صَابِرًا عَنْهُمْ اِفْرَاغَةَ دَلْوٍ۔ "اے ثابت! مجھے بھی ان سے ملا دو، میں ڈول انڈیلے جانے کی دیر بھی ان سے صبر نہیں کر سکتا"۔

عطیہ قرظی اور رفاعہ

حضرت ابن اسحاق نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے بنو قریظہ کے ہر بالغ کو قتل کرنے کا حکم فرمایا تھا۔

حضرت ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حضرت شعبہ بن حجاج نے بیان کیا، انہوں نے حضرت عبدالملک بن عمیر سے، انہوں نے حضرت عطیہ قرظی سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا تھا کہ بنی قریظہ کے ہر بالغ کو قتل کر دیا جائے۔ میں لڑکا تھا، جب لوگوں نے مجھے نابالغ پایا تو مجھے چھوڑ دیا۔

حضرت ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حضرت ایوب بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن ابی صعصعہ نے جو بنی عدی بن نجار کے ایک فرد ہیں، بیان کیا کہ منذر کی ماں اور سلیط بن قیس کی بہن حضرت سلمٰی بنت قیس جو رسول اللہ ﷺ کی خالہ تھیں، آپ کے ساتھ دونوں قبلوں کی طرف رخ کر کے نماز پڑھ چکی تھیں اور آپ کے ساتھ بیعۃ النساء (عورتوں کی بیعت) کر چکی تھیں۔ انہوں نے حضور ﷺ سے رفاعہ بن سموأل قرظی کے بارے میں گزارش کی۔ وہ شخص بالغ تھا اور اس نے حضرت سلمٰی کی پناہ لی تھی۔ وہ اس سے قبل بھی خانوادۂ نبوت سے واقف تھا۔ حضرت سلمٰی نے عرض کی: اے اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی ﷺ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، رفاعہ کو میری خاطر بخش دیجئے کیونکہ وہ کہتا ہے کہ وہ نماز پڑھے گا اور اونٹ کا گوشت بھی کھائے گا۔ راوی

بلوغت کی پہچان میں انبات اصل ہے

حضرت ابن اسحاق نے عطیہ قرظی کا واقعہ ذکر کیا ہے۔ یہ محمد بن کعب قرظی کا دادا ہے، انہوں نے یہ بھی ذکر کیا کہ وہ ابھی بالغ نہیں ہوا تھا اس لئے چھوڑ دیا گیا (اَنَّهٗ لَمْ یَکُنْ اَنْبَتَ فَتَرِكَ) اس میں دلیل ہے کہ اِنْبَات (پروان چڑھنا) بلوغت کی پہچان کی دلیل ہے جب احتلام وغیرہ کا علم نہ ہو سکے۔

حیی کا لباس

حضرت ابن اسحاق نے حیی بن اخطب کا ذکر کیا جب اسے قتل کرنے کے لئے لایا گیا وَ عَلَيْهِ حُلَّةٌ فُقَّاحِيَّةٌ۔ حلہ ازار اور رداء کے مجموعے کا نام ہے۔ اصل میں ان دونوں کپڑوں کو یہ نام اس وقت دیا جاتا ہے جب یہ دونوں نئے ہوں اور ان کی تہیں کھول دی جائیں تو کہا جاتا ہے حُلَّةٌ لِهٰذَا کہ یہ کپڑا اس کے لئے کھولا گیا پھر اس پر یہ نام ہمیشہ کے لئے جاری ہو گیا۔ یہ خطابی کا قول ہے اور

کہتے ہیں چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت سلمٰی کی خاطر اسے بخش دیا۔ اس طرح آپ نے اس کی زندگی بچالی۔

بنی قریظہ کے اموال کی تقسیم

حضرت ابن اسحاق نے کہا: پھر رسول اللہ ﷺ نے بنی قریظہ کے اموال اور ان کی عورتوں اور بچوں کو مسلمانوں میں تقسیم فرما دیا۔ یاد رہے کہ اس روز سواروں اور پیادہ لوگوں کے حصے مقرر ہوئے اور آپ نے خمس بھی نکالا۔ پس گھڑ سوار کو تین حصے ملے۔ دو حصے گھوڑے کے اور ایک حصہ سوار کا۔ اور پیادہ کو جس کے پاس گھوڑا نہ تھا، ایک حصہ دیا گیا۔ واقعہ بنی قریظہ میں چھتیس گھڑ سوار تھے، یہ پہلا مال غنیمت تھا جس میں حصوں کا تعین ہوا اور خمس نکالا گیا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کی اسی سنت کے مطابق اموالِ غنیمت کی تقسیم کا اصول قائم ہو گیا اور جنگوں میں آپ کی یہی سنت قائم ہو گئی۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے بنی عبد الاشہل کے فرد حضرت سعد بن زید انصاری رضی اللہ عنہ کو بنی قریظہ کے چند قیدی دے کر نجد بھیجا۔ انہوں نے وہاں انہیں فروخت کر کے اپنے لئے گھوڑے اور اسلحہ خریدا۔

فُقَاحِیَّۃ فُقَّاح کی طرف منسوب ہے۔ یہ پھول کی کلی کو اس وقت کہتے ہیں جب اس کے شگوفے پھٹ رہے ہوں، غنچے کھل رہے ہوں اور پردے چاک ہو رہے ہوں۔ تو اس وقت کہا جاتا ہے فَقَّحَ وَ هُوَ فُقَّاحٌ۔ اَلْقَنَابِع بھی غنچوں کو کہتے ہیں۔ اس کا واحد قُنْبُعَۃٌ ہے، جہاں تک عین کے ساتھ فِقَاع کا تعلق ہے تو یہ ایک نبات ہے جسے آذان الکماۃ بھی کہا جاتا ہے۔ یہ کتاب النبات سے ماخوذ ہیں۔

یہ لفظ اس طرح بھی مروی ہے: حُلَّۃٌ شُقَحِیَّۃٌ۔ یہ کچی کھجور ہے جب وہ رنگ پکڑ لے۔ یہ خطابی کا قول ہے۔

شاعر کا قول ہے: وَلٰكِنَّهٗ مَنْ يَّخْذُلِ اللّٰهَ يُخْذَلِ۔ اسم جلالت کی ہاء کے نصب کے ساتھ۔ یہ شعر اس روایت کے صحیح ہونے کی دلیل ہے کہ اس واقعہ میں نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کیا اللہ تعالیٰ نے تجھ پر قدرت نہیں دی؟ حیی نے کہا کیوں نہیں، میں نے تو بچنے کے لئے خوب ہاتھ پاؤں ہلا لیے ہیں۔ ولکن مَنْ يَّخْذُلْكَ يُخْذَلْ لیکن جو آپ کو ذلیل و رسوا کرنے کی کوشش کرے گا وہ خود ذلیل و رسوا ہو جائے گا۔ اس کا یہ قول شعر کے اس مصرع کی مانند ہے: وَلٰكِنَّهٗ مَنْ يَّخْذُلِ اللّٰهَ يُخْذَلِ۔ کیونکہ شاعر نے اس شعر میں حیی کا کلام ہی نظم کیا ہے۔

ریحانہ کا واقعہ

رسول اللہ ﷺ نے ان کی عورتوں میں سے بنی عمرو بن قریظہ کی ایک عورت ریحانہ بنت عمرو بن خناقہ کو اپنے لئے منتخب فرمالیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے وصال تک وہ آپ کی ملکیت میں آپ کے پاس رہی۔ رسول اللہ ﷺ نے پیشکش کی تھی کہ وہ آپ کی زوجیت قبول کر کے اپنے آپ پر پردہ عائد کر لے۔ اس پر ریحانہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! آپ مجھے اپنی ملکیت میں ہی رہنے دیجئے، اس میں میرے لئے بھی اور آپ کے لئے بھی سہولت ہے۔ چنانچہ حضور ﷺ نے اسے اپنی حالت پر چھوڑ دیا۔ جب حضور ﷺ نے اسے گرفتار کیا تھا تو اس نے اسلام سے انحراف کیا تھا اور یہودیت پر ہی ڈٹی رہی۔ اس پر رسول اللہ ﷺ اس سے کنارہ کش ہو گئے اور دل میں اس کے اس معاملہ کا خیال رہا۔ پھر ایک موقع پر حضور ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ اپنے پیچھے کسی آنے والے کے جوتوں کی آواز سنی۔ فرمایا بے شک یہ ثعلبہ بن سعیہ کے جوتوں کی آواز ہے جو مجھے ریحانہ کے قبولِ اسلام کی خوشخبری دینے آرہے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے حاضر خدمت ہو کر بتایا یا: رسول اللہ ﷺ! ریحانہ نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ اس کراس عمل پر آپ کو بہت زیادہ خوشی ہوئی۔

غزوۂ خندق اور بنی قریظہ کے متعلق نازل کردہ آیات

حضرت ابن اسحاق نے کہا: اللہ تعالیٰ نے واقعہ خندق اور واقعہ بنی قریظہ کے بارے میں سورۂ احزاب کی مندرجہ ذیل آیات نازل فرمائیں جن میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر نازل ہونے والی

سلمٰی بنت ایوب

حضرت ابن اسحاق نے حضرت ایوب بن عبدالرحمٰن از حضرت عبداللہ بن ابی صعصعہ کے واسطہ سے روایت کردہ اپنی حدیث ذکر کی ہے۔ میں نے حاشیۃ الشیخ میں ملاحظہ کیا ہے کہ انہوں نے کہا تاریخ بخاری میں مذکور ہے کہ حضرت ایوب بذاتِ خود بتانے والے ہیں کہ سلمٰی بنت قیس یہ سلمٰی بنت ایوب بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ ہے، یہی صحیح ہے۔ واللہ اعلم۔

سلمٰی بنت قیس

اور راوی کا جو قول عَنْ سَلْمٰی بِنْتِ قَیْسٍ ہے یہ سلمٰی بنت قیس بن عمرو بن عبید بن مالک بن عمرو بن عدی بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار ہے۔

آزمائش، ان پر اپنے احسان اور اہل نفاق کے نفاق آمیز اقوال کے بعد ان کے مقابلہ میں اپنی اس کفایت کا ذکر فرماتے ہیں جس کے باعث مسلمانوں سے آزمائش کے بادل چھٹ گئے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِیْحًا وَّ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرًا ۟ۚ (الاحزاب)

''اے ایمان والو! یاد کرو اللہ تعالیٰ کے احسان کو جو اس نے تم پر کیا جب (حملہ آور ہو کر) آ گئے تھے تم پر (کفار کے) لشکر پس ہم نے بھیج دی ان پر آندھی اور ایسی فوجیں جنہیں تم دیکھ نہیں سکے تھے اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کر رہے تھے خوب دیکھ رہا تھا''۔

جنود سے مراد قریش، غطفان اور بنو قریظہ ہیں اور وہ جنود جو اللہ تعالیٰ نے ان پر آندھی کے ساتھ بھیجے تھے وہ فرشتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَ مِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَ اِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَ بَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَ تَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ۟ (الاحزاب)

''جب انہوں نے ہلہ بول دیا تھا تم پر اوپر کی طرف سے بھی اور تمہارے نیچے کی طرف سے بھی اور جب مارے دہشت کے آنکھیں پتھرا گئیں اور کلیجے منہ کو آ گئے اور تم اللہ تعالیٰ کے بارے

قرآنی آیات کی تفسیر

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَ بَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ۔ دل اپنی جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہیں ہوتا۔ اگر یہ نرخرے کی طرف منتقل ہو جائے تو آدمی مر جاتا ہے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ جو فرماتا ہے حق فرماتا ہے، لہٰذا اس آیت کریمہ میں دلیل ہے کہ مبالغہ کے طور پر مجازی لفظ بولنا درست ہے بشرطیکہ مخاطب اسے سمجھ سکتا ہو۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی مانند ہے یُّرِیْدُ اَنْ یَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ (الکہف: 77) (جو گرنے کے قریب تھی تو اس بندے نے اسے درست کر دیا)۔ یعنی اس دیوار کی مثال اس شخص کی مانند تھی جو کوئی کام کرنے کا ارادہ کرے۔ تو یہ کلام مجازِ تشبیہ سے ہے۔ اسی طرح جس خوف، دہشت اور سینے کی تنگی کا مسلمانوں کو سامنا کرنا پڑا اس میں ان کی مثال اس شخص کی مانند تھی جس کا دل اپنی جگہ سے نکل کر دوسری جگہ منتقل ہو رہا ہو۔ بعض نے کہا ہے کہ اس آیت کریمہ میں مضاف محذوف ہے۔ تقدیر کلام یوں ہے: بَلَغَ وَ جِیْفُ الْقُلُوْبِ الْحَنَاجِرَ یعنی دلوں کی دھڑکن نرخروں تک پہنچ گئی''(1) جہاں تک اللہ تعالیٰ

1۔ علمائے علوم جدیدہ کہتے ہیں کہ جب انسان خوف کی انتہاء کو پہنچ جاتا ہے تو اس کا دل اپنے حجم سے بڑا ہونے لگتا ہے یہاں تک کہ وہ خوفزدہ آدمی کے نرخرے تک پہنچ جاتا ہے۔ فتأمل۔

میں طرح طرح کے گمان کرنے لگ گئے''۔

پس جن لوگوں نے مسلمانوں پر اوپر کی طرف سے حملہ کیا تھا وہ بنو قریظہ تھے اور جنہوں نے ان کے نیچے کی طرف سے حملہ کیا تھا وہ قریش اور غطفان تھے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ وَزُلْزِلُوا زِلْزَالًا شَدِيدًا ﴿١١﴾ وَإِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ إِلَّا غُرُورًا ﴿١٢﴾ (الاحزاب)

''اس موقع پر خوب آزما لیا گیا ایمان والوں کو وہ خوب سختی سے جھنجھوڑے گئے، اور اس وقت کہنے لگے تھے منافق اور جن کے دلوں میں روگ تھا کہ نہیں وعدہ کیا تھا ہم سے (فتح کا) اللہ اور

کے اس ارشاد کا تعلق ہے: اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ (مومن: 18) ''جبکہ دل گلے میں اٹک جائیں گے''۔ تو اس آیت کریمہ کو مجاز پر محمول کرنے کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ یہ قیامت کی ہولناکی کے بیان میں ہے اور قیامت کے دن حالات اس سے بھی زیادہ سخت ہوں گے، خصوصاً اس حالت میں کہ اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت میں یہ ارشاد فرمایا: لَا يَرْتَدُّ إِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَأَفْئِدَتُهُمْ هَوَاءٌ ﴿٤٣﴾ (ابراہیم) ''ان کی پلکیں نہیں جھپکتی ہوں گی اور ان کے دل (دہشت سے) اڑے جا رہے ہوں گے''۔ یعنی روحانی دل (قلب) جسمانی دل (فؤاد) سے جدا ہو جائے گا اور جسمانی دل خالی ہو جائے گا۔ اس آیت کریمہ میں دلیل ہے کہ قلب اور ہے فؤاد اور ہے۔ گویا فؤاد قلب کا غلاف ہے۔ اس کی تائید اہل یمن کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے بھی ہوتی ہے: اَلْيَنُ قُلُوْبًا وَّ اَرَقُّ اَفْئِدَةً کہ اہل یمن سب سے زیادہ نرم قلب اور نرم دل ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی ہے: فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ (الزمر: 22) ''پس ہلاکت ہے ان سخت دلوں کے لئے''۔ اللہ تعالیٰ نے لِلْقَاسِيَةِ اَفْئِدَتُهُمْ نہیں فرمایا اور اَلْقَسْوَةُ (سختی) اَللِّيْنُ (نرمی) کی ضد ہے۔ پس اس میں غور کیجئے (1)۔

1۔ قلب اور فؤاد کے درمیان فرق کی تائید اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے بھی ہوتی ہے: وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا ؕ اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِهٖ لَوْلَاۤ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا (القصص: 10) ''اور موسیٰ کی ماں کا دل بے قرار ہو گیا۔ قریب تھا کہ وہ ظاہر کر دے اس راز کو اگر ہم نے مضبوط نہ کر دیا ہوتا اس کے دل کو''۔ پس اللہ تعالیٰ نے ایک ہی آیت میں قلب اور فؤاد کے درمیان تفریق کر دی۔ ان دونوں کے درمیان فرق کے بیان میں مختصراً میں یہ کہتا ہوں کہ قلب وہ گوشت کا لوتھڑا ہے جو اگر ٹھیک رہے تو پورا جسم ٹھیک رہتا ہے اور اگر خدانخواستہ یہ خراب ہو جائے تو پورا جسم خراب ہو جاتا ہے۔ رہا فؤاد تو وہ قلب کا لب اور اس کا خالص ہے۔ یہ فئد سے مشتق ہے جس کا معنی ہے گرم ہونا، مشتعل ہونا۔ پس قلب آیات مرئیہ، سامعیہ اور مقروءہ کو قبول کرتا ہے۔ پھر جب وہ ان آیات کے ساتھ بھڑک اٹھتا ہے اور ان کے باعث اس میں ایک حرارت پیدا ہو جاتی ہے تو وہ فؤاد کہلاتا ہے۔ واللہ اعلیٰ واعلم۔ مزید وضاحت کے لئے امام ترمذی کا رسالہ الفرق بین القلب والفؤاد ملاحظہ فرمائیں۔

اس کے رسول نے مگر صرف دھوکہ دینے کے لئے"۔

یہ بات معتب بن قشیر نے کہی تھی۔

وَ اِذْ قَالَتْ طَّآىٕفَةٌ مِّنْهُمْ یٰۤاَهْلَ یَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ۚ وَ یَسْتَاْذِنُ فَرِیْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِیَّ یَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُیُوْتَنَا عَوْرَةٌ ۛؕ وَ مَا هِیَ بِعَوْرَةٍ ۚۛ اِنْ یُّرِیْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا ﴿۱۳﴾ (الاحزاب)

"اور یاد کرو جب کہتی پھرتی تھی ان میں سے ایک جماعت کہ اے یثرب والو! تمہارے لئے اب یہاں ٹھہرنا ممکن نہیں (جان عزیز ہے) تو لوٹ چلو (اپنے گھروں کو) اور اجازت مانگنے لگا ان میں سے ایک گروہ نبی کریم ﷺ سے یہ کہہ کر کہ (حضور) ہمارے گھر بالکل غیر محفوظ ہیں، حالانکہ وہ غیر محفوظ نہ تھے۔ (اس بہانہ سازی سے) ان کا ارادہ محض (میدانِ جنگ سے) فرار تھا"۔

یہ بات اوس بن قیظی اور اس کی قوم کے دیگر لوگوں نے کہی تھی جو اس کے جھنڈے تلے جمع تھے۔

وَ لَوْ دُخِلَتْ عَلَیْهِمْ مِّنْ اَقْطَارِهَا (الاحزاب)

"اور اگر گھس آتے (کفار کے لشکر) ان پر مدینہ کے اطراف سے"۔

بعض مشکل الفاظ کی تشریح از ابن ہشام

حضرت ابن ہشام نے کہا: الاقطار کا معنی جوانب ہے، اس کا واحد قطر ہے۔ اسے اقتار بھی بولتے ہیں جس کا واحد قتر ہے۔ فرزدق نے کہا:

كَمْ مِنْ غِنىً فَتَحَ الْاِلٰهُ لَهُمْ بِهٖ　　وَالْخَیْلُ مُقْعِیَةٌ عَلَى الْاَقْطَارِ

"کتنے ہی دولتمندی (کے راستے) ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے کھول دیئے اور گھوڑے (اٹھنے کے ارادہ میں) اطراف پر گر رہے ہیں"۔

اور عَلَى الْاَقْتَارِ بھی مروی ہے۔ یہ اس کے ایک قصیدے کا شعر ہے۔

ثُمَّ سُىٕلُوا الْفِتْنَةَ لَاٰتَوْهَا وَ مَا تَلَبَّثُوْا بِهَاۤ اِلَّا یَسِیْرًا ﴿۱۴﴾ (الاحزاب)

"پھر ان سے درخواست کی جاتی فتنہ انگیزی میں شرکت کی تو فوراً اسے قبول کر لیتے اور توقف نہ کرتے اس میں مگر بہت کم"۔

الفتنة سے مراد کفر و شرک کی طرف رجوع ہے۔

وَ لَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا یُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ ؕ وَ كَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْـُٔوْلًا ﴿۱۵﴾ (الاحزاب)

"حالانکہ یہی لوگ پہلے اللہ تعالیٰ سے وعدہ کر چکے تھے کہ وہ پیٹھ نہیں پھیریں گے، اور اللہ تعالیٰ سے جو وعدہ کیا جاتا ہے اس کے متعلق ضرور باز پرس کی جاتی ہے"۔

وعدہ کرنے والے بنی حارثہ ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے احد کے دن بنی سلمہ کے ساتھ مل کر بزدلی کا اظہار کیا تھا، پھر اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا تھا کہ آئندہ کبھی بھی ایسی بزدلی کا اعادہ نہیں کریں گے، تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں ان کے اسی وعدہ کا ذکر کیا ہے جو انہوں نے خود اپنی طرف سے کیا تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قُلْ لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَاِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿١٦﴾ قُلْ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ؕ وَلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿١٧﴾ (الاحزاب)

"فرما دیجئے (اے بھگوڑو!) تمہیں نفع نہیں دے گا بھاگنا اگر تم بھاگنا چاہتے ہو موت سے یا قتل سے اور (اگر بھاگ کر تم نے جان بچا بھی لی) تو تم لطف اندوز نہ ہوسکو گے مگر تھوڑی مدت۔ فرمائیے کون بچا سکتا ہے تمہیں اللہ تعالیٰ سے اگر وہ تمہیں عذاب دینے کا ارادہ کر لے یا اگر وہ تم پر رحمت فرمانا چاہے اور نہیں پائیں گے وہ لوگ اپنے لیے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوست اور نہ کوئی مددگار"۔

قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ وَالْقَآئِلِيْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَيْنَا ۚ وَلَا يَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿١٨﴾ (الاحزاب)

"اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جہاد سے روکنے والوں کو تم میں سے (اس سے مراد اہل نفاق ہیں۔ ابن اسحاق) اور انہیں جو اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں (اسلامی کیمپ چھوڑ کر) ہماری طرف آجاؤ اور خود بھی جنگ میں شرکت نہیں کرتے مگر برائے نام"۔

الا قليلا کا مطلب ہے وہ صرف اتمام حجت کے لئے اور اپنے آپ کو الزام سے بری

ارشاد باری تعالیٰ ہے: قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ (الاحزاب: 18) یعنی اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو اپنے بھائیوں کو جہاد سے رک جانے کی ترغیب دلاتے ہیں، پس وہ اس ترغیب کے ساتھ انہیں اطاعت سے باز رکھتے ہیں کیونکہ وہ کہتے ہیں هَلُمَّ اِلَيْنَا" (اسلامی کیمپ چھوڑ کر) ہماری طرف آجاؤ"۔ آپ کہتے ہیں عَاقَنِيَ الْاَمْرُ عَنْ كَذَا یعنی اس کام نے مجھے فلاں کام سے روک دیا۔ عَوَّقَنِيْ فُلَانٌ عَنْ كَذَا یعنی فلاں شخص نے مجھے اس کام سے باز رکھا۔

کرنے کے لئے جنگ میں برائے نام شرکت کرتے ہیں۔

اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ ۚ فَإِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ تَدُوْرُ اَعْيُنُهُمْ كَالَّذِيْ يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۚ فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ (الاحزاب:19)

"پرلے درجے کے کنجوس ہیں تمہارے معاملہ میں (یعنی اس بخل کی وجہ سے جو ان کے دلوں میں ہے۔ابن اسحاق) پھر جب خوف (ودہشت) چھا جائے تو آپ انہیں ملاحظہ فرمائیں گے کہ وہ آپ کی طرف یوں دیکھنے لگتے ہیں کہ ان کی آنکھیں چکرا رہی ہوتی ہیں اس شخص کی مانند جس پر موت کی غشی طاری ہو (یعنی موت کو بڑا سمجھنے اور اس سے گھبرا جانے کی وجہ سے۔ابن اسحاق) پھر جب خوف دور ہو جائے تو تمہیں سخت اذیت پہنچاتے ہیں اپنی تیز زبانوں سے"۔

یعنی ایسی باتیں کر کے جو تمہیں ناپسند ہوتی ہیں کیونکہ نہ وہ آخرت کی امید رکھتے ہیں اور نہ انہیں کوئی حساب و کتاب اس بات سے باز رکھتا ہے۔ یہ لوگ موت سے ان لوگوں کی طرح ڈرتے ہیں جو مابعد الموت کی امید نہیں رکھتے۔

بعض مشکل الفاظ کی تشریح از ابن ہشام

حضرت ابن ہشام نے کہا: سَلَقُوْكُمْ کا معنی ہے وہ تمہارے بارے میں کلام کرتے وقت مبالغہ آرائی کر کے تمہیں جلاتے اور اذیت پہنچاتے ہیں۔ اہل عرب کہتے ہیں: خَطِيْبٌ سَلَاقٌ، خَطِيْبٌ مِسْلَقٌ وَ مُسْلَاقٌ یعنی فصیح و بلیغ مقرر۔اعشٰی بن قیس بن ثعلبہ نے کہا:

فِيْهِمُ الْمَجْدُ وَالسَّمَاحَةُ وَالنَّجْدَةُ فِيْهِمْ وَالْخَاطِبُ السَّلَّاقُ

ان لوگوں میں بزرگی اور سخاوت بھی ہے اور ان میں دلیری اور فصیح و بلیغ مقرر بھی ہے۔

یہ اس کے ایک قصیدے کا شعر ہے۔

يَحْسَبُوْنَ الْاَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوْا ۚ وَاِنْ يَّاْتِ الْاَحْزَابُ يَوَدُّوْا لَوْ اَنَّهُمْ بَادُوْنَ فِي الْاَعْرَابِ يَسْاَلُوْنَ عَنْ اَنْۢبَآئِكُمْ ۖ وَلَوْ كَانُوْا فِيْكُمْ مَّا قٰتَلُوْٓا اِلَّا قَلِيْلًا ؇ (الاحزاب)

"(دشمن بھاگ گیا لیکن یہ بزدل) یہی خیال کر رہے ہیں کہ ابھی جتھے نہیں گئے اور جتھے (دوبارہ پلٹ کر) آجائیں تو یہ پسند کریں گے کہ کاش! وہ صحرا میں بدوؤں کے ہاں ہوتے (آنے جانے والوں سے) تمہاری خبریں پوچھتے۔اور اگر یہ (بزدل) تم میں موجود بھی ہوتے تو یہ (دشمن سے) جنگ نہ کرتے مگر برائے نام"۔

الاحزاب سے مراد قریش اور غطفان ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے مومنین کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ

(الاحزاب)

"بے شک تمہاری رہنمائی کے لئے اللہ کے رسول (کی زندگی) میں بہترین نمونہ ہے، یہ نمونہ اس کے لئے ہے جو اللہ تعالیٰ سے ملنے اور قیامت کے آنے کی امید رکھتا ہے"۔

یہ اللہ تعالیٰ نے اس لئے ارشاد فرمایا تاکہ مسلمان اپنے نفسوں کی طرف متوجہ ہو کر حضور ﷺ کی ذات سے اور اس جگہ سے بے فکر نہ ہو جائیں جہاں آپ موجود ہوں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے مومنین کا، ان کی صداقت کا اور اس بات کا ذکر کیا کہ انہیں آزمانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے جس آزمائش کا وعدہ فرمایا تھا مسلمانوں نے اس کی تصدیق کی۔ چنانچہ فرمایا:

وَلَمَّا رَأَى الْمُؤْمِنُونَ الْأَحْزَابَ ۙ قَالُوا هَٰذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَصَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ ۚ وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا ﴿٢٢﴾ (الاحزاب)

"اور جب ایمان والوں نے (کفار کے) لشکروں کو دیکھا تو (فرطِ جوش سے) پکار اٹھے یہ ہے وہ لشکر جس کا وعدہ ہم سے اللہ اور اس کے رسول نے فرمایا تھا اور سچ فرمایا تھا اللہ اور اس کے رسول نے، اور دشمن کے لشکر جرار نے ان کے ایمان اور جذبہ تسلیم میں اور اضافہ کر دیا"۔

تسلیم سے مراد آزمائش میں صبر و استقلال، قضائے الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم کرنا اور اس حق کی تصدیق ہے جس کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے وعدہ فرمایا تھا۔ پھر فرمایا:

مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ ۖ فَمِنْهُم مَّن قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُم مَّن يَنتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا ﴿٢٣﴾ (الاحزاب)

"اہل ایمان میں سے ایسے جوانمرد ہیں جنہوں نے سچا کر دکھایا جو وعدہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے کیا تھا۔ ان جوانمردوں سے کچھ تو اپنی نذر پوری کر چکے اور بعض (اس ساعت سعید کا) انتظار کر رہے ہیں۔ (جنگ کے مہیب خطرات کے باوجود) ان کے رویہ میں ذرا تبدیلی نہیں ہوئی"۔

قَضَى نَحْبَهُ کا مطلب ہے وہ اپنے کام سے فارغ ہو چکے ہیں اور اپنے رب کی طرف لوٹ چکے ہیں مثلاً وہ مسلمان جو غزوۂ بدر اور غزوۂ احد میں شہید ہوئے۔

بعض مشکل الفاظ کی تشریح از ابن ہشام

حضرت ابن ہشام نے کہا: قَضَى نَحْبَهُ کا معنی ہے وہ فوت ہو چکے ہیں۔ اَلنَّحب ابو

عبیدہ کی خبر کے مطابق نفس کو کہتے ہیں اور اس کی جمع نُحُوْب آتی ہے۔ ذوالرمہ نے کہا:

عَشِيَّةَ فَرَّ الْحَارِثِيُّوْنَ بَعْدَ مَا قَضٰى نَحْبَهٗ فِيْ مُلْتَقَى الْخَيْلِ هَوْبَرُ

''جب شام کے وقت گھڑ سواروں کے ملنے کی جگہ (یعنی میدانِ جنگ) میں ہوبر ہلاک ہو گیا تو بنی حارث کے لوگ بھاگ کھڑے ہوئے''۔

یہ اس کے ایک قصیدے کا شعر ہے اور ہوبر بنی حارث بن کعب کا ایک فرد ہے۔

اس سے مراد زید بن ہوبر ہے، اور نذر کو بھی نحب کہتے ہیں۔ جریر بن خطفی نے کہا:

بِطِخْفَةَ جَالَدْنَا الْمُلُوْكَ وَ خَيْلُنَا عَشِيَّةَ بِسْطَامٌ جَرَيْنَ عَلٰى نَحْبِ

''طخفہ پہاڑ کے دامن میں ہم نے بادشاہوں کے ساتھ اس حالت میں لڑائی کی جبکہ ہمارے گھوڑوں نے اس شام کو اپنی نذر پوری کر دی جب بسطام بن قیس قتل ہوا''۔

شاعر کہتا ہے کہ ہمارے گھوڑوں نے اسے قتل کرنے کی نذر مانی تھی پس اسے قتل کر کے انہوں نے اپنی نذر پوری کر دی۔ یہ اس کے ایک قصیدے کا شعر ہے اور بسطام سے مراد بسطام بن قیس بن مسعود شیبانی ہے اور وہ ذی الجدین کا بیٹا ہے۔ مجھے ابو عبیدہ نے بتایا کہ وہ ربیعہ بن نزار کا شہسوار تھا، اور طخفہ بصرہ کے راستے میں ایک جگہ کا نام ہے۔

النحب کا معنی خطار یعنی گھڑ دوڑ کی شرط لگانا بھی ہے۔ فرزدق نے کہا:

وَ اِذْ نَحَبَتْ كَلْبٌ عَلَى النَّاسِ اَيُّنَا عَلَى النَّحْبِ اَعْطٰى لِلْجَزِيْلِ وَ اَفْضَلُ

''اور جب کسی کتے نے انسانوں پر گھڑ دوڑ کی شرط لگائی تو اس شرط پر ہم میں سے کون زیادہ عطا کرنے والا اور افضل ہوتا ہے''۔

النحب کا معنی رونا بھی ہے، اسی سے اہل عرب کا قول ہے یَنْتَحِبُ وہ رو رہا ہے۔ اور النحب کا معنی حاجت اور ہمت بھی ہے۔ آپ کہتے ہیں: مَالِيْ عِنْدَهُمْ نَحْبٌ۔ ''ان کے پاس میری کوئی حاجت نہیں''۔ مالک بن نویرہ یربوعی نے کہا:

وَ مَالِيَ نَحْبٌ عِنْدَهُمْ غَيْرَ اَنَّنِيْ تَلَمَّسْتُ مَا تَبْغِيْ مِنَ الشُّدْنِ الشُّجُرِ

''ان کے پاس میری کوئی حاجت نہیں بجز اس کے کہ میں نے اس چیز کا مطالبہ کیا جو تو چاہتا ہے یعنی مقامِ شدن کے سرخ آنکھوں والے اونٹ''۔

اور بنی تیم اللات بن ثعلبہ بن عکابہ بن صعب بن علی بن بکر بن وائل کے ایک شاعر نہار بن توسعہ نے کہا۔ حضرت ابن ہشام نے کہا یہ لوگ بنی حنیفہ کے موالی ہیں:

وَ نَجّى يُوسُفَ الثَّقَفِي رَكْضٌ دِرَاكٌ بَعْدَ مَا وَقَعَ اللِّوَاءُ

''جھنڈا گرنے کے بعد یوسف ثقفی کو لگا تار تیز دوڑ نے بچالیا''۔

وَ لَوْ اَدْرَكْنَهُ لَقَضَيْنَ نَحْبًا بِهٖ وَ لِكُلِّ مُخْطَاةٍ وَقَاءُ

''اور اگر وہ اسے پکڑ لیتیں تو اس کے ساتھ اپنی حاجت پوری کر لیتیں لیکن ہر غلطی میں ڈالے گئے شخص کو بچنے کا ذریعہ مل ہی جاتا ہے''۔

النحب کا معنی آہستہ رفتار سے چلنا بھی ہے۔

حضرت ابن اسحاق نے کہا: وَ مِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ کا مطلب ہے کہ ان میں سے بعض اس نصرت کا انتظار کر رہے ہیں جس کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا تھا اور اس شہادت کا انتظار کر رہے ہیں جس سے دیگر صحابہ کرام سرخ رو ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ﴿۲۳﴾ یعنی نہ انہوں نے شکوہ کیا، نہ اپنے دین میں تردد کیا اور نہ اس کے علاوہ کوئی اور دین تبدیل کیا۔

لِّيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ وَ يُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ شَآءَ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۲۴﴾ (الاحزاب)

''(اذن جہاد میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ) اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے اپنا وعدہ سچا کرنے والوں کو ان کے سچ کے باعث اور عذاب دے منافقوں کو اگر اس کی مرضی ہو یا ان کی توبہ قبول فرمالے۔ بے شک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے''۔

وَ رَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ؕ وَ كَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا ﴿۲۵﴾ (الاحزاب)

''اور (ناکام) لوٹا دیا اللہ تعالیٰ نے کفار کو درآں حالیکہ اپنے غصہ میں (پیچ و تاب کھا رہے تھے۔ (اس لشکر کشی سے) انہیں کوئی فائدہ نہ ہوا، اور بچا لیا اللہ نے مومنوں کو جنگ سے اور اللہ تعالیٰ بڑا طاقتور، ہر چیز پر غالب ہے''۔

کفار سے مراد قریش اور غطفان ہیں۔

وَ اَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ (الاحزاب:26)

''اہل کتاب سے جن لوگوں نے کفار کی امداد کی تھی اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے قلعوں سے اتار لیا''۔

اہل کتاب سے مراد بنی قریظہ ہیں اور صیاصی سے مراد ان کے قلعے اور گڑھیاں ہیں جن میں وہ بند تھے۔

حضرت ابن ہشام نے کہا: بنی اسد بن خزیمہ کی شاخ بنی حسحاس کے غلام سحیم نے کہا:

وَ اَصْبَحَتِ الثِّیْرَانُ صَرْعٰی وَ اَصْبَحَتْ نِسَاءُ تَمِیْمٍ یَبْتَدِرْنَ الصَّیَاصِیَا

''بیل ہلاک ہو گئے اور بنی تمیم کی عورتیں قلعوں میں داخل ہونے میں ایک دوسرے سے سبقت لینے لگیں''۔

یہ اس کے ایک قصیدے کا شعر ہے اور صیاصی کا معنی سینگ بھی ہے۔ نابغہ جعدی نے کہا:

وَ سَادَةَ رَهْطِیْ حَتّٰی بَقِیْتُ فَرْدًا کَصِیْصِیَةِ الْاَ عْضَبِ

''میری قوم کے سردار کو (موت نے آلیا) یہاں تک کہ میں ٹوٹے ہوئے سینگوں والے جانور کے سینگ کی طرح تنہا رہ گیا''۔

یہ اس کے ایک قصیدے کا شعر ہے اور ابوداؤد ایادی نے کہا:

فَذَعَرْنَا سُحْمَ الصَّیَاصِیْ بِاَیْدِیْهِنَّ نَضْحٌ مِّنَ الْکُحَیْلِ وَقَارُ

''ہم سیاہ سینگوں والے پہاڑی بکروں سے ڈر گئے جن کی اگلی ٹانگوں پر قطران اور تارکول کا چھڑکاؤ کیا گیا تھا''۔

حضرت ابن اسحاق نے صیاصی کا ذکر کیا اور کہا کہ اس سے مراد قلعے ہیں۔ ابن ہشام نے اس پر سحیم کے اس شعر سے استشہاد کیا جس میں وہ سیلاب کا وصف بیان کرتا ہے:

وَ اَصْبَحَتِ الثِّیْرَانُ صَرْعٰی وَ اَصْبَحَتْ نِسَاءُ تَمِیْمٍ یَبْتَدِرْنَ الصَّیَاصِیَا

میں نے اس شعر پر شیخ ابوبحر رحمۃ اللہ علیہ کے حاشیہ میں ملاحظہ کیا کہ صیاصی سے مراد اس شعر میں مذکور بیلوں کے سینگ ہیں نہ کہ وہ جو ابن ہشام کو وہم ہوا ہے کہ اس سے مراد قلعے اور گڑھیاں ہیں۔ شاعر کہتا ہے: اس سیلاب نے بیلوں کو غرق کر کے ہلاک کر دیا تو بنی تمیم کی عورتیں ان بیلوں کے سینگوں کو اٹھانے میں ایک دوسرے سے سبقت لینے لگیں تا کہ وہ ان کے ساتھ دھاری دار کپڑے بن سکیں۔ یہ یعقوب کا قول ہے جو انہوں نے اصمعی سے روایت کیا ہے۔ اس قول کے صحیح ہونے کی یہ دلیل بھی ہے کہ عرب کے دیہاتی علاقوں میں قلعے نہیں ہوتے تھے۔ حضرت مؤلف نے کہا: اس تفسیر کی صحت کی دلیل احمد بن داؤد کی روایت بھی ہے۔ انہوں نے اپنی تالیف کتاب النبات میں یہ شعر ذکر کیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: یَلْتَقِطْنَ الصَّیَاصِیَا یعنی وہ عورتیں سینگ اٹھانے لگیں۔ انہوں نے یَبْتَدِرْنَ نہیں کہا۔

یہ اس کے ایک قصیدے کا شعر ہے اور صیاصی کا معنی وہ کانٹا بھی ہے جو کپڑا بننے والوں کے پاس ہوتا ہے (یعنی جولاہے کا کوچ جس سے وہ تانا بانا درست کرتا ہے) جیسا کہ مجھے ابوعبیدہ نے بتایا۔ انہوں نے مجھے درید بن صمہ جشمی کا یہ شعر بھی سنایا۔ درید کا جداعلیٰ جشم بن معاویہ بن بکر بن ہوازن ہے:

نَظَرْتُ اِلَيْهِ وَالرِّمَاحُ تَنُوْشُهُ كَوَقْعِ الصَّيَاصِيْ فِي النَّسِيْجِ الْمُمَدَّدِ

"میں نے اسے ایسی حالت میں دیکھا کہ اسے نیزے اس طرح لگ رہے تھے جیسے بننے کے لئے پھیلائے گئے کپڑے میں کوچ داخل ہوتا ہے"۔

یہ اس کے ایک قصیدے کا شعر ہے اور صیاصی اسے بھی کہتے ہیں جو مرغ کی ٹانگوں پر چھوٹے چھوٹے سینگوں کی مانند ابھرے ہوئے (کانٹے) ہوتے ہیں (یعنی مرغ کا خار) اور صیاصی جڑوں کو بھی کہتے ہیں۔ ابوعبیدہ نے مجھے بتایا کہ اہل عرب کہتے ہیں: جَذَّ اللّٰهُ صِيْصِيَتَهٗ یعنی اللہ تعالیٰ اس کی جڑ کاٹ دے۔

حضرت ابن اسحاق نے کہا (اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے):

وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا (الاحزاب)

"اور ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا، ایک گروہ کو تم قتل کر رہے ہو اور دوسرے گروہ کو قیدی بنا رہے ہو"۔

حضرت ابن ہشام نے یہ شعر بھی لکھا:

فَذَعَرْنَا سُحْمَ الصَّيَاصِيْ بِاَيْدِيْهِنَّ نَضْحٌ مِّنَ الْكُحَيْلِ وَقَارُ

کحیل سے مراد قطران(1) ہے اور قار سے مراد تارکول ہے۔ شاعر نے بکروں کی اگلی ٹانگوں پر موجود سیاہی کو قطران اور تارکول کے ساتھ کیے گئے چھڑکاؤ کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔

حضرت ابن ہشام نے درید بن صمہ کا یہ شعر بھی بیان کیا:

كَوَقْعِ الصَّيَاصِيْ فِي النَّسِيْجِ الْمُمَدَّدِ

اصمعی نے اس شعر میں صیاصی کو اسی معنی پر محمول کیا ہے جو اس سے پہلے شعر میں گزرا ہے کہ اس سے مراد وہ سینگ ہیں جو کپڑا بننے کے کام آتے ہیں۔ اس کا معنی جولاہے کا کوچ نہیں جیسا کہ ابن ہشام نے کہا ہے۔

1۔ قطران ایک روغنی سیال مادہ ہے جو صنوبر جیسے درخت سے حاصل کیا جاتا ہے اور اونٹوں پر ملا جاتا ہے۔ المنجد

یعنی مردوں کو تم قتل کر رہے ہو اور بچوں اور عورتوں کو قیدی بنا رہے ہو۔

وَ اَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَ دِيَارَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ وَ اَرْضًا لَّمْ تَطَئُوْهَا ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرًا ﴿۲۷﴾ (الاحزاب)

''اور اس نے وارث بنا دیا تمہیں ان کی زمینوں، ان کے مکانوں اور ان کے مال و متاع کا اور وہ ملک بھی تمہیں دے دیے جہاں تمہارے قدم ابھی نہیں پہنچے۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے''۔

وَ اَرْضًا لَّمْ تَطَئُوْهَا سے مراد خیبر ہے۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی قابل رشک وفات

حضرت ابن اسحاق نے کہا: بنی قریظہ کا معاملہ ختم ہی ہوا تھا کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے زخم سے خون جاری ہو گیا۔ اس کے باعث آپ شہید ہو گئے۔

حضرت ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حضرت معاذ بن رفاعہ زرقی نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھ سے اپنی قوم کے ان آدمیوں نے بیان کیا جنہیں میں چاہتا تھا کہ آدھی رات کے وقت جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی روح پرواز کر گئی تو اسی وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام ریشمی عمامہ باندھے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور پوچھا: اے محمد (ﷺ) یہ کس کی میت ہے جس کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیے گئے اور عرش الٰہی جھومنے لگا؟

عرشِ الٰہی کا جھومنا

حضرت ابن اسحاق نے عرشِ الٰہی کے جھومنے کا ذکر کیا ہے۔ اس کے مفہوم میں لوگوں نے گفتگو کی ہے اور گمان کیا ہے کہ یہ ایک امر مشکل ہے۔ بعض نے کہا کہ یہاں اہتزاز کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی روح کی آمد کے باعث مسرت کا اظہار کرنا۔ بعض نے کہا اس سے مراد عرشِ الٰہی کو اٹھانے والے فرشتے اور ان کے ارد گرد رہنے والے فرشتے ہیں۔ انہوں نے اس بات کو بعید خیال کیا ہے کہ عرشِ الٰہی میں حقیقی طور پر جنبش پیدا ہو، لیکن اس میں کوئی بعد نہیں کیونکہ عرش مخلوق ہے اور اس میں حرکت اور جنبش کا ظہور ممکن ہے اور جس معنی کی طرف کوئی نہ کوئی راستہ موجود ہو اسے ظاہری الفاظ سے پھیرنا جائز نہیں ہوتا اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی وفات پر عرش کے جھومنے کی حدیث صحیح ہے۔ ابو عمر نے کہا: یہ متواتر سندوں سے ثابت ہے اور اس حدیث کے معنی میں جو حضرت براء بن عازب رضی اللہ

راوی فرماتے ہیں یہ سنتے ہی رسول اللہ ﷺ کپڑے گھسیٹتے ہوئے تیزی سے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی طرف گئے تو دیکھا کہ وہ جاں بحق ہو چکے ہیں۔

حضرت ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حضرت عبداللہ بن ابی بکر نے بیان کیا، انہوں نے حضرت عمرہ بنت عبدالرحمٰن سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مکہ مکرمہ سے واپس تشریف لا رہی تھیں، ان کے ساتھ حضرت اسید بن زبیر رضی اللہ عنہ بھی تھے، انہیں اپنی کسی بیوی کی وفات کی اطلاع ملی تو انہوں نے اس پر کچھ غم کا اظہار کیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ان سے فرمایا: اے ابویحییٰ! (اسید کی کنیت) اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت کرے، کیا تم ایک عورت پر غمگین ہو رہے ہو حالانکہ تمہارے چچازاد بھائی کا انتقال ہوا تو ان کے لئے عرش بھی جھوم اٹھا تھا۔

حضرت ابن اسحاق نے کہا: جنہیں میں متہم نہیں کرتا انہوں نے مجھ سے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی یہ روایت بیان کی کہ آپ نے فرمایا: حضرت سعد رضی اللہ عنہ ایک جسیم آدمی تھے، جب لوگوں نے ان کا جنازہ اٹھایا تو ہلکا محسوس ہوا، اس پر بعض منافقین نے کہا: قسم بخدا! وہ تھے تو جسیم لیکن ان سے زیادہ ہلکا جنازہ ہم نے نہیں اٹھایا۔ یہ بات رسول اللہ ﷺ تک پہنچی تو آپ نے فرمایا: ''بے شک انہیں اٹھانے والے تمہارے علاوہ کوئی اور تھے، مجھے اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! سعد کی روح سے فرشتوں نے بشارت پائی اور عرش جھوم اٹھا۔

عنہ کا قول مروی ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی چارپائی کو جنبش ہوئی، اس کی طرف علماء نے توجہ نہیں دی اور کہا ہے کہ انصار کے ان دونوں قبیلوں کے درمیان کچھ کینہ موجود تھا، اور حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں: اِهْتَزَّ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ یعنی ''عرشِ رحمٰن میں جنبش پیدا ہوئی''۔ اسے حضرت ابوالزبیر نے حضرت جابر سے مرفوعاً روایت کیا اور حضرت امام بخاری نے اسے حضرت اعمش کی سند سے روایت کیا، انہوں نے ابوصالح اور ابوسفیان دونوں سے انہوں نے حضرت جابر سے روایت کیا اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے علاوہ صحابہ کرام کی ایک جماعت نے روایت کیا۔ ان میں سے حضرت ابوسعید خدری، حضرت اسید بن حضیر اور حضرت رمیثہ بنت عمرو رضی اللہ عنہم بھی شامل ہیں۔ یہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے۔ تعجب کی بات ہے کہ حضرت امام مالک سے مروی ہے کہ انہوں نے اس حدیث کا انکار کیا اور اس کے متعلق گفتگو کو ناپسند فرمایا حالانکہ یہ صحت کے ساتھ منقول ہے اور اس کے راوی کثیر ہیں۔ شاید حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے اس بات کی روایت صحیح نہیں۔ واللہ اعلم

حضرت ابن اسحاق نے کہا مجھ سے حضرت معاذ بن رفاعہ نے بیان کیا، انہوں نے حضرت محمد بن عبدالرحمٰن بن جموح سے، انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو دفن کیا گیا اور ہم سب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ وہاں موجود تھے تو رسول اللہ ﷺ نے سبحان اللہ کہا تو آپ کے ساتھ سب لوگوں نے بھی سبحان اللہ کہا۔ پھر حضور ﷺ نے اللہ اکبر کہا تو آپ کے ساتھ تمام لوگوں نے بھی اللہ اکبر کہا۔ لوگوں نے دریافت کیا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے کس وجہ سے سبحان اللہ کہا؟ حضور ﷺ نے فرمایا: اس نیک بندے کو اس کی قبر نے بھینچا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے اس سے یہ تنگی دور فرما دی۔

حضرت ابن ہشام نے کہا: اس حدیث شریف کا مصداق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اِنَّ لِلْقَبْرِ لَضَمَّةً لَوْ كَانَ اَحَدٌ مِّنْهَا نَاجِيًا لَكَانَ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ ''بے شک قبر بھینچتی ہے، اگر اس سے کوئی بچ سکتا تو سعد بن معاذ بچے ہوتے''۔

حضرت ابن اسحاق نے کہا: حضرت سعد کے لئے ہی ایک انصاری نے یہ شعر کہا:

وَ مَا اهْتَزَّ عَرْشُ اللهِ مِنْ مَوْتِ هَالِكٍ سَمِعْنَا بِهٖ اِلَّا لِسَعْدٍ اَبِیْ عَمْرٍو

''ہم نے آج تک نہیں سنا کہ کسی مرنے والے کی موت پر عرشِ الٰہی جھوما ہو مگر ابوعمر سعد کے لئے جھوم اٹھا''۔

جب حضرت سعد کا جنازہ اٹھایا گیا تو ان کی والدہ روتی ہوئی درج ذیل شعر پڑھ رہی تھیں،

حضرت ابن ہشام نے کہا: حضرت سعد کی ماں کا نام کبیشہ بنت رافع بن معاویہ بن عبید بن ثعلبہ بن عبید بن ابجر ہے اور وہ خدرہ بن عوف بن حارث بن خزرج ہے:

وَيْلُ اُمِّ سَعْدٍ سَعْدَا صَرَامَةً وَّحَدًّا

''سعد کی ماں کو سعد کی موت کا افسوس ہے جو ایک قوتِ نافذہ اور تلوار کی دھار تھا''۔

وَ سُوْدَدًا وَّ مَجْدًا وَّفَارِسًا مُّعَدًّا

''جو سراپا سیادت اور سراپا مجد و شرف تھا اور جو ہر وقت تیار شہسوار تھا''۔

سُدَّ بِهٖ مَسَدًّا يَقُدُّ هَامًا قَدًّا

''جس کے ذریعے دشمن کا راستہ بند تھا اور جو دشمن کا سر کاٹ کر رکھ دیتا تھا''۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ہر نوحہ کرنے والی عورت جھوٹ بولتی ہے مگر سعد بن معاذ کی

نوحہ کرنے والی (نے جو کہا سچ کہا)۔

شہدائے غزوۂ خندق

حضرت ابن اسحاق نے کہا: غزوۂ خندق کے روز صرف چھ مسلمان شہید ہوئے۔

بنی عبدالاشہل سے تین آدمی: حضرات سعد بن معاذ، انس بن اوس بن عتیک بن عمرو اور عبداللہ بن سہل رضی اللہ عنہم۔

بنی جشم بن خزرج کی شاخ بنی سلمہ سے دو آدمی حضرت طفیل بن نعمان اور حضرت ثعلبہ بن غنمہ رضی اللہ عنہما۔

اور بنی نجار کی شاخ بنی دینار سے ایک آدمی حضرت کعب بن زید رضی اللہ عنہ۔ انہیں ایک نامعلوم تیر آلگا جس نے ان کی زندگی کا چراغ گل کر دیا (اَصَابَهٗ سَهْمٌ غَرْب فَقَتَلَهٗ)۔

حضرت ابن ہشام نے کہا: یہ لفظ سَهْمُ غَرْبٍ اور سَهْمٌ غَرْبٌ اضافت اور بلا اضافت دونوں طریقوں سے پڑھا جاتا ہے۔ یہ وہ تیر ہے جس کے بارے میں علم نہ ہو کہ وہ کہاں سے آیا اور کس نے پھینکا۔

مشرکین کے مقتول

مشرکین کے تین آدمی مارے گئے:

بنی عبدالدار بن قصی سے منبہ بن عثمان بن عبید بن سباق بن عبدالدار۔ اسے ایک تیر لگا جس کی وجہ سے وہ مکہ میں جا کر مر گیا۔

حضرت ابن ہشام نے کہا: یہ عثمان بن امیہ بن منبہ بن عبید بن سباق ہے۔

حضرت ابن اسحاق نے کہا: بنی مخزوم بن یقظہ سے نوفل بن عبداللہ بن مغیرہ مارا گیا۔ مشرکین نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ انہیں اس کی لاش فروخت کر دیں۔ اس نے خندق پار کرنے کی کوشش تھی لیکن اس میں گر گیا اور مارا گیا۔ مسلمان اس کی لاش پر قابض ہو گئے۔ درخواست سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہمیں نہ اس کے جسم کی ضرورت ہے اور نہ اس کی قیمت کی۔ پھر حضور ﷺ نے اس کی نعش مشرکین کو لے جانے دی۔

حضرت ابن ہشام نے کہا: جو روایت حضرت زہری سے مجھے پہنچی ہے اس میں ہے کہ مشرکین اس کی لاش کے بدلے رسول اللہ ﷺ کو دس ہزار درہم دینا چاہتے تھے۔

حضرت ابن اسحاق نے کہا: بنی عامر بن لوی کی شاخ بنی مالک بن حسل سے ایک آدمی عمرو

بن عبدود مارا گیا۔ اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا۔

غزوۂ بنی قریظہ کے شہداء

حضرت ابن اسحاق نے کہا: غزوۂ بنی قریظہ کے موقع پر بنی حارث بن خزرج سے حضرت خلاد بن سوید بن ثعلبہ بن عمرو شہید ہوئے۔ ان پر اوپر سے ایک چکی کا پاٹ لڑھکا دیا گیا جس نے انہیں بری طرح کچل کر رکھ دیا۔ لوگوں کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اِنَّ لَهٗ لَاَجْرَ شَهِيْدَيْنِ ''انہیں دو شہیدوں کا اجر دیا جائے گا۔''

نیز جس وقت رسول اللہ ﷺ بنی قریظہ کا محاصرہ کیے ہوئے تھے اس وقت بنی اسد بن خزیمہ کے ایک فرد حضرت ابوسنان بن محصن بن حرثان کا انتقال ہوگیا تھا، انہیں بنی قریظہ کے قبرستان میں دفن کیا گیا جہاں وہ اس وقت اپنے آدمیوں کو دفن کرتے تھے اور اسلام کے زمانہ میں بھی وہ اپنے آدمیوں کو وہیں دفن کرتے تھے۔

قریش پر حملہ کی بشارت

جب اہل خندق معرکہ خندق سے واپس ہو گئے تو جیسا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لَنْ تَغْزُوَكُمْ قُرَيْشٌ بَعْدَ عَامِكُمْ هٰذَا وَلٰكِنَّكُمْ تَغْزُوْنَهُمْ ''اس سال کے بعد قریش تم پر ہرگز حملہ نہیں کریں گے بلکہ اب تم ان پر حملہ کیا کرو گے''۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اس کے بعد قریش حملہ کرنے کی جرأت نہ کر سکے بلکہ رسول اللہ ﷺ ہی ان پر حملہ آور ہوتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے ہاتھوں مکہ مکرمہ فتح فرما دیا۔

غزوۂ خندق اور غزوۂ بنی قریظہ کے متعلق اشعار

ضرار کے اشعار

بنی محارب بن فہر کے فرد ضرار بن خطاب بن مرداس نے غزوۂ خندق کے بارے میں یہ اشعار کہے:

وَ مُشْفِقَةٍ تَظُنُّ بِنَا الظُّنُوْنَا ۔ وَ قَدْ قُدْنَا عَرَنْدَسَةً طَحُوْنَا

"کتنی ہی ہمدرد خواتین ہیں جو ہمارے متعلق طرح طرح کے گمان کرنے لگیں جب ہم ایک پیس کر رکھ دینے والے طاقتور لشکر کی قیادت کر رہے تھے"۔

كَاَنَّ زُهَاءَ هَا اُحُدٌ اِذَا مَا ۔ بَدَتْ اَرْكَانُهُ لِلنَّاظِرِيْنَا

"جب اس لشکر کے چاروں اطراف (ستون) ناظرین کے سامنے ظاہر ہوتے تو یوں لگتا تھا گویا اس کی تعداد احد پہاڑ کے برابر ہے"۔

تَرَى الْاَبْدَانَ فِيْهَا مُسْبِغَاتٍ ۔ عَلَى الْاَبْطَالِ وَالْيَلَبَ الْحَصِيْنَا

"تم اس لشکر میں بڑے بڑے بہادروں کے جسموں پر کامل ترین زرہیں اور مضبوط ترین ڈھالیں دیکھتے تھے"۔

فصل برائے اشعارِ غزوۂ خندق

ضرار کے اشعار

حضرت ابن اسحاق نے ضرار بن خطاب کے اشعار ذکر کیے۔ ان میں ایک شعر ہے:

عَلَى الْاَبْطَالِ وَالْيَلَبَ الْحَصِيْنَا

الیلب کا معنی ڈھال ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد چمڑے کی بنی ہوئی ڈھالیں ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد وہ خود اور زرہیں ہیں جو اونٹوں کے چمڑے سے بنائی جاتی تھیں۔ اس کی تائید حبیب کے اس شعر سے ہوتی ہے:

هٰذِهِ الْاَسِنَّةُ وَالْمَاذِيُّ قَدْ كَثُرَا ۔ فَلَا الصَّيَاصِيُّ لَهَا قَدْرٌ وَ لَا الْيَلَبُ

یہ نیزے اور لوہے کی بنی ہوئی زرہیں بہت زیادہ ہیں لہٰذا اب نہ سینگوں کی کوئی قدر و منزلت ہے

وَ جُرْدًا كَالْقِدَاحِ مُسَوَّمَاتٍ نَؤُمُّ بِهَا الْغُوَاةَ الْخَاطِئِينَا

''اور دشمن کی طرف پھینکے گئے تیروں کی رفتار سے چلنے والے کم مو گھوڑے (دیکھتے تھے) جن پر سوار ہو کر ہم خطا کار گمراہ لوگوں کا قصد کرتے تھے''۔

كَأَنَّهُمْ إِذَا صَالُوْا وَ صُلْنَا بِبَابِ الْخَنْدَقَيْنِ مُصَافِحُوْنَا

''جب خندق کے دروازے پر وہ بھی حملہ کرتے اور ہم بھی حملہ کرتے تو اس وقت گویا وہ (خطار کار اور گمراہ لوگ) ہم سے مصافحہ کر رہے تھے''۔

أُنَاسٌ لَا نَرٰى فِيْهِمْ رَشِيْدًا وَ قَدْ قَالُوْا أَلَسْنَا رَاشِدِيْنَا

''وہ ایسے لوگ ہیں جن میں ہمیں ایک شخص بھی راہِ راست پر چلنے والا نظر نہیں آتا حالانکہ وہ کہتے ہیں کیا ہم راہِ راست پر چلنے والے لوگ نہیں ہیں؟''

فَأَحْجَرْنَاهُمْ شَهْرًا كَرِيْتًا وَ كُنَّا فَوْقَهُمْ كَالْقَاهِرِيْنَا

''ہم نے پورا ایک مہینہ ان کا محاصرہ کیے رکھا اور ہم ان کے اوپر قہر برسانے والے لوگوں کی طرح چھائے رہے''۔

نُرَاوِحُهُمْ وَ نَغْدُوْا كُلَّ يَوْمٍ عَلَيْهِمْ فِي السِّلَاحِ مُدَجَّجِيْنَا

''ہتھیاروں سے بالکل لیس ہم ہر روز ان کے اوپر صبح و شام گزرتے رہے''۔

بِأَيْدِيْنَا صَوَارِمُ مُرْهَفَاتٌ نَقُدُّ بِهَا الْمَفَارِقَ وَالشُّؤُوْنَا

''جبکہ ہمارے ہاتھوں میں کاٹ کر رکھ دینے والی تیز تلواریں تھیں جن کے ساتھ ہم ان کے سروں اور کھوپڑیوں کے پرخچے اڑا رہے تھے''۔

كَأَنَّ وَ مِيْضَهُنَّ مُعَرَّيَاتٍ إِذَا لَاحَتْ بِأَيْدِي مُصْلِتِيْنَا

اور نہ اونٹوں کے چمڑے کی بنائی ہوئی زرہوں کی''۔

یعنی لوہے کی بنی ہوئی زرہوں کی موجودگی میں اونٹوں کے چمڑے کی بنی ہوئی زرہوں کی اور لوہے کے نیزوں کی موجودگی میں سینگوں سے بنائے ہوئے نیزوں کی کوئی ضرورت نہیں۔ الصیاصی سے مراد سینگ ہیں۔ دورِ جاہلیت میں اہل عرب سینگوں سے نیزے بناتے تھے۔ شاعر کا قول ہے:

يُهَزْهِزُ صَعْدَةً جَرْدَاءَ فِيْهَا نَقِيْعُ السُّمِّ أَوْ قَرْنٌ مَحِيْقُ

''وہ شخص ایک صاف شفاف نیزے کو لہرا رہا ہے جس پر یا تو زہر کا پانی چڑھا ہوا ہے یا اسے کسی سینگ کے ساتھ گھیر دیا گیا ہے''۔

"سونتنے والوں کے ہاتھوں میں جب وہ تلواریں چمکتیں تو بے نیام ہونے کی حالت میں گویا ان کی چمک

وَمِیضُ عَقِیقَةٍ لَمَعَتْ بِلَیْلٍ تَرٰی فِیهَا الْعَقَائِقَ مُسْتَبِینَا

رات کے وقت چمکنے والے اس بادل کی چمک کی طرح تھی جس میں پھٹے ہوئے بادل صاف نظر آتے ہیں"۔

فَلَوْلَا خَنْدَقٌ کَانُوْا لَدَیْهِ لَدَمَّرْنَا عَلَیْهِمْ اَجْمَعِیْنَا

"اگر یہ خندق نہ ہوتی جس کے قریب وہ لوگ موجود تھے تو ہم ان سب کو جڑ سے اکھیڑ کر رکھ دیتے"۔

وَلٰكِنْ حَالَ دُوْنَهُمْ وَ کَانُوْا بِهٖ مِنْ خَوْفِنَا مُتَعَوِّذِیْنَا

لیکن یہ خندق ان کے سامنے حائل ہو گئی اور وہ ہمارے ڈر سے اس کی پناہ لیے ہوئے تھے۔

فَاِنْ نَرْحَلْ فَاِنَّا قَدْ تَرَکْنَا لَدٰی اَبْیَاتِکُمْ سَعْدًا رَهِیْنَا

"پھر اگر ہم کوچ بھی کر رہے تھے تو بے شک ہم نے تمہارے گھروں کے پاس سعد کو موت کے لیے رہن رکھ دیا"۔

اِذَا جَنَّ الظَّلَامُ سَمِعْتَ نَوْحٰی عَلٰی سَعْدٍ یُرَجِّعْنَ الْحَنِیْنَا

"جب رات کی تاریکی چھا جائے گی تو تم سعد پر نوحہ کرنے والی عورتوں کی آواز سن لوگے جو رونے میں ایک دوسرے سے سر ملا رہی ہوں گی"۔

وَ سَوْفَ نَزُوْرُکُمْ عَمَّا قَرِیْبٍ کَمَا زُرْنَاکُمْ مُتَوَازِرِیْنَا

"جیسا کہ پہلے ہم تم سے باہمی تعاون کے ساتھ لڑ چکے ہیں عنقریب ہم پھر تمہارے ساتھ لڑیں گے"۔

بِجَمْعٍ مِنْ کِنَانَةَ غَیْرِ عُزْلٍ کَاُسْدِ الْغَابِ قَدْ حَمَتِ الْعَرِیْنَا

"بنی کنانہ کے ایک مسلح لشکر کے ساتھ جو جنگل کے ان شیروں کی طرح ہو گا جو اپنی کچھار کی حفاظت کر رہے ہوں"۔

ضرار کے جواب میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار

ضرار کے ان اشعار کا جواب بنی سلمہ کے فرد حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے دیا۔ انہوں نے یہ اشعار کہے:

وَ سَائِلَةٍ تُسَائِلُ مَا لَقِيْنَا وَ لَوْ شَهِدَتْ رَاَتْنَا صَابِرِيْنَا

''بہت سی پوچھنے والیاں پوچھتی ہیں کہ ہم (جنگ میں) کسی چیز سے دوچار ہوئے؟ اگر وہ مشاہدہ کرتیں تو ہمیں (دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے) صابر پاتیں''۔

صَبَرْنَا لَا نَرٰی لِلّٰہِ عِدْلًا عَلٰی مَا نَابَنَا مُتَوَکِّلِیْنَا

''ہم اللہ تعالیٰ کا کوئی مدمقابل نہیں پاتے بلکہ ہم نے اسی پر توکل کرتے ہوئے اپنے اوپر آنے والی ہر مصیبت میں پورے صبر واستقلال سے کام لیا''۔

وَ کَانَ لَنَا النَّبِیُّ وَزِیْرَ صِدْقٍ بِہٖ نَعْلُوْ الْبَرِیَّۃَ اَجْمَعِیْنَا

''اور ہمارے لیے نبی کریم ﷺ حق وصداقت کے وزیر تھے، انہی کے توسل سے ہم ساری مخلوق پر غلبہ حاصل کریں گے''۔

نُقَاتِلُ مَعْشَرًا ظَلَمُوْا وَ عَقُّوْا وَ کَانُوْا بِالْعَدَاوَۃِ مُرْصِدِیْنَا

''ہم ایک ایسے گروہ کے ساتھ لڑتے رہیں گے جنہوں نے ظلم کیا اور نافرمانی کی اور جنہوں نے محض عداوت کی بناء پر ہمارے خلاف جنگ کی تیاریاں کیں''۔

نُعَاجِلُهُمْ اِذَا نَهَضُوْا اِلَیْنَا بِضَرْبٍ یُعْجِلُ الْمُتَسَرِّعِیْنَا

''جب وہ ہماری طرف بڑھتے تو ہم ایسی شمشیر زنی کے ساتھ ان سے سبقت لے جاتے جو جلد بازوں کے اوپر بڑی تیزی سے چل رہی تھی''۔

تَرَانَا فِیْ فَضَافِضَ سَابِغَاتٍ کَغُدْرَانِ الْمَلَا مُتَسَرْبِلِیْنَا

''تم دیکھ رہے تھے کہ ہم کھلے میدان کے تالابوں جیسی بھرپور زرہوں میں ملبوس تھے''۔

وَ فِیْ اَیْمَانِنَا بِیْضٌ خِفَافٌ بِهَا نَشْفِیْ مَرَاحَ الشَّاغِبِیْنَا

''اور ہمارے دائیں ہاتھوں میں ایسی ہلکی پھلکی چمکدار تلواریں تھیں جن کے ذریعے ہم ان کے فتنہ پروروں اور شور وغوغا کرنے والوں کے اوچھے پن کو زائل کر رہے تھے''۔

بِبَابِ الْخَنْدَقَیْنِ کَاَنَّ اُسْدًا شَوَابِکُهُنَّ یَحْمِیْنَ الْعَرِیْنَا

''خندق کے دروازے پر ایسے شیر جن کے متحد جتھے اپنی کچھاروں کی حفاظت کر رہے ہوں،

حضرت کعب کے اشعار

حضرت ابن اسحاق نے حضرت کعب کے اشعار میں یہ شعر ذکر کیا:

فَکُنْتُمْ تَحْتَهَا مُتَکَمِّهِیْنَا

گویا

فَوَارِسُنَا اِذَا بَكَرُوْا وَ رَاحُوْا عَلَى الْاَعْدَاءِ شُوْسًا مُعْلَمِيْنَا

ہمارے شہسوار تھے جب وہ نشان جنگ لگائے، غرور کی ترچھی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے صبح وشام دشمن پر حملے کر رہے تھے"۔

لِنَنْصُرَ اَحْمَدًا وَاللّٰهِ حَتّٰى نَكُوْنَ عِبَادَ صِدْقٍ مُخْلِصِيْنَا

"قسم بخدا (اس جنگ سے) ہمارا مقصد یہ تھا کہ ہم (سیدنا) احمد (مصطفیٰ ﷺ) کی مدد کریں یہاں تک کہ ہم (اللہ تعالیٰ کے) سچے اور مخلص بندے بن جائیں"۔

وَ يَعْلَمَ اَهْلُ مَكَّةَ حِيْنَ سَارُوْا وَ اَحْزَابٌ اَتَوْا مُتَحَزِّبِيْنَا

"اور (دوسرا مقصد یہ تھا کہ) رخصت ہوتے وقت اہل مکہ اور وہ گروہ جو جتھہ بندی کر کے آئے تھے جان لیں

بِاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ لَهٗ شَرِيْكٌ وَاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الْمُؤْمِنِيْنَا

کہ واقعی اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں اور واقعی اللہ تعالیٰ مومنوں کا دوست اور مددگار ہے"۔

فَاِمَّا تَقْتُلُوْا سَعْدًا سَفَاهًا فَاِنَّ اللّٰهَ خَيْرُ الْقَادِرِيْنَا

"اگر تم نے حماقت سے حضرت سعد کو شہید کر بھی دیا تو (پھر کیا ہوا) اللہ تعالیٰ تو سب سے بڑھ کر قدرت رکھنے والا ہے"۔

سَيُدْخِلُهٗ جِنَانًا طَيِّبَاتٍ تَكُوْنُ مُقَامَةً لِلصَّالِحِيْنَا

"وہ انہیں ایسے پاکیزہ باغات میں داخل فرمائے گا جو نیکوکاروں کا ٹھکانہ ہوں گے"۔

كَمَا قَدْ رَدَّكُمْ فَلًّا شَرِيْدًا بِغَيْظِكُمْ خَزَايَا خَائِبِيْنَا

"جیسا کہ اس نے تمہیں ایسی حالت میں واپس بھگا دیا کہ تم شکست خوردہ، اپنے غصے میں دھتکارے ہوئے، ذلیل وخوار اور خائب وخاسر ہو گئے"۔

خَزَايَا لَمْ تَنَالُوْا ثَمَّ خَيْرًا وَ كِدْتُمْ اَنْ تَكُوْنُوْا دَامِرِيْنَا

"تم اس قدر ذلیل وخوار ہو گئے تھے کہ تمہیں وہاں سے کوئی بھلائی حاصل نہ ہوئی بلکہ قریب تھا کہ تم ہلاک ہو جاتے"۔

مُتَكَمِّهِيْنَ اَلْكَمَهُ کے باب افتعال سے اسم فاعل جمع مذکر کا صیغہ ہے۔ الکمہ کا معنی ہے اندھا ہونا، اور اَلْاَكْمَهُ کا ظاہر ترین معنی مادر زاد اندھا ہے۔ اس کے بارے میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے

بِرِيْحٍ عَاصِفٍ هَبَّتْ عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ تَحْتَهَا مُتَكَمِّهِيْنَا

''اس شدید آندھی کے ساتھ (ہلاک ہو جاتے) جو تم پر چلی اور تم اس کے نیچے اندھے ہو گئے تھے''۔

ابن زبعری کے اشعار

غزوۂ خندق کے بارے میں عبداللہ بن زبعری سہمی نے یہ اشعار کہے:

حَيِّ الدِّيَارَ مَحَا مَعَارِفَ رَسْمِهَا طُوْلُ الْبِلٰى وَ تَرَاوُحُ الْاَحْقَابِ

''ان گھروں کو سلام ہو جن کے جانے پہچانے نشانات طولِ قدامت اور مرورِ زمانہ نے مٹا کر رکھ دیئے''۔

فَكَاَنَّمَا كَتَبَ الْيَهُوْدُ رُسُوْمَهَا اِلَّا الْكَنِيْفَ وَ مَعْقِلَ الْاَطْنَابِ

''یوں لگتا ہے کہ یہ نشانات یہودیوں کی تحریر کے نشانات ہیں مگر اونٹوں کے باندھنے کی جگہ اور خیموں کی طنابیں اٹکانے کی جگہ باقی رہ گئی''۔

قَفْرًا كَاَنَّكَ لَمْ تَكُنْ تَلْهُوْ بِهَا فِيْ نِعْمَةٍ بِاَوَانِسٍ اَتْرَابِ

''ایک چٹیل میدان (باقی رہ گیا) گویا کہ جہاں (اے شاعر) تم بچپن کے عیش و تنعم کے زمانے میں اپنے انس و محبت رکھنے والے ہمجولیوں کے ساتھ کبھی کھیلے ہی نہیں''۔

فَاتْرُكْ تَذَكُّرَ مَا مَضٰى مِنْ عِيْشَةٍ وَ مَحَلَّةٍ خَلَقِ الْمُقَامِ يَبَابِ

''اچھا اب جو زندگی گزر گئی اس کا اور اس جگہ کا ذکر چھوڑ و جہاں ٹھہرنے کا مقام اب خالی اور چٹیل ہے''۔

وَاذْكُرْ بَلَاءَ مَعَاشِرٍ وَاشْكُرْهُمْ سَارُوْا بِاَجْمَعِهِمْ مِّنَ الْاَنْصَابِ

''اور ان گروہوں کا ذکر کرو اور شکر کرو جو سب کے سب مل کر مقدس پتھروں سے چل پڑے تھے''۔

اَنْصَابِ مَكَّةَ عَامِدِيْنَ لِيَثْرِبَ فِيْ ذِيْ غَمَاطِلَ جَحْفَلٍ جَبْجَابِ

''یعنی مکہ کے پتھروں سے یثرب کے ارادے سے ایک ایسے عظیم الشان اور کثیر التعداد لشکر کی صورت میں

مراد وہ شخص ہے جسے رات کو کچھ بھی دکھائی نہ دیتا ہو۔ یہ قول امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب التفسیر میں ذکر کیا ہے۔

يَدَعُ الْحُزُوْنَ مَنَاهِجًا مَعْلُوْمَةً فِيْ كُلِّ نَشْزٍ ظَاهِرٍ وَ شِعَابِ

جو ہر بلند اور پست زمین میں موجود بلند اور نمایاں راستوں پر اپنے آثار چھوڑتا چلا جا رہا تھا"۔

فِيْهَا الْجِيَادُ شَوَازِبٌ مَجْنُوْبَةٌ قُبُّ الْبُطُوْنِ لَوَاحِقُ الْاَقْرَابِ

"ان گروہوں میں ایسے پتلی کمر والے گھوڑے گھوڑیاں چلائے جا رہے تھے جن کے پیٹ دبلے اور جن کی کوکھیں دھنسی ہوئی تھیں"۔

مِنْ كُلِّ سَلْهَبَةٍ وَ اَجْرَدَ سَلْهَبٍ كَالسِّيْدِ بَادَرَ غَفْلَةَ الرُّقَّابِ

"جو دراز قامت اور کم مو تھے ایسے بھیڑیے کی مانند جو گھات میں بیٹھے ہوئے شکاری کی غفلت سے جھپٹ کر نکل جائے"۔

جَيْشُ عُيَيْنَةَ قَاصِدٌ بِلِوَائِهِ فِيْهِ وَ صَخْرٌ قَائِدُ الْاَحْزَابِ

"وہ ایسا لشکر تھا جس میں عیینہ اپنا جھنڈا اٹھائے جا رہا تھا اور اس میں تمام گروہوں کا قائد صخر (ابوسفیان) بھی شریک تھا"۔

قَرْمَانِ كَالْبَدْرَيْنِ اَصْبَحَ فِيْهِمَا غَيْثُ الْفَقِيْرِ وَ مَعْقِلُ الْهُرَّابِ

یہ دونوں جوانمرد چودھویں رات کے چاند کی مانند تھے جن میں حاجت مند کی فریاد سننے اور حاجت پوری کرنے اور راہِ فرار اختیار کرنے والوں کو باندھنے اور روکنے جیسی صفات موجود تھیں

حَتّٰى اِذَا وَرَدَا الْمَدِيْنَةَ وَارْتَدَوْا لِلْمَوْتِ كُلَّ مُجَرَّبٍ قَضَّابِ

"یہاں تک کہ جب یہ دونوں مدینہ پہنچے اور انہوں نے موت کے لیے ہر کاٹ دینے والی آزمودہ تلوار کو گلے میں لٹکائے رکھا

شَهْرًا وَ عَشْرًا قَاهِرِيْنَ مُحَمَّدًا وَ صِحَابُهُ فِي الْحَرْبِ خَيْرُ صِحَابِ

ایک مہینہ دس دن تک محمد (ﷺ) پر غلبہ کیے ہوئے حالانکہ ان کے ساتھی جنگ میں بہترین ساتھی تھے

نَادَوْا بِرِحْلَتِهِمْ صَبِيْحَةَ قُلْتُمْ كِدْنَا نَكُوْنُ بِهَا مَعَ الْخُيَّابِ

تو انہوں نے اس صبح اپنی کوچ کی منادی کی جس کے بارے میں تم کہتے تھے کہ قریب تھا کہ ہم اس صبح خائب و خاسر لوگوں کے ساتھ ہو جاتے"۔

لَوْ لَا الْخَنَادِقُ غَادَرُوْا مِنْ جَمْعِهِمْ قَتْلٰى لِطَيْرٍ سُغَّبٍ وَ ذِئَابِ

"اگر یہ خندقیں حائل نہ ہوتیں تو یہ لوگ (کفار) مسلمانوں کی جمعیت سے بہت سے لوگوں کو قتل کر کے بھوکے پرندوں اور بھیڑیوں کے لئے چھوڑ جاتے"۔

ابن زبعری کے جواب میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

ان اشعار کا جواب حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے دیا۔ آپ نے فرمایا:

هَلْ رَسْمُ دَارِسَةِ الْمُقَامِ يَبَابِ ۔۔۔ مُتَكَلِّمٌ لِمُحَاوِرٍ بِجَوَابِ

"کیا ایک ایسے دیار کے نشانات جہاں ٹھہرنے کا مقام مٹ چکا ہے اور وہ اب چٹیل ہو چکا ہے، ایک ایسے شخص سے ہم کلام ہونا چاہتے ہیں جو دو بدو جواب دینے والا ہے"۔

قَفْرٌ عَفَا رِهَمُ السَّحَابِ رُسُوْمَهٗ ۔۔۔ وَ هُبُوْبُ كُلِّ مُطِلَّةٍ مِرْبَابِ

"وہ ایسا چٹیل میدان ہے جس کے نشانات کو بادل کی مسلسل بارشوں نے اور جم کر برسنے والی بوندا باندی کی پھواروں نے مٹا کر رکھ دیا ہے"۔

وَ لَقَدْ رَاَيْتُ بِهَا الْحُلُوْلَ يَزِيْنُهُمْ ۔۔۔ بِيْضُ الْوُجُوْهِ ثَوَاقِبُ الْاَحْسَابِ

"بے شک میں نے اس دیار میں ایسے گھر دیکھے جنہیں روشن چہرے اور روشن اخلاق مزین کیا کرتے تھے"۔

فَدَعِ الدِّيَارَ وَ ذِكْرَ كُلِّ خَرِيْدَةٍ ۔۔۔ بَيْضَاءَ آنِسَةِ الْحَدِيْثِ كَعَابِ

"لیکن اب اس دیار کو چھوڑ دو اور ان ابھرے ہوئے سینوں والی، شیریں کلام، گوری اور نازک اندام عورتوں کا ذکر بھی چھوڑ دو"۔

وَاشْكُ الْهُمُوْمَ اِلَى الْاِلٰهِ وَ مَا تَرٰى ۔۔۔ مِنْ مَعْشَرٍ ظَلَمُوا الرَّسُوْلَ غِضَابِ

"اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے غموں کی اور ان تکلیف دہ چیزوں کی شکایت کرو جو تم اس غضبناک گروہ کے اندر دیکھتے ہو جنہوں نے رسول کریم ﷺ کے ساتھ ظلم کیا"۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار میں مذکور اللہ تعالیٰ کے اسماء کے متعلق بحث

ان اشعار میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا یہ شعر ہے:

وَ ۔۔۔ جُنُوْدِ رَبِّكَ سَيِّدِ الْاَرْبَابِ

اس شعر میں اس شخص کی دلیل ہے جس کا دعویٰ ہے کہ اَلسَّيِّدُ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے۔ لیکن اکثر علماء نے دعا میں یَا سَيِّدِيْ کہنا مکروہ قرار دیا ہے اور بعض نے اسے جائز قرار دیا ہے اور

سَارُوْا بِاَجْمَعِهِمْ اِلَيْهِ وَاَلَّبُوْا اَهْلَ الْقُرٰى وَ بَوَادِیَ الْاَعْرَابِ

''ان سب نے مل کر رسول اللہ ﷺ پر ہلہ بول دیا اور اپنے ساتھ شہر اور دیہات کے بھی لوگوں کو اکٹھا کر لیا''۔

جَيْشٌ عُيَيْنَةُ وَابْنُ حَرْبٍ فِيْهِمْ مُتَخَمِّطُوْنَ بِحَلْبَةِ الْاَحْزَابِ

''وہ ایسا لشکر تھا جس میں عیینہ اور سفیان بن حرب موجود تھے اور جس میں مختلف گروہوں کے مسابقت کرنے والے گھوڑوں کے ساتھ غرور و تکبر کرنے والے لوگ شامل تھے''۔

حَتّٰى اِذَا وَرَدُوا الْمَدِيْنَةَ وَارْتَجَوْا قَتْلَ الرَّسُوْلِ وَ مَغْنَمَ الْاَسْلَابِ

''یہاں تک کہ جب یہ لشکر مدینے پہنچے اور انہوں نے رسول کریم ﷺ کے قتل اور لوٹ مار کے مال کی امیدیں لگائیں''۔

وَ غَدَوْا عَلَيْنَا قَادِرِيْنَ بِاَيْدِهِمْ رُدُّوْا بِغَيْظِهِمْ عَلَى الْاَعْقَابِ

''اور محض اپنی قوتِ بازو کے بھروسے پر ہم پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو انہیں ان کے غصے کے ساتھ ہی الٹے پاؤں پھیر دیا گیا''۔

بِهُبُوْبِ مُعْصِفَةٍ تُفَرِّقُ جَمْعَهُمْ وَ جُنُوْدِ رَبِّكَ سَيِّدِ الْاَرْبَابِ

''ایسی سخت آندھی کے جھونکوں کے ذریعے جو ان کی جمعیت کو تتر بتر کر رہی تھیں اور تیرا رب جو

ایک ایسی حدیث سے دلیل پکڑی ہے جس کی سند قوی نہیں۔ وہ یہ کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کو یوں مخاطب کیا: یَا سَیِّدُ تو حضور ﷺ نے فرمایا اَلسَّيِّدُ اللّٰهُ کہ سید تو اللہ تعالیٰ ہے۔

اس طرح کے وہ اسماء جن سے تعریف اور تعظیم مراد ہوتی ہے ان میں قاضی کا مذہب یہ ہے کہ ان میں سے جن کے متعلق نہی وارد نہ ہو یا جن کے ساتھ دعا نہ مانگنے پر امت کا اجماع نہ ہو، ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر جائز ہے۔ جیسا کہ امت کا اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ کو فقیہ، عاقل اور سخی نہیں کہا جائے گا اگرچہ ان اسماء میں تعریف پائی جا رہی ہے۔

حضرت مؤلف نے کہا السید کے متعلق میرا قول یہ ہے کہ یہ ایک ایسا اسم ہے جس میں اعتبار اضافت کا ہوتا ہے کیونکہ یہ اپنی اصل وضع میں اپنے مضاف الیہ کا بعض ہے۔ آپ کہتے ہیں۔ فُلَانٌ سَيِّدُ قَيْسٍ فلاں قبیلہ قیس کا سردار ہے۔ لیکن یہ اس وقت کہا جاتا ہے جب فلاں اسی قبیلے کا فرد ہو لیکن قبیلہ قیس کے فرد کے متعلق یہ نہیں کہا جائے گا کہ هُوَ سَيِّدُ تَمِيْمٍ کہ وہ قبیلہ تمیم کا سردار ہے کیونکہ وہ تمیم کا ایک فرد نہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ نہیں کہا جائے کہ هُوَ سَيِّدُ النَّاسِ، سَيِّدُ

سید الارباب ہے کی فوجوں کے ذریعے (یعنی فرشتوں کے ذریعے انہیں الٹے پاؤں پھیر دیا گیا)۔

فَكَفَى الْإِلٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ قِتَالَهُمْ وَ اَثَابَهُمْ فِي الْاَجْرِ خَيْرَ ثَوَابِ

''پس اللہ تعالیٰ مومنین کی طرف سے ان کفار کے ساتھ لڑائی کے لئے کافی ہو گیا اور انہیں بہترین اجر و ثواب بھی عطا فرمایا

مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا فَفَرَّقَ جَمْعَهُمْ تَنْزِيْلُ نَصْرِ مَلِيْكِنَا الْوَهَّابِ

بعد اس کے کہ مسلمان مایوس ہو چکے تھے لیکن ہمارے مالک خدائے وہاب کی مدد و نصرت کے نزول نے کفار کی جمعیت کو منتشر کر دیا''۔

وَ اَقَرَّ عَيْنَ مُحَمَّدٍ وَّ صِحَابِهٖ وَ اَذَلَّ كُلَّ مُكَذِّبٍ مُّرْتَابِ

''اور اللہ تعالیٰ نے (سیدنا) محمد (مصطفیٰ ﷺ) اور آپ کے صحابہ کی آنکھیں ٹھنڈی کر دیں اور ہر اس جھٹلانے والے، شک کرنے والے شخص کو ذلیل و خوار کر دیا

عَاتِي الْفُؤَادِ مُوَقَّعٍ ذِيْ رِيْبَةٍ فِي الْكُفْرِ لَيْسَ بِطَاهِرِ الْاَثْوَابِ

جو انتہائی سنگدل، مصیبتوں اور تذبذب کا شکار تھا اور کفر میں اس حد تک گیا گزرا تھا کہ اس

الْمَلَائِكَة کہ وہ لوگوں کا یا فرشتوں کا سردار ہے بلکہ یوں کہا جائے گا هُوَ رَبُّهُمْ کہ وہ ان کا رب ہے اور جب آپ یہ کہیں هُوَ سَيِّدُ الْاَرْبَابِ وَ سَيِّدُ الْكُرَمَاءِ تو یہ جائز ہے کیونکہ اس کا معنی ہے هُوَ اَكْرَمُ الْكُرَمَاءِ وَ اَعْظَمُ الْاَرْبَابِ۔ یعنی وہ تمام کریموں سے بڑا کریم اور تمام ارباب سے عظیم ترین ہے، پھر اللہ تعالیٰ کے لئے رب کا اسم مشتق کیا جاتا ہے اور اسے ربوبیت کے ساتھ متصف کیا جاتا ہے نہ کہ سؤدد (سرداری) کے ساتھ کیونکہ سرداری کی صفت اللہ تعالیٰ کے لئے بطور اطلاق نہیں۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے جن اشعار میں رسول اللہ ﷺ کا مرثیہ کہا ان میں ہے:

يَا ذَا الْجَلَالِ وَ ذَا الْعُلَا وَالسُّؤْدَدِ

''اے بزرگی کے مالک اور بلندی اور سرداری کے مالک''۔

یہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ رب کریم کا وصف بیان کر رہے ہیں لیکن ان اسماء کے ذات باری تعالیٰ پر اطلاق کے متعلق اس کے سوا کوئی اور دلیل نہیں کہ رسول اللہ ﷺ یہ اسماء سنیں اور ان پر انکار نہ فرمائیں جس طرح حضور ﷺ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار سنے اور انکار نہ فرمایا۔ حضرت کعب نے اللہ تعالیٰ کا اسی طریقے پر وصف بیان کیا جو ہم نے پہلے ذکر کیا اور اس معنی پر بیان کیا جس کی ہم نے وضاحت کی۔

کے کپڑے بھی پاک نہ تھے"۔

عَلِقَ الشَّقَاءُ بِقَلْبِهِ فَفُؤَادُهُ فِي الْكُفْرِ اٰخِرَ هٰذِهِ الْاَحْقَابِ

بدبختی اس کے دل کے ساتھ چمٹ گئی، پس کفر میں اس کا دل اس زمانے کا آخری دل ہے۔

ابن زبعری کے جواب میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار

ابن زبعری کے ان اشعار کا حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ۔نے بھی جواب دیا۔آپ نے فرمایا:

اَبْقٰى لَنَا حَدَثُ الْحُرُوْبِ بَقِيَّةً مِنْ خَيْرِ نِحْلَةِ رَبِّنَا الْوَهَّابِ

"جنگوں کے وقوع نے ہمارے لیے ایسے اموال چھوڑے ہیں جو ہمارے سب کچھ بہت زیادہ دینے والے پروردگار کے بہترین عطیات میں سے ہیں"۔

بَيْضَاءَ مُشْرِفَةَ الذُّرٰى وَ مَعَاطِنًا حُمَّ الْجُذُوْعِ غَزِيْرَةَ الْاَحْلَابِ

"یعنی بلند کنگروں والے خوبصورت قلعے اور پانی کے قریب اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہوں کی مانند نخلستان جن کے اندر اونٹوں کی سیاہ گردنوں کی طرح کھجوروں کے سیاہی مائل درخت ہیں اور بہت زیادہ دودھ دینے والی اونٹنیوں کی طرح بے شمار پھل ہیں"۔

كَاللُّوْبِ يُبْذَلُ جَمُّهَا وَ حَفِيْلُهَا لِلْجَارِ وَابْنِ الْعَمِّ وَالْمُنْتَابِ

"(یہ نخلستان) سیاہ پتھروں والی زمین کی طرح ہیں جن کا جمع کیا ہوا اکثر پھل پڑوسیوں، چچا کے بیٹوں اور مہمانوں پر خرچ کیا جاتا ہے"۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

بَيْضَاءَ مُشْرِفَةَ الذُّرٰى وَ مَعَاطِنًا

مُشْرِفَةَ الذُّرٰى سے مراد قلعے ہیں اور مَعَاطِنًا سے مراد پانی کے قریب نخلستان ہیں۔آپ نے ان نخلستانوں کو پانی کے قریب اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہوں (معاطن الابل) کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔

آپ کا قول ہے: حُمَّ الْجُذُوْعِ۔ آپ نے کھجوروں کو سیاہی (الحمۃ) کے ساتھ متصف کیا کیونکہ کھجور کا رنگ سیاہی مائل ہوتا ہے اور جو پھل وہاں سے چنے جاتے ہیں انہیں دوہے ہوئے دودھ (حلب) کے ساتھ تشبیہ دیتے ہوئے فرمایا غَزِيْرَةَ الْاَحْلَابِ۔

آپ کا قول ہے: كَاللُّوْبِ۔ اَللُّوْب لُوْبَةٌ کی جمع ہے اور اَللَّاب لَابَةٌ کی جمع ہے۔ یہ سیاہ پتھروں

وَ نَزَائِعًا مِّثْلَ السِّرَاحِ نَمَى بِهَا عَلَفُ الشَّعِيْرِ وَ جَزَّةُ الْمِقْضَابِ

''اور چراغ کی مانند چمکنے والے عربی گھوڑے جن کے کھانے کی وجہ سے جو کا چارہ اور درانتی سے کاٹی ہوئی گھاس غائب ہوجاتی ہے''۔

والے قطعہ زمین کو کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے مَا بَیْنَ لَا بَتَیْهَا مِثْلُ فُلَانٍ یعنی ان دونوں سیاہ پتھروں والے قطعوں کے درمیان فلاں کی مثل کوئی شخص نہیں۔ لیکن یہ ہر شہر میں نہیں کہا جاتا۔ ایک شخص نے کچے بچے والی حدیث میں ایک کلمہ غلطی سے پڑھا۔ اس نے کہا: اِنَّهٗ یَظَلُّ مُحْبَنْطِئًا عَلٰی بَابِ الْجَنَّةِ (یعنی وہ بچہ جنت کے دروازے پر غصہ میں بھرا ہوا رکا رہے گا)۔ اسے حضرت شبیب بن شیبہ نے کہا یہ کلمہ ظاء منقوطہ کے ساتھ (مُحْبَنْظِئًا) ہے۔ اس پر اس شخص نے کہا تمہیں غلطی ہوئی یہ تو طاء کے ساتھ ہے۔ ایک رجز پڑھنے والے نے کہا:

اِنِّیْ اِذَا اسْتَنْشَدْتُ لَا اَحْبَنْطِیْ وَ لَا اُحِبُّ كَثْرَةَ التَّمَطِّیْ

''بے شک میں جب شعر پڑھنے کا مطالبہ کرتا ہوں تو نہ تو غصے سے بھر جاتا ہوں اور نہ بہت زیادہ غرور و تکبر کو پسند کرتا ہوں''۔

شبیب نے اسے کہا: اَتُلَحِّنُنِیْ وَ مَا بَیْنَ لَا بَتَیْهَا اَفْصَحُ مِنِّیْ ''کیا تم مجھے غلط قرار دیتے ہو حالانکہ ان دو پتھروں والی زمینوں کے درمیان مجھ سے زیادہ کوئی فصیح نہیں''۔ اس شخص نے آپ سے کہا: ''یہ دوسری غلطی ہے کیا بصرہ کے لئے بھی لابتین ہیں؟ لابتین تو مدینہ اور کوفہ کے لئے ہیں۔

حضرت کعب کا قول ہے: یُبْذَلُ جَمُّهَا وَ حَفِیْلُهَا یعنی اس میں سے کثیر پھل۔ اور اَلْمُنْتَاب ملاقات کے لئے آنے والے مہمان کو کہتے ہیں۔ یہ نَابَ یَنُوْبُ کے باب افتعال سے اسم فاعل کا صیغہ ہے، نَابَ اس وقت بولا جاتا ہے جب کوئی شخص کسی کے ہاں آکر اتر پڑے۔

آپ کا قول ہے: وَ نَزَائِعًا مِثْلَ السِّرَاجِ اس سے مراد وہ عربی النسل گھوڑے ہیں جو دشمن سے چھینے گئے ہوں۔ اور مِثْلَ السِّرَاجِ جیم کے ساتھ ہے۔ اصل میں اس طرح مذکور ہے یعنی ان گھوڑوں میں سے ہر ایک چراغ کی مانند ہے۔ حاشیے میں یہ لفظ حاء کے ساتھ مذکور ہے۔ محشی نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ سِرْحَان کی جمع ہے جو بھیڑیے کو کہتے ہیں۔ یہ جمع صرف اس تقدیر پر جائز ہے کہ اسم سے دونوں زائد حروف الف اور نون حذف کر دیے جائیں۔ اگر آپ اس کے اصل الفاظ کی بناء پر جمع لاتے تو آپ سَرَاحِیْن کہتے۔

عَرِيَ الشَّوٰى مِنهَا وَ اَرْدَفَ نَحْضَهَا جُرْدُ الْمُتُوْنِ وَ سَائِرِ الْآرَابِ

''ان کی ٹانگیں ننگی ہوگئیں اور ان کی پیٹھوں اور تمام جوڑوں پر بال کم ہونے کی وجہ سے ان کا گوشت چڑھ گیا''۔

قُوْدًا تَرَاحُ اِلَى الصِّيَاحِ اِذَا غَدَتْ فِعْلَ الضِّرَاءِ تَرَاحُ لِلْكُلَّابِ

''یہ گھوڑے دراز قامت ہیں جب وہ صبح کرتے ہیں تو اسی طرح ہنہنانے کی آواز نکال کر خوش ہوتے ہیں جس طرح شکاری کتے اپنے شکاریوں کو دیکھ کر خوشی سے آواز نکالتے ہیں''۔

وَ تَحُوْطُ سَائِمَةَ الدِّيَارِ وَ تَارَةً تُرْدِي الْعِدٰى وَ تَئُوْبُ بِالْاَسْلَابِ

''اور یہ گھوڑے سارے دیار میں چرنے کے لئے گھومتے ہیں اور کبھی دشمن کو ہلاک کرتے ہیں اور مالِ غنیمت لے کر واپس آجاتے ہیں''۔

حُوْشُ الْوُحُوْشِ مُطَارَةٌ عِنْدَ الْوَغٰى عُبُسُ اللِّقَاءِ مُبِيْنَةُ الْاَنْجَابِ

''وحشی جانوروں سے بدکنے والے، جنگ میں انتہائی سبک رفتار، مقابلہ کے وقت ترش رو اور شریف النسل گھوڑے ہیں''۔

عُلِفَتْ عَلٰى دَعَةٍ فَصَارَتْ بُدَّنًا دُخْسَ الْبَضِيْعِ خَفِيْفَةَ الْاَقْصَابِ

''انہیں آسائش اور آسودگی سے چارا دیا گیا چنانچہ وہ بہت موٹے تازے، پر گوشت اور ہلکی

آپ کا قول ہے: وَجَزَّةُ الْمِقْضَابِ۔ مقضاب ایک کھیتی ہے اور جزۃ سے مراد وہ چارہ جو گھوڑوں کے لئے اس کھیتی میں سے کاٹ کر رکھ لیا جائے۔

آپ کا قول ہے: عَرِيَ الشَّوٰى مِنهَا۔ الشوىٰ سے مراد ٹانگیں ہیں۔ النحص کا معنی گوشت ہے اور الآراب سے مراد ہڈیوں کے جوڑ ہیں، یہ اِرْبٌ کی جمع ہے۔ حدیث شریف میں ہے: اُمِرْتُ اَنْ اَسْجُدَ عَلٰى سَبْعَةِ آرَابٍ ''مجھے حکم دیا گیا کہ میں سات جوڑوں پر سجدہ کروں''۔

آپ کا قول ہے: قُوْدًا یعنی ان گھوڑوں کی گردنیں لمبی ہیں۔ اَلضِّرَاءُ کا معنی ہے شکاری کتے۔ حدیث شریف میں ہے: اِنَّ قَيْسًا ضِرَاءُ اللّٰهِ فِي الْاَرْضِ ''بے شک قیس قبیلہ کے لوگ زمین میں اللہ تعالیٰ کے شکاری جانور ہیں۔ یعنی اللہ کے شکاری شیر ہیں۔ اور اَلْكُلَّابُ كَالِبٌ کی جمع ہے، اور یہ کتوں کا مالک ہے جو کتوں کے ساتھ شکار کرتا ہو۔

آپ کا قول ہے: عُبُسُ اللِّقَاءِ۔ یہ عَبُوْس (ترش رو) کی جمع ہے۔

آپ کا قول ہے دُخْسُ الْبَضِيْعِ۔ البضیع گوشت کے لمبے ٹکڑے کو کہتے ہیں اور دخیس سے

آنتوں والے ہو گئے''۔

يَغْدُوْنَ بِالزَّغْفِ الْمُضَاعِفِ شَكُّهُ وَ بِمُتْرَصَاتٍ فِي الثِّقَافِ صِيَابِ

''ان گھوڑوں کے سوار دوہری بنی ہوئی زرہوں میں ملبوس ٹھیک نشانے پر لگنے والے سیدھے ٹھوس نیزے لے کر صبح سویرے حملہ آور ہو رہے تھے''۔

وَ صَوَارِمٍ نَزَعَ الصَّيَاقِلُ غُلْبَهَا وَ بِكُلِّ اَرْوَعَ مَاجِدِ الْاَنْسَابِ

اور ایسی تیز تلواریں لے کر (حملہ آور ہو رہے تھے) جن کے رنگ اور خشونت کو صیقل کرنے والوں نے صاف کر دیا تھا اور ان سواروں میں ہر سوار شریف النسل اور دل کو موہ لینے والا تھا۔

يَصِلُ الْيَمِيْنَ بِمَارِنٍ مُتَقَارِبٍ وُكِلَتْ وَقِيْعَتُهُ اِلٰى خَبَّابِ

''جو اپنے دائیں ہاتھ میں ایک ایسا لچکدار نیزہ تھامے ہوئے تھے جس کے بنانے کا کام ایک لوہار کے سپرد کیا گیا تھا''۔

وَ اَغَرَّ اَزْرَقَ فِي الْقَنَاةِ كَاَنَّهُ فِيْ طُخْيَةِ الظَّلْمَاءِ ضَوْءُ شِهَابِ

''اور ایسی صاف شفاف سنان کے ساتھ حملہ آور تھا جو گویا رات کی انتہائی سخت تاریکی میں

مراد کثیر گوشت ہے۔

آپ کا قول ہے خَفِيْفَةُ الْاَقْصَابِ۔ اَقْصَاب قُصْب کی جمع ہے جس کا معنی آنت ہے، اسی سے جزار کو قصاب کہتے ہیں۔

آپ کا قول ہے: يَغْدُوْنَ بِالزَّغْفِ۔ اَلزَّغْف سے مراد زرہیں ہیں۔

آپ کا قول ہے: شَكُّهُ یعنی زرہوں کے حلقے اور ان کی بنائی۔ آپ کا قول ہے:

بِمُتْرَصَاتٍ فِي الثِّقَافِ صِيَابِ

مترصات کا معنی ہے مضبوط، اس سے مراد سیدھے مضبوط نیزے ہیں۔

آپ کا قول ہے: نَزَعَ الصَّيَاقِلُ عَلْبَهَا۔ علبها سے مراد تلواروں کی سختی اور ان کی کجی کی خشونت ہے۔ کہا جاتا ہے: عَلِبَ اللَّحْمُ یعنی گوشت سخت ہو گیا اور عَلِبَ النَّبَاتُ یعنی پودا خشک ہو گیا۔

آپ کا قول ہے: بِمَارِنٍ مُتَقَارِبٍ۔ مَارِن یعنی نرم و نازک، وَقِيْعَتُهُ یعنی نیزے کو صیقل کرنا اور خباب صیقل کرنے والے کا نام ہے۔

آپ کا قول ہے: وَ اَغَرَّ اَزْرَقَ۔ اس سے مراد نیزہ ہے۔ طُخْيَةُ الظَّلْمَاءِ یعنی اندھیرے کی شدت اور طَخَاءُ الْقَلْبِ سے مراد دل کی تاریکی ہے۔ اسی سے ہی کے بارے میں حضور علیہ الصلوٰۃ

شہاب ثاقب کی روشنی تھی“۔

وَ كَتِيْبَةٍ يَنْفِي الْقِرَانَ قَتِيْرُهَا وَ تَرُدُّ حَدَّ قَوَاحِذِ النُّشَّابِ

”اور وہ ایسا لشکر لے کر (حملہ آور ہوئے) جن کی زرہوں کی میخوں کے سر نیزوں کی نفی کر دیتے تھے اور رانوں میں لگنے والے نیزوں کی دھار میں لوٹا دیتے تھے“۔

جَاْوٰى مُلَمْلَمَةٍ كَاَنَّ رِمَاحَهَا فِيْ كُلِّ مَجْمَعَةٍ ضَرِيْمَةُ غَابِ

”اس لشکر کے ہجوم کی تاریکی اتنی زیادہ تھی کہ اس کے نیزے ہر مجمع میں گویا جھاڑی میں جلتی ہوئی لکڑی تھے“۔

يَاْوِىْ اِلٰى ظِلِّ اللِّوَاءِ كَاَنَّهٗ فِيْ صَعْدَةِ الْخَطِّيِّ فِيْ عُقَابِ

”وہ لشکر اپنے جھنڈے کے سائے تلے پناہ لے رہا تھا تو یوں لگ رہا تھا گویا وہ سیدھے نیزوں میں باز کا سایہ ہے“۔

اَعْيَتْ اَبَا كَرِبٍ وَ اَعْيَتْ تُبَّعًا وَاَبَتْ بَسَالَتُهَا عَلَى الْاَعْرَابِ

”اس لشکر نے ابو کرب (یمن کے بادشاہ) کو بھی تھکا دیا اور تبع (شاہِ یمن) کو بھی اور اس کی

والسلام کا ارشاد ہے: اِنَّهٗ يَذْهَبُ بِطَخَاءِ الْقَلْبِ ”یہ دل کی تاریکی کو ختم کر دیتی ہے“۔

حضرت کعب کا قول ہے۔

جَاءَتْ سَخِيْنَةُ كَيْ تُغَالِبَ رَبَّهَا

سخینہ قریش کے قدیم اسماء میں سے ایک نام ہے۔ لوگوں کا بیان ہے کہ قصی کے زمانہ میں جب مکہ میں کوئی جانور ذبح کیا جاتا یا کسی اونٹ کو نحر کیا جاتا تو اس کی سرین کا گوشت قصی کے پاس لایا جاتا اور اس کے ساتھ خزیرہ تیار کیا جاتا۔ یہ وہ گوشت ہے جو گندم کے ساتھ ملا کر پکایا جاتا ہے۔ پھر وہ لوگوں کو کھلایا جاتا، اس بناء پر قریش کو سخینہ (آٹے سے تیار کیا ہوا کھانا کھلانے والے) کہا جانے لگا۔ ایک قول یہ ہے کہ اہل عرب جب قحط زدہ ہو جاتے تو دیگر لوگ تو علھز یعنی وبر (بلی سے چھوٹا ایک جانور) اور خون کھاتے جبکہ قریش خزیرہ اور فتہ (کثیر کھجوریں) کھاتے۔ اس پر لوگ ان سے حسد کرنے لگے اور انہیں سخینہ کا لقب دیا۔ قریش اس لقب کو ناپسند نہیں کرتے تھے، اگر وہ ناپسند کرتے ہوتے تو حضرت کعب اپنے اشعار میں اس لقب کا ذکر مناسب نہ سمجھتے کیونکہ رسول اللہ ﷺ بھی قبیلہ قریش سے ہیں۔ اس لئے آپ نبی کریم ﷺ کے ادب و احترام کا لحاظ رکھتے ہوئے اسے ترک کر دیتے۔ عبدالملک بن مروان نے خود یہ شعر سننے کا مطالبہ کیا تھا جو ہوازنی نے قریش کے بارے میں کہا:

شجاعت و بہادری نے طاقتور دیہاتی باشندوں کا منہ بھی پھیر دیا"۔

وَ مَوَاعِظٌ مِّنْ رَبِّنَا نُهْدٰى بِهَا   بِلِسَانِ اَزْهَرَ طَيِّبِ الْاَثْوَابِ

"ہمیں اپنے رب کی طرف سے ایک روشن چہرے والی، پاکدامن اور پاکیزہ ذات کی زبان مبارک پر ایسے مواعظ ونصائح ملے جن کے ذریعے ہماری رہنمائی ہوتی ہے

عُرِضَتْ عَلَيْنَ فَاشْتَهَيْنَا ذِكْرَهَا   مِنْ بَعْدِ مَا عُرِضَتْ عَلَى الْاَحْزَابِ

اس کے بعد کہ یہ مواعظ ونصائح قبائل کے ان گروہوں کے سامنے پیش کیے گئے تھے جب ہمارے سامنے پیش کیے گئے تو ہم نے انہیں انتہائی شوق سے یاد رکھا"۔

حِكَمًا يَرَاهَا الْمُجْرِمُوْنَ بِزَعْمِهِمْ   حَرَجًا وَّ يَفْقَهُهَا ذَوُو الْاَلْبَابِ

"اور ہمیں ایسی حکمت ودانائی کی باتیں ہیں جنہیں مجرم بزعم خویش باعث حرج خیال کرتے ہیں لیکن صاحبانِ عقل ودانش انہیں اچھی طرح سمجھ لیتے ہیں"۔

جَاءَتْ سَخِيْنَةُ كَيْ تُغَالِبَ رَبَّهَا   فَلَيُغْلَبَنَّ مُغَالِبُ الْغَلَّابِ

"یہ قریش اس خیال سے آئے تھے کہ غلبہ حاصل کرنے میں اپنے رب سے مقابلہ کریں لیکن سب سے غالب ذات کے ساتھ مقابلہ کرنے والا ضرور مغلوب ہو کر رہتا ہے"۔

حضرت ابن ہشام نے کہا: مجھ سے ایک قابل اعتماد شخص نے بیان کیا، اس نے کہا مجھ سے حضرت عبد الملک بن یحیی بن عباد بن عبد اللہ بن زبیر نے بیان کیا کہ جب حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے یہ شعر کہا:

جَاءَتْ سَخِيْنَةُ كَيْ تُغَالِبَ رَبَّهَا   فَلَيُغْلَبَنَّ مُغَالِبُ الْغَلَّابِ

تو رسول اللہ نے فرمایا: لَقَدْ شَكَرَكَ اللّٰهُ يَا كَعْبُ عَلٰى قَوْلِكَ هٰذَا "اے کعب! تمہارے اس شعر پر اللہ تعالیٰ نے تمہیں بدلہ عطا فرمایا ہے"۔

يَا شَدَّةً مَا شَدَدْنَا غَيْرَ كَاذِبَةٍ   عَلٰى سَخِيْنَةَ لَوْ لَا اللَّيْلُ وَالْحَرَمُ

"ہائے وہ حملہ جو ہم نے کیا وہ سخینہ (قریش) پر جھوٹا نہ ہوتا اگر رات اور حرم کی زمین نہ ہوتی"۔

یہ سن کر عبد الملک نے کہا: یہ شعر اس سے زیادہ کچھ نہیں جو اس نے استثناء کی ہے۔ عبد الملک نے سخینہ کا لقب سننا ناپسند نہ کیا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ لقب قریش کے نزدیک نہ ناپسندیدہ تھا اور نہ اس میں کوئی ایسی عار تھی جو کراہت کا باعث ہوتی۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے مزید اشعار

حضرت ابن اسحاق نے کہا: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے غزوۂ خندق کے متعلق یہ اشعار بھی کہے:

مَنْ سَرَّهُ ضَرْبٌ يُمَعْمِعُ بَعْضُهُ   بَعْضًا كَمَعْمَعَةِ الْأَبَاءِ الْمُحْرَقِ

"جس شخص کو شمشیر زنی کی ایسی جھنکار پسند ہو جو تلواروں کے باہم ٹکرانے سے اس طرح پیدا ہوتی ہے جس طرح جلتے ہوئے بانسوں کے چٹخنے کی آواز ہوتی ہے"

فَلْيَأْتِ مَأْسَدَةً تُسَنُّ سُيُوفُهَا   بَيْنَ الْمَذَادِ وَ بَيْنَ جِزْعِ الْخَنْدَقِ

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا دوسرا قصیدہ

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے دوسرے قصیدہ میں ہے:

مَنْ سَرَّهُ ضَرْبٌ يُمَعْمِعُ بَعْضُهُ

اَلْمَعْمَعَةُ بانس وغیرہ کی بڑی بڑی اور خشک لکڑیوں میں لگی ہوئی آگ کی آواز ہے اور اَلْكَلْحَبَةُ باریک چیز میں لگی ہوئی آگ کی آواز ہے جیسے گھاس وغیرہ۔ اور اَلْقَطْمَطَةُ ابلنے کی آواز ہے۔ اسی طرح غرغرہ اور جعجعہ چکی کی آواز ہے اور دردبۃ ڈھول کی آواز ہے۔

حضرت کعب کا قول ہے: الْأَبَاءُ۔ اس کا معنی بانس ہے، اس کا واحد اَبَاءَةٌ ہے۔ اس میں دوسرا ہمزہ یاء کا بدل ہے۔ یہ ابن جنی کا قول ہے کیونکہ ان کے نزدیک یہ الْإِبَايَة (انکار کرنا) سے مشتق ہے۔ گویا بانس اس شخص پر انکار کرتا ہے جو اسے چبانا چاہتا ہے۔ ابن جنی کے قول کی تائید شاعر بشر بن ابی حازم کے اس شعر سے ہوتی ہے:

يَرَاهُ النَّاسُ أَخْضَرَ مِنْ بَعِيدٍ   وَتَمْنَعُهُ الْمَرَارَةُ وَالْإِبَاءُ

"دور سے لوگ بانس کو سبز دیکھتے ہیں لیکن کڑواہٹ اور انکار اس سے لوگوں کو روک دیتے ہیں"۔

حضرت کعب کا قول ہے: فَلْيَأْتِ مَأْسَدَةً۔ یہ اس زمین کو کہتے ہیں جہاں شیر زیادہ ہوں۔ اسی طرح مَسْبَعَةٌ اس زمین کو کہتے ہیں جہاں درندے زیادہ ہوں۔ یہ بھی جائز ہے کہ مَأْسَدَةٌ اَسَدٌ کی جمع ہو۔ جیسا کہ اہل عرب نے مَشْيَخَةٌ اور مَعْبَجَةٌ کہا ہے۔ سیبویہ نے مَشْيَخَةٌ اور مَشْيُوخَاءُ اور مَعْلَجَةٌ اور مَعْلُوجَاءُ بیان کیا ہے۔ میں نے کئی کتب لغات میں اَلسَّلَمُ (ایک قسم کا درخت جس کے پتے چمڑہ رنگنے کے کام آتے ہیں) کی جمع کثرت مَسْلُوءَاءُ اور اَلشَّيْحُ حاء مہملہ کے ساتھ (ایک

تو وہ شیروں کے اس میدانِ جنگ میں آئے جن کی تلواریں مقام مذاذ اور خندق کے پہلو کے درمیان تیز کی جارہی ہیں''۔

دَرِبُوْا بِضَرْبِ الْمُعْلِمِيْنَ وَ اَسْلَمُوْا مُهَجَاتِ اَنْفُسِهِمْ لِرَبِّ الْمَشْرِقِ

''ان شیروں نے نشانِ جنگ لگا کر جنگ کرنے والوں کو تلواروں سے مارنے کی مہارت حاصل کی اور اپنی قیمتی جانیں مشرق و مغرب کے پروردگار کے حوالے کردیں''۔

فِيْ عُصْبَةٍ نَصَرَ الْاِلٰهُ نَبِيَّهٗ بِهِمْ وَ كَانَ بِعَبْدِهٖ ذَا مَرْفَقِ

''وہ ایسی جماعت میں ہیں جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی مدد فرمائی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندۂ خاص پر بڑا مہربان ہے''۔

فِيْ كُلِّ سَابِغَةٍ تَخُطُّ فُضُوْلُهَا كَالنَّهْيِ هَبَّتْ رِيْحُهٗ الْمُتَرَقْرِقِ

''اس جماعت کا ہر فرد ایسی زرہ میں ملبوس ہے جس کا فاضل حصہ گھسٹتے ہوئے زمین پر اس تالاب کی مانند خطوط بناتا ہے جس پر ہوا چلنے سے لہریں آ جارہی ہوں''۔

بَيْضَاءَ مُحْكَمَةٍ كَاَنَّ قَتِيْرَهَا حَدَقُ الْجَنَادِبِ ذَاتِ شَكٍّ مُوْثَقِ

''جو ایسی مضبوط اور چمکدار زرہ ہے جس کی کیلیں ٹڈیوں کی آنکھوں کی طرح چمکدار ہیں اور جس کی بندش تسلی بخش ہے''۔

جَدْلَاءَ يَحْفِزُهَا نِجَادُ مُهَنَّدٍ صَافِي الْحَدِيْدَةِ صَارِمٍ ذِيْ رَوْنَقِ

''جو ایسی مضبوط بندش والی زرہ ہے کہ ایک چمکدار، کاٹ کر رکھ دینے والی شفاف لوہے کی ہندی تلوار کا پرتلہ اسے اوپر اٹھا کر سمیٹ لیتا ہے''۔

قسم کی گھاس) کی جمع کثرت مَشْيُوْحَاء لکھی ہے۔

حضرت کعب کا قول: تَسُنُّ سُيُوْفَهَا فاء کے نصب کے ساتھ ہے۔ یہ قاضی ابو الولید کے نزدیک زیادہ صحیح ہے۔ جبکہ ابو بحر کے ہاں اصل میں یہ رفع کے ساتھ تُسَنُّ سُيُوْفُهَا مذکور ہے۔ پہلی روایت کا معنی ہے وہ اپنی تلواریں تیز کر رہے ہیں اور دوسری روایت کا معنی ہے بہادروں کے لئے اور ان کے علاوہ دیگر لوگوں کے لئے جرأت اور پیش قدمی کے دو طرفہ نیزے تیز کیے جارہے ہیں۔

زرہوں کی توصیف میں آپ کا قول ہے:

جَدْلَاءَ يَحْفِزُهَا نِجَادُ مُهَنَّدٍ

جَدْلَاء، جَدْل سے مشتق ہے جس کا معنی ہے بندش کی مضبوطی۔ اسی سے ایک لفظ اَجْدَل ہے

تِلْكُمْ مَعَ التَّقْوٰی تَكُوْنُ لِبَاسَنَا يَوْمَ الْهِيَاجِ وَ كُلَّ سَاعَةِ مَصْدَقِ

جنگ کے دن اور ہر سچائی کے موقع پر تقویٰ کے لباس کے ساتھ یہ زرہ ہمارا لباس بنتی ہے۔

نَصِلُ السُّيُوْفَ اِذَا قَصُرْنَ بِخَطْوِنَا قُدُمًا وَ نُلْحِقُهَا اِذَا لَمْ تَلْحَقِ

"جب تلواریں آگے بڑھنے میں کوتاہی کرتی ہیں تو ہم پیش قدمی کرتے ہوئے اپنے

جوشکرے کو کہتے ہیں۔ اس شعر میں دلیل ہے کہ اجدل غیر منصرف ہے اور افعل التفضیل کے باب سے ہے جس کی مؤنث فَعْلَاء کے وزن پر آتی ہے۔ اور جن لوگوں نے اسے منصرف قرار دیا ہے، انہوں نے اسے ارنب (خرگوش) اور افکل (لوگوں کی جماعت) کے مشابہ قرار دیا ہے لیکن یہ توجیہ پہلی توجیہ سے کمزور ہے۔ اگر اہل عرب نے اس کی جمع ارانب کی مثل اجادل بولی ہے تو انہوں نے اَجْرَع (ریت کا بے آب وگیاہ ہموار میدان) اور اَبْطَح (کشادہ نالہ جس میں ریت اور چھوٹی چھوٹی کنکریاں ہوں) کی جمع میں اجارع اور اباطح بھی کہا ہے لیکن وہ ان دونوں کو منصرف نہیں بولتے کیونکہ وہ ان کی مؤنث میں بَطْحَاء اور جَرْعَاء کہتے ہیں۔ یہی قول اَبرق (پتھر، ریت اور مٹی ملی ہوئی سخت زمین) اور برقاء میں ہے۔

حضرت کعب کا قول: يَحْفِزُهَا نِجَادُ مُهَنَّدٍ زرہوں کے وصف میں ابوقیس بن اسلت کے اس شعر کی مانند ہے:

اَحْفِزُهَا عَنِّیْ بِذِیْ رَوْنَقٍ اَبْيَضَ مِثْلِ الْمِلْحِ قَطَّاعِ

"میں اس زرہ کو ایک نیزے کے پھل کی مثل تیز کاٹنے والی سفید چمکدار (تلوار) کے ساتھ اپنے آپ سے اوپر اٹھا کر باندھ لیتا ہوں"۔

اس کی وضاحت یہ ہے کہ جب زرہ کا فاضل حصہ لمبا ہوتا تو اہل عرب اسے اوپر اٹھا کر تلوار کے پرتلے کے ساتھ باندھ لیتے تھے۔

حضرت کعب کا قول: تِلْكُمْ مَعَ التَّقْوٰی تَكُوْنُ لِبَاسَنَا عمدہ ترین کلام ہے۔ کیونکہ یہ قول انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے اخذ کیا ہے: وَ لِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ (الاعراف: 26) "اور پرہیزگاری کا لباس وہ سب سے بہتر ہیں"۔ اور شاعر کا قول ہے:

اِنِّیْ كَاَنِّیْ اَرٰی مَنْ لَّا وَفَاءَ لَهٗ وَ لَا اَمَانَةَ وَسْطَ الْقَوْمِ عُرْيَانًا

"بے شک میں اس شخص کو گویا برہنہ خیال کرتا ہوں جس کی قوم کے درمیان کوئی وفاء اور امانت نہ ہو"۔

قدموں کے ساتھ ان کے پاس پہنچتے ہیں اور جب وہ آگے بڑھ کر دشمن سے مل نہ رہی ہوں تو ہم انہیں آگے بڑھا دیتے ہیں (یعنی شمشیر زنوں میں جوش پیدا کرتے ہیں)"۔

فَتَرَى الْجَمَاجِمَ ضَاحِيًا هَامَاتُهَا ... بَلْهَ الْاَكُفِّ كَاَنَّهَا لَمْ تُخْلَقِ

"پس تم دیکھو گے کہ دشمن کے سر کی کھوپڑیاں دھوپ میں صاف نظر آ رہی ہیں، ہتھیلیوں کا تو ذکر ہی چھوڑو، وہ تو گویا پیدا ہی نہیں کی گئیں"۔

نَلْقَى الْعَدُوَّ بِفَخْمَةٍ مَلْمُومَةٍ ... تَنْفِي الْجُمُوعَ كَقَصْدِ رَأْسِ الْمُشْرِقِ

"ہم ایسے متحد لشکر کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کرتے ہیں جو بڑی بڑی جمعیتوں کو ملک عدم

حضرت کعب کے اس قول کی عمدگی اور حسن یہ ہے کہ انہوں نے زرہ کے لباس کو تقویٰ کے لباس کے تابع قرار دیا ہے کیونکہ حرف مع کلام میں یہ مفہوم پیدا کرتا ہے کہ اس کا مابعد متبوع ہے تابع نہیں۔

سقیفہ کے روز حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انصار پر اس طرح حجت قائم کی کہ آپ نے ان سے فرمایا: "تم ایمان لانے والے لوگ ہو اور ہم سچے لوگ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے تو تمہیں حکم دیا ہے کہ تم ہمارے ساتھ ہو جاؤ۔ فرمایا: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ (التوبہ)" اے ایمان والو! ڈرتے رہا کرو اللہ سے اور ہو جاؤ سچے لوگوں کے ساتھ"۔ اور سچے لوگ مہاجرین ہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِیْنَ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا وَّ یَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ (الحشر)" (نیز وہ مال) نادار مہاجرین کے لئے ہے جنہیں (جبراً) نکال دیا گیا تھا ان کے گھروں سے اور جائیدادوں سے، یہ (نیک بخت) تلاش کرتے ہیں اللہ کا فضل اور اس کی رضا اور (ہر وقت) مدد کرتے رہتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی، یہی راست باز لوگ ہیں"۔

بَلْهَ اور اس کے مابعد کا حکم

حضرت کعب کا قول ہے: بَلْهَ الْاَكُفِّ۔ اکف کے جر کے ساتھ ہے، یہ ایک اعرابی صورت ہے۔ یہ نصب کے ساتھ بھی مروی ہے کیونکہ یہ مفعول ہے یعنی دَعِ الْاَكُفَّ (ہتھیلیوں کو چھوڑو)۔ یہ اہل عرب کے اس قول کی مانند ہے: رُوَیْدَ زَیْدٍ اور رُوَیْدَ زَیْدًا نصب بلا تنوین کے ساتھ۔ بَلْهَ کا کلمہ دَعْ کے معنی میں ہے اور یہ ان مصادر میں سے ہے جو اپنے مابعد کی طرف مضاف ہوتے ہیں اور میرے نزدیک یہ اَلْبَلَه اور اَلتَّبَالُه کے الفاظ سے مشتق ہے جن میں غفلت کا مفہوم پایا جاتا ہے کیونکہ جو شخص کسی چیز سے غافل ہو وہ اسے ترک کر دیتا ہے اور اس کے متعلق سوال نہیں کرتا۔

پہنچانے کے لئے ان کا خون بہا دیتا ہے۔ اس وقت معلوم ہوتا ہے گویا مشرق پہاڑ کی چوٹی کی فصد کھول دی گئی ہے''۔

وَ نُعِدُّ لِلْاَعْدَاءِ كُلَّ مُقَلَّصٍ وَرْدٍ وَّ مَحْجُوْلِ الْقَوَائِمِ اَبْلَقِ

اور ہم دشمنوں کے لئے ہر گلابی رنگ کا سفید ٹانگوں والا ابلق اور سبک گھوڑا تیار رکھتے ہیں۔

تَرْدِیْ بِفُرْسَانٍ كَاَنَّ كُمَاتَهُمْ عِنْدَ الْهِيَاجِ اُسُوْدُ طَلٍّ مُلْثِقِ

یہ گھوڑے سواروں کو بڑی تیزی سے لے جاتے ہیں گویا ان کے بہادر لوگ جنگ کے وقت کیچڑ پیدا کرنے والی ہلکی بارش میں شیر ہوتے ہیں جن کی بھوک ایسی بارش میں تیز ہو جاتی ہے۔

صُدُقٍ يُعَاطُوْنَ الْكُمَاةَ حُتُوْفَهُمْ تَحْتَ الْعَمَايَةِ بِالْوَشِيْجِ الْمُزْهِقِ

''یہ بہادر سوار (لڑنے میں) بڑے سچے ہیں جو گرد و غبار کے بادلوں کے نیچے اپنے جان لیوا نیزوں کے ساتھ مقابل بہادروں کی جانیں نکال کر ان کے حوالے کر دیتے ہیں''۔

اَمَرَ الْاِلٰهُ بِرَبْطِهَا لِعَدُوِّهِ فِی الْحَرْبِ اِنَّ اللّٰهَ خَيْرُ مُوَفِّقِ

''اللہ تعالیٰ نے جنگ میں اپنے دشمنوں کے مقابلے کے لئے ان گھوڑوں کو باندھ کر رکھنے کا حکم دیا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ بہتر توفیق دینے والا ہے''۔

لِتَكُوْنَ غَيْظًا لِّلْعَدُوِّ حُيَّطًا لِلدَّارِ اِنْ دَلَفَتْ خُيُوْلُ النُّزَّقِ

حضرت کعب کا قول بَلْهَ الْاَكُفِّ اسی طرح ہے یعنی جب دشمن کے سروں کی کھوپڑیاں کٹ کر دھوپ میں صاف نظر آ رہی ہیں تو ہتھیلیوں کے متعلق سوال نہ کرو۔ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اَعْدَدْتُ لِعِبَادِی الصَّالِحِیْنَ مَا لَا عَیْنٌ رَأَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ بَلْهَ مَا اَطْلَعْتُهُمْ عَلَیْهِ ''میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جنہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے اور نہ کسی کان نے ان کا ذکر سنا ہے، ان نعمتوں کو تو جانے دو جن پر میں نے انہیں آگاہ کر دیا ہے''۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا قول ہے بِفَخْمَةٍ مَلْمُوْمَةٍ یعنی جمع کیا ہوا لشکر۔ آپ کا قول ہے كَفَصْدِ رَأْسِ الْمَشْرِقِ۔ اس میں صحیح وہ ہے جو حضرت ابن ہشام نے حضرت ابو زید سے روایت کیا ہے كَرَأْسِ قُدْسِ الْمَشْرِقِ۔ کیونکہ مشرق کی جانب قدس ایک مشہور پہاڑ ہے۔ آپ کا قول ہے:

عِنْدَ الْهِيَاجِ اُسُوْدُ طَلٍّ مُلْثِقِ

الطل کا معنی مشہور و معروف ہے (یعنی ہلکی بارش) اور لثق ہلکی بارش سے پیدا ہونے والے کیچڑ کو کہتے ہیں، ایسی بارش کے وقت شیر سب سے زیادہ بھوکے اور غضبناک ہوتے ہیں۔

"تاکہ یہ گھوڑے دشمن کے لئے باعث غیظ وغضب بن جائیں اور اگر ان بداخلاق غصہ ور لوگوں کے گھوڑے قریب آئیں تو ان کے مقابلے میں آکر یہ گھوڑے اپنے گھروں کے لئے دیوار بن جائیں"۔

وَ يُعِيْنُنَا اللّٰهُ الْعَزِيْزُ بِقُوَّةٍ مِّنْهُ وَ صِدْقِ الصَّبْرِ سَاعَةَ نَلْتَقِيْ

"اور جس وقت ہم دشمن سے لڑتے ہیں تو خدائے غالب اپنی طرف سے قوت اور صبر و استقامت کی صداقت کے ساتھ ہماری مدد فرماتا ہے"۔

وَ نُطِيْعُ اَمْرَ نَبِيِّنَا وَ نُجِيْبُهُ وَ اِذَا دَعَا لِكَرِيْهَةٍ لَّمْ نُسْبَقِ

"اور ہم اپنے نبی ﷺ کے حکم کی اطاعت کرتے ہیں اور ان کی آواز پر لبیک کہتے ہیں اور جب وہ کسی جنگ کے لئے دعوت دیتے ہیں تو ہم سے کوئی بھی سبقت نہیں لے سکتا"۔

وَ مَتٰى يُنَادِ اِلَى الشَّدَائِدِ نَاْتِهَا وَ مَتٰى نَرَ الْحَوْمَاتِ فِيْهَا نُعْنِقِ

"اور جب آپ شدائد کی طرف آواز دیتے ہیں تو ہم فوراً وہاں حاضر ہو جاتے ہیں اور جب ہم ان میں بڑے بڑے معرکے دیکھتے ہیں تو دوڑ کر ان میں شریک ہوتے ہیں"۔

مَنْ يَّتَّبِعْ قَوْلَ النَّبِيِّ فَاِنَّهٗ فِيْنَا مُطَاعُ الْاَمْرِ حَقُّ مُصَدَّقِ

"جو شخص نبی کریم ﷺ کے ارشاد کی پیروی کرے گا تو (اسے ایسا کرنا ہی چاہیے کیونکہ) آپ ہمارے اندر واجب الاطاعت ہیں اور حقیقۃً لائق تصدیق ہیں"۔

فَبِذَاكَ يَنْصُرُنَا وَ يُظْهِرُ عِزَّنَا وَ يُصِيْبُنَا مِنْ نَّيْلِ ذٰلِكَ بِمِرْفَقِ

"پھر اسی بناء پر آپ ہماری مدد فرماتے ہیں اور ہماری عزت بڑھاتے ہیں اور اسی چیز کے حصول کی وجہ سے آپ ہم پر لطف و کرم فرماتے ہیں"۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ مُحَمَّدًا كَفَرُوْا وَ ضَلُّوْا عَنْ سَبِيْلِ الْمُتَّقِيْ

"بے شک جو لوگ محمد (مصطفیٰ ﷺ) کو جھٹلاتے ہیں وہ کافر ہیں اور پرہیزگاری کے راستہ سے بھٹکے ہوئے ہیں"۔

حضرت ابن ہشام نے کہا: درج ذیل دو اشعار مجھے حضرت ابوزید نے سنائے:

تِلْكُمْ مَعَ التَّقْوٰى تَكُوْنُ لِبَاسَنَا

مَنْ يَّتَّبِعْ قَوْلَ النَّبِيِّ

اور انہوں نے ایک شعر یوں پڑھا:

تَنفِی اَلجُنُوعُ کَرَاسِ قُدُسِ اَلمَشرِقِ

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے مزید اشعار

حضرت ابن اسحاق نے کہا: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے غزوۂ خندق کے بارے میں یہ اشعار بھی کہے:

لَقَدْ عَلِمَ الْاَحْزَابُ حِیْنَ تَاَلَّبُوْا عَلَیْنَا وَ رَامُوْا دِیْنَنَا مَا نُوَادِعُ

"جب احزاب اکٹھے ہو کر ہم پر حملہ آور ہوئے اور ہمارے دین کا قصد کیا تو انہیں معلوم ہو گیا کہ ہم مصالحت کے لئے تیار نہیں"۔

اَضَامِیْمُ مِنْ قَیْسِ بْنِ عَیْلَانَ اَصْفَقَتْ وَ خِنْدِفَ لَمْ یَدْرُوْا بِمَا هُوَ وَاقِعُ

"قیس بن عیلان اور خندف کے قبائل کی مخلوط جماعتیں ہمارے خلاف متحد ہو گئیں لیکن یہ نہ جانا کہ کیا ہونے والا ہے؟"

یَذُوْدُوْنَنَا عَنْ دِیْنِنَا وَ نَذُوْدُهُمْ عَنِ الْکُفْرِ وَالرَّحْمٰنُ رَاءٍ وَ سَامِعُ

"وہ ہمیں ہمارے دین سے روکتے ہیں اور ہم انہیں کفر سے روکتے ہیں اور خداوند رحمٰن دیکھ

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا قصیدۂ عینیہ

قصیدۂ عینیہ میں آپ کا قول ہے:

اَضَامِیْمُ مِنْ قَیْسِ بْنِ عَیْلَانَ اَصْفَقَتْ

اضامیم کا واحد اضامة ہے اور یہ ہر مجتمع چیز کو کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے: اِضَامَةٌ مِنَ النَّاسِ وَ اِضَامَةٌ مِنْ کُتُبٍ یعنی لوگوں کا اجتماع اور کتابوں کا بنڈل۔

قیس عیلان اور قیس کبہ

حضرت کعب کا قول ہے: مِنْ قَیْسِ بْنِ عَیْلَانَ اہل نسب کے نزدیک یہی مشور ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ قیس۔ کا دوسرا نام عیلان ہے، وہ اس کا بیٹا نہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ وہ اپنے ایک عیلان نامی گھوڑے کے باعث قیس عیلان کے نام سے مشہور ہو گیا جس طرح بجیلہ قبیلہ سے تعلق رکھنے والا قیس کبہ اپنے کبہ نامی گھوڑے کے باعث اس نام سے مشہور ہوا۔ یہ دونوں قیس ایک دوسرے کے پڑوسی تھے۔ جب ان دونوں میں سے کسی ایک کا ذکر کیا جاتا تو پوچھا جاتا: ان دونوں میں سے کون سا قیس۔ جواباً قیس بن عیلان یا قیس کبہ کہا جاتا۔ ایک قول یہ ہے کہ عیلان اس کے ایک کتے کا نام تھا۔ یہ بھی کہا

اور سن رہا ہے"۔

إِذَا غَايَظُونَا فِيْ مَقَامٍ أَعَانَنَا عَلَى غَيْظِهِمْ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَاسِعٌ

"جب بھی کسی مقام پر انہوں نے ہم پر غیظ وغضب کا اظہار کیا تو ان کے غیظ وغضب کے خلاف اللہ تعالیٰ کی وسیع نصرت نے ہماری مدد فرمائی"۔

وَ ذٰلِكَ حِفْظُ اللّٰهِ فِيْنَا وَ فَضْلُهُ عَلَيْنَا وَ مَنْ لَّمْ يَحْفَظِ اللّٰهُ ضَائِعٌ

"اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہماری حفاظت تھی اور اس کا ہم پر فضل تھا اور جس کی اللہ تعالیٰ حفاظت نہ کرے وہ برباد ہو جانے والا ہے"۔

هَدَانَا لِدِيْنِ الْحَقِّ وَاخْتَارَهُ لَنَا وَ لِلّٰهِ فَوْقَ الصَّانِعِيْنَ صَنَائِعُ

"اس نے دین حق کی طرف ہماری رہنمائی فرمائی اور اسے ہمارے لیے منتخب فرمایا اور اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی چیزیں دیگر تمام صانعین پر فوقیت رکھتی ہیں"۔

حضرت ابن ہشام نے کہا یہ آپ کے ایک قصیدہ کے اشعار ہیں۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے مزید اشعار

حضرت ابن اسحاق نے کہا: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے غزوۂ خندق کے متعلق یہ اشعار بھی کہے:

أَلَا أَبْلِغْ قُرَيْشًا أَنَّ سَلْعًا وَ مَا بَيْنَ الْعُرَيْضِ إِلَى الصِّمَادِ

"ارے! قریش کو یہ خبر پہنچا دو کہ سلع پہاڑ اور جو علاقہ وادی عریض اور صماد پہاڑ کے درمیان ہے

گیا ہے کہ عیلان ایک پہاڑ کا نام ہے جس کے نزدیک وہ پیدا ہوا۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ قبیلہ مضر کے ایک غلام کا نام ہے جس نے قیس کی پرورش کی تھی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ قیس بڑا سخی تھا، اس نے اپنا مال تلف کر دیا تو اس پر محتاجی (عیلۃ) آ گئی۔ اس وجہ سے اسے عیلان (محتاج) کہا جانے لگا۔ اس آخری قول کے لئے جو دلائل پیش کیے جاتے ہیں ان میں سے ایک رؤبہ کا یہ قول ہے:

وَ قَيْسَ عَيْلَانَ وَ مَنْ تَقَيَّسَا "قیس عیلان اور جو لوگ اس قبیلہ کے مشابہ ہیں"۔

غزوۂ خندق کے متعلق حضرت کعب کے اشعار

قصیدۂ دالیہ میں آپ کا قول ہے:

وَ مَا بَيْنَ الْعُرَيْضِ إِلَى الصِّمَادِ

نَوَاضِحُ فِي الْخُرُوْبِ مُدَرَّبَاتٌ وَخُوْصٌ نُقِبَتْ مِنْ عَهْدِ عَادِ

"یہ ایسے نخلستان ہیں جنہیں جنگلوں کے زمانہ میں عادتاً اونٹوں کے ذریعے سیراب کیا جاتا ہے اور یہاں وہ کنویں ہیں جو عاد کے دور میں کھودے گئے تھے"۔

دَوَاكِدُ يَزْخَرُ الْمُرَّارُ فِيهَا فَتَنْسُتُ بِالْجِمَامِ وَ لَا الثِّمَادِ

"یہ ایسے دائمی اور پائیدار ہیں جن میں مرار دریا کی موجیں اٹھتی تھیں۔ پس ان کا پانی نہ تو اتنا زیادہ تھا کہ اپنی جگہ واپس لوٹ آئے اور نہ ان کا پانی بہت قلیل تھا"۔

كَأَنَّ الْغَابَ وَالْبَرْدِيَّ فِيهَا أَجَشُّ إِذَا تَبَقَّعَ لِلْحَصَادِ

"کھیتی کاٹنے کے لئے جب اس میں جگہ جگہ زرد رنگ کے قطعے بن جاتے تو بانس کی

عریض ایک جگہ کا نام ہے اور صماد صمد کی جمع ہے جو سخت زمین کو کہتے ہیں۔

حضرت کعب کا قول ہے: نَوَاضِحُ فِي الْخُرُوْبِ۔ نواضح سے مراد وہ نخلستان ہیں جنہیں اونٹوں کے ذریعے (نضح) سیراب کیا جاتا ہے اور خوص سے مراد کنویں ہیں۔ کنویں کو خوص اس لئے کہا کیونکہ جس طرح گڑھے میں بیٹھی ہوئی آنکھ (العین الخوصاء) گہری اور پست ہو جاتی ہے اسی طرح کنوؤں میں پانی پھوٹنے کی جگہیں گہری اور پست ہوتی ہیں۔ اس کی جمع خُوْصٌ آتی ہے۔

ابو عبید نے اونٹوں کے وصف میں یہ شعر پڑھا:

مُخَيَّسَةً بُزْلًا كَأَنَّ عُيُوْنَهَا عُيُوْنُ الرَّكَايَا أَنْكَزَتْهَا الْمَوَاتِحُ

"ان اونٹوں کو شریف النسل ہونے کی وجہ سے گھر پر باندھا جاتا ہے اور ان کی کچلیاں نکلی ہوتی ہیں گویا ان کی آنکھیں ان کنوؤں میں پانی پھوٹنے کی جگہیں ہیں جن کا پانی نکالنے والوں نے ختم کر دیا ہو"۔

حضرت کعب کا قول ہے: يَزْخَرُ الْمُرَّارُ فِيهَا۔ ایک دریا کا نام ہے۔ آپ کا قول ہے:

كَأَنَّ الْغَابَ وَالْبَرْدِيَّ فِيهَا أَجَشُّ إِذَا تَبَقَّعَ لِلْحَصَادِ

اس سے مراد ہوا کی ہلکی سرسراہٹ ہے جو اَجَشّ کی آواز کی طرح ہوتی ہے۔

اجش اس شخص کو کہتے ہیں جس کی آواز بیٹھی ہوئی ہو۔ کبھی کبھی ہلکی ہوا کی وجہ سے پودوں کو بھی گنگنانے کے ساتھ متصف کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے رَوْضَةٌ غَنَّاءُ (گنگنانے والا باغ) یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ صفت ان مکھیوں کی آواز کی وجہ سے لائی جاتی ہے جو باغ میں اڑتی ہیں۔ یہ ابو حنیفہ کا قول ہے۔

حضرت کعب کا قول ہے: تَبَقَّعَ لِلْحَصَادِ یعنی خشک ہونے کی وجہ سے اس کھیتی میں سفید رنگ کے

جھاڑیاں اور بردی گھاس کے پودے ان میں ایک شور سا برپا کر دیتے''۔

وَ لَمْ نَجْعَلْ تِجَارَتَنَا اشْتِرَاءَ الْ حَمِيْرِ لِاَرْضِ دَوْسٍ اَوْ مُرَادِ

''اور ہم (یمن کے) قبیلہ دوس اور قبیلہ مراد کی زمین کے لئے گدھوں کی خرید وفروخت کا کاروبار نہیں کرتے''۔

بِلَادٌ لَمْ تُثَرْ اِلَّا لِكَيْمَا نُجَالِدُ اِنْ نَشِطْتُمْ لِلْجَلَادِ

''(بلکہ ہمارے پاس) وہ بلاد ہیں جہاں کھیتی باڑی صرف اس مقصد کے لئے کی جاتی ہے کہ اگر تم لڑائی کے لئے اچھلو کودو تو ہم تمہارا پورا پورا مقابلہ کریں گے''۔

قطعے بن جاتے ہیں۔ جب کھیتی اس طرح ہو جائے تو اسے ارقاط، اسحام اور اسحار کہا جاتا ہے اور جب اس کی بالیوں میں دانے پڑ جائیں تو کہا جاتا ہے: اَلْحَمَ، اَسْفٰی (کھیتی میں دانہ پڑ گیا) یہ اَلسُّفٰی سے مشتق ہے اور اَشْعَ (بالی کا دانوں سے پر ہونا) یہ الشَّعَاع سے مشتق ہے، شین کے فتحہ اور کسرہ کے ساتھ۔ یہ بھی السفی کا ہم معنی ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے اَسْبَلَ الزَّرْعُ (کھیتی خوشے نکال لائی) یہ اَلسَّبَل سے مشتق ہے، جس طرح کہا جاتا ہے: بَعِيْرٌ حَظِلٌ (بہت زیادہ اندرائن کھانے والا اونٹ) اور اَحْظَلَ الْمَكَانُ (کسی جگہ کا بہت اندرائن والی ہونا) یہ حنظل (اندرائن) سے مشتق ہے۔ یہ اہل حجاز کی لغت ہے اور بنو تمیم سَبَلَ کہتے ہیں۔ رہے ہمدان تو وہ سنبل (بالیاں) کو سبول ... دیتے ہیں۔ اس کا واحد سَبُوْلَة ہے۔ ان کی لغت کا قیاس بھی یہی ہے کہ اَسْبَلَ کہا جائے۔ اس شعر میں اور اس سے پہلے شعر میں انصار نے اپنے نخلستانوں اور قلعوں پر فخر کا اظہار کیا ہے۔ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ملتا ہے کہ انصار بہت عزت وغلبہ اور قوتِ دفاع کے مالک تھے اور زمانہ قدیم سے ان کے بلاد پر کوئی غالب نہیں آ سکا تھا، حالانکہ عرب کے دیگر اکثر دیہاتوں کو ان کے علاقوں سے جلا وطن کر دیا گیا اور خوف وہراس نے ان کو اپنے اوطان سے نکال دیا۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے اپنے اس شعر میں یہی مفہوم ادا کیا ہے:

اَوْلَادُ جَفْنَةَ حَوْلَ قَبْرِ اَبِيْهِمْ قَبْرِ ابْنِ مَارِيَةَ الْكَرِيْمِ الْمُفْضِلِ

''جفنہ کی اولاد اپنے کریم اور بھلائی کرنے والے باپ ابن ماریہ کی قبر کے اردگرد رہتی ہے''۔

کیونکہ ان کا اپنے آباء واجداد کی قبور کے اردگرد مقیم رہنا ان کی قوت وشوکت کی اور اس بات کی دلیل ہے کہ وہ جس قطعہ زمین کو پسند کرتے اور اپنے لیے خاص کر لیتے وہاں ان پر کوئی غالب نہیں آ سکتا تھا۔

اَثَّرْنَا سِکَّةَ الْاَنْبَاطِ فِيْهَا فَلَمْ تَرَ مِثْلَهَا جَلَهَاتِ وَادِ

ان بلاد میں ہم نے کھجوروں کی قطاریں قوم انباط کے طریقے کے مطابق لگائی ہیں (جنہیں نقصان پہنچنے کا اندیشہ نہیں ہوتا) پس تم نے اس جیسے وادیوں کے مناظر نہ دیکھے ہوں گے۔

قَصَرْنَا كُلَّ ذِیْ حُضْرٍ وَّ طَوْلٍ عَلَى الْغَايَاتِ مُقْتَدِرٍ جَوَادِ

"ہم میں سے ہر ایک نے ایک بہترین تیز رفتار گھوڑا باندھ رکھا ہے جو اپنے منتہائے نظر پر پہنچنے کی پوری قدرت رکھتا ہے"۔

اَجِيْبُوْنَا اِلٰى مَا نَجْتَدِيْكُمْ مِنَ الْقَوْلِ الْمُبَيِّنِ وَالسَّدَادِ

"تم ہمیں اس کا جواب دو جو ہم تم سے صاف، واضح اور سیدھی بات کا مطالبہ کرتے ہیں"۔

وَ اِلَّا فَاصْبِرُوْا لِجِلَادِ يَوْمٍ لَكُمْ مِنَّا اِلٰى شَطْرِ الْمَذَادِ

"ورنہ مقام مذاد (مدینہ کے قریب ایک مقام) کی سمت پر کسی دن بھی ہماری طرف سے جنگ کے مصائب برداشت کرنے کے لئے تیار رہو"۔

نُصَبِّحُكُمْ بِكُلِّ اَخِیْ حُرُوْبٍ وَ كُلِّ مُطَهَّمٍ سَلِسِ الْقِيَادِ

"ہم تم پر صبح سویرے ایسے لشکر لے کر حملہ آور ہوں گے جن کا ہر فرد ماہر جنگ ہوگا اور ہر گھوڑا بھرپور جسم والا اور آسانی سے چلایا جانے والا ہوگا"۔

وَ كُلِّ طِمِرَّةٍ خَفِقٍ حَشَاهَا تَدِفُّ دَفِيْفَ صَفْرَاءِ الْجَرَادِ

حضرت کعب کا قول ہے:

اَثَّرْنَا سِكَّةَ الْاَنْبَاطِ فِيْهَا

سکہ قطار میں لگے ہوئے کھجور کے درختوں کو کہتے ہیں یعنی ہم نے ان درختوں کو اس طرح لگایا جس طرح قوم انباط کے لوگ اپنے شہروں میں لگاتے ہیں کہ ان پر کسی مکار کے مکروفریب کا خوف نہیں ہوتا۔ نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد کی یہی مراد ہے: خَيْرُ الْمَالِ سِكَّةٌ مَّابُوْرَةٌ "بہترین مال قطار میں لگے کھجور کے وہ درخت ہیں جن کی تابیر کی گئی ہو۔ اور اَلسِّكَّةُ السِّنَّةُ (ہل کا پھل) کو بھی کہتے ہیں اور یہ وہ لوہا ہے جس کے ذریعے کسان زمین کو پھاڑتے ہیں۔ اسے آلمان بھی کہا جاتا ہے۔ یہ اصمعی کی تفسیر ہے اور ابو عبید نے ایک اور معنی میں اس شعر کی یہ تفسیر کی ہے کہ اس سے مراد کھجور کے درخت ہی ہیں اور یہ بھی کہا جاتا ہے: اُبِيْثَتِ الْاَرْضُ۔ یہ اُثِيْرَتْ (کاشت کرنا) کے معنی میں ہے۔ یہ ابو حنیفہ کا قول ہے اور حماسہ میں مروی ہے:

اور ہر گھوڑا لمبی ٹانگوں والا تیز رفتار اور اچھل کر چلنے والا ہوگا جس کے باطنی اعضاء ہر وقت حرکت میں رہتے ہیں جو اتنی تیزی سے اڑتا ہے جتنی تیزی سے انڈے دینے والی ٹڈیاں اڑتی ہیں

وَ كُلِّ مُقْلَصِ الْآرَابِ نَهْدٍ تَمِيمِ الْخَلْقِ مِنْ أُخُرٍ وَ هَادِي

''اور ہر گھوڑا موٹے اعضاء والا، فربہ اور آگے اور پیچھے سے بالکل مکمل تخلیق والا ہوگا''۔

خُيُولٌ لَا تُضَاعُ إِذَا أُضِيعَتْ خُيُولُ النَّاسِ فِي السَّنَةِ الْجَمَادِ

''یہ ایسے گھوڑے ہیں کہ جب قحط کے سال میں دیگر لوگوں کے گھوڑے ضائع ہو جاتے ہیں تو یہ ضائع نہیں ہوتے''۔

يُنَازِعْنَ الْأَعِنَّةَ مُصْغِيَاتٍ إِذَا نَادَى إِلَى الْفَزَعِ الْمُنَادِي

''جب منادی جنگ کے لئے نداء دیتا ہے تو یہ گھوڑے اسے توجہ سے سنتے ہوئے اپنی لگاموں سے لڑنے لگتے ہیں''۔

إِذَا قَالَتْ لَنَا النُّذُرُ اسْتَعِدُّوا تَوَكَّلْنَا عَلَى رَبِّ الْعِبَادِ

''جب خوف و شر سے متنبہ کرنے والے لوگ ہم سے کہتے ہیں کہ تیار ہو جاؤ تو ہم تمام بندوں کے پروردگار پر توکل کر لیتے ہیں''۔

وَ قُلْنَا لَنْ يُفَرِّجَ مَا لَقِيْنَا سِوَى ضَرْبِ الْقَوَانِسِ وَالْجِهَادِ

''اور کہتے ہیں کہ جس لڑائی سے ہم دوچار ہوئے ہیں یہ دشمن کے خودوں کو تلواروں سے کاٹنے اور جہاد کرنے کے بغیر نہیں چھٹے گی''۔

فَلَمْ تَرَ عُصْبَةً فِيمَنْ لَقِيْنَا مِنَ الْأَقْوَامِ مِنْ قَارٍ وَ بَادِي

''جن قوموں سے ہم دوچار ہوئے خواہ وہ شہری ہوں یا دیہاتی ان میں تم نے کوئی ایسا گروہ

هَلُمَّ إِلَيْهَا قَدْ أُبِيثَتْ زُرُوعُهَا

''اس زمین کی طرف آؤ، اس کی کھیتیاں کاشت کر دی گئی ہیں''۔

اس کا معنی اُثِيرَتْ ہے اور الغرب المصنف میں ہے:

وَ حَقٌّ بَنِي شِغَارَةَ أَنْ يَقُوْلُوْا لِصَخْرِ الْغَيِّ مَا ذَا تَسْتَبِيثُ

''اور بنی شغارہ کا حق ہے کہ وہ صخر الغی سے پوچھیں کہ تو کیا کاشت کروانا چاہتا ہے''؟

ابو عبید قاسم بن سلام نے غلطی کی ہے جو انہوں نے کہا ہے کہ تَسْتَبِيثُ، نَبِيثَةُ الْبِئْرِ سے مشتق ہے جس کا معنی کنوئیں سے نکالی جانے والی مٹی ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو شاعر یوں کہتا تَسْتَنْبِيثُ باء سے

نہیں دیکھا ہوگا

أَشَدُّ بَسَالَةً مِنَّا إِذَا مَا أَرَدْنَاهُ وَأَلْيَنَ فِي الْوِدَادِ

جو ہم سے اس وقت زیادہ بہادر اور سخت جان ہو جب ہم ان پر حملہ کرنے کا ارادہ کریں اور ہم سے باہمی محبت میں اس وقت زیادہ نرم اخلاق ہو"۔

إِذَا مَا نَحْنُ أَشْرَجْنَا عَلَيْهَا جِيَادَ الْجُدْلِ فِي الْأُرْبِ الشِّدَادِ

"جب ہم اس جماعت کے جسموں پر مضبوط بندش والی بہترین زرہیں سخت گرہوں میں باندھتے ہیں

قَذَفْنَا فِي السَّوَابِغِ كُلَّ صَقْرٍ كَرِيمٍ غَيْرِ مُعْتَلِثِ الزِّنَادِ

تو ہم ان بھرپور زرہوں میں (گویا) ہر ایسا شریف النسل شکرہ ڈالتے ہیں جو جنگ کے چقماق سے انجان طریقے سے چنگاری نہیں نکالتا (بلکہ اس میں بڑا ماہر ہے)"۔

أَشَمَّ كَأَنَّهُ أَسَدٌ عَبُوسٌ غَدَاةَ بَدَا بِبَطْنِ الْجِزْعِ غَادِي

"جو اونچی ناک والا ہے (یعنی باعزت ہے) جب اس کے پاس وادی کے دامن سے صبح

پہلے نون کے ساتھ۔

حضرت کعب کا قول ہے: جَلْهَاتِ وَادٍ۔ جَلْهَات وادی کے وہ حصے ہوتے ہیں جن سے سیلاب گزر کر وہاں کے درختوں کو اکھاڑ دیتے ہیں اور وادی کو ظاہر کر دیتے ہیں۔ یہ اَلْجَلَهُ سے مشتق ہے جس کا معنی ہے سر کے اگلے حصہ کے بالوں کا اڑ جانا۔

آپ کا قول ہے: صَفْرَاءِ الْجَرَادِ۔ یہ ان ٹڈیوں کو کہتے ہیں جو انڈے دیتی ہیں۔ یہ بہت تیزی سے اڑتی ہیں اور کتفان ٹڈیاں خیفان (انڈے دینے والی ٹڈیاں) سے بڑی ہوتی ہیں۔ اور ٹڈی کا سب سے پہلا مرحلہ دود کہلاتا ہے اور اسے غمص بھی کہا جاتا ہے۔ اسے یمن کا سمندر پھینکتا ہے۔ اس کے نکلنے سے پہلے ایک خاص علامت ظاہر ہوتی ہے۔ وہ یہ کہ اس سمندر سے ایک بجلی سترہ بار چمکتی ہے۔ اس سے لوگوں کو ٹڈیوں کے نکلنے کا علم ہو جاتا ہے۔ یہ ابو حنیفہ کا قول ہے۔

آپ کا قول ہے: غَيْرِ مُعْتَلِثِ الزِّنَادِ۔ اَلزِّنَادُ الْمُعْتَلِثُ اس چقماق کو کہتے ہیں جس کے بارے معلوم نہ ہو کہ وہ کس لکڑی کا بنا ہوا ہے اور اعتلاث کا اصل معنی اختلاط ہے۔ کہا جاتا ہے: عَلَثْتُ الطَّعَامَ۔ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب کوئی شخص گندم کو جو کے ساتھ خلط ملط کر دے۔ اور علاثہ وہ چقماق ہوتا ہے جو آگ نہیں نکالتا۔

کے وقت کوئی شخص فریاد لے کر آتا ہے تو اس وقت گویا وہ ایسا ترش روشیر ہوتا ہے

یُغْشِی هَامَةَ الْبَطَلِ الْمُذَکِّی صَبِیَّ السَّیْفِ مُسْتَرْخِی النِّجَادِ

جو انتہائی طاقتور بہادر کی کھوپڑی پر تلوار کا درمیانی حصہ مار کر چھا جاتا ہے درآں حالیکہ اس کی تلوار کا پرتلہ ڈھیلا ہوتا ہے (یعنی وہ دراز قد ہوتا ہے)"۔

لِنُظْهِرَ دِیْنَكَ اللّٰهُمَّ اِنَّا بِکَفِّكَ فَاهْدِنَا سُبُلَ الرَّشَادِ

"(یہ سب کچھ ہم اس لئے کرتے ہیں) تاکہ اے اللہ! ہم تیرے دین کو غالب کر سکیں۔ بے شک ہم تیرے قبضہ قدرت میں ہیں پس تو ہمیں رشد و ہدایت کے راستوں پر چلنے کی توفیق عطا فرما"۔

حضرت ابن ہشام نے کہا: آپ کا یہ شعر قَصَرْنَا کُلَّ ذِیْ حَضَرٍ وَّ طَوْلٍ اور اس کے بعد دوسرا، تیسرا اور چوتھا شعر نیز یہ شعر اَشَمَّ کَاَنَّهٗ اَسَدٌ عَبُوْسٌ اور اس کے بعد کا شعر، یہ سب ابو زید انصاری سے مروی ہیں۔

عمرو پر مسافع کی آہ و بکاء

حضرت ابن اسحاق نے کہا: مسافع بن عبد مناف بن وہب بن حذافہ بن جمح نے یہ اشعار کہے جن میں وہ عمرو بن عبدود پر آہ و بکاء کرتا ہے اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے اس کو قتل کرنے کا ذکر کرتا ہے:

عَمْرُو بْنُ عَبْدٍ کَانَ اَوَّلَ فَارِسٍ جَزَعَ الْمَذَادَ وَ کَانَ فَارِسَ یَلْیَلِ

"عمرو بن عبدود وہ پہلا سوار تھا جس نے مقام مذاد (یعنی دفاع کے مقام) کو قطع کیا اور وہ وادی یلیل کا سوار تھا (یعنی وادی بدر کا)"۔

سَمْحُ الْخَلَائِقِ مَاجِدٌ ذُوْ مِرَّةٍ یَبْغِی الْقِتَالَ بِشِکَّةٍ لَمْ یَنْکُلِ

"وہ سب لوگوں کے لئے سخی تھا، بزرگ تھا اور ایسا طاقتور تھا جو ہتھیار اٹھائے معرکہ جنگ کی تلاش میں رہتا تھا اور خوف و ہراس کی وجہ سے منہ نہیں پھیرتا تھا"۔

وَ لَقَدْ عَلِمْتُمْ حِیْنَ وَلَّوْا عَنْکُمْ اَنَّ ابْنَ عَبْدٍ فِیْهِمْ لَمْ یَعْجَلِ

"جس وقت وہ لوگ (قریش و غطفان) تم سے پیٹھ پھیر کر واپس ہوئے تو تمہیں معلوم ہے کہ ان میں یہ عمرو بن عبدود ہی تھا جس نے جلد بازی نہیں کی تھی"۔

حَتّٰی تَکَنَّفَهُ الْکُمَاةُ وَ کُلُّهُمْ یَبْغِیْ مَقَاتِلَهٗ وَ لَیْسَ بِمُؤْتَلِ

"یہاں تک کہ جنگجوؤں نے اسے گھیرے میں لے لیا اور سب کے سب اس کی قتل گاہیں تلاش کرنے لگے اور وہ کوتاہی کرنے والا ثابت نہ ہوا"۔

وَ لَقَدْ تَكَنَّفَتِ الْاَسِنَّةُ فَارِسًا بِجُنُوْبِ سَلْعٍ غَيْرَ نِكْسٍ اَمْيَلِ

"جبل سلع کے جنوب میں نیزوں کی بوچھاڑ نے ایک ایسے سوار کو گھیر لیا جو کمزور کمینہ اور ہتھیاروں سے خالی نہ تھا"۔

تَسَلُ النِّزَالَ عَلِيُّ فَارِسَ غَالِبِ بِجُنُوْبِ سَلْعٍ، لَيْتَهُ لَمْ يَنْزِلِ

اے علی! جبل سلع کے جنوب میں تم بنی غالب کے سوار (عمرو بن عبدود) کو دعوتِ مبارزت دے رہے تھے، کاش وہ (تم جیسے بہادر آدمی کی دعوتِ مبارزت پر) مقابلہ کے لئے نہ اترتا۔

فَاذْهَبْ عَلِيُّ فَمَا ظَفِرْتَ بِمِثْلِهِ فَخْرًا وَ لَا لَاقَيْتَ مِثْلَ الْمُعْضِلِ

"پس جاؤ اے علی! قابل فخر ہونے کے لحاظ سے تم اس جیسا آدمی بننے میں کامیاب نہ ہوئے اور نہ اس کی طرح سنگین اور صبر آزما صورتِ حال سے دوچار ہوئے"۔

نَفْسِيْ الْفِدَاءُ لِفَارِسٍ مِّنْ غَالِبِ لَاقٰى حِمَامَ الْمَوْتِ لَمْ يَتَحَلْحَلِ

"میری جان بنی غالب کے اس سوار پر قربان ہو جس نے موت کا سامنا کیا لیکن اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہ ہوا"۔

اَعْنِي الَّذِيْ جَزَعَ الْمَذَادَ بِمُهْرِهِ طَلَبًا لِثَارِ مَعَاشِرٍ لَمْ يَخْذُلِ

"میری مراد وہ شخص ہے جس نے مختلف گروہوں کا انتقام لینے کے لئے اپنے گھوڑے کے ذریعے مقام مزاد کو طے کر لیا اور انہیں ذلیل و رسوا نہ ہونے دیا"۔

عمرو کے ساتھی سواروں کو مسافع کی ملامت

مسافع نے یہ اشعار بھی کہے جن میں وہ ان سواروں کو ملامت کرتا ہے جو عمرو کے ساتھ تھے مگر اسے چھوڑ کر واپس نکل آئے:

عَمْرُوْ بْنُ عَبْدٍ وَّالْجِيَادُ يَقُوْدُهَا خَيْلٌ تُقَادُ لَهُ وَ خَيْلٌ تُنْعَلُ

"جس وقت عمدہ گھوڑوں کی باگ ڈور ایسے سوار سنبھال رہے تھے جنہیں عمرو بن عبدود کا مقابلہ کرنے کے لئے لایا جا رہا تھا اور لوہے کے جوتے پہنے ہوئے سوار ان کی باگ ڈور سنبھال رہے تھے"۔

اَجْلَتْ فَوَارِسُهُ وَ غَادَرَ رَهْطَهُ رُكْنًا عَظِيْمًا كَانَ فِيْهَا اَوَّلُ

''تو عمرو بن عبدود کے سوار (جان بچانے کے لئے) بکھر گئے اور اس کے اس گروہ نے اپنے ایک ایسے عظیم رکن کو چھوڑ دیا جوان میں اول درجہ رکھتا تھا''۔

عَجَبًا وَّاِنْ اَعْجَبْ فَقَدْ اَبْصَرْتُهٗ مَهْمَا تَسُوْمُ عَلِیٌّ عَمْرًا یَنْزِلُ

''اس بات پر مجھے تعجب ہے اور اگر میں تعجب کرتا ہوں تو اس وجہ سے کہ میں نے دیکھا ہے اے علی! جب بھی تم نے عمرو کو دعوتِ مبارزت دی تو وہ مقابلہ کے لئے اتر آیا''۔

لَا تَبْعَدَنْ فَقَدْ اُصِبْتُ بِقَتْلِهٖ وَ لَقِیْتُ قَبْلَ الْمَوْتِ اَمْرًا یَثْقُلُ

(اے علی!) اب ہم سے دور ہر گز نہ ہونا (بلکہ ہم سے مقابلہ کے لئے تیار رہنا) کیونکہ مجھے عمرو کے قتل سے مصیبت پہنچی ہے اور میں موت سے پہلے ایک بوجھل چیز سے دوچار ہو گیا ہوں۔

وَ هُبَیْرَةُ الْمَسْلُوْبُ وَلّٰی مُدْبِرًا عِنْدَ الْقِتَالِ مَخَافَةَ اَنْ یُّقْتَلُوْا

اور لوٹا ہوا ہبیرہ لڑائی کے وقت اس خوف سے پیٹھ پھیر کر بھاگا کہ لوگوں کو قتل کیا جا رہا ہے۔

وَ ضِرَارُ کَانَ الْبَاسُ مِنْهُ مُحْضَرًا وَلّٰی کَمَا وَلَّی اللَّئِیْمُ الْاَعْزَلُ

''اور ضرار جس کی وجہ سے لڑائی شدت اختیار کر جاتی تھی، اس طرح پیٹھ پھیر کر بھاگا جیسے کوئی نہتا کمینہ آدمی بھاگا ہو''۔

حضرت ابن ہشام نے کہا: بعض علمائے شعر انکار کرتے ہیں کہ یہ اشعار مسافع کے ہیں اور اس کا یہ شعر عَمْرًا یَنْزِلُ غیر ابن اسحاق سے مروی ہے۔

عمرو پر ہبیرہ کی آہ و بکا اور اپنے فرار کی عذر خواہی

حضرت ابن اسحاق نے کہا: ہبیرہ بن ابی وہب نے یہ اشعار کہے جن میں وہ اپنے بھاگنے کا عذر پیش کرتا ہے، عمرو پر آہ و بکا کرتا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس کو قتل کرنے کا ذکر کرتا ہے:

لَعَمْرِیْ مَا وَلَّیْتُ ظَهْرِیْ مُحَمَّدًا وَ اَصْحَابَهٗ جُبْنًا وَّ لَا خِیْفَةَ الْقَتْلِ

''مجھے اپنی جان کی قسم! میں نے بزدلی اور قتل ہو جانے کے خوف سے محمد (ﷺ) اور ان کے اصحاب سے پیٹھ نہ پھیری''۔

وَ لٰکِنَّنِیْ قَلَّبْتُ اَمْرِیْ فَلَمْ اَجِدْ لِسَیْفِیْ غَنَاءً اِنْ ضَرَبْتُ وَ لَا نَبْلِیْ

''لیکن میں نے اپنا معاملہ خود ہی پلٹ لیا کیونکہ میں نے دیکھا کہ نہ میری تلوار سے کوئی فائدہ ہے اگر اسے چلاؤں اور نہ میرے تیر سے (کوئی فائدہ ہے)''۔

وَقَفْتُ فَلَمَّا لَمْ اَجِدْلِیْ مُقَدَّمًا صَدَرْتُ کَضِرْغَامٍ هِزَبْرٍ اَبِیْ شِبْلِ

"میں خود ہی ٹھہر گیا، پھر جب میں نے پیش قدمی کا کوئی موقع نہ پایا تو بچوں والے اس زبردست شیر کی طرح رک گیا

ثَنّٰی عِطْفَهٗ عَنْ قِرْنِهٖ حِیْنَ لَمْ یَجِدْ مَکَرًّا وَ قِدْمًا کَانَ ذٰلِكَ مِنْ فِعْلِیْ

جس نے اپنے مدمقابل سے اس وقت پہلوتہی کر لی ہو جب کوئی کارگر تدبیر اور پیش قدمی کا موقع نہ پایا ہو اور میرا ہمیشہ یہی عمل رہا ہے"۔

فَلَا تَبْعَدَنْ یَا عَمْرُو حَیًّا وَّهَالِكًا وَحُقَّ لِحُسْنِ الْمَدْحِ مِثْلُكَ مِنْ مِّثْلِیْ

"پس اے عمرو! زندہ رہو یا وفات پا جاؤ مجھ سے ہرگز دور نہ ہونا اور تجھ جیسا شخص مجھ جیسے آدمی کی طرف سے اچھی تعریف کا حق دار ہے"۔

وَلَا تَبْعَدَنْ یَا عَمْرُو حَیًّا وَّ هَالِكًا فَقَدْ بِنْتَ مَحْمُوْدَ الثَّنَا مَاجِدَ الْاَصْلِ

"پس اے عمرو! زندہ رہو یا وفات پا جاؤ مجھ سے ہرگز دور نہ ہونا، تم تو اچھی تعریف کے قابل اور ماجد الاصل ہونے کے لحاظ سے ممتاز ہو"۔

فَمَنْ لِّطِرَادِ الْخَیْلِ تُقْدَعُ بِالْقَنَا وَلِلْفَخْرِ یَوْمًا عِنْدَ قَرْقَرَةِ الْبُزْلِ

"تو (عمرو کے بعد) اب کون ہے جس کے ذریعے حملہ آور سواروں کو نیزوں کے ساتھ روک دیا جائے اور کون ہے جو کسی دن اونٹوں کی طرح بلبلا کر فخریہ کلام کرنے والوں کے لیے باعث فخر ہو"۔

هُنَالِكَ لَوْ کَانَ ابْنُ عَبْدٍ لَزَارَهَا وَ فَرَّجَهَا حَقًّا فَتًی غَیْرُ مَا وَغِلِ

"وہاں اگر عمرو بن عبدود ہوتا تو وہ ان سواروں کا سامنا کرتا اور ایک سچے نسب والا نوجوان بن کر انہیں (میدانِ جنگ سے) حقیقۃً منتشر کر دیتا"۔

فَعَنْكَ عَلِیُّ لَا اَرٰی مِثْلَ مَوْقِفٍ وَقَفْتَ عَلٰی نَجْدِ الْمُقَدَّمِ کَالْفَحْلِ

"پس اے علی! دور ہو جا میں کوئی ایسا مقام نہیں دیکھتا جہاں تو ایک جوانمرد کی طرح آگے بڑھ کر حملہ کرنے والے بہادر کے سامنے ٹھہر سکے گا"۔

فَمَا ظَفِرَتْ کَفَّاكَ فَخْرًا بِمِثْلِهٖ اَمِنْتَ بِهٖ مَا عِشْتَ مِنْ زَلَّةِ النَّعْلِ

"تیرے ہاتھ اس جیسا قابل فخر آدمی بننے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ اس کا جوتا پھسل جانے کی وجہ سے تو زندگی بھر کے لیے اس سے مامون ہو گیا"۔

عمرو بن ہبیرہ کی مزید آہ و بکا

ہبیرہ بن ابی وہب نے یہ اشعار بھی کہے جن میں وہ عمرو بن عبدود پر آہ و بکا کرتا ہے اور

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس کو قتل کرنے کا ذکر کرتا ہے:

لَقَدْ عَلِمَتْ عُلْيَا لُؤَيِّ بْنِ غَالِبٍ لَفَارِسُهَا عَمْرٌو إِذَا نَابَ نَائِبُ

''یقیناً قبیلہ لوی بن غالب کے بلند مرتبہ لوگوں نے خوب جان لیا کہ جب کوئی مصیبت کی گھڑی آئے تو ان کا شہسوار عمرو ہی ہوا کرتا ہے''۔

لَفَارِسُهَا عَمْرٌو إِذَا مَا يَسُوْمُهُ عَلِيٌّ وَّ إِنَّ اللَّيْثَ لَابُدَّ طَالِبُ

''ان کا شہسوار اس وقت بھی عمرو ہی تھا جب (حضرت) علی (رضی اللہ عنہ) نے اسے دعوتِ مبارزت دی اور بے شک شیر کیلئے کسی نہ کسی مقابلہ کی دعوت دینے والے کا ہونا ضروری ہے''۔

عَشِيَّةَ يَدْعُوْهُ عَلِيٌّ وَّ إِنَّهُ لَفَارِسُهَا إِذْ خَامَ عَنْهُ الْكَتَائِبُ

''جس شام کو (حضرت) علی (رضی اللہ عنہ) اسے دعوت دے رہے تھے درآں حالیکہ سارا لشکر نہایت بزدلی سے واپس ہو گیا تو وہی ان کا شہسوار تھا''۔

فَيَا لَهْفَ نَفْسِيْ إِنَّ عَمْرًا تَرَكْتُهُ بِيَثْرِبَ، لَا زَالَتْ هُنَاكَ الْمَصَائِبُ

''ہائے افسوس مجھے اپنی جان پر کہ میں عمرو کو مدینہ چھوڑ کر چلا آیا جہاں اس کے لئے مصیبتوں پر مصیبتیں ٹوٹ رہی تھیں''۔

عمرو کے قتل پر حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے فخریہ اشعار

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار کہے جن میں آپ عمرو بن عبدود کے قتل پر فخر کا اظہار کرتے ہیں:

بَقِيَّتُكُمْ عَمْرٌو أَبَحْنَاهُ بِالْقَنَا بِيَثْرِبَ نَحْمِيْ وَالْحُمَاةُ قَلِيْلُ

''ایک عمرو ہی تمہارا شہسوار باقی رہ گیا تھا، اسے بھی ہم نے نیزوں کے ساتھ یثرب میں اس وقت مباح بنا دیا جب ہم اپنا تحفظ کر رہے تھے حالانکہ محافظ تھوڑے تھے''۔

وَ نَحْنُ قَتَلْنَاكُمْ بِكُلِّ مُهَنَّدٍ وَ نَحْنُ وُلَاةُ الْحَرْبِ حِيْنَ نَصُوْلُ

''اور ہم نے تمہیں ہر ہندی تلوار کے ساتھ قتل کیا اور ہم ہی اس وقت جنگ کرنے کے اہل ہوتے جب ہم حملہ کرتے''۔

وَ نَحْنُ قَتَلْنَاكُمْ بِبَدْرٍ فَأَصْبَحَتْ مَعَاشِرُكُمْ فِي الْهَالِكِيْنَ تَجُوْلُ

''اور ہم نے تمہیں میدانِ بدر میں قتل کیا تو تمہارے گروہ ہلاک ہونے والے لوگوں میں چکر لگانے لگے''۔

حضرت ابن ہشام نے کہا: بعض علمائے شعر انکار کرتے ہیں کہ یہ اشعار حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے ہیں۔

حضرت ابن اسحاق نے کہا: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے عمرو بن عبدود کے بارے میں یہ اشعار بھی کہے:

اَمْسَى الْفَتٰى عَمْرُو بْنُ عَبْدٍ يَبْتَغِىْ ۔۔۔ بِجَنُوْبِ يَثْرِبَ ثَارَهٗ لَمْ يُنْظَرِ

"نوجوان عمرو بن عبدود یثرب کے جنوب میں اپنا انتقام لینے آیا تھا لیکن اسے ذرا بھی مہلت نہ دی گئی (اور موت کے گھاٹ اتار دیا گیا)"۔

فَلَقَدْ وَجَدْتَ سُيُوْفَنَا مَشْهُوْرَةً ۔۔۔ وَ لَقَدْ وَجَدْتَ جِيَادَنَا لَمْ تُقْصَرِ

"یقیناً تو نے دیکھا کہ ہماری تلواریں لہرائی جا رہی تھیں اور تو نے دیکھا کہ ہمارے تیز رفتار گھوڑوں کو روکا نہ جا سکا"۔

وَ لَقَدْ لَقِيْتَ غَدَاةَ بَدْرٍ عُصْبَةً ۔۔۔ ضَرَبُوْكَ ضَرْبًا غَيْرَ ضَرْبِ الْحُسَّرِ

"اور یقیناً تم بدر کے موقع پر ایسے لشکر سے دوچار ہوئے جس نے تیرے ساتھ ایسی شمشیر زنی کی جو غیر زرہ پوشوں کی شمشیر زنی نہ تھی"۔

اَصْبَحْتَ لَا تُدْعٰى لِيَوْمِ عَظِيْمَةٍ ۔۔۔ يَا عَمْرُو اَوْ لِجَسِيْمِ اَمْرٍ مُنْكَرِ

"اے عمرو! اب تیری حالت یہ ہو گئی ہے کہ کسی عظیم جنگ کے دن یا کسی بڑے بھیانک موقع پر تجھے دعوت نہ دی جائے گی"۔

حضرت ابن ہشام نے کہا: بعض علمائے شعر انکار کرتے ہیں کہ یہ اشعار حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے ہیں۔

حضرت ابن اسحاق نے کہا: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار بھی کہے:

اَلَا اَبْلِغْ اَبَا هِدْمٍ رَسُوْلًا ۔۔۔ مُغَلْغَلَةً تَخُبُّ بِهَا الْمَطِيُّ

"اے وہ قاصد جس کے چلتے چلتے پاؤں گھس گئے ہیں میرا وہ پیغام پہنچا دو جس کو اونٹنیاں تیزی سے لے جاتی ہیں۔

اَكُنْتُ وَلِيَّكُمْ فِيْ كُلِّ كُرْهٍ ۔۔۔ وَ غَيْرِيْ فِي الرَّخَاءِ هُوَ الْوَلِيُّ

"کیا ایسی بات نہیں کہ میں ہر مصیبت کے موقع پر تمہارا دوست رہا حالانکہ میرے سوا دوسرے لوگ خوشگوار حالات میں دوست تھے"۔

وَ مِنْكُمْ شَاهِدٌ وَ لَقَدْ رَآنِيْ رُفِعْتُ لَهٗ كَمَا احْتُبِلَ الصَّبِيُّ

''اور تم میں وہ شاہد موجود ہے جس نے یہ منظر دیکھا کہ مجھے اس کے سامنے اسی طرح اٹھالیا گیا جس طرح بچے کو اٹھالیا جاتا ہے''۔

حضرت ابن ہشام نے کہا: روایت کیا جاتا ہے کہ یہ اشعار ربیعہ بن امیہ دیلمی کے ہیں اور ان کے آخر میں یہ شعر بھی روایت کیا جاتا ہے:

كَبَبْتَ الْخَزْرَجِيَّ عَلٰى يَدَيْهِ وَ كَانَ شِفَاءَ نَفْسِي الْخَزْرَجِيُّ

''تو نے اس خزرجی کو اس کے دونوں ہاتھوں کے بل اوندھا گرادیا اور وہ خزرجی میرے دل کی شفا بن گیا''۔

یہ بھی روایت کیا جاتا ہے کہ یہ اشعار ابواسامہ جشمی کے ہیں۔

غزوۂ بنی قریظہ کے متعلق اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے مرثیہ میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت ابن اسحاق نے کہا: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے غزوۂ بنی قریظہ کے بارے میں یہ اشعار کہے جن میں آپ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا مرثیہ کہتے ہیں اور بنی قریظہ کے متعلق آپ کے فیصلہ کا ذکر کرتے ہیں:

لَقَدْ سَجَمَتْ مِنْ دَمْعِ عَيْنِيْ عَبْرَةٌ وَ حُقَّ لِعَيْنِيْ اَنْ تَفِيْضَ عَلٰى سَعْدِ

''بے شک میری آنکھ کے آنسوؤں سے ایک بڑا آنسو بہہ نکلا ہے اور میری آنکھ کا حق ہے کہ وہ سعد پر آنسو بہائے

قَتِيْلٍ ثَوٰى فِيْ مَعْرَكٍ فُجِعَتْ بِهٖ عُيُوْنٌ ذَوَارِي الدَّمْعِ دَائِمَةُ الْوَجْدِ

اس شہید پر جو میدانِ جنگ میں پیوندِ خاک ہو گیا اور جس پر دائمی حزن و ملال والی اور آنسو بہانے والی آنکھیں دردمند ہو گئیں''۔

عَلٰى مِلَّةِ الرَّحْمٰنِ وَارِثَ جَنَّةٍ مَعَ الشُّهَدَاءِ وَفْدُهَا اَكْرَمُ الْوَفْدِ

''وہ خداوند رحمٰن کے دین پر شہید ہو کر ان شہداء کے ساتھ جنت کے وارث بن گئے جن کا گروہ سب سے مکرم گروہ ہے''۔

فَاِنْ تَكُ قَدْ وَدَّعْتَنَا وَ تَرَكْتَنَا وَ اَمْسَيْتَ فِيْ غَبْرَاءَ مُظْلِمَةِ اللَّحْدِ

''پس (اے سعد!) اگر تم ہم سے رخصت ہو گئے ہو اور ہمیں چھوڑ کر تاریک لحد والی قبر میں

آرام فرما ہو گئے ہو (تو کوئی حرج نہیں)۔

فَأَنْتَ الَّذِي يَا سَعْدُ أُبْتَ بِمَشْهَدٍ كَرِيمٍ وَ أَثْوَابِ الْمَكَارِمِ وَالْحَمْدِ

کیونکہ اے سعد! تم وہ شخص ہو کہ تعریف اور مکارم اخلاق کے لباس میں ملبوس ہو کر عزت والے مقام کی طرف لوٹ گئے ہو"۔

بِحُكْمِكَ فِي حَيَّيْ قُرَيْظَةَ بِالَّذِي قَضَى اللّٰهُ فِيهِمْ مَا قَضَيْتَ عَلَى عَمْدِ

"قریظہ کے دونوں قبیلوں کے بارے میں ایسا فیصلہ کر کے (اس مقام کی طرف لوٹ گئے ہو) کہ جو فیصلہ تم نے اپنی رائے سے کیا تھا وہی اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق فیصلہ فرمایا تھا"۔

فَوَافَقَ حُكْمَ اللّٰهِ حُكْمُكَ فِيهِمُ وَ لَمْ تَعْفُ إِذْ ذُكِّرْتَ مَا كَانَ مِنْ عَهْدِ

"پس ان کے بارے میں تمہارا فیصلہ اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کے بالکل موافق ہو گیا، اور تم نے معاف نہیں کیا جبکہ تمہیں عہد و پیمان بھی یاد کرایا گیا"۔

فَإِنْ كَانَ رَيْبُ الدَّهْرِ أَمْضَاكَ فِي الْأُلَى شَرَوْا هٰذِهِ الدُّنْيَا بِجَنَّاتِهَا الْخُلْدِ

"پھر اگر گردشِ زماں نے ان لوگوں کی وجہ سے تمہیں اس دنیا سے رخصت کر دیا ہے جنہوں نے دائمی جنتوں کے بجائے یہ دنیا خریدی

فَنِعْمَ مَصِيرُ الصَّادِقِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللّٰهِ يَوْمًا لِلْوَجَاهَةِ وَالْقَصْدِ

(تو کوئی حرج نہیں) کیونکہ سچے لوگوں کے لوٹنے کی جگہ بہت قابل تعریف ہو گی جب انہیں اعزاز و اکرام کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کی طرف بلایا جائے گا"۔

حضرت ابن معاذ رضی اللہ عنہ اور دیگر شہداء کے مرثیہ میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار بھی کہے جن میں آپ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اور رسول اللہ ﷺ کے دیگر شہید صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مرثیہ کہتے ہیں اور ان میں پائی جانے والی خوبیوں کا ذکر کرتے ہیں:

أَلَا يَا لَقَوْمِي هَلْ لِمَا حُمَّ دَافِعٌ وَ هَلْ مَا مَضَى مِنْ صَالِحِ الْعَيْشِ رَاجِعٌ

"اے میری قوم! بتاؤ جو کچھ مقدر میں لکھا جا چکا ہے کیا اسے کوئی دور کر سکتا ہے اور عیش و عشرت کی جو زندگی گزر چکی ہے کیا وہ واپس آ سکتی ہے؟"

تَذَكَّرْتُ عَصْرًا قَدْ مَضَى فَتَهَافَتَتْ بَنَاتُ الْحَشَى وَانْهَلَّ مِنْهَا الْمَدَامِعُ

"مجھے زمانہ ماضی کی یاد آئی تو میرے قلب وجگر پھٹ گئے اور ان سے آنسو بہہ نکلے"۔

صَبَابَةٌ وَجْدٍ ذَكَّرَتْنِى اَحِبَّةً وَ قَتْلَى مَضَى فِيْهَا طُفَيْلٌ وَّ رَافِعٌ

"حزن وملال اور رقت قلب نے مجھے ان دوستوں اور مقتولوں کی یاد دلا دی جن میں طفیل اور رافع تھے جو گزر گئے"۔

وَ سَعْدٌ فَاَضْحَوْا فِى الْجِنَانِ وَ اَوْحَشَتْ مَنَازِلُهُمْ فَالْاَرْضُ مِنْهُمْ بَلَاقِعٌ

"اور سعد (بھی ان میں تھے جو گزر گئے) اور جنتوں میں چلے گئے۔ ان کی منازل نے مجھے وحشت زدہ کر دیا ہے اور زمین ان سے ویران ہو گئی ہے"۔

وَفَوْا يَوْمَ بَدْرٍ لِلرَّسُوْلِ وَ فَوْقَهُمْ ظِلَالُ الْمَنَايَا وَالسُّيُوْفُ اللَّوَامِعُ

"ان لوگوں نے بدر کے روز رسول کریم ﷺ کے ساتھ وفا کی درآں حالیکہ ان کے اوپر موتوں کے سائے اور چمکدار تلواریں منڈلا رہی تھیں"۔

دَعَا فَاَجَابُوْهُ بِحَقٍّ وَ كُلُّهُمْ مُطِيْعٌ لَهٗ فِىْ كُلِّ اَمْرٍ وَّ سَامِعٌ

"حضور ﷺ نے انہیں بلایا تو انہوں نے حق کے ساتھ لبیک کہی اور وہ سب کے سب ہر حکم میں حضور ﷺ کے فرمانبردار اور سامع تھے"۔

فَمَا نَكَلُوْا حَتّٰى تَوَالَوْا جَمَاعَةً وَ لَا يَقْطَعُ الْاٰجَالُ اِلَّا الْمَصَارِعُ

"انہوں نے بھاگنے کے بجائے ایک جماعت کی صورت میں پے در پے حملے کیے اور ان کی زندگیاں قتل گاہوں کے سوا کہیں اور ختم نہیں ہوتیں"۔

لِاَنَّهُمْ يَرْجُوْنَ مِنْهُ شَفَاعَةً اِذَا لَمْ يَكُنْ اِلَّا النَّبِيُّوْنَ شَافِعٌ

"کیونکہ وہ لوگ حضور ﷺ کی شفاعت کی اس وقت امید رکھتے ہیں جب نبیوں کے سوا کوئی اور شافع نہ ہو گا"۔

فَذٰلِكَ يَا خَيْرَ الْعِبَادِ بَلَاؤُنَا اِجَابَتُنَا لِلّٰهِ وَالْمَوْتُ نَاقِعٌ

"پس اے خیر البشر! یہ ہماری آزمائش ہے اور ہم اللہ کے ہر حکم پر راضی اور حاضر ہیں جبکہ موت حق ہے"۔

لَنَا الْقَدَمُ الْاُوْلٰى اِلَيْكَ وَ خَلْفُنَا لِاَوَّلِنَا فِىْ مِلَّةِ اللّٰهِ تَابِعٌ

"آپ کی طرف ہمارا ہی پہلا قدم اٹھا اور ہماری آنے والی نسلیں بھی اللہ کے دین کے معاملے میں ہمارے پہلے لوگوں کا اتباع کریں گی"۔

وَ نَعْلَمُ اَنَّ الْمُلْكَ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَ اَنَّ قَضَاءَ اللّٰهِ لَابُدَّ وَاقِعُ

''اور ہم یقین رکھتے ہیں کہ ساری کی ساری بادشاہی اللہ وحدہ لاشریک کے لئے ہے اور اللہ تعالیٰ کی قضاء واقع ہو کر رہتی ہے''۔

غزوۂ بنی قریظہ کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے مزید اشعار

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے غزوۂ بنی قریظہ کے بارے میں یہ اشعار بھی کہے:

لَقَدْ لَقِيَتْ قُرَيْظَةُ مَا سَآهَا وَ مَا وَجَدَتْ لِذُلٍّ مِّنْ نَّصِيْرِ

''بنی قریظہ نے ایسی جنگ کا سامنا کیا جس نے ان کا برا حال کر دیا اور ذلت ورسوائی کے باعث انہیں ایک بھی حامی نہ مل سکا''۔

اَصَابَهُمْ بَلَاءٌ كَانَ فِيْهِ سِوٰى مَا قَدْ اَصَابَ بَنِي النَّضِيْرِ

''وہ ایسی آزمائش سے دوچار ہوئے جس کی نوعیت اس آزمائش سے مختلف تھی جس سے بنی نضیر دوچار ہوئے تھے''۔

غَدَاةَ اَتَاهُمْ يَهْوِيْ اِلَيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ كَالْقَمَرِ الْمُنِيْرِ

''یہ اس روز ہوا جب عالم کو منور کرنے والے چاند کی طرح (روشن رو) رسول اللہ ﷺ ان کی طرف بڑھے چلے آ رہے تھے''۔

لَهٗ خَيْلٌ مُّجَنَّبَةٌ تَعَادٰى بِفُرْسَانٍ عَلَيْهَا كَالصُّقُوْرِ

''آپ کے ساتھ پہلو بہ پہلو چلائے جانے والے وہ گھوڑے بھی تھے جو شکروں جیسے سواروں کو اپنے اوپر بٹھائے بڑی تیزی سے دوڑے جا رہے تھے''۔

تَرَكْنَاهُمْ وَ مَا ظَفِرُوْا بِشَيْءٍ دِمَاؤُهُمْ عَلَيْهِمْ كَالْغَدِيْرِ

''ہم نے انہیں اس حالت میں چھوڑا کہ کسی چیز میں بھی کامیاب نہ ہو سکے، ان کے خون ان پر تالاب کی طرح بہہ رہے تھے''۔

فَهُمْ صَرْعٰى تَحُوْمُ الطَّيْرُ فِيْهِمْ كَذَاكَ يُدَانُ ذُو الْعَنَدِ الْفَجُوْرِ

''وہ بچھاڑے پڑے تھے جن پر پرندے منڈلا رہے تھے، سرکشی اور فاسق وفاجر لوگوں کے ساتھ اسی طرح برتاؤ کیا جاتا ہے''۔

فَاَنْذِرْ مِثْلَهَا نُصْحًا قُرَيْشًا مِّنَ الرَّحْمٰنِ اِنْ قَبِلَتْ نَذِيْرِيْ

''پس خداوند رحمٰن کی طرف سے خیر خواہی کے طور پر بنی قریظہ کی اس مثال سے قریش کو ڈراؤ

اگر وہ میرے اندازکو قبول کریں''۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بنی قریظہ کے بارے میں یہ اشعار بھی کہے:

لَقَدْ لَقِيَتْ قُرَيْظَةُ مَا سَاءَهَا وَ حَلَّ بِحِصْنِهَا ذُلٌّ ذَلِيلُ

''بے شک بنی قریظہ نے ایسی جنگ کا سامنا کیا جس نے ان کا برا حال کر دیا اور ان کے قلعے میں انتہائی بری ذلت داخل ہوگئی''۔

وَ سَعْدٌ كَانَ اَنْذَرَهُمْ بِنُصْحٍ بِاَنَّ اِلٰهَكُمْ رَبٌّ جَلِيْلُ

''اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے انہیں خیرخواہی کے طور پر اس بات سے ڈرایا تھا کہ تمہارا خدا رب جلیل ہے''۔

فَمَا بَرِحُوْا بِنَقْضِ الْعَهْدِ حَتّٰى فَلَاهُمْ فِيْ بِلَادِهِمُ الرَّسُوْلُ

''لیکن وہ عہد شکنی کرتے رہے یہاں تک کہ ان کے مقاموں میں ہی رسول اللہ ﷺ نے انہیں تلواروں سے اڑا دیا''۔

اَحَاطَ بِحِصْنِهِمْ مِنَّا صُفُوْفٌ لَهٗ مِنْ حَرِّ وَقْعَتِهِمْ صَلِيْلُ

''ہماری صفوں نے ان کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا جن کی شدید افتاد کے باعث اس قلعے میں ہنگامہ برپا ہو گیا''۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے غزوۂ بنی قریظہ کے متعلق یہ اشعار بھی کہے:

تَفَاقَدَ مَعْشَرٌ نَصَرُوْا قُرَيْشًا وَ لَيْسَ لَهُمْ بِبَلْدَتِهِمْ نَصِيْرُ

''وہ گروہ بکھر کر رہ جائے اور ایک دوسرے کو گم کر بیٹھے جنہوں نے قریش کی مدد کی حالانکہ اپنے شہر میں ان کا کوئی مددگار نہ تھا''۔

هُمْ اُوْتُوا الْكِتَابَ فَضَيَّعُوْهُ وَ هُمْ عُمْیٌ مِّنَ التَّوْرَاةِ بُوْرُ

''انہیں کتاب دی گئی مگر انہوں نے اسے ضائع کر دیا اور وہ تورات سے اندھے ہو کر ہلاک ہو گئے''۔

كَفَرْتُمْ بِالْقُرْآنِ وَ قَدْ اُتِيْتُمْ بِتَصْدِيْقِ الَّذِیْ قَالَ النَّذِيْرُ

''تم نے قرآنِ کریم کا انکار کیا حالانکہ تمہارے پاس اس کی تصدیق آ چکی تھی جو کچھ رسولِ نذیر نے فرمایا''۔

فَهَانَ عَلٰى سَرَاةِ بَنِیْ لُؤَیٍّ حَرِيْقٌ بِالْبُوَيْرَةِ مُسْتَطِيْرُ

''اس کے نتیجہ میں بویرہ کے مقام پر بنی لوی کے سرداروں پر ایک پھیلی ہوئی آگ بڑی آسانی سے چھا گئی''۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے جواب میں ابوسفیان کے اشعار

پھر ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب نے آپ کے ان اشعار کا یوں جواب دیا:

اَدَامَ اللّٰهُ ذٰلِكَ مِنْ صَنِيْعٍ وَ حَرَّقَ فِيْ طَرَائِقِهَا السَّعِيْرُ

''اللہ تعالیٰ اپنے اس کام کو ہمیشہ قائم و دائم رکھے اور اس کے اطراف ونواحی میں بھڑکتی ہوئی آگ برابر چلتی رہے''۔

سَتَعْلَمُ اَيُّنَا مِنْهَا بِنُزْهٍ وَ تَعْلَمُ اَيَّ اَرْضِيْنَا تَضِيْرُ

''عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ ہم میں سے کون اس مقام سے دور ہے اور یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ ہم میں سے کس کی زمین برباد ہوگی''۔

فَلَوْ كَانَ النَّخِيْلُ بِهَا رِكَابًا لَقَالُوْا لَا مُقَامَ لَكُمْ فَسِيْرُوْا

''اگر اس جگہ یہ کھجور کے درخت اونٹنیاں ہوتے تو کہتے یہ جگہ تمہارے ٹھہرنے کی نہیں اس لئے یہاں سے چل پڑو''۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے جواب میں ابن جوال کے اشعار

جبل بن جوال ثعلبی نے بھی آپ کے ان اشعار کا جواب دیا اور بنی نضیر اور بنی قریظہ کا مرثیہ کہتے ہوئے اس نے یہ اشعار کہے:

اَلَا يَا سَعْدُ سَعْدَ بَنِيْ مُعَاذٍ لِمَا لَقِيَتْ قُرَيْظَةُ وَالنَّضِيْرُ

''اے سعد! اے معاذ کے بیٹے سعد! ذرا بتاؤ بنی قریظہ اور بنی نضیر کو کن مصائب کا سامنا کرنا پڑا''۔

لَعَمْرُكَ اِنَّ سَعْدَ بَنِيْ مُعَاذٍ غَدَاةَ تَحَمَّلُوْا لَهُوَ الصَّبُوْرُ

''تیری جان کی قسم! بے شک حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو جس وقت (بنی قریظہ کے فیصلہ کے لئے) لوگ اٹھا کر لے گئے تو آپ حق پر ڈٹ گئے''۔

فَاَمَّا الْخَزْرَجِيُّ اَبُوْ حُبَابٍ فَقَالَ لِقَيْنُقَاعَ لَا تَسِيْرُوْا

''جہاں تک ابوحباب خزرجی کا تعلق ہے تو اس نے قبیلہ قینقاع سے کہا کہ مت جاؤ''۔

وَ بُدِّلَتِ الْمَوَالِيْ مِنْ حُضَيْرٍ اُسَيْدًا وَالدَّوَائِرُ قَدْ تَدُوْرُ

''لیکن قبیلہ حضیر کے بجائے قبیلہ اسید کو حلفاء بنالیا گیا اور زمانے میں اس طرح کے انقلاب آتے رہتے ہیں''۔

وَ اَقْفَرَتِ الْبُوَيْرَةُ مِنْ سَلَامٍ وَ سَعْيَةَ وَابْنِ اَخْطَبَ فَهِيَ بُوْرُ

''اور مقام بویرہ سلام، سعیہ اور ابن اخطب سے ویران ہو کر تباہ و برباد ہو گیا''۔

وَ قَدْ كَانُوْا بِبَلْدَتِهِمْ ثِقَالًا كَمَا ثَقُلَتْ بِمَيْطَانَ الصُّخُوْرُ

''حالانکہ یہ سب اپنے شہر میں اس طرح گراں بار تھے جس طرح میطان پہاڑ پر پتھر کی چٹانیں گرانبار ہیں''۔

فَاِنْ يَهْلِكْ اَبُوْ حَكَمٍ سَلَامٌ فَلَا رَثُّ السِّلَاحِ وَ لَا دَثُوْرُ

''پس اگر ابوحکم سلام ہلاک ہو جائے تو اس کے ہتھیار تو پرانے اور زنگ آلود نہیں ہو گئے''۔

وَ كُلُّ الْكَاهِنَيْنِ وَ كَانَ فِيْهِمْ مَعَ اللِّيْنِ الْخَضَارِمَةُ الصُّقُوْرُ

''اور کاہنین کے دونوں قبیلوں میں، جن میں بڑے بڑے نرم خو، سخی شرفاء اور شکروں کی مانند انتہائی طاقتور لوگ موجود تھے''۔

وَجَدْنَا الْمَجْدَ قَدْ ثَبَتُوْا عَلَيْهِ بِمَجْدٍ لَا تُغَيِّبُهُ الْبُدُوْرُ

''ہم نے ایسا مجد و شرف دیکھا جس پر وہ اس قدر پختہ ہو گئے کہ مرورِ ایام بھی اسے مٹا نہیں سکتا''۔

اَقِيْمُوْا يَا سَرَاةَ الْاَوْسِ فِيْهَا كَاَنَّكُمْ مِنَ الْمَخْزَاةِ عُوْرُ

''اے سردارانِ اوس! جاؤ تم وہاں جا کر رہو، یوں لگتا ہے تم ذلت و شرمندگی کے احساس سے کانے ہو چکے ہو (یعنی تم میں ذلت کا احساس مٹ چکا ہے)''۔

تَرَكْتُمْ قِدْرَكُمْ لَا شَيْءَ فِيْهَا وَ قِدْرُ الْقَوْمِ حَامِيَةٌ تَفُوْرُ

''تم نے اپنی ہنڈیا کو چھوڑ دیا، اب اس میں کچھ نہیں جبکہ ہماری قوم کی ہنڈیا گرم ہے اور ابل رہی ہے (یعنی تم بخیل ہو جبکہ ہم سخی اور مہمان نواز ہیں)''۔

سلام بن ابی الحقیق کا قتل

ابن ابی الحقیق کے قتل کے متعلق قبیلہ خزرج کی درخواست

حضرت ابن اسحاق نے کہا: ابو رافع سلام بن ابی الحقیق ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے خلاف عرب کے مختلف قبائل کو اکٹھا کیا تھا۔ غزوۂ احد سے قبل کعب بن اشرف (یہودی) کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس کی دشمنی اور آپ کے خلاف اس کی ہذیان سرائی کے باعث قبیلہ اوس نے قتل کر دیا تھا۔ جب غزوۂ خندق کا معاملہ اپنے انجام کو پہنچا اور بنی قریظہ کا قصہ بھی تمام ہو گیا تو قبیلہ خزرج کے لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے اذن طلب کیا کہ وہ سلام بن ابی الحقیق کو کیفر کردار تک پہنچا دیں۔ اس کی رہائش خیبر میں تھی، حضور ﷺ نے انہیں اجازت دے دی۔

عمل خیر میں اوس وخزرج کا جذبہ مسابقت

حضرت ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حضرت محمد بن مسلم بن شہاب زہری نے بیان کیا، انہوں نے حضرت عبد بن کعب بن مالک سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کے لئے جو اسباب مہیا کیے تھے ان میں سے ایک بات یہ تھی کہ انصار کے یہ دونوں قبیلے اوس وخزرج رسول اللہ ﷺ کی معیت میں ایک دوسرے سے اس طرح بازی لے جانے میں کوشاں رہتے تھے جس طرح دو جوانمرد ایک دوسرے سے بازی لے جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ جب بھی رسول اللہ ﷺ سے متعلق منفعت کا کوئی کام قبیلہ اوس کے لوگ سر انجام دیتے تو قبیلہ خزرج کے لوگ کہتے: ''بخدا! اسلام اور رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں تم اس کام کے ساتھ ہم پر فضیلت اور سبقت نہیں لے جا سکتے''۔ پھر انہیں اس وقت تک چین نہ آتا جب تک وہ اسی قسم کا کارنامہ سر انجام نہ دے لیتے اور جب قبیلہ خزرج کے لوگ کوئی کارنامہ سر انجام دیتے تو قبیلہ اوس کے لوگ یہی کہتے۔

ابن ابی الحقیق کا قتل

اس واقعہ میں حضرت ابن اسحاق نے ان پانچ آدمیوں کا ذکر کیا ہے جنہوں نے اسے قتل کیا اور ان

جب کعب بن اشرف کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس کی دشمنی کے باعث قبیلہ اوس کے لوگوں نے موت کے گھاٹ اتار دیا تو قبیلہ خزرج کے لوگوں نے کہا بخدا تم اس کے ساتھ ہم پر کبھی فضیلت اور سبقت نہیں لے سکتے۔ چنانچہ ان کے درمیان بات چلی کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دشمنی رکھنے میں ابن اشرف جیسا کون آدمی ہے؟ لوگوں نے ابن ابی الحقیق کا ذکر کیا۔ اس کی رہائش خیبر میں تھی۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کے قتل کی اجازت طلب کی۔ حضور ﷺ نے انہیں اجازت دے دی۔

ابن ابی الحقیق کے قتل کی مہم پر روانہ ہونے والے افراد کا واقعہ

چنانچہ قبیلہ خزرج کی شاخ بنی سلمہ کے پانچ آدمی یعنی حضرات عبداللہ بن عتیک، مسعود بن سنان، عبداللہ بن انیس، ابوقتادہ حارث بن ربعی اور بنی اسلم سے ان کے حلیف خزاعی بن اسود رضی اللہ عنہم اس مہم پر روانہ ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر مقرر فرمایا۔ آپ ﷺ نے انہیں منع فرمایا کہ کسی بچے یا عورت کو قتل کریں۔ یہ لوگ اپنا سفر طے کر کے جب خیبر پہنچے تو رات کے وقت ابن ابی الحقیق کے گھر آئے اور گھر میں کوئی ایسا کمرہ نہ چھوڑا جس کے اندر موجود لوگوں کو اندر بند کر کے دروازہ بند نہ کر دیا ہو۔ ابن ابی الحقیق اپنے ایک بالا خانے میں موجود تھا جس کی طرف چڑھنے کے لئے کھجور کے تنے کی ایک سیڑھی لگی تھی۔ یہ لوگ اس سیڑھی کے ذریعے اس کے دروازے پر جا کھڑے ہوئے اور اندر جانے کی اجازت طلب کی۔ اس کی بیوی باہر آئی، پوچھا تم کون ہو؟ انہوں نے جواب دیا: ”ہم چند عربی آدمی ہیں، بچے کھچے کھانے کی طلب ہے۔ بیوی نے کہا: صاحب خانہ اندر ہیں، اندر ہی اس کے پاس چلے جاؤ“۔ فرماتے ہیں: جب ہم اس کے پاس اندر داخل ہوئے تو ہم نے کمرے کا دروازہ بند کر لیا کہ کہیں اس کے پاس اس کی بیوی کی آمد و رفت جاری نہ ہو اور وہ ہمارے کام میں حائل نہ ہو جائے۔ دروازہ بند کرنا تھا کہ اس کی بیوی چلانے لگی۔ ابن ابی الحقیق اپنے بستر پر لیٹا تھا۔ ہم نے جلدی سے اپنی تلواریں تھامیں اور اس کے قریب پہنچ گئے۔ بخدا رات کی تاریکی میں کوئی چیز اس کی نشاندہی نہیں کر رہی تھی سوائے اس کے کہ اس کی سفیدی (نظر آ رہی تھی)۔ یوں لگتا تھا گویا کوئی سفید مصری کپڑا پڑا ہوا ہو۔ اس کی بیوی نے جب شور مچانا شروع کر دیا تو ہم

کے نام بھی بیان کیے ہیں۔ ابن عقبہ نے ان میں حضرت اسعد بن حرام کا بھی ذکر کیا ہے لیکن ابن عقبہ کے علاوہ کوئی ایسا شخص معروف نہیں جس نے حضرت اسعد کا بھی ذکر کیا ہو۔

میں سے ایک آدمی اس پر اپنی تلوار اٹھانے لگتا پھر اسے رسول اللہ ﷺ کی ممانعت کا خیال آتا تو اپنا ہاتھ روک لیتا۔ اگر یہ ممانعت نہ ہوتی تو ہم رات کو اس کی بیوی سے بھی فارغ ہو جاتے۔ فرماتے ہیں: پھر جب ہم نے اپنی تلواروں کے ساتھ ابن ابی الحُقیق پر وار کیے تو حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ نے اس کے پیٹ میں اپنی تلوار گھونپ دی حتیٰ کہ وہ آر پار ہو گئی۔ تلوار لگتے ہی وہ چیخا قَطْنِیْ قَطْنِیْ یعنی یہ میرے لئے کافی ہے کافی ہے۔ اور ہم لوگ باہر آ گئے۔ حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کی نظر کچھ کمزور تھی، وہ سیڑھی سے گر گئے اور ہاتھ میں سخت موچ آ گئی۔ بروایت ابن ہشام یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان کے پاؤں میں موچ آئی تھی۔ ہم نے انہیں اٹھایا اور چشموں سے ان کے قلعے کے اندر پانی آنے کے راستے پر لے آئے اور اس میں داخل ہو گئے۔ ان لوگوں نے آگ جلا کر روشنی کی اور ہمیں تلاش کرنے کے لئے ہر چہرے کو خوب غور سے دیکھنے لگے۔ حتیٰ کہ جب وہ مایوس ہو گئے تو اپنے ساتھی (ابن ابی الحُقیق) کے پاس واپس چلے گئے اور اسے گھیرے میں لے لیا۔ وہ ان کے درمیان دم توڑ رہا تھا۔ ہم نے سوچا کہ ہمیں

قَطْنِیْ، قَدْ اور نون وقایہ

حضرت ابن اسحاق نے اس واقعہ میں یہ الفاظ ذکر کیے: قَطْنِیْ قَطْنِیْ۔ انہوں نے کہا اس کا معنی ہے میرے لئے کافی ہے، کافی ہے۔

حضرت مؤلف نے کہا: یہ کلمہ اصل میں اَلْقَطُّ سے مشتق ہے جس کا معنی کاٹنا ہے۔ پھر اس میں تخفیف کر کے اسے حرف (قط) کے قائم مقام رکھ دیا گیا۔ اسی طرح قَدْ بمعنی قَطْ بھی اَلْقَدُّ سے مشتق ہے جس کا معنی ہے لمبائی کے رخ کاٹنا۔ اور طاء کے ساتھ اَلْقَطُّ کا معنی ہے چوڑائی کے رخ کاٹنا۔ کہا جاتا ہے: اِنَّ عَلِیًّا رَحِمَهُ اللّٰهُ کَانَ اِذَا اسْتَعْلَی الْفَارِسَ قَدَّهٗ وَ اِذَا اسْتَعْرَضَهٗ قَطَّهٗ کہ ''حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جب کسی گھڑسوار کے اوپر غالب آتے تو اسے لمبائی کے رخ کاٹ دیتے اور جب عرض کی طرف سے اس کے قریب آتے تو اسے چوڑائی کے رخ کاٹ دیتے''۔

اور جب کوئی چیز کفایت کرنے والی ہو جس کی موجودگی میں کسی اور چیز کی حاجت نہ ہو بلکہ وہ مزید طلب نہ کرنے کا تقاضا کرتی ہو تو اہل عرب اس معنی کا شعور دلانے کے لئے قَدْ اور قَطْ بولتے ہیں۔ پھر جب وہ اس کے ساتھ ہی ذات کا ذکر کرنا چاہتے ہیں تو کہتے ہیں قَدِیْ اور قَطِیْ جیسا کہ وہ حَسْبِیْ کہتے ہیں اور اگر چاہیں تو نون ملا کر قَدْنِیْ بھی کہہ دیتے تھے اور یہ نون آخری حرف کے سکون کی خاطر لایا جاتا ہے کیونکہ وہ یاء کی وجہ سے آخری حرف کو حرکت دینا ناپسند کرتے ہیں۔ جس طرح وہ فعل کے

کیسے معلوم ہو کہ یہ دشمن خدا ہلاک ہو چکا ہے؟ اس پر ہم میں سے ایک آدمی نے کہا میں جاتا ہوں اور معلوم کر کے تمہیں بتاتا ہوں۔ وہ گیا اور لوگوں میں گھس گیا (واپس آ کر) اس نے بیان کیا: میں نے دیکھا کہ اس کی بیوی اور چند یہودی اس کے گرد جمع ہیں۔ بیوی ہاتھ میں چراغ لیے اپنے شوہر کا منہ دیکھ رہی تھی اور لوگوں کو سارا قصہ سنا رہی تھی۔ وہ کہہ رہی تھی: سنو بخدا! "میں نے ابن عتیک کی آواز سنی پھر میں نے اپنے آپ کو جھٹلایا اور کہا اس شہر میں ابن عتیک کہاں آ سکتا ہے؟" پھر وہ اس کی طرف متوجہ ہو کر اس کا چہرہ دیکھنے لگی۔ پھر اس نے کہا: فَاظَ وَاِلٰہِ یَھُوْدَ "خدائے یہود کی قسم! وہ تو چل بسا"۔ میں نے اس سے زیادہ دل پسند فقرہ کبھی نہ سنا۔ فرماتے ہیں: پھر جونہی اس کی موت کا ہمیں علم ہوا تو ہم نے اپنے ساتھی کو اٹھایا اور رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے اور حضور ﷺ کو اس دشمن خدا کے قتل کی خبر سنائی۔ حضور ﷺ کی بارگاہ میں اس کے قتل کے بارے میں ہمارے درمیان اختلاف ہو گیا۔ ہم میں سے ہر ایک اس کے قتل

آخری تحریک کو ناپسند کرتے ہیں اور یوں کہتے ہیں ضَرَبَنِیْ۔ اسی طرح وہ لَیْتَ کے آخری تحریک کو ناپسند کرتے ہیں اور یوں کہتے ہیں لَیْتَنِیْ۔ کبھی کبھی لَیْتِیْ بھی کہہ دیتے ہیں لیکن یہ بہت قلیل ہے اور وہ کہتے ہیں لَعَلَّنِیْ اور لَعَلِّیْ اور کہتے ہیں مِنْ لَّدُنِّیْ۔ پس انہوں نے ظرف کے باعث مجرور ہونے والی یاء پر نون کو داخل کر دیا۔ اسی طرح مِنْ اور عَنْ کے باعث مجرور ہونے والی یاء پر نون کو داخل کر دیا۔ انہوں نے ان کلمات کے آخر میں ایسا اس لئے کیا تا کہ کسرہ سے بچا جا سکے اور اس مقصد کے لئے نون کو خاص کیا کیونکہ جب یہ نون اسم کے آخر میں بطور تنوین ہو تو یہ امتناعِ اضافت پر دلالت کرتا ہے۔ اسی طرح مذکورہ مقامات میں یہ نون امتناعِ کسرہ کا شعور دلاتا ہے اور فعل اور حروف میں یہ امتناعِ اضافت کا بھی شعور دلاتا ہے کیونکہ حرف مضاف نہیں ہوتا اسی طرح فعل بھی مضاف نہیں ہوتا۔ اس کے ساتھ ساتھ فَعَلْنَا میں نون علاماتِ اضمار میں سے ہے اور فَعَلَنَا میں ضمیر مفعول ہے۔ جہاں تک قَدْ اور قَطْ کا تعلق ہے تو یہ دونوں اسم ہیں، اسی طرح لَدُنْ بھی اسم ہے لیکن ان کے اواخر کو حرکت دینا ممنوع ہے کیونکہ ان کی حروف کے ساتھ مشابہت ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ اگر ایسی بات ہے تو پھر قَطْنِیْ کے آخر میں نِیْ کا کیا محل ہے ہم کہیں گے؟ یہ اضافت کے باعث محل جر میں ہے جس طرح لَدُنِّیْ میں ہے۔ اگر آپ یہ کہیں کہ ضَرَبَنِیْ اور لَیْتَنِیْ میں یہ نون ضمیر مفعول اور ضمیر منصوب کیسے ہو سکتا ہے جبکہ آپ کا دعویٰ یہ ہے کہ یہ نون محل جر میں ہے۔ ہم کہیں گے کہ فی الحقیقت ضمیر منصوب اور ضمیر مجرور صرف یاء ہے جس طرح کاف اور ہاء ضمیر ہوتی ہے جیسا کہ مِنِّیْ اور عَنِّیْ میں صرف یاء ضمیر مجرور ہے اور اس

کا دعویٰ کرنے لگا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اپنی تلواریں میرے پاس لاؤ"۔ ہم نے اپنی تلواریں پیش کیں، حضور ﷺ نے انہیں غور سے دیکھا اور حضرت عبداللہ بن انیس کی تلوار کے متعلق فرمایا کہ "اس تلوار نے اسے قتل کیا، میں اس میں کھانے کا اثر دیکھ رہا ہوں"۔

ابن اشرف اور ابن ابی الحقیق کے قتل کے متعلق

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت ابن اسحاق نے کہا اس سلسلے میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کعب بن اشرف اور سلام بن ابی الحقیق کے قتل کا ذکر کرتے ہوئے یہ اشعار کہے:

لِلّٰهِ دَرُّ عِصَابَةٍ لَاقَيْتَهُمْ يَا ابْنَ الْحُقَيْقِ وَ اَنْتَ يَا ابْنَ الْاَشْرَفِ

اس جماعت کا کیا کہنا جس سے اے ابن ابی الحقیق تم دو چار ہوئے اور اے ابن اشرف تم بھی۔

يَسْرُوْنَ بِالْبِيْضِ الْخِفَافِ اِلَيْكُمْ مَرَحًا كَاُسْدٍ فِيْ عَرِيْنٍ مُغْرِفِ

جبکہ وہ لوگ ہلکی پھلکی تلواریں لے کر تمہاری طرف اس طرح اکڑتے ہوئے چلے جس طرح جھاڑیوں والے کچھار میں شیر چلتا ہے۔

میں نون بھی ہے اور لَیْتِیْ اور لَعَلِّیْ میں بھی یاء ہی ضمیر منصوب ہے اور اس میں نون نہیں ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ جب آپ یہ کہتے ہیں قَطِیْ اور قَدِیْ تو ان میں اسم (قد اور قط) کا محل کیا ہے؟ ہم کہیں گے ان دونوں کا اعراب بھی حَسْبِیْ کے اعراب کی طرح ہے کہ یہ مبتدا ہے اور اس کی خبر محذوف ہے اور اس کی خبر کا محذوف ہونا اس لئے لازم ہے کہ اس میں امر کا معنی پایا جاتا ہے۔ اسی باب سے جہنم (اس سے اللہ تعالیٰ بچائے) کا یہ قول ہے قَطِیْ وَ عِزَّتِكَ قَطِیْ مجھے کافی ہے تیری عزت کی قسم! کافی ہے۔ اور قَطْنِیْ بھی مروی ہے۔ یہ وہ اپنے اس قول کے بعد کہے گی: هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ "کیا کچھ اور بھی ہے"۔ پھر جب اس میں قدم(1) رکھا جائے گا اور وہ کھچا کھچ بھر جائے گی تو کہے گی قَطْنِیْ بس بس مجھ کو کافی ہے۔ ایک شاعر نے ان دونوں لغتوں کو ایک شعر میں جمع کیا ہے، اس نے کہا:

قَدْنِیْ مِنْ نَصْرِ الْخُبَيْبَيْنِ قَدِیْ

"مجھے دو دوستوں کی مدد کافی ہے، کافی ہے"۔

1۔ یعنی اس اللہ رب العزت سبحانہ وتعالیٰ عزوجل کا قدم جو اس شان والا ہے: لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴿ (شوریٰ) "نہیں ہے اس کی مانند کوئی چیز اور وہی سب کچھ سننے والا اور دیکھنے والا ہے"۔

حَتّٰی اَتَوْکُمْ فِیْ مَحَلِّ بِلَادِکُمْ فَسَقَوْکُمْ حَتْفًا بِبِیْضٍ ذُفَّفِ

''یہاں تک کہ وہ تمہارے شہر میں تمہاری قیام گاہ میں تمہارے پاس پہنچے اور تیز چمکدار تلواروں سے تمہیں موت کا جام پلا دیا''۔

مُسْتَبْصِرِیْنَ لِنَصْرِ دِیْنِ نَبِیِّهِمْ مُسْتَصْغِرِیْنَ لِکُلِّ اَمْرٍ مُّجْحِفِ

''درآں حالیکہ ان کے پیش نظر اپنے نبی کے دین کی نصرت تھی اور وہ ہر ہلاک کر دینے والی مصیبت کو حقیر سمجھ رہے تھے''۔

حضرت ابن ہشام نے کہا: آپ کا یہ قول ''ذُفَّفِ'' غیر ابن اسحاق سے مروی ہے۔

یہ ساری بحث اس قَطُّ کے متعلق ہے جو حَسْبِیْ کے معنی میں ہے۔ جہاں تک قَطُّ کا تعلق ہے جو مبنی بر ضمہ ہے تو وہ زمانہ ماضی کی ظرف ہے۔ اسے تخفیف اور تشدید دونوں طریقوں سے بولا جاتا ہے۔ یہ بھی اسی اَلْقَطُّ سے مشتق ہے جو کاٹنے کے معنی میں ہے۔ اس کے مقابلہ میں زمانہ مستقبل کی ظرف عَوْضُ ہے۔ کہا جاتا ہے مَا فَعَلْتُهٗ قَطُّ میں نے کبھی یہ کام نہ کیا اور لَا اَفْعَلُهٗ عَوْضُ میں ایسا کبھی نہیں کروں گا''۔ یہ دونوں قَبْلُ اور بَعْدُ کی مثل ہیں۔

حضرات عمرو بن العاص اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہما کا قبولِ اسلام

حضرت عمرو نجاشی کے دربار میں

حضرت ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حضرت یزید بن ابی حبیب نے بیان کیا، انہوں نے حضرت راشد مولیٰ حبیب بن ابی اوس ثقفی سے، انہوں نے حضرت حبیب بن ابی اوس ثقفی سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا: مجھ سے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے خود یہ واقعہ بیان کیا کہ جب ہم جنگ خندق سے فارغ ہو کر دیگر قبائل کے گروہوں (احزاب) کے ہمراہ واپس لوٹے تو میں نے قریش کے چند آدمیوں کو جمع کیا جو میرے ہم خیال تھے اور میری بات توجہ سے سنتے تھے۔ میں نے ان سے کہا: بخدا تم جانتے ہو کہ محمد (ﷺ) کا معاملہ اب ناقابل برداشت حد تک بلند ہوتا جا رہا ہے، میں نے ایک تجویز سوچی ہے، بتاؤ تمہاری رائے اس میں کیا ہے؟ انہوں نے کہا: بتائیے تم نے کیا سوچا ہے؟ میں نے کہا: میری رائے تو یہ ہے کہ ہم نجاشی (شاہِ حبشہ) کے پاس چلے جائیں اور اس کی پناہ میں وہاں رہائش پذیر ہو جائیں۔ اگر محمد (ﷺ) ہماری قوم پر فتح یاب ہو جائیں تو ہم (ایسے حالات میں) نجاشی کی پناہ میں ہوں گے اور ہمارے لیے محمد (ﷺ) کی محکومی سے نجاشی کے ماتحت ہونا بہت پسندیدہ ہے اور اگر ہماری قوم ان پر

حضرت عمرو بن العاصی اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہما کا قبولِ اسلام

ہم نے حضرت ابو بکر الخطیب کے واسطہ سے ایک مرفوع سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا يَقْدَمُ عَلَيْكُمُ اللَّيْلَةَ رَجُلٌ حَكِيمٌ ''آج رات تمہارے پاس ایک دانا آدمی آئے گا''۔ چنانچہ حضرت عمرو بن العاص ہجرت کر کے تشریف لے آئے۔ اس روایت میں انہوں نے راستے میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت عمرو کی ملاقات کا ذکر کیا ہے اور ان کو کہے جانے والے حضرت خالد کے اس قول کا ذکر کیا ہے: وَاللهِ لَقَدِ اسْتَقَامَ الْمِيسَمُ۔ جنہوں نے اسے یاء کے ساتھ اَلْمِیْسَمُ روایت کیا ہے تو اس کا معنی علامت ہے یعنی بخدا معاملہ واضح ہو گیا اور حقانیت کی علامات مستقیم ہو گئیں۔ اور جنہوں نے اسے اَلْمَنْسَمُ میم کے فتحہ اور نون کے ساتھ روایت کیا ہے تو اس کا معنی ہے راستہ سیدھا ہو گیا اور ہجرت واجب ہوئی۔ اَلْمَنْسَمُ اونٹ کے خف کے اگلے حصے کو کہتے ہیں۔ اسے راستہ کے لئے کنایۃً بولا جاتا ہے کیونکہ اس کے ساتھ راستہ میں رخ کیا جاتا ہے۔

غالب آجائے تو ہم وہ لوگ ہیں جنہیں وہ جانتے ہیں، ان کی طرف سے ہمیں بھلائی کے سوا کچھ نہیں پہنچے گا۔ سب نے کہا: یہ رائے واقعی ٹھیک ہے، میں نے کہا: تو پھر ہمارے لئے کچھ چیزیں جمع کرو جو ہم نجاشی کو بطورِ ہدیہ پیش کریں گے۔ نجاشی کو ہمارے ملک کا سب سے پسندیدہ ہدیہ چمڑا تھا۔ چنانچہ ہم نے اس کے لئے بہت سی چمڑے کی مصنوعات جمع کیں اور انہیں لے کر روانہ ہو گئے اور نجاشی کے پاس پہنچ گئے۔

بخدا ہم اس کے پاس اقامت گزیں تھے کہ ایک روز اس کے پاس عمرو بن امیہ ضمری آیا اسے رسول اللہ ﷺ نے حضرت جعفر اور ان کے رفقاء کے بارے میں اپنا گرامی نامہ دے کر نجاشی کے پاس بھیجا تھا۔ وہ نجاشی کے ہاں کچھ دیر ٹھہرا پھر واپس چلا گیا۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا: عمرو بن امیہ ضمری یہاں آیا ہوا ہے۔ اگر میں نجاشی کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست کروں کہ وہ عمرو کو ہمارے حوالے کر دے تو پھر ہم عمرو کی گردن اڑا دیں گے۔ اگر میں یہ کارنامہ انجام دے لوں گا تو قریش خوش ہوں گے کہ میں نے محمد (ﷺ) کے قاصد کو قتل کر کے انہیں اپنی غیر حاضری کی اچھی جزاء دے دی ہے۔ چنانچہ میں نجاشی کی خدمت میں حاضر ہوا اور حسب معمول اس کے سامنے سجدہ کیا۔ اس نے کہا: میرے دوست! مرحبا، کیا اپنے ملک سے میرے لئے کوئی تحفہ بھی لائے ہو؟ میں نے کہا ہاں، اے بادشاہ! میں تمہارے لیے بہت سی چمڑے کی مصنوعات لے کر آیا ہوں۔ چنانچہ وہ سارے تحفے اس کی خدمت میں پیش کر دیے۔ وہ انہیں دیکھ کر بہت خوش ہوا اور وہ اسے بہت پسند آئے۔ پھر میں نے اس سے کہا: اے بادشاہ! میں نے ایک آدمی دیکھا ہے جو ابھی ابھی آپ کے پاس سے نکلا ہے، وہ ہمارے ایک دشمن آدمی کا قاصد ہے۔ اسے تم میرے حوالے کر دو تا کہ میں اسے قتل کر دوں کیونکہ اس نے ہمارے اشراف اور نامور افراد کو قتل کیا ہے۔ یہ سن کر نجاشی غضبناک ہو گیا اور اپنا ہاتھ کھینچ کر ایک زوردار طمانچہ میری ناک پر دے مارا۔ بخدا مجھے گمان ہوا کہ اس نے ناک کو توڑ کر رکھ دیا ہے۔ اس وقت اگر میرے لیے زمین پھٹ جاتی تو شرمندگی کے باعث میں اس میں گھس جاتا۔ پھر میں نے کہا: اے

حضرت زبیر نے بھی حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ ذکر کیا ہے اور یہ اضافہ کیا ہے کہ اس راستے میں حضرت عثمان بن طلحہ بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ بھی ان دونوں کے ہمراہ تھے۔ جب تینوں نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو حضرت عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں ان دونوں سے کم سن تھا۔ میں نے ان دونوں کو فریب دینے کا ارادہ کیا۔ بیعت کے لئے اپنے سے قبل ان دونوں کو آگے

بادشاہ! بخدا! کاش مجھے علم ہوتا کہ تم میرے اس سوال پر اتنے برافروختہ ہو گے۔ اس نے کہا، کیا تم مجھ سے مطالبہ کرتے ہو کہ میں ایک ایسی ہستی کے قاصد کو تمہارے حوالے کر دوں جس کے پاس ناموسِ اکبر (جبرائیل) حاضر ہوتا ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس حاضر ہوا کرتا تھا تاکہ تو اس کو قتل کر دے؟ میں نے پوچھا! اے بادشاہ! کیا وہ شخص واقعی ایسا ہے؟ نجاشی بولا: تجھ پر افسوس! اے عمرو! میری بات مانو اور اس ہستی کا اتباع کرو۔ بخدا! وہ حق پر ہیں اور آپ اپنے جملہ مخالفین پر غالب آ جائیں گے۔ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون اور اس کے لشکروں پر غالب آ گئے تھے۔ میں نے کہا: کیا تم ان کی طرف سے میرے اسلام قبول کرنے کی بیعت لیتے ہو؟ اس نے کہا: بے شک -- نجاشی نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور میں نے اس کے ساتھ اسلام قبول کرنے کی بیعت کر لی۔ پھر میں اپنے ساتھیوں کے پاس آ گیا دراں حالیکہ میری پہلی رائے تبدیل ہو چکی تھی۔ میں نے اپنے اسلام کو ساتھیوں پر پوشیدہ رکھا۔

راستے میں حضرت خالد کے ساتھ حضرت عمرو رضی اللہ عنہما کی ملاقات

پھر میں رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہونے کے ارادے سے روانہ ہوا تاکہ اسلام قبول کر لوں۔ راستے میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہو گئی۔ یہ فتح مکہ سے چند روز پہلے کا واقعہ ہے، وہ مکہ مکرمہ سے آ رہے تھے۔ میں نے کہا: اے ابوسلیمان! (حضرت خالد کی کنیت) کدھر کا قصد ہے؟ انہوں نے کہا: وَاللّٰہِ لَقَدِ اسْتَقَامَ الْمِیْسَمُ بخدا! معاملہ واضح ہو گیا اور دین اسلام کی حقانیت کی علامات مستقیم ہو گئیں۔ یہ شخص واقعی اللہ تعالیٰ کا نبی ہے۔ بخدا! میں جا رہا ہوں، اس کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کرنا چاہتا ہوں۔ آخر کب تک (حق سے منحرف رہوں گا)۔ میں نے کہا: بخدا! میں بھی صرف اسی لئے آیا ہوں تاکہ اسلام قبول کر لوں۔ چنانچہ ہم دونوں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مدینہ طیبہ حاضر ہو گئے۔ پہلے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور قبولِ اسلام کی بیعت کا شرف حاصل کیا۔ پھر میں قریب ہوا اور عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! میں آپ سے اس شرط پر بیعت کرتا ہوں کہ میرے سارے سابقہ

بڑھا دیا۔ ان دونوں نے اس شرط پر بیعت کی کہ ان کے سابقہ گناہ معاف کر دیے جائیں۔ میں نے اپنے دل میں یہ بات پوشیدہ رکھی کہ ہم اس شرط پر بیعت کریں کہ اللہ تعالیٰ اگلے پچھلے سارے گناہ معاف فرما دے لیکن جب میں نے بیعت کی تو یہ تو ذکر کیا کہ میرے پچھلے گناہ (معاف فرما دے) لیکن یہ کہنا بھول گیا کہ میرے اگلے گناہ بھی معاف فرما دے۔

گناہ معاف کر دیے جائیں اور جو گناہ بعد میں ہوں گے ان کا میں ذکر نہیں کرتا۔ میری عرض سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یَا عَمْرُو بَایِعْ فَإِنَّ الْإِسْلَامَ يَجُبُّ مَا كَانَ قَبْلَهُ وَ إِنَّ الْهِجْرَةَ تَجُبُّ مَا كَانَ قَبْلَهَا ''اے عمرو! بیعت کرو، بے شک اسلام پہلے گناہوں کو ملیامیٹ کر دیتا ہے اور بے شک ہجرت بھی پہلے گناہوں کو نیست و نابود کر دیتی ہے''۔ پھر میں نے بیعت کی اور واپس آ گیا۔

حضرت ابن ہشام نے کہا یوں: بھی روایت کیا گیا ہے: فَإِنَّ الْإِسْلَامَ يَحُتُّ مَا كَانَ قَبْلَهُ وَ إِنَّ الْهِجْرَةَ تَحُتُّ مَا كَانَ قَبْلَهَا۔ (يَحُتُّ کا معنی ہے جھاڑ دینا)۔

حضرت ابن طلحہ رضی اللہ عنہ کا قبولِ اسلام

حضرت ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے ایک غیر متہم شخص نے بیان کیا کہ جب ان دونوں حضرات نے اسلام قبول کیا تو اس وقت حضرت عثمان بن طلحہ بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ بھی ان دونوں کے ساتھ تھے۔

نجاشی کے ساتھ ضمری کی گفتگو

حضرت ابن اسحاق نے اس واقعہ میں نبی کریم ﷺ کا گرامی نامہ لے کر حضرت عمرو بن امیہ ضمری کے نجاشی کے پاس آنے کا ذکر کیا ہے۔ اس گرامی نامہ میں وہی کچھ لکھا تھا جو حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ نے نجاشی کے ساتھ گفتگو کی۔ کیونکہ جب آپ نجاشی کے پاس آئے تو آپ نے اس سے کہا: ''اے اصحمہ! (نجاشی کا نام) مجھ پر بات کرنا اور تم پر اسے غور سے سننا لازم ہے۔ ہم پر نرمی کرنے میں گویا تم ہم سے ہو اور تم پر اعتماد کرنے میں گویا ہم تم سے ہیں کیونکہ ہم نے جب بھی تم سے کوئی بھلائی حاصل کرنے کا ارادہ کیا تو ہم نے اسے پا لیا اور ہمیں تم سے جس چیز کا بھی خدشہ ہوا ہم اس سے بے خوف ہو گئے اور تمہاری زبان سے ہی تمہارے خلاف ہمیں یہ حجت مل چکی ہے کہ ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی ایسا گواہ نہیں ہو سکتا جس کا رد نہ ہو سکے اور ایسا قاضی نہیں ہو سکتا جو ظلم نہ کرے۔ اس میں شگاف پڑنے کا اندیشہ ہے اسی میں احتیاط کا حصول اور فیصلہ کن بات تک وصول ہے وگرنہ اس نبی امی ﷺ کے بارے میں تم بھی حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے بارے میں یہودیوں کی مانند ہو۔ نبی کریم ﷺ نے ہر سمت کے لوگوں کی طرف اپنے قاصد بھیج دیے ہیں لیکن حضور ﷺ کو تم سے وہ امیدیں وابستہ ہیں جو دوسرے لوگوں سے وابستہ نہیں اور آپ ﷺ کو تم سے ان باتوں کا اندیشہ نہیں ہے جن کا دوسرے لوگوں سے اندیشہ ہے کیونکہ تم نے پہلے بھی بھلائی کی ہے اور آئندہ بھی تم

حضرات ابن طلحہ اور خالد رضی اللہ عنہما کے قبولِ اسلام کے متعلق ابن زبعری کے اشعار

حضرت ابن اسحاق نے کہا: ابن زبعری سہمی نے یہ اشعار کہے:

أُنْشِدُ عُثْمَانَ بْنَ طَلْحَةَ حِلْفَنَا وَ مُلْقَى نِعَالِ الْقَوْمِ عِنْدَ الْمُقَبَّلِ

"میں عثمان بن طلحہ کو اپنے باہمی عہد کی اور بوسہ گاہ (حجر اسود) کے قریب لوگوں کے جوتے اتارنے کی جگہ کی قسم دلاتا ہوں

وَ مَا عَقَدَ الْآبَاءُ مِنْ كُلِّ حِلْفَةٍ وَ مَا خَالِدٌ مِنْ مِثْلِهَا بِمُحَلَّلِ

اور ہر اس عہد و پیمان کی (قسم دلاتا ہوں) جو ہمارے آباء و اجداد نے باندھا اور خالد بھی اس

سے بھلائی کی توقع ہے"۔ آپ کی گفتگو سن کر نجاشی نے کہا: "میں اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ گواہی دیتا ہوں کہ آپ وہی نبی امی ہیں جن کا اہل کتاب کو انتظار تھا اور جس طرح اونٹ کے سوار کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے (حضور ﷺ کی تشریف آوری کی) بشارت دی تھی، بے شک اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دراز گوش کے سوار کو بشارت دی تھی۔ اور بے شک (آپ پر ایمان لانے کے لئے) آپ کو آنکھوں سے دیکھنا آپ کے متعلق خبر مل جانے سے زیادہ فائدہ مند نہیں، لیکن حبشہ میں میرے اعوان و انصار بہت کم ہیں، مجھے مہلت دو تا کہ میرے اعوان و انصار زیادہ ہو جائیں اور لوگوں کے دل نرم ہو جائیں (پھر ان کو اسلام کا پابند کرنا آسان ہو گا)"۔ ہم ان شاء اللہ آنے والے صفحات میں نبی کریم ﷺ کے قاصدوں کی وہ گفتگو ذکر کریں گے جو انہوں نے بادشاہوں کے پاس جا کر کی اور جو انہیں اس کا جواب ملا۔

شاہانِ عالم کی طرف بھیجے جانے والے قاصد

حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ قیصر کی طرف حضور ﷺ کے قاصد تھے، حضرت خارجہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کسریٰ کی طرف آپ کے قاصد تھے، حضرت شجاع بن وہب رضی اللہ عنہ جبلہ بن ایہم غسانی کی طرف، حضرت سلیط بن عمرو رضی اللہ عنہ ہوذہ بن علی حنفی شاہِ یمامہ کی طرف، حضرت سلیط بن عمرو رضی اللہ عنہ ہوذہ بن علی حنفی شاہِ یمامہ کی طرف، حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ بادشاہِ بحرین منذر بن ساوی کی طرف، حضرت مہاجر بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ حارث بن عبد کلال کی طرف، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو جلندی شاہ عمان کی طرف، حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ مقوقس شاہِ مصر کی طرف اور حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ نجاشی کی طرف حضور ﷺ کے قاصد تھے۔ جیسا کہ پہلے

جیسے عہد و پیمان سے بری نہیں ہو سکتا"۔

اَمِفْتَاحَ بَيْتٍ غَيْرِ بَيْتِكَ تَبْتَغِيْ وَ مَا تَبْتَغِيْ مِنْ مَجْدِ بَيْتٍ مُؤَثَّلِ

کیا تو اپنے گھر کے سوا کسی اور گھر کی کنجی طلب کرتا ہے اور قدیم گھر کا مجد و شرف طلب نہیں کرتا۔

فَلَا تَأْمَنَنَّ خَالِدًا بَعْدَ هٰذِهٖ وَ عُثْمَانَ جَاءَ بِالدُّهَيْمِ الْمُعْضَلِ

"پس اس واقعہ کے بعد تم خالد اور عثمان سے بے خوف نہ رہو، وہ دونوں بڑی سخت مصیبت لائے ہیں"۔

ماہِ ذی قعدہ اور اوائل ذی الحجہ میں بنی قریظہ پر فتح حاصل ہوئی اور اس حج کی ولایت بھی مشرکین کے پاس رہی۔

مذکور ہوا۔ ان میں سے ہر ایک کی گفتگو ہے جو انہوں نے کی اور اشعار ہیں جو انہوں نے کہے۔ ان شاء اللہ ہم بعد میں ان کا ذکر کریں گے۔

السمهرية

سیرتِ ابن ہشام کے اشعار میں جو سمہری نیزوں کا ذکر آیا ہے، یہ نیزے سمہر کی طرف منسوب ہیں۔ لوگوں کے بیان کے مطابق یہ ایک کاریگر تھا جو نیزے بناتا تھا اور اس کی ردینہ ان نیزوں کو بیچتی تھی۔ اس کی وجہ سے نیزوں کو ردینیہ کہا جاتا۔ جہاں تک ماسخی کمانوں کا تعلق ہے تو یہ ماسخہ کی طرف منسوب ہیں۔ اس کا نام نبیشہ بن حارث ہے جو بنی نصر بن ازد کا ایک فرد تھا۔ جعدی نے کہا:

بِعِيْسٍ تُعَطِّفُ أَعْنَاقَهَا كَمَا عَطَّفَ الْمَاسِخِيُّ الْقِيَانَا

"بھورے رنگ کے اونٹ اپنی گردنیں اس طرح دوہری کرتے ہیں جس طرح ماسخی قان کے درخت کی بنی ہوئی کمان دوہری کرتا ہے"۔

کبھی کمانوں کو زارہ کی طرف بھی منسوب کیا جاتا ہے۔ یہ ماسخہ کی بیوی ہے۔ صخر الغی نے کہا:

سَنْحَةً مِّنْ قِسِيِّ زَارَةَ حَمْرَاءَ هَتُوْفٍ عِلَادُهَا غُرُدُ

"زارہ کی سرخ کمان کا عطیہ جس کی آواز سریلی اور سائیں سائیں کرنے والی ہے"۔

یہ اشعار دینوری کی کتاب النبات سے ماخوذ ہیں اور یزنیہ عبید طعان کی طرف منسوب ہے، یہ یزن بن ہماذی کے نام سے مشہور ہے۔ اور ماذیہ ماذی بن یافث بن نوح کی طرف منسوب ہے۔ یہ طبری کا قول ہے۔ ان کا بیان ہے کہ جس شخص نے سب سے پہلے تلواریں استعمال کیں وہ جم ہے اور یہ روئے زمین پر چوتھا بادشاہ ہے۔

غزوہ بنی لحیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت ابن اسحاق نے کہا: ہم سے حضرت ابو محمد عبدالملک بن ہشام نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے حضرت زیاد بن عبداللہ بکائی نے بیان کیا، انہوں نے حضرت محمد بن اسحاق مطلبی سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا: اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ذوالحجہ، محرم، صفر، ربیع الاول اور ربیع الثانی کے ماہ مدینہ طیبہ میں بسر کیے اور بنی قریظہ پر فتح پانے کے تقریباً چھ ماہ بعد جمادی الاولیٰ میں آپ بنی لحیان کی طرف روانہ ہوئے تاکہ ان سے اصحاب رجیع یعنی حضرت خبیب بن عدی اور ان کے رفقاء رضی اللہ عنہم کا بدلہ لیں اور ظاہر یہ کیا کہ شام کا قصد ہے تاکہ دشمن پر اچانک حملہ کیا جائے۔ چنانچہ حضور ﷺ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے اور بقول ابن ہشام حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ کا عامل مقرر فرمایا۔

حضرت ابن اسحاق نے کہا: حضور ﷺ مدینہ طیبہ کے نواح میں غراب نامی پہاڑ کے پاس سے گزرتے ہوئے شاہراہِ شام پر روانہ ہوئے۔ آپ پہلے مخیص پھر بتراء پہنچے، پھر یہاں سے بائیں سمت مڑ گئے اور بین سے گزر کر صخیرات الیمام پہنچے۔ اس کے بعد آپ کے سامنے حج کرنے کی شاہراہِ مکہ سیدھی ہوگئی۔ اس پر حضور ﷺ نے اپنی رفتار تیز کر دی یہاں تک کہ آپ غران پہنچ گئے جہاں بنی لحیان کی بستیاں تھیں۔ وہاں آپ ﷺ نے پڑاؤ کیا، غران آمج اور عسفان کے درمیان ایک وادی ہے جو سایہ نامی مقام کی طرف جاتی ہے۔ وہاں معلوم ہوا کہ بنی لحیان ڈر کر پہاڑوں کی چوٹیوں پر محفوظ ہو گئے ہیں۔ جب حضور ﷺ غران میں اترے اور بنو لحیان کو جو مغالطہ دینا چاہا تھا وہ مقصد پورا نہ ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اگر ہم عسفان میں اتریں تو اہل مکہ خیال کریں گے کہ ہم مکہ مکرمہ تک آئے ہیں۔ چنانچہ حضور ﷺ دو سو سواروں

غزوہ بنی لحیان

اس واقعہ میں کوئی مشکل لفظ نہیں۔ البتہ اس میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا ایک شعر ہے:

لَقُوْا سَرَعَانًا یَمْلَأُ السَّرْبَ رَوْعُهُ

کے ہمراہ عسفان تشریف لائے اور یہاں فروکش ہو گئے، پھر آپ ﷺ نے اپنے صحابہ میں سے دو سوار بھیجے، یہ دونوں کراع الغمیم پہنچے (مگر کسی کافر سے سامنا نہ ہوا) اور واپس آ گئے۔ پھر رسول اللہ ﷺ واپس تشریف لے آئے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے جب رسول اللہ ﷺ واپس روانہ ہونے لگے تو میں نے حضور ﷺ کو یہ دعا مانگتے سنا: آئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ، اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ وَّعْثَاءِ السَّفَرِ وَ كَآبَةِ الْمُنْقَلَبِ وَ سُوْءِ الْمَنْظَرِ فِي الْاَهْلِ وَالْمَالِ ''ہم لوٹ کر آنے والے ہیں، توبہ کرنے والے اور ان شاء اللہ اپنے رب کی حمد کرنے والے ہیں۔ میں سفر کی صعوبت، تکلیف دہ واپسی اور اپنے اہل و مال میں برے منظر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں''۔

غزوۂ بنی لحیان کا واقعہ حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ اور حضرت عبداللہ بن ابی بکر سے مروی ہے، انہوں نے حضرت عبداللہ بن کعب بن مالک سے روایت کیا ہے اور حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے غزوۂ بنی لحیان کے بارے میں یہ اشعار کہے:

لَوْ اَنَّ بَنِيْ لِحْيَانَ كَانُوْا تَنَاظَرُوْا لَقُوْا عُصَبًا فِيْ دَارِهِمْ ذَاتَ مَصْدَقِ

''اگر بنی لحیان ایک دوسرے کا انتظار کرتے تو وہ اپنے گھروں میں ہی صداقت پسند

سَرَعَان ان لوگوں کو کہتے ہیں جو سب پر سبقت لے جائیں اور اَلسَّرْب چرنے والے مال مویشی ہیں۔ گویا یہ سَارِبْ کی جمع ہے۔ کہا جاتا ہے: هُوَ اٰمِنٌ فِيْ سَرْبِهٖ یعنی فلاں شخص اپنے مال مویشیوں کے بارے میں بے خوف ہے اور اسے اپنے مال پر غارت گری کا کوئی اندیشہ نہیں۔ اور جن لوگوں نے اسے فِيْ سِرْبِهٖ سین کے کسرہ کے ساتھ بولا ہے تو اس صورت میں یہ ضرب المثل ہے کیونکہ سرب وحشی جانوروں اور پرندوں کے گروہ کو کہتے ہیں۔ تو اٰمِنٌ فِيْ سِرْبِهٖ کا یہ معنی ہوگا کہ فلاں شخص نہ خود ڈرتا ہے اور نہ اس کے اہل و عیال ڈرتے ہیں۔ اس معنی کی طرف اہل لغت میں سے اس شخص نے اشارہ کیا ہے جس نے کہا کہ فِيْ سِرْبِهٖ کا معنی ہے فِيْ نَفْسِهٖ۔ اس سے اس کی یہ مراد نہیں کہ نفس کو سرب کہا جاتا ہے بلکہ اس کی یہ مراد ہے کہ نہ خود اسے ڈرایا جا سکتا ہے اور نہ اس کے ساتھیوں کو۔ نہ کہ اس شخص کی طرح جس کا ذکر پہلے ہوا۔ اور اسے فِيْ سَرْبِهٖ سین کے فتحہ کے ساتھ بھی بولا گیا ہے۔ پس ایک شخص اپنے مال کے بارے میں بے خوف ہے اور دوسرا اپنی ذات کے بارے میں بے خوف ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ فِيْ سَرْبِهٖ کا معنی ہے فِيْ طَرِيْقِهٖ یعنی اس کے راستے میں۔

جماعتوں سے دوچار ہو جاتے۔

لَقُوْا سَرَعَانًا يَمْلَأُ السَّرْبَ رَوْعُهُ أَمَامَ طَحُوْنٍ كَالْمَجَرَّةِ فَيْلَقِ

"وہ ایسے ہراول دستے سے دوچار ہوتے جس کا خوف دل کو بھر دیتا اور اس کے پیچھے کہکشاں کی طرح (ہتھیاروں سے چمکتا ہوا) ایک پیس کر رکھ دینے والا طاقتور لشکر ہوتا"۔

وَ لٰكِنَّهُمْ كَانُوْا وِبَارًا تَتَبَّعَتْ شِعَابَ حِجَازٍ غَيْرِ ذِيْ مُتَنَفَّقِ

"لیکن وہ نیولوں کی طرح کمزور اور بزدل تھے، حجاز کی ان گھاٹیوں میں جا کر چھپ گئے جن

حضرت کعب کا قول ہے۔

أَمَامَ طَحُوْنٍ كَالْمَجَرَّةِ فَيْلَقِ

اس سے مراد لشکر ہے اسے کہکشاں (آسمانی راستہ) سے اس لئے تشبیہ دی کہ اس میں تلواروں اور نیزوں کی چمک ہوگی جس طرح آسمانی راستے کے اردگرد ستارے چمکتے ہیں، کیونکہ اکثر ستارے آسمانی راستے کے اردگرد ہوتے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مجرہ دراصل چھوٹے چھوٹے ستارے ہی ہیں جو ایک دوسرے کے ساتھ ملے ہوئے ہیں۔ اس لئے اس آسمانی راستے کی سفیدی دراصل ان ستاروں کی سفیدی کی وجہ سے ہے۔ ایک منقطع حدیث میں روایت کیا گیا ہے کہ وہ راستہ جو آسمان پر نظر آتا ہے یہ ایک سانپ کی تھوک کی وجہ سے ہے جو عرش کے نیچے رہتا ہے اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جب انہیں یمن کی طرف بھیجا تو ان کو فرمایا: إِنَّكَ سَتَقْدَمُ عَلٰى قَوْمٍ يَسْأَلُوْنَكَ عَنِ الْمَجَرَّةِ فَقُلْ لَهُمْ هِيَ مِنْ عَرَقِ الْأَفْعٰى الَّتِيْ تَحْتَ الْعَرْشِ "تم ایک ایسی قوم کے پاس جا رہے ہو جو تم سے آسمان پر نظر آنے والے راستے کے بارے میں سوال کریں گے۔ تو تم انہیں کہنا کہ یہ عرش کے نیچے رہنے والے اژدہے کے پسینے کی وجہ سے ہے"۔ لیکن اہل نقل کے نزدیک اس حدیث کی سند ضعیف ہے جس پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ اسے عقیلی نے ذکر کیا ہے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہ راستہ آسمان کا وہ رخنہ ہے جس سے آسمان پھٹے گا۔ مجرہ کے معنی میں جہاں تک غیر مسلم نجومیوں کا قول ہے تو القاضی نے النقض الکبیر میں ان کے تقریباً دس سے زائد اقوال ذکر کیے ہیں جن میں سے بعض کو تو عقل جائز قرار دیتی ہے اور بعض لغو باتوں کے مشابہ ہیں۔ واللہ اعلم۔

یہ بھی جائز ہے کہ شاعر کے قول كَالْمَجَرَّةِ کا معنی یہ ہو کہ اس پیس کر رکھ دینے والے لشکر کا اثر اس گزرگاہ کے اثر کی مانند ہے جو اپنے اوپر سے گزرنے والی چیز کو چھیل کر رکھ دیتی ہے اور اس کی بیخ کنی

سے نکلنے کا کوئی دروازہ بھی نہ تھا"۔

کردیتی ہے۔ اور فیلق فلق سے فَیْعَلٌ کے وزن پر صفت مشبہ ہے جس کا معنی ہے مصیبت میں ڈالنے والا لشکر، گویا وہ دلوں کو پھاڑ کر رکھ دیتا ہے۔ اس کے مصدر کو فِلْقَۃ بھی بولتے ہیں۔ ابن احمر نے کہا:

قَدْ طَرَّقَتْ بِبِكْرِهَا أُمُّ طَبَقْ   فَذَمَّرُوهُ خَبَرًا ضَخْمَ الْعُنُقْ

"ام طبق نے اپنا پہلا بچہ بڑی مشکل جنا۔ لوگوں نے اس کے مرنے کے بعد یہ خبر نقل کی کہ وہ موٹی گردن والا تھا"۔

جب لوگوں نے پوچھا یہ کیا؟ تو اس نے کہا:

مَوْتُ الْإِمَامِ فِلْقَةٌ مِّنَ الْفِلَقِ

"امام کی موت شگافوں میں سے ایک شگاف ہوتا ہے"۔

وَمَا تَوْفِيقِيْ إِلَّا بِاللهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ۔ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ أَنْتَ وَلِيِّ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّأَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ۔ رَبِّ أَوْزِعْنِيْ أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْ أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰهُ وَأَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ إِنِّيْ تُبْتُ إِلَيْكَ وَإِنِّيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ

آمِيْن بِجَاهِ النَّبِيِّ الْكَرِيْمِ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالتَّسْلِيْمُ۔

وَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا۔

بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ۔

غبارِ راہِ طیبہ

افتخار احمد تبسم

مدرس دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف